

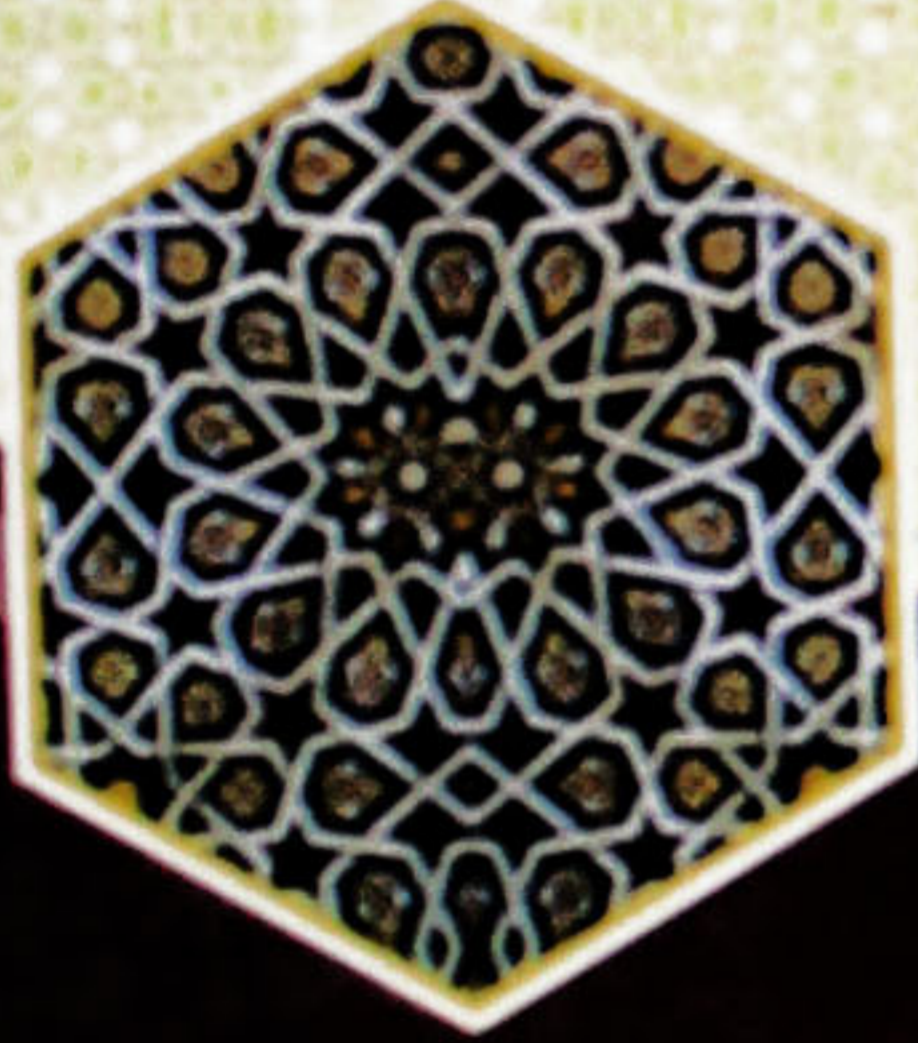
قرآن کریم کی مستند عربی تفسیر پہلی مرتبہ اردو میں

تفسیر الخوی

المعروف معالم التنزیل

از امام الکبیر ابو محمد حسین بن مسعود الفراء الخوی شافعی رحمہ اللہ متوفی ۵۱۲ھ

جلد دوم... سورۃ المائدہ تا سورہ توبہ



خصوصیات

قرآنی متن ترجمہ اور تفسیر جلی حروف میں
ترجمہ از حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ
فقہی احکام اور مسائل کا التزام
مفسرین کے متعدد اقوال ایک ہی جگہ پر
تفسیر کے علاوہ قرآنی الفاظ کی علیحدہ تشریح و تفسیر
تفسیر کی اقاعات کی متعدد روایات یکجا
اسی لغوی تحقیق کے ساتھ مستند تحقیقی تفسیر
کے مطابق قرآنی متن و ترجمہ اپنی جگہ پر

بشمول قرآنی فضائل و خواص

از ابو محمد عبد اللہ یافعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۸ھ)
و حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی رحمہ اللہ
(تلمیذ رشید حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ)

تعارف تفسیر

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

ادارہ تالیفات اشرفیت

پتہ: قوارہ نعت ان پاکستان

{0322-6180738, 061-4519240}

قرآن کریم کی مستند عربی تفسیر پہلی مرتبہ اردو میں

تفسیر لغوی

المعروف معالم التنزیل

از امام الکبیر محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء بغوی شافعی رحمہ اللہ متوفی ۵۱۶ھ

جلد دوم ... سورۃ المائدہ تا سورۃ توبہ

بشمول قرآنی فضائل و خواص

خصوصیات

از امام ابو محمد عبد اللہ یافعی رحمہ اللہ (متوفی ۵۷۸ھ)
وحضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی رحمہ اللہ
(تلمیذ رشید حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ)

تعارف تفسیر

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
کے قلم سے

ترجمہ از
اشرفیہ مجلس علم و تحقیق



- ❑ قرآنی متن ترجمہ اور تفسیر جلی حروف میں
- ❑ آسان ترجمہ از حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ
- ❑ فقہی احکام اور مسائل کا التزام
- ❑ مفسرین کے متعدد اقوال ایک ہی جگہ پر
- ❑ عام تفسیر کے علاوہ قرآنی الفاظ کی علیحدہ تشریح و تفسیر
- ❑ قرآنی واقعات کی متعدد روایات یکجا
- ❑ صرفی نحوی لغوی تحقیق کے ساتھ مستند تحقیقی تفسیر
- ❑ تفسیر کے مطابق قرآنی متن و ترجمہ اپنی جگہ پر
- ❑ منتخب قرآنی آیات کے فضائل و خواص

چوک فوارہ ملت ان پکستان

0322-6180738, 061-4519240

ادارۃ تالیفات اشرفیہ

تفسیر لغوی

تاریخ اشاعت..... شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ
ناشر..... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت..... سلامت اقبال پریس ملتان

انتباہ

اس کتاب کی کاپی رائٹ کے جملہ حقوق محفوظ ہیں

قانونی مشیر

محمد اکبر ساجد
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ملتان)

قارئین سے گزارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔
اگرچہ اس کام میں ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔
پہ بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں
تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزا کم اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ..... چوک نوارہ..... ملتان

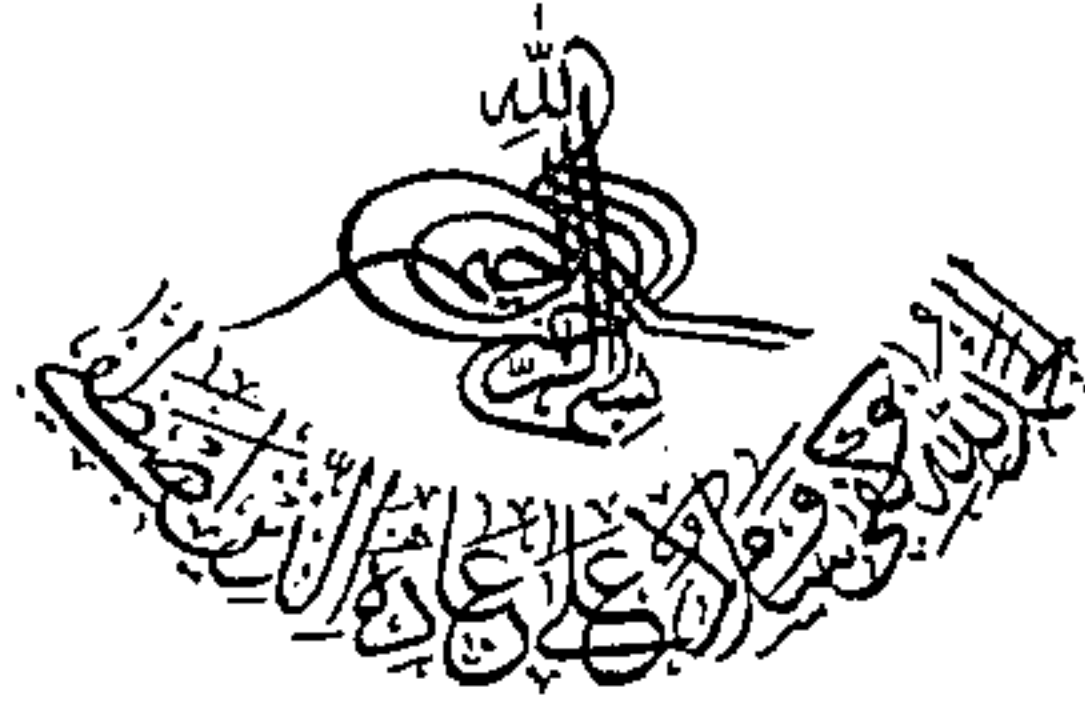
مکتبہ سید احمد شہید..... اردو بازار..... لاہور..... دارالاشاعت..... اردو بازار..... کراچی
مکتبہ سعید..... انور ٹولنگ..... پشاور..... مکتبہ رشیدیہ..... سرکی روڈ..... کوئٹہ
اسلامی کتاب گھر..... خیابان سعید..... راولپنڈی..... مکتبہ دارالاعلام..... قصبہ خروانی بازار..... پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K 119-121 HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTRE) BOLTON BLIENE (U.K.)

ملتان
کراچی
پشاور

کلمات ناشر

۲۱-۱۱-۲۰۱۵



الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ

وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ

اما بعد! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قدیم مستند عربی تفسیر جو کہ تفسیر بغوی جو کہ معالم التنزیل کے نام سے مشہور ہے۔ پہلی مرتبہ اردو زبان میں ترجمہ کے بعد پیش کی جا رہی ہے۔

قرآن کریم کی خدمت جس شکل اور جس انداز میں بھی نصیب ہو جائے جہاں خوش بختی اور خوش نصیبی کی بات ہے وہاں ایک بڑی ذمہ داری بھی ہے۔ چونکہ یہ عظیم و مستند تفسیر پہلی مرتبہ اردو میں آ رہی ہے اس لیے خوشی بھی دو چند ہے تو ذمہ داری کا احساس بھی دامن گیر ہے۔

تفسیر بغوی کا مفسرین اور تفاسیر میں کیا مقام و مرتبہ ہے اس کا اندازہ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کے تعارف و تبصرہ سے کیا جاسکتا ہے۔ آج سے تقریباً 20 سال قبل ادارہ نے اس عظیم تفسیر کا عکس لے کر پاکستان میں پہلی مرتبہ شائع کیا تو حضرت شیخ

الاسلام مدظلہ نے اس کی اشاعت پر ایک گراں قدر تبصرہ ”البلاغ“ میں قلمبند فرمایا تھا۔ حضرت کا یہ تبصرہ چونکہ اس تفسیر کے تعارف اور مقام و مرتبہ کے متعلق جامع ہے اس لیے اسے شروع کتاب میں دیدیا گیا ہے جو گویا کتاب ہذا کے لیے بطور مقدمہ کے ہے۔

تفسیر ہذا میں قرآنی متن کے نیچے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا با محاورہ سلیس ترجمہ اور تفسیر میں جگہ جگہ عنوانات و پیرا گرافی کا کام بھی کیا گیا۔

تفسیر بغوی پہلی مرتبہ اردو لباس سے آراستہ ہو کر شائع کی جا رہی ہے جس سے اہل علم کے علاوہ عوام الناس بھی استفادہ کریں گے۔ ان کی ضرورت اور ذوق کے پیش نظر ہر جلد کے آخر میں قرآنی آیات کے متعلق تیرہ ہدف فضائل و خواص دیدیئے ہیں جو کہ آٹھویں صدی کے معروف عالم امام ابو محمد عبداللہ بن اسد یا نعنی رحمہ اللہ کی معروف کتاب الدر المنظم فی فضائل القرآن "والآیات والذکر الحکیم" اور حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی رحمہ اللہ کی تالیب تفسیر "تفسیر میرٹھی" سے ماخوذ ہیں۔ یہ فضائل و خواص بتاتے ہیں کہ قرآن کریم جس طرح روحانی ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اسی طرح جسمانی امراض سے شفا کے لیے بھی اپنی مثال آپ ہے۔

اللہ تعالیٰ اس قرآنی خدمت کو شرف قبول نصیب فرمائے اور ادارہ کے تحت "اشرافی مجلس علم و تحقیق" جو کہ درج ذیل اہل علم حضرات پر مشتمل ہے:

مفتی سعید شمیمی ڈی نضل جامعہ فرید یہ اسلام آباد،

مولوی حبیب الرحمن ڈی نضل جامعہ خیر المدارس ملتان،

مولانا قاری ابو بکر صاحب ڈی نضل جامعہ دارالعلوم اسلامیہ لاہور،

مولانا فضل الرحمن صاحب ڈی نضل جامعہ قاسم العلوم ملتان

کی اس قرآنی خدمت کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان حضرات اہل علم کو بھی دین دنیا کی فلاح و ترقی سے نوازے کہ جن کی شبانہ روز کاوش کے بعد یہ علمی کام پایہ تکمیل تک پہنچ سکا۔

"لجزاهم اللہ احسن الجزاء"

والسلام

محمد اسحاق غفرلہ

۲۹ شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ

فہرست عنوانات

سُورَةُ الْمَائِدَةِ	
۱۶	بہیمۃ الانعام کی وضاحت
۱۷	”لا تحلوا شعائر اللہ“ کا شان نزول
۱۸	شعائر اللہ کی تفسیر
۲۲	نُصْبُ کی تفسیر میں آئمہ مفسرین کے اقوال
۲۲	ازلام کی تفسیر
۲۵	آیت مبارکہ کا شان نزول
۲۶	وما علمتم من الجوارح کی مختلف تفاسیر
۲۶	کلب معلم کے شکار کی شرائط
۲۷	شکاری جانور شکار سے کچھ کھالے تو اس کا حکم
۳۱	وضو کے مسائل
۳۲	سر کے مسح کی مقدار کا حکم
۳۸	بارہ نقیبوں کی تفصیل
۴۵	ارض مقدسہ کی تعیین میں مفسرین کے اقوال
۴۹	ہارون علیہ السلام کی وفات کا تذکرہ
۵۲	ہابیل و قابیل کا واقعہ
۵۵	ہابیل کے قتل ہو جانے پر ہر چیز کا ذائقہ کڑوا ہو گیا
۵۶	آگ کی پوجا کی ابتداء قابیل نے کی
۵۷	نبی یا عادل بادشاہ کو قتل کرنا پوری امت کو قتل کرنے کے برابر ہے

۵۸	نما جزاء الذین کی تفسیر
۵۸	قبیلہ عربینہ کا قصہ
۵۹	مشہ کرنے کا کیا حکم ہے؟
۶۲	کتنی مقدار پر شہ قطع ید ہوگا؟
۶۳	چور بار بار چوری کرے تو اس کا کیا حکم ہے
۶۵	یہود کے ایک مرد اور عورت کے زنا اور رجم کا واقعہ
۶۹	سمعون للكذب کا شان نزول
۷۷	آیت لاتخذوا الیہود والنصارى اولیاء کا شان نزول
۸۰	پہلا فرقہ
۸۰	دوسرا فرقہ
۸۱	تیسرا فرقہ
۸۶	ید اللہ مغلوطہ کی آیت کا شان نزول
۸۹	من یعضمک منی تمہیں مجھ سے کون بچائے گا
۹۸	نجاشی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط بھیجنا اور اسلام قبول کرنا
۱۰۰	لا تحوڑوا طیبت ما آحل اللہ کی تفسیر
۱۰۲	دس مسکینوں کو کھانا دینے کی مقدار اور تفصیل
۱۰۳	قسم کے کفار میں مؤمن غلام آزاد کرنا شرط ہے یا نہیں
۱۰۴	قسم کے کفار کے روزے لگانا رکھے یا وقفہ سے
۱۰۸	حالات احرام میں شکار کا حکم
۱۱۰	محرم کیلئے شکار کا گوشت کھانے کا حکم
۱۱۱	سمندری مخلوق میں کون کون سا شکار حلال ہے
۱۱۳	کعبہ کی وجہ تسمیہ
۱۱۵	لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم کی تفسیر
۱۱۷	ہجیرہ سائبہ و صلیہ حام کی تفسیر

۱۱۸	عمر و بن لہی کا دوزخ میں اپنی انتزیاں کا کھینچنا
۱۲۱	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةٌ بَيْنَكُمْ كَاشَانِ نَزُولِ
۱۲۷	نزول ماندہ کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سوال
۱۲۹	نزول ماندہ کا واقعہ
۱۳۱	اذ قال اللہ یا عیسیٰ ابن مریم والاقول کب ہوا
۱۳۳	شبہ اور اس کا ازالہ
سُورَةُ الْأَنْعَامِ	
۱۳۶	آدم علیہ السلام کی تخلیق کیلئے زمین سے مٹی لینے کا واقعہ
۱۳۷	ثم قضی اجلاً کی تفسیر
۱۳۸	قرن کی تفسیر
۱۴۰	اللہ تعالیٰ کی سورتوں میں سے ایک رحمت دنیا کیلئے ہے
۱۴۲	اللہ کے احکام کی حفاظت کرنے والے کی حفاظت اللہ تعالیٰ کرتا ہے
۱۴۶	ینہون عنہ ویناون عنہ کاشان نزول
۱۵۱	امم امثالکم کی تفسیر
۱۵۲	قیامت کے دن کافر بھی مٹی ہو جانے کی تمنا کرے گا
۱۵۸	جنت میں داخلے کے وقت مالدار لوگوں سے سبقت کرنے والے کون لوگ ہیں
۱۵۸	وإذا جاءک الذین یؤمنون سے کون لوگ مراد ہیں
۱۶۱	مفاتیح الغیب کی مختلف تفسیریں
۱۶۳	قل هو القادر آیت کے نزول پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعویذ پڑھنا
۱۶۳	آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے حق میں تین دعائیں مانگیں دو قبول کر دی گئیں ایک نہیں
۱۶۶	وذر الذین اتخذوا دینہم لعباً ولہوا کی تفسیر
۱۶۸	کن فیکون کی تفسیر
۱۶۹	آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے یا چچا کا
۱۶۹	نمرود کا واقعہ

۱۷۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ
۱۷۵	وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ کی تفسیر
۱۷۸	وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قُدْرَةِ کی تفسیر
۱۷۹	سیلہ کذاب کا قتل
۱۸۳	مستقر اور مستودع کی تفسیر
۱۸۵	زنا و دقہ کی تردید
۱۸۵	روایت باری تعالیٰ کا ثبوت اور معتزلہ کی تردید
۱۸۸	وَلَا تَسْبُوا الَّذِينَ كَانُوا نَزُولِ
۱۸۹	آیت وَاَفْسُوا بِاللَّهِ جَهْدَ اِيْمَانِهِمْ كَانُوا نَزُولِ
۱۹۱	گنہگار کی مزید ہمت و حرم میاں
۱۹۲	شیائین انس و جن کا بیان
۱۹۶	وَذَرُوا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهُ کی تفسیر
۱۹۸	ابو جہل کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر او جھڑی ڈالنا اور حضرت تنزیہ کا اس سے بدلہ لینا
۱۹۹	واذ جاء نهم اية کا نزول کس کے حق میں ہوا
۲۰۰	یشرح صدرہ للاسلام کی تفسیر اور علامات
۲۰۱	لهم دار السلام کی تفسیر
۲۰۳	جنات میں رسول مبعوث ہونے ہیں یا نہیں
۲۰۶	کھیتوں میں اور چوپالوں میں مشرکین بتوں کا حصہ بھی رکھتے ہیں
۲۰۹	واتو حقه يوم حصاده کی تفسیر
۲۰۹	وَلَا تُسْرِفُوا کی تفسیر میں مختلف اقوال
۲۱۷	مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تمین امور کی بناء پر
۲۱۸	یتیم کے مال کے کھانے کا کیا حکم ہے
۲۱۹	سراطل مستقیم کی وساحت
۲۲۱	قیامت کی چند علامات

۲۲۲	وَ كَانُوا شِيْعًا سے کون سے فرقے مراد ہیں
۲۲۳	وہ اعمال جن پر دس گنا ثواب ملتا ہے
سُورَةُ الْأَعْرَافِ	
۲۲۸	قیامت کے دن وزن اعمال کا ہوگا یا صاحب اعمال کا؟
۲۳۱	من بین ایدیہم ومن خلفہم وعن ایمانہم کی مختلف تفاسیر
۲۳۵	آیت لِبَاسًا یُؤَارِئُ سِوَاتِکُمْ کا شان نزول
۲۳۶	لباس التقویٰ کی تفسیر میں مختلف اقوال
۲۳۷	واقیموا وجوہکم عند کل مسجد کی تفسیر
۲۳۲	اہل جنت کو تمام مشکلات سے چھٹکارے کی بشارت کا اعلان
۲۳۶	اصحاب الاعراف کی وضاحت اور مصداق
۲۵۰	اَسْتَوٰی عَلٰی الْعَرْشِ کی مختلف تفاسیر
۲۵۸	عاد کا واقعہ
۲۶۳	ثمود کا واقعہ
۲۶۹	قوم لوط کا ذکر
۲۷۰	اہل مدین کون تھے
۲۷۵	بِالْبَاسَاءِ اور وَالضَّرَّاءِ کی مختلف تفاسیر
۲۷۸	ثعبان اور جان کی وضاحت
۲۸۰	فرعون کے جادو گروں کی تعداد
۲۸۵	فرعون کی قوم پر مختلف قسم کے عذاب نازل ہوئے
۲۸۶	قمل کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف اقوال
۲۹۳	فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ کی تفسیر
۲۹۷	الواح کی مختلف تفاسیر
۳۱۳	ذریعت آدم کو پشت آدم سے نکالنے اور عہد کا واقعہ
۳۱۷	بلعم بن باعور کا واقعہ

۳۳۳	آیت کا شان نزول
سُورَةُ الْأَنْفَالِ	
۳۳۶	سورة عن الانفال کا شان نزول
۳۳۱	ابوسفیان کا تجارتی قافلہ اور تمد بنت عبدالمطلب کا خواب
۳۳۲	شہنشاہ بن عمرو کا مکہ والوں کو غزوت سے آگاہ کرنا
۳۳۳	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلے نبی اللہ عنہم سے مشورہ اور صحابہ کرام کی جاٹاری
۳۶۱	الامکاء و تصدیقہ کی تفسیر
۳۶۵	والذی القربی کا مصداق میں مفسرین کے اقوال
۳۶۵	ذو القربی کا حساب بھی باقی ہے یا نہیں
۳۶۷	مالئ کا مسرف کیا ہے؟
۳۶۷	مالئ کا نہیں کا جواب ہے کیا نہیں
سُورَةُ التَّوْبَةِ	
۳۸۶	سورة تورات کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ
۳۸۷	اشہد حرمہ کون سے ہیں
۳۸۹	یوم الحج الاکبر کی تفسیر میں مختلف اقوال
۳۹۸	آیت کا شان نزول
۴۰۶	انما المشرکون نجس کی وضاحت
۴۰۶	جزیرہ عرب میں یہود و نصاریٰ کے رہنے کا حکم
۴۰۸	وہم صاعقون کی تفسیر میں مختلف اقوال
۴۱۳	ولو کرہ المشرکون کی مختلف تفسیریں
۴۱۹	نفس کا باقی کون تھا
۴۲۰	آیت کا شان نزول
۴۲۳	سورة کا تفسیر

۴۲۹	جد بن قیس کے متعلق آیت کا نزول
۴۳۲	آیت کا شان نزول
۴۳۳	صدقات کے مصارف کا بیان
۴۳۴	فقیر و مسکین کی تعریف اور مختلف اقوال
۴۳۴	غناء کی مقدار کتنی ہے جس کیلئے صدقہ لینا جائز نہیں
۴۳۵	مولفہ قلوب کا مصداق کون ہیں؟
۴۳۶	غنی کیلئے صدقہ لینے کی اجازت کس طرح ہے
۴۳۷	صدقات کی تقسیم کیسے کی جائے گی
۴۳۷	صدقات ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہو سکتے ہیں
۴۴۰	آیت کا نزول بارہ منافقین کے بارے میں ہوئی
۴۴۱	اس آیت کا نزول تین منافقین کے متعلق ہوا
۴۴۶	آیت یَخْلِفُونَ بِاللَّهِ کی تفسیر
۴۴۸	ثعلبہ بن حاطب کا مال کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کروانا اور قبولیت دعا کا اثر
۴۴۸	ثعلبہ کا زکوٰۃ دینے سے انکار کرنا
۴۴۹	ثعلبہ کے بارے میں آیت کا نزول
۴۵۴	آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی کو مرنے کے بعد قمیص پہنانے کی وجوہات
۴۵۶	جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں کا تذکرہ
۴۶۰	سابقوں الاولون مہاجرین والانصار میں سے کون ہیں
۴۶۳	غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا عذر
۴۶۴	توبہ کرنے والے افراد کی تعداد
۴۶۴	حضرت ابولبابہ کی توبہ کا ذکر
۴۶۵	آخری مرجون سے کون لوگ مراد ہیں
۴۶۷	مسجد ضرار کی بناء کا پس منظر
۴۷۲	مومنین کیلئے سستا سودا

۴۷۲	سودا کرنے والے مومنین کی صفات
۴۷۳	مشرکین کیلئے استغفار کی ممانعت
۴۷۴	ابو طالب کے سامنے کلمہ پیش کرنا اور ان کا انکار کرنا
۴۷۶	اداب کی تفسیر میں ائمہ کے اقوال
۴۷۹	غزوہ تبوک میں پیچھے رہنے والے صحابہ اور کعب بن مالک کا واقعہ
اضافہ مفیدہ از ناشر	
۴۹۱	الدر والنظیم فی فضائل القرآن
۴۹۲	سورہ مائدہ
۴۹۳	سورۃ الانعام
۴۹۹	سورہ اعراف
۵۰۲	سورۃ الانفال
۵۰۳	سورۃ التوبہ
۵۰۵	حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی رحمہ اللہ کی تالیف قرآنی تفسیر "تفسیر میرٹھی" سے منتخب آیات کے فضائل و خواص



سُورَةُ الْمَائِدَةِ

یہ مکمل سورہ مدنی ہے سوائے ایک آیت ”الیوم اکملت لکم دینکم الآیة“ کے کیونکہ یہ آیت میدان عرفات میں نازل ہوئی تھی۔ اس سورت کی ایک سو بیس آیتیں ہیں۔

ابو میسرہ رحمہ اللہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اٹھارہ ایسے حکم نازل کیے ہیں جو اس (سورۃ) کے علاوہ کسی (سورۃ) میں نازل نہیں کیے۔ مثلاً

”احلت لکم بہیمۃ الانعام“ اور ”والمنخنقة والموقوذة والمتردية الآیة وطعام الذین اوتوا الكتاب الآیة اذا قتمت الی الصلاة الآیة اور السارق والسارقة الآیة اور ولا تقتلوا الصيد وانتم حرم الآیة اور ما جعل اللہ من بحیرة الآیة“ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ”شہادة بینکم اذا حضر احدکم الموت“ میں وہ احکام بیان کیے ہیں جو دوسری سورتوں میں بیان نہیں کیے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۗ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرْمٌ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ①

اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو تمہارے لئے تمام چوپائے جو مشابہ انعام (یعنی اونٹ بکری گائے) کے ہوں حلال کئے گئے ہیں مگر جن کا ذکر آگے آتا ہے لیکن شکار کو حلال نہ سمجھنا جس حالت میں کہ تم احرام میں ہو بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہیں حکم کریں۔

تفسیر اللہ تعالیٰ کا فرمان (یا ایہا الذین امنوا اوفوا بالعقود) عہد کو پورا کرو۔ امام زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ عقود پختہ ترین عہد کو کہتے ہیں۔ عرب کے محاورات میں کہا جاتا ہے ”عاقدت فلانا و عقدت علیہ“ یعنی میں نے فلاں کو از سر نو یہ (معاہدہ) لازم کیا اور اس (عقود) کی اصل یہ ہے کہ ایک شے کو دوسری کے ساتھ گرہ لگا کر جوڑ دینا جیسا کہ رسی کو رسی کے ساتھ گرہ لگا کر جوڑا جاتا ہے۔

اولو بالعتقود کی تفسیر۔ عقود (جو آیت میں مذکور ہیں) کی تعین میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

سلمان بن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ خطاب اہل کتاب کو ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ "اے وہ لوگو! جو پہلی کتب پر ایمان لائے ان عہدوں کو پورا کرو جو میں نے تم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیے اور وہ (عہد جو یہود سے کیا گیا)" اللہ تعالیٰ کا فرمان "واذا اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الكتاب الایة" میں ہے۔

اور دیگر مفسرین رحمہما اللہ فرماتے ہیں آیت میں عقود کا لفظ عام ہے (یعنی ہر معاہدہ دنیاوی و اخروی مراد ہے) اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس (ایضاً عقود) سے دو قسمیں مراد لی ہیں جو یہ لوگ زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ایمان اور قرآن کے عہد ہیں اور بعض حضرات کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ آیت میں "اولو بالعتقود" سے مراد وہ معاہدے ہیں جو لوگ آپس میں کرتے ہیں۔

بھیمة الانعام کی وضاحت

اُحْلَتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْاَنْعَامِ حضرت حسن اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ "بھیمة الانعام" سے مراد تمام چوپائے ہیں یعنی اونٹ، گائے، بکری اور اللہ تعالیٰ کی مراد ان تمام جانوروں کو حلال کرتا ہے جو اہل جاہلیت نے اپنے اوپر حرام کیے ہوئے تھے۔

ابو یوسف بن رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ "بھیمة الانعام" سے مراد جنین ہیں (یعنی جانوروں کے وہ بچے جن کے اعضاء مکمل ہوں اور ان کی ولادت سے قبل ماں فوت ہو جائے)۔

اور اسی کی مثل حضرت شعیب رحمہ اللہ سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "بھیمة الانعام" سے مراد وہ بچے ہیں جن کی والدہ کو جب زانیہ یا نحر یا جائے تو وہ مردہ حالت میں ماں کے پیٹ میں ہوں۔ اکثر اہل ظلم اس بچے کے حلال ہونے کے قائل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اونٹنی کو نحر کرتے ہیں اور گائے کو ذبح کرتے ہیں تو ہم ان کے پیٹ میں مردہ بچہ پاتے ہیں کیا ہم اس بچے کو کسی کڑھے میں ڈال دین یا کھائیں؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر تمہارا دل چاہے تو اس بچے کو بھی کھا لو کیونکہ اس کی ماں کا ذبح کرنا اس بچے کو ذبح کرتا ہے۔ (ابوداؤد، کتاب الامنات، الترمذی کتاب الصيد)۔

اور ابو انزیر رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کرتے ہیں کہ جنین کا ذبح اس کی ماں کا ذبح ہے اور بعض حضرات نے جنین کے حلال ہونے کے لیے اس کے بال دکھنا شرط قرار دیا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مادہ جانور کا ذبح اس کے پیٹ کے بچے کو اس وقت کافی ہوگا جب اس بچے کے اعضاء مکمل ہو چکے ہوں اور جسم پر بال آچکے ہوں اور حضرت سعید بن المسیب سے بھی اسی کی مثل روایت ہے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مادہ جانور کے ذبح ہونے کے بعد جب اس کا مردہ بچہ نکلے تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔

اور کبھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”بہیمۃ الانعام“ سے جنگلی جانور مراد ہیں جیسے ہرن، نیل گائے، جنگلی گدھا، جنگلی جانوروں کو ”بہیمۃ“ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان کی پہچان پوشیدہ ہے اور بعض نے وجہ تسمیہ یہ بیان کی کہ ان کو قوت گویائی حاصل نہیں ہے۔
 ﴿الَّا مَا يُتْلٰی عَلَیْکُمْ﴾..... ”ما یتلی علیکم“ سے مراد وہ جانور ہیں جو آیت ”حرمت علیکم المیتة“ میں ”وما ذبح علی النصب“ تک بیان کیے گئے ہیں۔ (غیر محلّی الصید) یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ ”تمہارے لیے تمام چوپائے حلال کیے گئے ہیں سوائے جنگلی جانوروں کے کیونکہ یہ شکار ہونے کی وجہ سے حالت احرام میں تمہارے لیے حلال نہیں ہیں۔“ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے وانتم حرم ان اللہ یحکم ما یرید۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَحِلُّوْا شَعَائِرَ اللّٰهِ وَلَا الشُّهُرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهٰدِيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا اٰمِيْنَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ يَتَتَفَعُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۗ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ۗ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۗ وَتَعَاوَنُوْا عَلٰى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلٰى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲﴾

﴿تذکرہ﴾ اے ایمان والو! بے حرمتی نہ کرو خدا تعالیٰ کی نشانیوں کی اور نہ حرمت والے مہینہ کی اور نہ حرم میں قربانی ہونے والے جانور کی اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو کہ بیت الحرام کے قصد سے جا رہے ہوں اپنے رب کے فضل اور رضا مندی کے طالب ہوں اور جس وقت تم احرام سے باہر آ جاؤ تو شکار کیا کرو اور ایسا نہ ہو کہ تم کو کسی قوم سے جو اسی سبب سے بغض ہے کہ انہوں نے تم کو مسجد حرام سے روک دیا تھا وہ تمہارے لئے اس کا باعث ہو جائے کہ تم حد سے نکل جاؤ اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔

”لا تحلوا شعائر اللہ“ کا شان نزول

﴿تفسیر﴾ 2..... (یا ایہا الذین امنوا لا تحلوا شعائر اللہ) یہ آیت ہطم کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس کا نام شرح بن ضبیجہ البکری تھا۔ یہ مدینہ آیا اور اپنے گھر سوار ساتھیوں کو مدینہ سے باہر چھوڑ آیا اور تنہا حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو کس چیز کی طرف بلاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس بات کی گواہی کی طرف کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی طرف۔ اس نے کہا یہ بہت اچھی بات ہے مگر میرے کچھ سردار ہیں، میں ان کے مشورہ کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ شاید میں اسلام لے آؤں اور ان کو بھی ساتھ لاؤں حالانکہ اس کے آنے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرما چکے تھے کہ تمہارے

پاس قبیلہ ربیعہ کا ایک آدمی آئے گا جو شیطان کی زبان بولتا ہے۔ یہ بات کر کے شرع خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ہماری مجلس میں کافر چہرے کے ساتھ داخل ہو اور دھوکہ دینے والے گدی کے ساتھ نکلا اور یہ آدمی بالکل مسلمان نہیں ہے۔ شرع کا گزر مدینہ کے جانوروں پر ہوا وہ ان کو ہانک کر لے گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا پیچھا کیا لیکن وہ نہیں ملا۔ پھر اگلے سال شرع یمامہ کے قبیلہ بکر بن وائل کے حاجیوں کے ساتھ حج کے لیے اس حالت میں گیا کہ اس کے پاس بہت زیادہ مال تجارت تھا اور ان سب لوگوں نے ہدی کے جانور کو قلا دو پہنایا ہوا تھا۔ مسلمانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کیا یہ ہطلم حج کرنے آیا ہوا ہے۔ ہمیں اجازت دیجئے اس کا کام تمام کرنے کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے ہدی کے جانور کو قلا دو پہنایا ہوا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے عرض کیا یہ کام تو ہم جاہلیت میں بھی کرتے تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ”یا ایہا الذین امنوا لا تحلوا شعائر اللہ“ نازل فرمائی۔

شعائر اللہ کی تفسیر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شعائر اللہ سے مراد مناسک حج ہیں اور مشرکین حج کرتے تھے اور ساتھ ہدی کے جانور لاتے تھے تو مسلمانوں کا ارادہ ہوا کہ ان کا مال لوٹ لیں تو اللہ تعالیٰ نے اس بات سے اس آیت میں منع کیا۔ اور ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شعائر اللہ سے مراد ہدی کے دو جانور ہیں جن کو کوئی ایسی علامت لگائی گئی ہو جس سے ان کا ہدی ہونا معلوم ہو جائے اور وہ علامت یہ ہے کہ اونٹ کی کوہان کے جانب میں لوہے سے اتنا زخم لگایا جائے کہ خون بہہ پڑے اور یہ علامت لگانا ہدی کے اونٹ میں مسنون ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدی کے اونٹوں کی رسی اپنے ہاتھ سے ہٹی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس رسی کا قلا دو پہنایا اور زخم کی علامت لگائی اور ان کو ہدی بنایا اور آپ علیہ السلام پر وہ چیزیں حرام ہو گئیں جو آپ پر حلال تھیں (آپ علیہ السلام محرم ہو گئے) اور امام شافعی رحمہ اللہ نے گائے (بھینس) کو اونٹ پر قیاس کیا ہے علامت اگانے کے مسئلہ میں اور بکری وغیرہ کو زخم کے ساتھ علامت نہیں لگائی جائے گی کیونکہ یہ اپنی کمزوری کی وجہ سے ایسا زخم نہیں برداشت کر سکتی اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہدی کے جانور کو زخم کی علامت نہیں لگائی جانے کی اور علیہ رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ”لا تحلوا شعائر اللہ“ کا مطلب یہ ہے کہ حالت احرام میں شکار نہ کرو کیونکہ آیت کا اگلا حصہ ”واذا حللتہم فاصطادوا“ اس پر دلیل ہے کہ سابقہ حکم بھی محرم کو ہے اور امام سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شعائر سے مراد اللہ کا حرم ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس سے مراد حرم میں قتل کرنے سے منع کرنا ہے اور عظام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شعائر اللہ سے مراد اللہ کی حرام کردہ چیزوں اور اس کی ناراضگی سے بچنا اور اطاعت کرنا ہے۔

(ولا الشهر الحرام) یعنی محترم مہینوں میں جنگ کر کے ان کو حلال نہ کرو اور ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نسئی سے منع کرنا ہے کیونکہ وہ لوگ ان محترم مہینوں کو ایک سال حلال سمجھتے تھے اور ایک سال حرام۔ (ولا الہدی) ہدی ہر اس جانور کو کہتے ہیں جس کو بیت اللہ کی طرف لے جایا جائے خواہ وہ اونٹ، گائے ہو یا بکری۔ (ولا القلائد) یعنی وہ جانور جن کو قلابہ پہنایا جائے اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت میں قلابہ سے اصحاب القلابہ مراد ہیں کیونکہ جاہلیت میں جب لوگ حرم سے نکلنے کا ارادہ کرتے تھے تو اپنے اور اپنے اونٹ کے گلے میں حرم کے درختوں کی چھال ڈال لیتے تھے تاکہ کوئی ان کو لوٹ نہ سکے تو شریعت نے ان چیزوں میں سے کسی ایک کو حلال سمجھنے سے منع کیا ہے اور مطرف بن الشخیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ آیت میں القلابہ سے خود قلابہ ہی مراد ہیں کیونکہ مشرکین مکہ کے درختوں کی چھال اُتار کر اس کو گلے میں ڈالتے تھے تو ان کو درختوں سے چھال اُتارنے سے منع کیا گیا۔ (ولا آمین البیت الحرام) یعنی بیت حرام کا ارادہ کر کے سفر کرنے والوں سے کوئی تعرض نہ کرو (یبتغون) وہ تلاش کرتے ہیں۔ (فضلا من ربہم) یعنی تجارت کے ذریعے رزق کو تلاش کرتے ہیں (ورضوانا) یعنی اپنے گمان کے مطابق اس لیے کہ کافروں کا اللہ تعالیٰ کی رضامندی میں کوئی حصہ نہیں ہے اور قلابہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دنیاوی معاش درست کر دیں گے اور سزا جلد نہیں دیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فضل (رزق) کی تلاش مؤمنین و مشرکین سب کے لیے عام ہے اور رضوان کی تلاش صرف مؤمنین کے ساتھ خاص ہے۔ اس لیے کہ مسلمان اور مشرک سب حج کرتے تھے اور آیت کا یہ حصہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ”اقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم اور فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا“ کی وجہ سے منسوخ ہے۔ پس اب نہ مشرک کا حج جائز ہے اور نہ ہدی اور قلابہ کی وجہ سے کوئی کافر پُر امن ہوگا۔ (واذا حللتم) یعنی جب تم اپنے احرام سے حلال ہو۔ (فاصطادوا) یہ امر اباحت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے غیر محرم کے لیے شکار کو مباح کر دیا۔ جیسا کہ دوسری آیت میں (فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض) میں امر اباحت کے لیے ہے۔ (ولا یجر منکم) ابن عباس رضی اللہ عنہما، قلابہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے نہ ابھارے تم کو۔ محاورہ میں کہا جاتا ہے ”جر منی فلان علی ان صنعت کذا“ (غلاں نے مجھے اس کام کے کرنے پر ابھارا) اور فرما رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”لا یجر منکم، لا یکسبنکم“ کے معنی میں ہے۔ (شنان قوم) یعنی ان کا بغض اور ان کی عداوت اور ”شنان شنت“ کا مصدر ہے۔ ابن عامر اور ابو بکر نے شنان قوم کو پہلے نون کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی قراء نے پہلے نون کے فتح کے ساتھ اور یہ دونوں لغتیں ٹھیک ہیں لیکن نون پر زبر پڑھنا بہت عمدہ ہے اس لیے کہ اکثر مصدر فعلان عین کلمہ کے فتح کے ساتھ ہیں جیسے ضربان، سیلان، نسلان وغیرہ۔

(ان صدوکم عن المسجد الحرام) ابن کثیر اور ابو عمرو نے ان کو الف کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے نیا جملہ ہونے کی وجہ سے اور دیگر حضرات نے الف کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ ”کسی قوم کی دشمنی تمہیں زیادتی پر نہ ابھارے اس لیے کہ انہوں نے تمہیں روکا ہے۔“ اور محمد بن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سورۃ واقعہ حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی تھی

اور مسلمانوں کو حج سے روکنے کا واقعہ پہلے ہو چکا تھا۔ (ان تعندوا) ان کو قتل کر کے اور مال لے کر ان پر زیادتی کرو۔ (وتعاونوا) یعنی تم ایک دوسرے کی مدد کرو۔ (علی البر والتقویٰ) بر سے مراد ادا امر کو بجالانا اور تقویٰ سے مراد لو اسی سے اجتناب ہے اور بعض نے کہا برا سلام ہے اور تقویٰ سنت ہے۔

(ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان) کہا گیا ہے کہ اثم سے مراد کفر اور عدوان سے ظلم مراد ہے اور بعض نے کہا الاثم سے مراد تمام معاصی اور عدوان سے مراد بدعت ہے۔ نواس بن سمان انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے برا اور اثم کی مراد کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا برا اچھے اخلاق ہیں اور اثم جو تیرے دل میں کھٹے اور تو اس بات کو ناپسند کرے کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا اَهْلٌ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالنَّتْرَدِيَّةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَا اَكَلَ السَّبْعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَشْتَبِسُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فَسُقُ الْيَوْمَ يَسَّ الدِّينَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنَ الْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَّرَضِيْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِآثِمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ③

تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جو جانور کہ غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو اور جو گلا کھنے سے مر جاوے اور جو کسی ضرب سے مر جاوے اور جو اونچی جگہ سے گر کر مر جاوے اور جو کسی کی نگر سے مر جاوے اور جس کو کوئی درندہ کھانے لگے لیکن جس کو ذبح کر ڈالو اور جو جانور پر شش کا ہوں پر ذبح کیا جاوے اور یہ کہ تقسیم کرو بذریعہ تیرے تیروں کے یہ سب گناہ ہیں آج کے دن تا امید ہو گئے کافر لوگ تمہارے دین سے سوان سے مت ڈرنا اور مجھ سے ڈرتے رہنا آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا پس جو شخص شدت کی بھوک میں بے تاب ہو جاوے بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں رحمت والے ہیں۔

③ (حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا اَهْلٌ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ) (یعنی وہ جانور جن کو ذبح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا نام لیا گیا ہو۔)

(وَالْمُنْخَنِقَةُ) یعنی ایسا جانور جس کا گلا کھونٹ کر مارا گیا ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اہل جاہلیت بکری کو گلا کھونٹ کر مارتے تھے اور کھاتے تھے (اور لکڑی سے مارا ہوا جانور) یعنی ایسا جانور جس کو لکڑی سے قتل کیا گیا ہو۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اوک جانور کو اونچی سے مارتے تھے جب وہ مر جاتا تو اس کو کھالیتے تھے۔ (وَالنَّتْرَدِيَّةُ) (اونچی جگہ سے گرنے

والا جانور) یعنی وہ جانور جو بلند جگہ سے لڑھک گیا ہو یا کنویں میں گر کر مر گیا ہو۔ (و النطيحة) (سینگ سے ہلاک ہونے والا) وہ ایسا جانور ہے جس کو دوسرا جانور سینگ مار کر ہلاک کر دے اور تانیث کی ہاء فعیل کے وزن پر اس وقت داخل ہوتی ہے جب وہ فاعل کے معنی میں ہو اور جب فعیل مفعول کے معنی میں ہو تو اس میں مذکر اور مؤنث برابر ہیں جیسے ”عین کحیل“ بمعنی سرگیں آنکھ اور ”کف خضیب“ مہندی والی ہتھیلی۔ پھر جب اسم کو حذف کر کے تنہا صفت کو لایا جائے تو ہاء داخل کر دیتے ہیں جیسے اہل عرب کہتے ہیں ”رأينا كحيلة و خضيبة“ ہم نے سرگیں آنکھ اور مہندی والی ہتھیلی دیکھی اور آیت میں ”النطيحة“ پر ہاء داخل کی گئی ہے کیونکہ اس کا اسم پہلے مذکور نہیں ہے اگر ہاء کو نہ لایا جاتا تو یہ معلوم نہ ہوتا کہ مؤنث کی صفت ہے یا مذکر کی اور اسی کی مثل ”الذبيحة“ اور ”النسيكة“ اور ”اکیلة السبع“ کے الفاظ ہیں۔ (وما اكل السبع) (اور جو جانور کھالے) اس سے مراد وہ جانور ہے جو درندے کے کھانے کے بعد بچ جائے۔ اہل جاہلیت اس کو کھالیتے تھے۔ (الا ما ذکیتم) (مگر جس کو تم ذبح کر دو) یعنی مذکورہ تمام جانوروں میں سے کسی کے مرنے سے پہلے اگر تم اس کو ذبح کر دو تو وہ حلال ہے اور تذکیہ کا اصل معنی کسی شے کو مکمل کرنا ہے۔ ”ذکیت النار“ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ اسی کے شعلے مکمل بھڑکالیں اور یہاں مراد ”ذکیتم“ سے یہ ہے کہ تمام رگوں کو کاٹ کر خون بہا دیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو چیز خون بہا دے اور اللہ تعالیٰ کا نام اس پر لیا جائے تو اس کو کھالو سوائے دانت اور ناخن سے ذبح کیے ہوئے جانور کے جس جانور کے ذبح پر قدرت ہو اس میں ذبح کی کم از کم مقدار یہ ہے کہ سانس اور کھانے والی نالی کاٹ دی جائے اور مکمل ذبح یہ ہے کہ ان دو کے ساتھ خون کی دو رگیں بھی کاٹ دی جائیں اور ہر دھار والے آلہ سے ذبح کرنا جائز ہے خواہ وہ لوہے کا ہو یا نرکل کا یا شیشے کا لیکن ناخن اور دانت سے ذبح جائز نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ذبح کرنے سے منع کیا ہے اور درندے کے حملے سے زخمی جانور کا کھانا اس وقت حلال ہے جب تو اس کو زندگی کی حالت میں پائے اور اس کو ذبح کرے اور جو جانور درندے کے حملے سے مرنے کے قریب ہو گیا ہو اس کو ذبح کر کے کھانا حلال نہیں کیونکہ یہ مردار کے حکم میں ہے اس کو اگر چہ ذبح کر دیا جائے یہ حلال نہ ہوگا۔ جیسا کہ مردار کا حکم ہے اور یہی حکم اونچی جگہ سے گرنے والے اور سینگ سے زخمی جانور کا ہے کہ اگر تم اس کو زخم سے اس حالت میں پاؤ کہ اس کی زندگی کی امید ہے تو ذبح کر کے کھانا جائز ہے اور اگر وہ جاں بلب چکا ہے تو کھانا حلال نہیں ہے اور اگر فضا میں کسی پرندہ کو تیر مارا اور وہ پرندہ تیر لگنے کے بعد زمین پر گر کر مر گیا تو اس کا کھانا حلال ہے۔ اس لیے کہ زمین پر گرنا گزیر تھا اور اگر تیر لگنے کے بعد درخت یا پہاڑ پر گرا اور اس سے لڑھک کر زمین پر گر کر مر گیا تو یہ متردبہ کے حکم میں ہے اور حلال نہیں ہے۔ ہاں اگر تیر پرندہ کے ذبح کی رگوں کو لگے اور ان کو کاٹ دے تو وہ جس جگہ اور جس کیفیت سے گرے اس کا کھانا حلال ہے۔

(وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصْبِ) (اور جو جانور نصب کے نام پر ذبح کیا جائے) بعض حضرات نے کہا ہے کہ نصب جمع ہے اس کا مفرد نصاب ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ مفرد ہے اور اس کی جمع انصاب ہے جیسے عنق اور اعناق کا لفظ ہے اور نصب منصوب شے کو کہتے ہیں۔

نُصْبُ کی تفسیر میں آئمہ مفسرین کے اقوال

اس کی مراد میں مفسرین کا اختلاف ہے۔

حضرت مجاہد و قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ پتھر گاڑھے ہوئے تھے۔ اہل جاہلیت ان کی عبادت و تعظیم کرتے تھے اور ان کے لیے جانور ذبح کرتے تھے اور یہ پتھر بت نہیں تھے کیونکہ بت تو منشئ تصویریں ہوتے ہیں۔ اور دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ ”نُصْبُ“ سے مراد وہ بت ہیں جو وہاں رکھے ہوئے تھے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ جانور نہ کھاؤ جو بتوں کے نام پر ذبح کیے گئے ہیں۔

ابن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جو جانور بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے اور جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے یہ دونوں ایک ہیں۔ قطرب کہتے ہیں کہ ”علی النُّصْبِ“ میں نلی لام کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو جانور بتوں کی وجہ سے ذبح کیا جائے۔

ازلام کی تفسیر

(وان نستقسموا بالازلام) (اور یہ حرام ہے کہ تم تیروں کے ساتھ تقسیم کرو) یعنی تم پر تیروں کے ساتھ تقسیم کو حرام کیا ہے اور استقسام کا معنی ہے تقسیم کو طلب کرنا اور ازلام اس تیر کو کہتے ہیں جس کے پُر اور بھالانہ ہو اس کا واحد ذَلْم اور زَلْم کے فتح اور ضم کے ساتھ آتا ہے۔ ان کے ازلام سات برابر سائز کے تیر ایک تھیلے میں ہوتے تھے یہ تھیلا کعبہ کے خادم کے پاس ہوتا تھا۔ ایک پر (ہاں) لکھا ہوتا تھا اور ایک پر (نہیں) اور ایک پر (تم میں سے) اور ایک پر (تمہارے علاوہ سے) اور ایک پر (ملا ہوا) اور ایک پر (دیت) اور ایک خالی ہوتا۔ اس پر کوئی چیز نہیں لکھی ہوتی تھی۔ پھر جب ان لوگوں کا ارادہ ہوتا کسی سفر یا نکاح یا ختنہ وغیرہ کی تقریب کا یا کسی کے نسب میں دیت ادا کرنے میں اختلاف ہوتا تو وہ مکہ میں قریش کے بڑے بت خلیل کے پاس آتے تھے اور اپنے ساتھ سو درہم لاتے تھے وہ درہم اس تیروں والے کو دے دیتے تھے اور وہ تیروں کو گھماتا تھا اور وہ لوگ دُعا مانگتے تھے، اے ہمارے پیو! ہمارا اس کام کا ارادہ ہے اگر ”ہاں“ والا تیر لکھتا تو اس کام کو کرتے اور اگر ”نہیں“ والا لکھتا تو ایک سال تک اس کام کو نہ کرتے اور سال بعد پھر تیر والے کے پاس آتے اور اگر کسی کے نسب میں جھگڑا ہوتا اور ”تم میں سے“ والا تیر لکھتا تو وہ بچہ ان کے درمیان ہوتا اور اگر ”تمہارے غیر سے“ والا تیر لکھتا تو وہ بچہ ان کا حلیف ہوتا اور اگر (ملا ہوا) والا تیر لکھتا تو اس بچہ کا نہ نسب ہوتا اور نہ کوئی حلیف اور جب کسی دیت کی ادائیگی میں اختلاف ہوتا تو جس کے حق میں (دیت) والا تیر لکھتا تو وہ اس دیت کے ادا کرنے کا پابند ہوتا اور اگر خالی تیر لکھل آتا تو دوبارہ گھماتا۔ تہ رہتے۔ جب تک کسی لکھائی والا تیر نہ لکھل آتا تو اللہ تعالیٰ نے اس کام سے منع کیا اور اس کو حرام کیا اور فرمایا کہ یہ گناہ ہے۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ازلام سفید کنکریاں تھیں جن کو وہ لوگ پھینکتے تھے۔

۱۲۱۱۱۱

اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ازلام فارس اور روم کے نزد کے مہرے تھے جن سے وہ جو اکھیلے تھے اور امام شعی رحمہ اللہ اور دیگر فرماتے ہیں تیر عرب کے لیے ہیں اور نزد کے مہرے عجم کے لیے اور سفیان بن وکیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ازلام شطرنج ہے۔ اور مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پرندوں کے نام، آواز اور راستہ کاٹنے سے فال نکالنا اور کسی شے سے بد فال نکالنا اور منحوس سمجھنا اور کنکر پھینکنا یہ اس جبت میں سے ہے جس سے قرآن میں اجتناب کا حکم ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کہانت کی یا تیروں کی تقسیم طلب کی یا ایسی بدفالی کی جس کی وجہ سے سفر سے رُک گیا تو وہ قیامت کے دن بلند درجات کی طرف نہیں دیکھ سکے گا۔ (اليوم ينس الذین کفروا من دینکم) (آج کے دن کافر لوگ تمہارے دین سے ناامید ہو چکے ہیں) یعنی اس بات سے ناامید ہو گئے ہیں کہ تم کافر ہو کر ان کے دین کی طرف لوٹ جاؤ حالانکہ کافر لوگ اس سے پہلے یہ اُمید رکھتے تھے کہ مسلمان ان کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔ پس جب اسلام مضبوط ہو گیا تو وہ ناامید ہو گئے اور ”ینس“ اور ”ایس“ کا ایک ہی معنی ہے۔ (فلا تخشوہم و اخشون الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا) (تم ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے۔) یہ بروز جمعہ عرفہ کے دن عصر کے بعد حجۃ الوداع میں نازل ہوئی۔ اس وقت آپ علیہ السلام میدان عرفات میں اپنی اونٹنی اعضبا پر سوار تھے اس وحی کے بوجھ سے اس اونٹنی کی پنڈلیاں ٹوٹنے کے قریب ہو گئیں تو وہ بوجھ کی تاب نہ لا کر بیٹھ گئی۔

طارق بن شہاب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہود کے ایک آدمی نے ان کو عرض کیا اے امیر المؤمنین! کہ تمہاری کتاب میں ایک ایسی آیت ہے جس کو تم لوگ پڑھتے ہو اگر وہ ہم یہود پر نازل ہوتی تو ہم لوگ اسی دن کو عید کا دن بنا لیتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کون سی آیت؟ اس نے کہا ”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ الْبَيْعَ“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہم اس دن اور اس جگہ کو اچھی طرح جانتے ہیں جس میں یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ آپ علیہ السلام جمعہ کے دن میدان عرفات میں کھڑے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ دن ہمارے لیے پہلے سے عید کا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس دن میں پانچ عیدیں تھیں۔ ① جمعہ ② عرفہ ③ یہود کی عید ④ نصاریٰ کی عید ⑤ مجوس کی عید۔ اس دن سے پہلے تمام ادیان والے ایک دن میں عید کے اعتبار سے جمع نہیں ہوئے اور نہ اس کے بعد ایسا ہوگا کہ ایک ہی دن میں تمام اہل ملل کی عید ہو۔ ہارون بن عمرو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے تو آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس چیز نے آپ کو زلایا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا مجھے اس بات نے زلایا ہے کہ ہم اپنے دین میں زیادتی میں تھے جب دین مکمل ہو گیا تو ہر مکمل شے میں پھر کمی آتی ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا آپ رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔ یہ آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر تھی۔ آپ علیہ السلام اس آیت کے نزول کے بعد اسی دن زندہ رہے اور آپ علیہ السلام کی وفات پیر کے دن ۱۱ ہجری ۳ رجب

الاؤل کو ہوئی اور بعض نے کہا ہے کہ بارور بیچ الاؤل کو آپ علیہ السلام کی وفات ہوئی اور بارور بیچ الاؤل ہی کو آپ علیہ السلام نے ہجرت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان "اليوم اكملت لكم... الخ" کی تفسیر یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا یعنی فرائض، سنن، حدود، جہاد، احکام، حلال و حرام وغیرہ۔

اس آیت کے نزول کے بعد نہ کوئی حلال و حرام کا حکم نازل ہوا اور نہ فرائض و سنن اور حدود و احکام کا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کا بھی یہی معنی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ مروی ہے کہ آیت ربا اس کے بعد نازل ہوئی اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما اور قتادہ فرماتے ہیں کہ مطلب آیت کا یہ ہے کہ "میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، پس تمہارے ساتھ کوئی مشرک حج نہ کرے" اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ "میں نے تمہارا دین غالب و ظاہر کر دیا اور تم کو دشمنوں سے ب خوف کر دیا" اور اللہ تعالیٰ کے فرمان "والصمت عليكم نعمتي" کا معنی یہ ہے کہ میں نے تم سے دوسری جگہ وعدہ کیا تھا کہ "ولا تاتم نعمتي عليكم" تاکہ تم پر اپنی نعمت مکمل کروں تو میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اپنی نعمت کو مکمل کر کے اور اس مکمل نعمت کی ایک علامت یہ ہے کہ سن بہ کرام رضی اللہ عنہما مکہ میں امن کی حالت میں غلبہ کے ساتھ داخل ہوئے اور اتنے اطمینان سے حج کیا کہ کوئی مشرک ان کے ساتھ نہیں بھی نہیں تھا۔

(ورضيت لكم الاسلام دينا) (اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جبرئیل علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ یہ دین میں نے اپنے لیے پسند کیا ہے اور اس کو صرف سقاوت اور اچھے اخلاق سے ہی درست کیا جاسکتا ہے تو تم اس دین کا ان دو صفتوں کے ساتھ آ کر اور جب تک تمہارے پاس یہ دین ہے۔

(لمن اضطرّٰہی مخصّصة) (پس جو شخص بھوک کی حالت میں مجبور ہو جائے) یعنی جو شخص بھوک کی وجہ سے سخت مشقت میں ہو۔ "مخصّصة" کا معنی ہے پیٹ کا غذا سے خالی ہونا۔ "زَجَلْ خَمِيصُ الْبَطْنِ" اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی بہت زیادہ بھوکا ہو۔ (غیر متجانف لائم) (گناہ کی طرف مائل ہونے والے نہ ہو) یعنی گناہ کی طرف مائل ہونے والے نہ ہو اور وہ میاں ان یہ ہے کہ پیٹ بھرنے کی مقدار سے بھی زائد کھالیں اور قتادہ و رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اپنے ارادہ میں گناہ کا قصد کرنے والے نہ ہو۔ (فان اللہ غفورٌ رحيم) (پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والے نہایت رحم کرنے والے ہیں) اور اس عبارت میں اعمار ہے یعنی پس اس نے مُردار وغیرہ کو کھالیا۔ ایسی حالت میں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والے نہایت رحم کرنے والے ہیں۔ ابو واقد لیثی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم ایسے علاقوں میں ہوتے ہیں کہ ہمیں مخصّصہ کی حالت آ جاتی ہے تو ہمارے لیے مُردار کب حلال ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم صبح کو کچھ نہ پی سکونہ پچھلے دن میں کچھ بھی پی سکونہ زمین سے کچھ سبزی اکھاڑ کر کھا سکو، اس وقت تم جانور اور مُردار کو کھا سکتے ہو۔

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ ۖ قُلْ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلَّبِينَ
تَعْلَمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ
وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ④

تجوید لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا کیا جانور ان کے لئے حلال کئے گئے ہیں آپ فرمادیجئے کہ تمہارے لئے کل حلال جانور حلال رکھے ہیں اور جن شکاری جانوروں کو تم تعلیم دو اور تم ان کو چھوڑو بھی اور ان کو اس طریقہ سے تعلیم دو جو تم کو اللہ تعالیٰ نے تعلیم دیا ہے تو ایسے شکاری جانور جس شکار کو تمہارے لئے پکڑیں اس کو کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو بیشک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والے ہیں

تفسیر ④ ”یسئلونک ماذا أحلّ لهم“ (وہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا چیز ان کے لیے حلال کی گئی)

آیت مبارکہ کا شان نزول

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ اور زید بن اہلکھل رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ زید وہ صحابی ہیں جن کا نام زید الخلیل تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام زید الخیر رکھ دیا۔ ان دو حضرات نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم ایسی قوم ہیں جو کتوں اور بازوں کے ذریعے شکار کرتے ہیں تو ہمارے لیے ان کے شکار سے کیا حلال ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی اور بعض نے کہا ہے کہ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کتوں کے مارنے کا حکم دیا تو صحابہ رضی اللہ عنہما نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس مخلوق میں سے ہمارے لیے کیا حلال ہے؟ جس کے قتل کا آپ علیہ السلام نے حکم دیا ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کتوں کے پالنے کی اجازت دے دی جن سے شکار، چوکیداری وغیرہ کا نفع حاصل کیا جاسکے اور جن کتوں میں کوئی نفع نہ ہو ان کے پالنے سے منع کر دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کھیتی، شکار، ریوڑ کے علاوہ کے لیے کتا پالا تو اس کے اجر سے ہر روز ایک قیراط کم ہو جائے گا اور پہلا واقعہ حضرت عدی و زید رضی اللہ عنہما کا آیت کا سبب نزول ہونے میں زیادہ صحیح ہے۔ ”قل أحلّ لكم الطيبات“ (آپ فرمادیجئے تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں) یعنی وہ جانور حلال کیے گئے ہیں جو اللہ کے نام پر ذبح کیے گئے ہوں اور کہا گیا ہے کہ ”الطيبات“ سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کو عرب پاکیزہ اور لذیذ سمجھتے ہوں اور اس کی حرمت پر قرآن و سنت کی کوئی صراحت نہ ہو۔

”وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ“ (اور جن زخمی کرنے والے جانوروں کو تم تعلیم دو) یعنی تمہارے لیے ان جانوروں کا شکار بھی حلال کیا گیا ہے جن کو تم نے تعلیم دی ہو۔

وما علمتم من الجوارح من مختلف تفاسیر

ان جوارح کی مراد میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ سخاک اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جوارح سے مراد صرف کتے ہیں کتوں کے علاوہ کسی درندے کا شکار حلال نہیں ہے۔ جب تک آپ خود اس کو ذبح نہ کر دو لیکن اس قول پر کسی کا عمل نہیں ہے بلکہ اکثر اہل علم کی رائے یہ ہے کہ جوارح سے مراد درندوں میں سے کام کرنے والے ہیں جیسے چیتا، تیندوا، کتا اور پرندوں میں سے باز، عقاب، شکر اور ہر ایسا درندہ جو تعلیم کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ تو ان تمام جانوروں کا شکار کیا ہوا جانور حلال ہے۔ ان جانوروں کو جوارح زخمی کرنے والا اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ اپنے شکار کو زخمی کر کے روزی حاصل کرتے ہیں۔ (مُکَلِّبِیْنِ) (شکار پر دوڑانے کو) مکتب اس شخص کو کہتے ہیں جو کتوں کو شکار پر چھوڑتا ہے اور ان کتوں کو تعلیم دینے والے کو بھی مکتب کہتے ہیں۔ مکتب اور کلاب سے مراد کتوں والا اور کتوں سے شکار کرنے والے کو کلاب بھی کہتے ہیں اور مکتبین منصوب ہے حال ہونے کی وجہ سے یعنی ان شکاری جانوروں کو شکار پر چھوڑنے کی حالت میں اور کتوں کو ذکر کیا گیا ہے کیونکہ ان سے شکار کا عام معمول ہے ورنہ مراد تمام شکاری جانور ہیں۔ (تُعَلِّمُوْنَهُنَّ) (ان کو تم سکھاتے ہو) ان کو شکار پکڑنے کے آداب سکھاتے ہو۔ (مما علمکم اللہ) (اس میں سے جو تم کو اللہ نے سکھایا) یعنی اس علم سے سکھاتے ہو جو تم کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ امام سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم کو اللہ نے سکھایا اس طرح تعلیم دیتے ہو۔ آیت میں "مِنْ خِيفٍ" کے معنی میں ہے۔

فكَلُوا مِمَّا امْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ (سو کھاؤ اس میں سے جو پکڑ رکھیں تمہارے واسطے اور اللہ کا نام لو اس پر)

کلب معلم کے شکار کی شرائط

آیت میں اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ تعلیم یافتہ شکاری جانور کو جب اس کا مالک کسی شکار پر چھوڑے اور وہ شکار کو پکڑ کر قتل کر دے تو وہ حلال ہے اور شکاری جانور کی تعلیم یہ ہے کہ اس میں تین باتیں پائی جائیں۔ ① جب شکار پر آکسایا اور بھارا جائے تو بھڑک جائے۔ ② اور جب روکا جائے تو فوراً رُک جائے۔ ③ اور جب شکار کو پکڑے تو اس سے کچھ بھی نہ کھائے اور جب یہ تین باتیں کئی دفعہ تجربہ میں آجائیں کم از کم تین دفعہ امتحان لیا جائے تو یہ شکاری جانور تعلیم یافتہ ہے۔ اب اس کا مارا ہوا جانور حلال ہے بشرطیکہ شکار پر اس کے مالک نے اس کو چھوڑا ہو۔ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تو اپنے تعلیم یافتہ کتے کو چھوڑے اور اللہ کا نام لے اور وہ کتا کسی شکار کو پکڑ کر قتل کر دے تو اس کو کھالے اور اگر وہ کتا اس شکار کو کھالے تو اس کو نہ کھا کیونکہ اس نے یہ شکار اپنے لیے پکڑا ہے اور جب کئی کتے مل کر شکار کریں اور ان میں سے بعض کو چھوڑتے وقت تسمیہ نہ پڑھی کئی ہو اور وہ کسی شکار کو پکڑ کر قتل کر دیں تو اس کو نہ کھا کیونکہ تو نہیں جانتا کہ کس کتے نے اس کو مارا ہے اور جب تو شکار کو تیر مارے اور وہ شکار ایک یا دو دن بعد ملے اور اسی پر تیر کے نشان کے علاوہ کوئی دوسرا زخم نہ ہو تو اس کو کھالے اور اگر پرندہ پانی میں گر جائے تو اس کو نہ کھا۔

شکاری جانور شکار سے کچھ کھالے تو اس کا حکم

فقہاء کا اس صورت میں اختلاف ہے کہ جب شکاری جانور شکار میں سے کچھ کھالے تو کیا حکم ہے؟

اکثر اہل علم کے نزدیک ایسا شکار حرام ہے۔ یہی بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور عطاء، طاؤس اور شعبی رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے اور اسی کے مطابق ثوری، ابن مبارک اور اصحاب الرائے نے قول کیا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا صحیح ترین قول ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اگر شکاری جانور شکار میں سے کھالے تو تو نہ کھا کیونکہ اس نے شکار کو اپنے لیے روکا ہے۔“

اور بعض حضرات نے اس کے کھانے کی اجازت دی ہے۔ یہی بات ابن عمر، سلمان فارسی اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے بھی یہی کہا ہے۔ اس حدیث کی وجہ سے جو ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ نے نقل کی ہے کہ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تو اپنے کتے کو چھوڑے اور اللہ کا نام ذکر کرے تو اس کو کھالے اگرچہ کتے نے اس سے کھالیا ہو۔“

بہر حال غیر تعلیم یافتہ شکاری جانور جب کسی کو پکڑے یا تعلیم یافتہ شکاری جانور جب مالک کے چھوڑے بغیر کسی شکار کو پکڑ کر مار دے تو یہ شکار حلال نہیں ہے لیکن اگر ان کے پکڑنے کے بعد آدمی خود اس کو زندہ حالت میں پائے اور ذبح کر دے تو حلال ہو جائے گا۔ ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اہل کتاب کی زمین میں ہیں کیا ہم ان کے برتنوں میں کھانا کھالیں؟ اور ہم شکار والی زمین میں ہیں، میں اپنی کمان اور اپنے غیر تعلیم یافتہ کتے سے شکار کروں یا تعلیم یافتہ کتے سے تو کون سا میرے لیے صحیح ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو سوال آپ نے اہل کتاب کے برتنوں کے بارے میں کیا تو اگر تم اس کے علاوہ برتن پاؤ تو ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ اور اگر کوئی اور برتن نہ ہوں تو ان کے برتن دھو کر ان میں کھا لو اور جو شکار اپنی کمان سے کرے اور اللہ کا نام ذکر کرے تو اس کو کھالے اور جو تو شکار کرے اپنے غیر تعلیم یافتہ کتے سے اور تجھے اس کے ذبح کرنے کا موقع مل جائے تو اس کو بھی کھالے۔

(واتقوا اللہ ان اللہ سریع الحساب) (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والے ہیں) اس آیت میں یہ بیان ہے کہ جانور پر ذبح کے وقت اللہ کا نام ذکر کرنا ذبح کیے جانے والے جانور کے حلال ہونے کی شرط ہے اور شکار میں شرط یہ ہے کہ تیر مارنے کے وقت یا شکاری جانور کو چھوڑنے کے وقت اللہ کا نام لے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے سینگ والے قربان کیے، ان دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور اللہ کا نام لیا اور تکبیر پڑھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قدم مبارک ان کے پہلو پر رکھا ہوا تھا اور اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے ہوئے بسم اللہ واللہ اکبر پڑھ رہے تھے۔

الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ ۖ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ
وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا
اتَّسَوْهُنَّ أَجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسْفِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ ۗ وَمَنْ يَكْفُرْ
بِالْإِسْلَامِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ 6

ترجمہ آج تمہارے لئے حلال چیزیں حلال رکھی گئیں۔ اور جو لوگ کتاب دیئے گئے ان کا ذبیحہ تم کو حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کو حلال ہے اور پارسا عورتیں بھی جو مسلمان ہوں اور پارسا عورتیں ان لوگوں میں سے بھی جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں جبکہ تم ان کو ان کا معاوضہ دے دو اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ نہ تو غلامیہ بدکاری کرو اور نہ خفیہ آشنائی کرو اور جو شخص ایمان کے ساتھ کفر کرے گا تو اس شخص کا عمل غارت ہو جاوے گا اور وہ شخص آخرت میں بالکل زیاں کار ہوگا۔

تفسیر 6 (اليوم أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتِ) (آج حلال ہوئیں تمہارے لیے سب پاکیزہ چیزیں) یعنی وہ جانور جو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیے جائیں۔ (و طَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ) (اور اہل کتاب کا کھانا تم کو حلال ہے) اس سے مراد یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کے ذبح کردہ جانور حلال ہیں اسی طرح حضور علیہ السلام کی بعثت سے قبل کسی دین پر ایمان لانے والا اگر ان کے دین میں داخل ہو جائے تو اس کا ذبیحہ بھی حلال ہے لیکن جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد یہودی یا نصرانی ہو اس کا ذبیحہ حلال نہیں ہے اور اگر یہودی یا نصرانی نے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جیسے کوئی نصرانی مسیح کے نام پر ذبح کرے تو اس میں اختلاف ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ جانور حلال نہیں اور یہی قول ربیعہ کا ہے اور اکثر اہل علم اس جانب گئے ہیں کہ یہ جانور حلال ہے اور یہی شعی، عطاء، زہری اور کچھول رحمہما اللہ کا قول ہے۔ امام شعی اور عطاء رحمہما اللہ سے سوال کیا گیا کہ نصرانی مسیح علیہ السلام کے نام پر ذبح کرے تو کیا حکم ہے؟ ان دونوں نے فرمایا حلال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبیحہ کو حلال کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ ان باتوں کو خوب جانتے ہیں اور حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب یہودی یا نصرانی ذبح کے وقت فیہ اللہ کا نام لے اور تو سن لے تو اس کو نہ کھا اور اگر تیری غیر موجودگی میں ذبح کرے تو کھالے کیونکہ یہ تیرے لیے حلال ہے۔

(و طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ) (اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے) اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے کھانے کو ان کے لیے کیسے حلال کر دیا حالانکہ وہ تو کفار ہیں کسی شریعت کے مکلف نہیں؟ تو زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے لیے حلال ہے کہ ان کو کھانا کھلا دو تو حلال ہونے کا خطاب مسلمانوں کو ہے اور بعض نے جواب دیا کہ اس کے بعد عورتوں کا حکم بیان کیا ہے اور مسلمان عورتوں کا ان کے لیے حلال ہونا ذکر نہیں کیا تو گویا کہ آیت کے اس حصہ میں کہا کہ ان کو کھانا کھانا تو حلال ہے لیکن ان کو مسلمان عورت نکاح میں دینا حرام ہے۔

(والمحصنات من المؤمنات والمحصنات من الذين اتوا الكتاب من قبلكم) (اور حلال ہیں تمہارے لیے مسلمان پاک دامن عورتیں اور حلال ہیں ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی) یہ حکم پہلے حکم کی طرف لوٹ رہا ہے یعنی تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں۔ یہ حصہ ”طعامکم حلّ لہم“ سے منقطع ہے۔ محصنات کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد آزاد عورتیں ہیں۔ انہوں نے ہر آزاد عورت کا نکاح جائز قرار دیا ہے خواہ وہ مؤمنہ ہو یا کتابیہ پاک دامن ہو یا فاجرہ اور یہی مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ مسلمان کے لیے اہل کتاب لونڈی سے نکاح جائز نہیں ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ”فمن ما ملکت ایمانکم من فتياتکم المؤمنات“ میں لونڈی کے نکاح کو اس شرط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے کہ وہ لونڈی مؤمنہ ہو اور اکثر اہل علم نے حربی کتابی لونڈی کے نکاح کو جائز قرار دیا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ نکاح جائز نہیں اور دلیل میں آیت ”قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ..... الی قوله..... حتی یعطوا الجزیة عن یدوہم صاغرون“ پڑھتے ہیں کہ جس نے جزیہ دے دیا اس کی عورتیں ہمارے لیے حلال ہیں اور جس نے جزیہ نہ دیا تو ہمارے لیے ان کی عورتیں حلال نہ ہوں گی۔

اور علماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آیت میں محصنات سے مراد مؤمن و اہل کتاب میں سے پاک دامن عورتیں ہیں خواہ آزاد ہوں یا لونڈیاں، ان حضرات نے کتابی لونڈی کے نکاح کو جائز قرار دیا ہے اور مؤمن و کتابی عورتوں میں سے بدکار عورتوں کے نکاح کو حرام کہا ہے اور یہی حضرت حسن رحمہ اللہ کا قول ہے۔

اور امام شعیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کتابی عورت کا احسان یہ ہے کہ زنا سے پاک دامن ہو اور جنابت سے غسل کرے۔ (اذا اتیموہن اجورہن محصنین غیر مسافحین) (جب تم ان کو ان کا مہر دے دو قید میں لانے کے لیے نہ کہ مستی نکالنے کے لیے) یعنی اعلانیہ زنا کرنے والے نہ ہو۔ (ولا متخذی اخدان) (اور نہ چھپی آشنائی کرنے کو) یعنی پوشیدہ زنا کرنے والے نہ ہو۔ امام زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شہوت رانی کے لیے اور صرف دوستی لگانے کے لیے جماع کو حرام کیا ہے اور جماع احسان یعنی نکاح کے طریقے پر حلال کیا ہے (ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ و هو فی الاخرة الخاسرین) (اور جو منکر ہو ایمان سے تو اس کے عمل ضائع ہوئے اور آخرت میں وہ خسارے والوں میں ہے) مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا احسان ان عورتوں کے بارے میں یہ نہیں ہے کہ ان کو کفر سے نکال دے یا ان کا فر عورتوں سے ان کو مستغنی کر دے بلکہ یہ سب کے لیے عام ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ”ومن یکفر بالایمان“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جو اللہ کا انکار کرے جس پر ایمان لانا واجب ہے اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایمان سے مراد کلمہ تو حید ہے یعنی اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایمان سے مراد وہ تمام قرآن ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر

نازل ہوا اور بعض حضرات نے کہا کہ ایمان کے انکار سے مراد یہ ہے کہ حرام کو حلال سمجھے اور حلال کو حرام قرار دے تو اس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہ آخرت میں خسارے والوں میں ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ثواب کا خسارہ ہوگا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ
وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ
مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً
فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ
مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ⑥

ترجمہ اے ایمان والو! جب تم نماز کو اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہیں سمیت اور اپنے سروں پر ہاتھ پھیرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارا بدن پاک کرو اور اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا ہو یا تم نے بیسیوں سے قربت کی ہو پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تيمم کر لیا کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیر لیا کرو اس زمین میں سے اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں کہ تم پر کوئی تنگی ڈالیں لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم کو پاک صاف رکھے اور یہ کہ تم پر اپنا انعام تام فرمائے تاکہ تم شکر ادا کرو۔

تفسیر (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ) اے ایمان والو! جب تم اٹھو نماز کو (یعنی جب تم ارادہ کرو نماز کی طرف کھڑے ہونے کا جیسا کہ دوسری آیت میں ہے جب تو قرآن کی قرأت کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ اور آیت کا ظاہر تقاضا کرتا ہے کہ جب بھی نماز کے قیام کا ارادہ ہو تو وضو واجب ہے لیکن سنت کے بیان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے یہ بات ہمیں معلوم ہوئی کہ آیت کی مراد یہ ہے کہ جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو اور تم پاکی پر نہ ہو تو وضو کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کی نماز تا پاکی کی حالت میں قبول نہیں کرتے جب تک وہ وضو نہ کرے۔ (ابن خاری کتاب الخلیل، الترمذی کتاب الطہارۃ) اور بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن چار نمازیں ایک ہی وضو سے پڑھیں۔

سلمان بن براء رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن کئی نمازیں ایک ہی وضو سے ادا کیں اور اپنے موزوں پر مسج کیا اور زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم نیند سے اٹھ کر نماز کی طرف قیام کا ارادہ کرو اور بخش نے فرمایا کہ "فاغسلوا" کا امر استحباب کے لیے ہے یعنی کہ جو شخص نماز کا ارادہ کرے تو اگر پہلے سے وضو ہو پھر بھی دوسرا وضو کرنا مستحب ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے پاکی کی حالت میں دوبارہ وضو کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو دس نیکیاں دیں گے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

اور عبد اللہ بن مظالم بن عامر نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے وقت وضو کا حکم دیا ہے خواہ پہلے

سے پاک ہو یا نہ ہو۔ پھر جب یہ حکم آپ علیہ السلام کو گراں معلوم ہوا تو ہر نماز کے لیے مسواک کا حکم دیا۔ (الترمذی کتاب الطہارۃ) اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں حضور علیہ السلام کو اطلاع دی گئی ہے کہ آپ علیہ السلام پر صرف نماز کے لیے وضو لازم ہے دیگر اعمال کے لیے نہیں۔ پس آپ علیہ السلام کو یہ اجازت دی کہ حدیث کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے علاوہ افعال ادا کر سکتے ہیں۔ سعید بن حویرث رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے سنا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے تو آپ علیہ السلام قضائے حاجت سے تشریف لائے تو آپ علیہ السلام کے پاس کھانا لایا گیا تو عرض کیا گیا آپ علیہ السلام وضو نہیں کریں گے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میں نماز نہیں پڑھ رہا کہ وضو کروں۔

وضو کے مسائل

(فاغسلوا وجوهکم) (پس تم دھوؤ اپنے چہروں کو) اور چہرے کی حد لبائی میں سر کے بال اگنے کی جگہ سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور چوڑائی میں دونوں کانوں کے درمیان ہے اس تمام حصہ کا وضو میں دھونا واجب ہے اور یہ بھی واجب ہے کہ پانی کو کھنوووں کے نیچے اور پلکوں کے اطراف میں اور مونچھوں و بچہ داڑھی کے نیچے تک پہنچائے۔ اگرچہ وہ گھنی ہو اور داڑھی اگر اتنی گھنی ہو کہ اس کے نیچے کی جلد نہ نظر آتی ہو تو اس کے اندر والے حصہ کا دھونا واجب نہیں ہے بلکہ ظاہر حصہ کا دھونا واجب ہے اور جو بال ٹھوڑی سے نیچے لٹک جاتے ہیں ان کو دھونے کا کیا حکم ہے؟ اس میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ ان لٹکے ہوئے بالوں کا دھونا واجب نہیں ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اس لیے کہ جو بال سر سے لٹکے ہوئے ہوں مسح کے جائز ہونے میں ان کا حکم سرو والا نہیں ہے اس لیے صرف ان کا مسح کرنے سے سر کا مسح نہ ہوگا۔ یہی حکم چہرے کی حد سے لٹکے ہوئے بالوں کا ہے کہ ان کو بھی چہرے کا حکم نہ ملے گا اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان بالوں کے ظاہر پر پانی بہانا واجب ہے کیونکہ وجہ یعنی چہرہ اس کو کہتے ہیں جس سے آئنا سا مناہو اور لغت میں بھی جب کسی کی داڑھی نکل آئے تو اس داڑھی پر وجہ کا لفظ بولا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے ”بَقْلٌ وَجْهٌ فَلَانٌ يَأْخُذُ وَجْهَهُ“

(وایدیکم الی المرافق) (اور دھوؤ اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک) یعنی کہنیوں کے ساتھ یہاں الی بمعنی مع کے ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ”وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ الِىٰ أَمْوَالِكُمْ“ مراد مع اموالکم کہ ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ نہ کھاؤ اور فرمایا ”مِنَ انصاری الی اللہ“ یہاں پر الی ”مع“ کے معنی میں ہے۔ کون ہے میرا مددگار اللہ کے ساتھ اور اکثر علماء اس بات کی طرف گئے ہیں کہ کہنیوں کا دھونا واجب ہے اور پاؤں میں ٹخنوں کا دھونا واجب ہے اور امام شعیبی اور محمد بن جریر رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ کہنیوں اور ٹخنوں کا دھونا واجب نہیں ہے اس لیے کہ الی کا حرف انتہا اور حد بتانے کے لیے آتا ہے تو یہ خود حد میں داخل نہ ہوگا۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ حد کے لیے نہیں بلکہ مع کے معنی میں ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کر دیا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ شے کی حد جب اس کی جنس سے ہو تو انتہا اس میں داخل ہوگی اور جب حد اس کی جنس سے نہ ہو تو انتہا داخل نہ ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”اتَمُوا الصِّيَامَ الِى اللَّيْلِ“ اب یہاں رات روزے کے وقت میں داخل نہیں ہے کیونکہ یہ دن کی جنس سے نہیں ہے (وامسحوا برؤسکم اور مسح کرو اپنے سروں کا)

سر کے مسح کی مقدار کا حکم

سر کے مسح میں کتنی مقدار واجب ہے اس میں علماء رحمہما اللہ کا اختلاف ہے۔ امام مالک رحمہ فرماتے ہیں مکمل سر کا مسح واجب ہے جیسا کہ تیمم میں تمام چہرے کا مسح واجب ہے۔

اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں سر کی چوتھائی کا مسح واجب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سر کی اتنی مقدار کا مسح واجب ہے جس پر مسح کا اطلاق ہو سکے اور جن حضرات نے سر کے بعض حصے کے مسح کو جائز قرار دیا۔

انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور اپنی پیشانی اور عمامہ اور موزوں پر مسح کیا تو بعض اہل علم نے عمامہ پر مسح کو اس حدیث کی وجہ سے جائز قرار دیا ہے اور اسی بات کے قائل ہیں۔

امام اوزاعی، امام احمد و اشعری رحمہما اللہ اور اکثر اہل علم نے سر کے بدلے عمامہ پر مسح کو جائز قرار نہیں دیا اور حدیث مغیرہ رضی اللہ عنہ کے جواب میں کہا کہ پیشانی پر مسح کرنے کی وجہ سے حضور علیہ السلام کا فرض مسح پورا ہو گیا تھا اور اس حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ مکمل سر کا مسح واجب نہیں ہے (وارجلکم الی الکعبین اور اپنے پاؤں کو دھوؤ نخنوں تک) نافع، ابن عامر، کسائی، یعقوب اور بعض رحمہما اللہ نے "ارجلکم" کو لام کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے لام کی زیر کے ساتھ۔

پھر جن حضرات نے زبر پڑھی ہے تو اس کا معنی "وجوهکم وایدیکم" پر ہوگا یعنی "اغسلوا رجلکم" تم اپنے پاؤں کو دھوؤ اور جنہوں نے لام پر زبر پڑھی ہے تو بہت تھوڑے اہل علم اس بات کی طرف گئے ہیں کہ پاؤں پر مسح کرے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وضو میں دونوں چیزیں غسل اور مسح ہے اور یہی بات حضرت عکرمہ وقتادہ رحمہما اللہ سے مروی ہے اور امام شعبہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام مسح کا حکم لے کر اترے۔ کیا آپ خود نہیں دیکھتے کہ تیمم کرنے والا جن اعضاء کو دھویا جاتا ہے ان کا مسح کرتا ہے اور جن کا مسح کیا جاتا ہے ان کو چھوڑ دیتا ہے اور محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وضو کرنے والے کو اختیار ہے کہ موزوں پر مسح کرے یا پاؤں دھو لے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین اہل علم کی ایک بڑی جماعت اس بات کی طرف گئی ہے کہ پاؤں کا دھونا واجب ہے اور یہ حضرات فرماتے ہیں کہ "ارجلکم" کے لام پر زبر "برؤوسکم" کے پڑوس کی وجہ سے ہے نہ کہ تیمم میں موافقت کی وجہ سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "عذاب یوم الیم" اب الیم عذاب کی صفت ہے لیکن یوم کے پڑوسی ہونے کی وجہ سے اس کا اعراب لے لیا ہے اور اسی طرح اہل عرب کا قول ہے "جُحْرُ ضِبِّ خَرِبٍ" اب "خرب" جُحْرُ کی صفت ہے لیکن ضرب کا اعراب پڑوس کی وجہ سے لے لیا ہے۔ پاؤں کا دھونا واجب ہے اس پر دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں پیچھے رہ گئے تو ہمیں اس حالت میں پایا کہ عصر کی نماز کا وقت قریب تھا اور ہم وضو کر رہے تھے، جلدی میں ہم اپنے پاؤں کا مسح کرنے لگے تو حضور علیہ السلام نے بلند آواز سے ہمیں پکارا "ہاکت ہے پاؤں کی ایڑیوں کے لیے آگ سے" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تمران سے روایت ہے کہ میں

نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وضو کر رہے ہیں تو اپنے ہاتھوں پر تین بار پانی ڈالا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا۔ پھر تین بار چہرہ دھویا پھر اپنا دایاں ہاتھ کہنی سمیت تین بار دھویا، پھر اپنا بائیں ہاتھ کہنی تک تین بار دھویا، پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر اپنے دائیں پاؤں کو تین بار دھویا۔ پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ میرے وضو کی طرح وضو کیا۔ پھر ارشاد فرمایا جس نے میرے وضو کی طرح وضو کیا پھر دور کعتیں اس طرح پڑھیں کہ اپنے آپ سے ان میں کوئی بات نہ کی تو اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ”ارجلکم“ سے مراد موزوں پر مسح کرنا ہے۔ جیسا کہ مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھتے اور یہ مراد نہیں ہے کہ ان ہاتھوں اور گھٹنوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی تھی۔ جیسا کہ کوئی کہے فلاں نے امیر کے سر اور ہاتھ کو بوسہ دیا تو اگرچہ اس کے سر پر پگڑی ہو اور ہاتھ پر آستین ہو لیکن کہا جاتا ہے کہ سر اور ہاتھ کو بوسہ دیا اسی طرح پاؤں پر مسح کو موزوں پر مسح سے تعبیر کیا گیا ہے۔

عروہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے عرض کیا جی۔ تو آپ علیہ السلام اپنی سواری سے اتر آئے اور ایک طرف چل پڑے اور رات کی تاریکی میں مجھ سے چھپ گئے، پھر تشریف لائے تو میں نے برتن سے آپ علیہ السلام پر پانی ڈالا، آپ علیہ السلام نے اپنا چہرہ اور ہاتھ دھوئے، آپ علیہ السلام پر اون کا ایک جبہ تھا تو آپ علیہ السلام اس کی آستین سے بازو نکال سکے تو جبہ کے نیچے سے بازو نکال کر دھوئے۔ پھر سر کا مسح کیا پھر میں جھکاتا کہ آپ علیہ السلام کے موزے اتار لوں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ان کو چھوڑ دو میں نے ان میں پاؤں پاکی کی حالت میں داخل کیے تھے۔ پھر آپ علیہ السلام نے ان پر مسح کیا۔

”الی الکعبین“ (مٹنوں تک) کعبان وہ ہڈیاں ہیں جو پاؤں کی جانب میں ابھری ہوئی ہوتی ہیں۔ ان دو ہڈیوں میں پاؤں اور پنڈلی کا جوڑ جمع ہوتا ہے۔ ان کا دھونا پاؤں کے ساتھ واجب ہے۔ جیسا کہ ہم نے کہنیوں میں ذکر کیا اور وضو کے فرائض تین اعضاء کو دھونا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا اور سر کا مسح کرنا ہے۔ نیت کے واجب ہونے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ اکثر اہل علم نیت کے واجب ہونے کی طرف گئے ہیں اس لیے کہ وضو ایک عبادت ہے تو تمام عبادات کی طرح نیت کی ضرورت ہے اور بعض اہل علم اس طرف گئے ہیں کہ وضو میں نیت واجب نہیں ہے اور یہی ثوری رحمہ اللہ کا قول ہے اور علماء کا وضو کی ترتیب کے وجوب میں بھی اختلاف ہے اور وہ ترتیب یہ ہے کہ وضو کے اعضاء کو پے در پے اس ترتیب سے دھوئے جس سے اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔ ایک جماعت اس کے واجب ہونے کی قائل ہے اور یہی امام مالک، امام شافعی، امام احمد و اسحاق رحمہما اللہ کا قول ہے اور یہی بات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ”ان الصفا والمروة من شعائر اللہ“ سے استدلال کیا ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعی کی ابتداء صفا سے کی اور فرمایا ہم اس سے ابتداء کرتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ نے تذکرہ میں ابتداء کی اور ایک جماعت اس بات کی طرف مائل ہے کہ ترتیب وضو میں سنت ہے اور یہ حضرات فرماتے ہیں کہ آیت میں جو حرف واؤ ذکر

کئے گئے ہیں یہ جمع کے لیے ہیں ترتیب کے لیے نہیں جیسا کہ دوسری آیت "أَمَّا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ الْآيَةَ" میں واؤ جمع کے لیے ہے اور اس بات پر تمام علماء متفق ہیں کہ صدقہ کے حق داروں میں صدقات خرچ کرنے کے لیے ترتیب کی روایت واجب نہیں ہے اور جس نے وجوب کا قول کیا ہے انہوں نے جواب دیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہے کہ آپ علیہ السلام نے کبھی بھی صدقات کی تقسیم میں ترتیب کی رعایت کی ہو لیکن وضو کی روایت میں یہ منقول نہیں کہ آپ علیہ السلام نے کبھی بغیر ترتیب کے وضو کیا ہو اور کتاب اللہ کا بیان اور وضاحت سنت سے لی جاتی ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رکوع کے ذکر کو سجدہ پر مقدم کیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول نہیں کہ آپ علیہ السلام نے اس ترتیب کے علاوہ کبھی نماز پڑھی ہو تو ترتیب کی روایت جس طرح نماز میں واجب ہے اسی طرح وضو میں بھی واجب ہے۔ (وَأَن كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهِرُوا) اور اگر تم جنبی ہو تو خوب طہر کر پاؤ (یعنی غسل کر لو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کے غسل کی ابتداء کرتے تو اپنے ہاتھ دھوتے پھر وضو کرتے۔ جیسا کہ نماز کے لیے وضو کرتے تھے۔ پھر اپنی انگلیوں کو پانی میں داخل کرتے۔ پھر ان کے ذریعے اپنے بالوں کی جڑوں کا خیال کرتے، پھر اپنے سر پر اپنے ہاتھوں سے تین دفعہ پانی بہاتے پھر اپنے تمام جسم پر پانی بہاتے۔ (وَأَن كُنْتُمْ مَرْضَىٰ) اس آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ چہرے اور دونوں ہاتھوں کو پاک کرنا واجب ہے۔ (مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمُ الْغِنَاءَ عَلَيْهِ لِيغْلِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا) وضو، غسل اور تیمم کے فرض کرنے میں (مَنْ حَرَجَ مِنْهَا لِحْتَتَانِ) ہے۔ (وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ الَّذِي كَانُوا يُحْمَلُونَ) جنابت اور گناہوں سے (وَلِيَتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ) اور پورا کرے اپنا احسان تم پر تاکہ تم احسان مانو) محمد بن عبد قہتمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نعمت کو پورا کرتا یہ ہے کہ وضو کے ساتھ گناہوں کو معاف کر دے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے "لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ" تاکہ اللہ بخش دے آپ کے اگلے پچھلے گناہوں کو تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مہل نعمت گناہ معاف کرنے کو قرار دیا ہے۔ عمران رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کیا۔ تین تین مرتبہ تمام اعضا دھویا۔ پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا اس کے گناہ اس کے چہرے اور دونوں ہاتھوں اور پاؤں سے نکل جائیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام عمران سے مروی ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ متہ مدینہ پر ایک دن بیٹھے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس مؤذن آیا اور عصر کی نماز کی اطلاع دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پانی منگوایا اور وضو کیا۔ پھر فرمایا اللہ کی قسم میں تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں، اگر قرآن مجید کی ایک آیت نہ ہوتی تو میں وہ حدیث تمہیں کبھی بیان نہ کرتا۔ پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ جو مسلمان اتنے طہریت سے وضو کرے پھر نماز پڑھے تو اس کے اس نماز سے دوسری نماز تک کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ دوسری نماز پڑھ لیتا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آیت ”اقم الصلوة لذكرى“ کی طرف اشارہ کیا ہے اور اسی بات کو ابن شہاب رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور حضرت عروہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ آیت ”ان الذين يكتُمون ما انزلنا من البيّنات“ ہے۔ نعیم انجمن سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی چھت پر چڑھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وضو کیا پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ علیہ السلام نے فرمایا میری امت قیامت کے دن اس حال میں پکاری جائے گی کہ ان کی پیشانی اور وضو کے اعضاء خوب روشن ہوں گے وضو کی وجہ سے۔ پس جو شخص تم میں سے اپنی روشنی کو لمبا کرنا چاہے تو ضرور کرے۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقْتُمْ بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللَّهَ ط إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ⑦ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَا نُ قَوْمٍ عَلَىٰ آلا تَعْدِلُوا ط اِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ ط إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ⑧ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ⑨

اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو تم پر ہوا ہے یاد کرو اور اس کے اس عہد کو بھی جس کا تم سے معاہدہ کیا ہے جبکہ تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور مان لیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ دلوں تک کی باتوں کی پوری خبر رکھتے ہیں اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لئے پوری پابندی کرنے والے انصاف کے ساتھ شہادت ادا کرنے والے رہو اور کسی خاص لوگوں کی عداوت تم کو اس پر باعث نہ ہو جائے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کیا کرو کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری اطلاع ہے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وعدہ کیا ہے کہ ان کے لئے مغفرت اور ثواب عظیم ہے۔

تفسیر ⑦..... (واذکروا نعمة الله عليكم اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر) یعنی تمام نعمتوں کو یاد کرو (وميثاقه الذي واثقتكم به اور عہد اس کا جو تم سے ٹھہرایا تھا) یعنی وہ وعدہ جو تم سے کیا تھا اے مومنو! (اذ قلتم سمعنا واطعنا جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور مانا) اور اس وقت کی بات ہے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی۔ ہر چیز کی اطاعت پر خواہ پسند ہو یا ناپسند اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے اور مجاہد، مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں یعنی وہ وعدہ جو تم سے اس وقت لیا تھا جب تم کو آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے نکالا تھا۔ (واتقوا الله ان الله عليم بذات الصدور اور تم ڈرتے رہو اللہ سے اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات) یعنی ہر خیر و شر جو دل میں ہو اس کو جانتا ہے۔

⑧ (يا ايها الذين امنوا كونوا قوامين لله شهداء بالقسط) (اے ایمان والو! کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی) یعنی انصاف کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اس حال میں کہ سچ بات کہنے والے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تلوار کو لٹکائے ہوئے تھے تو اس نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اپنی تلوار دکھائیے تو آپ علیہ السلام نے اس کو وہ تلوار دے دی تو وہ آدمی اس تلوار کو حرکت دینے لگا اور کبھی تلوار کی طرف دیکھتا اور کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتا اور کہنے لگا کون آپ کو مجھ سے بچائے گا۔ اے محمد! آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ! تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے اس کو ڈرایا، اس نے تلوار پھینکی اور چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اور مجاہد، عکرمہ، کلبی اور ابن یسار رحمہما اللہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن عمرو الساعدی کو بھیجا۔ یہ منذر بیعت عقبہ کے افراد میں سے ایک ہیں۔ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس انصار اور مہاجرین سواروں کا امیر بنا کر بنو عامر بن صعصعہ کی طرف بھیجا تو یہ حضرات جب مدینہ سے نکلے تو ان کی ملاقات۔ عامر بن الطفیل سے بیڑ معونہ پر ہوئی۔ یہ بنو عامر کا ایک کنواں ہے ان کی آپس میں لڑائی ہوئی تو حضرت منذر رضی اللہ عنہ اور ان کے سب ساتھی شہید ہو گئے، صرف تین آدمی بچے جو ایک گمشدہ اونٹ کو تلاش کرنے گئے ہوئے تھے۔ ان تین میں ایک عمرو بن اُمیۃ الضمری رضی اللہ عنہ تھے۔ ان حضرات نے پرندوں کو آسمان میں چکر لگاتے دیکھا۔ ان کی چونچوں سے خون کے لوتھڑے گر رہے تھے تو اس منظر نے ان کو خوفزدہ کیا تو ان تین میں سے ایک نے کہا کہ ہمارے ساتھی شہید کر دیئے گئے ہیں۔ پھر ان صاحب نے پیٹھ پھیری اور دوڑے حتیٰ کہ ایک آدمی سے مڈ بھٹھڑ ہوئی، دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا۔ پس جب ان صحابی رضی اللہ عنہ کو تلوار لگی تو انہوں نے سر آسمان کی طرف بلند کیا اور اپنی آنکھیں کھول کر کہا اللہ اکبر! جنت اور تمام جہانوں کا رب۔ باقی دو حضرات واپس لوٹے تو ان کی ملاقات قبیلہ بنو سلیم کے دو آدمیوں سے ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بنو سلیم کے درمیان صلح کا معاہدہ تھا۔ یہ دو صحابی ان کو بنو عامر کا فرد سمجھے اور ان کو قتل کر دیا تو ان کی قوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور دیت کا مطالبہ کیا تو آپ علیہ السلام حضرت ابو بکر، حضرت عمر، عثمان، علی، طلحہ، عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ نکلے اور کعب بن اشرف اور بنو نضیر کے پاس گئے۔ ان سے دیت کی ادائیگی میں مدد لینے کیونکہ بنو نضیر کا حضور علیہ السلام سے یہ معاہدہ تھا کہ ہم قتال نہیں کریں گے اور دیت کی ادائیگی میں مدد کریں گے تو انہوں نے کہا کہ اے ابوالقاسم! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ علیہ السلام پر ایسا وقت آ گیا ہے کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور اپنی ضرورت کا سوال کیا آپ تشریف رکھیں ہم آپ علیہ السلام کو کھانا کھلاتے ہیں اور آپ علیہ السلام کو وہ رقم دیتے ہیں جو آپ علیہ السلام نے مانگی تو آپ علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھ گئے تو وہ یہودی ایک دوسرے سے سرگوشی کرنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آج کے دن سے زیادہ قریب تم نہیں پاؤ گے۔ پس کوئی ہے جو اس مکان کی چھت پر چڑھ جائے اور ان پر پتھر کی چٹان گرا کر ہم کو ان سے راحت دے؟ تو عمر بن حجاج نے کہا میں! تو وہ ایک بڑی چکی کو لایا تا کہ اس کو حضور علیہ السلام پر پھینک دے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ہاتھ روک دیا اور جبریل علیہ السلام نے آ کر آپ علیہ السلام کو خبر دی تو حضور علیہ السلام مدینہ کی طرف لوٹے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا کہ آپ رضی اللہ عنہ اسی جگہ کھڑے رہو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہما میں سے جو بھی آئے اور میرے بارے میں سوال کرے تو آپ کہنا کہ مدینہ کی طرف گئے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ

نے ایسا کیا یہاں تک کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئے اور آپ علیہ السلام کے پیچھے چل پڑے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور فرمایا (فكف ابدیہم المؤمنون) (پھر روک دیئے تم سے ان کے ہاتھ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور اللہ ہی پر چاہیے بھروسہ ایمان والوں کو)

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ ءَلِنْ أَقْتُمْ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّا كُفِرْنَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَا ذُخِلْنَاكُمْ فِي حَتِّ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ⑫

⑫ اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا اور تم نے ان میں سے بارہ سردار مقرر کئے اور اللہ تعالیٰ نے یوں فرمادیا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز کی پابندی رکھو گے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے اور میرے سب رسولوں پر ایمان لاتے رہو گے اور ان کی مدد کرتے رہو گے اور اللہ تعالیٰ کو اچھے طور پر قرض دیتے رہو گے تو میں ضرور تمہارے کندھے سے دو کروڑوں کا اور ضرور تم کو ایسے بانٹوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے کو نہریں جاری ہوں گی اور جو شخص اس کے بعد بھی فرمے گا تو وہ بیشک راہ راست سے دور جا پڑا۔

بارہ نقیبوں کی تفصیل

⑫ (وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا) (اور لے چکا ہے اللہ عہد بنی اسرائیل سے اور مقرر کیے ہم نے ان میں بارہ سردار) اور یہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ ان کو اور ان کی قوم کو مقدس زمین یعنی شام کا وارث بنائیں گے۔ اس سے پہلے وہاں کنعانی رہتے تھے جب بنی اسرائیل کے لیے ٹھکانہ مصر میں بن گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ شام کے علاقہ اریحام کی طرف کوچ کریں یہی ارض مقدس ہے۔ اس ارض مقدس کی ایک ہزار بستیاں تھیں ہر بستی میں ایک ہزار باغ تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! میں نے اس علاقہ کو تمہارے لیے گھر اور ٹھکانہ مقرر کیا ہے۔ آپ علیہ السلام اس علاقہ کی طرف نہیں دو وہاں جو دشمن ہیں ان سے جہاد کریں۔ بے شک میں تمہاری مدد کروں گا اور آپ علیہ السلام اپنی قوم کے ہر قبیلہ سے ایک سردار لیں، کل بارہ سردار ہو جائیں گے، ہر سردار اپنی قوم کے وعدہ کا ضامن ہوگا کہ وہ اللہ کے حکم کو پورا کریں گے تو موسیٰ علیہ السلام نے سردار چن لیے اور بنی اسرائیل کو لے کر چل پڑے۔ جب اریحام کے قریب پہنچے، یہ جبارین کا شہر تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے ان سرداروں کو جاسوسی کے لیے آگے بھیجا تا کہ ان کی خبر لائیں تو ان کی مدد بھیڑ جبارین کے ایک آدمی سے ہوئی جس کا نام عوج بن عنق تھا۔ اس کی لمبائی تین ہزار تین سو تینتیس گز تھی۔ وہ شخص بادل سے

منہ چھپا لیتا تھا اور بادل سے پیاس بجھا لیتا تھا اور مچھلی کو سمندر کی تہ سے پکڑ کر سورج کی طرف بلند کر کے بھون کر کھا جاتا تھا اور یہ بات روایت کی گئی ہے کہ نوح علیہ السلام کے زمانہ میں پانی زمین کے تمام پہاڑوں کے لیے پردہ بن گیا تھا لیکن عوج کے گھٹنوں سے اوپر نہیں ہوا تھا یہ شخص تین ہزار سال زندہ رہا حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو ہلاک کر لیا اور یہ ہلاکت اس طرح ہوئی کہ اس نے پہاڑ کی بہت بڑی چٹان اکھاڑی جو موسیٰ علیہ السلام کے پورے لشکر کو گھیر لیتی۔ تقریباً تین میل لمبی اور چوڑی تھی اور اس کو اٹھایا تا کہ اس لشکر کے اوپر رکھ دے تو اللہ تعالیٰ نے ہد ہد کو بھیجا۔ اس نے اپنی چونچ سے اس چٹان کو گول کاٹ دیا تو وہ اس کی گردن پر گری اور وہ اوندھے منہ گر گیا۔ موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور اس کو گرے ہوئے دیکھ کر قتل کر دیا۔ اس کی ماں آدم علیہ السلام کی ابتدائی بیٹیوں میں سے تھی اور یہ جب بیٹھتی تو زمین کا ایک جریب گھیر لیتی تھی۔ جب عوج نے ان سرداروں کو دیکھا تو اس کے سر پر لکڑیوں کا گٹھا تھا تو اس نے ان بارہ سرداروں کو پکڑ کر اپنی تہ بند میں اڑس لیا اور اپنی بیوی کے پاس لے گیا اور کہنے لگا ان لوگوں کو دیکھ ان کو وہم ہوا ہے کہ یہ ہم سے جنگ کریں گے اور ان کو اپنے سامنے پھینک کر کہنے لگا کہ تمہیں اپنے پاؤں سے پیس کے رکھ دو؟ تو اس کی بیوی کہنے لگی ایسا نہ کر ان کو چھوڑ دے تا کہ یہ اپنی قوم کو اس منظر کی خبر دیں تو اس نے ایسا کیا اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ اس نے ان کو اپنی آستین میں ڈال لیا تھا اور بادشاہ کے پاس لے گیا تھا اور اس کے سامنے پھینک دیا تھا تو بادشاہ نے ان حضرات کو کہا واپس چلے جاؤ اور جو کچھ دیکھا ہے اس کی خبر اپنی قوم کو دو۔ ان کے انگور کے خوشہ کو پانچ آدمی ایک لکڑی کے ساتھ اٹھاتے تھے اور انار کے خالی چھلکے کے ایک حصہ میں پانچ آدمی داخل ہو جاتے تھے تو وہ سردار لوٹ گئے اور ان کے احوال اچھے طریقے سے معلوم کرتے گئے اور آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگے اگر اس قوم کی خبر بنی اسرائیل کو دے دی تو وہ اللہ کے نبی سے مرتد ہو جائیں گے تم ان سے یہ باتیں چھپا لو اور صرف موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو خبر دو وہ ان کے بارے میں جو رائے قائم کریں ٹھیک ہے اور ایک دوسرے سے اس بات پر پختہ عہد لے لیا۔ پھر انہوں نے اس عہد کو توڑ دیا اور ہر ایک اپنے قبیلہ کو اس قوم سے لڑنے سے روکنے لگا اور جو عجیب منظر دیکھا تھا اس کی خبر دینے لگا، سوائے دو آدمیوں کے سب نے عہد توڑ دیا۔

یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان کا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان میں بارہ سردار بھیجے۔ (وقال اللہ انی معکم) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں (تمہارے دشمنوں کے خلاف تمہاری مدد کرے گا۔

پھر کلام کی ابتداء کی اور فرمایا (لئن اقمتم الصلاة) (اگر تم نماز کو قائم کرو) اے بنی اسرائیل کی جماعت (واتیتم وعزرتموہم) (اور زکوٰۃ دیتے رہو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو) یعنی ان کی مدد کرو تم اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہے کہ تم ان کی تعظیم کرو (واقرضتم اللہ قرضاً حسناً) (اور قرض دو گے اللہ کو اچھی طرح کا قرض) کہا گیا ہے کہ قرض سے مراد زکوٰۃ نکالنا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد گھروالوں پر خرچ کرنا ہے (تو البتہ دور کروں گا میں تم سے گناہ تمہارے) میں ضرور مٹا دوں گا تم سے تمہارے گناہوں کو (لاکفرن عنکم سیئاتکم) (اور داخل کروں گا تم کو تو ہم تمہارے گناہوں کو مٹا دیں گے)۔ (ولادخلنکم السبیل) (باغوں میں کہ جس کے نیچے بہتی ہیں نہریں پھر جو کوئی کافر ہو اس کے بعد تو وہ بے شک گمراہ ہوا

سیدھے راستے سے) یعنی سیدھے راستے سے چوک کیا اس سے مراد حق راستہ ہے اور سوا سے مراد ہر چیز کا درمیان مراد ہوتا ہے۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعْنَهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ
وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ
وَاصْفَحْ ۗ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ⑤ وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرَى أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ
فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۗ وَسَوْفَ
يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ⑥

⑤ تو صرف ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہم نے ان کے قلوب کو سخت کر دیا وہ لوگ کلام کو اس کے مواقع سے بدلتے ہیں اور وہ لوگ جو ان کو نصیحت کی گئی تھی اس میں سے ایک بڑا حصہ فوت کر بیٹھے اور آپ کو آئے دن کسی نہ کسی خیانت کی اطلاع ہوتی رہتی ہے جو ان سے صادر ہوتی ہے۔ بجز ان کے معدود چند شخصوں کے سوا آپ ان کو معاف کر دیجئے اور ان سے درگزر کیجئے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوش معاملہ لوگوں سے محبت کرتا ہے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے بھی ان کا عہد لیا تھا سو وہ بھی جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی تھی اس میں سے اپنا ایک بڑا حصہ فوت کر بیٹھے تو ہم نے ان میں باہم قیامت تک کے لئے بغض و عداوت ڈال دیا اور ان کو اللہ تعالیٰ ان کا کیا ہوا جتا دین گے۔

⑤ (فبما نقضهم) (سوان کے توڑنے پر) ان کے توڑنے کی وجہ سے اور ماسلہ ہے (میثاقہم) (اپنے عہد کو) قناد و رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے کئی طرح سے عہد کو توڑا اس لیے کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد تمام رسولوں کو جٹایا اور اللہ کے جیسے ہونے انبیاء کو قتل کیا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل چھوڑ دیا اور اس کے فرائض کو ضائع کر دیا (لعناہم) (ہم نے ان پر لعنت کی) عطا و رحمہ اللہ فرماتے ہیں لعنت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ حسن اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کو شکمیں مسخ کر کے نذاب دیا۔ (وجعلنا قلوبہم قاسیة) (اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا) تم و اور کسائی رحمہما اللہ نے قاسیہ کو الف کے بغیر "قسیہ" پڑھا ہے یا کی شد کے ساتھ اور یہ دونوں لغتیں ٹھیک ہیں جیسے ذاکر اور ذاکر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قاسیہ کا معنی خشک۔

اور بعض نے کہا کہ ایسے سخت جس میں نرمی بالکل نہ ہو اور بعض نے کہا معنی یہ ہے کہ ان کے دل ایمان کے لیے خالص نہیں ہیں بلکہ ان کا ایمان کفر و نفاق کے ساتھ ملا ہوا ہے اور اسی سے کہا جاتا ہے "الدرہم القاسیة" یعنی کھوٹے دراہم۔

(يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ) (پھیرتے ہیں کلام کو اس کے ٹھکانے سے) اور یہ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات جو تورات میں ہیں ان کو تبدیل کرنا مراد ہے اور بعض نے کہا اس سے مراد تورات میں بری تاویلات

کرنا ہے۔ (وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ) (اور بھول گئے اس نصیحت سے نفع اٹھانا جو ان کو کی گئی تھی) یعنی اور چھوڑ دیا احکامات کا وہ حصہ جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی صفات بیان کرنے کا ان کو حکم دیا گیا تھا (ولا تزال) (اور ہمیشہ) اے محمد! (تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ) (آپ مطلع ہوتے رہتے ہیں ان کے کسی دغا پر) یعنی خیانت پر یہاں فاعل کا وزن مصدر کے معنی میں ہے جیسے ”کاذبہ“ اور ”لاغیہ“ وغیرہ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ فاعل کے معنی میں ہے اور ہاء مبالغہ کے لیے ہے جیسے ”روایۃ، علامۃ، نسابۃ، حسابۃ“ میں اور بعض نے کہا ہے کہ خائن جماعت پر آپ مطلع ہوتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”خائنة“ کا معنی معصیت ہے اور ان کی خیانت عہد کو توڑنا اور مشرکین کی مدد کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ پر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا اور آپ علیہ السلام کو زہر دینا اور اس کے علاوہ بہت سی خیانات جو ان سے ظاہر ہوئیں۔ (الاقليلاً منهم) (مگر تھوڑے لوگ ان میں سے) انہوں نے خیانت نہیں کی اور عہد نہیں توڑا اور وہ ایسے لوگ ہیں جو اہل کتاب میں سے اسلام لے آئے تھے (فاعف عنهم) (سو معاف کرو اور درگزر کرو ان سے) یعنی ان سے اعراض کریں ان کو کچھ نہ کہیں۔ (إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ) (اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں) یہ آیت قتال کی آیات سے منسوخ ہو گئی ہے۔

14 (وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرَىٰ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ) (اور وہ جو کہتے ہیں اپنے آپ کو نصاریٰ ان سے بھی لیا تھا ہم نے عہد) بعض نے کہا ہے کہ اس سے یہود و نصاریٰ دونوں مراد ہیں لیکن ان میں سے ایک کے ذکر کرنے پر اکتفاء کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ آیت میں خاص نصاریٰ مراد ہیں کیونکہ یہود کا تذکرہ تو گزر چکا ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت میں اس پر دلیل ہے کہ نصاریٰ نام ان لوگوں نے خود رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ نام نہیں رکھا۔ ہم نے ان سے عہد لیا تو حید اور نبوت کے بارے میں۔ (فنسوا..... يوم القيامة) (پھر بھول گئے نفع اٹھانا اس نصیحت سے جو ان کو کی گئی تھی پھر ہم نے ان کی آپس میں دشمنی لگا دی اور کینہ قیامت کے دن تک) مختلف نفسانی خواہشات اور دین میں جھگڑے کے ذریعے۔ مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں یعنی یہود و نصاریٰ کے درمیان دشمنی مراد ہے اور ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صرف نصاریٰ کی آپس میں دشمنی مراد ہے کیونکہ یہ کئی فرقے ہو گئے، ان میں سے ”يعقوبية، نسطورية، ملكانية“ ہیں یہ ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے تھے۔ (وسوف..... يصنعون) (اور آخر اللہ تعالیٰ ان کو خبر دیں گے جو کچھ وہ کرتے تھے) آخرت میں

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ 15 يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ 16 لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ

اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَ مَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَلِلَّهِ
مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا مَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٧﴾

﴿تفسیر﴾ اسے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارے یہ رسول آئے ہیں۔ کتاب میں سے جن امور کا تم اخفاء کرتے ہو ان میں سے بہت سی باتوں کو تمہارے سامنے صاف صاف کھول دیتے ہیں اور بہت سے امور کو واگذاشت کر دیتے ہیں تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے اور ایک کتاب واضح کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کو جو رضائے حق کے طالب ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتے ہیں اور ان کو اپنی توفیق سے تاریکیوں سے نکال کر نوری طرف لے آتے ہیں اور ان کو راہ راست پر قائم رکھتے ہیں۔ بلاشبہ وہ لوگ کافر ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین تین کتابیں بھیجے گا آپ یوں پوچھنے کہ اگر ایسا ہے تو یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم کو اور ان کی والدہ کو اور جانا بختے زمین میں (آباد) ہیں ان سب کو ہلاک کرنا چاہیں تو کوئی شخص ایسا ہے جو خدا تعالیٰ سے ان کو ذرا بھی بچائے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص ہے حکومت آسمانوں پر اور زمین پر اور جتنی چیزیں ان دونوں کے درمیان ہیں ان پر اور جس چیز کو چاہیں پیدا کر دیں اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔

﴿تفسیر﴾ (باہل الكتاب) (اسے کتاب والی) یہاں دونوں اہل کتاب کو خطاب ہے۔ (بَاهِلَ الْكِتَابِ فَلَمَّا جَاءَكُمْ رَسُولًا بَيِّنًا لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ) (تحقیق آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا ظاہر کرتا ہے تم پر بہت سی چیزیں جن کو تم چھپاتے تھے کتاب میں سے) یعنی تورات و انجیل میں جو باتیں چھپاتے ہو جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور ربم کی آیت وغیرہ۔ (ويعفوا عن كثير) (اور درگزر کرتا ہے بہت چیزوں سے) یعنی بہت ساری چیزیں جو تم چھپاتے ہو ان سے درگزر کرتا ہے اور کوئی مواخذہ نہیں کرتا۔ (فَلَمَّا جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ) (بے شک تمہارے پاس آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض نے کہا اسلام مراد ہے (و کتاب مبین) (اور کتاب ظاہر کرنے والی) یعنی قرآن۔

﴿تفسیر﴾ (يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ) (جس سے اللہ ہدایت کرتا ہے اس کو جو تابع ہو اس کی رضا کا سلامتی کی راہیں) اور بعض نے کہا السلام سے مراد خود اللہ تعالیٰ ہیں اور اللہ کے راستے سے مراد وہ دین ہے جو بندوں کے لیے مقدر فرمایا ہے اور اسی کے ساتھ رسولوں کو بھیجا ہے اور بعض نے کہا السلام سے سلامتی مراد ہے جیسے لذاذ اور لذاذہ کا معنی ایک ہے اور اس سے مراد سلامتی کے راستے ہیں۔ (وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ) (اور ان کو نکالتا ہے اندھیروں سے روشنی میں) یعنی کفر کی تاریکیوں سے ایمان کے نور کی طرف (بإذنه) (اپنے حکم سے) اپنی توفیق اور ہدایت سے۔ (و يَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ) (اور ان کو چلا تا ہے سیدھی راہ پر) اور وہ سیدھی راہ اسلام ہے۔

﴿تفسیر﴾ (لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ) (بے شک کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ تو

وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا) اور یہ نصاریٰ کا یعقوبیہ فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ مسیح خدا ہے۔ (قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا) (آپ کہہ دیجئے پھر کسی کا بس چل سکتا ہے اللہ کے آگے) یعنی کون اس بات پر قادر ہے کہ جب اللہ کسی شے کا فیصلہ کر دے تو اس کو ٹال سکے۔ (ان اراد شیء قدیر) (اگر وہ چاہے کہ ہلاک کرے مسیح مریم کے بیٹے اور اس کی ماں کو اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور جو کچھ ان کے درمیان ہے پیدا کرتا ہے جو چاہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔)

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصْرِيُّ نَحْنُ ابْنُوا اللَّهَ وَاحِبَاؤُهُ ط قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ ط بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ط يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ط وَاللَّهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا رَأَيْهِ الْمَصِيرُ ⑬ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِن بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ ط وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ⑭ وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ لِقَوْمِهِ إِذْ كُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَمْ نَبِيَاءً وَجَعَلَكُمْ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مَا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ ⑮

اور یہود اور نصاریٰ (دونوں فریق) دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں آپ یہ پوچھئے کہ اچھا تو پھر تم کو تمہارے گناہوں کے عوض عذاب کیوں دیں گے بلکہ تم بھی منجملہ اور مخلوقات کے ایک معمولی آدمی ہو اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گے بخشیں گے اور جس کو چاہے گے سزا دیں گے اور اللہ ہی کی ہے سب حکومت آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے ان میں بھی اور اللہ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے یہ رسول آ پہنچے جو کہ تم کو (احکام) صاف صاف بتلاتے ہیں ایسے وقت میں کہ رسولوں کا سلسلہ (مدت سے) موقوف تھا تا کہ تم قیامت میں یوں نہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس کوئی بشیر اور نذیر نہیں آیا سو تمہارے پاس بشیر اور نذیر آ چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں اور وہ وقت بھی ذکر کے قابل ہے جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو کہ تم پر ہوا ہے یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ نے تم میں بہت سے پیغمبر بنائے اور تم کو صاحب ملک بنایا اور تم کو وہ چیزیں دیں جو دنیا جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیں۔

⑮ (وقالت واحباءه) (اور کہتے ہیں یہود و نصاریٰ کے ہم بیٹے ہیں اللہ کے اور اس کے پیارے) بعض نے کہا نصاریٰ کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ شفقت اور رشتہ داری میں ہمارے باپ کی طرح ہیں اور ہم قرب اور مرتبہ میں اس کی اولاد کی طرح ہیں اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہود نے تورات میں لکھا ہوا پایا کہ اے میرے علماء کی اولاد تو انہوں نے احباری کے لفظ کو ابکاری سے تبدیل کر دیا۔ اسی وجہ سے خود کو اللہ کا بیٹا کہنے لگے اور بعض نے کہا انباء اللہ کا معنی ہے کہ ہم اللہ کے

رسولوں کے بیٹے ہیں۔ (قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ) (تو پھر کیوں عذاب کرتا ہے تم کو تمہارے گناہوں پر) یعنی اگر معاملہ تمہارے آمان کے مطابق درست ہے کہ تم اللہ کے بیٹے اور محبوب ہو تو کوئی باپ اپنی اولاد کو عذاب نہیں دیتا، کوئی حبیب اپنے محبوب کو عذاب نہیں دیتا اور تم خود اپنے عذاب میں ہونے کا اقرار بھی کرتے ہو کہ اللہ نے تم کو عذاب دیا اور بعض نے کہا "فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ" کا معنی ہے کہ تم سے پہلے آباء کو ان کے گناہوں کی وجہ سے بندر اور خنزیر بنانے کا عذاب کیوں دیا۔ (بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّثْلُ خَلْقٍ) (کوئی نہیں بد تم بھی ایک آدمی ہو اس کی مخلوق میں سے) تمام بنی آدم کی طرح تم کو برے واقعات اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ (يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ) (بخشنے جس کو چاہے) اپنے فضل سے۔ (وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ) (اور عذاب دے جس کو چاہے) انصاف سے۔ (وَاللَّهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَالْيَدِ الْمَحْصِيْرُ) (اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور جو چھوچھو ان دونوں کے بیچ میں ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جاتا ہے۔)

⑤ (يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا) (اے کتاب والو! آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ (یبین لکم) (کھولتا ہے تم پر) ہدایت کی علامات اور دین کی بڑی علامات۔ (علی فترۃ من الرسل) (رسول کے انقطاع بعد) یعنی رسولوں کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد اور علماء کا اختلاف ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان انقطاع کی مدت تھی ہے۔ ابو عثمان زہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں چھ سو سال۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں پانچ سو ساٹھ سال۔ معمر اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں پانچ سو چالیس سال۔ اس زمانے کو فترت اس لیے کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام تک لگاتار رسول آتے رہے لیکن عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی رسول و نبی نہیں آیا۔ (ان نقولوا) (کبھی تم کہنے لگو) تاکہ تم یہ نہ ہو۔ (ما جاءنا من بشیر ولا نذیر لفلما جاءكم بشیر و نذیر واللہ علی کل شیء قَدِيرٌ) (کہ ہمارے پاس کوئی خوشی یا ڈر سنانے والا نہ آیا سو آپ کا تمہارے پاس خوشی اور ڈر سنانے والا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے)

⑥ (وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَتْلُومُونَ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ) (اور جب کہا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو) تو میرا کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب پیدا کئے تم میں نبی) یعنی تم میں سے انبیاء علیہم السلام پیدا کئے۔ (وَجَعَلَكُمْ مَلَكًا) (اور رو دیا تم کو بادشاہ یعنی تم میں بادشاہ بھی بنائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نوکر چاکروالے لوگ پیدا کیے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ پہلے لوگ ہیں جن کے خادم تھے ان سے پہلے کسی کے خادم نہیں ہوتے تھے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور بنی اسرائیل کے کسی آدمی کے پاس نوکر، بیوی، جانور ہوتے تو اس کو بادشاہ لکھا جاتا تھا۔

عبداللہ بن مرہ بن الحامس رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے سوال کیا کہ ہم فقراء مہاجرین نہیں ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تیری بیوی نہیں ہے جس کی طرف تو ٹھکانہ پائے؟ اس نے کہا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تیرے لیے رہائش کا مکان ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو مالداروں میں ہے؟ اس نے کہا ایک خادم بھی ہے۔ آپ رضی اللہ

عنه نے فرمایا تو تو بادشاہوں میں سے ہے۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور بنایا تم کو آزاد بادشاہ کہ اپنی ذات کے مالک ہو اس سے پہلے تم قبیلوں کے قبضہ میں تھے وہ تم کو غلام بناتے تھے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے گھر وسیع تھے، ان میں جاری پانی ہوتا تھا جس کا گھر وسیع ہو اور اس میں نہر جاری ہو تو وہ بادشاہ ہے۔ (اور دیا تم کو جو نہیں دیا تھا کسی کو جہان میں) یعنی تمہارے زمانے میں کسی کو یہ چیزیں نہیں دی تھیں۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی ترنجبین، بیسیر، بادلوں کا سایہ وغیرہ۔

يَقَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ ﴿۲۱﴾

﴿تجوید﴾ اے میری قوم اس متبرک ملک میں داخل ہو کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حصے میں لکھ دیا ہے اور پیچھے واپس مت چلو کہ پھر بالکل خسارے میں پڑ جاؤ گے۔

﴿تفسیر﴾ ﴿۲۱﴾ (يَقَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ) (اے قوم! داخل ہو پاک زمین میں جو مقرر کر دی ہے اللہ نے تمہارے واسطے)

ارض مقدسہ کی تعین میں مفسرین کے اقوال

ارض مقدس کی تعین میں علماء کا اختلاف ہے۔

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ طور اور اس کے ارد گرد کا علاقہ ہے۔

اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایلیاء اور بیت المقدس ہے۔

اور عکرمہ اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اریحاء ہے۔

اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ دمشق، فلسطین اور اردن کا کچھ حصہ ہے۔

اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مکمل شام ہے۔

کعب فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کی اتاری ہوئی کتاب میں پایا کہ شام اس زمین میں اللہ کا خزانہ ہے اور اس میں اللہ

کے اکثر خاص بندے ہیں۔ (مقرر کر دیا ہے اللہ نے تمہارے واسطے) یعنی لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے کہ یہ تمہاری رہائش گاہ

اور ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمہارے لیے اللہ نے ہبہ کیا ہے اور بعض نے کہا کہ تمہارے لیے مقرر کر دیا ہے اور

سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ نے تمہیں اس میں داخل ہونے کا حکم دیا ہے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کو اس جگہ رہنے

کا ایسا حکم دیا تھا جس طرح نماز کا حکم دیا گیا یعنی ان پر وہاں رہنا فرض کر دیا۔ (ولا تترتدوا علیٰ ادبارکم) (اور نہ لوٹو

اپنی پیٹھ کی طرف) ایڑیوں کے بل اللہ کے حکم کے خلاف۔ (فتنقلبوا خاسرین) (پھر جا پڑو گے نقصان میں) کلبی رحمہ اللہ

فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام لبنان کے پہاڑ پر چڑھے، ان کو کہا گیا آپ نگاہ دوڑائیں جہاں تک آپ کی نگاہ جائے گی وہ پاک علاقہ ہے اور آپ کی اولاد کی میراث ہے۔

قَالُوا يَمْوَسِي اِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ وَاِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَاِن
يَخْرُجُوا مِنْهَا فَاِنَّا دَاخِلُوْنَ ﴿٢٥﴾

﴿تفہیم﴾ کہنے لگے کہ اے موسیٰ وہاں تو بڑے بڑے زبردست آدمی ہیں اور ہم تو وہاں ہرگز قدم نہ رکھیں گے جب تک کہ وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہاں اگر وہ وہاں سے نکلیں اور چلے جائیں تو ہم بیشک جانے کو تیار ہیں۔

﴿تفسیر﴾ (قَالُوا يَمْوَسِي اِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ) (بولے اے موسیٰ! وہاں ایک قوم ہے زبردست) اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب دوسرا درجہ سوئی کر کے موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور اپنے مشاہدہ کی خبر دی تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ان کی خبر کو چھپا لو اور لشکر میں کسی کو خبر نہ دو یہ لوگ بزدل پڑ جائیں گے تو ان سرداروں میں سے ہر ایک نے اپنے قریبی دوستوں اور چھپنے زاد بھائیوں کو خبر کر دی۔ صرف دو آدمیوں نے موسیٰ علیہ السلام سے یہاں ہوا وعدہ پورا کیا۔ ان میں سے ایک یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف علیہم السلام اور دوسرے کالب بن یوقنا موسیٰ علیہ السلام کے بہنوئی تھے جو حضرت مریم موسیٰ علیہ السلام کی بہن کے خاوند تھے اور یہود کے قبیلوں میں سے حقیقی سردار ہیں دو تھے۔ اب جب بنی اسرائیل نے یہ بات جان لی تو دھاڑیں مارتے ہوئے گئے کہ کاش ہم مصر میں ہوتے، ہم اس جنگل میں مرجائیں گے اور اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی زمین میں داخل نہیں کریں گے تو ہری عورتیں، اولاد، مال ان کے لیے مال نصیحت بن جائیں گے تو ہر آدمی اپنے ساتھی کو کہنے لگا کہ آؤ ہم مصر کی طرف لوٹ جائیں تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کی خبر دی ہے کہ (انہوں نے کہا اے موسیٰ وہاں ایک قوم ہے زبردست) (قَالُوا يَمْوَسِي اِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ وَاِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَاِن يَخْرُجُوا مِنْهَا فَاِنَّا دَاخِلُوْنَ) اور ہم ہرگز وہاں نہ جاویں گے یہاں تک کہ وہ نکل جائیں اس میں سے پھر اگر وہ نکل جاویں گے اس میں سے تو ہم نہ داخل ہوں گے) جبار کا اصل معنی ایسا بڑا جو اپنے غلبہ کی وجہ سے دوسرے کو روکنے والا ہو۔ جب کھجور کا درخت اتنا لمبا ہو کہ اس تک ہاتھ کی لمبائی نہ پہنچ سکے تو اس کو کہتے ہیں "نخلۃ جبارۃ" اس قوم کو جبارین بھی اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ان کے قدم بہت بڑے اور جسم بہت مضبوط تھے اور یہ قوم نماز میں سے تھے اور قوم عاد کے بچے ہوئے افراد تھے۔ جب بنو اسرائیل نے یہ بات کی اور مصر جانے کا ارادہ کیا تو موسیٰ و ہارون علیہم السلام فوراً سجدہ میں چلے گئے اور یوشع و کالب نے اپنے کپڑے پھاڑ دیئے اور انہی دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے اپنے آئندہ قول میں ہے۔

قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اللّٰهَ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَاِذَا
دَخَلْتُمُوْهُ فَانْكُمُ غٰلِبُوْنَ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٦﴾ قَالُوا يَمْوَسِي اِنَّا
لَنْ نَدْخُلَهَا اَبَدًا مَا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبِ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿٢٧﴾ قَالَ
رَبِّ اِنِّى لَا اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَاَفْرِقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٨﴾ قَالَ فَاِنَّا

مُحْرَمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ ۗ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ②۵

ترجمہ:- کہا ان دو شخصوں نے جو کہ ڈرنے والوں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا تھا کہ تم ان پر دروازہ تک تو چلو سو جس وقت تم دروازہ میں قدم رکھو گے اسی وقت غالب آ جاؤ گے۔ اور اللہ پر نظر رکھو اگر تم ایمان رکھتے ہو کہنے لگے کہ اے موسیٰ! ہم تو ہرگز بھی وہاں قدم نہ رکھیں گے جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں (اگر ایسا ہی لڑنا ضروری ہے) تو آپ اور آپ کے اللہ میاں چلے جائیے اور دونوں لڑ بھڑ لیجئے ہم تو یہاں سے سرکتے نہیں موسیٰ دعا کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار میں اپنی جان پر اور اپنے بھائی پر البتہ (پورا) اختیار رکھتا ہوں سو آپ ہم دونوں کے اور اس بے حکم قوم کے درمیان (مناسب) فیصلہ فرما دیجئے ارشاد ہوا (بہتر) تو یہ ملک ان کے ہاتھ چالیس برس تک نہ لگے گا یوں ہی زمین میں سمراتے پھریں رہیں گے سو آپ اس بے حکم قوم (کی اس حالت زار) پر (ذرا) غم نہ کیجئے۔

تفسیر ②۵ (قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ) (کہا دو مردوں نے اللہ سے ڈرنے والوں میں سے) یعنی اللہ سے ڈرنے والوں نے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ”یخافون“ کو یاء کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور کہا کہ یہ دو آدمی ان جبارین میں سے تھے جو اسلام لے آئے اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چل پڑے۔ (انعم اللہ علیہما) (کہ خدا کی نوازش تھی ان دونوں پر) توفیق اور گناہوں سے بچانے کے ساتھ۔ (ادخلوا علیہم الباب) (گھس جاؤ ان پر حملہ کر کے دروازہ میں) یعنی جبارین کی بستی میں داخل ہو جاؤ۔ (فاذا دخلتموه فانكم غالبون) (پھر جب تم اس میں داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی غالب ہو گے) اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہے اور ہم نے ان کو دیکھا ہے کہ ان کے جسم تو بہت بڑے ہیں لیکن دل کمزور ہیں تم ان سے نہ ڈرو۔ (وعلى الله فتوكلوا ان كنتم مؤمنين) (اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم یقین رکھتے ہو) پھر بنی اسرائیل نے یہ ارادہ کیا کہ ان کو پتھر ماریں۔

②۶ (قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِنَّا لَن نَدْخُلُهَا أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ) (بولے اے موسیٰ! ہم ہرگز نہ جاویں گے ساری عمر جب تک وہ رہیں گے اس میں سو تو جا اور تیرا رب اور تم دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں) ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مقدار بن اسود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک واقعہ میں موجود تھا اگر میں ان کا ساتھی ہوتا تو یہ مجھے بہت پسند ہوتا۔ مقدار رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ علیہ السلام مشرکین کے خلاف بددعا کر رہے تھے تو مقدار رضی اللہ عنہ نے کہا ہم آپ علیہ السلام کو وہ جواب نہیں دیں گے جو موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم نے دیا کہ ”تو اور تیرا رب جاؤ اور لڑو، ہم یہاں بیٹھے ہیں“ لیکن ہم آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے دشمن سے ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس بات سے آپ علیہ السلام کا چہرہ انور چمک اٹھا اور بہت خوش ہوئے۔ جب بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی اور یوشع اور کالب کو تکلیف دینے کا ارادہ کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے بددعا کی۔

﴿قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي﴾ (موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! میرے اختیار میں نہیں کمر میری جان اور میرا بھائی) بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے کہ میں صرف اپنی ذات کا مالک ہوں اور بعض نے کہا کہ قوم میں میری طاقت میرے سوا میرا بھائی کمر رہا ہے۔ (طالفرق بیننا) (سوجدائی کر دے تو ہم میں) یعنی ہمارے درمیان فیصلہ کر دے۔ (روبین قوم الفاسقین) (اور اس تا فرمان قوم میں) گنہگار قوم میں۔

﴿قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ﴾ (فرمایا تحقیق دوزخ میں حرام کی گئی ہے ان پر) بعض نے کہا ہے کہ یہاں کلام مکمل ہو گئی ہے اور معنی یہ ہے کہ یہ شیران پر حرام کر دیا گیا ہے ہمیشہ کے لیے۔ یہاں تحریم تعبدی مراد نہیں ہے بلکہ تحریم منع ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی کہ میں ان سب پر اس مقدس زمین میں داخلہ حرام کر دوں گا۔ سوائے میرے بندوں یوشع اور کالب کے اور میں اس جنگل میں ان کو چالیس سال رکھوں گا، ان کی جاسوسی کے چالیس ایام میں سے ہر ایک دن کے بدلہ ایک سال اور میں ان کے مردہ جسموں کو اسی جنگل بیابان میں ڈال دوں گا۔ ان کی اولاد نے کیونکہ کوئی برائی نہیں کی تو وہ اس ارض مقدس میں داخل ہو جائیں گے۔ پس یہی مشابہ ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان (اربعین منة) (تحقیق دوزخ میں حرام کی گئی ہے ان پر چالیس سال) (بتیبون فی الارض) (سرمارتے پھریں گے) حیران و پریشان پھریں گے۔ (فلا تأس علی القوم الفاسقین) (مک میں سو تو افسوس نہ کرنا فرمان قوم پر) یعنی ان جیسے لوگوں پر آپ علیہ السلام افسوس نہ کریں۔ پس یہ جتنے لاکھ جنگجو لوگ سفید پوش (قریباً اٹھارہ میل جگہ) جگہ پر چالیس سال رہے اور یہ لوگ ہر روز سفر کرتے تھے اور شام کو اسی جگہ پہنچ جاتے تھے جہاں سے سفر شروع کیا ہوتا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ اس وقت موسیٰ و ہارون علیہما السلام ان کے ساتھ نہیں تھے اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ حضرات بھی ان کے ساتھ تھے لیکن یہ سزا ان حضرات کے لیے نہیں تھی بلکہ قوم کے لیے تھی۔ اسی وادی تیبہ میں بیس سال سے زندگیاں آدی کر گیا سوائے حضرت یوشع علیہ السلام اور کالب کے اور موسیٰ علیہ السلام کو انکار کرنے والوں میں سے کوئی شخص بھی اربعہ مقام میں داخل نہ ہو گا۔ پھر جب سب لشکرین ہلاک ہو گئے اور چالیس سال گزر گئے اور ان کی نئی نسل جوان ہوئی تو یہ لوگ جبارین سے لڑائی کے لیے چل پڑے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ اس لڑائی کا امیر و کمانڈر کون تھا اور کس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے فتح دی تو ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اربعہ کو فتح کیا اور مقدمہ الجیش کے کمانڈر حضرت یوشع علیہ السلام تھے تو موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے باقی ماندہ افراد کو لے کر چلے۔

پہلے حضرت یوشع علیہ السلام داخل ہوئے اور جباریت سے لڑائی کی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام داخل ہوئے اور کچھ عرصہ قیام فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض کر لی اور موسیٰ علیہ السلام کی قبر کسی کو معلوم نہیں ہے۔ یہ سب سے صحیح قول ہے اس لیے کہ علماء اس بات پر متفق ہیں کہ عون بن عنق کو موسیٰ علیہ السلام نے قتل کیا تھا اور دیگر حضرات نے کہا کہ جبارین سے جنگ حضرت یوشع علیہ السلام نے کی اور یوشع علیہ السلام اس جنگ کے لیے لشکر موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد لے گئے تھے اور ان حضرات نے یہ بھی کہا کہ موسیٰ و ہارون علیہما السلام وادی تیبہ میں انتقال کر گئے تھے۔

ہارون علیہ السلام کی وفات کا تذکرہ

سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ میں ہارون علیہ السلام کو موت دینا چاہتا ہوں، آپ علیہ السلام ان کو فلاں پہاڑ پر لے جائیں تو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام اس پہاڑ پر تشریف لے گئے وہاں انہوں نے ایک ایسا خوبصورت درخت دیکھا اس جیسا پہلے کبھی نہیں دیکھا اور وہاں ایک خوبصورت گھر بنا ہوا تھا اس میں ایک تخت تھا جس پر بستر بچھا ہوا تھا اور بڑی عمدہ خوشبو آ رہی تھی۔ جب ہارون علیہ السلام کی اس پر نگاہ پڑی تو یہ سارا منظر ان کو اچھا لگا۔ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا میرا دل چاہتا ہے کہ اس تخت پر سو جاؤں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا سو جاؤ تو ہارون علیہ السلام کہنے لگے مجھے خوف ہے کہ اس گھر کا مالک آ گیا تو بہت ناراض ہوگا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ فکر مت کریں اگر مالک آ گیا تو میں اس کو سنبھال لوں گا، آپ سو جائیں۔ ہارون علیہ السلام کہنے لگے آپ بھی ساتھ لیٹیں تاکہ اگر مالک آئے تو ہم دونوں پر غصہ ہو۔ جب دونوں حضرات سونے کے لیے لیٹے تو ہارون علیہ السلام کی روح قبض ہونے لگی تو ان کو جیسے ہی یہ بات محسوس ہوئی کہنے لگے اے موسیٰ علیہ السلام آپ نے مجھ سے بات چھپائی جب ان کی روح قبض ہو گئی تو وہ گھر اٹھالیا گیا اور درخت چلا گیا اور وہ تخت ہارون علیہ السلام کو لے کر آسمان کی طرف بلند ہو گیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام تنہا بنی اسرائیل کی طرف آئے تو وہ کہنے لگے آپ علیہ السلام نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔ بنی اسرائیل کیونکہ ان سے زیادہ محبت کرتے تھے آپ کو حسد ہونے لگا تھا ان سے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تمہارا ناس ہو وہ میرے بھائی تھے میں ان کو کیسے قتل کر سکتا ہوں لیکن جب انہوں نے بار بار یہی بات کہی تو موسیٰ علیہ السلام نے دور کھت پڑھ کر دُعا کی تو وہ تخت نیچے اتر آیا اور لوگوں نے آسمان وزمین کے درمیان اس تخت پر ہارون علیہ السلام کو دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پہاڑ پر چڑھے تو موسیٰ علیہ السلام زندہ بچے اور ہارون علیہ السلام انتقال کر گئے تو بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کو کہنے لگے آپ نے ان کو قتل کیا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کو تکلیف دینے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا وہ ہارون علیہ السلام کو اٹھا کر بنی اسرائیل پر گزرے اور فرشتوں نے ان کی موت کے بارے میں گفتگو کی تو بنی اسرائیل نے پہچان لیا کہ وہ مر چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کے الزام سے بری کر دیا۔ پھر فرشتوں نے ان کو اٹھایا اور دفن کر دیا اور رخم کے علاوہ کسی کو بھی ان کی قبر کا پتہ نہ لگ سکا لیکن رخم کو اللہ تعالیٰ نے گونگا بہرہ بنا دیا اور عمر بن میمون کہتے ہیں کہ ہارون و موسیٰ علیہما السلام کی زندگی میں وادی تیبہ میں وفات پا گئے تھے یہ دونوں حضرات پہاڑ کی کسی غار میں گئے وہاں حضرت ہارون علیہ السلام وفات پا گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو وہیں دفن کر دیا اور بنی اسرائیل کے پاس چلے آئے۔ بنی اسرائیل نے کہا کہ آپ نے ان کو ہماری محبت کی وجہ سے قتل کیا ہے کیونکہ وہ بنی اسرائیل کو بہت محبوب تھے تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے آہ وزاری کی تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ ان کو ہارون علیہ السلام کی قبر پر لے جائیے میں ان کو اٹھا دوں گا تو موسیٰ علیہ السلام ان کو لے کر ہارون علیہ السلام کی قبر پر گئے وہاں جا کر موسیٰ علیہ السلام نے آواز دی تو ہارون

علیہ السلام قبر سے اپنے سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے نکل آئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کیا میں نے آپ کو قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں بلکہ میری موت کا وقت آ گیا تھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا آپ اپنی آرام گاہ میں واپس چلے جائیں۔ نبی اسرائیل کی تسلی ہو گئی اور واپس چلے گئے اور موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بارے میں ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام موت کو ناپسند سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ ان کو اس کی رغبت دلائیں تو یوشع بن نون کو خبر دی۔ یوشع بن نون صبح شام موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاتے تھے تو جب وہ گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ کے نبی اللہ نے کیا نبی وحی آپ کی طرف بھیجی؟ یوشع نے کہا اے اللہ کے نبی میں آپ کی صحبت میں اتنے سال رہا، میں نے آپ سے کبھی اللہ کی بھیجی ہوئی وحی کے بارے میں پوچھا جب تک آپ علیہ السلام نے خود بتانے کی ابتداء نہیں کی، یہ کہہ کر کچھ بھی نہیں بتایا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات دیکھی تو موت کو پسند کرنے لگے اور زندگی کو ناپسند۔

حما بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملک الموت موسیٰ بن عمران کے پاس آئے اور کہا کہ اپنے رب کو جواب دیں تو موسیٰ علیہ السلام نے موت کے فرشتے کی آنکھ پر طمانچہ مارا جس سے آنکھ پھوٹ گئی تو ملک الموت اللہ تعالیٰ کے پاس گئے اور کہا کہ آپ نے مجھے اپنے ایسے بندے کے پاس بھیج دیا جو موت کو نہیں چاہتا اور میری آنکھ پھوڑ دی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ ٹھیک کر دی اور کہا میرے بندے کے پاس واپس جاؤ اور ان سے پوچھو کیا آپ زندگی چاہتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو نیل کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیں تو آپ کا ہاتھ جتنے بالوں کو چھپالے گا اتنے سال آپ زندہ رہیں گے۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا اس کے بعد؟ ملک الموت نے کہا کہ آپ کو موت آ جائے گی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تو اب ٹھیک ہے۔ اے میرے رب! مجھے ارض مقدس سے اتنا قریب کر دے جتنا ایک پتھر پھینکنے کی مسافت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر میں وہاں ہوتا تو میں تم کو موسیٰ علیہ السلام کی قبر دکھاتا جو راستے کے ایک طرف سرخ ٹیلے کے پاس ہے اور وہ رب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کسی ضرورت سے گھر سے نکلے تو فرشتوں کی ایک جماعت پر گزر رہا جو ایک قبر کھود رہے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس سے اچھی اور اس جیسی قبر کبھی نہ دیکھی تھی کیونکہ اس میں سبزہ، رونق اور تروتازگی تھی تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا اے اللہ کے فرشتو! تم اس قبر کو کیوں کھود رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اللہ کے ایک معزز بندے کے لیے تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا اس بندے کا اللہ کے ہاں بہت مرتبہ ہوگا؟ میں نے آج تک ایسی آرام گاہ نہیں دیکھی تو فرشتوں نے کہا اے اللہ کے چنے ہوئے نبی کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ یہ آپ علیہ السلام کی ہو جائے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔ تو فرشتوں نے کہا اس میں اتر کر سو جائیں اور اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ موسیٰ علیہ السلام اس میں اللہ کی طرف متوجہ ہو کر سو گئے پھر آسانی سے سانس لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض کر لی اور فرشتوں نے موسیٰ علیہ السلام کی قبر بند کر دی اور بعض نے کہا کہ ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جنت کا سیب لائے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو سونگھا تو ان کی روح قبض کر لی اور موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے اور چالیس سال گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے یوشع علیہ السلام

کو نبی بنا کر بھیجا۔ انہوں نے بنی اسرائیل کو خبر دی کہ اللہ نے جبارہ سے جنگ کا حکم دیا ہے تو انہوں نے تصدیق اور اتباع کی تو یوشع علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر اریحاء کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے ساتھ میثاق کا تابوت تھا۔ انہوں نے اریحاء کا چھ ماہ محاصرہ کیا، ساتویں ماہ سینگوں میں پھونک مار کر پورے قبیلے نے ایک ساتھ آواز لگائی اور شور مچایا اور مدینہ کی دیوار گر گئی اور شہر میں داخل ہوئے اور جبارین نے جنگ کی اور ان کو شکست دی اور ان کو گھیر کر قتل کیا اور بنی اسرائیل کی ایک جماعت جبارین کے ایک آدمی کی گردن پر جمع ہو کر وار کرتے اور اس کے کٹنے تک لگے رہتے۔ یہ قتال جمعہ کے دن شروع ہوا تھا اور باقی چند افراد رہ گئے اور سورج غروب ہونے لگا اور ہفتہ کی رات داخل ہونے لگی تو یوشع علیہ السلام نے دُعا کی اے اللہ! تو سورج کو واپس کر دے اور سورج کو کہا کہ تو بھی اللہ کی اطاعت میں ہے اور ہم بھی تو ٹھہر جا اور چاند کو کہا تو بھی تاکہ ہم ہفتہ کا دن آنے سے پہلے اللہ کے دشمنوں سے انتقام لے لیں تو سورج واپس کر دیا گیا اور دن میں کچھ گھڑی کا اضافہ کر دیا گیا حتیٰ کہ ان سب کو قتل کر دیا گیا۔

اور شام کے بادشاہوں کا ارادہ کیا اور ان میں سے اکتیس کو تباہ و برباد کر دیا اور تمام ملک شام پر غلبہ حاصل کر لیا اور تمام ملک شام بنی اسرائیل کا ہو گیا۔ حضرت یوشع علیہ السلام نے اپنے عاملین کو ملک کے اطراف میں بھیج کر تمام مال غنیمت جمع کرایا لیکن اس پر آسمان سے آگ نہیں اُتری تو اللہ تعالیٰ نے یوشع علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اس مال میں خیانت ہوئی ہے تو آپ ان سب کو حکم دیں کہ وہ آپ کی بیعت کریں۔ جب سب نے بیعت کی تو اس خائن کا ہاتھ یوشع علیہ السلام کے ہاتھ سے جڑ گیا تو حضرت یوشع علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کچھ چھپایا ہے وہ لے آؤ تو سونے کا بنا ہوا تیل کا سر لایا جس پر یاقوت اور ہیرے موتی جڑے ہوئے تھے۔ اس نے اس کی خیانت کی تھی۔ حضرت یوشع علیہ السلام نے اس آدمی کو بھی مال غنیمت میں ڈال دیا اور آگ آئی اور اس آدمی سمیت سب مال کو جلا دیا۔ پھر یوشع علیہ السلام بھی وفات پا گئے اور جبل افرائیم میں دفن کیے گئے۔ ان کی عمر ایک سو چھبیس سال تھی اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد ستائیس سال تک بنی اسرائیل کی ذمہ داری سنبھالی۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَىٰ آدَمَ بِالْحَقِّ ۖ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقْبَلُ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَلْ مِنَ الْآخِرِ قَالَ لَا قُتْلُكَ ۖ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿٢٧﴾

ترجمہ اور آپ ان اہل کتاب کو آدم کے دو بیٹوں (ہابیل و قابیل) کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنا دیجئے جبکہ دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی اور ان میں سے ایک کی (یعنی ہابیل کی) تو مقبول ہو گئی اور دوسرے کی (یعنی قابیل کی) مقبول نہ ہوئی وہ دوسرا کہنے لگا کہ میں تجھ کو ضرور قتل کروں گا اس ایک نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ متقیوں ہی کا عمل قبول کرتے ہیں۔

تفسیر ﴿٢٧﴾ (وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَىٰ آدَمَ بِالْحَقِّ) (اور آپ سنائیں ان کو آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا حقیقی حال) اور وہ دونوں ہابیل اور قابیل تھے اور اس کو قابیل بھی کہا جاتا ہے۔

چھپالیا۔ ایک دن آدم علیہ السلام مکہ آئے بیت اللہ کی زیارت کے لیے تو ان کی عدم موجودگی میں قابیل ہابیل کے پاس آیا وہ اپنے ریوڑ میں کھڑے تھے۔ (قال لاقتلنک) (کہا میں تجھ کو مار ڈالوں گا) اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری قربانی قبول اور میری رد کر دی تو میری خوبصورت بہن سے نکاح کرے اور میں تیری بدصورت بہن سے۔ اس وجہ سے لوگ یہ باتیں کریں گے کہ تو مجھ سے بہتر ہے اور تیری اولاد میری اولاد پر ان باتوں کی وجہ سے فخر کرے گی۔ ہابیل نے کہا اس میں میرا کیا گناہ ہے۔ (قال انما يتقبل الله من المتقين) (اللہ تعالیٰ تو صرف پرہیزگاروں سے قبول کرتے ہیں)۔

لَئِنْ مَسَطَّتْ اِلَى يَدِكَ لِتَقْتُلَنِي مَا اَنَا بِبَاسِطِ يَدِي اِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ اِنِّي اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ②۸ اِنِّي اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْءَ اِبَائِيْ وَ اِثْمِكَ فَتَكُوْنُ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ وَ ذٰلِكَ جَزَاؤُ الظّٰلِمِيْنَ ②۹ فَطَوَّعْتُ لَهٗ نَفْسَهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ③۰

﴿تجوید﴾ اگر تو مجھ پر میرے قتل کرنے کے لئے دست درازی کرے گا تب بھی میں تجھ پر تیرے قتل کرنے کے لئے ہرگز دست درازی کرنے والا نہیں کیونکہ میں تو خدائے پروردگار عالم سے ڈرتا ہوں میں یوں چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ اور اپنے گناہ سب اپنے سر رکھ لے پھر تو دوزخیوں میں شامل ہو جائے اور یہی سزا ہوتی ہے ظلم کرنے والوں کی سو اس کے جی نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا پھر اس کو قتل ہی کر ڈالا جس سے بڑے نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو گیا۔

﴿تجوید﴾ ②۸ (لَئِنْ مَسَطَّتْ اِلَى يَدِكَ لِتَقْتُلَنِي مَا اَنَا بِبَاسِطِ يَدِي اِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ اِنِّي اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ) (اگر تو ہاتھ چلائے گا) میری طرف مارنے کو میں نہ ہاتھ چلاؤں گا تجھ پر مارنے کو میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو پروردگار ہے سب جہان کا) ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہابیل اپنے بھائی سے زیادہ طاقتور تھے لیکن ان کو یہ شرم آئی کہ میں اپنے بھائی پر ہاتھ کیسے اٹھاؤں اور شریعت میں یہ جائز ہے کہ کسی کو قتل کیا جا رہا ہو تو وہ ثواب کے لیے مزاحمت نہ کرے جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے اس وقت یہ بات فرض کی تھی کہ کوئی شخص کسی کو قتل کرنے لگے تو وہ صبر کرے مزاحمت نہ کرے۔

②۹ (اِنِّي اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْءَ) (میں چاہتا ہوں کہ تو حاصل کرے) تو لوٹے اور بعض نے کہا تو اٹھائے۔ (بِاِثْمِيْ وَ اِثْمِكَ) (میرا گناہ اور اپنا گناہ) یعنی میرے قتل کا گناہ اپنے دیگر گناہوں کے ساتھ جو اس سے پہلے تو کر چکا ہے۔ یہ اکثر مفسرین کا قول ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ میرا ارادہ ہے کہ تجھ پر میری خطاؤں کا بھی بوجھ ہو جب تو مجھے قتل کرے گا اور اپنے گناہ اس کے علاوہ تو اس طرح تو میرا خون اور گناہ دونوں اٹھائے گا اور بعض نے کہا مطلب یہ ہے کہ تو میرے قتل کا گناہ اور اپنی اس نافرمانی کا گناہ بھی حاصل کرے جس کی وجہ سے تیری قربانی قبول نہیں ہوئی یا اپنے حسد کا گناہ بھی حاصل کرے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ ہابیل نے یہ کیسے کہہ دیا کہ میرا ارادہ ہے کہ تو میرے اور اپنے گناہ کو حاصل کرے حالانکہ گناہ

کا ارادہ کرتا تو جائز نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ حقیقتاً ارادہ ان کا ارادہ نہیں تھا لیکن جب ان کو یقین ہو گیا کہ بھائی مجھے ہر حال میں قتل کرے گا تو ثواب کی امید پر انہوں نے اپنے نفس کو راضی کر لیا تو مجازاً یوں کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنے قتل کا ارادہ کیا اگرچہ حقیقتاً یہ مراد نہیں تھی اور بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میرا ارادہ ہے کہ تو میرے قتل کی سزا کو حاصل کرے تو یہ صحیح ارادہ ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ہے اور یہ قتل کا ارادہ نہیں بلکہ قتل کی سزا و گناہ کا ارادہ ہے۔ (فَتَكُونُ مِنَ أَصْحَابِ النَّارِ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ) (پھر تو ہو جائے دوزخ والوں میں سے اور یہی ہے ظالموں کی سزا)

⑤ (فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ) (پھر راضی کیا اس کو اس کے نفس نے) یعنی اس کو تیار کیا اور اس کی مدد کی اور ابھارا۔ (قتل اخیہ) (اپنے بھائی کے خون پر) اپنے بھائی کے قتل کرنے میں اور مجاہد کہتے ہیں کہ اس کو نفس نے خوب ابھارا اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں نفس نے بھائی کا قتل بڑا خوبصورت کر کے دکھایا اور ایمان کہتے ہیں کہ اس کو آسان بتلایا یعنی اس کے نفس نے اس بات پر آمادہ کیا کہ تیرے بھائی کا قتل بہت آسان ہے۔ پھر قاتیل نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا جب اس نے پکا ارادہ کیا تو قتل کا طریقہ معلوم نہیں تھا تو ابن جریج فرماتے ہیں کہ شیطان انسانی شکل میں آیا اور ایک پرندہ پکڑ کر اس کو ایک پتھر پر رکھ کر دوسرا پتھر اٹھا کر اس کے سر پر مارا اور مر گیا۔ قاتیل نے یہ طریقہ سیکھ لیا اور ہاتیل کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر پھاڑ دیا۔ بعض نے کہا ہاتیل قتل کے وقت مطبوع تھے اور بعض نے کہا وہ سوئے ہوئے تھے اس نے غفلت میں ان کا سر پھاڑ کر قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ (فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ) (پھر اس کو مار ڈالا سو ہو گیا نقصان اٹھانے والوں میں)

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِبُرِيَّةِ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَ ؤَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يُّوَيْلَتَى

اَعْجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِي سَوْءَ ؤَ اَخِيْ فَاَصْبَحَ مِنَ النَّٰدِمِيْنَ ⑥

⑥ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کو ابھیجا کہ وہ (چونچ اور بچوں سے) زمین کو کھودتا تھا تاکہ وہ اس کو تعلیم کر دے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طریقہ سے چھپانے کیسے لگا فسوس میری حالت پر کیا میں اس سے بھی گیا گزرا کہ اس کو بے ہی کے برابر ہوتا اور اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دیتا سو (اس بد حالی پر) بڑا شرمندہ ہوا۔

⑦ (فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِبُرِيَّةِ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَ ؤَ اَخِيْهِ) (پھر بھیجا اللہ نے ایک کو ابو

زمین کو کھودتا تھا تاکہ اس کو دکھلا دے کہ کیسے چھپانی ہے اپنے بھائی کی لاش) جب قاتیل نے کو بے کو یہ کرتے دیکھا تو (قال..... سواة اخی) (ابو الے فسوس! مجھ سے اتنا نہ ہو گا کہ اس کو بے کے برابر ہو جاؤں کہ اپنے بھائی کی لاش کو چھپاؤں) یعنی بھائی کی لاش چھپاؤں بعض نے کہا اس کی شرمگاہ کو چھپاؤں کیونکہ قاتیل نے ان کے کپڑے اتار لیے تھے۔ (فاصبح من النادمین) (پھر پچھتانے لگا) اس کی لاش کندھے پر اٹھانے پر شرمندہ ہوانہ کہ قتل پر اور بعض نے کہا کہ بھائی کی جدائی پر فسوس ہو اور بعض نے کہا اس کے قتل سے فائدہ کم ہوا کیونکہ والدین ناراض ہو گئے اس لیے شرمندہ ہوا کیونکہ اس قتل سے نفع کچھ نہ ہوا۔ اس قتل پر شرمندگی نہ ہوئی

تھی۔ عبدالمطلب بن عبداللہ بن حنطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب قابیل نے بھائی کو قتل کر دیا تو زمین سات دن پیاسی رہی اور پھر ہابیل کا خون پیپانی کی طرح۔ آدم علیہ السلام نے قابیل سے پوچھا کہ تیرا بھائی ہابیل کہاں ہے؟ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں، میں اس کا نگران نہیں ہوں تو آدم علیہ السلام نے فرمایا تیرے بھائی کا خون مجھے زمین سے پکار رہا ہے۔ تو نے بھائی کو کیوں قتل کیا؟ تو قابیل نے کہا اگر میں نے قتل کیا ہے تو خون کہاں ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت سے زمین پر خون کا پینا حرام کر دیا ہے۔

ہابیل کے قتل ہو جانے پر ہر چیز کا ذائقہ کڑوا ہو گیا

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آدم علیہ السلام کے مکہ جانے پر قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو درختوں کے کانٹے نکل آئے اور کھانے خراب ہو گئے اور میوے کھٹے اور پانی چل پڑا اور زمین غبار آلود ہو گئی تو آدم علیہ السلام نے سوچا کوئی نئی بات ہو گئی ہے تو ہندوستان تشریف لائے تو قابیل ہابیل کو قتل کر چکا تھا تو انہوں نے شعر کہا اور آدم علیہ السلام نے دنیا میں پہلا شعر کہا:

تغیرت البلاد ومن علیها

فوجه الارض مغبر قبیح

تغیر کل ذی طعم ولون

وقل بشاشة الوجه الملیح

شہر اور ان پر آباد لوگ تبدیل ہو گئے۔ پس زمین کا چہرہ غبار آلود بد صورت ہو گیا۔ ہر ذائقہ اور رنگ والی چیز تبدیل ہو گئی۔ خوبصورت چہرہ کی تروتازگی کم ہو گئی۔ میمون بن مہران نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جس نے یہ کہا کہ آدم علیہ السلام نے شعر کہا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ کہا کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام شعر کی ممانعت میں برابر ہیں لیکن جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو آدم علیہ السلام نے سریانی زبان میں ان کا مرثیہ کہا اور حضرت شیت علیہ السلام کو کہا اے میرے بیٹے آپ میرے وصی ہو اس کلام کو بطور وراثت محفوظ کر لو تا کہ لوگوں کے دل اس سے نرم ہوں یہ مرثیہ نسل در نسل چلتا ہوا عبرت بن قحطان تک پہنچ گیا۔ اس کو عربی اور سریانی پر مہارت تھی۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے عربی کو لکھا یہ شاعر تھا اس نے اس مرثیہ میں تقدیم و تاخیر کر کے شعر کے وزن پر کر دیا اور چند اشعار کا اضافہ کر دیا۔

ومالی لا جود بسکب دمع

وہابیل تضمنہ الضریح

اری طول الحیاة علی غما

فهل انا من حیاتی مستریح

”مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں آنسو بہانے میں سخاوت نہیں کرتا حالانکہ ہابیل تو قبر میں ہے۔ میں لمبی زندگی کو اپنے اوپر غم خیال کرتا ہوں۔ کیا میں اپنی زندگی سے راحت حاصل کر سکتا ہوں۔“

پھر جب ہابیل کے قتل کو پانچ سال گزر گئے اور آدم علیہ السلام کی عمر ایک سو تیس سال ہو گئی تو حضرت حواء علیہا السلام سے حضرت شیت علیہ السلام پیدا ہوئے۔ ان کا نام عبداللہ تھا اور یہ ہابیل کے اچھے جانشین تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو رات و دن کی گھڑیوں کا علم دیا اور ہر گھڑی میں مخلوق کی عبادت کا بھی علم دیا اور ان پر پچاس صحیفے نازل کیے تو یہ آدم علیہ السلام کے وصی اور ولی عہد ہوئے۔

آگ کی پوجا کی ابتداء قابیل نے کی

بہر حال قابیل کو کہا گیا کہ تو یہاں سے چلا جا دھکا راہو گھبرا یا ہوا اور مرعوب تو جس کو دیکھے گا اس سے بے خوف نہ ہوگا۔ اس نے بہن اقلیما کا ہاتھ پکڑا اور اس کو لے کر عدن یمن کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں اس کے پاس شیطان آیا اور اس کو کہا کہ آگ نے قابیل کی قربانی اس وجہ سے کھائی کہ وہ آگ کی عبادت کرتا تھا تو تو بھی آگ کو خدا بنالے یہ تجھے اور تیری اولاد کو نفع دے گا تو اس نے ایک گھر بنایا، آگ کی عبادت کے لیے یہ پہلا شخص ہے جس نے آگ کی پوجا کی۔ قابیل کی اولاد میں جس کا بھی اس پر گزر ہوتا اس کو پتھر مارتے۔ ایک دن قابیل کا نابینا بیٹا اپنے بیٹے کے ساتھ آیا اس کے بیٹے نے نابینا کو کہا ابا جان! یہ آپ کے والد ہیں اس نابینا نے پتھر مار کر قابیل کو قتل کر دیا۔ بیٹے نے کہا ابا جان آپ نے اپنے والد کو مار دیا؟ تو اس نابینا نے غصہ میں بیٹے کو پتھر مارا وہ بھی مر گیا۔ اب وہ نابینا کہنے لگا کہ میرے لیے ہلاکت ہے کہ میں نے ایک پتھر سے باپ کو اور پتھر سے بیٹے کو قتل کر دیا۔

یہ ہر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قابیل کی ایک ٹانگ اور پاؤں باندھ کر اس کو لٹکا دیا گیا اور قیامت تک لٹکا رہے گا۔ اس کا چہرہ سورج کی طرف ہے جہاں سورج گھومتا ہے وہ بھی ساتھ گھومتا ہے اور فرمایا کہ قابیل کی اولاد نے بینڈ باجے طبلے وغیرہ آلات نبوت بنائے اور شراب پینے، ہیل کو داؤزتا آگ کی پوجا اور دیگر بے حیائیوں میں مست ہو گئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ان کو طوفان سے غرق کر دیا اور صرف شیث علیہ السلام کی نسل باقی رہ گئی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص ظلماً قتل کیا جاتا ہے تو آدم علیہ السلام کے بیٹے پر اس کے خون کا گناہ ہوتا ہے کیونکہ اس نے قتل کا طریقہ جاری کیا۔

مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يَكْفُرُوا بِالْقَوْلِ الَّذِي أَوْفَوْا بِهٖ
الْأَرْضِ فَكَانُوا قَتْلَ النَّاسِ جَمِيعًا ۚ وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَانَتْ مَوْجِبَةً لِّقَوْلِهِمْ بِمَا كَفَرُوا
فَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ بَعَدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ ﴿۱۰۰﴾

﴿تفسیر﴾ اسی (واقعہ کی) وجہ سے ہم نے (تمام مکلفین پر عموماً اور) بنی اسرائیل پر (خصوصاً) یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی شخص کو بلا معاوضہ دوسرے شخص کے یا بدوں کسی فساد کے جو زمین میں اس سے پھیلا ہو (خواہ مخواہ) قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور جو شخص کسی شخص کو بچا لے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچا لیا اور بنی اسرائیل کے پاس ہمارے بہت سے پیغمبر بھی دلائل واضحہ (نبوت کے) لے کر آئے پھر اس کے بعد بھی بہترے ان میں سے دنیا میں زیادتی کرنے والے ہی رہے۔

﴿تفسیر﴾ (من اجل ذلک) (اس سبب سے) ابوجعفر رحمہ اللہ نے من اجل ذلک بکولون کے کسرہ کے ساتھ ملا کر پڑھا ہے

اور اکثر قراء نے نون کے جزم اور ہمزہ کے فتح کے ساتھ جدا کر کے۔ یعنی اس قاتل کی سزا اور چٹی کی وجہ سے (كُنْبَنَا عَلٰی بَنِي إِسْرَائِيلَ يٰلَٰهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ) (لکھا ہم نے بنی اسرائیل پر کہ جو کوئی قتل کرے ایک جان کو بلا عوض جان کے) قتل کیا اس کو تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ (او فساد فی الارض) (یا ملک میں فساد کرنے کے بغیر) یعنی بغیر قصاص لینے اور کفر، زنا، ڈاکہ وغیرہ کے ذریعے ملک میں فساد کرنے کے بغیر قتل کیا۔ (فکانما قتل الناس جميعاً) (تو گویا قتل کر ڈالا اس نے سب لوگوں کو) اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

نبی یا عادل بادشاہ کو قتل کرنا پوری اُمت کو قتل کرنے کے برابر ہے

عکرمہ کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہ ہے کہ جس نے نبی یا عادل بادشاہ کو قتل کیا تو اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا اور جس نے نبی یا امام عادل کی قوت بڑھائی اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کیا۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس نے ناحق کسی کو قتل کیا تو ایسی آگ بھڑکتی ہے جیسے اگر تمام لوگوں کو قتل کرتا تو بھڑکتی۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اجر کو بڑا کیا اور گناہ کو بہت زیادہ کیا۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے کسی مسلمان کے ناحق قتل کو حلال سمجھا گویا کہ اس کو تمام لوگوں کے قتل کرنے کا گناہ ہو اس لیے کہ ایک قتل کر دیا تو باقی بھی اس سے محفوظ نہ ہوئے۔ (ومن احياها) (اور جس نے زندہ رکھا ایک جان کو) اور اس کے قتل سے پرہیز کیا۔ (فکانما احيا الناس جميعاً) (تو گویا زندہ کر دیا سب لوگوں کو) کیونکہ سب لوگ اس سے محفوظ ہو گئے تو ثواب ملے گا۔

حسن رحمہ فرماتے ہیں کہ سب لوگوں کو قتل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے ایسا قصاص لینا واجب ہے جیسا اگر سب لوگوں کو قتل کرتا تو لیا جاتا اور "ومن احياها" کا مطلب یہ ہے کہ جس پر قصاص واجب تھا اس کو معاف کر دیا اور قتل نہیں کیا تو گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ کر دیا۔ سلیمان بن علی فرماتے ہیں کہ میں نے حسن کو کہا اے ابوسعید! کیا یہ حکم بنی اسرائیل کی طرح ہمیں بھی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں بنی اسرائیل کے خون ہمارے خون سے اللہ کے ہاں زیادہ مرتبہ والے نہیں تھے۔ (وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ) اور لاپچھے ہیں ان کے پاس ہمارے رسول کھلے ہوئے حکم پھر بہت سے لوگ ان میں سے اس پر بھی دست درازی کرتے ہیں۔

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ③

جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا زمین پر سے نکال دیئے جائیں یہ ان کے لئے دنیا میں سخت رسوائی ہے اور ان کو آخرت میں عذاب عظیم ہوگا۔

انما جزاء الذین کی تفسیر

تفسیر ③ (انما جزاء الذین یُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَیَسْعَوْنَ لِی الْاَرْضِ فَسَادًا) (یہی سزا ہے ان لوگوں کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو۔ الخ)

سُحَاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اہل کتاب کی ایک قوم کے بارے میں نازل ہوئی ان کے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین عہد تھا۔ انہوں نے عہد توڑ دیا اور ڈاکہ مار کر زمین میں فساد مچانے لگے۔

اور کلبی رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ ہلال بن عویر کی قوم کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہلال بن عویر جو کہ ابو بردۃ الاسلمی ہیں سے یہ معاہدہ تھا کہ نہ ان کی کوئی مدد کریں گے اور نہ ان کے کسی دشمن کی ان کے خلاف اور جو شخص ہلال بن عویر کے علاقہ سے گزر کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنا چاہے وہ امن والا ہوگا اس کو کوئی تنگ نہ کرے گا تو نبی کنانہ کی ایک جماعت اسلام لانے کے ارادہ سے ہلال بن عویر کی قوم کے چند مسلمانوں کے ساتھ چل پڑی۔ اس وقت ہلال وہاں موجود نہ تھے تو ان کی قوم نے ان کو لوٹ کر قتل کر دیا تو جبرئیل علیہ السلام ان کے بارے میں یہ فیصلہ لے کر آئے۔

قبیلہ عرینہ کا قصہ

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت قبیلہ عرینہ اور عکمل کے بارے میں نازل ہوئی کہ ان کے چند لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام پر بیعت کی لیکن یہ لوگ جھوٹے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صدقہ کے اونٹوں کی طرف بھیجا تو یہ مرتد ہو گئے اور چرواہے کو قتل کر کے اونٹ ہانک کر لے گئے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عکمل کے چند لوگ آئے اور مسلمان ہو گئے اور مدینہ کی آب و ہوا ان کے ناموافق تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ صدقہ کے اونٹوں کے پاس جا کر ان کا دودھ اور پیشاب پی لیں۔ انہوں نے ایسا یا تو تندرست ہو گئے اور مرتد ہو کر ان کے چرواہوں کو قتل کیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تعاقب میں لشکر بھیجا جو ان کو گرفتار کر کے لایا۔ آپ علیہ السلام نے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے اور آنکھیں نکلوادیں اور ان کے خون روکنے کا انتظام نہیں کیا۔ اسی حال میں وہ مر گئے اور ابو قلابہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے پھر ان کی آنکھوں میں مینیس پھیری گئیں اور ان کو حرۃ میں پھینک دیا گیا وہ پانی مانگتے تھے ان کو پانی نہ دیا گیا حتیٰ کہ وہ مر گئے۔ ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے قتل، چوری، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ اور زمین میں فساد جیسے جرائم کیے۔ ان عرینہ والوں کے حکم میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا یہ حکم منسوخ ہے اس لیے کہ اب مثلہ (مثل بکاڑ دینا) جائز نہیں اور بعض نے کہا یہ حکم اب بھی ہے صرف مثلہ اور آنکھیں نکالنا منسوخ ہو گیا ہے۔

قنادہ رحمہ اللہ نے ابن سیرین رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ یہ واقعہ حد شرعی کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے اور ابو الزناد فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ یہ معاملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حد کا حکم نازل کیا اور منگہ سے روک دیا، دوبارہ ایسا نہیں کیا گیا اور قنادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اس واقعہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کی ترغیب دیتے تھے اور ”مثلہ“ سے منع کرتے تھے۔

مثلہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

سلیمان التیمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی آنکھیں اس وجہ سے پھوڑی تھیں کہ انہوں نے بھی چرواہوں کی آنکھیں پھوڑی تھیں اور لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دی گئی ہے کہ ان کو یہ سزا دی جانی چاہیے تھی نہ کہ مثلہ اس لیے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو مثلہ سے منع کیا اور علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ اس حد کے کون لوگ مستحق ہیں تو ایک قوم نے کہا یہ حد ان لوگوں کے لیے ہے جو ڈاکہ ڈالیں اور مسلمانوں پر اسلحہ اٹھائیں اور شہروں میں فساد ڈالیں اور یہی اوزاعی، امام مالک، لیث بن سعد اور امام شافعی رحمہما اللہ کا قول ہے اور ایک قوم نے کہا ہے کہ شہر میں فساد مچانے اور غلبہ کرنے والوں کا یہ حکم نہیں ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور لڑائی کرنے والوں کی سزا اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کی ہے: (أَنْ يُقْتَلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ) (کہ ان کو قتل کیا جائے یا سولی چڑھائے جاویں یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے یا دور کر دیئے جائیں اس جگہ سے)۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ امام کو جنگجو لوگوں کے بارے میں اختیار ہے کہ ان کو قتل کرے یا ہاتھ پاؤں کاٹے یا سولی چڑھائے یا جلاوطن کرے جیسا کہ آیت کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے اور یہی سعید بن مسیب، حسن، نخعی اور مجاہد رحمہما اللہ کا قول ہے اور اکثر حضرات اس جانب گئے ہیں کہ یہ سزائیں جرائم کے مطابق ہیں اختیاری نہیں ہے۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ڈاکوؤں کے بارے میں مروی ہے کہ جب ڈاکو قتل بھی کریں اور مال لوٹیں تو ان کو قتل کر کے سولی پر لٹکا دو اور اگر صرف قتل کریں مال نہ لیں تو ان کو صرف قتل کیا جائے سولی پر نہ لٹکایا جائے اور جب وہ صرف مال لوٹیں قتل نہ کریں تو ان کے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں مخالف جانب سے کاٹے جائیں اور جب صرف مسافروں کو ڈرائیں اور مال نہ لیں تو ان کو جلاوطن کیا جائے اور یہی قنادہ، اوزاعی، امام شافعی رحمہما اللہ اور اصحاب الرأی کا قول ہے اور جب ڈاکو کسی کو قتل کر دیں تو مقتول کے ورثاء اگر معاف بھی کر دیں۔ تب بھی اس ڈاکو کو قتل کیا جائے گا اور اگر نصاب کی مقدار مال لیں یعنی ایک دینار کا چوتھا حصہ تو دایاں ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹا جائے گا اور جب مال لوٹ کر قتل کر دے تو قتل اور سولی چڑھایا جائے گا لیکن اس کی کیفیت میں اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ اس کو پہلے قتل کیا جائے، پھر سولی چڑھایا جائے اور بعض نے کہا زندہ حالت میں

سولی پر چڑھا کر نیزہ مار کر زخمی کیا جائے اور اسی حالت میں مر جائے اور یہی لیث بن سعد رحمہ اللہ کا قول ہے اور بعض نے کہا تین دن زندہ حالت میں سولی پر لٹکایا جائے پھر اتار کر قتل کیا جائے اور جب ڈاکو صرف ڈرائے دھمکائے تو جلاوطن کیا جائے گا۔ پھر اس جلاوطنی کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ امام اس کی تلاش جاری رکھے گا جب بھی جس شہر میں مل جائے وہاں سے جلاوطن کر دیا جائے گا اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبدالعزیز کا یہی قول ہے اور بعض نے کہا اس کو حد جاری کرنے کے لیے تلاش کیا جائے گا اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما اور لیث بن سعد کا قول اور امام شافعی رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں اور اہل کوفہ فرماتے ہیں کہ آیت میں نفی سے مراد قید کرنا ہے اور محمد بن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اپنے شہر سے دوسرے شہر کی طرف نکال کر وہاں اس کو قید کیا جائے گا جب تک توبہ نہ کر لے اور کچھ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پہلے منعص ہیں جنہوں نے جیلوں میں قید کیا اور فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ جب تک اس سے توبہ ظاہر نہ ہو جائے قید رہے، میں اس کو دوسرے شہر نہیں بھیجوں گا کہ وہاں تکلیف دے۔ (ذلک یہ) جو حد ذکر کی گئی ہے (لہم خزئی ان کی رسوائی ہے) عذاب اور ذلت و رسوائی ہے (فی الدنیا ولہم فی الآخرۃ عذاب عظیم دنیا میں اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے)

اَلَا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ فَاَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۵

﴿توبہ﴾ ہاں مگر جو لوگ قبل اس کے کہ تم ان کو گرفتار کرو توبہ کر لیں تو جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ بخش دے گا مہربانی فرمادیں گے۔

﴿تفسیر﴾ (اَلَا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ فَاَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ مگر جنہوں نے توبہ کی

تو توبہ سے پہلے تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے) جن حضرات کے نزدیک یہ آیت کفار کے بارے میں نازل ہوئی ان کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ مگر جن لوگوں نے اپنے شرک سے توبہ کی اور ان پر قابو پانے سے پہلے اسلام لے آئے اور مطیع ہو گئے تو ان پر کوئی حد جاری نہ ہوگی اور کفر کی حالت میں جو خون بہائے اور مال لوٹے وہ معاف ہوں گے اور بہر حال مسلمان جنگجو جو ان میں سے پکڑے جانے سے قبل توبہ کر لیں تو ان سے حقوق اللہ تو معاف ہو جائیں گے اور ان حقوق اللہ میں کوتاہی کی سزا نہیں بھی لیکن حقوق العباد میں تفصیل یہ ہے کہ اگر ڈاکہ کے دوران کسی کو قتل کر دیا ہو اور پکڑے جانے سے پہلے توبہ کر لیں تو ان سے قتل کا پختہ حکم تو نکل جائے گا لیکن قصاص کا معاملہ اولیاء مقتول کے سپرد ہوگا۔ اگر وہ چاہیں تو قصاص لیں ورنہ معاف کر دیں اور ویت لے لیں اور اگر توبہ سے قبل صرف مال لیا تھا تو قطع ید ساقط ہو جائے گا اور اگر مال لے کر قتل کیا تھا پھر توبہ کی اور پکڑے گئے تو قتل اور سولی کا حکم ختم ہو جائے گا اور مال کی ضمانت واجب ہوگی۔ یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے اور بعض نے کہا کہ مسلمان ڈاکو جب پکڑے جانے سے پہلے خود توبہ کر کے آجائے تو اس پر مال اور خون کا کوئی تاوان نہ ہوگا۔ ہاں اگر کسی کا مال اس وقت اس کے پاس موجود ہو تو وہ واپس کرنا ہوگا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حارثہ بن زید کے بارے میں مروی ہے کہ اس نے خون بہایا اور مال لوٹا اور پکڑے جانے سے پہلے خود توبہ کر کے آ گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کوئی تاوان نہ لیا تھا لیکن اگر پکڑے جانے کے بعد کوئی توبہ کر لے تو اس سے کوئی چیز معاف نہ ہوگی اور بعض نے کہا کہ حقوق کی وجہ سے جو سزا

واجب ہوئی ہو مثلاً ڈاکہ کی سزا، چوری کی سزا، زنا کی سزا، شراب پینے کی سزا وغیرہ تو یہ توبہ کی وجہ سے ہر حال میں معاف ہو جائے گی لیکن اکثر علماء کے نزدیک پکڑے جانے کے بعد معاف نہ ہوں گی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ⑤
 إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ
 الْقِيَامَةِ مَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ⑥ يُرِيدُونَ أَنْ يُخْرِجُوكَ مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ
 بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ⑦ وَأَسَارِقٌ وَالسَّارِقُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جِزَاءً بِمَا
 كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ⑧

⑤ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور خدا تعالیٰ کا قرب ڈھونڈو اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا کرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے یقیناً جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس تمام دنیا بھر کی چیزیں ہوں اور ان چیزوں کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی ہوں تاکہ وہ اس کو دے کر روز قیامت کے عذاب سے چھوٹ جاویں تب بھی وہ چیزیں ہرگز ان سے قبول نہ کی جاویں گی اور ان کو دردناک عذاب ہوگا۔ اس بات کی خواہش کریں گے کہ دوزخ سے نکل آویں اور وہ اس سے کبھی نہ نکلیں گے اور ان کو عذاب دائمی ہوگا اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے سوان دونوں کے (داہنے) ہاتھ (گٹے پر سے) کاٹ ڈالوان کے کردار کے عوض میں بطور سزا کے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ قوت والے ہیں (جو سزا چاہیں مقرر فرمائیں) بڑے حکمت والے ہیں جو کہ مناسب ہی سزا مقرر فرماتے ہیں۔

⑤ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ) یعنی قرب کا ذریعہ یہ فعلیت کے وزن پر ہے تو سل الی فلان سے لیا گیا ہے یعنی فلاں کی طرف قریب ہو گیا اس کی جمع وسائل آتی ہے۔ (وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ) اور جہاد کرو اس کے راستہ میں تاکہ تمہارا بوجھ لاہو (⑥ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ) جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس جو کچھ زمین میں ہے سارا ہو اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور ہوتا کہ بدلہ میں دیں اپنے قیامت کے عذاب سے تو ان سے قبول نہ ہوگا) اس آیت میں خبر دی ہے کہ کافر اگر تمام دنیا اور اس کے مثل کا مالک ہو اور عذاب سے چھٹکارے کے لیے سب کچھ دے تو اس سے یہ نہ قبول نہ ہوگا (ولہم عذاب الیم اور ان کے واسطے دردناک عذاب ہے)

⑦ (يُرِيدُونَ أَنْ يُخْرِجُوكَ مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا) چاہیں گے کہ نکل جاویں آگ سے اور وہ اس سے نکلنے والے نہیں) اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ ارادہ کر کے اس سے نکلنے کا مطالبہ کریں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (کلما ارادو أن يخرجوا منها) جب بھی وہ اس سے نکلنے کا ارادہ کریں گے اور دوسری یہ کہ صرف دل میں تمنا

کریں گے جیسا اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خواہش کی خبر دی (دہنا اخر جنا منها) اے ہمارے رب! ہمیں اس سے نکال دے (وَلِيَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے)

13... (وَالسَّارِقِ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا) اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت، کاٹ ڈالو ان کے ہاتھ) اس سے مراد ان کے دائیں ہاتھ ہیں اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں لکھا ہوا ہے اور مکمل حکم یہ ہے کہ جو شخص مال کی ایک خاص مقدار ایسی حفاظت کی جگہ سے چوری کرے جس میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو تو اس کے ہونچے سے اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اہل علم کے نزدیک نصاب سے کم مال کی چوری پر قطع ید نہیں ہے۔ ابن زبیر سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ تھوڑی سی چیز کی چوری پر ہاتھ کاٹ دیتے تھے اور اکثر علماء اس کے خلاف ہیں۔

کتنی مقدار پر قطع ید ہوگا؟

مال کی اتنی مقدار پر ہاتھ کاٹا جائے گا اس میں اختلاف ہے۔ اکثر اہل علم کے نزدیک ایک دینار کے چوتھے حصہ سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

اگر دینار کا چوتھا حصہ یا سا مان چھایا جس کی قیمت ربع دینار کو پہنچ جاتی ہے تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور یہی حضرت ابو بکر، حضرت عمرو عثمان، علی (رضی اللہ عنہما) کا قول ہے اور عمر بن عبدالعزیز، امام اوزاعی، امام شافعی رحمہما اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اس حدیث کی وجہ سے جو عمرو نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قطع ید دینار کی چوتھائی یا زائد میں ہوگا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹا اس ڈھال کی قیمت تین درہم تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے لیووں چورئی کرنے والے کا ہاتھ کٹوایا۔ اس کی قیمت لکائی گئی تو تین درہم تھی اور امام مالک رحمہ اللہ کا یہی قول ہے کہ تین درہم یا اس کی مالیت کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

اور ایک قوم اس طرف کئی ہے کہ ایک دینار یا دس درہم یا اس کی مالیت سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور یہی بات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اسی طرف سفیان ثوری اور اصحاب رائے گئے ہیں اور ایک جماعت نے کہا پانچ درہم پر کاٹا جائے گا اور یہ بات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اسی کے ابن ابی لیلیٰ قائل ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ چور پر لعنت کرے کہ وہ انڈہ اور رسی چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں علماء کے نزدیک اس حدیث میں لوہے کا انڈہ اور لوہے کی رسی مراد ہے اور یہ تین درہم کے برابر ہوتی تھی۔ اس حدیث سے ان لوگوں نے دلیل لی ہے جن کے نزدیک تھوڑی مالیت کی چیز پر بھی ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور اکثر علماء کے نزدیک حدیث کا وہ مطلب ہے جو امام اعظم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص غیر محفوظ جگہ سے چوری کرے تو ہاتھ نہ کاٹا جائے گا جیسے کسی باغ میں چوکیدار نہ ہو اور پھل چرائے یا جنگل بیابان میں چرواہا نہ ہو تو ریوڑ جانور چرائے یا ایسے گھر سے مال چوری کرے جو آبادی سے ہٹ کر ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا لٹکے ہوئے پھل میں اور رسی سے بندھے ہوئے ریوڑ کی بکری چرانے میں ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ خیانت کرنے والے، مال غنیمت کو لوٹنے والے اور اچک کر مال لینے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر ایسا مال چوری کیا جس میں چور کا شبہ تھا جیسے غلام اپنے سردار کا مال چرائے یا بیٹا اپنے والد کا یا والد اپنی اولاد کا مال چرائے یا دو پارٹنرز میں سے ایک مشترک مال میں سے کچھ چرائے تو اس پر ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔

چور بار بار چوری کرے تو اس کا کیا حکم ہے

جب چور پہلی دفعہ چوری کرے تو اس کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹا جائے گا۔ پھر جب دوبارہ چوری کرے تو پاؤں کے جوڑ سے بایاں پاؤں کاٹا جائے گا اور تیسری دفعہ چوری کرے تو اس میں اختلاف ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک تیسری دفعہ بایاں ہاتھ اور چوتھی دفعہ دایاں پاؤں کاٹ دیا جائے گا۔ پھر اگر اس کے بعد چوری کرے تو مناسب سزا دے کر قید کر دیا جائے گا۔ جب تک توبہ نہ کرے اور یہی بات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی قتادہ، امام مالک و شافعی رحمہما اللہ کا قول ہے ان کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو پھر چوری کرے تو پاؤں کاٹ دو، پھر اگر چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو، پھر اگر چوری کرے تو پاؤں کاٹ دو (الطبرانی) اور ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ اگر تیسری دفعہ چوری کرے اور اس سے پہلے دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا گیا ہو تو اب کوئی عضو نہ کاٹا جائے گا بلکہ اس کو قید کیا جائے گا اور یہی بات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے اور انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے اس بات سے حیا آتی ہے کہ میں استنجاء کے لیے اس کا کوئی ہاتھ نہ چھوڑوں اور چلنے کے لیے کوئی پاؤں نہ چھوڑوں اور یہی امام شعیبی اور امام نخعی رحمہما اللہ کا قول ہے اور اسی بات کے قائل امام اوزاعی اور احمد اور اصحاب رائے ہیں۔ (جزاء بما کسب ان کی کمائی کی سزائیں) یہ منصوب ہے حال ہونے کی وجہ سے اور نکالا بھی اسی طرح حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے (متنبیہ ہے) یعنی سزا ہے (مِنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيْمٌ اللّٰهُ کی طرف سے اور اللہ غالب ہے حکمت والا)

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللّٰهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۰﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۱﴾ يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الْكُفْرُ مِنَ الدِّيْنِ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الدِّيْنِ قَالُوْا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ

وَلَمْ تَزِمْنَا لَهُم مِّن قَوْلِهِمْ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمْعُونَ لِلْكَذِبِ سَمْعُونَ لِقَوْمٍ آخِرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ ء
 يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخَلُّوه وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْزَبُوا ء
 وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ء أُولَئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرْ
 قُلُوبَهُمْ ء لَهُمْ فِي الدُّنْيَا حِزْبٌ ء وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ①

﴿تفسیر﴾ پھر جو شخص توبہ کرے اپنی اس زیادتی کرنے کے بعد اور اعمال کی درستی رکھے تو بیشک اللہ تعالیٰ اس پر توجہ فرمائیں گے بیشک خدا تعالیٰ بڑے مغفرت والے ہیں (کہ اس کا گناہ معاف کر دیا) بڑے رحمت والے ہیں (کہ آئندہ بھی مزید عنایت کی) کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہی کے لئے ثابت ہے حکومت سب آسمانوں کی اور زمین کی اور جس کو چاہیں سزا دیں اور جس کو چاہیں معاف کر دیں اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے اے رسول! جو لوگ کفر میں دوڑ دوڑ کر گرتے ہیں آپ کو منگوم نہ کریں خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو اپنے منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور ان کے دل یقین لائے نہیں اور خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو کہ یہودی ہیں یہ لوگ غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں آپ کی باتیں دوسری قوم کی خاطر سے کان دھردھر کر سنتے ہیں) جس قوم کے یہ حالات ہیں کہ وہ آپ کے پاس نہیں آتے کلام کو بعد اس کے کہ وہ اپنے موقع پر ہوتا ہے بدلتے رہتے ہیں کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہ حکم ملے تب تو اس کو قبول کر لینا اور اگر تم کو یہ حکم نہ ملے تو احتیاط رکھنا اور جس کا خراب ہونا خدا ہی کو منظور ہو تو اس کے لئے اللہ سے تیرا کچھ زور نہیں چل سکتا۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو ان کے دلوں کا پاک کرنا منظور نہیں ہوتا ان لوگوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے سزائے عظیم ہے۔

﴿تفسیر﴾ ﴿لَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ﴾ پھر جس نے توبہ کی اپنے ظلم کے بعد (یعنی اپنی چوری کے بعد) (واصلح اور اصلاح کی) (اپنے عمل کی) ﴿فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ﴾ ء إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ تو اللہ قبول کرتا ہے اس کی توبہ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے) یہ اس کا اور اللہ کا معاملہ ہے کہ اس سے آخرت میں پکڑ نہ ہوگی۔ بہر حال دنیا میں ہاتھ کٹنا تو اکثر علماء کے نزدیک توبہ سے ساقط نہ ہوگا۔

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چور کو توبہ کی ضرورت نہیں جب ہاتھ کاٹا جائے گا تو توبہ حاصل ہو جائے گی لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ ہاتھ کاٹنا جرم کی سزا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرما دیا کہ ”یہ اس کے عمل کی سزا ہے“ اس کے بعد بھی توبہ کی ضرورت ہے اور چور کی توبہ یہ ہے کہ جو گناہ ہو گیا اس پر شرمندہ ہو اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرے۔ جب چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو چوری کیے ہوئے مال کا تاوان بھی اس پر واجب ہوگا۔

اکثر اہل علم کے نزدیک اور سفیان ثوری رحمہم اللہ اور اصحاب رائے فرماتے ہیں کہ اس پر کوئی مالی تاوان نہیں ہے۔

لیکن اگر چوری شدہ مال اس کے پاس موجود ہو تو سب علماء کا اتفاق ہے کہ وہ مال اس کو واپس کرنا پڑے گا اور ہاتھ بھی کاٹا جائے گا اس لیے ہاتھ کاٹنا اللہ کا حق ہے اور تاوان بندہ کا حق ہے تو ایک حق ادا ہو جانے سے دوسرا ادا نہ ہوگا جیسا کہ اگر مال اس کے پاس موجود ہو تو صرف قطع ید کافی نہیں بلکہ مال بھی واپس کرنا ضروری ہے۔

⑩ (أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ) کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے لیے ہے آسمان اور زمین کی سلطنت) اس آیت میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مراد تمام لوگ ہیں اور بعض نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ ”اے انسان تو نہیں جانتا“ اس صورت میں یہ خطاب ہر انسان کو ہوگا (يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ عَذَابُ كَرٍّ جَسَّ كُوچَاہے اور بخشے جس کو چاہے) سدی اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ کفر پر مر گئے ان میں سے جس کو چاہے عذاب دے اور جو کفر سے توبہ کرے ان میں سے جس کو چاہے بخش دے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس کو چاہے صغیرہ گناہوں پر عذاب دے اور جس کے چاہے کبیرہ گناہ بخش دے (وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اور اللہ سب چیز پر قادر ہے)

⑪ (يَأْتِيهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنُكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ) اے رسول غم نہ کر ان کا جو دوڑ کر گرتے ہیں کفر میں) یعنی کفار کی دوستی میں کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے (مِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّمَا بَافُوا هِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنُ) وہ لوگ جو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اپنے منہ سے اور ان کے دل مسلمان نہیں) اور یہ لوگ منافقین ہیں۔

(وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمَّعُونَ لِلْكَذِبِ) اور وہ جو یہودی ہیں جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کے لیے) یعنی جھوٹ کو قبول کرتے ہیں جیسے نماز پڑھنے والا کہتا ہے ”سمع اللہ لمن حمدہ“ یعنی اللہ نے قبول کر لی اور بعض نے کہا آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس لیے سنتے ہیں کہ آپ علیہ السلام پر جھوٹ بول سکیں کیونکہ یہ آپ علیہ السلام کی مجلس سے اٹھ کر ایسی باتیں بیان کرتے تھے جو آپ علیہ السلام سے سنی نہیں ہوتی تھیں۔ (سَمَّعُونَ لِقَوْمٍ آخِرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ) وہ جاسوس ہیں دوسری جماعت کے جو آپ تک نہیں آئی) یعنی بنو قریظہ والے اہل خیبر کے جاسوس ہیں۔

یہود کے ایک مرد اور عورت کے زنا اور رجم کا واقعہ

واقعہ اس طرح ہے کہ خیبر کے مالدار و معزز لوگوں میں سے ایک مرد اور عورت نے زنا کیا اور یہ محسن تھے اور محسن کی حد تورات میں سنگسار کرنا تھا تو یہودیوں نے ان کے رتبہ کی وجہ سے ان کے رجم کو ناپسند کیا اور یہ کہا کہ بیٹرب میں جو آدمی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اس کی کتاب میں صرف مارنے کا حکم ہے سنگساری کا حکم نہیں ہے تو اپنے بنی قریظہ کے بھائیوں کے پاس پیغام بھیجو کیونکہ وہ ان کے پڑوسی ہیں اور آپس میں صلح ہے وہ اس کا حکم معلوم کر لیں اور اپنی ایک خفیہ جماعت بھی ان کے ساتھ بھیج دی اور ان کو کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محسن مرد و عورت کے زنا کا حکم معلوم کرو۔ اگر وہ کوڑے مارنے کا حکم دیں تو قبول کر لیں اور اگر سنگسار کرنے کا حکم دیں تو اس سے پرہیز کرنا اور قبول نہ کرنا اور اس جماعت کے ساتھ اس زانی مرد و عورت کو بھی بھیج دیا۔ وہ

جماعت مدینہ میں بنو قریظہ اور بنو نضیر کے پاس آئی اور ان کو سارا معاملہ سنایا کہ اب تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرو کہ اس کا فیصلہ کریں تو وہ قریظہ اور نضیر کے لوگوں نے کہا اللہ تمہیں وہی حکم دے گا جس کو تم ناپسند کرتے ہو پھر ان دونوں قبیلوں کی ایک جماعت حضور علیہ السلام کی خدمت میں گئی جس میں کعب بن اشرف، کعب بن اسد، سعید بن عمرو، مالک بن صیف، کنانہ بن ابی العقیق وغیرہ تھے اور کہنے لگے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں محسن زانی مرد اور عورت کا حکم بتائیں کہ آپ علیہ السلام کی کتاب میں کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا تم میرے فیصلے پر راضی ہو جاؤ گے؟ انہوں نے کہا جی ہاں تو جبرئیل علیہ السلام رجم کا حکم لے کر آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس حکم کی خبر دی تو انہوں نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ اس معاملہ کا فیصلہ ابن مسور یا کو سپرد کر دیں اور ابن مسور یا کے تمام اوصاف بیان کر دیئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم فدک کے بے ریش کانے نو جوان ابن مسور یا کو جانتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں تو آپ علیہ السلام نے پوچھا وہ تم میں کیسا آدمی ہے؟ تو انہوں نے کہا تورات کا اس وقت اس دنیا میں وہ سب سے بڑا عالم ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تو ابن مسور یا ہے اس نے کہا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو یہ وہ کسب سے بڑا عالم ہے۔ اس نے کہا لوگوں کا گمان اس طرح ہے، اس نے ان لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم اپنے درمیان مجھے فیصلہ بتاتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تجھے اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس نے تورات کو موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا اور تم لوگوں کو جس سے نکالنا اور تمہارے لیے سمندر کو پھاڑ کر راستہ بنانا اور تم کو نجات دی اور آل فرعون کو غرق کیا۔ اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا اور تم پر من و سلویٰ کو اتارا اور تم پر اپنی کتاب اتاری جس میں حلال و حرام کی باتیں ہیں۔ کیا تم اپنی کتاب میں محسن مرد و عورت پر رجم کا حکم پاتے ہو؟ ابن مسور یا نے کہا جی ہاں اس ذات کی قسم جس کا آپ نے تذکرہ کیا۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تورات مجھے جلادے گی اگر میں نے تھوٹ بولنا یا کوئی تبدیلی کی لیکن اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ حکم آپ کی کتاب میں کیسے ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا جب چار عادل گواہ یہ گواہی دیں کہ اس نے اس طرح معاملہ کیا ہے جیسے سلامتی اور مددانی میں داخل ہوتی ہے تو اس پر رجم واجب ہو جائے گا تو ابن مسور یا کہنے لگا اس ذات کی قسم جس نے تورات کو موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا۔ موسیٰ علیہ السلام پر تورات میں اسی طرح حکم اتارا گیا تھا تو آپ علیہ السلام نے پوچھا تم نے اللہ کے اس حکم میں رخصت نہ کرنے کی ابتداء کب سے کی؟ وہ کہنے لگا ہم جب کسی معزز بندہ کو اس معاملہ میں پکڑتے تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کسی کمزور کو پکڑتے تو اس پر حد جاری کرتے تو ہمارے معزز لوگوں میں زنا کی کثرت ہو گئی یہاں تک کہ ہمارے بادشاہ کے چچا کے بیٹے نے زنا کیا لیکن ہم نے اس کو رجم نہیں کیا، پھر دوسرے شخص نے زنا کیا عام لوگوں میں سے تو بادشاہ نے اس کے رجم کا ارادہ کیا تو اس کے حق میں بہت سے لوگ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ اس کو تب تک سنگسار نہیں کرنے دیں گے جب تک بادشاہ کے چچا کے بیٹے کو رجم نہ کیا جائے تو ہم نے کہا آؤ ہم مل کر رجم کے علاوہ کوئی اور ایسی سزا ایجاد کرتے ہیں جو ہر طرح کے

لوگوں کو دی جاسکے تو ہم نے کوڑے اور گدھے کی سواری کو مقرر کیا کہ چالیس کوڑے ایسی رسی کے مارے جائیں گے جس پر تار کول چڑھا ہوا ہو، پھر ان دونوں کے چہروں کو کالا کر کے ان کو دو گدھوں پر بٹھا دیا جائے اور ان کے منہ گدھے کی دُم کی طرف کر دیا جائے اور ان کو لوگوں میں چکر لگایا جائے تو یہ سزا رجم کی جگہ تجویز کی گئی۔

یہ سن کر یہود نے ابن صوریہ کو کہا کہ کتنی جلدی تو نے ساری بات ان کو بتادی ہے، ہم نے تیری پیٹھ پیچھے تعریف اس وجہ سے نہیں کی تھی کہ تو اس کے لائق ہے بلکہ ہم نے آپ کی غیر موجودگی میں آپ کی غیبت کرنا ناپسند سمجھا تو ابن صوریہ نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تورات کی قسم دی اگر تورات کے ہلاک کر دینے کا خوف نہ ہوتا تو میں کبھی بھی یہ بات ان کو نہ بتاتا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں مرد و عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا تو ان کو مسجد نبوی کے دروازے کے پاس سنگسار کر دیا گیا اور آپ علیہ السلام نے دُعایا لئلا اللہ! ان لوگوں نے تیرے حکم کو مردہ کر دیا تھا میں اس کو زندہ کرنے والا پہلا شخص ہوں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری (یا ایہا الرسول لا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر اے رسول! غم نہ کر ان کا جو دوڑ کر گرتے ہیں کفر میں)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور یہ بات چھیڑی کہ ان کے ایک مرد و عورت نے زنا کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تورات میں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم ان کو رسوا کریں اور ان کو کوڑے مارے جائیں تو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے جھوٹ بولا، تورات میں رجم کی آیت ہے تو وہ تورات لائے اس کو کھولا اور ایک شخص نے آیت رجم پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اس سے پہلے اور بعد کی عبارت پڑھ دی تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اپنا ہاتھ اٹھا۔ اس نے ہاتھ اٹھایا تو رجم کی آیت لکھی ہوئی تھی تو وہ کہنے لگے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے سچ کہا اس میں رجم کی آیت ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مرد و عورت کے رجم کا حکم دیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس آدمی کو دیکھا کہ عورت کو پتھروں سے بچانے کے لیے اس پر جھک جاتا تھا اور بعض حضرات نے کہا اس آیت کے نزول کا سبب قصاص ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ بنو نضیر کو بنو قریظہ پر فضیلت حاصل تھی تو بنو قریظہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنے لگے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے بھائی بنو نضیر کا اور ہمارا باپ ایک ہے اور ہمارا دین اور نبی ایک ہے لیکن جب وہ ہمارا کوئی آدمی قتل کر دیں تو ہمیں قصاص نہیں دیتے اور اس کی دیت کھجور کے ستر و سق دیتے ہیں اور جب ہم ان کے کسی آدمی کو قتل کر دیں تو وہ قاتل کو بھی قتل کرتے ہیں اور ہم سے دُگنی دیت یعنی ایک سو چالیس و سق کھجور وصول کرتے ہیں اور جب مقتول عورت ہو تو اس کے بدلے ہمارے ایک مرد کو اور اگر مرد ہو تو اس کے بدلے ہمارے دو مردوں کو قتل کرتے ہیں اور اپنے غلام کے بدلے ہمارے آزاد کو اور ہم کوئی زخم لگا دیں تو اس سے دُگنا تاوان دینا پڑتا ہے جو وہ ہمیں زخم لگانے پر ادا کرتے ہیں، آپ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دیں تو یہ آیت نازل ہوئی لیکن پہلا شان نزول زیادہ صحیح ہے۔ اس لیے کہ یہ آیت رجم کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ”سَمَاعُونَ لِلْكَذِبِ“ میں لام ”الی“ کے معنی میں ہے اور بعض نے کہا یہ لام ”سکی“ ہے یعنی اس لیے سنتے ہیں تاکہ آپ پر جھوٹ بول سکیں اور ”لقوم“ میں لام علت کے لیے

سمعون للكذب كاشان نزول

یہ آیت یہود کے حکام کعب بن اشرف وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ لوگ کسی سے رشوت لے کر اس کے حق میں فیصلہ کر دیتے تھے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے حاکم کے پاس جب کوئی رشوت لاتا تو اپنی آستین میں چھپا کر لاتا اور چپکے سے حاکم کو دکھا دیتا اور اپنی ضرورت بیان کرتا جس کو وہ توجہ سے سنتا اور اس کے مد مقابل کی طرف توجہ نہ کرتا اور جھوٹ سنتا اور رشوت کھاتا اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ یہ حرمت اس وقت ہے جب اس لیے رشوت دے کہ وہ قاضی اس کے لیے باطل کو حق بنا دے اور دوسرے کے حق کو باطل کر دے لیکن اگر آدمی کو کسی قاضی یا حاکم سے ظلم کا خوف ہو اور اس ظلم کو دور کرنے کے لیے رشوت دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ حسن رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ”سُحْت“ سے فیصلہ کرنے میں رشوت لینا مراد ہے اور مقاتل، قتادہ اور ضحاک رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر چیز میں رشوت لینا مراد ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص کسی کی سفارش کرے تاکہ اس سے ظلم کو دور کرے یا اس کا حق دلانے اور اس کے بدلے میں اس کو ہدیہ دیا جائے اور وہ سفارش کرنے والا قبول کر لے تو یہ ”سُحْت“ ہے تو ان کو عرض کیا گیا کہ اے ابو عبد الرحمن ہم تو ”سُحْت“ صرف فیصلہ کرنے میں رشوت لینے کو سمجھتے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فیصلہ کرنے کے لیے رشوت لینا تو کفر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جو نہ فیصلہ کرے اللہ کے اُتارے ہوئے حکم کے مطابق تو یہی لوگ کافر ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی لعنت ہے رشوت دینے والے اور لینے والے پر اور ہر حرام کمائی ”سُحْت“ ہے۔ (فان جاؤک فاحکم بینہم او اعرض عنہم وان تعرض عنہم فلن یضروک شیئا سوا اگر آئیں وہ تیرے پاس تو آپ فیصلہ کر دیں ان میں یا منہ پھیر لیں ان سے اور اگر آپ ان سے منہ پھیر لیں گے تو وہ آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اختیار دیا ہے کہ اہل کتاب کے معاملات میں فیصلہ کریں یا نہ کریں۔

لیکن علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ اس زمانہ میں اگر ذمی لوگ اپنے مسائل لائیں تو حاکم کو فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے یا نہیں؟ اکثر اہل علم فرماتے ہیں یہ حکم اب بھی ثابت ہے اور اس سورۃ مائدہ میں کوئی حکم منسوخ نہیں ہے اور مسلمانوں کے حکام کو اہل کتاب کے فیصلوں میں اختیار ہے اگر چاہیں تو فیصلہ کریں اور اگر چاہیں تو فیصلہ نہ کریں لیکن اگر فیصلہ کریں صرف شریعت اسلامیہ کے مطابق کر سکتے ہیں۔ یہی نخعی، شعی، عطاء اور قتادہ رحمہما اللہ کا قول ہے اور ایک قوم نے کہا کہ مسلمان حاکم پر واجب ہے کہ ان کے درمیان فیصلہ کرے اور یہ آیت منسوخ ہے اس کی ناسخ اللہ تعالیٰ کا فرمان (وان احکم بینہم بما انزل اور آپ فیصلہ کیجئے ان کے درمیان اس کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے) ہے۔ یہی مجاہد اور عکرمہ رحمہما اللہ کا قول اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بھی فرمایا کہ سورۃ مائدہ کی صرف دو آیتیں منسوخ ہیں ایک ”لَا تُجِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ“ اس کو اللہ تعالیٰ کے فرمان ”اُقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ“ نے منسوخ کر دیا ہے اور دوسری آیت ”فَإِنْ جَاءَ وَک

فَاَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرَضْ عَنْهُمْ" ہے اس واقعہ کے فرمان "وَاِنْ اَحْكُمَ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ" نے منسوخ کر دیا ہے لیکن اگر ہرے پاس مسلمان اور ذمی فیصلہ لائیں تو سب کا اتفاق ہے کہ فیصلہ کرنا واجب ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اس لیے کہ مسلمان کے لیے ذمیوں کے فیصلہ کو مان لینا جائز نہیں (وان حکمت للاحکم بینہم بالقسط اور اگر تو فیصلہ کرے تو فیصلہ کر ان میں انصاف کے ساتھ۔ ان اللہ یحب المقسطین بے شک اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ انصاف کرنے والے اللہ کے پاس نور کے منبروں پر ہوں گے۔ (مسلم کتاب الباری)

وَ كَيْفَ يُحْكُمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ مَّ بَعْدَ ذٰلِكَ ۗ
وَمَا اَوْلٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۱

ترجمہ اور وہ آپ سے ایسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے پھر اس کے بعد ہٹ جاتے ہیں اور یہ لوگ ہرگز اعتقاد والے نہیں۔

تفسیر وَ كَيْفَ يُحْكُمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ اور وہ آپ کو کس طرح منصف بنائیں گے اور ان کے پاس تورات ہے (یہ تعجب ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور اس میں اختصار ہے یعنی وہ آپ کو اپنا منصف بنا کر آپ کے فیصلہ پر ایسے راضی ہو سکتے ہیں کیونکہ ان کے پاس تو تورات ہے (فیہا حکم اللہ جس میں اللہ کا حکم ہے) یعنی رجم کا حکم ہے (ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ مَّ بَعْدَ ذٰلِكَ ۗ وَمَا اَوْلٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ) پھر اس کے پیچھے پھرے جاتے ہیں اور وہ ہرگز ماننے والے نہیں ہیں) یعنی آپ کی تعظیم نہیں کریں گے۔

اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيْهَا هُدًى وَنُورٌ يُحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادَوْا وَالرَّبُّبِيُّونَ
وَالْاَخْبَارُ بِمَا اسْتَحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَیْهِ شٰهِدًا ؕ فَلَا تَخْشَوْنَ النَّاسَ وَاخْشَوْنَ
وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِيْ ثَمٰنًا قَلِيْلًا ۗ وَ مَنْ لَّمْ يُحْكَمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَوْلٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۱۱

ترجمہ ہم نے تورات نازل فرمائی تھی جس میں ہدایت اور وضوح تھا انبیاء جو کہ اللہ تعالیٰ کے مطیع تھے اس کے موافق یہود کو حکم دیا کرتے تھے اور اہل اللہ اور علماء بھی بوجہ اس کے کہ ان کو اس کتاب کی نگہداشت کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اس کے اقرار ہی ہو گئے تھے۔ سو تم بھی لوگوں سے اندیشہ مت کرو اور مجھ سے ڈرو اور میرے احکام کے بدلے میں متاعِ قلیل مت لو اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ بالکل کافر ہیں۔

تفسیر ۱۱ (اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيْهَا هُدًى وَنُورٌ يُحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا) ہم نے نازل کی تورات کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے اس پر حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکم بردار تھے اللہ کے (یعنی اللہ کے حکم کو ماننے والے اور اس کی اطاعت کرنے والے تھے جیسا کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کی خبر دی (اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهُ اَسْلَمْتُ لرب

العالمین کہ جب ان کو ان کے رب نے کہا آپ مطیع ہو جائیں تو انہوں نے کہا میں مطیع ہوا جہاں والوں کے رب کا) اور اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا (وله اسلم من فی السموات والارض طوعاً و کرہاً اور اسی کے فرمانبردار ہیں آسمان اور زمین والے خوشی اور ناپسندی سے) اس آیت میں وہ انبیاء مراد ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھیجے گئے تاکہ تورات کے مطابق فیصلے کریں یہ حضرات تورات کے حکم کے فرمانبردار ہوئے اور اسی کے مطابق فیصلے کیے کیونکہ بعض انبیاء علیہم السلام کو تورات کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم نہیں ہوا تھا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان۔ لکل جعلنا منکم شرعاً و منها جاً حسن اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ آیت میں انبیاء علیہم السلام سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں کیونکہ آپ علیہ السلام نے یہود پر رجم کا فیصلہ کیا۔ آپ علیہ السلام کو جمع کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ دوسری آیت میں ان ابراہیم کان امة قانتا ابراہیم علیہ السلام کو اُمت کہا گیا ہے حالانکہ ابراہیم علیہ السلام ایک ہیں۔ (للذین ہادوا یہود کو) بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے اصل عبارت یوں تھی ”هُدًى وَ نُوْرٌ لِّلَّذِیْنَ هَادُوا یُحْکِمُ بِهَا النَّبِیُّونَ الَّذِیْنَ اسْلَمُوا وَ الرِّبَانِیُّونَ“ اور بعض نے کہا عبارت میں کوئی تقدیم تاخیر نہیں۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکم بردار تھے ان لوگوں پر جو یہودی ہیں۔ یعنی ”للذین ہادوا“ میں لام علی کے معنی میں ہے جیسے ”وَ اِنْ اسْأَمْتَ فَلَهَا“ میں لام علی کے معنی میں ہے یعنی اگر تم برا کرو گے تو اس کا نقصان تم پر ہے۔ (والربانیون والاحبار اور حکم کرتے تھے درویش اور عالم) یعنی علماء اور احبار حبر کی جمع ہے اور حبر حاء کے فتح اور کسرہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے لیکن کسرہ زیادہ صحیح ہے۔ حبر کسی شے کے پختہ عالم کو کہتے ہیں۔ کسائی اور ابو عبیدہ کہتے ہیں حبر کا لفظ دوات سے لیا گیا ہے اور قطرب فرماتے ہیں کہ حبر اس حبر سے لیا گیا ہے جس کا معنی خوبصورتی ہے۔ حدیث میں ہے ”قَدْ ذَهَبَ حَبْرُهُ وَ سَبْرُهُ“ کہ جہنم سے ایک ایسا شخص نکلے گا جس کا حسن اور ہیبت ختم ہو چکی ہوگی اور اسی سے تحبیر کا لفظ ہے جس کا معنی خوبصورت کرنا ہے عالم کو حبر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس پر علم کی خوبصورتی اور رونق ہوتی ہے اور بعض نے کہا آیت میں ”ربانیون“ نصاریٰ کے اور احبار یہود کے مراد ہیں۔ (بما است حفظوا من کتاب اللہ اس واسطے کہ وہ نگہبان ٹھہرائے گئے تھے اللہ کی کتاب پر) اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے کتاب میں ودیعت رکھا ہے (وکانو علیہ شہداء اور اس کی خبر گیری پر مقرر تھے) (فلا تخشوا الناس..... ہم الکافرون) سو تم نہ ڈرو لوگوں سے اور مجھ سے ڈرو اور نہ خرید و میری آیتوں پر تھوڑی سی قیمت اور جو کوئی اس کے مطابق حکم نہ کرے جو اللہ نے اُتارنا سو وہی لوگ کافر ہیں) قنادہ اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں یہ تین آیات یہود کے بارے میں ہیں اس اُمت کے برے لوگوں کے بارے میں نہیں ہے۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آیات میں ”ظالمون“ اور ”فاسقون“ سے کافر مراد ہیں اور بعض نے کہا یہ حکم تمام لوگوں پر ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور طاؤس فرماتے ہیں کہ آیت میں ایسا کافر مراد نہیں جو دین سے نکال دے بلکہ جب کسی نے اللہ کے اُتارے ہوئے حکم سے فیصلہ نہ کیا تو اس حکم کا انکار کر دیا لیکن یہ اللہ اور آخرت کے انکار کرنے والے کی طرح نہیں ہے اور

مگر یہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو اللہ کے اُتارے ہوئے حکم کا انکار کر کے اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہ کافر ہو گیا اور جس نے اس حکم کو مانا لیکن اس کے ساتھ فیصلہ نہ کیا تو وہ ظالم اور فاسق ہے۔ عبدالعزیز بن یحییٰ کنانی سے ان آیات کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے اُتارے ہوئے تمام احکامات ہیں اس لیے جو شخص اللہ تعالیٰ کے اُتارے ہوئے تمام حکموں پر فیصلہ نہ کرے تو وہ کافر، ظالم، فاسق ہے اور جو شخص توحید کو مانے اور شرک کو چھوڑ دے لیکن شریعت کے بعض احکامات کے ساتھ فیصلہ نہ کر سکے تو وہ ان آیات کا مستحق نہیں ہے اور علماء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس کے لیے ہے جو اللہ کے حکم کو جانتے بوجہ سے رد کر دے لیکن کسی پر کوئی حکم مخفی رہ گیا ہو یا کسی حکم کی تاویل میں غلطی کر دی جائے تو وہ مراد نہیں۔

وَكُنْتُمْ عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنْ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ
وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصًا فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ
بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿5﴾

اور ہم نے ان پر اس میں یہ بات فرض کی تھی کہ جان بدلے جان کے اور آنکھ بدلے آنکھ کے اور ناک بدلے ناک کے اور کان بدلے کان کے اور دانت بدلے دانت کے اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے پھر جو شخص اس کو معاف کر دے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہو جائے گا اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ بالکل ستم ڈھارے ہیں۔

تفسیر ﴿5﴾ (وَكُنْتُمْ عَلَيْهِمْ فِيهَا) اور لکھ دیا ہم نے ان پر اس کتاب میں (یعنی بنی اسرائیل پر تورات میں ہم نے یہ حکم واجب کیا) (أَنْ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ) کہ جان کے بدلے جان (یعنی مقتول کی جان کے بدلے میں قاتل کی جان لی جائے گی) (وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ) اور آنکھ کے بدلے آنکھ (پھوڑی جائے گی) (وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ) اور ناک کے بدلے ناک (کاٹی جائے گی) (وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ) اور کان کے بدلے کان (کاٹا جائے گا)۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تورات کے احکام کی خبر دی کہ وہ یہ تھا کہ ایک جان کے بدلے ایک جان لی جائے گی تو ان یہود کو کیا ہو گیا ہے کہ اس حکم کی کھلی مخالفت کر کے ایک جان کے بدلے دو جانیں لیتے ہیں اور ایک آنکھ کے بدلے دو آنکھیں پھوڑتے ہیں (وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ) اور دانت کے بدلے دانت (اکھاڑا جائے گا اور باقی زخموں کو اسی پر قیاس کیا جائے گا) (وَالْجُرُوحَ قِصَاصًا) اور زخموں کا بدلہ ان کے برابر (خاص حکم بیان کرنے کے بعد عام حکم بیان کر دیا ہے کیونکہ آیت میں صرف آنکھ، کان، ناک، دانت کا حکم بیان کیا گیا اور باقی اعضاء ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ کے بارے میں فرمایا کہ جس زخم میں قصاص ممکن ہو تو قصاص لیا جائے اور جس زخم میں قصاص ممکن نہ ہو جیسے ہڈی کا توڑنا یا گوشت کا زخم جیسے پیٹ میں زخم لگ جائے تو اس میں قصاص نہیں ہے۔ کسائی رحمہ اللہ نے "وَالْعَيْنَ" اور اس کے بعد سب پر رفع پڑھا ہے اور ابن کثیر،

ابن عامر، ابو جعفر، ابو عمرو رحمہما اللہ نے صرف ”والجروح“ کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی تمام قراء نے سب کو ”النفس“ کی طرح نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ (فمن تصدق به پھر جس نے معاف کر دیا) یعنی بدلے کو معاف کر دیا (فہو كفارة له تو وہ گناہ سے پاک ہو گیا) بعض نے کہا ہے کہ ”لہ“ میں ہاء زخمی اور مقتول کے ولی سے کنایہ ہے یعنی اس معاف کرنے والے کے لیے کفارہ ہے اور یہی عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حسن، شععی اور قتادہ رحمہما اللہ کا قول ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اپنے جسم کے کسی حصہ کو صدقہ کر دیا تو اتنی مقدار اس کے گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے۔ ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ ہاء جارح اور قاتل سے کنایہ ہے یعنی جس پر جنایت ہوئی ہے اگر وہ جنایت کرنے والے کو معاف کر دے تو اس کا معاف کرنا اس جنایت کرنے والے کے گناہ کا کفارہ ہے جس کی وجہ سے اس سے آخرت میں پکڑ نہ ہوگی۔ جیسا کہ قاتل کے لیے قصاص بھی کفارہ ہے اور معاف کرنے والے کا اجر تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فمن عفا واصلح فاجره على الله کہ جس نے معاف کر دیا اور نیک کام کیے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ یہی تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور یہی ابراہیم، مجاہد، زید بن اسلم رحمہما اللہ کا قول ہے (ومن لم يحكم بما انزل الله فأولئك هم الظالمون) اور جو کوئی اس کے مطابق حکم نہ کرے جو اللہ نے اتارا ہے سو وہی لوگ ہیں ظالم)

وَقَفَيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بَعِيسَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَهُدًى وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٤٦﴾ وَلِيَحْكُمَ أَهْلَ الْإِنجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٤٧﴾ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شُرْعَةً وَمِنْهَا جَا ؕ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ؕ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٤٨﴾

﴿٤٦﴾ اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو اس حالت میں بھیجا کہ وہ اپنے سے قبل کی کتاب یعنی توریت کی تصدیق فرماتے تھے۔ اور ہم نے ان کو انجیل دی جس میں ہدایت تھی اور وضوح تھا اور وہ اپنے سے قبل کی کتاب یعنی توریت کی تصدیق کرتی تھی اور وہ سراسر ہدایت اور نصیحت تھی خدا سے ڈرنے والوں کے لئے اور انجیل والوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس میں نازل فرمایا ہے اس کے موافق حکم کیا کریں اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے

ہوئے کے موافق حکم نہ کرے تو ایسے لوگ بالکل بے حکمی کرنے والے ہیں اور ہم نے یہ کتاب آپ کے پاس بھیجی ہے جو خود بھی صدق کے ساتھ موصوف ہے اور اس سے پہلے جو کتابیں ہیں ان کی بھی تصدیق کرتی ہے اور ان کتابوں کی محافظ ہے تو ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور جو بھی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی خواہشوں پر عملدرآمد نہ کیجئے تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیتے لیکن ایسا نہیں کیا تاکہ جو جو دین تم کو دیا ہے اس میں تم سب کا امتحان فرمادیں تو مفید باتوں کی طرف دوڑو تم سب کو خدا ہی کے پاس جانا ہے پھر وہ تم سب کو جٹا دے گا۔ جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔

تفسیر ⑩ (وَقَفِينَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ وَأَوْفَيْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَٰحْتَسِبُونَ) یعنی ان حکم بردار انبیاء کے پیچھے (بعینیسی ابن مزیہ مَصْدَقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ) سب سے پہلے مریم علیہا السلام کے بیٹے کو تصدیق کرنے والے ہیں تورات کی جو پہلے سے تھی اور ان کو دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت اور روشنی تھی اور تصدیق کرتی تھی اپنے سے پہلی کتاب تورات کی اور راویانے والی اور نصیحت تھی (وَرَبِّهِمْ) (مصدقات سے مراد انجیل ہے۔

⑪ (وَلِيُخَاطَبَهُمُ الْغَيْبُ بِمَا نَزَّلَ اللَّهُ فِيهِ) اور چاہیے کہ حکم کریں انجیل والے اس کے مطابق جو اللہ نے اتارا) ایش اور تہذیب نے "لیحکم" کو لام کی زیر اور میم کی زبر سے پڑھا ہے یعنی تاکہ وہ فیصلہ کریں اور باقی حضرات نے لام کے سکون اور میم کے جزم کے ساتھ امر کا سینہ پڑھا ہے۔ مقاتل بن حیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے درویشوں اور علماء کو حکم دیا کہ تورات کے مطابق فیصلہ کریں اور نصاریٰ کے علماء اور راہبوں کو حکم دیا کہ وہ انجیل کے مطابق فیصلہ کریں لیکن ان لوگوں نے کفر کیا اور کہنے لگے عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور مسیح علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں (وَمَنْ لَّمْ يَخُفْ يَخُفْ بِمَا نَزَّلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ) اور جو کوئی حکم نہ کریں اللہ کے اتارے ہوئے کے مطابق سو وہی لوگ ہیں نافرمان) اللہ کے حکم سے نکلنے والے ہیں۔

⑫ (وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ) اور تجھ پر اتاری ہم نے) اے محمد! (الكتاب) کتاب سے مراد قرآن (بالحق مصدقا لما بين يديه من الكتاب) یعنی تصدیق کرنے والی سابق کتابوں کی وہی مہینا علیہ اور ان کے مضامین پر نگہبان) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس پر گواہ اور یہی مجاہد، قتادہ، سدی اور کسائی رحمہما اللہ کا قول ہے۔ حسان فرماتے ہیں کہ کتاب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گواہ ہے اور حق کو قتل والے پہچانتے ہیں اور عکرمہ فرماتے ہیں "مہینا" کا معنی دلالت کرنے والی ہے۔ سعید بن جبیر اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس پر اعتماد والی بعض نے "مہین" کی اصل "مؤیمن" ہے "مفعل" کے وزن پر ائمن سے لیا گیا ہے جیسے "مبیطر بيطار" سے لیا گیا ہے۔ پھر ہمزہ کو حاء سے تبدیل کر دیا گیا جیسا کہ "أرقت الماء" کو "هرفته" پڑھتے ہیں اور "ایہات" کو "ہیہات" وغیرہ۔

ابن جریج فرماتے ہیں کہ قرآن کے امانت ہونے کا معنی یہ ہے کہ قرآن اپنے سے پہلے کی کتب کے مضامین کا امین ہے۔ اب اگر اہل کتاب اپنی کتاب سے کوئی خبر دیں اگر وہ قرآن میں ہو تو اس کی تصدیق کر دو ورنہ تکذیب کر دو۔ سعید بن مسیب اور ضحاک فرماتے ہیں کہ قرآن قاضی ہے اور خلیل فرماتے ہیں نگہبان اور حافظ ہے اور یہ سب معنی قریب قریب ہیں۔ سب کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کتاب قرآن کی سچائی کی گواہی دے وہ اللہ کی کتاب ہے ورنہ نہیں۔ (فاحکم سو تو حکم کر) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! (بینہم ان میں) اہل کتاب میں جب وہ معاملہ آپ کے پاس لائیں۔ (بما انزل اللہ اس کے مطابق جو اللہ نے اتارا) قرآن میں (ولا تتبع أهواءهم عما جاءك من الحق اور ان کی خوشی پر مت چلیں چھوڑ کر سیدھا راستہ جو آپ کے پاس آیا) یعنی آپ علیہ السلام کے پاس جو حق آیا اس سے اعراض نہ کریں اور ان کی خواہشات کے پیچھے نہ چلیں (لکل جعلنا منكم شرعة ومنهاجا تم میں سے ہر ایک کو ہم نے دیا دستور اور راہ) ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن رحمہما اللہ فرماتے ہیں یعنی دینی راستہ اور راہ سنت دی۔ پس شرعہ اور منہاج سے مراد واضح راستہ اور جو کام اس دین میں جائز ہے وہ شریعت اور شرعہ ہے اور اسی سے شرايع الاسلام کا لفظ ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ شریعتیں مختلف ہیں اور ہر دین والوں کی الگ شریعت ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں خطاب صرف تین اُمتوں کو ہے۔ (۱) موسیٰ علیہ السلام کی اُمت (۲) عیسیٰ علیہ السلام کی اُمت (۳) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت۔ پس تورات، انجیل، قرآن الگ الگ شریعت (راستے) ہیں لیکن دین (منزل) ایک ہے اور وہ توحید ہے۔ (ولو شاء الله لجعلكم امة واحدة اور اللہ چاہتا تو تم کو ایک دین پر کر دیتا) اس سے مراد ملت واحدہ ہے (ولكن ليلوكم في ما اتاكم ليكن تم کو آزمانا چاہتا ہے اپنے دیئے ہوئے حکموں میں) یعنی کتابوں میں جو حکم دیئے اور تمہارے لیے جو احکام بیان کیے تاکہ مطیع نافرمان سے اور موافق مخالف سے الگ ہو کر واضح ہو جائے۔ (فاستبقوا الخيرات تو تم دوڑ کر لو خوبیاں) یعنی نیک اعمال کی طرف جلدی کرو (اللى الله مرجعكم جميعا فينبئكم بما كنتم فيه تختلفون الله کے پاس تم سب کو پہنچانا ہے پھر تم کو خبر دے گا جس بات میں تم کو اختلاف تھا)

وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ط وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ④۹ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَنْغُونَ ط وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ⑤۰

اور ہم (مکرر) حکم دیتے ہیں کہ آپ ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور ان کی خواہشوں پر عملدرآمد نہ کیجئے اور ان سے یعنی ان کی اس بات سے احتیاط رکھئے کہ وہ آپ کو خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کسی حکم سے بھی بچاویں پھر گواہی یہ لوگ اعراض کریں تو یہ یقین کر لیجئے کہ بس خدا ہی کو منظور ہے کہ ان کے بعض جرموں پر ان کو سزا دیں اور زیادہ آدمی تو بے حکم ہی ہوتے ہیں۔ یہ لوگ پھر کیا زمانہ جاہلیت کا فیصلہ

چاہتے ہیں اور فیصلہ کرنے میں اللہ سے کون اچھا ہوگا یقین رکھنے والوں کے نزدیک۔

تفسیر ① (وان احکم بینہم بما انزل اللہ اور یہ فرمایا کہ آپ فیصلہ کریں ان میں اس کے موافق جو اللہ نے اُتارا) آپ کی طرف (وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ وَآخِذْهُمْ أَنْ يُفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ اور نہ چلیں ان کی خوشی پر اور ان سے بچتے رہیں کہ آپ کو بہکا نہ دیں کسی ایسے حکم سے جو اللہ نے اُتارا) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کعب بن اسید، عبداللہ بن سوریا، شاس بن قیس یہود کے سردار آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلتے ہیں ان کو ان کے دین سے بہکاتے ہیں تو آپ علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ خوب جانتے ہیں کہ ہم یہود کے علماء اور ان کے معزز لوگ ہیں اگر ہم آپ کی اتباع کریں تو یہود ہماری مخالفت نہ کریں گے، ہمارے لوگوں سے کچھ جھڑپ ہیں ہم ان کو آپ کے پاس لاتے ہیں اور آپ علیہ السلام کو حاکم بناتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے حق میں فیصلہ کریں ہم آپ جیسا کہ چاہیں پر ایمان لے آئیں گے اور دوسرے لوگ بھی ہماری دیکھا دیکھی آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ ان کا مقصد ایمان لانا نہ تھا یہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرنے میں جانبداری کروانا چاہتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں (فَإِنْ نَوَلُوا فَمَا لَكُمْ أَنْ تُبَدِّلُوا دِينَكُمْ فَقَدْ ضَلَّتْ سُبُلُ الْبَعْثِ الْأُولَىٰ) (فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ) تو جان لے کہ اللہ نے یہی چاہا ہے کہ پہنچائے ان کو کچھ سزا ان کے گناہوں کی) یعنی آپ خوب جان لیں کہ ان کا اعتراض اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض گناہوں کی سزا دُنیا میں ہی دینا چاہتے ہیں (وان کثیراً من الناس اور لوگوں میں بہت ہیں) یعنی یہود (للفاسقون نافرمان)

② (الْحُكْمُ الْجَاهِلِيَّةُ يَبْغُونَ) اب کیا حکم چاہتے ہیں کفر کے وقت کا) ابن عامر نے "بغون" کو تاء کے ساتھ اور باقی نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے یعنی وہ شب کرتے ہیں (ومن احسن من اللہ حکماً لقوم یوقنون اور اللہ سے بہتر کون ہے حکم کرنے والا یقین کرنے والے کے واسطے)۔

يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۚ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ③ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَنْ تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ ۚ فَعَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ فَيُضْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسْرَوْا فِي أَنفُسِهِمْ نَدِيمِينَ ④

ترجمہ اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے گا بیشک وہ ان ہی میں سے ہوگا یقیناً اللہ تعالیٰ سمجھ نہیں دیتے ان لوگوں کو جو اپنا نقصان کر رہے ہیں اسی لئے تم ایسے لوگوں کو کہ جن کے دل میں مرض ہے دیکھتے ہو کہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھستے ہیں کہتے ہیں کہ

ہم کو اندیشہ ہے کہ ہم پر کوئی حادثہ پڑ جائے سو قریب امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کامل فتح کا ظہور فرمادے یا کسی اور بات کا خاص اپنی طرف۔ سے پھر اپنے پوشیدہ دلی خیالات پر نام ہوں گے۔

﴿بِأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصْرَىٰ أَوْلِيَاءَ ۚ أَلِيٌّ لِّمَنِ الْوَالِيَّةُ﴾ (بناؤ یہود اور نصاریٰ کو دوست) اس آیت کے شان نزول میں اختلاف ہے۔

آیت لاتتخذوا اليهود والنصارى اولياء کا شان نزول

اگرچہ اس کا حکم عام ہے تمام مؤمنین کو شامل ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ یہ آیت حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں نازل ہوئی کہ ان دونوں کا جھگڑا ہوا تو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے کئی یہودی دوست ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ اور قوت بہت ہے۔ میں ان سے برأت ظاہر کرتا ہوں اللہ اور اس کے رسول کی طرف اب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا میرا کوئی دوست نہیں ہے لیکن عبد اللہ بن ابی کہنے لگا کہ میں یہود کی دوستی سے برأت ظاہر نہیں کرتا کیونکہ میں پریشانیوں کے آنے سے ڈرتا ہوں اور اس وقت ان کی ضرورت پڑے گی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوالحباب تو نے عبادہ رضی اللہ عنہ کی دوستی پر یہود کی دوستی کو ترجیح دی ہے تو تیرے لیے صرف انہی کی دوستی ہوگی نہ کہ عبادہ رضی اللہ عنہ کی۔ اس نے کہا میں اس کو قبول کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب جنگ اُحد ہوئی تو بعض لوگوں کو شدید خوف ہوا کہ کفار ہم پر غلبہ حاصل نہ کر لیں تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی کہنے لگا کہ میں فلاں یہودی کے ساتھ مل جاتا ہوں اور اس سے امان لیتا ہوں کیونکہ یہ خوف ہے کہ کل کو یہود ہم پر غلبہ حاصل کر لیں اور دوسرے شخص کہنے لگے کہ میں ملک شام کے فلاں نصرانی کے ساتھ مل جاتا ہوں اور ان سے امان لیتا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور ان دونوں حضرات کو ایسا کرنے سے منع کیا۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابولبابہ بن عبد الممنذر کے بارے میں نازل ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بنو قریظہ کا محاصرہ کیا تھا تو ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا تھا تو ان لوگوں نے ہتھیار ڈالنے کے بارے میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا اور پوچھا اگر ہم ہتھیار ڈال دیں، ہمارے ساتھ کیا حشر ہوگا؟ تو ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگلی حلق پر پھیر کر اشارہ کیا کہ قتل کیے جاؤ گے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (بعضہم اولیاء بعض وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں) مدد کرنے میں اور مسلمانوں کے خلاف یہ سب ایک ہیں (ومن يتولهم منكم اور جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی کرے) تو پھر ان کی موافقت اور مدد کرے (فانہ منہم ان اللہ لا یہدی القوم الظالمین تو وہ انہی میں سے اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو)

﴿فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ ۖ اَبْآپ دیکھیں گے ان کو جن کے دل میں بیماری ہے﴾ (یعنی نفاق ہے اس سے مراد عبد اللہ بن ابی اور اس کے منافق ساتھی ہیں جو یہود سے دوستی رکھتے تھے) (يسارعون فيهم دوڑ کر ملتے ہیں ان میں) ان کی

مدد اور دوستی میں (يقولون نخشى ان نصيبنا دائرة) کہتے ہیں کہ ہم کو ڈر ہے کہ نہ آجائے ہم پر گردش زمانہ کی (یعنی زمانہ کی کوئی مصیبت ہم پر آجائے اور ہمیں ان کی مدد کی ضرورت پڑ جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے کہا ہمیں خوف ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین کامیاب نہ ہو اور مصیبت ہم پر آجائے اور بعض نے کہا کہ ان کو یہ ڈر تھا کہ کوئی خشک سالی یا قحط آجائے تو یہ لوگ ہمیں قرض اور خوراک نہ دیں گے (لعسى الله ان ياتى بالفتح سو قریب ہے کہ اللہ جلد نفاہر فرمائے فتح) تو وہ اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر مدد کر کے کھلا فیصلہ کر دے اور کہیں و سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں فتح مکہ مراد ہے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہود کے علاوہ خیبر، فدک وغیرہ کی فتح مراد ہے۔ (او امر من عندہ یا کوئی حکم اپنے پاس) بعض نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ مکمل کر کے اور بعض نے کہا ان کے لیے عذاب مراد ہے اور بعض نے کہا بنو نضیر کی جلاوطنی مراد ہے (فیصبحوا تو لگیں) یہ منافقین (علی ما اسروا فی انفسہم اپنے نفس کی چھپی بات پر چھپتے) یعنی یہود کی دوستی اور ان کی طرف خیریں پہنچانے پر۔ (نادمین)

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهْلَؤَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ مَحْبُطٌ
أَعْمَالِهِمْ فَأَصْبَحُوا خَسِرِينَ ⑤ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي
اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ⑥

اور مسلمان کہیں گے ارے کیا یہ وہی لوگ ہیں کہ بڑے مبالغہ سے تمہیں کھایا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ان لوگوں کی ساری کارروائیاں غارت گئیں جس سے تم کا سر ہے اے ایمان والو جو شخص تم سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد اسکی قوم پیدا کر دے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ سے محبت ہوگی۔ مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر تیز ہوں گے کافروں پر جہاد کرتے ہوں گے اللہ کی راہ میں اور وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ بڑے وسعت والے ہیں بڑے علم والے ہیں۔

تفسیر ⑤ (و) اور اس وقت (يقول الذين امنوا) کہتے ہیں مسلمان) اہل کوفہ نے "وَيَقُولُ" کو واؤ کے ساتھ اور لام کے رفع سے پڑھا ہے کہ یہ نیا جملہ ہے اور اہل بصرہ نے واؤ کے ساتھ اور لام کے نصب کے ساتھ پڑھا ہے کہ اس کا عطف "ان یاتى" پر ہے۔ معنی یہ: وہا کہ قریب ہے کہ مؤمن لوگ یہ بات کہیں گے اور باقی حضرات واؤ کو حذف کر کے لام کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور اہل عالیہ کے مصنف میں بھی اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ اس صورت میں حرف عطف کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ آیت اپنے ما قبل سے متصل ہے یعنی جس وقت اللہ تعالیٰ منافقین کا نفاق ظاہر کریں گے اس وقت مؤمنین کہیں گے (اهلؤاء

الذین أقسموا بالله جهد أيمانهم کیا یہ وہی لوگ ہیں جو قسمیں کھاتے تھے اللہ کی تاکید سے) یعنی پختہ قسمیں کھائیں (انہم لمعکم کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں) یعنی وہ مؤمن ہیں یعنی اس دن مؤمن ان کے جھوٹ اور باطل قسموں سے تعجب کریں گے (حبطت اعمالہم برباد گئے ان کے عمل) جو نیک اعمال انہوں نے کیے وہ باطل ہو گئے (فأصبحوا خاسرین پھر رہ گئے نقصان میں) رسوائی کی وجہ سے دنیا کا نقصان ہوا اور عذاب اور ثواب ختم ہونے کی وجہ سے آخرت کا۔

⑤ (يَأْيُهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَلَيْسَ الْإِيمَانُ وَالْوَلَاءُ أَوْ شَامٌ "يُؤْتِدُّ" پڑھا ہے دودال کے ساتھ۔ (اپنے دین سے) پس کفر کی طرف لوٹ جائے۔ حسن فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایک ایسی قوم کی خبر دی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے دین سے پھر جائے گی اور اللہ تعالیٰ ان کے بدلے ایسی قوم لائیں گے جن کو اللہ چاہتا ہے اور وہ اللہ کو۔

یاتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ کی تفسیر۔ اس سے کون سی قوم مراد ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حسن، قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ پسندیدہ قوم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ان کے وہ ساتھی ہیں جنہوں نے مرتدین اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کے خلاف جہاد کیا۔ اس جہاد کا پس منظر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد مکہ، مدینہ اور بحرین کے قبیلہ عبدالقیس کے علاوہ اکثر عرب مرتد ہو گئے اور بعض نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کا ارادہ کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ بات ناگوار گزری اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم ان سے لڑائی کیسے کر سکتے ہیں جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے "لا الہ الا اللہ" کہنے تک قتال کروں جس نے "لا الہ الا اللہ" کہہ دیا تو مجھ سے اپنا مال اور جان بچالیا مگر اس کے حق کے ساتھ اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا اللہ کی قسم میں اس سے قتال کروں گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم اگر وہ مجھے بکری کا بچہ نہ دیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تو میں اس کے نہ دینے کی وجہ سے ان سے قتال کروں گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے قتال کو ناپسند سمجھا اور کہا کہ یہ اہل قبلہ ہیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی تلوار گلے میں ڈال کر تنہا نکل کھڑے ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس ان کے ساتھ جانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ بچا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ابتداء میں ہم نے اس بات کو ناپسند سمجھا پھر بعد میں اسی کام کی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خوب تعریف کی۔ ابو بکر بن عیاش فرماتے ہیں کہ میں نے ابو حصین کو یہ کہتے سنا کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی پیدا نہیں ہوا۔ تحقیق انہوں نے مرتدین کے قتال میں انبیاء علیہم السلام والی جرأت و حوصلہ دکھایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں تین جماعتیں مرتد ہو گئی تھیں۔

پہلا فرقہ

ان میں سے ایک فرقہ بنو مدلج تھا۔ ان کا سردار ذوالحمار عمیلہ بن کعب غسی تھا۔ اس کا لقب اسود تھا یہ کاہن اور شعبدہ باز تھا۔ اس نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا اور یمن کے شہروں پر قبضہ کر لیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور وہاں کے مسلمانوں کی طرف خط لکھا اور ان کو حکم دیا کہ لوگوں کو ترغیب دیں کہ اپنے دین کو مضبوطی سے تھام لیں اور اسود کے لشکر کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ اسود کو حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے اس کے بستر پر قتل کر دیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس رات اسود قتل کیا گیا اسی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آسمان سے اس کی موت کی خبر آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گزشتہ رات اسود مارا گیا ہے اور اس کو ایک بابرکت آدمی نے قتل کیا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہما نے پوچھا وہ کون ہے؟ آپ غیبیہ السلام نے فرمایا فیروز اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسود کی ہلاکت کی خوشخبری دی اور اگلے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رحلت فرما گئے اور اسود غسی کے قتل کی خبر ماورق الاول کے آخر میں مدینہ اس وقت آئی جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر نکل چکا تھا اور یہ پہلی فتح تھی۔

دوسرا فرقہ

یامامہ کا بنو حنیفہ قبیلہ تھا۔ ان کا سردار مسیلمہ کذاب تھا۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سن دس ہجری میں نبوت کا دعویٰ کیا اور یہ گمان کیا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبوت میں شریک ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خط بھیجی جس کا عنوان یہ تھا۔ یہ خط اللہ کے رسول مسیلمہ کی جانب سے اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔ اما بعد: بے شک زمین آدمی میری ہے اور آدمی آپ کی اور اس خط کے ساتھ اپنے دو آدمی بھیجے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ اگر قاصدوں کو قتل نہ کیا جاتا ہوتا تو میں تمہاری گردنیں اڑا دیتا۔ پھر خط کا جواب دیا۔ یہ خط اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھیجے گئے مسیلمہ کی طرف ہے۔ حمد و صلوات کے بعد۔ اس زمین کا مالک اللہ ہے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور اچھا انجام پر ہیہ کاروں کے لیے ہے اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مر لیغس ہوئے اور وفات پا گئے۔

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک بہت بڑا لشکر مسیلمہ کذاب کی طرف بھیجا، اللہ تعالیٰ نے مسیلمہ کو حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ہلاک کر دیا۔ یہ وحشی وہی ہیں جنہوں نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا یہ مطعم بن عدی کے غلام تھے۔ مسیلمہ کے لشکر سے بڑی زوردار لڑائی ہوئی۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جاہلیت میں میں نے لوگوں میں سے بہترین کو قتل کیا اور اسلام لانے کے بعد لوگوں میں سے بدترین شخص کو قتل کیا۔

تیسرا فرقہ

بنو اسد ہے اور ان کا سردار طلحہ بن خویلد تھا۔ ان تین فرقوں میں آخری مرتد طلحہ تھا۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں نبوت کا دعویٰ کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتدین میں یہ سب سے پہلے مارا گیا۔ اس کی سرکوبی کے لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بڑی سخت جنگ کے بعد ان کو شکست دی۔ طلحہ وہاں سے غائب ہو گیا اور شام کی طرف بھاگ گیا پھر بعد میں اسلام لے آیا اور بڑا اچھا مسلمان بنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بہت سارے لوگ مرتد ہو گئے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کافی ہو گیا اور اپنے دین کی مدد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کرائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور عرب مرتد ہو گئے اور نفاق سر اٹھانے لگا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر اتنی ذمہ داریاں آ گئیں کہ اگر ٹھوس پہاڑوں پر آتیں تو ریزہ ریزہ ہو جاتے اور ایک قوم نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ قوم سے اشعری لوگ مراد ہیں کیونکہ حضرت عیاض بن غنم الاشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ”فسوف یأتی اللہ بقوم یحبہم الخ“ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ ان کی قوم ہے اور اشعریمین کا قبیلہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس اہل یمن آرہے ہیں ان کے دل بڑے نرم اور کمزور ہیں ایمان یمانی ہے اور حکمت یمانی ہے۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے یمن کے اس وقت زندہ لوگ مراد ہیں۔ دو ہزار قبیلہ نخع کے اور پانچ ہزار کندہ اور بجیلہ کے اور تین ہزار دیگر اطراف کے قادیسیہ کی لڑائی میں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انہوں نے جہاد کیا۔ (اذلة علی المؤمنین نرم دل ہیں مسلمانوں پر) یعنی نرم دل، شفیق ہیں۔ لقولہ عزوجل واخفص لهما جناح الذل من الرحمة اس سے ان کی کمزوری مراد نہیں ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ ان کے پہلو مسلمانوں پر نرم ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ”ذل“ سے لیا گیا ہے یعنی عاجزی انکساری کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ہونا۔

(اعزة علی الکافرین زبردست ہیں کافروں پر) یعنی سخت مزاج ہیں کافروں پر ان سے دشمنی رکھتے ہیں اور ان پر غالب آجاتے ہیں۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مؤمنین پر ایسے نرم دل ہیں جیسے بچہ اپنے والد اور غلام اپنے آقا کے لیے اور کافروں پر ایسے زبردست ہیں جیسے درندہ اپنے شکار پر (یجاہدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومة لائم لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور ڈرتے نہیں کسی کے الزام سے) یعنی اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈرتے یہ اس وجہ سے کہا کہ منافقین کفار کی ملامت کا خوف کرتے تھے اور ان سے ڈرتے تھے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی، سننے اور اطاعت کرنے پر اور اس بات پر کہ حق پر قائم ہوں گے اور حق بات کہیں گے ہم جہاں بھی

ہوں، اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈریں گے (ذکر فضل اللہ یؤتیه من یشاء یہ فضل ہے اللہ کا دے گا جس کو چاہے) یعنی ان کا اللہ سے محبت کرنا اور مسلمانوں کے لیے نرم ہونا اور کافروں پر سخت ہونا اللہ کے فضل کی وجہ سے ہے (واللہ واسع علیم اور اللہ کشار کی کرنے والا ہے خبردار)

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ﴿۵۹﴾
ترجمہ تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ایماندار لوگ ہیں جو کہ اس حالت سے نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں کہ ان میں خشوع ہوتا ہے۔

تفسیر ﴿۵۹﴾ (إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا) تمہارا رفیق تو وہی اللہ ہے اور اس کا رسول اور جو لوگ ایمان والے ہیں (ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت بھی عبادہ بن مسامت رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب انہوں نے یہود سے برأت ظاہر کی اور کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنین کو ولی بناتا ہوں تو یہ چھ آیات نازل ہوئیں "یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا الیہود الخ سے انما ولیکم اللہ ورسولہ" تک۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! بے شک ہماری قوم قریش اور نصیر نے ہم کو پھوڑ دیا ہے اور ہم سے جدا ہو گئے ہیں اور قسمیں اٹھائی ہیں کہ ہمارے ساتھ نہ بنیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پڑھ کر سنائی تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کی دوستی پر راضی ہیں۔ اس تفسیر پر اللہ تعالیٰ کے قول "وہم راکعون" سے رات اور دن کی نفل نماز مراد ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان (الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وہم راکعون) اور جو کہ قائم ہیں نماز پر اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں) میں "راکعون" سے حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ایک سائل کا گزر ہوا وہ نماز کے رکوع میں تھے تو اپنی انگلی اُتار کر دے دی۔

وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ﴿۶۰﴾

ترجمہ اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھے گا اور اس کے رسول سے اور ایماندار لوگوں سے سو اللہ کا گروہ بلا شک غالب ہے۔

تفسیر ﴿۶۰﴾ (وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا) اور جو کوئی دوست رکھے اللہ کو اور اس کے رسول کو اور ایمان والوں کو (یعنی دوستی قائم رکھے اللہ کی اطاعت پر قائم رہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کی مدد کرے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مہاجرین اور انصار ہیں (فان حزب اللہ تو اللہ کی جماعت) یعنی اللہ کے دین کی مدد کرنے والے (ہم الغالبون وہی سب پر غالب ہیں)۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَالْكَفَّارَ أَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾ وَإِذَا نَادَيْتُم إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُؤًا وَلَعِبًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٥٨﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنقِمُونَ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلُ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فَاسِقُونَ ﴿٥٩﴾

﴿تجوید﴾ اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب مل چکی ہے جو ایسے کہ انہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے ان کو اور دوسرے کفار کو دوست مت بناؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو اور جب تم نماز کے لئے اعلان کرتے ہو تو وہ لوگ اس کے ساتھ ہنسی اور کھیل کرتے ہیں یہ اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ بالکل عقل نہیں رکھتے آپ کہیے کہ اے اہل کتاب تم ہی میں کونسی بات معیوب پاتے ہو بجز اس کے کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اس پر جو ہمارے پاس بھیجی گئی ہے اور اس پر جو پہلے بھیجی جا چکی ہے باوجود اس کے کہ تم میں اکثر لوگ ایمان سے خارج ہیں۔

﴿تفسیر﴾ ﴿٥٧﴾ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَالْكَفَّارَ أَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ) کو جو تمہارے دین کو بناتے ہیں ہنسی اور کھیل (ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رفاعہ بن زید بن تابوت اور سوید بن حارث نے اس اسلام کو ظاہر کیا پھر منافق ہو گئے۔ مسلمانوں کے ایک آدمی کی ان سے گہری دوستی تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ (اے ایمان والو! نہ بناؤ ان لوگوں کو جو ٹھہراتے ہیں تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل) اپنے کفر کو اندر چھپا کر اور اس مذاق کو زبان سے ظاہر کر کے۔ (من الذين اتوا الكتاب من قبلكم وہ لوگ جو کتاب دیئے گئے تم سے پہلے) یعنی یہود (والکفار اور نہ کافروں کو اہل بصرہ اور کسائی نے الکفار کو راء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی کفار سے اور باقی نے راء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی کفار کو نہ بناؤ (اولیاء واتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین اپنا دوست اور ڈرو اللہ سے اگر ہو تم ایمان والے)

﴿٥٨﴾ وَإِذَا نَادَيْتُم إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُؤًا وَلَعِبًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ اور جب تم پکارتے ہو نماز کے لیے تو وہ ٹھہراتے ہیں اس کو ہنسی اور کھیل یہ اس واسطے کہ وہ لوگ بے عقل ہیں (کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی جب نماز کے لیے آواز لگاتا اور مسلمان اس کی طرف کھڑے ہوتے تو یہود کہتے وہ کھڑے ہو گئے نہیں کھڑے ہوئے۔ کھڑے ہوئے نماز پڑھی نہیں، نماز پڑھی اس طرح کے جملے مذاق اڑانے کے لیے کہتے اور ہنستے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت مدینہ کے ایک نصرانی کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ جب مؤذن کی آواز سنتا کہ وہ "اشھدان محمد الرسول اللہ" کہہ رہا ہے تو کہتا کہ جھوٹا جلایا جائے۔ ایک دن یہ نصرانی اور اس کے گھر والے سوئے ہوئے تھے کہ اس کا خادم آگ لایا تو اس سے ایک شعلہ اڑا اور سارا گھر اور وہ نصرانی اور اس کے گھر والے جل گئے اور دیگر حضرات نے کہا کہ کفار نے جب اذان کی آواز سنی تو مسلمانوں سے حسد کرنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے

اور کہنے لگے اے محمد! آپ علیہ السلام نے ایسی چیز ایجاد کی ہے کہ ہم نے پہلی امتوں میں نہیں سنی۔ اگر آپ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو آپ نے پہلے تمام انبیاء کی مخالفت کر دی ہے اور اگر اس میں کوئی بھلائی ہے تو پہلے انبیاء اس کے زیادہ حقدار تھے تو آپ نے یہ چیخ اور بری آوازیں نکالنا کہاں سے لے لیا تو اللہ تعالیٰ نے مؤذن کی شان میں یہ آیت نازل کی (ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ اور اس سے اچھی بات کس کی ہے جو اللہ کی طرف بلائے)

⑤ (قل یا ہل الکتاب هل تنقمون منا آپ کہہ دیجئے اے کتاب والو! کیا ضد ہے تم کو ہم سے) کسائی نے "ہل تنقمون" کے لام کو تاء میں ادغام کر کے پڑھا ہے۔ اسی طرح "ہل" کی لام کو تاء، ثاء، نون میں ادغام کیا جاتا ہے اور تاء نے تاء اور ثاء میں موافقت کی ہے اور ابو عمرو نے "ہل نری" میں دو جتہوں میں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہود کی ایک جماعت آئی جن میں ابو یاسر بن اخطب، رافع بن ابی رافع وغیرہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ علیہ السلام کن انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایمان لاتا ہوں اللہ پر اور جو چیز ہو، وہی طرف اتاری گئی اور جو ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام کی طرف اتاری گئی۔ جب آپ علیہ السلام نے مسیحی علیہ السلام کا ذکر کیا تو انہوں نے مسیحی علیہ السلام کی نبوت کا انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ تمہارے دین سے برا کوئی دین ہمیں معلوم نہیں اور نہ کوئی ایسا دین ہے کہ جس کا حصہ دنیا اور آخرت میں اتنا کم ہو تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی (اے کتاب والو! کیا ضد ہے تم کو ہم سے۔ تم اس کو ناپسند سمجھتے ہو۔ الا ان امننا باللہ وما انزل الینا وما انزل من قبل وان اکثرکم فاسقون) (اکثر یعنی کہ تم ایمان لائے اللہ پر اور جو نازل ہوا ہم پر اور جو نازل ہو چکا پہلے اور یہی کہ تم میں اکثر تافہان ہیں) یعنی تمہیں ہمارا ایمان لاتا برا لگتا ہے اور تم ایمان سے خارج ہو یا معنی یہ ہے کہ تم ہمارے ایمان لانے کو برا سمجھتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ تم حق پر ہیں۔ اس لئے کہ تم نے مال اور اقوال کی محبت میں اپنے دین پر عمل کرنے سے تافرمانی کی۔

قُلْ هَلْ اُنْبِئُكُمْ بِشَرِّ مِّنْ ذَلِكَ مُتَوَبِّعًا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لُعِنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمْ التُّرُدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ ⑥
وَ اِذَا جَاءَ وَاكُمْ قَالُوْا اٰمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوْا بِالْکُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ⑦ وَ تَرَى كَثِيْرًا مِنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدُوْانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحُوْتَ ؕ لَبِْسٌ مَّا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ⑧ لَوْلَا يَنْهٰهُمْ الرَّبِّيُّوْنَ وَاْلَاخْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحُوْتَ ؕ لَبِْسٌ مَّا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ⑨

⑥ آپ کہنے لگے کہ کیا میں تم کو ایسا طریقہ بتاؤں جو اس سے بھی خدا کے یہاں پاداش ملنے میں زیادہ برا ہو وہ ان

اشخاص کا طریقہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے رحمت سے دور کر دیا ہو اور ان پر غضب فرمایا ہو اور ان کو بندر اور سور بنا دیا ہو اور انہوں نے شیطان کی پرستش کی ہو ایسے اشخاص مکان کے اعتبار سے بھی بہت برے ہیں اور راہ راست سے بھی بہت دور ہیں اور جب یہ لوگ تم لوگوں کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں۔ کہ ہم ایمان لے چکے ہیں حالانکہ وہ کفر ہی کو لے کر آئے تھے اور کفر ہی کو لے کر چلے گئے اور اللہ تعالیٰ تو خوب جانتے ہیں جس کو یہ پوشیدہ رکھتے ہیں اور آپ ان میں بہت آدمی ایسے دیکھتے ہیں جو دوڑ دوڑ کر گناہ اور ظلم اور حرام کھانے پر گرتے ہیں واقعی ان کے یہ کام برے ہیں ان کو مشائخ اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام مال کھانے سے کیوں منع نہیں کرتے واقعی ان کی یہ عادت بری ہے جانتے ہو کہ ہم حق پر ہیں۔ اس لیے کہ تم نے مال اور اقوال کی محبت میں اپنے دین پر عمل کرنے سے نافرمانی کی۔

تفسیر 60 (قل) (اے محمد) (هل ائبتکم بشر من ذلك) آپ کہہ دیجئے میں تم کو بتاؤں ان میں کس کی بات بری (جو تم نے ذکر کی ہے یعنی انہوں نے جو کہا کہ اسلام سے کم کسی دین کا دنیا اور آخرت میں کم حصہ نہیں اور اسلام سے برا کوئی دین نہیں) (مثنویہ) ان کو ثواب اور بدلہ دیا جائے گا۔ یہ منصوب ہے تفسیر کی بناء پر (عند الله من لعنه الله اللہ کے ہاں وہی جس پر اللہ نے لعنت کی) یعنی وہ برا ہے جس پر اللہ نے لعنت کی (وغضب علیه اور اس پر غضب نازل کیا) یعنی یہود (وجعل منهم القردة والخنازیر اور ان میں سے بعضوں کو بندر کر دیا اور بعضوں کو سور) بندر ہفتے والے ہوئے اور سور عیسیٰ علیہ السلام کے دسترخوان کے منکر۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ شکلیں ہفتہ والوں کی بگڑی تھیں ان کے نو جوان بندر بنائے گئے تھے اور بوڑھے سور۔ (وعبد الطاغوت اور جنہوں نے بندگی کی شیطان کی) یعنی ان میں سے بعض کو ایسا بنا دیا کہ انہوں نے شیطان کی عبادت کی۔ یعنی جو چیز شیطان نے دل میں ڈالی اس کی تصدیق کی اور اس کے پیچھے پڑ گئے۔ (اولئک شر مکانا واضل عن سواء السبیل وہی لوگ بدتر ہیں درجہ میں اور بہت بہکے ہوئے ہیں سیدھی راہ سے)

61 (وَإِذَا جَاءُكُمْ فَالُوا اور جب تمہارے پاس آتے ہیں) یعنی یہ منافقین اور بعض نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا تھا (امنوا بالذی انزل علی الذین آمنوا وجه النهار و کفر وا آخره کہ اس چیز پر ایمان لاؤ جو مسلمانوں پر اتاری گئی دن کی ابتداء میں اور دن کے آخر میں انکار کر دو) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر داخل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں (امنا ہم ایمان لائے) آپ پر اور آپ کے اقوال کی تصدیق کرتے ہیں حالانکہ کفر کو چھپاتے ہیں (وَاللَّذُ خَلُوا بِالْکُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِه اور حالت یہ ہے کہ کافر ہی آئے تھے اور کافر ہی چلے گئے وَاللَّهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوا یَكْتُمُونَ اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہوئے تھے)

62 (وَتَرَى کَثِیرًا مِنْهُمْ اور آپ دیکھیں گے ان میں سے بہتوں کو) یعنی یہود میں سے (سَارِعُونَ فِی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ کہ دوڑتے ہیں گناہ پر اور ظلم پر) کہا گیا ہے کہ ”الائم“ سے گناہ اور ”العدوان“ سے ظلم مراد ہے اور کہا گیا ہے کہ ”الائم“ سے مراد جو کچھ انہوں نے تورات کے احکام چھپائے اور عدوان جو تورات میں زیادتی کی۔ (وَاکْتَلَبُوا السُّخْتِ اور

حرام کھانے پر) یعنی رشوت (لِبَيْسٍ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ بہت ہی برے عمل ہیں جو وہ کر رہے ہیں)
 ⑤ (لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبُّيبُونَ وَالْأَخْبَارُ كَيَوْمِ نَبِيٍّ مَنَعَ كَرْتِي ان کو ان کے درویش اور علماء) بعض نے کہا "ربانبون"
 سے نصاریٰ کے علماء اور اخبار سے یہود کے علماء مراد ہیں۔ (عَنْ قَوْلِهِمْ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّخْتِ مَا كَانُوا
 يَصْنَعُونَ گنہگاروں کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے بہت ہی برے عمل ہیں جو کر رہے ہیں)

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُلُّ اللَّهُ مَغْلُوبَةً ۖ غَلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلَعِنُوا بِمَا قَالُوا ۖ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُفِيقُ
 كَيْفَ يَشَاءُ ۚ وَلِيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ وَالْقَيْنَا
 بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ
 وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ⑥

⑥ اور یہود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے ان ہی کے ہاتھ بند ہیں اور اپنے اس کہنے سے یہ رحمت سے
 دور روٹنے گئے بدہ ان کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں جس طرح چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں اور جو مضمون آپ
 کے پاس آپ کے پروردگار کی طرف سے بھیجا جاتا ہے وہ اس میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر کی ترقی کا سبب ہو جاتا
 ہے اور ہم نے ان میں باہمی قیامت تک عداوت اور بغض ڈال دیا جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں تو حق
 تعالیٰ اس کو فروگردیتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتے۔

⑥ (وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُلُّ اللَّهُ مَغْلُوبَةً اور یہود کہتے ہیں اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا)

يدالله مغلوله کی آیت کا شان نزول

ابن عباس رضی اللہ عنہما، مکرّمہ، رضی اللہ عنہما، فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کو مال کی فراوانی دی یہاں تک
 کہ تمام لوگوں سے زیادہ مالدار ہو گئے اور زمین سرسبز ہو گئی جب انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں اللہ کی نافرمانی
 کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا تو اللہ نے وسعت رزق کو روک لیا تو اس وقت فحاص بن عازر راہ یہودی کہنے لگا کہ
 اللہ کے ہاتھ رزق سے بند ہیں یعنی اللہ تعالیٰ انہیں ہو گئے (نعوذ باللہ) یہ بات کہی تو صرف فحاص نے کی تھی لیکن باقی یہود
 نے اس کو روکا نہیں تو وہ بھی اس بات میں شریک ہو گئے۔

حسن فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہمیں عذاب دینے سے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ رُکے ہوئے ہیں اب ہمیں صرف اتنی دیر
 عذاب دے کا جتنی دیر ہمارے آباء نے چھڑے کی عبادت کی اپنی قسم کو پورا کرنے کے لیے عذاب دے گا۔

اور پہلا قول زیادہ بہتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا خرچ کرتا ہے جیسے چاہتا ہے (غلت ایدیہم انہما کے

ہاتھ بند ہو جائیں) یعنی انہی کے ہاتھ خیر کے کاموں میں خرچ کرنے سے روکے ہوئے ہیں۔
 زجاج فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیا کہ میں سخی ہوں، یہ کنجوس ہیں ان کے ہاتھ خرچ کرنے سے بند ہیں اور بعض نے کہا کہ ”غلت“ سے جہنم کی بیڑیاں مراد ہیں قیامت کے دن (ولعنوا اور لعنت ہے) عذاب دیئے گئے (بما قالوا ان کو اس کہنے پر) ان کی لعنت میں سے یہ ہے کہ ان کو بند اور سُور بنایا گیا۔ دُنیا میں ان پر ذلت اور مسکنت ماری گئی اور آخرت میں جہنم (بل یداہ مبسوطتان بلکہ اس کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں) ”يُدُّ اللّٰهُ“ اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے جیسے سمع، بصر، وجہ۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کی حقیقت خوب جانتے ہیں، بندوں پر لازم ہے کہ ان کی جو مراد اللہ کے ہاں ہے اس پر ایمان لائیں اور سر جھکائیں (بنفق خرچ کرتا ہے) رزق دیتا ہے (كَيْفَ يَشَاءُ ط وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط طُغْيَانًا وَكُفْرًا جس طرح چاہے اور ان میں بہتوں کو بڑھے گی۔ اس کلام سے جو تجھ پر اترتا ہے رب کی طرف سے شرارت اور انکار) یعنی جب بھی کوئی آیت اترتی ہے اس کا انکار کرتے ہیں تو کفر اور سرکشی بڑھ جاتی ہے (وَالْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعِدَّةَ وَالْبَغْضَاءَ اور ہم نے ڈال رکھی ہے ان میں دشمنی اور بیزاری) یعنی یہود و نصاریٰ کے درمیان۔ اسی کو حسن اور خباہت رحمت اللہ نے کہا ہے اور بعض نے کہا یہود کے گروہوں کے درمیان کہ ان کے دین میں مختلف جماعتیں ہیں آپس میں بغض رکھتی ہیں۔ (الٰہی یوم القیامۃ کلما اوقد وانا را للحرِب اطفأھا اللہ قیامت کے دن تک جب کبھی آگ سلگاتے ہیں لڑائی کے لیے اللہ اس کو بجھا دیتا ہے) یعنی یہود نے فساد ڈالا اور تورات کے حکم کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو عذاب بنا کر بھیجا۔ پھر فساد ڈالا تو ان پر طیطوس رومی کو بھیجا۔ پھر فساد ڈالا تو ان پر مجوس کو مسلط کیا۔ پھر فساد ڈالا تو ان پر مسلمانوں کو بھیجا اور بعض نے کہا جب بھی اپنی قوت جمع کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں فساد ڈالنے کے لیے جنگ کی آگ بھڑکائی، اللہ تعالیٰ نے اس کو بجھا دیا اور ان کو بھگا دیا اور مغلوب کیا اور اپنے نبی علیہ السلام اور دین کی مدد کی۔ یہی حسن رحمہ اللہ کے قول کا معنی ہے اور قنادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام ہے۔ یہود جس جنگ کی تیاری کریں گے وہاں ایسا ہوگا، آپ یہود کو دُنیا کے جس شہر میں پائیں گے وہاں یہ ذلیل لوگوں میں ہوں گے (وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرتے ہوئے اور اللہ پسند نہیں کرتا فساد کرنے والوں کو)

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دُخْلُنَاهُمْ جَنَّةِ النَّعِيمِ 65
 وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَا كَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ ط مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ط وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ 66 يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ط وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ 67

اور اگر یہ اہل کتاب ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور ان کی تمام برائیاں معاف کر دیتے

اور ضرور ان کو چین کے باغ میں داخل کر دیتے اور اگر یہ لوگ توریت کی اور انجیل کی اور جو کتاب ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی ہے اس کی پوری پابندی کرتے تو یہ لوگ اوپر سے اور نیچے سے خوب فراغت سے کھاتے ان میں ایک جماعت راہ راست پر چلنے والی ہے اور زیادہ ان میں سے ایسے ہیں کہ ان کے کردار بہت برے ہیں اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچادہجئے اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا یقیناً اللہ تعالیٰ ان کافر لوگوں کو راہ نہ دیں گے۔

تفسیر (وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر (وَاتَّقُوا) کفر سے لکھنا غنہم سیاتہم ولا دخلنہم جنت النعیم

⑤ (وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَالْإِنجِيلَ وَأُورَادَهُمْ قَاتِمٌ رَكْعَتِ تَوْرَاتِ وَأُورَادَهُمْ قَاتِمٌ رَكْعَتِ تَوْرَاتِ) یعنی ان کے احکام اور حدود کو قائم رکھتے اور ان پر عمل کرتے (وَمَا أَنْزَلْنَا إِلَيْهِمْ مِنَ الْكِتَابِ إِلَّا مَا نَزَّلْنَا بِرَأْسِهِمْ مِنَ الْقُرْآنِ وَلِيَمَّا يَكْفُرُ بِنِعْمَةِ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَذْهَبْنَا لَهُمْ قُلُوبَهُمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ شَيْئًا) یعنی قرآن اور بعض نے کہا بنی اسرائیل کی کتابیں مراد ہیں۔ (لَا تَكْلُمُوا مَعَهُمْ لَعَلَّ يَأْمَنُوا) یعنی ان کے دل سے کفر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے) بعض نے کہا کہ ان کے اوپر سے بارش مراد ہے اور ان کے نیچے سے زمین کی پیداوار مراد ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان پر بارش اتاری جاتی اور زمین سے غلہ نکالا جاتا۔ فرما رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے رزق میں وسعت مراد ہے۔ ⑥ (مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ وَبَعْضٌ مِّنْهُمْ أَشْرَكُ) یعنی اہل کتاب میں سے ایمان لانے والے جیسے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی۔ یعنی عادل ہیں نہ غالب ہیں اور کوتاہی کرتے ہیں اور لغت میں اقتصاد کا معنی مثل میں اعتدال رکھنا نہ غلو کرنا نہ کوتاہی کرنا (وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ أَشْرَكُ) کعب بن اشرف اور اس کے ساتھی (مَاءٌ مَّا يَفْعَلُونَ بَرِّئًا مِمَّا ظَنُّوا أَنَّهُمْ كَانُوا يَفْعَلُونَ) یعنی ان کا عمل برا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر کے برے کام کیے۔

⑦ (يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ أَعْلَمُ بِمَا تُفْعَلُونَ) یعنی اے رسول! پہنچادے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے) مسروق رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو یہ کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے اتارے ہوئے کسی حکم کو چھپایا تو اس نے جھوٹ بولا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے رسول! پہنچادے جو تجھ پر اترا، تیرے رب کی طرف سے۔ حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے رسولوں کو مبعوث کیا تو ان کے دل میں خیال آیا کہ لوگ آپ علیہ السلام کی تکذیب کریں گے تو یہ آیت نازل ہوئی یہود کے عیب کے بارے میں کیونکہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی طرف بلایا تو کہنے لگے ہم آپ سے پہلے اسلام لائے ہیں اور آپ علیہ السلام کا مذاق اڑانے لگے اور کہنے لگے کیا آپ کا ارادہ ہے کہ ہم آپ کو ویسے جنان بنالیں جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بنایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا یہ رویہ دیکھ کر خاموش ہو گئے تو یہ

آیت نازل ہوئی اور آپ علیہ السلام کو حکم دیا کہ یہود کو کہیں (یا اہل کتاب لستم علی شیء اے اہل کتاب تم کسی چیز (دین) پر نہیں ہو) اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہے کہ رجم اور قصاص کے بارے میں جو حکم آپ علیہ السلام پر نازل ہوا ہے اس کو پہنچادیں۔ یہ آیت یہود کے واقعہ میں نازل ہوئی اور بعض نے کہا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے معاملہ اور نکاح کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور بعض نے کہا جہاد کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ منافقین نے جہاد کو ناپسند سمجھا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (جب نازل کی جاتی ہے ان پر کوئی محکم سورت اور اس میں جہاد کا ذکر کیا جائے تو آپ دیکھیں گے ان لوگوں کو جن کے دل میں مرض ہے کہ وہ آپ کو اس طرح دیکھتے ہیں جیسے موت کی غشی ان پر آگئی ہو) بعض مومنین نے بھی جہاد کو ناپسند سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض مجالس میں جہاد کی ترغیب دینے سے رُک گئے کہ آپ علیہ السلام کو ان کی کراہت معلوم ہوگئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ اور اگر ایسا نہ کیا تو تو نے کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام) اہل مدینہ و شام، ابو بکر، یعقوب رحمہما اللہ نے ”رسالاتہ“ جمع کا صیغہ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے ”رسالتہ“ مفرد پڑھا ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر آپ علیہ السلام نے بعض احکامات نہ پہنچائے تو کچھ بھی نہ پہنچایا۔ یعنی بعض احکام کی تبلیغ نہ کرنے کا جرم تمام احکام کی تبلیغ نہ کرنے جتنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (ہم ایمان لاتے ہیں بعض پر اور کفر کرتے ہیں بعض کا اور وہ چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان کوئی راستہ بنا لیں یہی لوگ بکے کافر ہیں) اور بعض نے کہا ”بلغ ما انزل الیک“ کا مطلب ہے کہ یعنی اس کی تبلیغ کو ظاہر کریں۔ اللہ کے فرمان کی طرح (فاصدع بما تؤمر آپ کو گزریئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے) اگر آپ نے اس کی تبلیغ ظاہر نہ کی تو آپ نے بالکل پیغام نہ پہنچایا (وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اور اللہ تجھ کو بچالے گا لوگوں سے) لوگوں سے حفاظت کرے گا اور روکے گا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر زخم لگا آپ کے دندان شہید ہوئے اور کئی طرح کی تکلیفیں دی گئیں تو یہ کیسی حفاظت ہوئی؟ تو جواب دیا گیا کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ قتل سے بچائے گا کہ لوگ آپ علیہ السلام کو قتل نہ کر سکیں گے اور بعض نے کہا یہ آیت آپ علیہ السلام کا سر زخمی ہونے کے بعد نازل ہوئی۔ اس لیے کہ سورۃ مائدہ قرآن مجید میں سب سے آخر میں نازل ہوئی اور بعض نے کہا کہ اللہ نے لوگوں میں آپ علیہ السلام کو عصمت کے ساتھ خاص کیا ہے اس لیے کہ نبی علیہ السلام معصوم ہوتے ہیں۔ (اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ بے شک اللہ راستہ نہیں دکھلاتا قوم کفار کو)

من يعصمك مني تمہیں مجھ سے کون بچائے گا

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف جہاد کیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوٹ رہے تھے تو ایک خاردار وادی میں قیلولہ کے لیے رُک گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اترے اور لوگ درختوں کا سایہ تلاش کرنے کے لیے بکھر گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے ٹھہرے اور اپنی تلوار اس پر لٹکا دی اور ہم سو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں آواز دی ہم بیدار ہوئے تو آپ علیہ السلام کے پاس

ایک بدو بیٹھا تھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس نے میری کلوں اٹھائی، میں سویا ہوا تھا، میں بیدار ہوا تو وہ اس کے ہاتھ میں تھی ہوئی تھی تو کہنے لگا آپ علیہ السلام کو مجھ سے کون بچائے گا؟ تو میں نے تین مرتبہ اللہ کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کچھ نہیں کہا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بدو نے آپ علیہ السلام کی کلوں اٹھیں اور کہنے لگا کہ اے محمد! آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ تو آپ علیہ السلام نے کہا اللہ تو اس بدو کا ہاتھ کانپ گیا اور کلوں اس کے ہاتھ سے گر گئی اور اپنا سر درخت پر مارنے لگا یہاں تک کہ اس کا دماغ پھٹ گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جاتے تھے جب مدینہ آئے تو فرمانے لگے کاش میرے صحابہ میں سے کوئی نیک شخص رات کو میری چوکیداری کرتا تو اچانک ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کون ہے؟ کہا میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہوں، آپ کی چوکیداری کے لیے آیا ہوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہرہ داری کی جاتی تھی یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی (اللہ بچائے گا آپ کو لوگوں سے) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنبہ سے سر نکالا اور فرمایا اے لوگو! تم چلے جاؤ اللہ تعالیٰ نے مجھے محفوظ کر دیا ہے۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِن رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿١٠٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِقُونَ وَالنَّصْرِيُّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٠١﴾ لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَارْسَلْنَا إِلَيْهِمْ رَسُولًا ؕ كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنَّا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُهُمْ فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يُقْتَلُونَ ﴿١٠٢﴾ وَحَسِبُوا أَنَّا لَآ تَكُونُ فِتْنَةً فَاعْمُوا وَصَمُّوا ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا كَثِيرًا مِّنْهُمْ ؕ وَاللَّهُ بَصِيرٌ مِّمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٠٣﴾

﴿١٠٠﴾ آپ کہیے کہ اے اہل کتاب! تم کسی راہ پر بھی نہیں جب تک کہ تورات کی اور انجیل کی اور جو کتاب تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے اس کی بھی پوری پابندی نہ کرو گے اور ضرور جو مضمون آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے بھیجا جاتا ہے اور ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر کی ترقی کا سبب ہو جاتا ہے تو آپ ان کافروں پر غم نہ کیا کیجئے۔ یہ تحقیقی بات ہے کہ مسلمان اور یہودی اور فرقہ صائبین اور نصاریٰ جو شخص یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر اور کارگزاری اچھی کرے ایسوں پر نہ کسی طرح کا اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان کے پاس بہت سے پیغمبر بھیجے جب کبھی ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا حکم

لایا جس کو ان کا جی نہ چاہتا تھا سو بعضوں کو جھوٹا بتلایا اور بعضوں کو قتل ہی کر ڈالتے تھے۔ اور یہی گمان کیا کہ کچھ سزا نہ ہوگی اس سے اور بھی اندھے اور بہرے بن گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی پھر بھی اندھے اور بہرے بنے رہے یعنی ان میں کے بہترے اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھنے والے ہیں۔

تفسیر 68 (قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ لَعَلَّ تَوْرَاتٍ وَالْإِنْجِيلَ كَمَا قَامَ كَرُواور جو تم پر اترا تمہارے رب کی طرف سے) یعنی تورات و انجیل کے احکام کو قائم کرو اور جو کچھ واجب ہے اس کو ادا کرو (وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ اور ان میں سے بہت لوگوں کو بڑھے گی اس کلام سے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے شرارت اور کفر سو آپ افسوس نہ کریں اس قوم کفار پر)

69 (انَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّبِئُونَ وَالنَّصَارَى بَشَكَّ جَوْسَلْمَان ہیں اور جو یہودی ہیں اور فرقہ صابئی اور نصاریٰ) اس کا حق یہ تھا کہ ”الصائبین“ پڑھا جاتا لیکن سورت بقرہ میں ہم اس کے مرفوع ہونے کی وجہ بیان کر چکے ہیں۔ سیبویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے۔ اصل عبارت یوں تھی۔ ”ان الذين امنوا والذين هادوا والنصارى من امن بالله..... الخ“ آیت کے آخر تک ”والصابئون كذلك“ (انَّ الَّذِينَ آمَنُوا بِشَكَّ لَوْكَ ايمان لائے) زبان کے ساتھ (مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ جَوْكُوِي ايمان لائے اللہ پر) یعنی دل سے اور کہا گیا ہے کہ ”الَّذِينَ آمَنُوا“ یعنی ایمان کی حقیقت پر ایمان لائے۔ ”مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ“ یعنی ایمان پر ثابت قدم رہے۔ (وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٍ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ اور روز قیامت پر اور عمل کرے نیک نہ ان پر ڈر ہے نہ وہ غمگین ہوں گے)

70 (لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ يَلَّهِمْ أَن يَلَّهِمْ يَلَّهِمْ يَلَّهِمْ أَن يَلَّهِمْ يَلَّهِمْ يَلَّهِمْ) (وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ رُسُلًا ط كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّمَّا لَا تُهَوِّى أَنْفُسُهُمْ فَرِيقًا كَذَّبُوا اور بھیجے ان کی طرف رسول جب لایا ان کے پاس کوئی رسول وہ حکم جو خوش نہ آیا ان کے جی کو تو بہت ساروں کو جھٹلایا) یعنی عیسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو (وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ اور بہت ساروں کو قتل کر ڈالتے تھے) جیسے یحییٰ اور زکریا علیہما السلام۔

71 (وَاحْسِبُوا آلَا تَكُونُ فِتْنَةً اور خیال کیا کہ کچھ خرابی نہ ہوگی) یعنی عذاب اور قتل نہ ہوگا اور کہا گیا ہے کہ آزمائش اور امتحان نہ ہوگا۔ یعنی ان کا خیال تھا ان پر آزمائش نہ آئے گی اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دیں گے۔ اہل بصرہ، حمزہ، کسائی رحمہما اللہ نے نکون کونون کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ اصل میں ”انہا لا تكون“ تھا اور باقی حضرات نے نون کے نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ جیسا کہ اگر نکون سے پہلے لا نہ ہوتا تو پڑھا جاتا۔ (فَعَمُوا سو اندھے ہو گئے) حق کے دیکھنے سے (وصموا اور بہرے) حق کو سننے سے یعنی موسیٰ علیہ السلام کے بعد حق بات سننے اور دیکھنے سے اندھے بہرے ہو گئے۔ (ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ پھر توبہ قبول کی اللہ نے ان کی) عیسیٰ علیہ السلام کو بھیج کر (ثُمَّ عَمُوا وَصَمُوا كَثِيرًا مِنْهُمْ پھر اندھے اور بہرے ہوئے

ان میں سے بہت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے (وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ مِّمَّا يَفْعَلُوْنَ اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں)۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۗ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يَنْبِيَّ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوْا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۗ اِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا وُجُوْهُ النَّارُ ۗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۰﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ ثَلَاثٌ ثَلَاثَةٌ ۗ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ وَاَحَدٌ ۗ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۱﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لَهُ ذُو اللّٰهِ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۲﴾ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ ذُو اَمَّةٍ صٰلِيْقَةٌ ۗ مَا كَانَا يَأْكُلِنَ الطّٰعَامَ ۗ اَنْظُرْ كَيْفَ نَبِّئُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ اَنْظُرْ اَنۢى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۳﴾

تفسیر بیشک وہ لوگ کافر ہو چکے جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ تین تین ہے حالانکہ سچ نے خود فرمایا کہ اے نبی اسرائیل! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے بیشک جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک قرار دے گا سو اس پر اللہ تعالیٰ جنت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ بلاشبہ وہ لوگ بھی کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین میں سے ایک ہے حالانکہ بجز ایک معبود نہیں اور اگر یہ لوگ اپنے ان اقوال سے باز نہ آئے تو جو لوگ ان میں کافر رہیں گے ان پر دردناک عذاب واقع ہوگا کیا پھر بھی خدا تعالیٰ کے سامنے تو بہ نہیں کرتے اور اس سے معافی نہیں چاہتے حالانکہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے بڑی رحمت فرمانے والے ہیں سچ ابن مریم کچھ بھی نہیں صرف ایک پیغمبر ہیں جن سے پہلے اور بھی پیغمبر گزر چکے ہیں۔ اور ان کی والدہ ایک ولی بی بی ہیں دونوں کھانا کھایا کرتے تھے دیکھیے تو ہم کیونکر دلائل ان سے بیان کر رہے ہیں پھر دیکھئے وہ اپنے کدھر جا رہے ہیں۔

تفسیر ﴿۷۰﴾ (لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۗ بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ ہی سچ ہے مریم کا بیٹا) یہ یہود کا فرقہ مکانیہ اور یسوعیہ ہے (وَقَالَ الْمَسِيْحُ يَنْبِيَّ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوْا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۗ اِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا وُجُوْهُ النَّارُ ۗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ اور سچ علیہ السلام نے کہا ہے کہ اے نبی اسرائیل بندگی کرو اللہ کی رب ہے میرا اور تمہارا۔ بے شک جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا سو حرام کی اللہ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کوئی نہیں گناہ گاروں کی مدد کرنے والا)۔

﴿۷۱﴾ (لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ ثَلَاثٌ ثَلَاثَةٌ ۗ بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ ہے تین میں سے ایک) یعنی مرقویہ فرقہ۔ یہاں عبارت چھپی ہوئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تین خداؤں کا تیسرا کیونکہ وہ کہتے تھے کہ خدائی اللہ تعالیٰ، مریم اور

عیسیٰ علیہا السلام کے درمیان مشترک ہے اور ان میں سے ہر ایک معبود ہے تو یہ تین معبود ہوئے۔ اللہ تعالیٰ یہی بات عیسیٰ علیہ السلام کو بیان کر رہے ہیں کہ (ءانت قلت للناس اتخذوني وامى الهين من دون الله کیا آپ علیہ السلام نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے علاوہ خدا بناؤ) اور جس نے کہا کہ اللہ تین کا تیسرا ہے اور اس سے خدائی مراد نہ لی تو وہ کافر نہ ہوگا۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا (ما یكون من نجوى ثلاثة الا هو رابعهم نہیں ہوتی تین کی سرگوشی مگر اللہ تعالیٰ ان کا چوتھا ہوتا ہے) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا آپ کا کیا گمان ہے ان دو کے بارے میں کہ اللہ ان کا سرا ہے۔ پھر ان کی تردید کی اور فرمایا کہ (وما من اله الا الله..... لیمنن حالانکہ کوئی معبود نہیں سوائے ایک معبود کے اور روہ باز نہ آئیں گے اس بات سے جو کہتے ہیں، تو بے شک پہنچے گا ان میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کو عذاب دردناک) کفر پر قائم رہنے والوں کو اس حکم کے ساتھ خاص کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ بعض لوگ ان میں سے ایمان لے آئیں گے۔

⑦۴ (اَفَلَا يَتُوبُونَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَہٗ کیوں نہیں توبہ کرتے اللہ کے آگے اور گناہ بخشواتے اس سے) فرما رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ استفہام کے الفاظ میں حکم ہے جیسے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (فهل انتم منتہون کیا تم باز آتے ہو؟) یعنی باز آ جاؤ اور طلب یہ ہے کہ اللہ تمہیں حکم دیتے ہیں توبہ اور اس بڑے گناہ سے استغفار کرنے کا (وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان)

⑦۵ (مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ یعنی وہ معبود نہیں ہے بلکہ ان رسولوں کی طرح ہیں جو پہلے گزر چکے معبود نہیں تھے) (وامہ صدیقہ اور اس کی ماں ولی ہے)

وامہ صدیقہ کی تفسیر۔ کثرت سے سچ بولنے والی اور کہا گیا ہے کہ ان کو صدیقہ اس وجہ سے کہا گیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تصدیق کی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ اس نے اپنے رب کے کلمات کی تصدیق کی (كَانَ يَأْكُلُ مِنَ الطَّعَامِ دُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْبَنَاتُ) یعنی تمام انسانوں کی طرح غذا اور کھانے سے زندگی گزارتے تھے تو وہ کیسے معبود ہو سکتا ہے جو خود کھانے کا محتاج ہو اور کہا گیا ہے کہ یہ حدیث سے کنایہ ہے کیونکہ جو کھائے پئے تو لامحالہ اس کو پیشاب اور پاخانہ آئے گا اور جس کی یہ حالت ہو وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے۔ (اَنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ اَنْظُرْ اَنى يُؤْفَكُوْنَ دیکھ کیسے بتاتے ہیں ان کو دلیلیں پھر دیکھ وہ کہاں اُلٹے جا رہے ہیں) یعنی حق سے پھرے جا رہے ہیں۔

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًا وَّ لَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيْمُ

⑦۶ قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ غَيْرِ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْا اَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ ⑦۷ لَعْنُ الدِّيْنِ كَفَرُوْا مِنْ مِّنْ بَنِيْ اِسْرٰٓءِٕلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوُدَ وَّ عِيسٰى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ⑦۸ كَانُوْا لَا

يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٦٥﴾

آپ فرمائیے کیا خدا کے سوالیے کی عبادت کرتے ہو جو کہ تم کو نہ کوئی ضرر پہنچانے کا اختیار رکھتا ہو اور نہ نفع پہنچانے کا حالانکہ اللہ تعالیٰ سب سنتے ہیں سب جانتے ہیں آپ فرمائیے کہ اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناحق کا غلومت کرو اور ان لوگوں کے خیالات پر مت چلو جو پہلے خود بھی غلطی میں پڑ چکے ہیں اور بہتوں کو غلطی میں ڈال چکے ہیں اور وہ لوگ راہ راست سے دور ہو گئے تھے بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر لعنت کی گئی تھی داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انہوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے جو برا کام انہوں نے کر رکھا تھا اس سے باز نہ آتے تھے۔ واقعی ان کا نعل بیشک برا تھا۔

تفسیر ﴿٦٥﴾ (قُلْ اتَّقُوا اللَّهَ مِنْ ذُنُوبِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ) آپ کہہ دیں

کیا تم ایسی چیز کی بندگی کرتے ہو اللہ کو چھوڑ کر جو مالک نہیں تمہارے برے کی اور نہ بھلے کی اور اللہ وہی ہے سننے والا جاننے والا

﴿٦٦﴾ (قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا لِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ) آپ کہہ دیجئے اے اہل کتاب مت مبالغہ کرو اپنے دین کی

بات میں ناحق کا) یعنی حد سے تجاوز نہ کرو اور بڑائی اور کوتاہی میں سے ہر ایک دین میں برا ہے اور اللہ کا فرمان "غیر الحق" یعنی

تمہارے دین میں جو حق کے مخالف بات ہو کیونکہ انہوں نے اپنے دین میں حق کی مخالفت کی۔ پھر اس پر ڈٹ کر غلو کیا۔ (اور مت

چلو خیالات پر ان لوگوں کے) "اهواء ہوی" کی جمع ہے اور "ہوی" وہ ہے جس کی طرف نفس کی شہوت بلائے (قُلْ ضَلُّوا

مِنْ قَبْلُ) جو گمراہ ہو چکے پہلے) یعنی یہود اور نصاریٰ کے گمراہ کرنے والے سردار اور خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے

کے لوگوں کو ہے ان کو ان کے اسلاف کی خواہشات سے ایجاد کی ہوئی چیزوں پر چلنے سے روکا گیا ہے (واضلوا کثیرا) اور گمراہ

کر گئے بہتوں کو) یعنی جنہوں نے ان کی خواہشات کی اتباع کی (وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ) اور بہک گئے سیدھی راہ سے

پہلی اضلال تو ان کی اپنی تھی اور دوسرا اضلال گمراہوں کی تابعداری کرنے کی وجہ سے ہے۔

﴿٦٧﴾ (لَعْنَةُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ مَلْعُونٍ هُوَ كَافِرٌ بِنِي إِسْرَائِيلَ) داؤد علیہ السلام نے بددعا کی۔ اے

اللہ! ان پر لعنت کر اور ان کو نشانی بنا دے تو ان کی صورت بگاڑ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا گیا (وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ) عیسیٰ مر

علیہا السلام کے بیٹے کی) یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر دسترخوان والوں کو لعنت ہوئی جب وہ ایمان نہ لائے تو عیسیٰ علیہ السلام

نے بددعا کی۔ اے اللہ! ان پر لعنت کر اور ان کو عبرت کی نشانی بنا دے تو ان کو خنزیر بنا دیا گیا (ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا

يَعْتَدُونَ) یہ اس لیے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گزر گئے تھے)

﴿٦٨﴾ (كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ آتِيسَ فِي مَنَعٍ نَهَى فَعَلُوا) یعنی ان

سے بعض بعض کو منع نہ کرتے تھے (لَبَسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ کیا ہی برا کام ہے جو کرتے تھے) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں جب کوئی آدمی ان میں سے کوئی گناہ کرتا تو روکنے والا اس کو روکتا پھر اگلے دن اس کے ساتھ بیٹھتا، کھاتا، پیتا گویا کہ کل اس سے کوئی گناہ دیکھا ہی نہیں تھا جب اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ عمل دیکھا تو ان میں سے بعض کے دل بعض جیسے کر دیئے اور ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنا دیا اور ان پر داؤد اور عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے لعنت کرائی اس وجہ سے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گزرتے تھے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم نیکی کا حکم دیتے رہو اور گناہ سے روکتے رہو اور بے وقوف کا ہاتھ پکڑتے رہو اور اس کو حق پر چلنے پر مجبور کرتے رہو یا ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دل ایک جیسے کر دیں گے اور تم پر بھی لعنت کریں گے جیسے ان پر لعنت کی۔

تَرَى كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الدِّينَ كَفْرًا ۖ لَبَسُوا مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ ⑧۰
وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ فَسِقُونَ ⑧۱
لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِيُّ
ۖ ذَلِكَ بَانَ مِنْهُمْ قِيسِيَّيْنِ وَرُهَبَانَا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ⑧۲

آپ ان میں بہت آدمی دیکھیں گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں جو کام انہوں نے آگے کے لئے کیا ہے وہ بیشک برا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر ناخوش ہو اور یہ لوگ عذاب میں دائم رہیں گے اور اگر یہ لوگ اللہ پر ایمان رکھتے اور پیغمبر پر اور اس کتاب پر جو ان کے پاس بھیجی گئی تھی تو ان کو کبھی دوست نہ بناتے لیکن ان میں زیادہ لوگ ایمان سے خارج ہی ہیں تمام آدمیوں سے زیادہ مسلمانوں سے عداوت رکھنے والے آپ ان یہود اور مشرکین کو پاویں گے اور ان میں مسلمانوں کے ساتھ دوستی رکھنے کے قریب تر تو ان لوگوں کو پائے گا جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں یہ اس سبب سے ہے کہ ان میں بہت سے علم دوست عالم ہیں اور بہت سے تارک الدنیا درویش ہیں اور اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ متکبر نہیں ہیں۔

تفسیر ⑧۰ (تَرَى كَثِيرًا مِّنْهُمْ) بعض نے کہا کہ یہود میں سے کعب بن اشرف اور اس کے ساتھی مراد ہیں (يَتَوَلَّوْنَ الدِّينَ كَفْرًا) دوستی کرتے ہیں کافروں سے (مکہ کے مشرکین مراد ہیں سے جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لشکر نکالتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن رحمہما اللہ نے فرمایا کہ ”منہم“ سے وہ منافقین مراد ہیں جو یہود سے دوستی کرتے تھے۔ (لَبَسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ) کیا ہی برا سامان بھیجا انہوں نے اپنے واسطے (یعنی آخرت کے لیے انہوں نے برا عمل بھیجا) (أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ) وہ یہ کہ اللہ کا غضب ہو ان پر (وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ) اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہنے والے ہیں (وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ) اور اگر وہ یقین رکھتے اللہ پر اور نبی پر (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) (وما أنزل إليه اور

جو نبی پر اترا) قرآن کو (ماں لہو ہم تو نہ بناتے ان کو) کافروں کو (اُولِیَاءَ وَلٰكِنْ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ لَيَسْقُوْنَ رِوْسًا لِّكِن اِنْ مِّنْ بَہْت سے لوگ تا فرمان ہیں) یعنی اللہ کے حکم سے نکلنے والے ہیں۔

⑤ (لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عِدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا تَوٰپَاوے کا سب لوگوں سے زیادہ دشمن مسلمانوں کا یہودیوں کو اور مشرکوں کو) یعنی عرب کے مشرکین کو (وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَہُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّا نَصْرٰی اور تو پائے گا سب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں کے ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں) اس سے تمام نصاریٰ مراد نہیں ہیں اس لیے کہ نصاریٰ مسلمانوں سے دشمنی رکھنے میں ایسے ہیں جیسے یہود مسلمانوں کو قتل کرنے اور قید کرنے اور ان کے شہروں کو برباد کرنے اور مساجد کو گرانے اور ان کے مصاحف کو جلانے میں ہیں نہیں اور ان کا کوئی اعزاز نہیں بلکہ آیت میں وہ نصاریٰ مراد ہیں جو اسلام لے آئے جیسے نجاشی اور اس کے ساتھی۔ اور کہا گیا ہے کہ آیت تمام یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس لیے کہ یہود بہت سخت دل اور نصاریٰ ان سے نرم دل ہیں اور یہ مشرکین کی مدد یہود کی نسبت کم کرتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حبشہ کی طرف ہجرت اور نجاشی کا اسلام قبول کرنا۔ مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ قریش نے باہمی مشاورت کی کہ مسلمانوں کو ان کے دین سے فتنہ میں ڈالیں تو ہر قبیلہ کے لوگ جن میں مسلمان تھے ان کو تکلیفیں اور عذاب دینے کے تو کچھ لوگ فتنہ میں پڑ گئے اور اللہ نے جس کو چاہا اس فتنہ سے بچا لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ان کے چچا ابو طالب کے ذریعے محفوظ رکھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہما کو اس مشقت میں دیکھا کیونکہ اس وقت تک جہاد کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لیے ان کفار کو روکنے کی بھی قدرت نہ تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرت حبشہ کا حکم دیا اور فرمایا وہاں ایک نیک بادشاہ ہے نہ خود ظلم کرتا ہے اور نہ اس کے پاس کسی پر ظلم کیا جاسکتا ہے تم وہاں چلے جاؤ جب تک اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کشادگی نہ دیں وہاں رہنا۔ اس حبشہ کے بادشاہ سے مراد نجاشی تھا۔ اس کا نام اصمہ تھا اور نجاشی حبشہ کے بادشاہ کا لقب تھا جیسے قیصر اور کسری لقب تھے۔

تو حبشہ کی طرف کیا رہ مرد اور چار عورتوں نے خفیہ ہجرت کی۔ پہلی ہجرت میں یہ حضرات تھے۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی رقیہ رضی اللہ عنہما، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی، زبیر بن عوام، عبد اللہ بن مسعود، عبد الرحمن بن عوف، ابو حذیفہ بن عتبہ اور ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل بن عمرو، مصعب بن عمیر، ابو سلمہ بن عبد الاسد اور ان کی بیوی ام سلمہ بنت ابوامیہ، عثمان بن مظعون، عامر بن ربیعہ اور ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی خیشمہ، حاطب بن عمرو اور سہل بن بیضاء (رضی اللہ عنہم)۔ یہ حضرات سمندری راستے سے گئے اور ایک کشتی نصف دینار میں حبشہ تک کرایہ پر لی اور یہ ہجرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے پانچویں سال ماہ رجب میں ہوئی اور یہ پہلی ہجرت ہے۔ پھر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نکلے اور ان کے پیچھے کئی مسلمان گئے۔ حبشہ کی طرف مردوں اور بچوں کے علاوہ بیاسی مسلمانوں نے ہجرت کی۔ جب قریش کو یہ بات

معلوم ہوئی تو انہوں نے عمرو بن العاص اور اس کے ساتھی کو تختے تجائف دے کر نجاشی اور اس کے وزراء کے پاس بھیجا تا کہ وہ ان مسلمانوں کو واپس کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو محفوظ رکھا جس کا واقعہ سورۃ آل عمران میں آیت ”إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِأِبْرَاهِيمَ الْخ“ کے تحت آچکا ہے۔ جب قریش کے یہ دو قاصد نامراد ہو کر لوٹ آئے تو مسلمان وہاں اچھے گھر اور اچھے پڑوس میں رہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی اور آپ کا دین غالب آ گیا تو ہجرت کے چھٹے سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمیری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ نجاشی کی طرف خط بھیجا کہ وہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابی سفیان کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور وہاں ان کے خاوند وفات پائے تھے۔ یہ پیغام سن کر نجاشی نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں اپنی لونڈی ابرہہ کو بھیجا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام نکاح کی خبر دے تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خوشی میں اپنے نگلن اس لونڈی کو دے دیئے اور خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو اپنا وکیل بنا دیا تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کا نکاح چار سو دینار کے عوض کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نکاح کرنے والے نجاشی تھے۔ نکاح کے بعد نجاشی نے چار سو دینار ابرہہ کے ہاتھ بھجوا دیئے۔ جب وہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس دینار لائی تو آپ رضی اللہ عنہ نے پچاس دینار اس کو دیئے لیکن اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ بادشاہ نجاشی نے مجھے آپ رضی اللہ عنہا سے کچھ بھی لینے سے منع کیا ہے اور کہنے لگی کہ میں بادشاہ کے تیل اور کپڑوں کا انتظام کرتی ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتی ہوں اور آپ علیہ السلام پر ایمان لاتی ہوں اور آپ رضی اللہ عنہا سے مجھے یہ کام ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک میرا سلام پہنچا دیجئے گا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے کہا ٹھیک ہے۔ ابرہہ کہنے لگی کہ بادشاہ نے اپنی عورتوں کو کہا ہے کہ جس کے پاس جو عود اور عنبر کی خوشبو ہے وہ آپ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کر دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا کے پاس ان خوشبوؤں کو دیکھتے تھے لیکن منع نہ کرتے تھے۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم مدینہ کی طرف چلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تھے تو مسلمانوں میں کئی حضرات آپ علیہ السلام کے پیچھے خیبر گئے لیکن میں مدینہ میں ٹھہری رہی حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور میری رخصتی ہوئی۔ آپ علیہ السلام نے مجھ سے نجاشی کے بارے میں پوچھا تو میں نے ابرہہ کا سلام پڑھا تو آپ علیہ السلام نے اس کا جواب دیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (قریب ہے کہ اللہ کر دے تمہارے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جو تمہارے دشمن ہیں) (کر دے) محبت کو)

یعنی ابوسفیان کے دل میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی وجہ سے محبت ڈال دے۔ جب ابوسفیان کے پاس حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی خبر آئی تو کہنے لگے اس جوان کی ناک نیچی نہیں ہو سکتی۔

نجاشی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط بھیجنا اور اسلام قبول کرنا

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حبشہ جانے کے بعد نجاشی نے اپنے بیٹے ازہی بن اسحق بن ابجر کو سات آدمیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور آپ علیہ السلام کو خط لکھا۔ اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں میں آپ علیہ السلام کی بیعت کرتا ہوں اور آپ علیہ السلام کے چچا کے بیٹے (جعفر) سے بیعت کرتا ہوں اور میں تمام جہانوں کے رب کا حکم بردار ہوتا ہوں۔ میں نے اپنے بیٹے ازہی کو آپ علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا ہے اگر آپ علیہ السلام چاہیں تو میں خود حاضر ہو جاؤں گا اور سلام ہو آپ پر اے اللہ کے رسول۔ یہ لوگ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے پیچھے ایک کشتی میں سوار ہو گئے جو سمندر کے درمیان میں ڈوب گئی۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ستر آدمیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ ان پر ان کے کپڑے تھے ان میں سے بائیس آدمی حبشہ کے اور آٹھ شام کے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر سورۃ یسین آخر تک پڑھی۔ جب انہوں نے قرآن سنا تو رونے لگے اور کہنے لگے یہ کلام اتنی مشابہہ اس کلام کے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ”وَلَنَجِدَنَّ الْفَرِیْمِ مَوَدَّةَ لِلذِّبْنِ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّا نَصَارٰی“ یعنی نجاشی کا وفد جو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے یہ ستر افراد تھے اور عبادت خانوں والے (گر جاگھروں) میں تھے۔

مقاتل اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ چالیس افراد تھے بیس حبشہ کے اور آٹھ شام کے اور عطاء کہتے ہیں اسی افراد تھے۔ چالیس نجران کے قبیلہ بنو الحریث بن کعب کے اور بیس حبشہ کے اور آٹھ رومی شام کے اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ آیت الیٰ کتاب کے کچھ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تو انہوں نے آپ علیہ السلام کی تصدیق کی اور آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تو اللہ نے اس آیت سے ان کی تعریف کی۔ (ذٰلِکَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِیْسَیْنَ یٰہِ اِسْوَاطِیْنَ) (انصار بنی میں عالم ہیں) یعنی علماء۔ قطرب کہتے ہیں کہ قس اور قسیس روم کی لغت میں عالم کو کہتے ہیں (وردھبانا اور درویش ہیں) رحبان وہ بندے جو نصاریٰ کے گر جاگھروں میں رہتے ہیں اس کا مفرد راہب ہے جیسے فارس اور کربسان، راکب اور زکبان اور کبھی یہ واحد استعمال ہوتا ہے اس وقت اس کی جمع رحابین ہوگی جیسے قربان کی جمع قرابین (وَأَنَّهُمْ لَا یَسْتَفْہِمُوْنَ) اور اس واسطے کہ وہ تکبر نہیں کرتے (یعنی ایمان اور حق کا یقین کرنے سے تکبر نہیں کرتے۔



وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ

يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ 83 وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ
وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ 84 فَأَنَابَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۗ وَذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ 85 وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا
بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ 86 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ
لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ 87

اور جب وہ اس کو سنتے ہیں جو کہ رسول کی طرف سے بھیجا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھیں آنسو سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم مسلمان ہو گئے تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ لیجئے جو تصدیق کرتے ہیں اور ہمارے پاس کو نسا عذر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو حق ہم کو پہنچا ہے اس پر ایمان نہ لاویں اور اس بات کی امید رکھیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک لوگوں کی معیت میں داخل کر دے گا سو ان کو اللہ تعالیٰ ان کے قول کی پاداش میں ایسے باغ دیں گے جن کے نیچے نہری جاری ہوں گی یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور نیکو کاروں کی یہی پاداش ہے اور جو لوگ کافر رہے اور ہماری آیات کو جھوٹا کہتے رہے وہ لوگ دوزخ والے ہیں اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں ان میں لذیذ چیزوں کو حرام مت کرو اور حدود سے آگے مت نکلو بیشک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

تفسیر 83..... (وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ اور جب سنتے ہیں اس کو جو اتر رسول پر) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر (تَرَى أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ تو آپ دیکھیں ان کی آنکھوں کو ابلتی ہیں آنسوؤں سے اس وجہ سے کہ انہوں نے پہچان لیا حق بات کو) عطاء کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان یہ ہے کہ اس سے نجاشی اور اس کے ساتھی مراد ہیں کیونکہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے حبشہ میں ان پر سورۃ ”کھلیعص“ کی تلاوت کی تو ان کے تلاوت ختم کرنے تک یہ لوگ روتے رہے۔ (يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ کہتے ہیں اے رب! ہمارے ہم ایمان لائے سو تو لکھ ہم کو ماننے والوں میں سے) یعنی اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھ کیونکہ دوسری آیت میں اس اُمت کو شہداء کہا گیا ہے۔ 84 (وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ اور ہم کو کیا ہوا کہ یقین نہ لاویں اللہ پر اور اس چیز پر جو پہنچی ہم کو حق سے) اور یہ اس وجہ سے کہ یہود نے ان کو شرم دلائی اور کہنے لگے تم کیوں ایمان لائے ہو؟ تو انہوں نے یہ جواب دیا

(وَنُظْمِعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ اور توقع رکھیں اس کی کہ داخل کراہا ہمارا رب ہم کو نیک بختوں کے ساتھ) یعنی امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ اس کا بیان یہ ہے کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔

⑤ (فَأَنبَأَهُمُ اللَّهُ بِحُرْمَانِ كُوفَةَ بَدَلِ مَسْأَلَةِ اللَّهِ فِيهِمْ) ... (بِمَا قَالُوا جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَلِيدِينَ لِيُنْفِئَهُمْ مِنْهَا) اس کے قول کو کامیاب قرار دیا اور ثواب کو قول سے اس لیے معقول کر دیا کہ یہ اخلاص کے ساتھ تھا۔ اس کی دلیل اللہ کا قول (وَذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ اور یہ ہے بدلہ نیک کرنے والوں کا) یعنی مؤمنین موحدین کا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان "تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ الْخَيْرَ" نے اس بات پر دلالت کی کہ اخلاص اور دل کی معرفت سے قول کرنا ایمان ہے۔

⑥ (وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ اور جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلانے لگے ہماری آیتوں کو وہ ہیں دوزخ کے رہنے والے)

⑦ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْرَمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ اءِ اِيْمَانِ وَالْوَالِدَاتِ حَرَامٌ مِّمَّا رَزَقْنَكُمْ اءِ اِيْمَانِ) (یٰٰ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَحْرَمُوْا طَيِّبَاتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ اءِ اِيْمَانِ وَالْوَالِدَاتِ حَرَامٌ مِّمَّا رَزَقْنَكُمْ اءِ اِيْمَانِ) نے تمہارے لیے حلال کی ہیں)

لَا تَحْرَمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ كِي تَفْسِيْر

مفسرین فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن لوگوں کو نصیحت کی اس میں قیامت کا حال بیان کیا جس سے لوگوں کے دل نرم پڑ گئے۔ اور رونے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابہ رضی اللہ عنہما حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے گھر میں جمع ہو گئے اور یہ حضرات حضرت ابو بکر صدیق، علی بن ابی طالب، عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمر، ابوذر غفاری، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، مقداد بن اسود، سلمان فارسی، معقل بن مقرن (رضی اللہ عنہما) تھے۔ مشورہ کیا اور اتفاق رائے سے یہ بات طے ہوئی کہ رہبانیت اختیار کریں گے اور ناٹ کا لباس پہنیں گے اور آلہ تناسل کاٹ دیں گے اور تمام زمانہ روزہ رکھیں گے اور رات کو عبادت کریں گے اور بستر پر نہیں سونیں گے، گوشت نہیں کھائیں گے، عورتوں اور خوشبو کے قریب نہیں جائیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے گھر آئے تو ان کو نہیں پایا تو ان کی بیوی ام حکیم بنت ابی امیہ سے پوچھا ان کا نام خولاہ تھا۔ پوچھا کہ جو بات آپ کے خاوند اور ان کے ساتھیوں سے مجھے پہنچی کیا وہ حق ہے؟ تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب بھی ناپسند کی اور اپنے خاوند کی بات ظاہر کرنا بھی ناپسند سمجھا تو کہنے لگیں اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر یہ خبر آپ کو عثمان رضی اللہ عنہ نے دی ہے تو آپ سے سچ کہا ہوگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے گئے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر آئے اور بیوی نے خبر دی تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم نے ان باتوں پر اتفاق کر لیا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں یا رسول

اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارا ارادہ خیر ہی کا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے۔ پس تم روزہ رکھو اور افطار کرو اور رات کا قیام کرو اور نیند کرو کیونکہ میں رات کا قیام کرتا ہوں اور سوتا ہوں اور روزہ رکھتا ہوں اور افطار کرتا ہوں اور گوشت اور چکنائی کھاتا ہوں اور بیویوں کے پاس جاتا ہوں پس جو اعراض کرے میری سنت سے پس وہ مجھ سے نہیں۔ پھر لوگوں کو جمع کیا اور خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ عورتوں کو حرام کر دیا اور کھانے، خوشبو، نیند اور عورتوں کی خواہش کو حرام کر دیا۔

بہر حال میں تمہیں یہ حکم نہیں دوں گا کہ تم نصاریٰ کے عالم اور درویش بن جاؤ کیونکہ میرے دین میں گوشت اور عورتوں کو چھوڑنا اور گر جا گھر بنانا جائز نہیں۔ میری امت کی سیاحت روزہ اور رہبانیت جہاد ہے۔ اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ حج اور عمرہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور دین پر ثابت قدم رہو، تم میں سے پہلے لوگ سختی کی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سختی کی۔ یہود کے عبادت خانوں اور گر جا گھروں میں ان کے بقایا جات ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ سعد بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے ہمیں مردانہ قوت ختم کرنے کی اجازت دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خصی ہو یا خصی کیا وہ ہم میں سے نہیں۔ میری امت کا اختصاء روزہ ہے۔ پھر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں سیاحت کی اجازت دیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میری امت کی سیاحت اللہ کے راستے میں جہاد ہے۔ پھر انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں رہبانیت کی اجازت دیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میری امت کی رہبانیت مسجد میں بیٹھنا اور نماز کا انتظار کرنا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! میں نے گوشت کھایا تو طبیعت منتشر ہو گئی اور شہوت آگئی تو میں نے گوشت کھانے کو حرام کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی (اے ایمان والو! امت حرام ٹھہراؤ وہ لذیذ چیزیں جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیں) یعنی وہ لذیذ چیزیں نفس جن کی خواہش کرتا ہے جو اللہ نے حلال کیں یعنی لذیذ کھانے اور عمدہ مشروبات (وَلَا تَعْتَدُوا اور حد سے نہ بڑھو) یعنی حلال سے تجاوز کر کے حرام کی طرف نہ جاؤ اور کہا گیا ہے اس سے ذکر کا ثمراد ہے۔ (اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتے)۔

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ اَنْتُمْ بِهٖ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

اور خدا تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے حلال مرغوب چیزیں کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

تفسیر ﴿۸۸﴾ (وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا اور کھاؤ اللہ کے دیئے ہوئے میں سے جو چیز حلال پاکیزہ ہو) عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حلال وہ ہے جو تو اپنے ارادہ سے حاصل کرے اور طیب وہ ہے جو بڑھنے والی ہو۔

بہر حال جامد چیزیں جیسے مٹی اور وہ چیزیں جو غذا کے لیے استعمال نہیں ہوتیں تو وہ دوا کے طور پر تو استعمال کی جاسکتی ہیں ورنہ مکروہ ہیں۔ (وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پر تم ایمان رکھتے ہو) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میٹھے اور شہد کو پسند کرتے تھے۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَدْتُمْ مِنَ الْإِيمَانِ فَكْفَارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ مِنْ أَوْسَطِ مَا تَطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۚ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ۚ ذَلِكَ كَفَارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ۚ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۱۰﴾

﴿تفسیر﴾ اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ نہیں فرماتے تمہاری قسموں میں لغو قسم پر لیکن مواخذہ اس پر فرماتے ہیں کہ تم قسموں کو مستحکم کر دو سو اس کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا دینا اوسط درجہ کا جو اپنے گھر والوں کو کھانے کو دیا کرتے ہو یا ان کو کپڑا دینا یا ایک غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا اور جس کو مقدور نہ ہو تو تین دن کے روزے ہیں یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جبکہ تم قسم کھا لو اور اپنی قسموں کا خیال رکھا کرو اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے اپنے احکام بیان فرماتے ہیں تاکہ تم شکر کرو۔

﴿تفسیر﴾ (لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ) نہیں پکڑتا تم کو اللہ تمہاری بیہودہ قسموں پر (ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آیت (لَا تَحْرِمُوا طَبِيبَاتٍ مَا حَلَّ لِلَّهِ لَكُمْ مِنْهُ حَرَامٌ كَرِهَ الْغَیْبُ الْمُنْتَهَى) نازل ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہما کہنے لگے اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم جو قسمیں کھا چکے ہیں ان کا ہم کیا کریں؟ کیونکہ یہ حضرات باہمی مشورہ سے اتفاق کر کے قسمیں کھا چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَدْتُمْ مِنَ الْإِيمَانِ) لیکن پکڑتا ہے اس پر جس قسم کو تم نے مضبوط باندھا (حزہ، کسائی اور ابو بکر رضی اللہ عنہما نے "عقدتم" کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور ابن عامر نے "عاقدم" الف کے ساتھ اور باقی حضرات نے "عقدتم" شد کے ساتھ اور آیت میں معنی یہ ہے کہ تم اپنے عہد سے اراد کر چکے ہو۔ (لکفارہ سو اس کا کفارہ) یعنی جو تم نے مضبوط قسم اٹھائی اور اس سے حانث ہو گئے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ (اطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ دس مسکینوں کو کھانا دینا)

دس مسکینوں کو کھانا دینے کی مقدار اور تفصیل

اس کی مقدار میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ ہر مسکین کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کے برابر ایک منہ دے اور یہ منہ ایک رطل اور تہائی رطل کا ہوتا ہے اور اس طرح تمام کفارات میں ہے اور یہی زید بن ثابت، ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور اسی کے قائل ہیں۔ سعید بن مسیب، قاسم، سلیمان بن یسار، عطاء، حسن اور اہل عراق فرماتے

ہیں کہ ہر مسکین کو دو مند دے اور یہ نصف صاع بنتا ہے اور یہی مروی ہے۔ حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما سے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر گندم دے تو نصف صاع اور اگر اس کے علاوہ سے دے تو ایک صاع دے اور یہی شععی، نخعی، سعید بن جبیر، مجاہد، حکم کا قول ہے اور اگر ان کو صبح اور شام کا کھانا کھلا دے تو یہ جائز نہیں ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ کفارہ میں دراہم، دینار، روٹی اور آٹا دینا جائز نہیں ہے بلکہ گندم دینا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ان تمام چیزوں کو جائز قرار دیا ہے اور اگر سارا کفارہ ایک کو دے تو یہ جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس کو جائز کہا ہے کہ دس مسکینوں کی جگہ ایک مسکین کو دس دن کھانا دے۔ یہ کفارہ صرف آزاد محتاج مسلمانوں کو دینا جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ذمیوں کو کفارہ دینا جائز کہا ہے اور اس بات پر تمام علماء متفق ہیں کہ زکوٰۃ ذمیوں کو دینا جائز نہیں ہے۔ (مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْسَطُ دَرَجَةٍ كَالْكَفَّارَةِ) جو دیتے ہو اپنے گھر والوں کو (یعنی اپنے گھر والوں کی روزی میں سے بہترین۔ عبیدہ سلمانی فرماتے ہیں کہ اوسط سے روٹی اور سرکہ مراد ہے اور اعلیٰ روٹی اور گوشت اور ادنیٰ صرف روٹی ان میں سے جو بھی دے کافی ہے۔) (أَوْ كَسَوْتَهُمْ يَكْفُرُ بِهَا دِينَارٌ دَسٌّ مَحْتَجُونَ) جس آدمی کو قسم کا کفارہ لازم ہو تو اس کو اختیار ہے۔ اگر چاہے دس مسکینوں کو کھانا کھلائے اور اگر چاہے تو دس مسکینوں کو کپڑے پہنائے اور اگر چاہے تو گردن آزاد کرے۔

پس اگر وہ کپڑے پہنانے کو اختیار کرے تو اس کپڑے کی مقدار میں اختلاف ہے۔ ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ ہر مسکین کو ایک کپڑا پہنائے اتنی مقدار جس کو کپڑا کہا جاسکے جیسے تہبند یا چادر یا قمیص یا پگڑی وغیرہ اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن، مجاہد، عطاء اور طاؤس رحمہما اللہ کا قول ہے اور اسی طرف امام شافعی رحمہ اللہ گئے ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر انسان کے لیے اتنی مقدار واجب ہے جس میں نماز جائز ہو تو مردوں کو ایک کپڑا اور عورتوں کو دو کپڑے قمیص اور اوڑھنی دے اور سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر مسکین کو دو کپڑے دے (أَوْ تَحْوِيُوْا رَقَبَةً يَّأْتِيكَمُ الْغُلَامُ أَوْ يَأْتِيكُمْ الْغُلَامُ أَوْ يَأْتِيكُمْ الْغُلَامُ) اور اگر غلام آزاد کرنا چاہے تو مؤمن غلام کو آزاد کرنا واجب ہے۔

قسم کے کفارے میں مؤمن غلام آزاد کرنا شرط ہے یا نہیں

اس طرح تمام کفارات میں مؤمن کی شرط ہے جیسے قتل، ظہار رمضان کے دن میں جماع کا کفارہ ان سب میں مؤمن غلام آزاد کرنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ثوری رحمہما اللہ نے کافر غلام کے آزاد کرنے کو تمام کفارات میں جائز قرار دیا ہے سوائے قتل کے کفارے کے کیونکہ قتل کے کفارہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی قید لگائی ہے۔ ہم (شوافع) کہتے ہیں کہ مطلق حکم کو مقید پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ قرآن میں گواہی پر عدل کی قید لگائی اور فرمایا تم (واشہدوا ذوی عدل منکم گواہ بناؤ اپنے میں سے عدل والے دو لوگ اور دوسری جگہ گواہی کو عدل کی قید کے بغیر ذکر کیا اور فرمایا واستشهدوا شہدین من رجالکم تم گواہ بناؤ دو

گووا اپنے مردوں میں سے۔ حالانکہ تمام گواہوں میں عدل شرط ہے مطلق کو مقید پر محمول کرتے ہوئے۔ اسی طرح یہ کفارہ بھی ہے۔
 تمام علماء کا اتفاق ہے کہ مرتد غلام کو کفارہ میں آزاد کرنا جائز نہیں ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ غلام مکمل غلام ہو حتیٰ کہ اگر اپنے
 کفارہ سے مکاتب یا ام ولد یا ایسے غلام کو آزاد کر دیا جو آزادی کی شرط کے ساتھ خریدا گیا ہے یا ایسے قرہبی رشتہ دار کو کفارہ کی نیت سے
 خریداجو اس کے خریدتے ہی آزاد ہو جائے تو ان تمام صورتوں میں غلام تو آزاد ہو جائے گا لیکن کفارہ ادا نہ ہوگا اور اسباب رائے
 نے اس مکتب کے آزاد کرنے کو جائز قرار دیا ہے جس نے اپنے بدل کتابت کی کوئی قسط ادا نہ کی ہو اور قرہبی رشتہ دار کی آزادی کو بھی
 جائز قرار دیا ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ غلام ہر اس عیب سے پاک ہو جو کام بہت سے نقصان دے۔ اس لیے ہاتھ کٹا ہوا اور ایک
 پاؤں کٹا ہوا اور تہینا اور اپانچ اور پاگل غلام آزاد کرنا جائز نہیں اور کانا اور بہرہ اور کان کٹا، تاک کٹا غلام جائز ہے اس لیے کہ یہ عیب عمل
 سے واضح نقصان نہیں دیتے۔ اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہر ایسا عیب جس کی وجہ سے منفعت کی کوئی جنس فوت ہو جائے تو اس
 عیب والے غلام کو آزاد کرنا جائز نہیں تو اس لیے آپ رحمہ اللہ نے ایک ہاتھ کٹے ہوئے کی آزادی کو جائز قرار دیا لیکن دونوں کان کٹے
 ہوئے کو ناجائز کہا (فمن لم يجد فصيام ثلاثة ايام پھر جس کو میسر نہ ہو تو روزے رکھنے ہیں تین دن کے) یعنی جس پر کفارہ واجب
 ہے جب وہ کھاتا دینے، کپڑے پہنانے اور غلام آزاد کرنے سے عاجز آجائے تو اس پر تین دن کے روزے واجب ہیں۔

اور بخیر یہ ہے کہ اس کے پاس اپنے مال میں سے گھر والوں اور اپنا راشن نکال کر اتنی مقدار نہ بچے کہ کھانا کھلا سکے یا کپڑے
 پہنا سکے یا غلام آزاد کر سکے تو وہ تین دن کے روزے رکھے اور بعض نے کہا کہ جب اتنے مال کا مالک ہو کہ کھانا کھلا سکے اگر اپنی
 ضرورت کا نہ بچے تو روزہ رکھنا جائز نہیں اور یہی حسن اور سعید بن جبیر رحمہما اللہ کا قول ہے۔

قسم کے کفارے کے روزے لگاتار رکھے یا وقفہ سے

اس بات میں اختلاف ہے کہ یہ روزے لگاتار رکھے یا نہ۔ ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ لگاتار روزے رکھنا واجب
 نہیں لیکن افضل ہے اور یہ امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قولوں میں سے ایک ہے اور ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ لگاتار روزے رکھنے
 واجب ہیں۔ انہوں نے کفارہ ظہار اور تہن پر قیاس کیا ہے اور یہی سفیان ثوری اور ابوحنیفہ رحمہما اللہ کا قول ہے اور ابن مسعود رضی
 اللہ عنہ کی قرأت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس میں الفاظ یہ ہیں "صيام ثلاثة ايام متتابعات" (ذکر یہ) جو میں نے
 ذکر کیا (كفارة ايمانكم اذا خلفتم كفارہ ہے تمہارے قسموں کا جب قسم کھا بیٹھو) اور حائث ہو جاؤ کیونکہ کفارہ تو حائث ہونے
 کے بعد ہی واجب ہوتا ہے۔ حائث ہونے سے پہلے کفارہ ادا کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات اس کے جائز ہونے
 کی طرف گئی ہے اس حدیث کی وجہ سے جو ہم تک پہنچی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی نے کسی کام کی قسم اٹھائی
 پھر اس کے علاوہ کو بہتر دیکھا تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے اور جو کام بہتر ہے وہ کرے۔ (مسلم کتاب الایمان)

اور یہی ابن عمر، ابن عباس، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور حسن اور ابن سیرین رحمہما اللہ بھی اسی کے قائل ہیں اور

امام مالک، اوزاعی اور امام شافعی رحمہما اللہ بھی اسی طرف گئے ہیں مگر امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر حادث ہونے سے پہلے کفارہ روزہ کے ذریعے ادا کیا تو یہ جائز نہیں کیونکہ یہ بدنی کفارہ ہے۔ کھانے، پکڑے اور آزادی کا کفارہ حادث ہونے سے پہلے دینا جائز ہے۔ جیسا کہ سال مکمل ہونے سے پہلے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

اور رمضان کا روزہ وقت سے پہلے رکھنا جائز نہیں اور ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ کفارہ کو حث پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (واحفظوا ایمانکم اور حفاظت رکھو اپنی قسموں کی) بعض نے کہا کہ اس سے قسم کا ترک مراد ہے یعنی قسم نہ کھاؤ اور کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ جب تم قسم اٹھاؤ تو اس کو نہ توڑو۔ یہی قول زیادہ صحیح ہے تو اس صورت میں قسم کے ٹوٹنے سے حفاظت مراد ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب کسی مستحب کام کے چھوڑنے اور مکروہ کام کے کرنے پر قسم نہ اٹھائی ہو لیکن اگر کسی مکروہ کام کے کرنے یا کسی مستحب کام کے چھوڑنے پر قسم کھائی ہو تو افضل یہ ہے کہ قسم توڑ کر کفارہ دے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبد الرحمن بن سمرہ (رضی اللہ عنہ) اتواتارت کا سوال نہ کر کیونکہ اگر وہ مانگنے سے دے دی گئی تو معاملہ تیرے سپرد کر دیا جائے گا اور اگر بغیر مانگے دی گئی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد کیا جائے گا اور جب تو قسم کھائے پھر اس کے علاوہ کو اس سے بہتر سمجھے تو اپنی قسم کا کفارہ دے اور وہ کام کر جو بہتر ہے۔ (كَذَلِكَ يَبِيْنُ اللّٰهُ لَكُمْ اِيْنِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اِىٰ طَرَحَ بَيَانِ كَرْتَا هٖ اللّٰهُ تَهْبَارِى لِيْءِىٓءِى حَكْمِ تَا كَه تَمَّ اِحْسَانِ مَانُوْ)

يَآٰئِهَآ اَلْدِّيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ⑩ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُوَقِعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالبَغْضَاءَ فِى الْخَمْرِ وَالمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهَوْنَ ⑪

اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جو اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں سوان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم کو فلاح ہو شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کر دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سوا ب بھی باز آؤ گے؟

تفسیر ⑩ (يَاٰئِهَآ اَلْدِّيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ سوان سے بچتے رہو تا کہ تم نجات پاؤ)

⑪ (اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُوَقِعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالبَغْضَاءَ فِى الْخَمْرِ وَالمَيْسِرِ شَيْطٰنٌ تُوِيْهِى چاہتا ہے کہ

والے تم میں دشمنی اور بیزاریہ شراب اور جوئے کے) شراب میں دشمنی یہ ہے کہ شرابی لوگ جب نشہ میں ہوتے ہیں تو اول نول بکتے ہیں اور باہم جھگڑتے ہیں جیسا کہ ان انصاری رضی اللہ عنہ نے کیا جنہوں نے اونٹ کے جڑے سے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا سر پھاڑا تھا اور بہر حال جوئے میں دشمنی تو قنادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آدمی گھر والوں اور مال پر جو اٹھتا تھا پھر جب ہار جاتا تو نہ مال رہتا اور نہ گھر والے تو غمزدہ رہتا۔ (وَيَصُدُّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ أَوْ رُوحِ كَمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ) تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے) اور یہ اس طرح کہ جو شخص شراب پینے اور جو اٹھنے میں مشغول ہوتا ہے تو یہ اس کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیتی ہیں اور نماز میں تشویش اور غلطی ہوتی ہے جیسا کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے مہمانوں نے کیا اور ایک آدمی آگے ہوا تا کہ مغرب کی نماز پڑھائے، شراب پینے کے بعد تو سورۃ الکافرون پڑھی، لا کے بغیر سینے پڑھے یعنی "اعبد ما تعبدون الخ" (فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ سَوَابِ بَعْضِ مَا تَأْتُونَ بِهِ؟) یعنی باز آ جاؤ لفظ سوال کے ہیں لیکن معنی حکم کا ہے جیسے اللہ کا فرمان "فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُونَ" ہے۔

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَحْذَرُوا فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا إِنَّمَا عَلَيَّ رَسُولُنَا الْبَلَّغُ
الْمُبِينُ ② لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا
وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ
③ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلَوَنَّكُمْ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَاءَلَهُ أَيَدِيكُمْ وَمِمَّا حُكِّمَ لِيَعْلَمَ
اللَّهُ مَن يُخَافُهُ بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ④

﴿تفصیر﴾ اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو اور احتیاط رکھو اور اگر اغراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف (حکم کا) پہنچا دینا تھا ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں جبکہ وہ لوگ پرہیز رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں اور خوب نیک عمل کرتے ہوں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں سے محبت رکھتے ہیں اے ایمان والو اللہ تعالیٰ قدرے شکار سے تمہارا امتحان کرنے کا جن تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ معلوم کر لے کہ کون شخص اس سے بہتر دیکھے ڈرتا ہے سو جو شخص اس (حرمت) کے بعد (حد شرعی) سے نکلے گا اس کے واسطے دردناک سزا ہے۔

﴿تفسیر﴾ ② (وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَحْذَرُوا) اور حکم مالو اللہ کا اور حکم مالو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور بچتے رہو (تَمَامِ حَيْزِ وَأَحْذَرُوا) اور جن کاموں سے روکا گیا ان کے کرنے سے (فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا إِنَّمَا عَلَيَّ رَسُولُنَا الْبَلَّغُ الْمُبِينُ) پھر اگر تم پھر جاؤ گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف پہنچا دینا ہے کھول کر (شراب پینے والے کی وعید میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے اور اللہ پر پختہ بات ہے کہ

جو آدمی دنیا میں اس کو پئے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو طیبۃ الخبال پلائیں گے اور تم جانتے ہو کہ طیبۃ الخبال کیا ہے؟ جہنمیوں کا پسینہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دنیا میں شراب پی اور توبہ نہیں کی تو آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ وہ فرما رہے تھے اللہ نے لعنت کی شراب اور اس کے پینے والے اور پلانے والے اور اس کے بیچنے والے اور اس کے خریدنے والے اور اس کے نچوڑنے والے اور نچروانے والے اور اس کے اٹھانے والے اور جس کی طرف اٹھائی جائے اور اس کی قیمت کھانے والے پر۔

93 (لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعَمُوا جُلُودًا لَمْ يَكْنُ عَلَيْهِمْ ذَنْبٌ) اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شراب کی حرمت نازل ہونے کے بعد سوال کیا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے جو بھائی وفات پا گئے اور وہ شراب پیتے تھے اور جوئے کا مال کھاتے تھے تو ان کا کیا معاملہ ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ (جو پہلے کھا چکے) اور شراب پی چکے اور جوئے کا مال کھا چکے (اذا ما اتقوا جب کہ آئندہ کو ڈر گئے) شرک سے (وامنوا اور ایمان لائے یعنی تصدیق کی) (وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقُوا اور عمل نیک کیے پھر ڈرتے رہے) شراب اور جوئے سے ان کے حرام ہو جانے کے بعد (وَأَمَنُوا ثُمَّ اتَّقُوا پھر یقین کیا پھر ڈرتے رہے) ان چیزوں سے جن کا کھانا پینا اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کیا (وَأَحْسَنُوا ط وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ اور نیکی کی اور اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو) اور کہا گیا ہے کہ پہلے کا معنی یہ ہے کہ جب شرک سے ڈرے اور یقین کیا اور تصدیق کی پھر ڈرتے رہے یعنی اس تقویٰ پر ہمیشگی رکھی اور ایمان لائے اور ایمان میں اضافہ ہوا پھر تمام گناہوں سے ڈرے اور نیک کام کیے اور کہا گیا ہے کہ وہ ڈرے احسان کے ساتھ اور ہر نیک کام کرنے والا متقی ہے اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

94 (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ الَّتِي لَمْ يَكُنْ عَلَيْكُمْ حَرَامًا) اللہ تعالیٰ نے ان کی شکار میں) یہ آیت حدیبیہ کے سال نازل ہوئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم احرام میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی شکار سے آزمائش کی وہ اس طرح کہ نیل گائے وہاں اتنی کثرت سے تھیں کہ ان کے کجاو کو گھیر لیتی تھیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آزمائش کا فائدہ اپنی اطاعت کرنے والے کو ظاہر کرنا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کو شکار میں آزمائش کی حاجت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ”بشیء“ کی قید لگائی کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آزمائش صرف خشکی کے شکار سے ہوئی تھی (تنالہ ایڈیکم جس پر پہنچتے ہیں ہاتھ تمہارے) یعنی پرندوں کے بچے اور انڈے اور وہ چھوٹے شکار جو بھاگ نہ سکیں۔ (ورد ما حکم اور تمہارے نیزے) یعنی بڑے شکار (لیعلم اللہ تا کہ معلوم کرے اللہ) تا کہ لوگوں کو دکھا دے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم ہے (مَنْ يَخَافُ بِالْغَيْبِ كُونِ اس سے ڈرتا ہے بن دیکھے) یعنی اس کو دیکھ بغیر ڈرتا ہے اور احرام کی حالت میں شکار نہیں کرتا۔ (فَمَنْ اغْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ پھر جس نے زیادتی کی اس کے بعد) یعنی حرمت نازل ہونے کے بعد شکار کیا (فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ تو اس کے لیے عذاب درد

تاک ہے) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس کے کپڑے اُتار لیے جائیں اور اس کی پیٹھ اور پیٹ پر کوڑے مارے جائیں۔
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ
 مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعْمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ
 مَسْكِينٍ أَوْ عَدْلٌ ذَلِكُمْ صِيَامٌ لَّيَذُوقُوا وَعَبَا أَمْرِهُ ؕ وَعَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ
 فَيَنْتَقِمِ اللَّهُ مِنْهُ ؕ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۵۳﴾

ترجمہ اے ایمان والو! وحشی شکار کو قتل مت کرو جبکہ تم حالت احرام میں ہو اور جو شخص تم میں اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا اس پر پاداش واجب ہوگی جو کہ مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ (تخمینہ سے) تم میں سے دو معتبر آدمی کر دیں خواہ وہ پاداش خاص جو پایوں سے ہو بشرطیکہ نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچائی جائے اور خواہ کفارہ مساکین کو دیدیا جائے اور خواہ اس (نلہ) کے برابر روزے رکھ لئے جاویں تاکہ اپنے کئے کی کشامت کا مزہ چکھے اور اللہ تعالیٰ نے گذشتہ کو معاف کر دیا اور جو شخص پھر ایسی ہی حرکت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لیں گے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں انتقام لے سکتے ہیں۔

تفسیر ﴿۵۳﴾ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ ؕ) اے ایمان والو! نہ مارو شکار جس وقت تم ہو احرام میں

حالت احرام میں شکار کا حکم

یعنی حج یا عمرہ کا احرام باندھا ہوا ہو اور یہ حرام کی جمع ہے۔ یہ ایک شخص ابو الیسر کے بارے میں نازل ہوئی کہ انہوں نے حالت احرام میں ایک نیل گائے کا شکار کیا تھا (وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا) اور جو کوئی تم میں اس کو مارے جان کر) اس عمد کی مراد میں اختلاف ہے۔

ایک جماعت نے کہا کہ اس سے شکار کے قتل کا ارادہ مراد ہے جب اپنے احرام کی حالت کو بھول گیا ہو نیلن اگر احرام کی حالت یاد ہو اور شکار کرے تو اس پر کوئی حکم نہیں ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے کیونکہ یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔ یہی مجاہد اور حسن رحمہما اللہ کا قول ہے اور دیگر حضرات نے کہا کہ عمد یہ ہے کہ محرم جان بوجھ کر شکار کرے اور اپنا احرام یاد ہو تو اس پر کفارہ ہے۔ اگر شکار کو بھول کر مار دے تو اس میں اختلاف ہے۔

اکثر فقہاء رحمہما اللہ کی رائے یہ ہے کہ عمد اور خطا کا حکم برابر ہے کہ کفارہ لازم ہوگا اور زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جان بوجھ کر شکار کرنے والے پر کتاب اللہ کی وجہ سے کفارہ ہوگا اور بھول کر کرنے والے پر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بھول کر شکار کرنے کی وجہ سے شکار کا کفارہ واجب نہ ہوگا بلکہ یہ کفارہ صرف عمد کے

ساتھ خاص ہے (فَجَزَاءٌ مِّثْلُ تُو اس پر بدلہ ہے برابر) اہل کوفہ اور یعقوب رحمہما اللہ نے ”فجزاء“ کو تین اور ”مثل“ کو پیش کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ بدل ہے ”فجزاء“ سے اور باقیوں نے اضافت کے ساتھ ”فجزاء مِثْلُ“ پڑھا ہے۔ (مَا قَتَلَ مِنَ النِّعَمِ اس مارے ہوئے کے مویشی میں سے) اس کا معنی یہ اس مقتول شکار کی خلقت کے اعتبار سے جو چوپایہ قریب ہو گا وہ دینا پڑے گا قیمت کا اعتبار نہ ہوگا (يُحْكَمُ بِهِ ذُوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ جو تجویز کریں دو آدمی معتبر تم میں سے) یعنی بدلہ کا فیصلہ دو عادل آدمی کریں گے اور مناسب یہ ہے کہ دونوں فقیہ ہوں، یہ اس جانور کے زیادہ مشابہ کسی چوپایہ کو دیکھ کر اس کے مطابق فیصلہ کریں گے اور جو لوگ گئے ہیں چوپایوں میں سے مثل واجب کرنے کی طرف ان میں عمر، عثمان، علی، عبدالرحمن بن عوف، ابن عمر، ابن عباس (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور ان کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں ان حضرات نے مختلف شہروں، مختلف زمانوں میں چوپایوں کی مثل کا فیصلہ کیا۔ ان کے حاکم نے شتر مرغ میں اونٹ کا فیصلہ کیا حالانکہ وہ قیمت میں مساوی نہیں ہے اور جنگلی گدھے میں گائے کا حالانکہ یہ قیمت میں گائے کے برابر نہیں ہوتا اور بچوں میں مینڈھے کا حالانکہ وہ قیمت میں مساوی نہیں ہے اور جنگلی گدھے میں گائے کا حالانکہ یہ

دلالت کی کہ ان حضرات نے شکار کی خلقت کی مشابہت کی طرف نظر کی اور کبوتر میں بکری واجب ہوگی۔ حضرت عمر، عثمان اور ابن عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہے کہ انہوں نے مکہ کے کبوتر میں ایک بکری کا فیصلہ کیا۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بچوں میں ایک مینڈھے کا فیصلہ کیا اور ہرنی کے بچے میں بکری کا اور خرگوش میں بکری کا سال سے کم بچہ (هَذَا يَوْمَ بَلَغَ الْكَعْبَةِ اس طرح سے کہ وہ جانور بدلے کا بطور نیاز پہنچایا جاوے کعبہ تک) یعنی وہ کفارہ کا جانور کعبہ کی طرف لایا جائے اور مکہ میں ذبح کر کے اس کا گوشت حرم کے مساکین پر صدقہ کیا جائے (أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ أَوْ عَدْلٌ ذَلِكَ صِيَامًا يَا اس پر کفارہ ہے چند مساکین کو کھلانا یا اس کے برابر روزے)۔

فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عدل عین کی زیر کے ساتھ کسی چیز کی جنس سے اس کی مثل اور عدل زبر کے ساتھ شی کی خلاف جنس سے اس کی مثل۔ آیت میں مراد یہ ہے کہ شکار کی جزاء میں اختیار ہے کہ چوپایوں میں سے اس کی مثل کوئی جانور ذبح کر کے گوشت حرم کے محتاجوں پر صدقہ کر دے یا اس مثل کی قیمت لگا کر اتنے دراہم کا کھانا گندم وغیرہ مساکین پر صدقہ کر دے یا گندم کے ایک منڈ کے بدلے ایک روزہ رکھے اور روزہ جس علاقہ میں چاہے رکھ سکتا ہے کیونکہ اس میں محتاجوں کا کوئی نفع نہیں ہے اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر اس جانور کی کوئی مثل نہ نکالی جاسکتی ہو تو اس کی قیمت لگائی جائے گی۔ پھر اس قیمت کی گندم خرید کر صدقہ کی جائے گی یا وہ روزہ رکھے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چوپایوں سے کوئی مثل واجب نہیں بلکہ ابتداء شکار کی قیمت لگائی جائے گی۔ پھر اگر چاہے تو اس قیمت کو کسی چوپایہ کے ذبح کرنے میں خرچ کرے یا گندم لے کر صدقہ کر دے اور اگر چاہے تو گندم کے نصف صاع کے بدلے یا جو کے ایک صاع کے بدلے ایک روزہ رکھے اور امام شافعی اور نخعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ شکار کی جزاء ترتیب وار ہے کہ اگر پہلی پر قادر نہ ہو تو دوسری جزاء دے۔ لیکن یہ آیت ان حضرات کی دلیل ہے جو شکار کی جزاء میں ترتیب کے قائل ہیں (لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهٖ تا کہ چکھے سزا اپنے کام کی) یعنی اس کی نافرمانی کی جزاء (عَفَا اللَّهُ

عَمَّا سَلَفَ اللّٰهُ نَعَفَ كَمَا جُو كَمَّ هُوَ چکا) یعنی حرمت نازل ہونے اور آیت نازل ہونے سے پہلے اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے معاف کیا جو کچھ ہو چکا جاہلیت میں (وَمَنْ عَادَ لَبِئْتَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ اور جو کوئی پھر کرے گا اس سے بدلہ لے گا اللہ) آخرت میں (وَاللّٰهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ اور اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا) اور جب محرم کئی دفعہ شکار قتل کرے تو اس پر جزاء بھی اتنی ہی دفعہ آئے گی۔ اکثر اہل علم کے نزدیک ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب محرم جان بوجھ کر شکار کو مار ڈالے تو اس سے پوچھا جائے گا کہ اس سے پہلے تو نے کوئی شکار مارا ہے؟ اگر وہ اقرار کرے تو اس پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو کہا جائے گا کہ تو جا اللہ تعالیٰ تجھ سے خود انتقام لے گا اور اگر کہے اس سے پہلے میں نے کوئی شکار نہیں کیا تو اس پر فیصلہ کیا جائے گا۔ لیکن اگر اس کے بعد پھر شکار کیا تو اس پر فیصلہ نہ کیا جائے گا لیکن اس کی پٹی اور سینہ پر تکلیف دو مار لگائی جائے گی۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کی وادی وادج میں فیصلہ فرمایا تھا۔

محرم کیلئے شکار کا گوشت کھانے کا حکم

پھر اس میں اختلاف ہے کہ شکار کا گوشت محرم کے لیے کھانا حلال ہے یا نہیں؟ تو ایک قوم اس جانب گئی ہے کہ کسی صورت میں بھی حلال نہیں ہے اور یہی بات ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور یہی طاؤس رحمہ اللہ نے کہا قول ہے اور سفیان ثوری رحمہ اللہ بھی اس کے قائل ہیں۔ ان حضرات نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو مصعب بن جشمہ لیشی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حمار وحشی ہدیہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس کر دیا اور جب حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر افسوس کے آثار محسوس کیے تو فرمایا کہ ہم نے اس وجہ سے واپس کیا ہے کہ ہم احرام میں ہیں اور اکثر علماء رحمہم اللہ اس جانب گئے ہیں کہ محرم کے لیے اس شکار کا کھانا حلال ہے جو نہ اس نے خود کیا ہو اور نہ اس کی وجہ سے شکار کیا گیا ہو اور نہ اس نے اس کی طرف اشارہ کیا ہو اور یہی حضرت عمر، عثمان، ابو ہریرہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا قول ہے اور عطاء، مجاہد سعید بن جبیر رحمہما اللہ بھی اسی کے قائل ہیں اور یہی امام مالک، شافعی، احمد، اسحاق اور اصحاب رائے رحمہما اللہ کا مذہب ہے اور مصعب رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شکار اس وجہ سے واپس کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گمان تھا کہ یہ شکار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہی کیا گیا ہے۔ اس کے جواز کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت ابوقادہ بن ربیع النزاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کے کسی راستے میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین احرام کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پیچھے تھے اور حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ احرام میں نہ تھے تو انہوں نے ایک جنگلی گدھا دیکھا اور اپنے گھوڑے پر سیدھے ہو گئے اور ساتھیوں سے کہا مجھے میرا کوڑا دو، انہوں نے اٹھا کر دینے لگا اور دیا تو ان سے نیزہ مانگا، انہوں نے وہ بھی نہیں دیا تو انہوں نے خود پکڑا اور اس کے پیچھے لگ گئے، اس کا شکار کیا اور اس کا گوشت بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھایا اور بعض نے انکار کر دیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا۔

سے اُس کے بارے میں پوچھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ کھانا تو تمہیں اللہ تعالیٰ نے کھلایا ہے۔

مطلب بن حطب نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شکار کا گوشت تمہارے لیے احرام کی حالت میں حلال ہے جب تم نے اس کو شکار نہ کیا ہو اور تمہارے لیے بھی شکار نہ کیا گیا ہو۔ ابو عیسیٰ فرماتے ہیں کہ مطلب کا حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سماع ہمیں معلوم نہیں ہے اور جب محرم کسی ایسے شکار کو ضائع کر دے جس کی مثل چوپایوں میں سے نہ ملے مثلاً انڈہ یا کبوتر سے چھوٹا بچہ تو اس کی قیمت لگا کر اتنی گندم صدقہ کی جائے گی یا ایک مد کے بدلے ایک روزہ رکھے۔ ٹڈی کے شکار میں اختلاف ہے۔ ایک قوم نے محرم کے لیے اس کے شکار کی اجازت دی ہے اور کہا ہے کہ یہ سمندر کے شکار ہیں سے ہے۔ یہی بات کعب احبار رحمہ اللہ سے روایت کی گئی ہے اور اکثر حضرات کے نزدیک اس کا شکار حلال نہیں ہے۔ اگر شکار کیا تو اس پر صدقہ لازم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ٹڈی میں ایک کھجور ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ گندم کی ایک مٹھ صدقہ کرے۔

أَجَلٌ لَّكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرْمٌ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرْمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٩٦﴾

تمہارے لئے دریا کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے تمہارے انتفاع کے واسطے اور مسافروں کے واسطے اور خشکی کا شکار پکڑنا تمہارے لئے حرام کیا گیا ہے جب تک تم حالت احرام میں رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔

تفسیر ﴿٩٦﴾ (أَجَلٌ لَّكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ حلال ہو تمہارے لیے دریا کا شکار اور دریا کا کھانا تمہارے فائدہ کے واسطے اور سب مسافروں کے) آیت میں بحر سے تمام پانی مراد ہیں۔

سمندری مخلوق میں کون کون سا شکار حلال ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سمندر کا شکار وہ ہے جو شکار کیا جائے اور سمندر کا کھانا وہ ہے جو اس کے ساتھ پھینکا جائے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابن عمر، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سمندر کا کھانا وہ ہے جس کو پانی ساحل کی طرف مردہ حالت میں پھینک دے اور پانی کے تمام حیوانات دو قسم پر ہیں ① مچھلی ② اس کے علاوہ جانور۔ مچھلی کی تمام اقسام مری ہوئی ہوں تو بھی حلال ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے لیے دو مردہ چیزیں حلال کی گئی ہیں۔ ① مچھلی ② ٹڈی۔ (ابن ماجہ) کسی سبب سے مرے یا بغیر سبب سے اس کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مردہ مچھلی اس وقت حلال ہے جب کسی سبب سے مری ہوئی مثلاً کسی پتھر پر گری ہو یا پانی اس سے ہٹ گیا ہو وغیرہ۔

مچھلی کے علاوہ جانور دو قسم کے ہیں۔ ① وہ جانور جو اپنی زندگی خشکی میں بھی گزارتے ہیں جیسے مینڈک اور کیڑا، ان کا کھانا حلال نہیں ہے۔ ② جو جانور پانی میں زندگی گزارتے ہیں خشکی میں زندہ نہیں رہ سکتے، اگر ان کو خشکی میں نکالا جائے تو ذبح شدہ جانور کی طرح تڑپنے لگتے ہیں تو ان میں اختلاف ہے۔ ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ مچھلی کے علاوہ کسی سمندری جانور کا کھانا حلال نہیں ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ پانی کا مردار حلال ہے اس لیے کہ سب مچھلی ہی ہیں۔ اگر چہ ان کی صورت مختلف ہے۔ جیسا کہ جریت اس کو ماہی یعنی پانی کا سانپ کہا جاتا ہے۔ اس کی صورت بھی سانپ جیسی ہوتی ہے لیکن اس کا کھانا بالاتفاق حلال ہے۔ یہی حضرت عمر، ابو بکر، ابن عباس، زید بن ثابت، ابو ہریرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا قول ہے۔

شرح حسن اور عطا رحمہما اللہ اس کے قائل ہیں اور یہی امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا ظاہر مذہب ہے اور ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ جس سمندری جانور کی نظیر خشکی کا جانور کھایا جاتا ہو اس کو کھانا حلال ہے جیسے پانی کی گائے وغیرہ اور جس سمندری جانور کی مثال خشکی کا جانور نہ کھایا جاتا ہو تو وہ سمندری جانور بھی حلال نہ ہوگا جیسے پانی کا کتا اور خنزیر اور گدھا وغیرہ اور امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس جانور کی زندگی پانی میں گزرتی ہو تو وہ حلال ہے ان سے پوچھا گیا مگر مجھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں وہ بھی اور امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے گھر والے سمندری مینڈک کھاتے تو میں ان کو کھاتا اور سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے امید ہے کہ کینڑے کے کھانے میں کوئی گناہ نہ ہوگا اور آیت کا ظاہری مفہوم ان حضرات کے حق میں حجت ہے جنہوں نے تمام سمندری جانوروں کو مباح قرار دیا اور اسی طرح حدیث بھی حجت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا پانی رکھتے ہیں۔ اگر ہم اس پانی سے وضو کریں تو پیاس سے مر جائیں تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر لیں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔ ابن جریر سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے نے خبر دی کہ میں نے ان سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں جمیش الخیط کی لڑائی میں شریک ہوا، ہمارے امیہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ تھے ہم سخت بھوکے تھے تو سمندر نے اتنی بڑی مچھلی باہر پھینکی کہ ہم نے اس کی مثل کبھی نہیں دیکھی تھی اس کو منہ کھاتا تھا، ہم نے اس میں سے پندرہ دن کھایا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی ایک ہڈی پکڑ کر سیدھی کی تو سواری پر ایک آدمی اس کے نیچے سے گزر گیا اور مجھے ابو بکر نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ فرما رہے تھے کہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کو کھاؤ جب ہم مدینہ واپس آئے تو یہ بات ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کی تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تم وہ رزق کھاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف نکالا ہے اور ہمیں بھی کھلاؤ اگر تمہارے پاس ہے تو اس کا پختہ گوشت آپ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تناول فرمایا۔

(وَخَزْمٌ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا ذُمُّمٌ حُرْمًا مَّا وَاتَّقُوا اللَّهَ الْبَدِيَّ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ) اور حرام ہوا تم پر جنگل کا شکار جب

تک تم احرام میں رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے پاس تم جمع ہو گے (سمندر کا شکار محرم کے لیے بھی اسی طرح حلال ہے جس

طرح غیر محرم کے لیے لیکن خشکی کا شکار محرم پر حرم میں حرام ہے اور صید اس وحشی (جنگلی) جانور کو کہتے ہیں جس کا کھانا حلال ہو لیکن جس جانور کا کھانا حلال ہو یہ احرام کی وجہ سے حرام نہیں ہو جاتا بلکہ احرام میں صرف اس کو پکڑنا اور شکار کرنا حرام ہے اور اس کے مارنے والے پر کوئی جزاء نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ جانور ایسے دو جانوروں سے پیدا ہوا جن میں ایک حلال تھا اور ایک حرام مثلاً بھیڑ یا اور ہرنی سے بچہ پیدا ہوا تو اس کا کھانا بھی حلال نہیں اور اگر محرم اس کو قتل کر دے تو محرم پر جزاء واجب ہوگی۔ اس لیے کہ اس میں شکار کی جزاء ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پانچ چوپائے ایسے ہیں کہ ان کے قتل کرنے پر محرم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ کوا، چیل، بچھو، چوہا، کاٹ کھانے والے درندے میں۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محرم نقصان پہنچانے والے درندے کو قتل کر دے۔ (ابوداؤد) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزوں کا قتل حرم میں حلال ہے۔ ① سانپ ② بچھو ③ چیل ④ چوہا ⑤ کاٹ کھانے والا درندہ۔ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں ”الکلب العقود“ سے ہر درندہ مراد ہے اور اسی کی مثل امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ہے اور اصحاب رائے اس طرف گئے ہیں کہ جن جانوروں کا کھانا حلال نہیں ان کو مارنے میں جزاء واجب ہوگی جیسے چیتا، تیندوا، سور وغیرہ صرف وہ جانور مستثنیٰ ہیں جن کے قتل کی حدیث میں اجازت دی گئی ہے اور ان پر بھیڑیے کو قیاس کیا ہے اور اس میں کفارہ واجب نہیں کیا اور امام شافعی رحمہ اللہ نے ان پانچ پر ان تمام جانوروں کو قیاس کیا ہے جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا کیونکہ حدیث شریف میں بعض ایسے درندے بیان کیے گئے ہیں جو نقصان دینے والے ہیں اور بعض حشرات جو قتل کرنے والے ہیں اور بعض ایسے پرندے ذکر کیے گئے ہیں جو نہ درندے ہیں اور نہ حشرات ہیں صرف وہ ایسے حیوان ہیں جن کا گوشت خبیث ہے تو کھانا حرام ہونا ان تمام جانوروں کو جمع کرتا ہے تو اس علت کو معیار بنا کر جن جانوروں کا کھانا حرام ہے ان پر حدیث والے حکم کو مرتب کر دیا ہے۔

جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ۗ
ذَلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيمٌ ۙ ① ۙ اَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ②

تفسیر اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو کہ ادب کا مکان ہے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب قرار دیا ہے اور عزت والے مہینہ کو بھی اور حرم میں قربانی ہونے والے جانور کو بھی اور ان جانوروں کو بھی جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوئے ہوں یہ اس لئے تاکہ تم اس بات کا یقین کر لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمین کے اندر کی چیزوں کا علم رکھتے ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو خوب جانتے ہیں تم یقین جان لو کہ اللہ تعالیٰ سزا بھی سخت دینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت اور رحمت والے بھی ہیں۔

تفسیر ①..... (جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ اللہ تعالیٰ نے کر دیا کعبہ کو جو کہ گھر ہے بزرگی والا)

کعبہ کی وجہ تسمیہ

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا نام کعبہ اس کے چوکور ہونے کی وجہ سے رکھا گیا کیونکہ اہل عرب ہر مربع شکل والے گھر کو کعبہ کہتے ہیں اور متقل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی منفرد تسمیہ کی وجہ سے اس کا نام کعبہ رکھا گیا اور کہا گیا ہے کہ زمین سے بلند ہونے کی وجہ سے اس کا نام کعبہ رکھا گیا ہے اور اس کا اصل معنی کھٹنا اور بلند ہونا ہے ٹخنے کی ہڈی کو کعبہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ بلند ہوتی ہے اور پاؤں کی دونوں جانب سے نکلی ہوئی ہوتی ہے اور اسی مادہ سے مشتق کر کے "تکعبت" کا لفظ بولا جاتا ہے اس لڑکی کے لیے جو باغ ہونے کے قریب ہو اور اس کے پستان نکل رہے ہیں۔ کعبہ کا نام بیت الحرام اس وجہ سے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو تختہ مس بنایا اور اس کی حرمت کو بڑھایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمان و زمین کو پیدا کیا اسی دن مکہ کو حرام کر دیا۔ (رواہ البخاری)

(قِيَامًا لِلنَّاسِ قِيَامًا بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ) (یہی) ابن عمر رحمہ اللہ نے "قِيَامًا" پڑھا ہے بغیر الف کے اور باقی حضرات نے الف کے ساتھ یعنی ان کے ذہنی امور کے (نظام کا سبب بنایا ہے۔ دینی امور میں تو اس طرح کہ حج اور مناسک یہاں ادا کیے جاتے ہیں اور دینی امور میں اس طرح کہ ہر طرح کے پھل اور منافع یہاں کھینچے چلے آتے ہیں اور لوگ حرم میں قتل و غارت گری سے محفوظ ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا (اولم يروا انا جعلنا حراما آمنا ويتخطف الناس من حولهم) کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو امن والا بنایا حالانکہ لوگ ان کے ارد گرد سے اچک لیے جاتے ہیں)۔ (وَالشُّفَرُ الْحَرَامِ وَالرُّبُوعِ وَالْمَيْمُونِ وَالْمَشْرِقِ) اس سے مراد حرام مہینے ہیں اور وہ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور ربیع ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مہینوں کو بھی لوگوں کے قیام کا باعث بنایا کہ ان میں قتال سے محفوظ رہتے ہیں (وَالْمَهْدَى وَالْقَلَابِدَةُ اور قربانی کو جو نیاز عین ہوا زمین کے گلے میں پٹہ ڈال کر لے جائیں) مراد یہ ہے کہ وہ لوگ ہڈی کے گلے میں پٹہ ڈال کر بے خوف ہو جاتے تھے (ذَلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ) یہ اس لیے کہ تم جان لو کہ بے شک اللہ کو معلوم ہے جو کچھ کہ ہے آسمان اور زمین میں اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے)۔

آری یہ امتیاز ہوا کہ اس کا نام کعبہ ہی کا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مراد اس آیت سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث اس وجہ سے بنایا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی خیر خواہی کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں جیسے زمین و آسمان تمام باتیں جانتے ہیں اور امام ز جان رحمہ اللہ نے یہ جواب دیا کہ اس صورت میں کئی غیب کی خبریں دی گئیں اور پوشیدہ راہوں کے لیے جیسے کہا گیا "سَمَاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَاعُونَ لِقَوْمِ آخِرِينَ" اور یہود کی تورات میں تحریف اور دیگر کئی باتیں ہیں ان کی کئی تو اس حصہ کا تعلق ان جیسی خبروں سے ہے کہ یہ چند خبریں تمہیں بتائیں (ذَلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ) تاکہ تم جان لو کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ کہ آسمان اور زمین میں

⑧..... (اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ جان لو کہ بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے اور بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے)

مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلْغُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ⑨ قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ⑩ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنَ أَشْيَاءَ إِن تُبَدَّلْكُمْ تَسْؤُكُمْ وَإِن تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنزَلُ الْقُرْآنُ تُبَدَّلْكُمْ ۗ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ⑪

رسول کے ذمہ تو صرف پہنچانا ہے اور اللہ تعالیٰ سب جانتے ہیں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ پوشیدہ رکھتے ہو آپ فرمادیتے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں گو تجھ کو ناپاک کی کثرت تعجب میں ڈالتی ہے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اے عقلمندو! تاکہ تم کامیاب ہو اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کر دی جاویں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو اور اگر تم زمانہ نزول قرآن میں ان باتوں کو پوچھو تو تم سے ظاہر کر دی جاویں سوالات گذشتہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دئے اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑے حلم والے ہیں۔

⑨ (مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلْغُ رسول کے ذمہ نہیں ہے مگر پہنچا دینا تبلیغ کے ذریعے وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ اور اللہ کو معلوم ہے جو کچھ تم ظاہر میں کرتے ہو اور جو چھپا کر کرتے ہو)۔

⑩ (قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ آپ کہہ دیجئے کہ برابر نہیں ناپاک اور پاک) یعنی حلال اور حرام (وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ اگرچہ تجھ کو بھلی لگے کثیرہ الخبیث ناپاک کی کثرت) یہ آیت شریح بن ضبعہ البکری اور حجاج بن بکر بن وائل کے بارے میں نازل ہوئی (فاتقوا اللہ سو ڈرتے رہو اللہ سے) اور حاجیوں کو نہ چھیڑو اگرچہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں اور یہ قصہ سورت کی ابتداء میں گزر چکا ہے۔ (يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ اے عقلمندو! تاکہ تمہاری نجات ہو)

⑪ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنَ أَشْيَاءَ إِن تُبَدَّلْكُمْ تَسْؤُكُمْ اے ایمان والو! مت پوچھو ایسی باتیں کہ اگر تم پر کھولی جائیں تو تم کو بری لگیں)

لَا تَسْأَلُوا عَنَ أَشْيَاءَ إِن تُبَدَّلْكُمْ كِي تفسیر

قوادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی سوالات کیے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کو زچ کر دیا تو آپ علیہ السلام ناراض ہو گئے اور منبر پر چڑھے اور فرمایا آج کے دن تم مجھ سے جس چیز کا پوچھو گے میں تم کو جواب دوں گا تو میں دائیں اور بائیں دیکھنے لگا۔ اچانک ایک آدمی اپنے سر کو کپڑے میں لپیٹ کر رو رہا تھا

اور ایک شخص کا جب بھی آدمیوں سے جھگڑا ہوتا تو لوگ ان کی نسبت ان کے والد کے علاوہ کی طرف کرتے کہ تو فلاں کا بیٹا ہے تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا باپ کون ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا خداؤ۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ ہم راضی ہوئے اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر۔ ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں فتنوں سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے آج کے دن کی طرح خیر اور شر میں کوئی دن نہیں دیکھا یہاں تک کہ میرے لیے جنت اور جہنم کی صورت لائی گئی۔ حتیٰ کہ میں نے ان کو دیوار کے پیچھے دیکھ لیا اور قنادہ رحمہ اللہ جب اس کو بیان کرتے تو اس کے ساتھ یہی آیت پڑھتے۔ (اے ایمان والو! مت پوچھو ایسی باتیں کہ اگر تم پر کھولی جائیں تو تم کو بری لگیں)۔

ابن شہاب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے جید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی کہ عبد اللہ بن حذافہ کے والد نے ان کو کہا کہ میں نے تجھ سے بڑا فرمان آج تک نہیں سنا۔ کیا تو اس بات سے بے خوف ہو گیا کہ اگر تیری ماں نے بھی جاہلیت کی عورتوں کی طرح کچھ کر دیا ہو تو تو اس سوال سے اس کو لوگوں پر رسوا کر دے گا؟ تو عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اللہ کی قسم اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا نسب کسی کا لے گا تو اللہ کے ساتھ ملا دیتے تو میں اس کے ساتھ مل جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے کہا اب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم جاہلیت کے زمانہ سے نئے نئے آئے ہیں آپ علیہ السلام ہم سے درگزر کیجئے، اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام سے درگزر کریں گے تو آپ علیہ السلام کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے "استہزاء" پوچھ سوال کرتے تھے کوئی کہتا میرا باپ کون ہے؟ اور ایک آدمی کہتا جس کی اونٹنی گم ہوئی ہوئی کہ میری اونٹنی کہاں ہے؟ تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیت مزید (وللہ علی الناس حج البيت) اور اللہ کے لیے بے لوگوں پر بیت اللہ کا حج) تو ایک شخص کہنے لگا یا رسول اللہ! کیا ہر سال میں حج ہے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض کیا۔ ان صحابی رضی اللہ عنہ نے دو یا تین مرتبہ پھر پوچھا۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے ہاں کہنے تک آپ کو اطمینان نہ ہوگا؟ اللہ کی قسم اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال واجب ہو جائے گا اور اگر ہر سال واجب ہو گیا تو تم اس کی طاقت نہ رکھو گے تو جو بات میں چھوڑ دوں اس کو تم بھی چھوڑ دو، تم سے پہلے لوگ اپنے کثرت سوال اور انبیاء علیہم السلام سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ پس جب میں کسی کام کا حکم دوں تو جتنی طاقت رکھتے ہو اس پر عمل کرو اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اس سے باز آ جاؤ۔ (رواہ البخاری) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (اور اگر تم پر کھولی جائیں تو بری لگیں تم کو) یعنی اگر تم بارے لیے ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔ اگر تم کو ان پر عمل کرنے کا حکم دے دیا جائے کیونکہ جس نے حج کا سوال کیا وہ اس بات سے بے خوف نہیں تھا کہ ہر سال میں حکم کر دیا گیا تو برا لگے گا اور جس نے نسب کا سوال کیا اگر اس کو کسی دوسرے کے ساتھ ملا دیا جاتا تو اس رسوائی سے وہ بے خوف نہ تھا اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بحیرہ ساہبہ، وسیلہ اور حام کے بارے میں سوال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی آپ خود بعد والی آیت کو دیکھ لیں کہ اس میں ہے (وان تسئلوا عنها جین ینزل القرآن ینزلکم اور اگر پوچھو گے یہ باتیں ایسے وقت میں کہ قرآن نازل ہو رہا ہے تو تم پر

ظاہر کر دی جائیں گی) مطلب یہ ہے کہ تم صبر کرو یہاں تک کہ خود قرآن میں فرض یا نہی یا کوئی اور حکم اتر آئے کیونکہ ظاہر آیات میں ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ جس کی شرح کی تم کو ضرورت ہو۔ اگر اب بھی سوال کرو گے تو تمہارے سامنے ظاہر کر دی جائے گی۔ (عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ اللہ نے ان سے درگزر کی ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے)

قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ﴿۱۰۲﴾ مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ مَّ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا

وَصِيْلَةٍ وَلَا حَامٍ وَلَكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ط وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۱۰۳﴾

﴿تفسیر﴾ ایسی باتیں تم سے پہلے اور لوگوں نے بھی پوچھی تھیں پھر ان باتوں کا حق نہ بجالائے اللہ تعالیٰ نے نہ بحیرہ کو مشروع کیا ہے اور نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ کو اور نہ حامی کو لیکن جو لوگ کافر ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں اور اکثر کافر عقل نہیں رکھتے۔

﴿تفسیر﴾ ﴿قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ﴾ ایسی باتیں پوچھ چکی ہے ایک جماعت تم سے پہلے (جیسے قوم ثمود نے اونٹنی اور عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے دسترخوان کا سوال کیا) ﴿ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ﴾ پھر ہو گئے ان باتوں سے منکر (پس ہلاک کیے گئے۔ ابو ثعلبہ حشنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں فرض کی ہیں ان کو ضائع نہ کرو اور کئی اشیاء سے منع کیا۔ ان کو نہ کرو اور کئی حدود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور کئی چیزوں سے بغیر نسیان کے درگزر کیا ان کے بارے میں بحث نہ کرو۔

﴿۱۰۳﴾ ﴿مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ مَّ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ﴾ مقرر کیا اللہ نے بحیرہ (نہ اللہ نے اُتارا اور نہ اس کا حکم دیا) ﴿وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيْلَةٍ وَلَا حَامٍ﴾ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی کو

بحیرہ سائبہ و وصیلہ حام کی تفسیر

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان اشیاء کا بیان یہ کیا کہ بحیرہ وہ اونٹنی کہ جب پانچ بچے لیتی تو اس کے کان کو کاٹ دیتے اور اس پر نہ بوجھ لادتے اور نہ خود سوار ہوتے اور اس کی اون نہ کاٹتے اور اس کو پانی اور چراگاہ سے بھی نہ روکتے اور اس کے پانچویں بچے کو دیکھتے اگر وہ نہ ہوتا تو اس کے نحر کر کے مرد و عورت کھاتے اور اگر مادہ ہوتا تو اس کا کان کاٹ کر چھوڑ دیتے، اب اس کا دودھ اور دیگر منافع عورتوں پر حرام ہوتے صرف مردوں کے لیے خاص ہوتے اور جب یہ مرجاتی تو عورتوں اور مردوں کے لیے حلال ہو جاتی اور کہا گیا ہے کہ اونٹنی جب لگاتار بارہ سال مادہ بچے دیتی تو اس کو چھوڑ دیا جاتا اس کی پیٹھ پر سواری نہ کی جاتی اور اس کی اون نہ کاٹی جاتی اور اس کا دودھ صرف مہمان پی سکتا تھا۔ اس کے بعد کوئی مادہ بچہ پیدا ہوتا تو اس کے کان کاٹ کر چھوڑ دیا جاتا اور اس کو بھی ماں کی طرح اونٹوں میں چھوڑ دیا جاتا اور اس پر نہ کوئی سواری کر سکتا اور نہ اون کاٹ سکتا اور دودھ صرف مہمان پی سکتا تھا تو نہ بحیرہ بنت السائبہ ہے۔ اور ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سائبہ وہ اونٹ جس کو چھوڑ دیا جائے، اس کی صورت یہ تھی کہ اہل جاہلیت میں جب کوئی شخص مریض ہو جاتا یا اس کا کوئی قریبی رشتہ دار گم ہو جاتا تو وہ منت ماننا کہ اگر اللہ مجھے شفاء دے یا میرے مریض کو شفاء ہو جائے یا میرا غائب

لوٹ آئے تو میرا یہ اونٹ آزاد ہے۔ پھر اس کو چھوڑ دیتا اور اس کو چرگا، پانی سے نہ روکا جاتا اور اس پر کوئی سواری بھی نہ کرتا تو یہ بکیر کے مرتبہ میں ہے اور حاتمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ غلام ہو جس کو چھوڑا جاتا تھا کہ اس پر نہ ولاء ہے اور نہ دیت اور نہ میراث۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولاء اس شخص کو ملے گی جس نے غلام کو آزاد کیا۔ (رواہ البخاری) اور سائبہ فاطمہ کے وزن پر "مفعولہ" کے معنی میں ہے یعنی وہ جانور جس کو چھوڑا گیا ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے فرمان "ماءٍ دافقٍ" میں دافق مدقوق کے معنی میں ہے اور بہر حال وصیلہ تو جو بکری سات بچے جن لیتی تو وہ دیکھتے کہ ساتواں بچہ نہ بے یا مادہ، اگر نہ ہوتا تو اس کو ذبح کر کے مرد و عورت سب کھاتے اور اگر مادہ ہوتی تو اس کو بکریوں میں چھوڑ دیتے اور اگر ساتواں بچہ نہ ہوتا تو اس کو ذبح نہ کرتے اور اس مادہ کو اس مادہ کی وجہ سے زندہ چھوڑ دیتے اور کہتے کہ اس مادہ نے اپنے بھائی کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے اور ذبح نہ کرتے اور اس مادہ کا دودھ عورتوں پر حرام تھا۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی مر جاتا تو اس کو مرد و عورت سب کھاتے اور حرام وہ نہ جانور جس کے بچے کے بچے سواری کے قابل ہو جائیں اور کہا گیا ہے کہ جس کی پیٹھ سے دس بچے پیدا ہو چکے ہوں اس پر نہ سواری کی جاتی ہے اور نہ بوجھ لیا جاتا اور نہ کھاس اور پانی سے روکا جاتا۔ پھر جب یہ مر جاتا تو مرد اور عورتیں اس کو کھالیتے۔

سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ بکیر وہ جانور جس کا دودھ بتوں کے لیے روکا گیا ہو لوگ اس کا دودھ نہ نکالتے ہوں اور سائبہ وہ جانور جس کو اپنے بتوں کے لیے لوگ چھوڑ دیں کہ اس پر کوئی بوجھ نہ ڈالیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ جہنم میں اپنی انتڑیوں کو کھسٹ رہا ہے۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے جانور کو بتوں کے لیے چھوڑا۔ (رواہ البخاری)

عمرو بن لُحی کا دوزخ میں اپنی انتڑیاں کا کھینچنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکتھم بن جون خزاعی کو ارشاد فرمایا کہ اے اکتھم! میں نے عمرو بن لُحی بن تمیم بن خندق کو دیکھا کہ اپنی انتڑیاں جہنم میں کھسٹ رہا تھا میں نے تجھ سے زیادہ کسی کو اس کے مشابہ نہیں دیکھا اور اس سے زیادہ کسی کو تیرے مشابہ نہیں دیکھا۔ (رواہ البخاری) اور یہ پہلا شخص ہے جس نے اسماعیل علیہ السلام کے دین کو تبدیل کیا اور بت کاڑھے اور بکیر اور سائبہ وصیلہ اور حرام جانوروں کا معاملہ کیا۔ میں نے اس کو جہنم میں دیکھا کہ وہ جہنمیوں کو اپنی انتڑیوں کی بدبو سے تکلیف دے رہا تھا تو حضرت اکتھم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا اس کی مشابہت مجھے نقصان دے گی؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا نہیں بے شک تو مؤمن ہے اور وہ کافر تھا۔ (ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب اور لیکن کافر باندھتے ہیں اللہ پر بہتان اور ان میں سے اکثر کو عقل نہیں) یعنی یہ کہنے میں بہتان باندھتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں ان کاموں کا حکم دیا ہے۔ (وَ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ

وَ إِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَىٰ الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا

أُولُو كَانِ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ⑩ يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ⑪ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ⑫

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو دیکھا ہے کیا اگرچہ ان کے بڑے نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت رکھتے ہوں۔ اے ایمان والو اپنی فکر کرو جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں اللہ ہی کے پاس تم سب کو جانا ہے پھر وہ تم سب کو جتلا دیں گے جو جو کچھ تم سب کیا کرتے تھے۔

⑩ (وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ) اور جب کہا جاتا ہے ان کو آؤ اس کی طرف جو اللہ نے نازل کیا اور رسول کی طرف (کھیتی اور چوپایوں کے حلال کرنے اور شرائع اور احکام کے بیان کرنے میں) (قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا) تو ہم کہتے ہیں ہم کو کافی ہے وہ جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو (یعنی دین) (أُولُو كَانِ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ) بھلا اگر ان کے باپ دادے نہ کچھ علم رکھتے ہوں اور نہ راہ جانتے ہوں تو بھی ایسا ہی کریں گے؟

⑪ (يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ) اے ایمان والو! تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا جو کوئی گمراہ ہوا جبکہ تم ہوئے راہ پر) ہمیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی گئی کہ انہوں نے فرمایا کہ اے لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو۔ (اے ایمان والو! تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا جو کوئی گمراہ ہوا جبکہ تم ہوئے راہ پر) اور تم اس آیت کو غلط جگہ منطبق کرتے ہو اور تم جانتے نہیں کہ اس آیت کا مطلب کیا ہے اور بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک لوگ جب کسی گناہ کے کام کو دیکھیں اور اس کو تبدیل نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عام عذاب میں پکڑ لے۔ (رواہ امام احمد)

اور ایک روایت میں ہے تم نیکی کا حکم دیتے رہو اور گناہ سے روکتے رہو یا اللہ تعالیٰ تم پر تمہارے بدترین لوگوں کو مسلط کر دیں گے جو تم کو برا عذاب پہنچائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے تمہارے بہترین لوگ دعا کریں گے لیکن ان کی دعا تمہارے حق میں قبول نہ کی جائے گی۔ (ذکرہ الحافظ السیوطی فی الجامع الصغیر) ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں لوگ اس آیت کی باطل تاویل نہ شروع کر دیں۔ پھر یہ تاویل ان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک تک نہ پہنچا دے تو ان کو پہلے ہی خبردار کر دیا کہ معاملہ اس طرح نہیں بلکہ جس منکر کے تبدیل کرنے سے روکا گیا ہے وہ ان لوگوں کا شرک ہے جن سے معاہدہ ہو گیا ہو کہ وہ اپنے دین پر قائم رہیں گے لیکن مسلمانوں سے صلح کر چکے ہوں۔ بہر حال مسلمانوں سے جو فسق اور معاصی صادر ہوں وہ اس آیت کے تحت داخل نہیں ہیں اور مجاہد رحمہ اللہ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی ہے یعنی تم پر اپنا آپ لازم ہے اہل کتاب میں سے جو گمراہ ہو گیا وہ تمہیں نقصان نہ دے گا تم

ان سے جزیہ لے کر ان کو چھوڑ دو اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نیکی کا حکم دو اور گناہ سے روکو جب تم سے قبول کیا جائے۔ پس اگر تم پر لوٹا دیا جائے تو تم پر اپنا آپ لازم ہے۔

ابو اُمیہ شعبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ابو ثعلبہ نضی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ اے ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ آپ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کون سی آیت؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ کا فرمان "علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اہتدیتم" تو انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے اس آیت کے بارے میں باخبر ہستی سے پوچھا، میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا بلکہ تم نیکی کا حکم دو اور گناہ سے روکو حتیٰ کہ جب تو دیکھے کہ بغل کی اطاعت کی جا رہی ہے اور خواہش نفس کے پیچھے چلا جا رہا ہے اور دنیا کو ترجیح دی جا رہی ہے اور ہر صاحب رائے کو اپنی رائے اچھی لگتی ہے اور آپ ایسا کام دیکھیں کہ جس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو اپنے آپ کو لازم پکڑو اور عوام کا معاملہ چھوڑ دو کیونکہ تمہارے سامنے اب صبر کے ایام ہیں۔ پس جو شخص ان ایام میں صبر کرے گا تو اس نے جتنے ہوئے انکارے کو ہاتھ میں لیا۔ اس زمانے میں نیک کام کرنے والے کو اس جیسا کام کرنے والے پچاس آدمیوں کے برابر ثواب ملے گا۔ ابن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے علاوہ راویوں نے یہ اضافہ کیا کہ صبیہ کرام رضی اللہ عنہما نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت کے پچاس آدمیوں کے برابر اجر؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا تم میں سے پچاس آدمیوں کے برابر اجر ہوگا۔

بعض حضرات نے کہا کہ اس آیت کا نزول اہل البدعت کے بارے میں ہوا۔ ابو جعفر رازی نے ذکر کیا کہ صفوان بن محرز کے پاس ایک بدعتی نوجوان آیا اور اپنی کسی بات کا ذکر کرنے لگا۔ صفوان نے کہا میں تم کو کلام اللہ کی ایک خاص آیت سنا تا ہوں جس میں اللہ نے اپنے اولیاء کا مخصوص طور پر ذکر کیا ہے اور وہ یہ آیت یا ایہا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اہتدیتم۔ (الی اللہ مرجعکم جمیعاً) اس سے مراد کمرا اور ہدایت یافتہ سب اللہ کی طرف لوٹیں گے۔ فینبئکم بما کنتم تعملون۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةٌ بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمْ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ ائْتِنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ أَوْ آخَرِينَ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ لِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُونَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمْنَ بِاللَّهِ إِنْ أَرْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ إِنْ آذَانُ لَمِنَ الْأَيْمِينِ ﴿١١٥﴾

﴿ترجمہ﴾ اے ایمان والو تمہارے آپس میں دو شخص وہی ہونا مناسب ہے جبکہ تم میں سے کسی کو موت آنے لگے جب وصیت کرنے کا وقت ہو۔ وہ دو شخص ایسے ہوں کہ دیندار ہوں اور تم میں سے ہوں یا غیر قوم کے دو شخص ہوں اگر تم کہیں سفر میں گئے ہو پھر تم پر واقعہ موت کا پڑ جاوے اگر تم کو شبہ ہو تو ان دونوں کو بعد نماز روک لو پھر دونوں خدا کی قسم

کھاویں کہ ہم اس قسم کے عوض کوئی نفع نہیں لینا چاہتے اگرچہ کوئی قرابت دار بھی ہوتا اور اللہ کی بات کو ہم پوشیدہ نہ کریں گے ہم اس حالت میں سخت گناہگار ہوں گے۔

تفسیر 106 (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةٌ بَيْنَكُمْ أَهْلِ الْإِيمَانِ وَالْوَالِدَاتُ أُولِي الْأَرْحَامِ بَيْنَهُنَّ) (یا ایہا الذین آمنوا شہادۃ بینکم اے ایمان والو! گواہ درمیان تمہارے)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةٌ بَيْنَكُمْ كَاشَانَ نَزُولٍ

اس آیت کا شان نزول وہ ہے جو روایت کیا گیا ہے کہ تمیم بن اوس داری اور عدی بن زید مدینہ سے تجارت کے لیے شام کی طرف گئے، یہ دونوں نصرانی تھے اور ان دونوں کے ساتھ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے مولیٰ بدیل تھے جو کہ مسلمان ہو چکے تھے۔ شام پہنچ کر حضرت بدیل رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو انہوں نے ایک خط میں اپنے تمام سامان کی تفصیل لکھ کر اس کو تھیلے میں ڈال دیا اور اپنے دونوں ہم سفر کو اس بات کی خبر نہیں کی۔ جب مرض نے شدت پکڑی تو حضرت بدیل رضی اللہ عنہ نے تمیم اور عدی کو وصیت کی کہ ان کا سامان ان کے گھر والوں کو واپس جا کر دے دیں اور حضرت بدیل رضی اللہ عنہ انتقال کر گئے۔ ان دونوں نے سامان کی تلاشی لی اور اس میں سے چاندی کا ایک برتن ملا جس پر سونے کے نقش و نگار تھے۔ اس برتن میں تین سو مثقال چاندی تھی۔ انہوں نے وہ چھپالی اور اپنی تجارتی ضرورت پوری کر کے واپس مدینہ جا کر سامان ان کے گھر والوں کو دے دیا، انہوں نے تلاشی لی تو اس میں وہ خط مل گیا جس میں سامان کی تفصیل تھی تو وہ لوگ تمیم اور عدی کے پاس آئے اور کہنے لگے کیا بدیل نے اپنے سامان میں سے کوئی چیز بیچی تھی؟ ان دونوں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا کیا کوئی تجارت کی تھی؟ انہوں نے کہا نہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا مرض اتنا لمبا ہوا تھا کہ اپنے مال میں سے کچھ مرض پر خرچ کیا ہو؟ ان دونوں نے جواب دیا نہیں تو گھر والے کہنے لگے ہمیں ان کے سامان میں ایک خط ملا ہے جس میں سامان کی تفصیل ہے لیکن اس سامان میں سے چاندی کا ایک برتن جس پر سونے کے نقش و نگار ہیں اور اس میں تین سو مثقال چاندی تھی وہ نہیں ہے تو وہ دونوں کہنے لگے اس برتن کا ہمیں علم نہیں، ہمیں انہوں نے سامان پہنچانے کی وصیت کی تھی وہ ہم نے کر دیا۔ اس برتن کا علم نہیں تو یہ لوگ یہ جھگڑا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے وہ دونوں نصرانی انکار پر ڈٹ گئے اور قسم کھالی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةٌ بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ الَّذِينَ أَهْلِ الْإِيمَانِ وَالْوَالِدَاتُ أُولِي الْأَرْحَامِ بَيْنَهُنَّ) جبکہ پہنچے کسی کو تم میں موت وصیت کے وقت دو شخص معتبر ہونے چاہئیں) یعنی چاہیے کہ دو شخص گواہی دیں اس کے الفاظ خبر کے ہیں لیکن معنی کے اعتبار سے امر ہے اور کہا گیا ہے کہ بے شک آیت کا معنی یہ ہے کہ تمہارے درمیان وصیت پر گواہی موت کے وقت دو آدمی ہیں۔ ان دو آدمیوں کی تعیین میں اختلاف ہے۔ ایک قوم نے کہا کہ وہ دو گواہ مراد ہیں جو موصی کی وصیت پر گواہی دیں اور دیگر حضرات نے کہا کہ خود موصی مراد ہیں اس لیے کہ آیت دو موصی کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس لیے کہ آگے فرمایا (کہ کھڑا کرو ان دونوں کو نماز کے بعد وہ دونوں قسم کھائیں) اور گواہ پر قسم لازم نہیں ہوتی اور موصی کو دو بنانا تاکید کے لیے

ہے۔ اس صورت میں شہادت حاضر ہونے کے معنی میں ہوگی۔ (ذو اعدال منکم تم میں سے) یعنی اے مؤمنو! تمہارے گروہ میں سے (او اخرون من غیرکم یاد گواہ اور ہوں تمہارے سوا) یعنی تمہارے دین اور ملت کے علاوہ سے۔ یہ اکثر مفسرین کا قول ہے۔ اسی کے ابن عباس اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما قائل ہیں۔

اور سعید بن مسیب ابراہیم نخعی سعید بن جبیر مجاہد اور عبیدہ کا یہی قول ہے پھر ان حضرات کا آیت کے حکم میں اختلاف ہے نخعی اور ایک جماعت کہتی ہے کہ آیت کا حکم منسوخ ہے اہل ذمہ کی شہادت ابتداء میں مقبول تھی پھر منسوخ کر دی گئی اور ایک قوم اس طرف مائل ہے کہ یہ حکم اب بھی ثابت ہے اور یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جب مسلمان گواہ نہ ملیں تو دو کافروں کو گواہ بنا لیں گے۔ شریعہ زما اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اجنبی ملک میں ہو اور کوئی ایسا مسلمان نہ ملے رہا ہو جس کو اپنی وصیت پر گواہ بنائے تو دو کافروں کو گواہ بنائے چاہئے وہ کسی بھی دین سے تعلق رکھتے ہوں۔ اہل کتاب ہوں یا بت پرست ان کی گواہی اس صورت میں جائز ہے۔ کسی کافر کی گواہی مسلمان کے خلاف صرف سفر میں وصیت کے بارے میں ہی جائز ہے اس کے علاوہ جائز نہیں۔

شععی زما اللہ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان شخص دقوق علاقہ میں مر گیا اور کوئی مسلمان اپنی وصیت پر گواہ بنانے کے لیے نہ ملتا تو اس نے اہل کتاب کے دو آدمیوں کو گواہ بنا دیا، وہ دونوں اس کا ترکہ لے کر کوفہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اس کی وصیت اور ترکہ کے بارے میں ان کو بتایا تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے لگے کہ یہ ایسا معاملہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ والے معاملہ کے بعد نہیں ہوا تو ان دونوں سے قسمیں اٹھوائیں اور ان کی گواہی کو جاری کر دیا اور دیگر حضرات نے فرمایا ہے کہ ”ذو اعدال منکم“ کا مطلب یہ ہے کہ وصیت کرنے والے کے خاندان یا قبیلے کے لوگ یا اس کے خاندان اور قبیلے کے علاوہ دو لوگ گواہ ہوں اور یہی حسن، زہری اور عکرمہ رحمہما اللہ کا قول ہے اور یہ حضرات فرماتے ہیں کہ کافر کی گواہی کسی حکم میں بھی جائز نہیں ہے۔ (ان انتم ضربتکم فی الارض فاصابتکم مصیبة الموت اگر تم نے سفر کیا ہو زمین میں پھر پہنچے تم کو مصیبت موت کی) پھر تم نے ان دونوں کو وصیت کی، ہو اور اپنا مال ان کو دے دیا، ہو اور ان دونوں پر تمہارے بعض وارث خیانت کی تہمت لگائیں تو اس میں حکم یہ ہے کہ (فنجسوا نھما من بعد الصلوة کھڑا کرو ان دونوں کو بعد نماز کے) اور ”من صلۃ“ ہے۔ اس سے عصر کی نماز مراد ہے۔ یہی شععی، نخعی، سعید بن جبیر، قتادہ اور اکثر مفسرین رحمہما اللہ کا قول ہے اس لیے کہ تمام دین والے اس وقت کی تعظیم کرتے ہیں اور اس میں جھوٹی قسم سے بچتے ہیں۔

اور سدق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے دین والوں کی نماز کے بعد کا وقت مراد ہے کیونکہ وہ کافر لوگ عصر کی نماز کی پروا نہیں کرتے۔ (فیفسمن باللہ ان ازتبتہم وہ دونوں قسم کھائیں اللہ کی اگر تم کو شبہ پڑے) یعنی اگر تمہیں ان گواہوں کے قول اور سچائی میں شک ہو جو تمہارے دین والے نہیں تو ایسا کرو لیکن اگر گواہ مسلمان ہوں تو ان پر قسم نہیں ہے۔ (لا نشتری ثمننا کہیں کہ ہم نہیں لیتے قسم کے بدلے مال) یعنی ہم اللہ کی جھوٹی قسم نہیں کھا رہے کہ اس کے بدلے کوئی عوض یا مال ہم حاصل کریں یا حق کا انکار کریں۔ (ولو کان ذافرہنی اگرچہ کسی کو ہم سے قرابت بھی ہو) اگرچہ جس کے حق میں گواہی دی گئی ہے وہ ہمارا قریبی

رشتہ دار ہو۔ (وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ أَوْ هُمْ لَا يَكْتُمُونَ) یہاں گواہی کی نسبت اللہ کی طرف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس گواہی کے دینے کا حکم دیا ہے اور اس کے چھپانے کو منع کیا ہے۔ (إِنَّا إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ نَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ) یعنی اگر ہم نے اس کو چھپایا تو ہم گناہ گاروں میں ہو جائیں گے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی اور تمیم اور عدی کو بلا کر منبر کے پاس ان الفاظ سے قسم اٹھوائی کہ اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ ان دونوں نے کوئی خیانت نہیں کی اس چیز میں جو ان کو دی گئی انہوں نے اس پر قسم اٹھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا راستہ چھوڑ دیا۔ پھر برتن ظاہر ہو گیا اور اس کے ظاہر ہونے کے طریقے میں اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ وہ برتن مکہ میں پایا گیا، ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے تمیم اور عدی سے خریدا ہے اور دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ جب کافی عرصہ گزر گیا تو انہوں نے اس برتن کو ظاہر کیا تو بنو سہم ان کے پاس پہنچے کہ یہ کہاں سے آیا؟ ان دونوں نے کہا کہ یہ ہم نے حضرت بدیل رضی اللہ عنہ سے خریدا تھا تو انہوں نے کہا کہ تم نے کہا تھا کہ بدیل نے اپنے سامان میں سے کوئی چیز نہیں بیچی تھی تو وہ دونوں کہنے لگے کہ اس خریداری پر ہمارے پاس گواہی نہیں تھی تو ہم نے تمہارے سامنے اقرار کرنا مناسب سمجھا۔ اس لیے چھپایا تو یہ حضرات ان دونوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فَإِنْ عُثِرَ عَلَىٰ أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَآخَرَانِ يَقُومُنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأُولَانِ فَيَقْسِمْنَ بِاللَّهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا إِنَّا إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٧﴾ ذَلِكَ أَذْنَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ وَجْهٍ أَوْ يَخَافُوا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاسْمَعُوا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿١٠٨﴾

پھر اگر اس کی اطلاع ہو کہ وہ دونوں وحی کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو ان لوگوں میں سے جن کے مقابلہ میں گناہ کا ارتکاب ہوا تھا اور دو شخص جو سب میں قریب تر ہیں جہاں وہ دونوں کھڑے ہوئے تھے یہ دونوں کھڑے ہوں پھر دونوں خدا کی قسم کھائیں کہ بالیقین ہماری یہ قسم ان دونوں کی اس قسم سے زیادہ راست ہے اور ہم نے ذرا تجاوز نہیں کیا ورنہ ہم اس حالت میں سخت ظالم ہوں گے یہ قریب ذریعہ ہے اس امر کا کہ وہ لوگ واقعہ کو ٹھیک طور پر ظاہر کریں یا اس بات سے ڈر جائیں کہ ان سے قسمیں لینے کے بعد قسمیں متوجہ کی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سنو اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو رہنمائی نہ کریں گے۔

تفسیر ﴿١٠٧﴾..... (فَإِنْ عُثِرَ عَلَىٰ أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا) یعنی وحی میں گناہ کا ارتکاب ہوا تھا اور دو شخص جو سب میں قریب تر ہیں جہاں وہ دونوں کھڑے ہوئے تھے یہ دونوں کھڑے ہوں پھر دونوں خدا کی قسم کھائیں کہ بالیقین ہماری یہ قسم ان دونوں کی اس قسم سے زیادہ راست ہے اور ہم نے ذرا تجاوز نہیں کیا ورنہ ہم اس حالت میں سخت ظالم ہوں گے یہ قریب ذریعہ ہے اس امر کا کہ وہ لوگ واقعہ کو ٹھیک طور پر ظاہر کریں یا اس بات سے ڈر جائیں کہ ان سے قسمیں لینے کے بعد قسمیں متوجہ کی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سنو اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو رہنمائی نہ کریں گے۔

مَقَامُهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ) ان میں سے کہ جن کا حق دبا ہے۔ میں اکثر حضرات کی قرأت نامہ کے پیش کے ساتھ مجہول کے سینہ پر ہے اور علی بمعنی فی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "عَلِيَّ مَلِكٌ سَلِيمَانٌ" یعنی سلیمان کے ملک میں اور حفص نے "استحق" پڑھا ہے نامہ اور عام کے فتح کے ساتھ اور یہی علی اور حسن رحمہما اللہ کی قرأت ہے یعنی ان پر گناہ ثابت ہو گیا۔ (عَلَيْهِمُ الْاُولٰئِنِ جَوْسَبٌ زِيَادَةٌ قَرِيبٌ هُوں مِيتَ كَے) یہ آخر ان کی صفت ہے۔ یعنی دوسرے دو میت کے قریبی رشتہ دار آخر ان کمرہ ہے اور اولیاء معرفہ یہ اس وجہ سے ٹھیک ہے کہ آخر ان معنی کے اعتبار سے معرفہ کی طرح ہے کیونکہ اس کے بعد "مِنَ الَّذِينَ" کا لفظ ہے۔ اولیاء اولی کا تشبیہ ہے۔ اس کا معنی قریب ترین۔ حمزہ، ابو بکر نے عاصم اور یعقوب سے "الاولین" پڑھا ہے جمع کا سینہ بنا کر تو یہ اس صورت میں "الذین" سے بدل ہو گا اور اس جمع سے بھی مراد میت کے اولیاء ہی ہوں گے اور آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ جب قسم اٹھانے والوں کی خیانت ظاہر ہو تو میت کے قریبی رشتہ داروں میں سے دو آدمی کھڑے ہوں (فَيُقْسِمُنَّ بِاللّٰهِ لَشِهَادِنَا اَحَقُّ مِنْ شِهَادَيْهِمَا) یعنی ہماری گواہی ان کی گواہی سے زیادہ حق ہے۔ (وَمَا اَعْتَدْنَا) اپنی قسموں میں (اِنَّا اِذَا لَمَسْنَا الظَّالِمِيْنَ) جب یہ آیت نازل ہوئی تو عمرو بن عاص اور مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہما دونوں حصہ دار کھڑے ہوئے اور عمر کے بعد قسم اٹھائی تو برتن ان حضرات کو اور میت کے اولیاء کو دے دیا گیا۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ کہا میں نے برتن چھپایا تھا، میں اللہ کی طرف توبہ کرتا ہوں اور اس سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ یہاں قسم اولیاء کی طرف اس وجہ سے منتقل ہوئی کہ ان دونوں وصی حضرات نے دعویٰ کیا تھا کہ ہم نے اس کو خریدتا ہے اور وصی جب میت کے مال سے کوئی چیز لے اور کہے کہ اس چیز کی میت نے میرے لیے وصیت کی ہے تو انہار کی صورت میں وارث سے قسم لی جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی کسی کے قبضہ میں موجود سامان کا دعویٰ کرے کہ یہ میرا ہے اور وہ شخص اقرار کرے کہ اس کا تھا لیکن میں نے اس سے خرید لیا تھا تو مدعی سے قسم لی جائے گی کہ اس نے یہ چیز اس کو نہیں بیچی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تمیم داری رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ خود فرماتے تھے کہ ہم نے اس برتن کو ہزار درہم کے بدلے میں بیچا تھا اور میں نے اور عدی نے اس کو تقسیم کر لیا۔ پھر جب میں اسلام لایا تو اس کو گناہ سمجھا اور میت کے رشتہ داروں کے پاس آیا اور ان کو خبر دی کہ اتنا ہی مال میرے ساتھ ہے پاس بھی ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عمر و اور مطلب رضی اللہ عنہما نے قسم اٹھائی تو عدی سے پانچ سو درہم لیا گیا اور میں نے بھی پانچ سو درہم واپس کر دیا۔

⑩ (ذٰلِكَ اِذْ نَسِيْنَا اَنْ يَّاتُوْنَا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَا) یہ جو ہم نے دوبارہ قسم اٹھوانے کا فیصلہ کیا ہے یہ زیادہ

مناسب ہے کہ وصی اور تمام اوک ٹھیک طرح گواہی دیں گے یعنی یہ واقعہ کے مطابق گواہی دینے کا زیادہ قریب طریقہ ہے۔
 اَوْ يَخَالِفُوْا اَنْ تَزِدْ اِيْمَانًا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ یعنی یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ ڈریں قسم کے الٹا پڑنے سے مدعی پر کیونکہ جب وہ لوگ ان کی قسم کے بعد قسم اٹھائیں گے کہ انہوں نے خیانت کی اور جھوٹ بولا تو یہ رسوا بھی ہوں گے اور تاوان بھی دینا پڑے گا تو اس ڈر سے جھوٹی قسم نہیں اٹھائیں گے۔ (وَاتَّقُوا اللّٰهَ) جھوٹی قسم کھانے اور خیانت کرنے سے (وَاسْمَعُوْا) نصیحت کو (وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ)

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا بِأَنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ
 ⑩ إِذْ قَالَ اللَّهُ يَعْيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَى وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ
 الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ
 وَالْإِنْجِيلَ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِأَذْنِي فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِأَذْنِي
 وَتُبْرِئُ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ بِأَذْنِي وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَى بِأَذْنِي وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ
 عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ⑪

تفسیر: جس روز اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو (مع ان کی امتوں کے) جمع کریں گے پھر ارشاد فرمائیں گے کہ تم کو ان
 امتوں کی طرف سے) کیا جواب ملا تھا وہ عرض کریں گے کہ ظاہری جواب تو ہم کو معلوم ہے لیکن ان کے دل کی ہم کو
 کچھ خبر نہیں (اس کو آپ ہی جانتے ہیں کیونکہ) آپ بیشک پوشیدہ باتوں کے پورے جاننے والے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ
 ارشاد فرمائیں گے کہ اے عیسیٰ ابن مریم میرا انعام یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے جبکہ میں نے تم کو روح
 القدس سے تائید دی تم آدمیوں سے کلام کرتے تھے گو وہیں بھی اور بڑی عمر میں بھی اور جبکہ میں نے تم کو کتابیں اور
 سمجھ کی باتیں اور تورات اور انجیل تعلیم کیں۔ اور جبکہ تم گارے سے ایک شکل بناتے تھے جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے
 میرے حکم سے پھر تم اس کے اندر پھونک مار دیتے تھے جس سے وہ پرندہ بن جاتا تھا میرے حکم سے اور تم اچھا کر
 دیتے تھے مادرزاد اندھے کو اور برص کے بیماروں کو میرے حکم سے اور جبکہ تم مردوں کو نکال کر کھڑا کر لیتے تھے میرے
 حکم سے اور جبکہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے (یعنی تمہارے قتل و ہلاک سے) باز رکھا۔ جب تم انکے پاس دلیلیں
 لے کر آئے تھے پھر ان میں جو کافر تھے انہوں نے کہا کہ یہ بجز کھلے جادو کے اور کچھ بھی نہیں۔

تفسیر ⑩..... (يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ) اور وہ قیامت کا دن ہے (فَيَقُولُ) ان پیغمبروں کو (مَاذَا أُجِبْتُمْ) یعنی
 تمہاری امت نے تمہیں کیا جواب دیا تھا اور جب تم نے ان کو میری توحید اور اطاعت کی طرف بلایا تو تمہاری قوم نے کیا جواب
 دیا؟ (قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ہمیں جو علم ہے آپ کو اس سے زیادہ علم ہے اور
 کہا گیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ ہمیں اس سوال کی حکمت معلوم نہیں کیونکہ آپ کو تو اس کا ہم سے زیادہ علم ہے اور ابن جریج کہتے
 ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ہمارے بعد انہوں نے دین میں کیا باتیں ایجاد کیں اور ان کا انجام کیا ہوا اس کا ہمیں علم نہیں ہے۔ اس کی
 دلیل یہ ہے کہ آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا (إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ) یعنی آپ ہی پوشیدہ اور غیب کا علم رکھتے ہیں ہم تو
 صرف مشاہدہ کا علم رکھتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر میری

امت کے لوگ حوض پر آئیں گے حتیٰ کہ میں ان کو پہچان لوں گا لیکن وہ مجھ سے دور روک دیئے جائیں گے تو میں کہوں گا میرے ساتھی تو کہا جائے گا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا نئی باتیں گھڑی تھیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن، مجاہد اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ قیامت کی بڑی ہولناکیاں اور جھٹکے ہیں کہ ان میں دل اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے تو اس ہولناکی کی وجہ سے جواب دینا بھول جائیں گے پھر جب حواس واپس آجائیں گے تو اپنی امتوں کے خلاف گواہی دیں گے۔

⑩ (إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ادْكُرْ بِعَمَّتِي عَلَيْكَ) حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نعمت کے ذکر سے اس کا شکر کرتا مراد ہے اور آیت میں ”نعمتی مفرد“ لفظ کے اعتبار سے واحد ہے لیکن معنی جمع کا ہے کہ میرے احسانات کا شکر کریں (وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ) پھر آگے نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا (إِذْ آتَيْنَاكَ بَرُوحَ الْقُدُسِ) یعنی جبرئیل علیہ السلام سے (تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْبَدِ وَكَهْلًا)

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو تیس سال کی عمر میں رسول بتایا اور تیس سال رسالت کے بعد وہ دنیا میں رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اپنی طرف زندہ اٹھالیا۔ (وَإِذْ عَلَّمْنَاكَ الْكِتَابَ) لکھنا (وَالْحِكْمَةَ) یعنی علم اور سمجھ (وَالتَّوْرَةَ وَالانجیلَ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَفْخُ فِيهَا) یعنی زندہ ہو کر اڑ جاتا (فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي) تندرست کرتے تھے (وَتَبْرِئُ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَى) ان کی قبروں سے زندہ کر کے (بِإِذْنِي وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِإِذْنِي) جب انہوں نے آپ علیہ السلام کے قتل کا پختہ ارادہ کر لیا (إِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ) یعنی عجزات اور واضح نشانیوں جو ابھی ذکر ہوئیں آیت میں (لَقَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ) یعنی جو نشانیاں عیسیٰ علیہ السلام لائے۔ تہزوا اور کسانوں رحمہما اللہ نے ”ساحر مبین“ پڑھا ہے۔ یہاں بھی اور سورۃ ہود اور صاف میں بھی تو اس صورت میں یہاں ساحر کا لفظ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹے گا اور سورۃ ہود میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔

وَإِذْ أَوْحَيْنَا إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ⑪ إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنْزِلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ ذَقَالِ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ⑫

⑫ اور جبکہ میں نے حواریوں کو حکم دیا کہ تم مجھ اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور آپ شاہد رہنے کے ہم پورے فرمانبردار ہیں وہ وقت قابل یاد ہے کہ جب حواریوں نے عرض کیا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا آپ کے رب ایسا کر سکتے ہیں کہ ہم پر آسمان سے کچھ کھانا نازل فرمادیں آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو۔

⑬ (وَإِذْ أَوْحَيْنَا إِلَى الْحَوَارِيِّينَ) یعنی ان کو الہام کیا اور ان کے دل میں ڈال دیا اور ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو حکم دیا اور ”إِلَى صِلَةَ“ ہے اور حواری عیسیٰ علیہ السلام کے خاص ساتھی کو کہتے ہیں۔ (أَنْ آمِنُوا بِي)

وَبِرَسُولِي) رسول سے مراد عیسیٰ علیہ السلام پر (قَالُوا) جب میں نے ان کو تو فیق دی (امْنَا وَ اَشْهَدُ بِاَنَّنا مُسْلِمُونَ)۔
 ﴿۱۵﴾ (اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ) کسائی رحمہ اللہ نے ”هل يستطيع“ سماء کے ساتھ پڑھا ہے اور ”ربک“ کو باء کے زبر کے ساتھ اور یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد رحمہ اللہ کی قرأت ہے یعنی کیا آپ کو یہ طاقت ہے کہ اپنے رب سے دُعا اور سوال کریں اور دیگر حضرات نے ”يستطيع“ کو یاء کے ساتھ اور ”ربک“ کو باء کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ لوگ اللہ کی قدرت میں شک کرنے والے نہیں تھے بلکہ معنی یہ ہے کیا آپ کے رب ایسا دسترخوان اُتاریں گے یا نہیں؟ جیسے آدمی اپنے دوست کو کہتا ہے کہ کیا تو یہ طاقت رکھتا ہے کہ میرے ساتھ کھڑا ہو؟ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس کام کی طاقت رکھتا ہے۔ صرف یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ یہ کام تو کرے گا یا نہیں؟ اور بعض نے کہا کہ ”يستطيع“ کے معنی میں ہے اور بعض نے کہا کہ اطاع اور استطاع کے ایک ہی معنی ہیں۔ جیسے اجاب اور استجاب کے۔

نزول مائدہ کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سوال

اب آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ کیا آپ کا رب آپ علیہ السلام کے سوال کو قبول کرے گا؟ اور آیت میں بھی ہے کہ جو شخص اللہ کی اطاعت کرے اللہ اس کی اطاعت کرتا ہے اور بعض مفسرین نے آیت کا ظاہری معنی ہی مراد لیا ہے کہ اس قوم سے غلطی سے یہ بات ہوگئی تھی ابھی اللہ تعالیٰ کی معرفت مستحکم نہ ہوئی تھی تو بشریت سے یہ غلطی ہوگئی تو عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی اس غلطی کے وقت اس قول کو بہت بڑا سمجھتے ہوئے فرمایا یعنی اس کی قدرت میں شک نہ کرو (اَنْ يَنْزِلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ) مائدہ وہ دسترخوان جس پر کھانا ہو۔ یہ فاعلہ کے وزن پر ہے۔ ”مَائِدَةٌ يُبَيْدُهُ“ سے یہ بولا جاتا ہے جب کوئی کسی کو کھانا دے اور اس کو کھلا دے اور مائدہ کھانے والوں کو کھانے کی دعوت کو کہتے ہیں اور مجازاً کھانے کو بھی مائدہ کہہ دیتے ہیں کیونکہ وہ بھی دسترخوان پر کھایا جاتا ہے۔ اہل کوفہ کہتے ہیں اس کا نام مائدہ رکھا گیا کیونکہ یہ کھانے والوں پر مائل ہوتا ہے اور اہل بصرہ کہتے ہیں فاعلہ کا وزن تو مفتولہ کے معنی میں ہے۔ یعنی اس کو کھانے والوں کی طرف مائل کیا گیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان (عِيشَةَ رَاضِيَةٍ) یعنی پسندیدہ ہے۔ (قال) عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو جواب میں (اتَّقُوا اللَّهَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ) تو اس کی قدرت میں شک نہ کرو اور کہا گیا ہے کہ تم اللہ سے ڈرو اس چیز کے مانگنے سے تو تم سے پہلے کی امتوں نے نہیں مانگی تو ان کو ایمان لانے کے بعد نشانیوں کا مطالبہ کرنے سے منع کر دیا۔

قَالُوا نُرِيدُ اَنْ نَّأْكُلَ مِنْهَا وَ نَطْمِئِنَّ قُلُوبُنَا وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتُنَا وَ نَكْفُرَ عَلَيْنَا مِنْ الشَّاهِدِينَ ﴿۱۶﴾ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيْدًا لِأَوَّلِنَا وَ آخِرِنَا وَ آيَةً مِنْكَ وَ اَرْزُقْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرَّزُقِينَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّي مُنَزِّلُ

عَلَيْكُمْ لَمَنْ يُكْفِرُ بَعْدَ مِثْقَلِ ذَرَّةٍ مِنْكُمْ فَأِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَّا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿۱۱۵﴾

وہ بولے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دلوں کو پورا اطمینان ہو جائے اور ہمارا یہ یقین اور بڑھ جادے کہ آپ نے ہم سے سچ بولا ہے اور ہم گواہی دینے والوں میں سے ہو جاویں۔ نبیؐ ابن مریم نے دعا کی کہ اے اللہ! ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرمائے۔ کہ وہ ہمارے لئے یعنی ہم میں جو اول ہیں اور بعد میں سب کے لئے ایک خوشی کی بات ہو جاوے اور آپ کی طرف سے ایک نشان ہو جاوے اور آپ ہم کو عطا فرما دیجئے اور آپ سب عطا کرنے والوں سے اچھے ہیں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں وہ کھانا تم پر نازل کرنے والا ہوں پھر جو شخص تم میں سے اس کے بعد ناحق شناس کرے گا تو میں اس کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ سزا دینا جہاں والوں میں سے کسی کو نہ دوں گا۔

تفسیر ﴿۱۱۵﴾ (قَالُوا لَنُرِيدَنَّ) یعنی ہم نے یہ سوال اس وجہ سے کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ (أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا) بطور تمبرک نہ کہ ضرورت کی وجہ سے تاکہ اللہ کی قدرت کا یقین ہو جائے۔ (وَنَطْمَئِنُّ) (پرسکون ہو جائیں) (فَلَوْ بِنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا) کہ آپ اللہ کے رسول ہیں یعنی ہمارا ایمان و یقین بڑھ جائے اور بعض نے کہا کہ نبیؐ علیہ السلام نے ان کو حکم دیا کہ تیس دن روزے رکھیں جب وہ ان کے بعد انظار کریں گے تو اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگیں گے ان کو ملے گا تو انہوں نے تیس دن بعد ماندو کا سوال کیا اور کہنے لگے کہ ہم جان لیں کہ آپ اپنے اس قول میں سچے تھے کہ تیس روزوں کے بعد جو کچھ ہم اللہ تعالیٰ سے مانگیں گے وہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیں گے (وَنَكُونُ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ) اللہ کی وحدانیت اور قدرت پر اور آپ کی رسالت اور نبوت پر اور کہا گیا ہے کہ اور ہیں ہم واد آپ کے بنی اسرائیل کے سامنے جب ہم ان کی طرف لوٹیں گے۔

﴿۱۱۵﴾ (قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ) اس وقت (اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ) بعض حضرات نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے غسل کیا اور ناث کا لباس پہنا اور دو رکعت نماز پڑھی اور اپنا سر جھکا لیا اور آنکھیں پست کر لیں اور روتے ہوئے یہ دعا کی (تَكُونُ لَنَا عَيْدًا لِأَوْلَانَا وَأَجْرَانَا) یعنی ہم پر لوٹنے اللہ کی طرف سے حجت اور واضح نشانی بن کر اور عید خوشی کے دن کو کہتے ہیں۔ اس دن کو عید اس وجہ سے کہتے ہیں کہ رنج سے خوشی کی طرف لوٹتا ہے اور یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ کو عید اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ ہر سال میں لوٹ آتے ہیں۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ جس دن میں یہ اترے گا ہم اس کو عید بنائیں گے اور ہم اور ہمارے بعد والے لوگ اس دن کی تعظیم کریں گے اور سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ہم اس دن میں نماز پڑھیں گے۔ "لأولنا" سے مراد اس زمانے کے لوگ اور "آخرنا" سے وہ لوگ مراد ہیں جو ان کے بعد آئیں گے۔ (وَأَيَّةٌ مِنْكَ) جو آپ کیلئے دالالت اور حجت ہو (وَأَرْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّزُقِينَ)

﴿۱۱۵﴾ (قَالَ اللَّهُ) عیسیٰ علیہ السلام کو جواب دیتے ہوئے (إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ) اہل مدینہ، ابن عامر اور عاصم نے "منزلہا" کو شد کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ یہ کئی مرتبہ اتارا گیا تھا اور باب تعلق تکرار پر دلالت کرتا ہے اور باقی حضرات نے تخفیف کے ساتھ

پڑھا ہے۔ (فَمَنْ يُكْفِرْ بَعْدُ مِنْكُمْ) خوان کے اترنے کے بعد (فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَّا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ) اس زمانہ کے لوگوں کو تو انہوں نے خوان کا انکار اور ناشکری کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر ان کی شکلیں بگاڑ کر بندر اور خنزیر بنا دیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سخت ترین عذاب منافقین اور اصحاب ماندہ میں سے کافروں اور آل فرعون کو ہوگا۔

نزول ماندہ کا واقعہ

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ ماندہ نازل ہوا تھا یا نہیں؟ مجاہد اور حسن رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ نازل نہیں ہوا تھا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے خوان کے انکار پر وعید بیان کی تو لوگوں کو خوف ہوا کہ کہیں ہم میں سے بعض لوگ کافر نہ ہو جائیں اس لیے وہ لوگ باز آ گئے اور کہنے لگے کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے تو وہ نہیں اُتارا گیا اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم سوال کرو گے تو یہ اور صحیح قول جس کی طرف اکثر مفسرین گئے ہیں یہ ہے کہ ماندہ اُتارا گیا تھا کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اور اللہ تعالیٰ اپنی خبر کے خلاف نہیں کرتے اور اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور تابعین سے متواتر خبریں موجود ہیں۔ پھر اس ماندہ کی کیفیت میں اختلاف ہوا ہے تو خلاص بن عمرو نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں گوشت روٹی اترتے تھے اور ان کو کہا گیا تھا کہ جب تک تم خیانت نہ کرو اور اس میں سے کچھ نہ چھپاؤ تو تم پر اترتا رہے گا لیکن ایک دن بھی نہ گزرا کہ انہوں نے خیانت کی اور چھپا لیا تو ان کی شکلیں بگاڑ کر بندر اور خنزیر بنا دیا گیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا تھا کہ تیس دن روزے رکھو پھر اللہ تعالیٰ سے جو چاہو مانگو تمہیں دے گا تو انہوں نے روزے رکھے اور جب فارغ ہوئے تو کہنے لگے اے عیسیٰ علیہ السلام! اگر ہم کسی کے لیے کام کرتے تو وہ ہمیں کھانا نہ کھلاتا؟ اور اللہ تعالیٰ سے ماندہ کا سوال کیا تو فرشتے ماندہ لائے اس پر سات روٹیاں اور سات مچھلیاں تھیں وہ ان کے سامنے رکھ دیا گیا تو اس سے تمام لوگوں نے سیر ہو کر کھایا۔

کعب احبار فرماتے ہیں کہ ماندہ منکوس شکل میں لایا گیا۔ اس کو فرشتے آسمان وزمین کے درمیان اڑا کر لے آئے اس پر گوشت کے علاوہ تمام کھانے تھے اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ماندہ پر ہر چیز اُتاری گئی سوائے روٹی اور گوشت کے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر جنت کے پھل تھے اور عطیہ عوفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آسمان سے مچھلی اُتاری گئی جس میں ہر چیز کا ذائقہ تھا اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر روٹی، چاول اور سبزی تھی اور وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کی روٹیاں اور مچھلیاں اُتاریں اور یہ لوگ باری باری کھاتے رہے یہاں تک کہ سب کا پیٹ بھر گیا اور کھانا بچ گیا اور کلبی اور مقاتل رحمہما اللہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ روٹیاں اور مچھلی اُتاری تو انہوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور وہ لوگ ایک ہزار سے زائد تھے جب وہ اپنی بستیوں کی طرف لوٹے اور یہ باتیں بتلائیں تو جو لوگ وہاں نہیں گئے تھے وہ ہنسنے لگے اور کہنے لگے تمہارا ناس ہو تمہاری آنکھوں پر جادو کیا گیا ہوگا۔ پس جن لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ

نے بھلائی کا ارادہ کیا تھا ان کو اپنی بصیرت پر قائم رکھا اور جن کی آزمائش کا ارادہ کیا وہ اپنے کفر کی طرف لوٹ گئے اور شکستیں بگاڑ کر خنزیر بنا دیئے گئے۔ ان میں کوئی بچہ اور عورت نہ تھی۔

تین دن اسی حالت میں رہے پھر ہلاک ہو گئے۔ آگے نہ ان کی نسل چلی اور نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ اسی طرح ہر سرخ شدہ قوم کی آگے نسل نہیں چلی اور قنادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مائدہ صبح، شام وہ جہاں ہوتے وہیں اترتا جیسے بنی اسرائیل کے لیے من و سلوٹی اترتا تھا۔ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب حواریوں نے مائدہ کا سوال کیا تو عیسیٰ علیہ السلام نے اون کا لباس پہنا اور رونے لگے اور دُعا کی تو سرخ چمڑے کا دسترخوان آسمان سے اتراجس کے اوپر اور نیچے بادل تھا لوگ اس کی طرف دیکھ رہے تھے اور وہ آہستہ سے نیچے اتر رہا تھا۔ یہاں تک کہ ان کے سامنے بچہ گیا تو عیسیٰ علیہ السلام رو پڑے اور فرمانے لگے اے اللہ! مجھے شکر گزار بندوں میں بنا۔ اے اللہ! اس کو رحمت بنا سزا نہ بنا اور یہود وہ کھانے دیکھ رہے تھے انہوں نے نہ ان جیسے کھانے پہلے دیکھے نہ ایسی عمدہ خوشبو پہلے کبھی سونگھی تھی تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم میں سے اچھے اعمال والا کھڑا ہو اور اس کو حواریوں کے سردار شمعون صفا کہنے لگے کہ اس کام کے ہم سے زیادہ آپ لائق ہیں تو عیسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے، وضو کیا اور بہت لمبی نماز پڑھی اور بہت زیادہ روئے اور پھر کھانے پر سے رومال بٹالیا اور فرمایا اللہ کے نام کے ساتھ جو بہتر رزق دینے والا ہے۔ جب کھولا تو وہ بھنی ہوئی مچھلی تھی نہ اس کے سنے تھے اور نہ کانٹے اس کے سر کی طرف نمک اور ذر کی طرف سرک تھا۔ اس کے ارد گرد سبزیوں کی اقسام تھیں گندنے کے علاوہ اور پانچ روٹیاں تھیں ایک پر زیتون، دوسری پر شہد، تیسری پر چھی اور چوتھی پر پنیر اور پانچویں پر خشک گوشت کے ٹکڑے تو شمعون نے سوال کیا اے روح اللہ! (علیہ السلام) یہ دنیا کے کھانوں میں سے ہے یا آخرت کے کھانوں میں سے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو نہ دنیا کے کھانوں میں سے ہے نہ آخرت کے کھانوں میں سے لیکن یہ ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی غالب قدرت سے وجود دیا ہے۔ کھاؤ اس سے جو اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تم کو اپنے فضل سے زیادہ دے۔

تو وہ کہنے لگے اے روح اللہ! آپ علیہ السلام اس کھانے کی ابتداء کریں تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کی پناہ کہ میں اس کو کھاؤں جس نے سوال کیا ہے وہ خود کھائے تو وہ لوگ ڈر گئے تو عیسیٰ علیہ السلام نے فاتحہ کش لوگوں اور مریضوں اور برص اور جزام والے لوگوں اور اناجیوں کو بلایا اور کہا اللہ کے رزق سے کھاؤ تمہارے لیے نعمت ہے اور تمہارے علاوہ کے لیے آزمائش ہے تو ان لوگوں نے کھایا اور تیرہ سو مرد و عورت جن میں فقیر، مریض وغیرہ بھی تھے سیر ہو گئے اور مچھلی ویسی رہی جیسے نازل ہوئی تھی۔ پھر مائدہ آسمان کی طرف اڑا اور وہ لوگ اس کو دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ پردہ میں چھپ گیا۔ اس سے جس مریض اور اناجی نے کھایا تھا وہ تندرست ہو گیا اور جس فقیر نے کھایا غنی ہو گیا اور جنہوں نے نہیں کھایا تھا وہ نادام ہوئے۔ یہ خوان چالیس دن چاشت کے وقت اترتا رہا۔ جب یہ اترتا تو غنی، فقیر، بچے، بڑے مرد و عورت سب جمع ہو جاتے اور اس سے کھاتے لیکن جب سایہ لوٹتا تو یہ اڑ جاتا۔ یہ دسترخوان ایک دن چھوڑ کر اترتا جس طرح قوم ثمود کی اونٹنی ایک دن چھوڑ کر دودھ دیتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ

السلام کو وحی کی کہ میرے دسترخوان کو فقراء کے ساتھ خاص کر دیں، اغنیاء کو نہ کھانے دیں۔ یہ بات مال داروں کو ناگوار گزری اور خود بھی شک میں مبتلا ہوئے اور لوگوں کو شک میں ڈالنے لگے اور کہنے لگے کہ کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ یہ دسترخوان حق ہے جو آسمان سے اترتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ میں نے یہ شرط کی تھی کہ جو شخص دسترخوان کے اترنے کے بعد انکار کرے گا میں اس کو ایسا عذاب دوں گا جیسا جہاں والوں میں سے کسی کو نہیں دوں گا تو عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا (اگر آپ ان کو عذاب دو تو وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ معاف کر دیں تو بے شک آپ غالب حکمت والے ہیں) تو ان میں سے تین سو تینتیس کی شکل بگاڑ دی گئی وہ رات کو اپنی بیویوں کے ساتھ سوئے تھے صبح کو سوربن کر گلیوں اور گندگیوں میں دوڑتے پھرتے تھے اور گندگی کھاتے پھرتے تھے۔ جب لوگوں نے یہ معاملہ دیکھا تو گھبرا کر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور رونے لگے اور ان خنزیریوں نے جب عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو یہ بھی رونے لگے اور عیسیٰ علیہ السلام کے ارد گرد چکر لگانے لگے عیسیٰ علیہ السلام ان میں سے ہر ایک کا نام لے کر پکارتے تھے تو وہ اپنے سر سے اشارہ کرتے تھے اور روتے تھے لیکن بات کرنے پر قادر نہ تھے تین دن بعد ہلاک ہو گئے۔

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَعْيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ءَ أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ ط

قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّ ط إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعَلَّمَ

مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ط إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ①٦

تفسیر اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا تم نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی علاوہ خدا کے معبود قرار دے لو تو عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے کہ (توبہ توبہ) میں تو آپ کو (شریک سے) منزہ سمجھتا ہوں مجھ کو کسی طرح زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں اگر میں نے کہا ہوگا تو آپ کو اس کا علم ہوگا آپ تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتے ہیں اور میں آپ کے علم میں جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا تمام غیبوں کے جاننے والے آپ ہیں۔

تفسیر ①٦ (وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَعْيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ءَ أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ)

اذ قال اللہ یا عیسیٰ ابن مریم والاقول کب ہوا

مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ قول کب ہوگا؟ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھایا اس وقت یہ کہا کیونکہ ”اذ“ ماضی کے لیے استعمال ہوتا ہے اور تمام مفسرین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہ بات اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کہیں گے کیونکہ آگے اللہ تعالیٰ نے کہا (یوم یجمع اللہ الرسل) اور اس کے بعد کہا (یوم ینفع الصادقین) تو ان دو سے بالاتفاق قیامت کا دن مراد ہے تو یہاں بھی ایسے ہے اور ”اذ“ کبھی ”اذا“ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے آیت کریمہ

”ولو ترى اذ لقوا“ میں ”اذا“ کے معنی میں ہے اور قیامت کا ہونا کیونکہ یعنی ہے اس لیے اس کو ماضی کے ساتھ ذکر کر دیا جاتا ہے۔
 (اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِيْ وَاٰمِيْنَ الْهَيْبِيْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) اس سوال کا مقصد عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کو ڈرانا ہے جیسا کہ کوئی شخص دوسرے کو کہتا ہے کہ کیا تو نے یہ یہ کام کیا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اس نے یہ کام نہیں کیا لیکن صرف اطلاع دینے اور اس کام کے بہت بڑے ہونے کو ظاہر کرنے کے لیے کہتا ہے۔ اس سے استفہام مقصود نہیں ہوتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام خود عبدیت کا اقرار کریں تو ان کی قوم یہ بات سن لے اور ان کا جھوٹا ہونا ظاہر ہو جائے۔ اس بات میں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو اس کا حکم دیا تھا۔ ابوروق کہتے ہیں کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے اس خطاب کو سنا تو ان کے رد تلے کھڑے ہو گئے اور جسم کے ہر بال سے خون کے آنسو نکل پڑے اور اللہ تعالیٰ کو جواب میں عرض کیا۔ (قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقِّهَا اِنْ كُنْتُ فَلَئِنَّهُ لَفَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا لِيْ نَفْسِيْ وَلَا اَعْلَمُ مَا لِيْ نَفْسِيْكَ) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ میرے غیب کو جانتے ہیں میں آپ کے غیب کو نہیں جانتا اور کہا گیا ہے کہ آپ میرے راز کو جانتے ہیں اور میں آپ کے راز کو نہیں جانتا اور ابوروق کہتے ہیں کہ آپ جو کچھ مجھ سے دنیا میں ہوا اس کو جانتے ہیں اور میں جو کچھ آخرت میں آپ سے ہو گا اس کو نہیں جانتا اور زجان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نفس نام ہے مکمل چیز اور اس کی حقیقت کا۔ یعنی آپ تو میرے معاملہ کی حقیقت کو جانتے ہیں اور میں آپ کے معاملہ کی حقیقت نہیں جانتا۔ (اِنَّكَ اَنْتَ عَلٰمُ الْغُيُوْبِ) جو ہو چکا اور جو آئندہ ہوگا۔

مَا قُلْتَ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِيْ بِهٖ اَنْ اَعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا

ذُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَلَّيْتَنِيْ كُنْتُ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿۱۱﴾

﴿ترجمہ﴾ میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا مگر۔ اب وہی جو آپ نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم اللہ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں ان پر مطلع رہا جب تک ان میں رہا پھر جب آپ نے مجھ کو اٹھالیا تو آپ ان پر مطلع رہے اور آپ ہر چیز پر پوری خبر رکھتے ہیں

﴿تفسیر﴾ (مَا قُلْتَ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِيْ بِهٖ اَنْ اَعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ) تنہا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ

ظہراؤ (وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا ذُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَلَّيْتَنِيْ) اپنی طرف اٹھالیا (كُنْتُ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ) ان کے اعمال کی خبر رکھنے والا (وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ)

اِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تُغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲﴾

﴿ترجمہ﴾ اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرمادیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

﴿تفسیر﴾ (اِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تُغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ)

شبہ اور اس کا ازالہ

اگر یہ اعتراض ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے کافر ہونے کے باوجود ان کی مغفرت کا مطالبہ کیسے کر دیا۔

جواب ① مطلب یہ ہے کہ اگر تو ان کو کفر پر قائم ہونے کی حالت میں عذاب دے اور اگر ایمان لانے کے بعد ان کی مغفرت کر دے۔ یہ جواب سدی رحمہ اللہ کے قول پر درست ہے کہ یہ سوال قیامت کے دن سے پہلے ہو چکا کیونکہ قیامت میں ایمان نفع نہ دے گا۔

جواب ② یہ دیا گیا ہے کہ یہ قول دو جماعتوں کے متعلق ہے کہ اگر ان میں سے کافروں کو آپ عذاب دیں اور مغفرت کریں ان کی جوان میں سے ایمان لائے اور کہا گیا ہے کہ یہ مغفرت کو طلب کرنے کے لیے نہیں کہا گیا اگر اس طرح ہوتا تو یوں کہتے ”انت الغفور الرحیم“ لیکن یہ تو عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم پر سر جھکانے اور معاملہ اللہ کے سپرد کرنے کے لیے کہا ہے اور دوسرا سوال تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کو ”ان تغفر لهم فانک انت الغفور لهم فانک انت الغفور الرحیم“ پڑھتے تھے اور ان کے مصحف میں بھی اسی طرح لکھا ہوا ہے اور مشہور قرأت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے۔ اصل عبارت یوں ہے ”ان تغفر لهم فانهم عبادک وان تعذبهم فانک انت العزيز الحكيم“

اور بعض نے کہا ہے کہ معنی یہ ہے کہ اگر آپ ان کو عذاب دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کی مغفرت کریں تو آپ اپنے ملک میں غالب اور اپنے فیصلہ میں حکیم ہیں۔ آپ کی عزت میں سے کچھ کم نہ ہوگا اور آپ کے حکم سے کوئی چیز خارج نہیں ہے اور آپ کی حکمت، مغفرت و سعت رحمت میں کفار داخل ہوں گے لیکن آپ نے خبر دی کہ کفار کی مغفرت نہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ اپنی خبر کجخلاف نہیں کرتے۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا فرمان ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں تلاوت کیا (رَبِّ اِنَّهُمْ اَضَلُّنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعْنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ) اے میرے رب، بے شک ان لوگوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا، پس جو میرے پیچھے چلا پس بے شک وہ مجھ سے ہے) اور عیسیٰ علیہ السلام کا قول ”ان تعذبهم فانهم عبادک الخ“ تلاوت کیا اور اپنے ہاتھ اٹھائے اور کہا اے اللہ! میری امت اور رو پڑے تو اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو کہا اے جبریل! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ حالانکہ تیرا رب خوب جانتا ہے ان سے پوچھو کس چیز نے آپ کو لایا ہے تو جبریل علیہ السلام آئے اور سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہا تھا اس کی خبر دی تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان کو کہہ دو کہ آپ کی امت کے بارے میں عنقریب ہم آپ کو راضی کریں گے اور آپ کو سوانہ کریں گے۔

قَالَ اللهُ هَذَا يَوْمَ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۗ لَهُمْ جَنَّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ۗ وَرَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهٗ ۗ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۱۱ لِلّٰهِ مُلْكُ

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۰﴾

﴿توجیہ﴾ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمادیں گے کہ یہ وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے ان کا سچا ہونا ان کے کام آدے گا ان کو باغ میں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش ہیں یہ بڑی بھاری کامیابی ہے اللہ ہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور ان چیزوں کی جو ان میں موجود ہیں اور وہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

﴿تفسیر﴾ ﴿لَقَدْ كَانَ اللَّهُ يَوْمَ بَنَعَ الصَّالِحِينَ صِدْقُهُمْ﴾ نافع نے یوم کو میم کے زبر سے پڑھا ہے اور یہ اصل میں "لمی یوم" تھائی کو حذف کر کے یوم کو زبر دیا گیا اور باقی حضرات نے یوم کو پیش کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ "ہذا" کی خبر ہے یعنی یہوں کو دنیا میں نفع دے گا ان کا سچ آخرت میں اور اگر وہ جھوٹ بولیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے اعضاء بول پڑیں گے جس کی وجہ سے وہ رسوا ہو جائیں گے اور کہا گیا ہے کہ صادقین سے مراد انبیاء و صلوات علیہم السلام ہیں اور کبھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مؤمنین کو ان کا ایمان نفع دے گا۔ قادر و رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دو گنتہ کر کے والے نکلے نہ کریں گے۔

1 یہی السلام ان کا واقعہ خود اللہ تعالیٰ نے بیان کیا۔

2 اللہ کا دشمن اٹیس اور وہ اللہ کے فرمان (وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ أَوْرَكَيْتُكُمْ وَأَنَا تَوَّابٌ أَلَمْ يَكُنْ لِلشَّيْطَانِ بَدَلٌ) میں مذکور ہے تو اس دن اللہ کا دشمن سچ بولے گا اور اس سے پہلے جھوٹا تھا تو اس کا سچ اس کو نفع نہ دے گا اور اٹیس علیہ السلام دنیا و آخرت میں سچے ہیں تو ان کا سچ ان کو نفع دے گا۔ (لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ) ﴿۱۰﴾ (لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)



سُورَةُ الْأَنْعَامِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

یہ سورت مکی ہے اس کی ایک سو پینسٹھ آیات ہیں یہ مکہ میں رات کو ایک مرتبہ مکمل نازل کی گئی، اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تھے انہوں نے مشرق و مغرب کے درمیان کا خلا پر کر دیا تھا ان کی تسبیح، تمجید، تجید کی گنگناہٹ تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”سبحان ربی العظیم..... سبحان ربی العظیم“ کہتے ہوئے سجدہ میں چلے گئے اور مرفوع روایت ہے کہ جس شخص نے سورۃ انعام پڑھی تو یہی ستر ہزار فرشتے اس دن اور اس کی رات اس کے لیے رحمت کی دُعا کریں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سورۃ الانعام مکہ میں نازل ہوئی سوائے چھ آیات کے کہ یہ مدنی ہیں۔ ”وما قدروا اللہ حق قدرہ“ سے تین آیات اور ”قل تعالوا“ سے ”لعلکم تتقون“ تک۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ط ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ①

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں کو اور نور کو بنایا پھر بھی کافر لوگ اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں۔

تفسیر ① (الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ) کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ توریت کی پہلی آیت ہے اور توریت کی آخری آیت (وقل الحمد لله الذي لم يتخذ ولداً اور آپ کہہ دیجئے تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اولاد نہیں بنائی) ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ابتداء حمد سے کی اور فرمایا ”الحمد لله الذي خلق السموات والارض“ اور اس کو ختم بھی حمد کے ساتھ کیا اور کہا ”وقضى بينهم بالحق مخلوقات کے درمیان وقيل الحمد لله رب العالمين“ (بعض نے کہا اس کا مطلب ہے سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں) اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف خود کی بندوں کو سکھانے کے لیے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ صرف آسمان و زمین کو ذکر کیا اس لیے کہ یہ مخلوقات میں سب سے بڑے ہیں بندوں کی نگاہ میں اور ان دونوں میں کئی عبرتیں اور منافع ہیں

بندوں کے لیے۔ (وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ) یہاں جعل خلق کے معنی میں ہے۔ واقدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جہاں بھی ظلمات اور نور مذکور ہیں وہ کفر اور ایمان ہیں۔ سوائے اس آیت کے کیونکہ اس میں رات اور دن مراد ہیں اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بتایا اندھیرا اور اجالا یعنی کفر اور ایمان اور کہا گیا ہے کہ ظلمات سے جہالت اور نور سے علم مراد ہے اور قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یعنی جنت اور جہنم کو بتایا۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو زمین سے پہلے اور تارکی کو اجالے سے پہلے اور جنت کو جہنم سے پہلے پیدا کیا۔ عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا پھر ان پر اپنے نور میں سے کچھ ڈال دیا تو جس کو وہ نور پہنچا وہ ہدایت پا گیا اور جس سے چوک گیا وہ گمراہ ہو گیا۔ (ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يُعَذَّبُونَ)

یعنی اس کے بیان کے بعد بھی یہ کافر لوگ اپنے رب کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ عدل کا اصل معنی شے کے برابر کسی دوسری شے کو بنانا۔ یعنی اللہ کے برابر غیر اللہ کو بناتے ہیں اور بعض نے کہا نصر بن شمیل نے کہا کہ باء عن کے معنی میں ہے یعنی اپنے رب سے اعراض کرتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اس آیت کے تحت بڑا لطیف معنی ہے جیسے کوئی کسی کو کہے کہ میں نے تم پر اتنے احسانات کیے پھر تم نے میرے احسانات کی ناشکری کی۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهُ ثُمَّ أَنْتُمْ تَمْتَرُونَ ②

وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْأَرْضِ مَا يَعْلَمُ سِرُّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ③

② وہ ایسا ہے جس نے تم کو مٹی سے بنایا پھر ایک وقت معین کیا اور دوسرا معین وقت خاص اللہ ہی کے نزدیک ہے پھر بھی تم شبکے رکھتے ہو اور وہی ہے معبود برحق آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی وہ تمہارے پوشیدہ احوال کو بھی اور تمہارے ظاہر احوال کو بھی جانتے ہیں۔ اور تم جو کچھ عمل کرتے ہو اس کو جانتے ہیں

تفسیر ③ (هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ) یعنی آدم علیہ السلام کو۔ تمام لوگوں کو یہ خطاب اس وجہ سے کیا کہ وہ

آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔

آدم علیہ السلام کی تخلیق کیلئے زمین سے مٹی لینے کا واقعہ

سیدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو زمین کی طرف بھیجا کہ اس کا کچھ حصہ لائیں تو زمین نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتی ہوں تجھ سے کہ تو میرا کوئی حصہ کم کرے تو جبرئیل علیہ السلام خالی ہاتھ واپس لوٹ گئے اور کچھ نہ لیا اور کہا اے میرے رب! اس نے آپ کی پناہ لی ہے۔ پھر میکائیل علیہ السلام کو بھیجا تو وہی معاملہ ہوا پھر موت کے فرشتے کو بھیجا۔ اس نے اللہ کی پناہ مانگی تو اس نے کہا میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ اس کے حکم کی مخالفت کروں تو زمین سے مٹی لی اور سرخ، سیاہ اور سفید مٹی کو ملا دیا۔ اسی وجہ سے بنی آدم کے رنگ مختلف ہو گئے پھر اس کو میٹھے، نمکین اور کڑوے پانی سے گوندھا تو اس وجہ سے ان

کے اخلاق مختلف ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے موت کے فرشتے کو کہا کہ جبریل اور میکائیل علیہما السلام نے زمین پر رحم کیا اور تو نے رحم نہیں کیا تو اس مٹی سے میں جن کو پیدا کروں گا ان کی روح بھی تو اپنے ہاتھ سے نکالنا۔ (ثُمَّ قَضَىٰ اَجَلًا وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهُ پھر مقرر کر دیا ایک وقت اور ایک مدت مقرر ہے اللہ کے نزدیک)

ثم قضی اجلاً کی تفسیر

حسن، قتادہ اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ پہلے اجل سے مراد ولادت سے موت تک کا وقت ہے اور دوسرے اجل سے موت سے دوبارہ اٹھنے تک کا اور وہ برزخ ہے اور یہی بات ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور انہوں نے فرمایا کہ ہر ایک کے لیے دو مدتیں ہیں ایک مدت پیدائش سے موت تک اور دوسری موت سے بعثت تک۔ پس اگر نیک، متقی اور رشتوں کو جوڑنے والا ہو تو اس کی بعثت کی مدت سے زندگی کی مدت میں اضافہ کر دیا جاتا ہے اور اگر گناہ گار رشتوں کو توڑنے والا ہو تو اس کی عمر کی مدت میں کمی ہو جاتی ہے اور بعثت کی مدت میں اضافہ اور مجاہد رحمہ اللہ اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلی مدت دنیا کی اور دوسری آخرت کی ہے اور عطاء رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ”ثم قضی اجلاً“ سے مراد نیند ہے کہ اس میں روح قبض کی جاتی ہے اور پھر بیداری کے وقت لوٹا دی جاتی ہے۔ ”و اجلٌ مسمی عندہ“ سے موت کا وقت مراد ہے۔ (ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُونَ)

③ (وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ) یعنی آسمانوں اور زمین کا معبود اللہ ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا (اور وہی ہے آسمان میں معبود اور زمین میں معبود) اور محمد بن جریر رحمہ اللہ نے کہا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ آسمانوں میں ہے تمہارے پوشیدہ اور ظاہر کو زمین میں جانتا ہے اور زجاج فرماتے ہیں کہ آیت میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی اور وہ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ اللہ جانتا ہے تمہارے پوشیدہ اور ظاہر کو آسمانوں اور زمین (وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو)۔ جو تم خیر اور شر کو جانتے ہو

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ اٰیَةٍ مِنْ اٰیَاتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ④ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ ۗ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ اَمْ نُبُوْا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑤ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَّكَّنْهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمْكِنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمٰوٰءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ مَّ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ⑥ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلٰیكَ كِتٰبًا فِیْ قِرْطَابٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑦

⑦ اور ان کے پاس کوئی نشانی بھی ان کے رب کی نشانیوں میں سے نہیں آتی مگر وہ اس سے اعراض ہی کیا کرتے ہیں سو انہوں نے اس سچی کتاب کو بھی جھوٹا بتلایا جبکہ وہ ان کے پاس پہنچی سو جلدی ہی ان کو خبر مل جاوے گی اس چیز کی جس کے ساتھ یہ لوگ استہزاء کیا کرتے تھے کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم ان سے پہلے کتنی جماعتوں کو

ہلاک کر چکے ہیں جن کو ہم نے دنیا میں ایسی قوت دی تھی کہ تم کو وہ قوت نہیں دی۔ اور ہم نے ان پر خوب بارشیں برسائیں اور ہم نے ان کے نیچے سے نہریں جاری کیں پھر ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر ڈالا اور ان کے بعد دوسری جماعتوں کو پیدا کر دیا اور اگر ہم کا نذر پر لکھا ہوا کوئی نوشتہ آپ پر نازل فرماتے پھر اس کو یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے تب بھی یہ کافر لوگ یہی کہتے کہ یہ کچھ بھی نہیں مگر صریح جادو ہے۔

تفسیر 1 (وَمَا نُنَبِّئُكُمْ) یعنی مکہ والوں کے پاس (مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّكُمْ) جیسے چاند کا ٹکڑے ہونا وغیرہ اور عطاء فرماتے ہیں کہ قرآن کی آیات مراد ہیں (إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ) یعنی اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس کو جھٹلاتے ہیں۔

2 (فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ) قرآن کو اور کہا کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں (لَمَّا جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ) یانہیں انہ نبتوا ما كانوا به يستهزؤن) یعنی ان کے استہزاء کی خبر اور اس کا بدلہ یعنی عنقریب اپنے استہزاء کا انجام جان لیں گے جب ان کو عذاب دیا جائے گا۔

3 (الْمَ يَرَوْا كُمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ)

قرن کی تفسیر

یعنی پہلی امتیں اور قرن لوگوں کی جماعت اس کی جمع قرون آتی ہے اور کہا گیا ہے کہ زمانے کی ایک مدت کو قرن کہتے ہیں۔ بعض نے وہ مدت اسی سال بعض نے ساٹھ سال بعض نے چالیس اور بعض نے تیس سال بتائی ہے اور سو سال کو بھی قرن کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن بشر مازنی رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ ایک قرن زندہ رہیں گے تو وہ سو سال زندہ رہے۔ ان تمام اقوال کے مطابق معنی یہ ہے کہ اہل قرآن کو (مُكْنَهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمْكِنْ لَكُمْ) یعنی ان کو وہ کچھ دیا جو تمہیں نہیں دیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کو عمر میں مہلت دی جیسے نوح علیہ السلام کی قوم اور قوم عاد و ثمود کو کہا جاتا ہے ممکنہ و ممکن لہ۔ (وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا) یعنی بارش کو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "مدراراً" کا معنی یہ ہے کہ ضرورت کے وقت میں لگاتار برستی تھی اور باری تعالیٰ کا قول (مَا لَمْ نُمْكِنْ لَكُمْ) خطاب تکوین ہے۔ اپنے قول (الْمَ يَرَوْا) خبر سے خطاب کی طرف رجوع کیا ہے جیسے باری تعالیٰ کا قول (حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلِكِ وَجَرِينِ بِهِم) ہے اور اہل بعثہ فرماتے ہیں ان کی خبر دی۔ (الْمَ يَرَوْا) اس میں محمد اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل تھے پھر ان کو ان کے ساتھ خطاب کیا۔ (وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِيًا مِنْ تَحْتِهِمْ فَاهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَنْشَأْنَا مِنْ مَبْعَدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ) ہم نے اس کو پیدا کیا اور اس کی ابتداء کی

7 کلبی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نصر بن حارث اور عبد اللہ بن ابی اُمیہ اور نوفل بن خویلد کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ کہنے لگے اے محمد! ہم آپ پر تب تک ایمان نہ لائیں گے جب تک آپ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے

یہ لکھا ہوا نہ لائیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور چار فرشتے گواہ ہوں جو بتائیں کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہے اور آپ اس کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَابٍ جِوَانٍ كَمَا لَكُنَّا نَكْنُحُوهَا وَمَوْجُودًا هِيَ۔
(فَلَمَسُوهُ بَأْيَدِيهِمْ) یعنی اس کا معائنہ کر کے اپنے ہاتھ سے چھولیں۔ آیت میں صرف چھونے کا ذکر ہے معائنہ کا نہیں کیونکہ چھونے سے معائنہ کی بنسبت زیادہ علم حاصل ہوتا ہے کیونکہ جادو کا اثر آنکھوں سے دیکھی جانے والی چیز پر تو ہو جاتا ہے لیکن چھونے والی چیز پر نہیں ہوتا۔ (لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ) مطلب یہ ہے کہ ان کو کوئی چیز نفع نہ دے گی کیونکہ ان کے بارے میں میرے علم میں یہی ہے۔

وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۖ وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكًا لَقُضِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يُنظَرُونَ ۗ ۘ
جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِم مَّا يَلْبَسُونَ ۙ ۙ
قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۚ ۙ
ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكذِبِينَ ۗ ۙ

توجہ اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا اور اگر ہم کوئی فرشتہ بھیج دیتے تو سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا پھر ان کو ذرا مہلت نہ دی جاتی اور اگر ہم اس کو فرشتہ تجویز کرتے تو ہم اس کو آدمی ہی بناتے اور ہمارے اس فعل سے پھر ان پر وہی اشکال ہوتا جو اب اشکال کر رہے ہیں اور واقعی آپ سے پہلے جو پیغمبر ہوئے ہیں ان کے ساتھ بھی استہزا کیا گیا ہے پھر جن لوگوں نے ان سے تمسخر کیا تھا ان کو اس عذاب سے آگھیرا جس کا تمسخر اڑاتے تھے آپ فرمادیتے کہ ذرا زمین میں چلو پھر پھر دیکھ لو کہ تکذیب کرنے والوں کا انجام کیا ہوا۔

تفسیر 8 (وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر (مَلَكٌ ۖ وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكًا لَقُضِيَ الْأَمْرُ) یعنی عذاب واجب ہو جائے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کفار کے معاملہ میں طریقہ رہا ہے کہ جب وہ کسی نشانی کا مطالبہ کریں اور وہ اتاری جائے اس کے بعد بھی ایمان نہ لائیں تو عذاب کے ذریعے ان کو جڑ سے اکھاڑ دیا جاتا ہے (ثُمَّ لَا يُنظَرُونَ) یعنی نہ ان کو کوئی مدت میعاد دی جائے گی اور نہ ہی مہلت دیئے جائیں گے۔ قنادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ہم فرشتہ اتارتے پھر وہ ایمان نہ لاتے تو ان پر جلدی عذاب آجاتا اور آنکھ جھپکنے کی مہلت نہ دی جاتی اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”لقضی الامر“ یعنی قیامت قائم ہو جاتی اور ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر فرشتہ اپنی صورت میں ان کے پاس آتا تو وہ سب مر جاتے۔

9 (وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا) یعنی اگر ان کی طرف کوئی فرشتہ بھیجتے (لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا) کیونکہ وہ فرشتہ کی طرف دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے اور جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آتے تھے اور دو فرشتے داؤد علیہ السلام کے پاس دو مردوں کی صورت میں آئے (وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِم مَّا يَلْبَسُونَ) یعنی ان پر معاملہ مشتبہ کر دیتے تو ان

کو پتہ نہ چتا کہ یہ فرشتہ ہے یا آدمی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ اہل کتاب جنہوں نے اپنے دین میں فرتے کئے اور کلمات کو ان کی جگہ سے پھیرا تو اللہ نے ان پر معاملہ مشتبه کر دیا جو انہوں نے اپنے اوپر مشتبه کیا تھا۔ اور زہری رحمہ اللہ نے (للبنات) شد کے ساتھ پڑھا ہے مگر برا اور تاکید کی بنا پر۔

⑩ (وَلَقَدْ اسْتَهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ) جیسا کہ آپ علیہ السلام کے ساتھ ہنسی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلی ہی ہے (فَخَاقَ بِاللَّيْنِ مَنَجَرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ) ان کے استہزاء کے بدلے لعذاب نے۔
 ⑪ (قُلْ) اے محمد! (صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) ان جھٹلانے والوں اور ہنسی کرنے والوں کو (سِرْوَالِی الْاَرْضِ) عبرت حاصل کرنے کے لیے (ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ) ان کے معاملہ کی جزاء کیا ہوئی؟ اور کفر اور تکذیب نے ان کو کیسے ہلاک کر دیا۔ اس آیت میں کفار مکہ کو پہلی امتوں کے نذاب سے ڈرایا جا رہا ہے۔

قُلْ لِمَنْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِلّٰهِ كَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ ذٰلِیْجَمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَمَۃِ لَا رَیْبَ فِیْہِ ذٰلِذِیْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَہُمْ فَہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ⑫ وَلَہٗ مَا سَکَنَ فِی الْبَیْلِ وَالنَّہَارِ وَہُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ⑬

⑫ آپ کہتے ہیں کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے یہ سب کس کی ملک ہے آپ کہہ دیجئے کہ سب اللہ ہی کی ملک ہے اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرماتا ہے اور پر لازم فرمایا ہے تم کو خدا تعالیٰ قیامت کے روز جمع کریں گے اس میں کوئی شک نہیں جن لوگوں نے اپنے کو ضائع کر لیا ہے سو وہ ایمان نہ لادیں گے اور اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ رات میں اور دن میں رہتے ہیں اور وہی ہے بڑا سننے والا بڑا جاننے والا۔

⑬ (قُلْ لِمَنْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) اگر جواب دیں تو ٹھیک ورنہ آپ خود کہہ دیں (قُلْ لِلّٰهِ كَتَبَ) فیصلہ کیا (عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شفقت کا اظہار ہے ان لوگوں کے لیے جو اس سے پیٹھ پھیر رہے ہیں تاکہ وہ اس پر متوجہ ہوں اور خبر ہے کہ اللہ بندوں پر مہربان ہے جلدی سزا نہیں دیتا اور توبہ اور رجوع کو قبول کرتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور ایک تحریر لکھی جو اللہ کے پاس عرش کے اوپر ہے کہ بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا میری رحمت میرے غصہ سے سبقت لے گئی ہے۔ (رواہ البخاری)

اللہ تعالیٰ کی سورتوں میں سے ایک رحمت دنیا کیلئے ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے لیے سورتیں ہیں ایک رحمت جن، انسانوں، جانوروں اور حشرات کے درمیان تقسیم کر دی۔ پس اسی کی وجہ سے ایک دوسرے پر شفقت اور رحم کر۔

ہیں اور اسی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچوں پر شفیق ہیں اور ننانوے رحمتیں اللہ نے موخر کر دی ہیں ان کے ذریعے اپنے بندوں پر قیامت کے دن رحم کریں گے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ قیدی لائے گئے ان میں ایک عورت تھی جس کے پستان سے دودھ نکل رہا تھا وہ قیدیوں میں جس چھوٹے بچے کو پاتی تو اس کو پکڑ کر اپنے ساتھ چمٹالیتی اور دودھ پلا دیتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ کیا تمہارا خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں ڈال دے گی تو ہم نے عرض کیا نہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس عورت کے اپنے بچے پر رحم کرنے سے زیادہ رحم کرتے ہیں (لَيَجْمَعَنَّكُمْ) اس میں لام قسم کا ہے اور نون تاکید کا ہے۔ یعنی اللہ کی قسم اللہ تم کو ضرور اکٹھا کرے گا (الْيَوْمِ الْقِيَامَةِ) قیامت کے دن میں اور کہا گیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ تم کو تمہاری قبروں میں قیامت کے دن تک جمع کرے گا (لَا رَيْبَ فِيهِ وَالَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ)۔

13 (وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ) قرار پکڑتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ مراد وہ چیز ہے جو ساکن اور متحرک ہوتی ہو جیسے اللہ تعالیٰ کے فرمان ”سرابیل تقيكم الحر“ میں مطلب یہ ہے کہ وہ تمہیں گرمی اور سردی سے بچاتی ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ سکون کو ذکر کیا ہے کیونکہ اس میں نعمت زیادہ ہے اور محمد بن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جس چیز پر سورج طلوع اور غروب ہو وہ ”ساکن الليل والنهار“ ہے اور اس سے مراد زمین کی تمام چیزیں ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اسی کے لیے ہے جس پر رات اور دن گزرتے ہیں۔ (وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ)

قُلْ أَغَيَّرَ اللَّهُ اتَّخَذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ 14 قُلْ إِنِّي أَخَافُ أَنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ 15 مَنْ يُصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ 16 وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بَصْرًا فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ 17

آپ کہیے کہ کیا اللہ کے سوا جو کہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں اور جو کہ کھانے کو دیتے ہیں اور ان کو کوئی کھانے کو نہیں دیتا کسی کو معبود قرار دوں۔ آپ فرمادیتے تھے کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں اسلام قبول کروں اور تم مشرکین میں سے ہرگز نہ ہونا آپ کہہ دیجئے کہ میں اگر اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں جس شخص سے اس روز عذاب ہٹا دیا جاوے گا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے بڑا رحم کیا اور وہ صریح کامیابی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی تکلیف پہنچاویں تو اس کا دور کرنے والا سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں اور اگر تجھ کو کوئی نفع پہنچاویں تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

14 (قُلْ أَغَيَّرَ اللَّهُ اتَّخَذُ وَلِيًّا) جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے آباء و اجداد کے دین کی طرف بلایا گیا

تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا کسی کو میں اپنا رب اور معبود اور مددگار نہ ٹاؤں؟ (فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ) یعنی ان کا خالق اور ایجاد کرنے والا ہے۔ (وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ) یعنی وہ رزق دیتا ہے اس کو رزق نہیں دیا جاتا۔ جیسا کہ خود دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میں ان سے کسی رزق کا ارادہ نہیں کرتا اور نہ یہ ارادہ کرتا ہوں کہ وہ مجھے کھاتا کھائے۔ (قُلْ اِنِّيْ اَمْرٌ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ) یعنی اس امت میں سے اور اسلام یہاں اللہ کے حکم کے آگے سر جھکانے کے معنی میں ہے (وَلَا تَكُوْنُوْنَ) یعنی مجھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ تو ہرگز نہ ہو (مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ)۔

⑤ (قُلْ اِنِّيْ اَخَافُ اِنْ غَضِبْتَ رَبِّيْ) کہ اس کے غیر کی عبادت کروں (عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ) یعنی قیامت کے دن کے عذاب سے۔

⑥ (مَنْ يُضْرَفْ غَنَةً) یعنی جس سے وہ عذاب ہل دیا گیا۔ حمزہ اور کسائی اور ابو بکر نے عام اور یعقوب سے روایت کر کے بضر فہم کے زبر اور راء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی جس سے اللہ عذاب ہل دے تو اس پر رحم کیا اور باقی حضرات نے یاء کے پیش اور راء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ (يَوْمَئِذٍ) یعنی قیامت کے دن (فَقَدْ رَجِمَهُ) وَ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ) یعنی واضح نجات۔

⑦ (وَ اِنْ يُمْسِكْ اللّٰهُ بِضُرِّ فَلَا تَكٰشِفُ لَهٗ اِلَّا هُوَ) وَ اِنْ يُمْسِكْ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ) خیر اور نقصان میں سے۔

اللہ کے احکام کی حفاظت کرنے والے کی حفاظت اللہ تعالیٰ کرتا ہے

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نجر کسری نے ہدیہ کیا تو آپ علیہ السلام بالوں کی ایک رسی ڈال کر اس پر سوار ہوئے اور مجھے اپنے پیچھے سوار کیا اور تھوڑا سا چلے پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے بڑے! میں نے کہا میں حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ علیہ السلام نے فرمایا تو اللہ کی حفاظت کرو وہ تیرے کی حفاظت کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت کر اللہ کو اپنے سامنے پائے گا تو اللہ کو پہچان آسودگی میں وہ تجھے پہچانے گا سختی اور تنگی میں اور جب تو سوال کرے تو صرف اللہ سے سوال کر اور جب تو مدد طلب کرے تو صرف اللہ سے مدد طلب کر اور تحقیق قلم جاری ہو چکا ان چیزوں پر جو آگے ہوں گی اگر تمام مخلوق کوشش کرے کہ تجھے نفع دے اس چیز کا جو اللہ نے تیرے لیے فیصلہ نہیں کیا تو وہ اس پر قادر نہیں ہیں اور اگر تمام مخلوق کوشش کرے کہ تجھے وہ نقصان دے جو اللہ تعالیٰ نے تجھ پر نہیں لکھا تو وہ اس پر قادر نہیں۔ اگر تو ملاقت رکھتا ہے کہ تو صبر کرے یقین کے ساتھ تو ایسا کر اگر ملاقت نہیں رکھتا تو صرف صبر کر کیونکہ ناپسند چیز پر صبر کرنے میں بہت بڑی بھلائی ہے اور بیشک کشادگی تکلیف کے ساتھ آتی ہے اور تنگی کے ساتھ آسانی آتی ہے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۗ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ⑧ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۗ قُلْ

اللّٰهُ شَهِيدٌ مِّمَّنْ بَيْنَكُمْ وَ اَوْحٰى اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاَنْذِرْكُمْ بِهِ وَ مَن مِّنْكُمْ

أَنتُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا أُخْرَى قُلْ لَّا أَشْهَدُ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ وَإِنِّي
بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ⑱ الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ
الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ⑳

تفسیر اور وہی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہیں برتر ہیں اور وہی بڑی حکمت والے اور پوری خبر رکھنے والے ہیں آپ کہیے کہ سب سے بڑھ کر چیز گواہی دینے کے لئے کون ہے آپ کہیے کہ میرے تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے ذریعہ سے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے ان سب کو ڈراؤں کیا تم سچ سچ یہی گواہی دو گے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں آپ کہہ دیجئے کہ میں تو گواہی نہیں دیتا آپ فرمادیتے کہ بس وہ تو ایک ہی معبود ہے اور بیشک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ لوگ رسول کو پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں جن لوگوں نے اپنے کو ضائع کر لیا ہے سو وہ ایمان نہ لائیں گے۔

تفسیر ⑱ (وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ) وہ غالب ہے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ تدبیر میں منفرد ہے۔ مخلوق کو اپنی تدبیر پر مجبور کرتا ہے۔ فوق عبادہ یہ غلبہ کی صفت ہے جو تنہا اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے کے معنی میں قدرت کے معنی سے زیادتی ہے۔ اس کا معنی دوسرے کو مراد کے پہنچنے سے روکنا (وَهُوَ الْحَكِيمُ) اپنے کاموں میں (الْخَبِيرُ) اپنے بندوں کے اعمال کی۔

⑲ (قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً) کبھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مکہ والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے ہمیں وہ شخص دکھائیں جو یہ گواہی دے کہ آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ ہم نے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ آپ کی تصدیق کرتا ہو اور ہم نے آپ کے بارے میں یہود و نصاریٰ سے بھی پوچھا ہے۔ ان کا گمان یہ ہے کہ ان کی کتابوں میں آپ کا تذکرہ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری (قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً) (اگر وہ اس کا جواب دیں، اگر نہ قُلِ اللَّهُ شَهِيدٌ مِّمَّنْ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ) جو کچھ میں کہتا ہوں وہ میرے لیے حق ہونے کی اور تمہارے اوپر باطل ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ (وَأَوْحَىٰ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنَ لِأُنذِرْكُمْ بِهِ وَ مَن مِّنْكُمْ مِّنْ بَلَّغٍ) یعنی قیامت تک عجم اور دیگر قوموں تک پہنچے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے پہنچاؤ اگرچہ ایک آیت ہو اور بنی اسرائیل سے باتیں نقل کرو اس میں کوئی حرج نہیں اور جس نے مجھ پر جھوٹ بولا جان بوجھ کر وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ عبد الرحمن اپنے والد عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تو تازہ رکھیں اس بندہ کو جس نے میری بات سنی پھر اس کو یاد کیا اور آپ سے پہنچایا۔ پس بہت سے فقہ کو اٹھانے والے جو خود فقیہ نہیں ہیں اور بہت سے فقہ کو اٹھانے والے اس شخص کی طرف جو ان سے زیادہ سمجھ دار ہے۔ تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان پر کینہ نہیں کرتا، مسلمان کا دل ہمیشہ اللہ

کے لیے عمل کو خاص کرنا اور مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان کی جماعت کو لازم پکڑنا کیونکہ ان کی دعا ان کے علاوہ کو بھی گھیر لیتی ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں انسانوں اور جنوں میں سے جس تک قرآن پہنچ گیا تو قرآن اس کے لیے نذیر ہے۔ محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جس شخص تک قرآن پہنچ گیا گویا کہ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور ان سے سنا (أَنْتُمْ لَشَهِدُونَ أَنْ مَعَ اللَّهِ إِلَهَةٌ أُخْرَى) اس لئے کہ تانیث جمع کو لاحق ہو جاتی ہے جیسے باری تعالیٰ کا قول (وَاللَّهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا) ہے اور فرمایا لَمَّا هَال الْقُرُونِ الْأُولَىٰ قُلْ لَا أَشْهَدُ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَسَلِّمْ عَلَيْكُمْ (اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ) گواہی نہ دوں گا) کہ اس کے ساتھ کوئی معبود ہے (قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ وَإِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ)

﴿الَّذِينَ آمَنُوا بِالْكِتَابِ﴾ توریت اور انجیل (بَعْرُفُونَ) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی صفات کے ساتھ (كَمَا يَعْرِفُونَ) (بِنَاءِ هَمْ) بچوں کے درمیان سے (الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ) جو لوگ نقصان میں ڈال چکے۔ یعنی نہیں فاش۔ یہ نقصان اس طرح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کا ٹھکانہ جنت اور جہنم میں بتایا ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جہنمیوں کے جتنی ٹھکانے دیں گے اور جہنمیوں کو جنت والوں کے جہنمی ٹھکانے۔ اور یہ خسار ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿۲۳﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا آيِنَ شُرَكَائِكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۲۴﴾ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ لِنَفْسِهِمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿۲۵﴾ انْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ (۲۳)

﴿تذکرہ﴾ اور اس سے زیادہ اور کون بے انصاف ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھے یا اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھوٹا بتا دے۔ ایسے بے انصافوں کو رستہ گاری نہ ہوگی اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس روز ہم ان تمام غمناق کو جمع کریں گے پھر ہم مشرکین سے (بواسطہ یا بلا واسطہ توحیح کے طور پر) کہیں گے کہ (بتلاؤ) تمہارے وہ شرکاء جن کے معبود ہونے کا تم دعویٰ کرتے تھے کہاں گئے پھر ان کے شرک کا انجام اس کے سوا اور کچھ بھی نہ ہوگا کہ وہ یوں کہیں گے کہ قسم اللہ کی اپنے پروردگار کی ہم مشرک نہ تھے ذرا دیکھو تو کس طرح جھوٹ بولا اپنی جانوں پر اور جن چیزوں کو وہ جھوٹ موٹ تراشا کرتے تھے وہ سب غائب ہو گئیں۔

﴿تفسیر﴾ ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا﴾ ظلم سے مراد کفر ہے۔ کذباً سے مراد اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے (أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ) (وَالَّذِينَ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ) کافروں کو۔

﴿۲۴﴾ (وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا) یعنی نابود اور معبود سب کو قیامت کے دن۔ یعقوب نے یہاں اور سورۃ سبأ میں ”یوحشرهم“ یاہ کے ساتھ پڑھا ہے اور حفص نے ان کی موافقت سورۃ سبأ میں کی ہے اور باقی حضرات نے ان کے ساتھ پڑھا ہے۔ (ثُمَّ نَقُولُ

لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَائِهِمْ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ) کہ وہ تمہاری سفارش کریں گے تمہارے رب کے سامنے۔
 (۲۳) (ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ) حمزہ، کسائی اور یعقوب نے ”یکن“ یاء کے ساتھ پڑھا ہے اس لیے کہ فتنہ افتتان کے معنی میں ہے تو فعل کو مذکر لانا جائز ہے اور باقی حضرات نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ ”فتنة“ کے مؤنث ہونے کی وجہ سے اور ابن کثیر، ابن عامر اور حفص نے عاصم رحمہما اللہ سے ”فتنتہم“ کو پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کو ”کَانَ“ کا اسم قرار دیا ہے اور باقی حضرات نے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کو خبر بنایا ہے اور کان کا اسم ”أَنْ قَالُوا“ کو بنایا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فتنہ سے مراد ان کی معذرت ہے۔ بعض علماء نے فتنہ کا ترجمہ تجربہ سے کیا ہے چونکہ ان کے اندرونی خیال کو ظاہر کرانے کا ایک تجربہ ہوگا۔ اس لئے جواب کو تجربہ فرمایا زجاج کا قول ہے کہ یہ لفظ اس جگہ ایک لطیف معنی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ بعض محبت محبوب پر شیفہ فریفتہ ہوتے ہیں لیکن جب اس شیفہ اور عشق میں ان پر مصائب آتے ہیں تو وہ محبوب سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ پھر اس وقت ان کو یہ کہا جاتا ہے کہ تمہارا عشق بس اتنا ہی ہوا کہ دکھ پڑا تو عشق بھول گیا۔ قیامت کے دن بتوں کی محبت سے بھی کافر اسی طرح بیزاری کریں گے۔ اَلَا اَنْ قَالُوا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ۔ حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے ”رَبِّنَا“ کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ ”منادی“ مضاف ہے اور باقی حضرات نے زیر کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ ”واللہ“ کی صفت ہے اور کہا گیا ہے کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا منظر اور اہل توحید سے درگزر کا معاملہ دیکھیں گے تو آپس میں کہنے لگیں گے کہ آؤ ہم شرک کو چھپا لیتے ہیں تاکہ اہل توحید کے ساتھ نجات پا جائیں تو کہیں گے (اَلَا اَنْ قَالُوا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ) تو ان کے منہ پر مہر لگادی جائے گی اور ان کے خلاف ان کے اعضاء کفر کی گواہی دیں گے۔
 (۲۴) (اَنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ) باطل عذر کر کے اور شرک سے بیزاری ظاہر کر کے (وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ) یعنی جن بتوں کو خدا بنایا کرتے تھے وہ ان سے چلے گئے کیونکہ وہ تو ان کی شفاعت اور مدد کی امید رکھتے تھے قیامت کے دن ان سب امیدوں پر پانی پھر گیا۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ط وَإِنْ يَرَوْا كَلِمًا لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ط حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝۲۵ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْتَوْنَ عَنْهُ وَإِنْ يُهْلِكُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝۲۶

اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر حجاب ڈال رکھے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے اور اگر وہ لوگ تمام دلائل کو دیکھ لیں ان پر بھی ایمان لاویں یہاں تک کہ جب یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے خواہ مخواہ جھگڑتے ہیں یہ لوگ جو کافر ہیں یوں کہتے ہیں کہ یہ تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے چلی آ رہی ہیں اور یہ لوگ اس سے اوروں کو

بھی روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور رہتے ہیں اور یہ لوگ اپنے ہی کو تباہ کر رہے ہیں اور کچھ خبر نہیں رکھتے۔

تفسیر (وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّسْتَبَعِ الْيُنْك) کبھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوسفیان بن حرب، ابو جہل بن شام، ولید بن

مغیرہ، نضر بن حارث، عقبہ اور شیبہ ربیعہ کے بیٹے اور امیہ اور ابی خلف کے بیٹے اور حارث بن عامر۔

قرآن مجید کو کان لگا کر سنتے تھے تو انہوں نے نضر کو کہا اے ابو تمبیہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا کہہ رہے ہیں؟ وہ کہنے لگا معلوم نہیں کیا کہتے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ وہ اپنی زبان کو حرکت دے رہے ہیں اور پہلے لوگوں کی کہانیاں پڑھ رہے ہیں جیسے میں تمہیں پہلی امتوں کے قصے سنا تا ہوں۔ اس نضر کو پہلی امتوں کے بہت سے واقعات یاد تھے تو ابوسفیان نے کہا میرا خیال ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض باتیں حق ہیں تو ابو جہل کہنے لگا ہرگز تو کسی چیز کا اقرار نہ کر اور ایک روایت میں ہے کہ موت ہم پر اس اقرار سے زیادہ آسان ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً) کنان کی جمع ہے جیسے "اعنة" کنان کی جمع ہے (اَنْ يُفْقَهُوْهُ وَفِيْ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا) بہرہ دین اور بوجھ اور یہ دلیل ہے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ دنوں کو پلٹتے ہیں بعض کو ہدایت کے لیے کھول دیتے ہیں اور بعض کے اوپر پردے ڈال دیتے ہیں تو وہ اللہ کا کلام نہیں سمجھ سکتے اور نہ ہی ایمان لاتے ہیں (وَاِنْ يُّرَوْا كُلُّ اٰيَةٍ اَيْتٍ مِنْ اٰيَاتِنَا اَوْ يَذَّكَّرُ فَسَوْفَ يَكْفُرُوْنَ) یعنی ان کے قصے اور اساطیر اسطورہ اور اساطیر کی جمع ہے۔

اِقَاع (وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ) یعنی لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے روکتے ہیں (وَيَنْتَوْنَ عَنْهُ) یعنی اور خود دور ہوتے ہیں۔

ينهون عنه ويناون عنه كاشان نزول

محمد بن حنفیہ اور سعدی وضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ کفار مکہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن سے روکتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہوتے ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی کہ لوگوں کو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے سے روکتے تھے اور خود ایمان سے دور ہوتے تھے حتیٰ کہ مروی ہے کہ مشرکین کے سردار جمع ہو کر ابوطالب کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ آپ ایک خوبصورت نوجوان لے لیں اور ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم دے دیں تو ابوطالب نے کہا تم نے انصاف نہیں کیا۔ کیا میں تمہیں اپنا بیچہ دے دوں کہ تم اس کو قتل کر دو اور تمہاری اولاد کی پرورش کروں؟ اور روایت کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایمان کی طرف بلایا تو انہوں نے کہا اگر قریش مجھے عار نہ دلاتے تو میں ایمان لا کر آپ کی آنکھوں کو نضرہ ٹھنڈا کرتا لیکن جب تک زندہ رہوں گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتا رہوں اور چند اشعار کہے:

یہاں تک کہ میں مٹی میں دفن ہو جاؤں
انہ کی قسم وہ سب جمع ہو کر بھی آپ تک نہیں پہنچ سکتے
آپ اپنی ذمہ داری کو پورا کریں آپ پر کوئی پریشانی نہ ہو
اور اس بات سے خوش ہو جائیں اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کریں

آپ نے مجھ کو بتا دیا اور میں جانتا ہوں کہ آپ میرے خیر خواہ ہیں اور آپ نے مجھ پر ایسا دین پیش کیا کہ میں جانتا ہوں کہ وہ اگر ملامت اور برا بھلا کہا جانے کا خوف نہ ہوتا (وَأَنْ يُّهْلِكُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ) یعنی ان کے افعال کا وبال ان ہی پر لوٹے گا۔ (وَمَا يَشْعُرُونَ) اور تحقیق آپ نے سچ کہا اور آپ وہاں امین ہیں مخلوق کے تمام ادیان میں سے بہتر دین تو آپ مجھے اس دین کا واضح مطیح پاتے

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَلَيْتَنَا نُرُدُّ وَلَا نُكَذِّبُ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَّالَهُمْ مَا كَانُوا يُخْفُونَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوا إِن هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى رَبِّهِمْ ط قَالَ أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ ط قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا ط قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۰﴾

اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جبکہ وہ دوزخ کے پاس کھڑے کئے جاویں گے تو کہیں گے ہائے کیا اچھی بات ہو کہ ہم پھر واپس بھیج دیے جاویں اور اگر ایسا ہو جائے تو ہم اپنے رب کی آیات کو جھوٹا نہ بتاویں اور ہم ایمان والوں سے ہو جاویں بلکہ جس چیز کو اس کے قبل دبایا کرتے تھے وہ ان کے سامنے آگئی ہے اور اگر یہ لوگ پھر واپس بھی بھیج دیئے جاویں تب بھی یہ وہی کام کریں جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور یقیناً یہ بالکل جھوٹے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جینا اور کہیں نہیں صرف یہی فی الحال جینا ہے اور ہم زندہ نہ کیے جاویں گے اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جبکہ یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جاویں گے اور اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ کیا یہ امر واقعی نہیں ہے۔ وہ کہیں گے بیشک قسم اپنے رب کی اللہ تعالیٰ فرماوے گا تو اب اپنے کفر کے عوض عذاب چکھو

تفسیر ﴿۲۷﴾ (وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ) کہا گیا ہے کہ آگ پر پیش کیے جائیں گے اور ”لو“ کا جواب محذوف ہے مطلب یہ ہے کہ اگر آپ ان کو اس حالت میں دیکھیں تو بڑا عجیب منظر دیکھیں گے۔ (فَقَالُوا يَلَيْتَنَا نُرُدُّ) دُنیا کی طرف (وَلَا نُكَذِّبُ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ)

﴿۲۸﴾ (بَلْ بَدَّالَهُمْ) یعنی معاملہ ویسا نہیں جیسا یہ کہتے ہیں کہ اگر ان کو واپس بھیج دیا جائے تو وہ ایمان لائیں گے بلکہ ظاہر ہو گیا ان کے لیے (مَا كَانُوا يُخْفُونَ مِنْ قَبْلُ) دُنیا میں اپنا کفر اور گناہ (وَلَوْ رُدُّوا) دُنیا میں ان کے کفر اور معصیت کی طرف اور ما كانوا يخفون سے مراد ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ خصوصی اوصاف جو اہل کتاب جانتے تھے مگر ان صفات کو چھپاتے تھے۔ مبرو کا قول ہے کہ ما كانوا يخفون کو مبتدا متضمن شرط اور بر الہم کو خبر متضمن جزا کے ہے۔ نصر بن شمیل نے کہا بدالہم کا معنی ہے بداعنہم پھر فرمایا (ولودوا) یعنی لوٹا دیئے جاتے۔ دُنیا کی طرف (لَعَادُوا لِمَا) تو وہ لوٹ آئے جس سے ان کو روکا گیا (نُهُوا عَنْهُ) یعنی کفر (وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ) اس قول میں کہ اگر ہمیں دوبارہ بھیج دیا جائے تو ہم اپنے رب کی

آیات کو نہ جھٹلائیں گے اور ایمان لائیں گے۔

③ (وَقَالُوا إِن هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ) یہ ان کے مرنے کے بعد جی اٹھنے کے انکار کی خبر دی۔
 ④ (وَلَوْ تَرَى إِذُوقُوا عَلَى رَبِّهِمْ) اس کے حکم پر اور اس کے فیصلہ پر اور بعض نے کہا کہ اپنے رب پر پیش کیے جائیں گے (قال) ان کو اور کہا گیا ہے کہ جہنم کے داروغہ اللہ کے حکم سے یہ کہیں گے (أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ) یعنی دوبارہ اٹھنا اور عذاب حق نہیں ہے؟ (قَالُوا بَلَى وَرَبِّنَا) کہ یہ حق ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت میں کئی جگہ مجلس لگے گی، ایک مجلس میں اقرار کریں گے، دوسری میں انکار کریں گے، ان کا یہ قول ایک مجلس میں ہوگا اور "واللہ ربنا ما کنا مشرکین" والا قول دوسری مجلس میں ہوگا۔ (قَالَ لَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ)

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ حَتَّى إِذَا جَاءَهُمْ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوا يَحْسِرْتُنَا عَلَى مَا فَرَطْنَا فِيهَا وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْ زَارَهُمْ عَلَى ظُهُورِهِمْ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ⑤ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهُمْ فِي الْأَجْرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يُتَّقُونَ ⑥ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ⑦ قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لِيَحْزَنَكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بَايَتِ اللَّهِ يَحْجِدُونَ ⑧

⑤ بیشک خسارے میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ سے ملنے کی تمذیب کی یہاں تک کہ جب وہ معین وقت ان پر فتنہ آ پینے کا۔ کہنے لگیں گے کہ ہائے افسوس ہماری کوتاہی پر جو اس کے بارے میں ہوئی اور حالت ان کی یہ ہوگی کہ وہ اپنے بارہا کمر پر لادے ہوں گے خوب سن لو کہ بری ہوگی وہ چیز جس کو لادیں گے اور دنیاوی زندگی تو کچھ بھی نہیں بچا۔ اور لعاب کے ہوں گے اور پچھلا کھر متقیوں کے لئے بہتر ہے کیا تم سوچتے سمجھتے نہیں ہو۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو ان کے اقوال مغموم کرتے ہیں سو یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

⑤ (قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ) یعنی اپنے آپ کو تباہ کیا اللہ کی طرف لوٹنے کے انکار کرنے کے ساتھ اور بعث بعد الموت کے انکار کرتا ہے۔ (حَتَّى إِذَا جَاءَهُمْ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوا يَحْسِرْتُنَا) یہاں تک کہ جب آپ اپنے کی ان پر قیامت اچانک تو کہیں گے اے افسوس (ندامت کو نداء کے ذریعے ذکر کیا گیا ہے مبالغہ پیدا کرنے کے لیے۔ سیبویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گویا کہ وہ کہہ رہے ہوں گے اے حسرت یہ تیرا وقت ہے (عَلَى مَا فَرَطْنَا فِيهَا) کیسی کوتاہی ہم نے اس میں کی) یعنی کہنا ماننے میں اور کہا گیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ ہم نے دنیا میں آخرت کا عمل چھوڑ دیا اور محمد بن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "فیہا" کی حاء "صفقة" یعنی سودے کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی جب ان پر ظاہر ہوا کہ ہم نے آخرت کو دنیا کے بدلے بیچ کر خسارہ کا سودا کیا تو کہنے لگے اے افسوس کہ اس سودے میں ہم نے کوتاہی کی۔ آیت میں "صفقة" کے ذکر کو چھوڑ دیا گیا کیونکہ "قد خسر" اس پر دلالت کر رہا ہے اس لیے کہ خسار ان صرف بیچ کے سودے میں ہوتا ہے حسرت یہ ندامت سے سخت

ہے (وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْ زَارَهُمْ عَلَى ظُهُورِهِمْ) اپنے بوجھ اور اپنے گناہ۔ سدی اور دیگر مفسرین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ مومن جب اپنی قبر سے نکالا جائے گا تو اس کا استقبال اچھی صورت اور عمدہ خوشبو والی چیز کرے گی اور اس سے پوچھے گی کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟ وہ کہے گا نہیں۔ تو وہ کہے گی میں تیرا نیک عمل ہوں مجھ پر سوار ہو جا۔ تحقیق دُنیا میں، میں نے بہت لمبا عرصہ تجھ پر سواری کی۔ پس یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان (جس دن ہم متقین کو جمع کریں گے رحمن کی طرف وفد بنا کر) کا یعنی سوار کر کے اور بہر حال کافر تو اس کا استقبال بد صورت چہرے والی اور انتہائی بد بودار چیز کرے گی اور کہے گی کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟ وہ کہے گا نہیں وہ کہے گی میں تیرے گندے اعمال ہوں دُنیا میں بہت لمبا عرصہ تو مجھ پر سوار رہا اب میں تجھ پر سواری کروں گی۔ یہی معنی ہے اللہ کے فرمان۔ (أَوْ زَارَهُمْ عَلَى ظُهُورِهِمْ وَهُوَ أَثْقَالٌ) گے بوجھ اپنی پیٹھوں پر) کا۔ (آلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ بوجھ برا انہوں نے اٹھایا۔

② (وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ) باطل اور دھوکہ اس کو بقاء نہیں (وَاللَّذَائِرُ الْآخِرَةُ) ابن عامر رحمہ اللہ نے ”وَاللَّذَائِرُ الْآخِرَةُ“ پڑھا ہے اور ”وَارْكَعُوا آخِرَةَ“ کو دار کی طرف مضاف کیا گیا اور شے کو اس کی ذات کی طرف مضاف کیا جاسکتا ہے۔ جب دونوں لفظوں میں مختلف ہوں جیسے قرآن میں ہے ”وَحَبَّ الْحَصِيدِ“ اور لوگوں کا قول ربیع الاول، مسجد الجامع۔ دُنیا کو قریب ہونے کی وجہ سے دُنیا کہا جاتا ہے اور بعض نے کہا اس کے گھٹیا ہونے کی وجہ سے دُنیا کہا گیا اور آخرت نام اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ یہ دُنیا کے بعد ہے۔ (خَيْرٌ لِلَّذِينَ يُتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ) کہ آخرت افضل ہے دُنیا سے۔ اہل مدینہ، ابن عامر اور یعقوب رحمہما اللہ نے ”افلا تعقلون“ تاء کے ساتھ پڑھا ہے یہاں اور سورۃ اعراف، سورۃ یوسف، سورۃ یسین میں اور ابو بکر رحمہ اللہ نے ان کی موافقت سورۃ یوسف میں کی ہے اور حفص رحمہ اللہ نے سورۃ یسین کے علاوہ تمام جگہ موافقت کی ہے اور باقی حضرات نے یاء کے ساتھ تمام جگہ پڑھا ہے۔

③ (قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ) سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اخنس بن شریق اور ابو جہل بن ہشام کی ملاقات ہوئی تو اخنس نے ابو جہل کو کہا اے ابو احکم محمد بن عبد اللہ کے بارے میں بتا کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا؟ کیونکہ یہاں میرے علاوہ کوئی تیری بات سننے والا نہیں ہے۔ تو ابو جہل کہنے لگا اللہ کی قسم! بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچا ہے اور انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا لیکن اگر ”قصی“ کی اولاد جھنڈا، پانی پلانے کی خدمت، چوکیداری، مجلس مشورہ اور نبوت سب کچھ لے گئی تو باقی قریش کے قبیلوں کے لیے کیا بچے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ناحیہ بن کعب کہتے ہیں کہ ابو جہل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ ہم آپ پر تہمت نہیں لگاتے اور نہ آپ کو جھٹلاتے ہیں صرف آپ کا وہ دین جھٹلاتے ہیں جس کو آپ علیہ السلام لائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ (ہم کو معلوم ہے کہ آپ کو غم میں ڈالتی ہیں ان کی باتیں) کہ آپ جھوٹے ہیں (فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ) نافع اور کسائی نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے شد کے ساتھ اور تکذیب یہ ہے کہ تو کسی کی جھوٹ کی طرف نسبت کرے اور اور اس کو کو ہے کہ تو نے جھوٹ کہا ہے اور

کذب یہ ہے کہ تو کسی کو جھوٹا پائے۔ عرب کہتے ہیں اجد بت الارض واخصبتھا جب تو زمین کو خشک سال اور ٹھہرا پائے۔
لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں (یعنی وہ چھپ کر آپ کی تکذیب نہیں کرتے کیونکہ آپ کا سچا ہونا تو ان کو
معلوم ہے وہ تو میری وحی اور میری آیات کو جھٹلاتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا (وجحدوا بہا واستیقنتھا انفسہم)

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَنَّهُمْ نَصَرْنَا وَلَا
مُبَدِّل لِكَلِمَاتِ اللَّهِ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَّبَايِ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۵﴾ وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ
إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ بِآيَةٍ ۚ
وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿۱۶﴾

﴿۱۵﴾ اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی بھی تکذیب کی جا چکی ہے سو انہوں نے اس پر صبر ہی
کیا کہ ان کی تکذیب کی تھی اور ان کو ایذا میں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ ہماری امداد کو پہنچی۔ اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کا
کوئی بدلتے والا نہیں اور آپ کے پاس بعض پیغمبروں کے بعض قصص پہنچ چکے ہیں اور اگر آپ کو ان کا اعراض گراں
گزرتا ہے تو اگر آپ کو یہ قدرت ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی ڈھونڈ لو پھر کوئی معجزہ لے آؤ تو
کرو اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان سب کو راہ ہدایت پر جمع کر دیتا سو آپ نادانوں میں سے نہ ہو جائیے۔

﴿۱۶﴾ (وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ) ان کو بھی ان کی قوموں نے ایسے ہی جھٹلایا جیسے آپ علیہ السلام کو قریش
نے۔ (فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَنَّهُمْ نَصَرْنَا) ان لوگوں کو عذاب دینے کے ساتھ جنہوں نے جھٹلایا۔ (وَلَا
مُبَدِّل لِكَلِمَاتِ اللَّهِ) اور جو اس نے فیصلہ کر دیا اس کو توڑنے والا کوئی نہیں اور اس نے اپنی کتاب میں اپنے انبیاء کی مدد کا فیصلہ
لکھ دیا ہے اور فرمایا (وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَاتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ) وان جندنا لهم الغالبون اور
فرمایا (إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا) اور فرمایا (كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي) اور حسن بن فضل فرماتے ہیں اس کے وعدہ کی خلاف
ورزی نہیں ہوتی۔ (وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَّبَايِ الْمُرْسَلِينَ) اور من صلہ ہے جیسے تو کہے اصابنا من مطر

﴿۱۶﴾ (وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ) یعنی اگر ان کا آپ ایمان لانے سے اعراض کرنا آپ علیہ السلام پر گراں
ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کے ایمان لانے کی بڑی خواہش تھی اور وہ جب کوئی نشانی مانتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کو یہ بات پسند تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو وہ نشانی دکھادیں شاید وہ ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ
تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ بِآيَةٍ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ) تو ایسا کر لیں
(اور اگر اللہ چاہتا تو جمع کر دیتا سب کو سیدھی راہ پر) تو سب ایمان لے آتے (فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ) یعنی اس حرف کے
ساتھ اور وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان (ولو شاء الله لجمعهم على الهدى) ہے اور جو کفر کرے گا وہ اللہ کے علم میں پہلے سے ہے۔

إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ وَالْمَوْتَى يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٣٦﴾ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ط قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْزِلَ آيَةً وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٧﴾ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَيْرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَّمٌ أَمْثَالُكُمْ ط مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿٣٨﴾

﴿تجوید﴾ وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کر کے اٹھاویں گے پھر سب اللہ ہی کی طرف لائے جاویں گے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ فرمادیں گے کہ اللہ تعالیٰ کو بیشک پوری قدرت ہے اس پر کہ وہ معجزہ نازل فرمادیں لیکن ان میں اکثر بے خبر ہیں اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنے قسم کے پرند جانور ہیں کہ اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو تمہاری طرح کے گروہ نہ ہوں ہم نے دفتر (لوح محفوظ) میں کوئی چیز نہیں چھوڑی (سب کو لکھ دیا ہے) پھر سب اپنے پروردگار کے پاس جمع کئے جاویں گے۔

﴿تفسیر﴾ ﴿٣٦﴾ (إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ) یعنی مومنین جو نصیحت کو سنتے اور اس کی اتباع کرتے ہیں تو ان کو نفع دیتی ہے نہ کہ وہ لوگ جن کے کانوں پر اللہ نے مہر کر دی ہو۔ (وَالْمَوْتَى يَبْعَثُهُمُ) یعنی کفار کو۔ (اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ)۔ پھر ان کے اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کریں گے۔

﴿٣٧﴾ (وَقَالُوا) یعنی قریش کے سردار (لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ط قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْزِلَ آيَةً وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ) کہ اس نشانی کے اتارنے میں ان پر کیا مصیبت ہوگی۔

﴿٣٨﴾ (وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَيْرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَّمٌ أَمْثَالُكُمْ)

امم امثالکم کی تفسیر

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر ایک کی اقسام ہیں جو اپنے نام سے پہچانی جاتی ہیں۔ یعنی حیوان کی ہر جنس ایک اُمت ہے۔ پس پرندے ایک اُمت ہیں اور حشرات الگ اُمت اور رکھیاں الگ اُمت اور درندے الگ اُمت ہیں۔ ہر ایک اپنے نام سے پہچانی جاتی ہے جیسے آدم علیہ السلام کی اولاد انسان اور ناس کے لفظ سے پہچانی جاتی ہے۔ عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ اگر کتے اُمتوں میں سے ایک اُمت نہ ہوتے تو میں ان کے قتل کا حکم دیتا۔ پس تم ان میں سے بالکل سیاہ کو قتل کرو اور کہا گیا ہے کہ ”امم امثالکم“ کا مطلب یہ ہے کہ بعض بعض سے سمجھ حاصل کرتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ تمہاری طرح اُمت ہے پیدائش اور موت اور دوبارہ اُٹھنے میں اور عطاء فرماتے ہیں کہ تمہاری طرح اُمت ہیں توحید اور معرفت میں۔ ابن قتیبہ رحمہ

اللہ فرماتے ہیں کہ تمہاری طرح اُمت ہیں غذا اور رزق تلاش کرنے میں اور ہلاکت سے بچنے میں (مَا لَقَرْنَا لِيِ الْكِتَابِ) لوح محفوظ میں (مِنْ شَيْءٍ نَّمَّ إِلَى رَبِّهِمْ يُخْشَرُونَ) ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حشر سے موت مراد ہے

قیامت کے دن کافر بھی مٹی ہو جانے کی تمنا کرے گا

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوق کو یعنی درندوں، چوپایوں، پرندوں وغیرہ کو جمع کریں گے پھر سینک والے جانور سے بغیر سینک والے کو مارنے کا بدلہ لیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم مٹی ہو جاؤ اس وقت کافر تمنا کریں گے اے کاش! میں مٹی ہو جاتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صاحب حق کو اس کا حق قیامت کے دن دیا جائے گا یہاں تک کہ بے سینک والی بکری کے لیے سینک والی سے بدلہ لیا جائے گا۔

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمْ وَ بُكُمْ فِي الظُّلْمِ مَنْ يُشَا اللّٰهُ يُضِلُّهُ وَمَنْ يُشَايِعُهُ عَلٰى

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۳۹﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَنْتُمْ عَذَابُ اللّٰهِ أَوْ أَنْتُمْ السَّاعَةُ أَعْبَرَ اللّٰهُ تَدْعُونَ إِنْ

كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۴۰﴾ بَلْ آيَاتُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ ﴿۴۱﴾

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَخْلَلْنَاهُمْ بِالنَّاسِئِ وَالضَّرَآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ ﴿۴۲﴾

فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلَكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۴۳﴾

﴿تفصیح﴾ اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں تو وہ بہرے اور گونگے ہو رہے ہیں طرح طرح کی ظلمتوں

میں ہیں اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں بے راہ کر دیں اور وہ جس کو چاہیں سیدھی راہ پر لگا دیں۔ آپ کہیے کہ اپنا حال تو بتلاؤ

اگر تم پر خدا کا کوئی عذاب آپڑے یا تم پر قیامت ہی آئے تو کیا خدا کے سوا کسی اور کو پکارو گے اگر تم سچے ہو بلکہ اسی کو

پکارنے لگو پھر جس کے لئے تم پکارو اگر چاہے تو اس کو ہٹا بھی دے اور جن جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو سب کو بھول

بھال جاؤ۔ اور ہم نے اور امتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے ہو چکے ہیں پیغمبر بھیجے تھے سو ہم نے ان کو تنگ دستی

اور بیماری سے پکڑا تا کہ وہ ڈھیلے پڑ جاویں سو جب ان کو ہماری سزا پہنچی تھی وہ ڈھیلے کیوں نہ پڑے لیکن ان کے

قلوب تو سخت رہے اور شیطان ان کے اعمال کو ان کے خیال میں آراستہ کر کے دکھلاتا رہا۔

﴿تفسیر﴾ ﴿وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمْ وَ بُكُمْ﴾ نہ خیر کی بات سنتے ہیں اور نہ بولتے ہیں ﴿لِيِ الظُّلْمِ﴾ کفر کے

اندھیروں میں ﴿مَنْ يُشَا اللّٰهُ يُضِلُّهُ وَمَنْ يُشَايِعُهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ اور وہ اسلام ہے۔

﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ﴾ کیا تم دیکھتے ہو؟ یہاں کاف تاکید کے لیے ہے اور فرما رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عرب "ارابتک" کا

لفظ بولتے ہیں اور مراد یہ ہوتی ہے کہ ہمیں خبر دو فرما اہل مدینہ ارابتکم و ارابتہم و ارابتہم دونوں ہمزہ کے ساتھ پڑھتے

ہیں کسائی ان دونوں ہمزوں کے محذوف کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد آپ ان مشرکوں سے کہہ دیں بھلا بتاؤ تو (إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ) موت سے پہلے (أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ) یعنی قیامت کا دن (أَغْيَرَ اللَّهُ تَدْعُونَ) اپنے سے عذاب ہٹانے کے لیے (إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ) مراد یہ ہے کہ اضطراری حالت میں کفار اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں جیسے ان کے بارے میں خبر دی ہے۔ واذا غشيهم موج كاظظلل دعوا اللہ مخلصین له الدين

41) پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ) یعنی صرف اللہ کو پکارتے ہو اس کے غیر کو نہیں پکارتے (فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ) یہاں قبولیت دعا کے لیے اپنے چاہنے کی قید لگائی ہے اسی طرح تمام کام اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتے ہیں (وَتَنْسَوْنَ) چھوڑ دیتے ہو (مَا تَشْرِكُونَ)

42) (وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَخَذْنَاهُم بِالْبَأْسَاءِ) سختی اور بھوک میں (وَالضَّرَّاءِ) بیماریوں میں (لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ) یعنی توبہ کریں اور عاجزی کریں۔ "تضرع" کا معنی ذلت کے ساتھ سوال کرنا۔

43) (فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا) یعنی کیوں نہیں ایمان لائے کہ ان سے عذاب دور کیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے کہ ایک قوم جو انتہائی سخت دل ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جان اور مال میں سختی کی لیکن وہ نہ جھکے اور نہ گڑگڑائے۔ پس یہی ہے اللہ کا فرمان (وَلَكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) یعنی ان کا کفر اور گناہ۔

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ط حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ 44) فَقَطَّعَ دَابِرَ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا ط وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ 45) قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ مِّنْ إِلَهِ غَيْرِ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِهِ ط أَنْظِرْ كَيْفَ نَصَرَفَ الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ يَصْذِفُونَ 46)

44) پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھلا دیے یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھیں وہ خوب اتر آگئے ہم نے ان کو دفعہ پکڑ لیا پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے پھر ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور اللہ کا شکر ہے جو کہ تمام عالم کا پروردگار ہے آپ کہیے کہ یہ بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری شنوائی اور بینائی بالکل لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود ہے کہ یہ تم کو پھر دیدے آپ دیکھئے تو ہم کس طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے پیش کر رہے ہیں پھر بھی یہ اعتراض کرتے ہیں۔

تفسیر 44) (فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ) یعنی جو ان کو نصیحت کی گئی تھی اور جو احکام دیئے گئے تھے ان کو چھوڑ دیا۔ (فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ) ابو جعفر نے "فتحننا" کو شد کے ساتھ تمام قرآن میں پڑھا ہے اور ابن عامر نے بھی اسی طرح پڑھا ہے جب اس کے بعد جمع ہو اور باقی حضرات نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اس صورت میں اس کا ترجمہ استدراج اور مکر کے

ہوں کے مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے آزمائش اور سختی کے بدلے نرمی اور صحت کو دیا (حَتَّىٰ إِذَا لَرَحُوا بِمَنَّا أَلْمُنُوا) یہ اگڑنے کی خوشی تھی جیسے قارون دنیا کے ملنے پر خوش ہوا تھا۔ (أَخَذْنَهُمْ بَغْتَةً) ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور وہ ایمان لائے جس پر وہ تھے اور جو کچھ دنیا میں ان کو دیا گیا تھا اس پر متعجب ہونے لگے۔ (فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ) ہر خیر سے ناامید ہو گئے۔ ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مبلس شرمندہ نمکین کو کہتے ہیں۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو اس کی پسندیدہ چیزیں دے رہا ہے اور وہ بندہ گناہوں پر ڈٹا ہوا ہے تو یہ استدراج ہے پھر آپؐ یہ اسامی نے یہ آیت تلاوت فرمائی "فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ (الآیة)"

﴿فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ﴾ (فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ) مطلب یہ ہے کہ وہ عذاب کے ساتھ جڑ سے اکھاڑ دیئے گئے تو ان میں سے کوئی باقی نہ رہا۔ (وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ) اللہ تعالیٰ نے ان کی جڑ کاٹنے پر اپنی تعریف کی ہے کیونکہ یہ اللہ کے رسولوں پر نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر حمد ذکر کر کے مؤمنین کو تعلیم دی کہ وہ اللہ کی اس بات پر تعریف کریں کہ وہ ان کو ظالموں سے کافی ہو گیا۔ اور تمہارا آپ کے ساتھی بھی اپنے رب کی حمد کریں جب وہ مکذبین کو ہلاک کر دے۔

﴿فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ﴾ (فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ) مطلب یہ ہے کہ وہ عذاب کے ساتھ جڑ سے اکھاڑ دیئے گئے تو ان میں سے کوئی باقی نہ رہا۔ (وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ) اللہ تعالیٰ نے ان کی جڑ کاٹنے پر اپنی تعریف کی ہے کیونکہ یہ اللہ کے رسولوں پر نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر حمد ذکر کر کے مؤمنین کو تعلیم دی کہ وہ اللہ کی اس بات پر تعریف کریں کہ وہ ان کو ظالموں سے کافی ہو گیا۔ اور تمہارا آپ کے ساتھی بھی اپنے رب کی حمد کریں جب وہ مکذبین کو ہلاک کر دے۔

سوال۔ یاتیکم بہ فرمایا یہ میں دھمیر مفرد ہے جبکہ ما قبل میں کان، آنکہ، عقل، تین اشیاء کا ذکر ہے۔ ضمیر اور مرجع میں مطابقت نہیں۔

جواب۔ یہ اہمذ کو رک کی تاویل میں ہے کہ ان میں سے ایک چیز بھی چلی جائے تو وہ بھی کوئی نہیں لاسکتا۔

جواب۔ دھمیر کا مرجع جمع کی طرف راجع ہے جو اولاً ذکر کیا ہے باقی اس کے تحت شامل ہیں جیسا کہ اس آیت میں ہے (وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرَاضُوا) یہاں پر ضمیر واحد ہے جبکہ ما قبل مرجع اللہ اور رسول دو ہیں لیکن یہاں پر وہ کا مرجع اللہ تعالیٰ ہیں اور اللہ کی رضا میں رسول کی رضا کو شامل کیا گیا (أَنْتُمْ كَيْفَ نَصَرْتُمْ الْآيَاتِ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَصْدِقُونَ) ہم نبوت و توحید پر دلیل کیلئے کیا کیا علامات بیان کرتے ہیں۔ تکذیب کرنے والے اس سے اعراض کرتے ہیں۔

قُلْ إِيَّاكُمْ إِنِ اتَّكُمُ عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الظَّالِمُونَ ﴿٧﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَ مُنذِرِينَ فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٨﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٩﴾ قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا

يُوحَىٰ إِلَىٰ قُلُوبِهِمْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ؕ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ۝۵۰ وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ

يَخَافُونَ أَنْ يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝۵۱

﴿ترجمہ﴾ آپ کہیے کہ یہ بتلاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آپڑے خواہ بے خبری میں یا خبرداری میں تو کیا بجز ظالم لوگوں کے اور بھی کوئی ہلاک کیا جاوے گا اور ہم پیغمبروں کو صرف اس واسطے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں اور ڈراویں پھر جو شخص ایمان لے آوے اور درستی کر لے سوان لوگوں پر کوئی اندیشہ نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلاویں ان کو عذاب لگتا ہے بوجہ اس کے کہ وہ دائرے سے نکلتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کا اتباع کر لیتا ہوں آپ کہیے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتے ہیں سو کیا تم غور نہیں کرتے اور ایسے لوگوں کو ڈرائیے جو اس بات سے اندیشہ رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت میں جمع کئے جاویں گے کہ جتنے غیر اللہ ہیں نہ ان کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی شفیع ہوگا اس امید پر کہ وہ ڈر جاویں۔

﴿تفسیر﴾ ۴۷ (قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً) کہ تم اس کو اترتے ہوئے دیکھ رہے ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رات اور دن کو آئے۔ (هَلْ يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الظَّالِمُونَ) ظالم سے مراد مشرک ہیں۔

۴۸ (وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَ مُنذِرِينَ فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ) عمل فلا خوف جس وقت جہنم والے ڈر رہے ہوں گے (عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ) جب وہ جہنم والے غمگین ہوں گے۔

۴۹ (وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ) کس سے مراد پہنچنا۔ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ یعنی کفر کرتے تھے۔

۵۰ (قُلْ لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ) جب مشرکین نے نشانیوں کے مطالبات کیے تو یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ علیہ السلام ان کو کہہ دیں کہ (قُلْ لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ) یعنی اس کے رزق کے خزانے کہ جو تم مانگو تمہیں دیدوں۔ (وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ) کہ تمہیں پچھلی اگلی سب باتوں کی خبر دے دوں (وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ) یہ اس وجہ سے کہا کہ فرشتہ ان باتوں پر قادر ہوتا ہے جن پر انسان قادر نہیں ہوتا اور وہ کچھ دیکھ لیتا ہے جو انسان نہیں دیکھ سکتا۔ مراد یہ ہے کہ ان باتوں میں سے کوئی بات میں نے نہیں کی کہ جس کی وجہ سے تم میری بات کا انکار کرو (إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ) یعنی جو تمہارے پاس میں لاتا ہوں وہ اللہ کے حکم سے ہے اور یہ بات عقلاً محال بھی نہیں ہے کیونکہ اس پر واضح دلائل موجود ہیں۔ (قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ) قنادر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کافر اور مؤمن اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں گمراہ اور ہدایت یافتہ اور کہا گیا ہے جاہل اور عالم۔ (أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ) یعنی یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

۵۱ (وَأَنْذِرْ بِهِ) آپ قرآن کے ذریعے سے ان کو ڈرائیں (الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُحْشَرُوا) ان کو جمع کرے گا اور پھر

انھارے کا (إِلَى رَبِّهِمْ) بعض نے کہا کہ یہ قانون سے مراد یہ علمون ان کو خوف اپنے اعمال کی وجہ سے تھا اور وہ اس خوف کو جانتے بھی تھے۔ (لَيْسَ لَهُمْ مِنْ دُونِهِ) اللہ کے سوا کوئی نہیں (وَلَيْ) کوئی قرسی جو ان کو نفع پہنچائے وَ لَا شَفِيعٌ اور نہ کوئی شفیع (لَعَلَّهُمْ يَنْتَفِعُونَ) ان چیزوں سے جن سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا سب کی سفارش کی نفی کر دی ہے حالانکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء سفارش کریں کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سفارش نہ کر سکیں گے۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ

مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۵۲﴾

اور ان لوگوں کو نہ نکالنے جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص اس کی رضاعی کا قصد رکھتے ہیں ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں کہ آپ ان کو نکال دیں اور آپ کا مناسب کام کرنے والوں میں ہو جائیں گے۔

تفسیر ﴿۵۲﴾ (وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ) ابن خاثر نے (بالغداة) غنیمت کے پیش اور دال

کے سکون اور اس کے بعد واؤ کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہاں بھی اور سورۃ الکہف میں بھی اور دیگر حضرات نے غنیمت اور دال کے زبر اور دال کے بعد الف کے ساتھ پڑھا ہے۔

لا تطرد الذين سے کون لوگ مراد ہیں: سلمان اور خباب بن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ہمارے

بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اقرع بن حابس تمہی اور عیینہ بن حصن فزاری اور ان کے قبیلہ کے مؤلفہ قلوب آئے اور نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم حضرت بلال، مسیب اور عمار و خباب رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھے جو کہ غریب مؤمنین میں سے تھے۔ جب ان لوگوں

نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد ان کو دیکھا تو ان کو حقیر سمجھا اور کہنے لگے اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ

کسی اونچی جگہ بیٹھتے اور ہم سے ان لوگوں اور ان کے جہوں کی بدبو کو دور کر دیتے تو ہم آپ کے ساتھ بیٹھتے اور آپ سے دین

حاصل کرتے۔ ان حضرات نے ان کے جبے پہنے ہوئے تھے جس سے پسینے کی بدبو آ رہی تھی۔ ان کے پاس اس کے سوا کوئی کپڑا

نہ تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مؤمنین کو دور کرنے والا نہیں ہوں۔ تو وہ کہنے لگے کہ ہم یہ پسند کرتے ہیں کہ آپ

ہمارے لیے الگ نشست کاہ بنائیں تاکہ عرب ہمارے مرتبہ کو پہچان لیں کیونکہ آپ کے پاس وفد آتے رہتے ہیں اور ہمیں حیا

آتی ہے کہ ہمیں عرب ان علاموں کے ساتھ بیٹھا دیکھیں۔ جب ہم آپ کے پاس آئیں تو آپ علیہ السلام ان کو اپنے پاس سے

کھڑا کر دیا کریں۔ جب ہم فارغ ہو لیں تو اگر آپ چاہیں تو ان کے ساتھ بیٹھ جائیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے۔

انہوں نے کہا آپ علیہ السلام اس بات پر ایک تحریر ہم کو لکھ دیں، آپ علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لکھنے کے لیے بلا

اور یہ ضعیفہ مؤمنین بھی ایک طرف بیٹھے تھے کہ اچانک جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لے کر اترے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

تحریر پھینک دی اور ہمیں بلایا اور آپ علیہ السلام یہ فرما رہے تھے (سلام علیکم کتب ربکم علی نفسہ الرحمة) تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھتے تھے پھر جب آپ علیہ السلام کا قیام کا ارادہ ہوتا تو ہمیں چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (واصبر نفسک مع الدین یدعون ربہم بالغدوۃ والعشی یریدون وجہہ) آپ علیہ السلام اپنے آپ کو روک رکھئے ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اس کی رضا کو چاہتے ہیں) تو اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ بیٹھتے اور ہم آپ کے اتنے قریب ہو جاتے کہ ہمارے گھٹنے آپ علیہ السلام کے گھٹنے کو چھو جاتے۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کا وقت ہوتا تو ہم آپ علیہ السلام کو چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے تو آپ علیہ السلام بھی مجلس سے کھڑے ہو جاتے اور فرماتے تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے تب تک موت نہیں دی جب تک یہ حکم نہ دے دیا کہ میں اپنی امت کی ایک جماعت کے ساتھ اپنے آپ کو روک رکھوں تمہارے ساتھ زندگی ہے اور تمہارے ساتھ موت ہے۔ کبھی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا تھا کہ ایک دن ہماری ملاقات کا مقرر کر دیں، ایک دن ان کی ملاقات کا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ایسا نہ کروں گا تو انہوں نے کہا کہ ایک ہی مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ رہیں اور ان کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قریش نے کہا اگر بلال اور ابن ام عبد رضی اللہ عنہما نہ ہوتے تو ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لیتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ”غداۃ“ اور ”عشی“ سے صبح اور عصر کی نماز مراد ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ پانچوں نمازیں مراد ہیں۔ کیونکہ کچھ غریب مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اس پر کچھ بڑے لوگوں نے کہا کہ جب ہم نماز میں شریک ہوں تو ان لوگوں کو آپ پیچھے کر دیا کریں یہ ہمارے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد حقیقت دعا ہے۔ یُرِيدُونَ وَجْهَهُ یعنی اپنی عبادت کے بدلے صرف اللہ کو چاہتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے ثواب کے طالب ہیں۔ (مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ) وہ نہ آپ علیہ السلام کے معاملے کے مکلف ہیں اور نہ آپ علیہ السلام ان کے معاملہ کے اور بعض نے کہا کہ ان کا رزق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ نہیں کہ ان سے اکتا جائیں۔ کہ آپ علیہ السلام ان کو دور کرنے لگیں کہ آپ کا رزق ان کے ذمہ ہے (فتطر دھم) جواب ہے باری تعالیٰ کا قول ہے (ما علیک من حسابہم من شیء) پس ہو جائیں گے آپ بے انصافوں میں) کا اور باری تعالیٰ کا قول فتکون من الظالمین جواب ہے باری تعالیٰ کے قول ولا تطرد کا ان میں سے ایک نفی کا جواب ہے اور دوسرا نفی کا۔

وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ
بِالشَّكِرِينَ ⑤ وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَّمَ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ

الرَّحْمَةِ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْهُ بَعْدَهُ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۵۱﴾

ترجمہ اور اسی طور پر ہم نے ایک کو دوسرے کے ذریعہ سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے تاکہ یہ لوگ کہا کریں کہ یہ لوگ ہیں کہ ہم سب میں سے ان پر اللہ تعالیٰ نے نفضل کیا ہے کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ حق شناسوں کو خوب جانتا ہے اور یہ لوگ جب آپ کے پاس آویں جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو یوں کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہے تمہارے رب نے مہربانی فرماتا اپنے ذمہ مقرر کر لیا ہے کہ جو شخص تم میں سے کوئی برا کام کر بیٹھے جہالت سے پھر وہ اس کے بعد توبہ کرے اور مسلمان رکھے تو اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں۔

تفسیر ﴿وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ﴾ مراد یہ ہے کہ مالداروں کو فقراء کے ذریعے اور شریفوں کو کمینوں کے ذریعے آزمایا ہے اور یہ آزمائش اس طرح ہے کہ اگر کوئی شریف کسی کمینے کو ایمان میں سبقت کرتے ہوئے دیکھ لے تو اس وجہ سے وہ اسلام لانے سے رُک جاتا ہے۔ یہ اس کی آزمائش ہے۔ (لَيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ مِنَ اللَّهِ عَلَيْهِمْ مِنَّا بَيِّنَاتٌ) تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا (الْيَسَّ اللَّهُ يَا عَلِيمٌ بِالشَّكِرِينَ) یہ استفہام ہے لیکن معنی میں خبر ہے۔ یعنی اللہ خوب جانتے ہیں کہ کس کو اسلام کی ہدایت دیں تو وہ شکر کرنے کا۔

جنت میں داخلے کے وقت مالدار لوگوں سے سبقت کرنے والے کون لوگ ہیں

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں غریب مہاجرین کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا اور ان میں سے بعض دوسروں کی آڑ لے کر اپنے جسم کو چھپا رہے تھے اور ایک قاری ہم کو تلاوت سنا رہے تھے کہ اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہم پر کھڑے ہو گئے تو قاری خاموش ہو گیا تو آپ علیہ السلام نے سلام کیا اور پوچھا کیا کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک قاری ہم پر قرآن پڑھ رہے تھے اور ہم اللہ کی کتاب کو توجہ سے سن رہے تھے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میری امت میں سے وہ لوگ بنائے جن کے بارے میں مجھے تخم دیا کہ میں ان کے ساتھ اپنے آپ کو رکھوں۔ پھر آپ علیہ السلام ہمارے درمیان میں بیٹھ گئے اور اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ فرمایا تاکہ سب ایک حلقہ بنائیں اور سب کے چہرے آپ علیہ السلام کے سامنے واضح ہو جائیں تو میں نے دیکھا کہ میرے سوا اس مجلس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو نہ پہچانتے تھے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن مکمل نور کے ساتھ خوش ہو جاؤ تم لوگ جنت میں مالدار لوگوں سے آدھان پہلے داخل ہو گے اور یہ آدھان پانچ سو سال کی مقدار ہوگا۔

وَإِذَا جَاءَ كَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا لَقُلْ سَلَّمَ عَلَيْكُمْ﴾ (عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت انہی لوگوں

﴿وَإِذَا جَاءَ كَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا لَقُلْ سَلَّمَ عَلَيْكُمْ﴾ (عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت انہی لوگوں

کے بارے میں نازل ہوئی جن کو دور کرنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا گیا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کو دیکھتے تھے تو سلام میں پہل کرتے تھے اور عطاء فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، بلال، سالم، ابو عبیدہ، مصعب بن عمیر، حمزہ، جعفر، عثمان بن مظعون، عمار بن یاسر، ارقم بن ابی ارقم، ابوسلمہ بن عبدالاسد رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (کَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا أَوْ بِجَهَالَةٍ) مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حلال اور حرام کو نہ جانتا ہو اور اس ناواقفیت سے گناہ کر بیٹھا ہو اور بعض نے کہا کہ اس گناہ کے نقصان سے ناواقف ہو اور بعض نے کہا کہ وہ جاہل یوں ہے کہ گناہ کو عبادت پر ترجیح دی اور جلدی کی تھوڑی چیز کی وجہ سے بعد میں آنے والی کثیر چیز کو چھوڑ دیا۔

(ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ) اپنے گناہ سے رجوع کر لے (وَأَصْلَحَ) اور اپنے عمل کو نیک کر لے بعض نے کہا کہ خالص توبہ کرے۔ (فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ) ابن عامر، عاصم اور یعقوب رحمہما اللہ نے ”انہ من عمل فانه غفور“ میں دونوں جگہ الف پر زبر پڑھی ہے اور اس کو رحمت سے بدل بنایا ہے۔ یعنی لکھ دیا ہے اللہ نے اپنے اوپر کہ جو کوئی کرے تم میں سے اچھے۔ پھر دوسرے کو پہلے سے بدل بنایا ہے اور اہل مدینہ نے پہلے کو فتح دیا ہے اور دوسرے کو زبردے کر نیا جملہ بنایا ہے اور دیگر حضرات نے دونوں پر زبر پڑھی ہے اور نیا جملہ بنایا ہے۔

وَكَذَلِكَ نَفِصِلُ الْآيَاتِ وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلَ الْمُجْرِمِينَ 55 قُلْ إِنِّي نُهُيْتُ أَنْ أَعْبُدَ
الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلْ لَأَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ إِذَا وَمَا أَنَا مِنَ
الْمُهْتَدِينَ 56 قُلْ إِنِّي عَلَى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي وَكَذَّبْتُمْ بِهِ مَا عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ ط
الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ط يَقْضُ الْحَقُّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَصِلِينَ 57

اور اسی طرح ہم آیات کی تفصیل کرتے رہتے ہیں اور تا کہ مجرمین کا طریقہ ظاہر ہو جاوے آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس سے ممانعت کی گئی ہے کہ ان کی عبادت کروں جن کی تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے خیالات کا اتباع نہ کروں گا کیونکہ اس حالت میں تو بے راہ ہو جاؤں گا اور راہ پر چلنے والوں میں نہ رہوں گا آپ کہہ دیجئے کہ میرے پاس تو ایک دلیل ہے میرے رب کی طرف سے اور تم اس کی تکذیب کرتے ہو جس چیز کا تم تقاضا کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں حکم کسی کا نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اللہ تعالیٰ واقعی بات کو بتلا دیتا ہے اور سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا وہی ہے۔

55 (وَكَذَلِكَ نَفِصِلُ الْآيَاتِ) یعنی جس طرح اس صورت میں ہم نے اپنے دلائل واضح کیے مشرکین پر اسی طرح ہم آیتوں کو بیان کریں گے یعنی ہر اس حق بات میں آپ کے لیے دلائل بیان کریں گے جس کا باطل لوگ انکار کریں گے (وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلَ الْمُجْرِمِينَ) یعنی مجرموں کا طریقہ۔ اہل مدینہ نے ”لتستبین“ کو تاء کے ساتھ اور سبیل الحجر میں کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے۔ یعنی تاکہ ہم پہچان لیں اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجرموں کا

راستہ اور حمزہ، کسائی اور ابو بکر تمہما اللہ نے "لیستہین" کو یاء کے ساتھ اور سبیل کو پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے لتستہین کو تاء کے ساتھ اور سبیل کو پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی واضح ہو جائے راستہ اور سبیل کا لفظ مذکر اور مؤنث دونوں طرح قرآن مجید میں استعمال کیا گیا ہے مذکر کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان "وَأَنْ يَرُوا سَبِيلَ الرَّشْدِ لَا يَتَخَلَّوْهُ سَبِيلًا" اور مؤنث کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان "لِمَنْ تَصَدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ مِنْ أَمْنٍ بِهِ وَيَغْوِنَهَا عَوْجًا"

53 (قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلْ لَأَتَّبِعُ أَمْرَ اللَّهِ كُمْ) بتوں کی عبادت کرنے اور فقراء کو روک دھک کرنے میں (قَدْ ضَلَلْتُ إِذَا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ) یعنی اگر میں نے ایسا کیا تو میں نے حق راستہ کو چھوڑ دیا اور غلط راستہ پر چل پڑا۔

54 (قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ)۔ بیان بصیرت اور برہان پر۔ مِنْ رَبِّي وَكَذَّبْتُمْ بِهِ جَس كُو مِس لَآيَا۔ (مَا عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ) بعض نے کہا کہ وہ عذاب کو جلدی طلب کرتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ان کا قول مذکور ہے (ان كان هذا هو الحق من عندك لأمطر علينا حجارة أترى حق ہے تیری طرف سے تو برسنا ہم پر پتھر) اور بعض نے کہا اس سے قیامت مراد ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (قیامت کو جلدی چاہتے ہیں وہ لوگ جو اس پر ایمان نہیں لاتے)..... (إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ يُقْضَى) دیگر حضرات نے "یقضی" پڑھا ہے قاف کے سکون اور ضاد کے کسر کے ساتھ۔

تقصیت سے ہے یعنی حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے فرمایا (وَهُوَ خَيْرُ الْفَصِّلِينَ) اور فصل قضاء میں ہوتا ہے اور یاء کو حذف کیا الف اور لام کے ثقل ہونے کی وجہ سے جیسے باری تعالیٰ کا قول (صَالِ الْجَحِيمِ) ہے اور باقی نہیں کہا اس لئے کہ حق مصدر کی صفت ہے گویا کہ فرمایا یقضی القضاء الحق۔

قُلْ لَوْ أَنَّ عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ لَقُضِيَ الْأَمْرُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ. وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ
55 وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ. وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ. وَمَا تَسْقُطُ مِنْ رَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظِلْمِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ 56
وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ 57

57 (تَجَلَّ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کا تم تقاضا کر رہے ہو تو میرا اور تمہارا ابا ہی قصہ فیصل ہو چکا ہوتا اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اللہ ہی کے پاس میں خزانے کا مخفی اشیاء کے ان کو کوئی نہیں جانتا۔ بجز اللہ تعالیٰ کے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں اور کوئی پتہ نہیں کرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور خشک چیز گرتی ہے مگر یہ

سب کتاب میں ہیں اور وہ ایسا ہے کہ رات میں تمہاری روح کو ایک گونہ قبض کر دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو جانتا ہے پھر تم کو جگا اٹھاتا ہے تاکہ میعاد معین تمام کر دی جاوے پھر اسی کی طرف تم کو جانا ہے پھر تم کو بتلا دے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔

تفسیر 58 (قُلْ لَوْ أَنَّ عِنْدِي (مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ) لَعِزَّتِي عَذَابٍ (لَقَضِي الْأَمْرَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ) یعنی میں عذاب دے کر تمہیں ہلاک کر کے تم سے چھٹکارا حاصل کر لیتا۔ (وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ) 59 (وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ) غیب کی کنجیاں یعنی اس کے خزانے۔ مفتوح کی جمع ہے۔

مفاتح الغیب کی مختلف تفسیریں

مفاتح الغیب کی تفسیر میں مفسرین رحمہما اللہ کا اختلاف ہے۔ عبد اللہ بن دینار رحمہ اللہ نے خبر دی ہے کہ انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیب کی چابیاں پانچ ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ رحم میں کیا ہے اس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور کل کیا ہونا ہے اس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور بارش کب آئے گی اس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور کوئی نفس یہ نہیں جانتا کہ کس زمین میں اس کی موت آئے گی اور قیامت کب قائم ہوگی اس کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ضحاک اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ غیب کی چابیوں سے زمین کے خزانے مراد ہیں اور عذاب نازل ہونے کا علم اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ثواب اور عقاب میں سے کیا پوشیدہ ہے وہ مراد ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم دیا گیا ہے سوائے غیب کی چابیوں کے علم کے (وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبُرِّ وَالْبَحْرِ)

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”البر“ سے جنگل اور چٹیل میدان مراد ہیں اور ”البحر“ سے شہر اور بستیاں۔ ان دونوں میں جو چیز بھی ہوتی ہے اللہ اس کو جانتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے معروف معنی مراد ہیں یعنی جنگل اور سمندر۔ (وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا) یعنی جتنے پتے درختوں سے گرتے ہیں اور جو باقی رہتے ہیں ان کی تعداد کو جانتا ہے (اور اللہ تعالیٰ ان پتوں کو بھی جانتا ہے جو زمین پر گرے ہوئے ہیں کہ کب میں پلٹیں گے (وَلَا حَبَّةٌ فِي ظُلْمَتِ الْأَرْضِ) بعض نے کہا کہ وہ دانہ جو زمین میں پوشیدہ ہے۔ بعض نے کہا وہ دانہ جو زمین کی تہ پہاڑ کے نیچے چھپا ہوا ہے (وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رطب سے مراد پانی اور ”یابس“ سے مراد جنگل ہے اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو چیزیں اُگتی ہیں اور نہیں اُگتی وہ مراد ہیں۔ بعض نے کہا ہر چیز مراد ہے۔ (إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ) یعنی سب کچھ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

60 (وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّكُم بِاللَّيْلِ) یعنی جب تم رات کو سوتے ہو تو تمہاری روح کو قبض کر لیتا ہے۔ (وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ) یعنی دن میں تم کو بیدار کرتا ہے (لِيُقَضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى) یعنی زندگی کی مدت

پوری ہو (ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ) آخرت میں (ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ)

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفِظَةً ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ
رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفِرُّونَ ۗ ۝۱۱ ثُمَّ رُدُّوْا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ۖ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ
الْحَسْبِ ۚ ۝۱۲ قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِّنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لِّئِنْ أَنْجَيْنَا
مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝۱۳

اور وہی اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے برتر ہے اور تم پر تمہارا منت رکھنے والے بھیجتے ہیں یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے اس کی روح ہمارے بھیجے ہوئے قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے پھر سب اپنے مالک حقیقی کے پاس لائے جاویں گے خوب سن لو کہ فیصلہ اللہ ہی کا ہوگا اور وہ بہت جلد حساب لے لے گا آپ کہتے ہیں کہ وہ کون ہے جو تم کو نکلی اور دریا کی ظلمات سے اس حالت میں نجات دے دیتا ہے کہ تم اس کو پکارتے ہو تذلل نجات کر کے اور چپے چپے کہ اگر آپ ہم کو ان سے نجات دے دیں تو ہم ضرور حق شناسی والوں سے ہو جائیں۔

تفسیر ۱۱ (وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفِظَةً) یعنی وہ فرشتے جو نبی آدم کے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ حافظ کی جمع ہے اس کی تفسیر (وَأَنْ عَلَيْكُمْ لِحَافِظِينَ كَرَامًا كَاتِبِينَ) ہے (حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ) توفی ہونے سے پہلے پڑھتا ہے (رُسُلُنَا) یعنی ملک الموت کے مددگار فرشتے اس کو قبض کر کے ملک الموت کو دیتے ہیں وہ اس کی روح نکال لیتا ہے اور قبض کرنے کا ہے کہ ملک الموت کے مددگار اس کے حکم سے خود روح قبض کر لیتے ہیں اور بعض نے کہا کہ آیت میں "رُسُلُ" سے ملک الموت مراد ہے ایک کے لیے جمع کا معنی ذکر کیا گیا ہے اور یہ بات احادیث میں آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کے سامنے دنیا کو چھوٹے سے دستہ خوان کی طرح کر دیا ہے وہ دنیا کے تمام کونوں سے آسانی سے روح قبض کر لیتا ہے اور جب روحمیں زیادہ ہوں تو ان کو بلاتے ہیں وہ ان کی دعوت کو قبول کر لیتی ہیں (وَهُمْ لَا يُفِرُّونَ)۔ کوتاہی نہیں کرتے۔

تفسیر ۱۲ (ثُمَّ رُدُّوْا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ) یعنی فرشتے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ انسان مراد ہیں جو مرنے کے بعد اپنے حقیقی مالک کی طرف پہنچانے جاتے ہیں۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ آیت مؤمنوں کا فرسب مرنے والوں کے بارے میں ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کا بھی مولیٰ ہے اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "أَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَىٰ لَهُمْ" تو اس میں تطبیق کیسے ہوگی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں مولیٰ بعض مالک کے ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کے مالک ہے اور جہاں کافروں سے مولیٰ کی نفی کی گئی ہے وہاں مولیٰ بمعنی مددگار کے ہے یعنی ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ آیت میں صرف مؤمن مراد ہیں کہ وہ اپنے مولیٰ کے پاس پہنچانے جائیں گے اور کفار ان کے تابع ہیں (أَلَا لَهُ الْحُكْمُ) نہ کہ اس کی مخلوق کا (وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَسْبِ) یعنی جب حساب لے گا تو اس کا حساب بہت جلد ہوگا کیونکہ وہ حساب کے لیے غور و فکر کا محتاج نہیں ہے۔

⑥۳ (قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ) یعقوب نے تخفیف کے ساتھ اور اکثر حضرات نے شد کے ساتھ پڑھا ہے (مَنْ ظَلَمَتْ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ) یعنی ان کی سختیوں اور ہولناکیوں سے۔ وہ لوگ جب جنگل یا سمندر میں سفر کر رہے ہوتے اور راستہ بھول جاتے اور ہلاکت کا خوف ہوتا تو اللہ کے ساتھ اعتقاد کو خالص کر کے اس کو پکارتے تو اللہ تعالیٰ ان کو نجات دے دیتے۔ (تَدْعُوْنَهُ تَضْرَعًا وَخُفْيَةً) ابوبکر نے عاصم رحمہما اللہ سے ”خيفة“ خاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہاں بھی اور سورۃ الاعراف میں بھی اور باقی قراء نے دونوں جگہ خاء کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ دونوں لغتیں مستعمل ہیں (لَئِنْ اَنْجَلْنَا مِنْ هٰذِهِ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ) شکر نعمت کو پہچانا اس کا حق ادا کرنے کے ساتھ۔

قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ⑥۴ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَیْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْضِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيْعًا وَّ يُلْدِقَ بَعْضَكُمْ بِاَسٍ بَعْضٍ ۗ اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفَ الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ⑥۵

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی تم کو ان سے نجات دیتا ہے اور ہر غم سے تم پھر بھی شرک کرنے لگتے ہو آپ کہیے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو ٹھہراوے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی چکھاوے۔ آپ دیکھئے تو سہی ہم کس طرح دلائل مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں شاید وہ سمجھ جاویں۔

تفسیر ⑥۴ (قل اللہ ینجیکم منها) اہل کوفہ اور ابو جعفر نے ینجیکم تشدید کے ساتھ پڑھا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے (قل من ینجیکم) اور دوسرے قراء نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے (ومن کل کرب) کرب کہتے ہیں انتہائی غم کو جو انسان کے نفس کو پہنچتا ہے (ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ) یعنی یہ مشرکین خود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ کو وہ سختی کے وقت پکارتے ہیں تو وہ ان کو نجات دیتا ہے، پھر بھی اس کے ساتھ ان بتوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جن کے بارے میں ان کو علم ہے کہ وہ ان کو نہ نفع دیتے ہیں نہ نقصان۔

⑥۵ (قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَیْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ) حسن اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ آیت اہل ایمان کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ایک جماعت نے کہا کہ مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ یعنی چیخ، پتھر، ہوائیں اور طوفان جیسے قوم عاد، ثمود اور قوم لوط اور قوم نوح کے ساتھ کیا ہے۔ (اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْضِكُمْ) یعنی زلزلے اور دھنسا دینا جیسے شعیب کی قوم اور قارون کے ساتھ کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اوپر سے عذاب ظالم حکمران اور نیچے سے عذاب برے غلام۔ (اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيْعًا) یعنی تم میں مختلف فرقے ملا دے اور تم میں مختلف خواہشات پھیلا دے۔ (وَّ يُلْدِقَ بَعْضَكُمْ بِاَسٍ بَعْضٍ) یعنی تم ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو۔

قل هو القادر آیت کے نزول پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعویذ پڑھنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "قل هو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم" تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! میں تیری کریم ذات کی پناہ میں آتا ہوں۔ پھر پڑھا "او من تحت ارجلکم" تو فرمایا میں تیری ذات سے پناہ مانگتا ہوں۔ پھر پڑھا "او یلبسکم شیعا ویبدیق بعضکم باس بعض" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آسان ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے حق میں تین دعائیں مانگیں

دو قبول کر دی گئیں ایک نہیں

مر بن سعد بن وقاص اپنے والد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بنو معانہ کی ایک مسجد سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مسجد میں داخل ہوئے اور آپ علیہ السلام نے دو رکعتیں پڑھیں اور ہر نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے بڑی لمبی دعا کی۔ پھر فرمایا، میں نے اپنے رب سے تین دعائیں مانگیں۔ میں نے دعا مانگی کہ میری امت کو غرق کر کے ہلاک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے قبول کر لی اور میں نے یہ دعا مانگی کہ میری امت کو قحط سے نہ ہلاک کرے تو یہ بھی مجھے دے دی اور میں نے یہ دعا مانگی کہ میری امت کی آپس میں لڑائی نہ ہو تو اس سے منع فرمایا۔ سیمان بن بابو رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور یہ حدیث بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں تین دعائیں مانگی ہیں۔ دو قبول ہوئیں ایک قبول نہیں ہوئی۔ یہ دعا کی کہ اللہ میری امت پر ان کے ملاوٹ ہوئی ایسا دشمن نہ مسلط کرے جو ان پر غالب ہو یہ قبول ہوئی اور یہ دعا کی کہ ان کو قحط سے نہ ہلاک کرے یہ قبول ہوئی اور یہ دعا کی کہ ان کی آپس میں لڑائی نہ ہو تو یہ قبول نہیں ہوئی۔ (انظر کیف نصرت الایات لعلہم یفقیہون)

و کذب بہ قومک وهو الحق ۵۸ قل لست علیکم بوکیل ۵۹ لکل نبیا مستقرٌ وسوف

تعلّمون ۶۰ واذا رایت الذین یخوضون فی ایثنا فأعرض عنهم حتی یخوضوا فی

حدیث غیرہ ذوا ایسی نیک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین ۶۱

وما علی الذین یتقون من حسابہم من شیء ولیکن ذکری لعلہم یتقون ۶۲

تجوید اور آپ کی قوم اس کی تکذیب کرتی ہے حالانکہ وہ سچی ہے آپ کہہ دیجئے کہ میں تم پر تعینات نہیں کیا گیا

ہوں ہر چیز کے وقوع کا ایک وقت ہے اور جلدی ہی تم کو معلوم ہو جاوے گا اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری

آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جاویں اور اگر تجھ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھ اور جو لوگ احتیاط رکھتے ہیں ان پر ان کی باز پرس کا کوئی اثر نہ پہنچے گا لیکن ان کے ذمہ نصیحت کر دینا ہے شاید وہ بھی احتیاط کرنے لگیں۔

تفسیر 66 (وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ) یعنی قرآن کو اور بعض نے کہا عذاب کو (وَهُوَ الْحَقُّ ط قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ) نگہبان اور بعض نے کہا تم پر مسلط نہیں کہ تم انکار کرو یا اقرار تم پر اسلام لازم کر دوں۔ میں تو بس پیغام پہنچانے والا ہوں۔

67 (لِكُلِّ نَبِيٍّ) پہلی اُمتوں کی خبروں میں سے خبر (مُسْتَقَرًّا) تاکہ اس کا سچا یا جھوٹا ہونا معلوم ہو جائے اور اس کا حق یا باطل ہونا معلوم ہو جائے چاہے دُنیا میں یا آخرت میں (وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ)۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ نے جو خبر دی ہے اس کا وقت اور جگہ متعین ہے۔ اس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔ اور کبھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر قول اور فعل کی حقیقت ہے یا تو دُنیا میں یا آخرت میں جو دُنیا میں ہے اس کو عنقریب تم جان لو گے اور جو آخرت میں ہے وہ عنقریب تمہارے سامنے ظاہر ہو جائے گی۔

68 (وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي الْآيَاتِ) یعنی قرآن کا استہزاء کر کے (فَاعْرِضْ عَنْهُمْ) ان کو چھوڑ دیں اور ان کے ساتھ نہ بیٹھیں (حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ط وَإِنَّمَا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ) ابن عامر نے نون کے فتح اور سین کے شد کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے نون کے سکون اور سین کی تخفیف سے پڑھا ہے۔ (فَلَا تَقْعُدُوا بِعَدِّ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ) یعنی جب بھول کر آپ ان کے ساتھ بیٹھ جائیں تو جب یاد آئے فوراً کھڑے ہو جائیں۔

69 (وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ”وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ“ تو مسلمان کہنے لگے ہم مسجد حرام میں کیسے بیٹھیں؟ اور بیت اللہ کا طواف کیسے کریں کیونکہ یہ تو ہمیشہ آیات میں جھگڑتے رہتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ مسلمانوں نے کہا کہ اگر ہم ان لوگوں کو نہ روکیں گے تو ہمیں گناہ کا خوف ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ (وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ) جھگڑنے سے ”من حسابہم“ یعنی جھگڑنے والوں کے گناہ سے۔ ”من شئیء“ (وَلَكِنْ ذِكْرَى لِيَكُنْ ان کے ذمہ نصیحت کرنی ہے یعنی ان کو قرآن سے وعظ کریں اور ذکر اور ذکر کی ایک ہے، مراد ہے ذکر ہم وہم ذکر ہے۔ تو یہ محل نصب میں ہے (لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ) جھگڑنے سے۔ جب تم ان کو وعظ کرو گے۔ آیت میں مسلمانوں کو اتنی رخصت دی ہے کہ ان کے ساتھ نصیحت کرنے کے لیے بیٹھ سکتے ہیں تاکہ وہ حیا کریں اور اس کام سے باز آجائیں۔

وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهِ أَن تُبْسَلَ نَفْسٌ مِّمَّا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ وَإِنْ تَعَدَّلَ كُلُّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذُ مِنْهَا ط
أُولَئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ مِّمَّا كَانُوا

يَكْفُرُونَ ﴿۱۰﴾ قُلْ أَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَىٰ أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَانَا اللَّهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي الْأَرْضِ حَيْرَانًا لَهُ أَصْحَابٌ يُدْعُونَ إِلَى الْهُدَىٰ ابْتِغَاءَ قُلُوبِ إِنْ هُدَى اللَّهُ هُوَ الْهُدَىٰ وَأَمِرْنَا لِنُسَلِّمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہو جنہوں نے اپنے دین کو لہو و لعب بنا رکھا ہے اور دنیوی زندگی نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے اور اس قرآن کے ذریعہ سے نصیحت بھی کرتا رہتا کہ کوئی شخص اپنے کردار کے سبب اس طرح نہ پھنس جائے کہ کوئی غیر اللہ اس کا مددگار ہو اور نہ سفارش ہو اور یہ کیفیت ہو کہ اگر دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے ڈالے تب بھی اس سے نہ لیا جاوے یہ ایسے ہی ہیں کہ اپنے کردار کے سبب پھنس گئے ان کے لئے نہایت تیز پانی پینے کے لئے ہوگا اور دردناک سزا ہوگی اپنے کفر کے سبب آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم اللہ کے سوا ایسی چیز کی عبادت کریں کہ وہ نہ ہم کو نفع پہنچا دے اور نہ وہ ہم کو نقصان پہنچا دے اور کیا ہم لئے پھر جاویں بعد اس کے کہ ہم کو خدا تعالیٰ نے ہدایت کر دی ہے جیسے کوئی شخص ہو کہ اس کو شیطانوں نے کہیں جنگل میں بے راہ کر دیا ہو اور وہ بھٹکتا پھرتا ہو۔ اس کے پتہ ساتھی بھی تھے۔ کہ وہ اس کو ٹھیک راستہ کی طرف بلاتا ہے ہیں کہ ہمارے پاس آپ کہہ دیجئے کہ یقینی بات ہے کہ راہ راست وہی اللہ ہی کی راہ ہے اور ہم کو یہ حکم ہوا ہے کہ پورے مطلع ہو جائیں پروردگار عالم کے۔

وَذُرِّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا كِتَابًا

تفسیر ﴿۱۱﴾ (وَذُرِّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا) یعنی ان کفار کو چھوڑ دیں جنہوں نے اللہ کی آیات کو سنا اور ان کے ساتھ استہزاء کیا اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کے لیے عید مقرر کی ہے تو ہر قوم نے اپنی عید کو کھیل اور تماشا بنا دیا اور مسلمانوں کی عید نماز، تکبیرات اور اچھے کام کرتا ہے جیسے جمعہ، فطرانہ اور قربانی (وَعَرَّتْهُمْ الْخَبْرَةُ الدُّنْيَا وَذِكْرُ بَيْتِ) قرآن سے وعظ کرے (ان نُسِّلَ کہ وہ تسلیم نہ ہو۔ نفس بمعنی ہلاک بنا کسبٹ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہے کہ وہ ہلاک ہو جائیں اور تقادو رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ قید کیے جائیں اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جلا دیا جائے۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں پکڑا جانے اور معنی یہ ہے کہ ان کو نصیحت کریں کہ وہ ایمان لے آئیں تاکہ کوئی نفس اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاک نہ ہو اور انہیں رحمہ اللہ فرماتے ہیں (نُسِّلَ) بدل دیا جائے۔ اور بعض نے کہا ہے رسوا کیا جائے۔ اور فرماؤ رحمہ اللہ فرماتے ہیں زمین رکھا جائے اور اہمال کی اصل حرام کرتا ہے اور "البسل" حرام ہوتا۔ پھر ہر اس سختی کی صفت بتائی گئی ہے جس سے بچا جائے۔ (لیس لہا اس نفس کیلئے) (من دون اللہ ولی) اس سے مراد قرہی دوست (ولا شفیع) جو آخرت میں سفارش کرے (وان تغدیل کل عدل) یعنی ندیہ دے (لا یؤخذ منها) اولئک الدین انبسلوا بما کسبوا لہم

شَرَابٍ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ

⑦ (قُلْ أَدْعُوا مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا) اگر ہم ان کی عبادت کریں (وَلَا يَضُرُّنَا) اگر ہم ان کو چھوڑ دیں یعنی بت نہ نفع دیتے ہیں اور نہ نقصان (وَنُرَدُّ عَلَىٰ آعْقَابِنَا) شرک کی طرف مرتد ہو کر (بَعْدَ إِذْ هَدَانَا اللَّهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ) یعنی ہماری مثال اس شخص کی طرح ہوگی جس کو شیاطین نے گمراہ کر دیا ہو۔ (فِي الْأَرْضِ حَيْرَانَ لَهُ أَصْحَابٌ يَدْعُونَهُ إِلَى الْهُدَىٰ ائْتِنَا) ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ اس شخص کی طرح ہے کہ وہ بھٹکتا ہوا متحیر پھر رہا ہو اس کی سمجھ میں نہ آتا ہو کہ کہاں جائے اور کیا کرے۔ (لَهُ أَصْحَابٌ يَدْعُونَهُ إِلَى الْهُدَىٰ ائْتِنَا) یہ اللہ تعالیٰ نے مثال دی ہے کہ جس شخص کے دوست ہوں کچھ اس کو متعدد خداؤں کی طرف بلاتے ہوں اور کچھ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف تو اس کی مثال اس شخص کی ہی ہے کہ جو جنگل میں راستہ بھول جائے اس کے دوست اس کو سیدھے راستے کی طرف بلائیں اور جن اس کو اپنی طرف بلائیں تو وہ اس وقت حیران و پریشان ہوگا۔ اگر جنوں کے پاس جاتا ہے تو ہلاک ہو جائے گا اور اگر ان دوستوں کی طرف جاتا ہے جو سیدھے راستے کی طرف بلاتے ہیں تو نجات پا جائے گا۔ (قُلْ إِنَّ هُدَىٰ اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ) بتوں کی عبادت سے روکتی ہے۔ گویا کہ فرمایا تو یہ نہ کر کیونکہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اس کے سوا کوئی ہدایت نہیں دیتا۔ (وَأْمُرْنَا لِنُسَلِّمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ)

وَأَنْ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَهُوَ الَّذِي تُحْشَرُونَ ⑧ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَيَوْمَ يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ⑨

⑧ اور یہ کہ نماز کی پابندی کرو اور اسی سے ڈرو اور وہی ہے جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے اور وہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو باقائیدہ پیدا کیا اور جس وقت اللہ تعالیٰ اتنا کہہ دے گا کہ (حشر) تو ہو جا پس وہ ہو پڑے گا۔ اس کا کہنا بااثر ہے اور جب کہ صور میں پھونک ماری جاوے گی ساری حکومت خاص اسی کی ہوگی۔ وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا اور وہی ہے بڑی حکمت والا پوری خبر رکھنے والا۔

⑨ (وَأَنْ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ) یعنی ہمیں نماز قائم کرنے اور تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے (وَهُوَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ)۔ حساب کے لیے موقف میں جمع کیے جاؤ گے۔

⑩ (وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ) بعض نے کہا کہ باء لام کے معنی میں ہے کہ حق کو ظاہر کرنے کے لیے پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ کا سب کو اس طرح پیدا کرنا اس کی وحدانیت پر دلالت کرتا ہے۔ (وَيَوْمَ يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ)۔ کن فیکون یہ راجع ہے آسمان و زمین کی تخلیق کی طرف۔ یہاں خلق بمعنی قضاء اور قدر کے ہے مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان میں ہر چیز اللہ کے فیصلے اور تقدیر کے تحت ہے۔

کن فیکون کی تفسیر

جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے لفظ کن فرمایا تو فیکون وہ ہو گیا۔ اور بعض نے کہا کہ یہ قیامت کی طرف راجع ہے۔ اس صورت میں یہ قیامت کے جندی قویٰ پذیر ہونے پر دلالت کرتا ہے اور مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب سب کو فرمائیں گے موت تو سب مر جائیں گے اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا اُضُو تَوَسَّبُ اُثْمًا جَائِسٌ گے۔ (قَوْلُهُ الْحَقُّ) یعنی جو وہ دندے کرتا ہے وہ سچ ہے اور ضرور ہوگا۔ (وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ) یعنی بادشاہوں کی بادشاہی اس دن ختم ہو جائے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "مَالِكِ يَوْمَ الدِّينِ" اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا "وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ" ہر وقت میں اللہ ہی کا حکم ہے لیکن اس دن خاص طور پر اس کا حکم ہے کہ اس کے علاوہ کسی کا حکم نہیں چل سکے گا اور صور سینک ہے جس میں پھونک ماری جائے گی۔

مجبور کا قول ہے کہ صور سینک کا نام ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ اہل یمن کی لغت میں ہے۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا اور پوچھا صور کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سینک ہے جس میں پھونک ماری جائے گی۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کیسے خوش عیشی کی زندگی گزاروں حالانکہ صور والا اس کو منہ میں لے کر اور کان لگا کر اور پیشانی جھکا کر بیٹھا ہے کہ اس کو کب حکم دیا جائے گا؟ تو صبی بہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے پوچھا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کہو "حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ" (عَلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ) یعنی جو چیزیں بندوں سے پوشیدہ ہیں یا ان کے مشاہدہ میں ان سب کو جانتا ہے اس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ (وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ)۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ إِذْ رَأَى أَنَّهُ أَخَذَ أَضْغَامًا مِنَ الْهَيْئَةِ إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۷﴾
وَكَذَلِكَ نُرَى إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ ﴿۸﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاكِبًا قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَأَجِبُ الْأَفْلِينَ ﴿۹﴾

﴿۷﴾ اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے فرمایا کہ کیا تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے۔ بیشک میں تجھ کو اور تیری ساری قوم کو صریح غلطی میں دیکھتا ہوں اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھائیں تاکہ وہ عارف ہو جائیں اور تاکہ کامل یقین کرنے والوں سے ہو جائیں۔ پھر جب رات کی تاریکی ان پر چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا آپ نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔

﴿۸﴾ (وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ إِذْ رَأَى أَنَّهُ أَخَذَ أَضْغَامًا مِنَ الْهَيْئَةِ إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ) یعنی (آزر) پیش کے ساتھ یعنی (آزر) پڑھا ہے اور معروف قرأت نصب کے ساتھ ہے۔ آزر بھی نام ہے غیر منصرف ہے اس لیے اس پر جر نہیں آسکتی۔

آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے یا چچا کا

محمد بن اسحاق، ضحاک، کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ آزر اور تارخ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے جیسے اسرائیل اور یعقوب دونوں حضرت یعقوب علیہ السلام کے نام ہیں اور مقابل بن حیان اور دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد کا لقب ہے اور اس کا نام تارخ تھا اور سلیمان تمیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آزر گالی اور عیب ہے کیونکہ ان کی زبان میں اس کا معنی ٹیڑھا ضدی شخص ہے اور بعض نے کہا اس کا معنی بوڑھا کمزور آدمی ہے اور سعید بن مسیب اور مجاہد رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ آزر بت کا نام تھا اس صورت میں آزر محل نصب میں ہوگا۔ اصل عبارت یوں تھی ”اتَّخَذَ آزَرَ الْهَاتَا“ یعنی کیا تو آزر کو معبود بناتا ہے۔

(اتَّخَذَ أَصْنَامًا إِلَهًا إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ)

⑦ (وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ) جیسے ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دین میں بصیرت عطا فرمائی۔ (مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ) ملکوت میں تاء مبالغہ کے لیے زیادہ کی گئی ہے جیسے جبروت، رحمت، رصوت میں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یعنی آسمان اور زمین کی تخلیق اور مجاہد رحمہ اللہ اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آسمان اور زمین کی نشانیاں مراد ہیں۔ اس کی صورت یہ بنی کہ ابراہیم علیہ السلام کو چٹان پر کھڑا کر کے ان کے لیے آسمانوں اور زمین کے عجائبات کھول دیئے گئے اور انہوں نے عرش اور زمینوں کے نیچے تک اور اپنا جنت میں ٹھکانہ دیکھ لیا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور بعض نے یہی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کی ہے کہ جب تمام چیزیں ابراہیم علیہ السلام پر منکشف ہو گئیں تو انہوں نے ایک شخص کو بے حیائی کا کام کرتے دیکھا، اس پر بددعا کی وہ ہلاک ہو گیا۔ پھر دوسرے کو دیکھا اس پر بددعا کی وہ بھی ہلاک ہو گیا۔ پھر تیسرے کو دیکھا بددعا کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابراہیم! (علیہ السلام) آپ کی دعا قبول ہوتی ہے آپ میرے بندوں کو بددعا نہ کریں کیونکہ میرا اپنے بندوں سے تین طرح کا معاملہ ہے۔ ① وہ مجھ سے توبہ کریں اور میں قبول کر لوں۔ ② میں اس کی اولاد میں سے کوئی پیدا کر دوں جو میری عبادت کرے۔ ③ وہ مر کر مجھ تک آئے اگر چاہوں تو معاف کر دوں اور اگر چاہوں تو اس کو سزا دوں۔ قنادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ”ملکوت السموات“ سورج چاند اور ستارے ہیں اور ”ملکوت الارض“ پہاڑ، درخت اور سمندر ہیں۔ (وَلْيَكُونَنَّ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ) معنی پر عطف ہے اور اس کا معنی ہم اس کو آسمان و زمین کی سلطنتیں دکھائیں تاکہ ان کے ذریعے استدلال کرے اور یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔

نمرود کا واقعہ

⑦ (فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا) مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی ولادت نمرود بن کنعان کے

زمانہ میں ہوئی۔ نمرود دنیا میں پہلا شخص ہے جس نے سر پر تاج رکھا اور لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف بلایا اور اس کے کئی کاہن اور نجومی تھے۔ انہوں نے اس کو کہا کہ تیرے شہر میں اس سال ایک بچہ پیدا ہوگا جو زمین والوں کا دین تبدیل کر دے گا اور تیری اور تیری سلطنت کی ہلاکت اس کے ہاتھ سے ہوگی۔ اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے یہ بات پہلے انبیاء علیہم السلام کی کتابوں میں پائی تھی۔ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نمرود نے خواب دیکھا کہ ایک ستارہ طلوع ہوا اور اس نے سورج اور چاند کی روشنی بالکل ختم کر دی تو وہ اس خواب سے بہت زیادہ گھبرا گیا تو اس نے جادو گروں اور کاہنوں کو بلایا اور اس خواب کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے کہا کہ ایک بچہ اس سال تیرے ملک میں پیدا ہوگا۔ تیری اور تیرے گھر والوں اور تیری سلطنت کی ہلاکت اس کے ہاتھوں ہوگی۔ تو اس نے حکم دیا کہ جو بچہ اس سال پیدا ہو اس کو ذبح کر دیا جائے اور حکم دیا کہ مرد اپنی عورت کے قریب نہ جائیں اور ہر دس لوگوں پر ایک نمران مقرر کر دیا۔ جب عورت کو حیض آتا تو وہ نمران چلا جاتا کیونکہ وہ لوگ حالت حیض میں جماع نہ کرتے تھے۔ پھر جب عورت حیض سے پاک ہوتی تو وہ نمران اس عورت اور اس کے خاوند کے درمیان حائل ہو جاتا تو آزر آئے تو بیوی کو دیکھا کہ اس وقت حیض سے پاک ہوئی ہے تو اس سے جماع کیا جس سے ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ

نمر بن اتق کہتے ہیں کہ نمرود نے ہر حاملہ عورت کو اپنے پاس قید کر لیا لیکن ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کو قید نہ کرا سکے کیونکہ ان کی عمر بہت چھوٹی تھی اور جسم سے حاملہ ہونا معلوم بھی نہ ہوتا تھا اور سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نمرود مردوں کو عورتوں سے الگ کرنے کے لیے تمام مردوں کا ایک لشکر بنا کر شہر سے باہر لے گیا کہ اگر شہر میں ہوں گے تو کہیں بچہ نہ پیدا ہو جائے۔ کچھ مدت بعد اس کو شہر میں کوئی ضروری کام پڑا۔ آزر کے سوا کوئی قابل اعتماد شخص نہ ملا تو ان کو کہا کہ میں ایک کام سے آپ کو شہر بھیجتا ہوں لیکن آپ اپنے گھر نہ جانا، انہوں نے کہا کہ میں اپنے دین کے باقی رہنے پر اس سے زیادہ حریص ہوں، جب وہ شہر گئے اور نمرود کا کام کر لیا تو میال کی خبر کی یہی کہ لیے گھر بھی گئے وہاں صبر نہ ہو سکا اور ان کی اہلیہ حاملہ ہو گئیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب ام ابراہیم علیہ السلام کو حمل ہوا تو نمرود کو کاہنوں نے کہا گزشتہ رات وہ بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں آ گیا ہے تو اس نے بچوں کے قتل کا حکم دیا۔ جب ابراہیم علیہ السلام کی ولادت قریب ہوئی تو ان کی والدہ ڈر کے مارے شہر سے دور ایک خشک گھاس میں گئیں اور وہاں ان کو جنم دیا اور ایک کپڑے میں لپیٹ کر ان کو وہیں گھاس پر رکھ آئیں اور واپس آ کر ولادت کی خبر اپنے خاوند کو دی اور جگہ بتادی تو آزر گئے اور اس نے وہاں جا کر بچہ کو لے کر ایک سرنگ کھود کر ابراہیم علیہ السلام کو اس میں رکھ کر اس سرنگ کے منہ پر پتھر رکھ دیا کہ کوئی درندہ نہ کھا جائے۔ ابراہیم علیہ السلام کی والدہ دن میں کئی دفعہ چکر لگا کر آپ علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھیں۔ ابوروق کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی والدہ نے ایک دن ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ ایک انگلی سے پانی ایک شہد ایک سے کھجور اور ایک سے دودھ اور ایک سے گھی چاٹ رہے ہیں۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ آزر نے اُم ابراہیم سے حمل کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا بچہ پیدا ہوا تھا وہ مر گیا اور ابراہیم علیہ السلام کا جسم ایک ایک ماہ میں ایک سال جتنا بڑھ رہا تھا۔ صرف پندرہ ماہ آپ علیہ السلام غار میں رہے اور والدہ کو کہا اب مجھے باہر نکال دیں، انہوں نے نکالا تو آپ علیہ السلام نے آسمانوں اور زمین میں غور و فکر کیا اور کہا کہ بے شک جس نے مجھے پیدا کیا اور رزق دیا، کھلایا اور پلایا وہی میرا رب ہے۔ اس کے سوا میرا کوئی معبود نہیں۔ پھر آسمان کی طرف دیکھا اور ستارے دیکھے تو کہا یہ میرا رب ہے پھر اس کو دیکھتے رہے جب وہ چھپ گیا تو کہا میں غائب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر سورج طلوع ہوا تو یہی کہا۔ پھر اپنے والد کے پاس گئے اور آپ کو استقامت حاصل ہو چکی تھی اور اپنے رب کو پہچان چکے تھے اور اپنی قوم کے دین سے برأت ظاہر کر چکے تھے لیکن ان کو اس کی اطلاع نہیں دی اور والد کو خبر دی کہ میں آپ کا بیٹا ہوں اور ماں نے بھی تصدیق کی اور کس طرح پرورش کی ہے وہ بھی بتایا تو آزر اس سے بہت خوش ہوئے۔ بعض نے کہا کہ غار میں سات سال رہے اور بعض نے تیرہ سال اور بعض نے سترہ سال۔

مفسرین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جب ابراہیم علیہ السلام جوان ہوئے اور وہ ابھی اس گڑھے میں تھے تو اپنی والدہ سے پوچھا میرا رب کون ہے؟ انہوں نے کہا میں۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا آپ کا رب کون ہے؟ انہوں نے کہا تیرا والد آزر۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا میرے والد کا رب کون ہے؟ انہوں نے کہا نمرود۔ پھر پوچھا نمرود کا رب کون ہے؟ تو والدہ نے کہا خاموش ہو جا۔ آپ علیہ السلام خاموش ہو گئے تو والدہ نے جا کر اپنے خاوند کو کہا کہ میرا خیال ہے کہ جس لڑکے نے زمین والوں کے دین کو تبدیل کرنا ہے وہ آپ کا بیٹا ہے اور ساری بات ان کو بتادی تو آزر ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور ابراہیم علیہ السلام نے ان سے بھی وہی سوال و جواب کیے۔ اس کے بعد کہا کہ مجھے اس گڑھے سے نکالیں تو وہ ان کو نکال کر غروب شمس کے بعد اپنے ساتھ لے گئے تو ابراہیم علیہ السلام نے اونٹ، گھوڑے، بکریوں کو دیکھا تو ان کے بارے میں پوچھا کہ یہ کیا ہیں؟ والد نے بتایا تو آپ علیہ السلام کہنے لگے کہ ان کا بھی خالق اور رب ضرور ہوگا۔ پھر دیکھا تو مشتری ستارہ طلوع ہو چکا تھا اور بعض نے کہا زہرہ۔ یہ رات مہینے کی آخری راتوں میں سے تھی اس لیے چاند دیر سے طلوع ہوا اور ابراہیم علیہ السلام نے چاند سے پہلے ستاروں کو دیکھ کر یہ کلام کی (فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ) یعنی رات داخل ہوئی۔ کہا جاتا ہے ”جَنَّ اللَّيْلُ وَاجَنَّ اللَّيْلُ وَجَنَّ اللَّيْلُ وَاجَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ يَجَنَّ جَنُونًا وَجَنَانًا“ جب رات تاریک ہو اور ہر چیز کو ڈھانپ لے اور جنون اللیل رات کی تاریکی۔ (رای کو کبا) ابو عمرو نے (رای) راء کے زبر اور الف کے زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور ابن عامر، حمزہ، کسائی اور ابو بکر رحمہما اللہ نے دونوں کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔ اگر کاف یا ہاء کے ساتھ متصل ہو تو ان دونوں کو ابن عامر رحمہ اللہ زبردیتے ہیں اور اگر ان کو ساکن ملا ہوا ہو تو راء کو زیر اور حمزہ کو زبردیتے ہیں اور دیگر حضرات ان دونوں کو زبردیتے ہیں۔ (قال ہذا ربی) اس قول سے ابراہیم علیہ السلام کی کیا مراد تھی۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض نے اس کو ظاہری معنی پر جاری کیا ہے اور کہا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اس وقت تک رہنمائی طلب کر رہے تھے اور توحید کے طالب تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے دن کو توفیق دی اور ان کو راہ دکھائی تو اس قول نے ان کو نقصان نہیں دیا اور ویسے بھی یہ بات انہوں نے بچپن کے زمانہ میں کہی تھی۔ اس وقت وہ مکلف نہ تھے اس لیے یہ قول کفر نہیں

ہے اور دیگر مفسرین رحمہما اللہ نے اس قول کا انکار کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو رسول بنانا ہوتا ہے وہ ہر وقت اللہ کی توحید کا قائل اور اللہ کو پہچاننے والا ہوتا ہے اور اللہ کے علاوہ ہر معبود سے بری ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام پر ایسے کفریہ قول کا وہ ہم بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ان باتوں سے محفوظ کیا ہے اور ان کو پاک کیا اور پہلے سے سمجھ دی اور ان کے بارے میں خبر دی۔ (اِذْ جَاء رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ) اور فرمایا (وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ) تیرا کیا خیال ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو سلطنتیں دکھائیں تاکہ ان کو یقین حاصل ہو جائے اللہ جب ان کو یقین حاصل ہوا تو ستارے کو دیکھ کر کہا یہ میرا رب ہے اس کو عقیدہ بنا لیا؟ یہ ایسی بات ہے جو کبھی نہیں ہو سکتی، پھر اس کے کئی تاویلات کی گئی۔ ایک یہ ابراہیم علیہ السلام نے اس قول سے یہ ارادہ کیا کہ قوم کو ذلیل دیں تاکہ ان کی غلطی ان پر واضح ہو جائے۔ اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ تمام امور ان ستاروں کے سپرد ہیں تو ان کو یہ خیال دلایا کہ ابراہیم علیہ السلام بھی ان چیزوں کی تعظیم کرتے ہیں جن کی وہ تعظیم کرتے ہیں اور اسی سے ہدایت تلاش کرتے ہیں جس سے وہ تلاش کرتے ہیں۔ جب دو ستارہ غروب ہو گیا تو ان کو ستاروں کا نقشہ عیب دکھایا تاکہ ان کے دعویٰ کی خطا واضح ہو جائے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے حواری بتوں کی عبادت کرنے والی قوم پر آیا تو ان کی تعظیم بظاہر کی تو بت پرستوں نے اس کا اکرام کیا اور کئی معاملات میں اس کی تصدیق کی۔ یہاں تک کہ ایک دن دشمن نے مدد کیا تو لوگ حواری سے مشورہ کرنے آئے تو اس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ تم اس بت سے مدد مانگو یہ ہماری مدد کرے گا تو وہ اس کے ارد گرد بیٹھ کر آواز دہرائی کرنے لگے۔ جب یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ تو نفع نقصان نہیں دیتے تو ان کو دعوت دی کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو انہوں نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے دشمن کا خوف دور کر دیا تو وہ سب اسلام لے آئے، کہ تم ان ستاروں کی تعظیم کرتے ہو اور عبادت کرتے ہو حالانکہ ان میں تو عیب موجود ہے تو یہ کیسے معبود ہو سکتے ہیں؟

② تاویل یہ ہے کہ یہ قول استفہام تھا کہ کیا یہ میرا رب ہے؟ اور یہ استفہام ڈانٹ کے لیے ہے کہ کیا اس جیسی چیز رب ہو سکتی ہے؟ جیسے باری تعالیٰ کا قول (إِنَّمَا مَثَلُ الْفَالِقِ) ہے یعنی کیا وہ ہمیشہ رہیں گے؟ اور اس کو ڈانٹ کے طور پر ذکر کیا ہے ان کے نفس کا انکار کرنے کے لیے۔ یعنی کیا اس جیسی چیز رب ہو سکتی ہے۔ یعنی یہ میرا رب نہیں ہے۔ ③ تاویل ان پر استدلال قائم کرتا ہے۔ فرمایا یہ میرا رب ہے تمہارے گمان کے مطابق۔ جب وہ غائب ہو گیا تو فرمایا اگر یہ معبود ہوتا تو غائب نہیں ہوتا۔ جیسا کہ فرمایا (ذُقْ أَنتَ مِنَ الْعَزِيزِ الْكَرِيمِ) یعنی تیرے نزدیک اور تیرے گمان میں اور جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں خبر دی ہے کہ انہوں نے کہا (وَإِنظُرْ إِلَى إِلٰهِكَ الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَّنُحَرِّقَنَّهُ) مراد تیرا معبود ہے تیرے گمان کے مطابق۔ ④ تاویل۔ جب اس میں عبارت مقدر ہے۔ اصل عبارت وہ کہتے ہیں یہ میرا رب ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا) یعنی وہ کہتے ہیں (رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا) (فَلَمَّا أَفْلَحَ قَالَ لَا أَحِبُّ الْآفَلِينَ) اور جن میں دوام نہ ہو۔

فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِعًا قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِن لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ﴿77﴾ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِعَةً قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَقَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ﴿78﴾ إِنِّي وَجْهْتُ وَجْهِيَ لِلدِّينِ فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿79﴾ وَحَاجَّةُ قَوْمُهُ ط قَالَ اتَّحَاجُّونِي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ ط وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَنْ يُشَاءَ رَبِّي شَيْئًا ط وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ط أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿80﴾

پھر جب چاند کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو میرا رب ہدایت نہ کرتا رہے تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں پھر جب آفتاب کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے یہ تو سب میں بڑا ہے سو جب وہ غروب ہو گیا آپ نے فرمایا اے میری قوم بیشک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں سے نہیں ہوں۔ اور ان سے ان کی قوم نے حجت کرنا شروع کی۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم اللہ کے معاملہ میں مجھ سے حجت کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھ کو طریقہ بتلا دیا ہے۔ اور میں ان چیزوں سے جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہو نہیں ڈرتا ہاں لیکن اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے میرا پروردگار ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے کیا تم پھر خیال نہیں کرتے۔

﴿77﴾ (فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ) بازعاً کا معنی ہے طالعا (قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ) قَالَ لَئِن لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ) کی تشریح بعض حضرات نے یہ کی ہے کہ اگر مجھے اللہ ہدایت پر ثابت قدم نہ رکھتا، ہدایت نہ دیتا یہ معنی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بغیر ہدایت کے کسی نبی کو نہیں بھیجتے۔ اس لیے انبیاء علیہم السلام جب بھی اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں تو ایمان پر ثابت قدمی کا سوال کرتے ہیں۔

﴿78﴾ (فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ) بازعاً کا معنی ہے طالعا (قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ) یعنی چاند اور ستارے سے بڑا ہے یہاں ”ہذا“ کہا ہے ”ہذا“ نہیں کہا حالانکہ شمس مؤنث ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شمس کا معنی مراد لیا تھا یعنی روشنی اور نور ہے دوسرا یہ کہ اس کی روشنی ستاروں اور چاند سے زیادہ ہوتی ہے۔

(پھر جب وہ غائب ہو گیا) (فَلَمَّا أَفَلَتْ) غروب ہو گیا (قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ) قَالَ لَئِن لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ) (فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ) بازعاً کا معنی ہے طالعا (قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ) یعنی چاند اور ستارے سے بڑا ہے یہاں ”ہذا“ کہا ہے ”ہذا“ نہیں کہا حالانکہ شمس مؤنث ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شمس کا معنی مراد لیا تھا یعنی روشنی اور نور ہے دوسرا یہ کہ اس کی روشنی ستاروں اور چاند سے زیادہ ہوتی ہے۔

﴿79﴾ (إِنِّي وَجْهْتُ وَجْهِيَ لِلدِّينِ فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ) (وَحَاجَّةُ قَوْمُهُ ط قَالَ اتَّحَاجُّونِي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ ط وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَنْ يُشَاءَ رَبِّي شَيْئًا ط وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ط أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿80﴾

اور آپ اتنے نوجوان ہو گئے تھے کہ والد کو ذبح کرنے والوں کا خوف نہ رہا تو اپنے ساتھ کام پر لگا دیا۔ آ زربت بناتے اور ابراہیم

علیہ السلام کو دیتے کہ ان کو بیچ آؤ تو ابراہیم علیہ السلام آواز دے گا جو نہ اس کو نفع دے گا اور نہ نقصان تو ان سے کوئی بات نہ خریدتا اور ابراہیم علیہ السلام ان کو نہ پر لے جا کر ان کا سر پانی میں ڈبو کر کہتے کہ پانی پی لو یہ کام قوم سے استہزاء کے لیے کرتے تھے اور ان کی کمرانی کو داغ کرنے کے لیے جب ان کے استہزاء کی خبر قوم میں پھیل گئی تو وہ آپ علیہ السلام سے اپنے دین کے بارے میں جھگڑنے لگے۔ (قال الحاحوتی فی اللہ) اہل مدینہ اور ابن عامر رحمہما اللہ نے نون کی تخفیف سے پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے نون کی شد کے ساتھ۔ دونوں میں سے ایک کو دوسرے میں ادغام کرتے ہوئے اور جنہوں نے بغیر شد کے پڑھا ہے تو انہوں نے ایک نون کو تخفیف کی فرض سے حذف کر دیا ہے۔ کہا جاتا ہے کیا تو مجھ سے اللہ کی توحید میں جھگڑا کرتا ہے؟ اللہ نے مجھے توحید اور حق کی ہدایت دی ہے۔ (وَلَا اَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهٖ) ان لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ بتوں سے ڈر کر یونہی ہمیں خوف ہے کہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچادیں۔ مثلاً جنون وغیرہ تو ابراہیم علیہ السلام نے ان کو یہ جواب دیا تھا جس شُرک میں تم مبتلا ہو اس کے روکنے سے میں کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔ (اَلَا اَنْ يُّشَاءَ رَبِّيْ شَيْئًا) یہ پہلے کلام سے استنباط بنتا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ یقین آ کر میرا رب کسی چیز کو چاہے اس کے علاوہ تو جو وہ چاہے وہ ہو جائے گا۔ (وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا) اللہ کوئی شے نہیں ہے۔ رب کے علم نے سب چیزوں کا (اس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر لیا ہے۔) (اَقْلًا تَعْلَمُوْنَ) و کَیْفَ اَخَافُ مَا اَشْرَکْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنْتُمْ اَشْرَکْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنزَلْ بِہِ عَلَیْکُمْ سُلْطٰنًا ۚ فَاِنَّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاٰمَنِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ① الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اٰیْمٰنِہُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَہُمْ الْاٰمَنُ وَہُمْ مُہْتَدُوْنَ ② وَتِلْکَ حُجَّتُنَا اِیْنِہَا اِبْرٰہِیْمُ عَلٰی قَوْمِہٖ ۙ نُوْفِعُ دَرَجٰتٍ مِّنْ نُّشَآءٍ ۚ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ ③ وَوَهَبْنَا لَہٗ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ ۙ وَکُلًّا هَدٰیۗنَا وَنُوْحًا هَدٰیۗنَا مِنْ قَبْلُ ۚ وَمِنْ ذُرِّیَّتِہٖ دَاوُدَ وَ سُلَیْمٰنَ وَ اٰیُوْبَ ۙ وَ یُوْسُفَ ۙ وَ مُوْسٰی ۙ وَ هٰرُوْنَ ۙ وَ کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ④

اور میں ان چیزوں سے ایسے ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا ہے حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی سو ان دو جماعتوں میں سے اس کا زیادہ مستحق کون ہے اگر تم خبر رکھتے ہو۔ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلو نہیں کرتے۔ ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ پر چل رہے ہیں اور یہ ہماری حجت تھی وہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی۔ ہم جس کو چاہتے ہیں مرتبوں میں بڑھا دیتے ہیں بیشک آپ کا رب بڑا حکمت والا بڑا علم والا ہے اور ہم نے ان کو (ایک بیٹا) اسحاق علیہ السلام دیا اور (ایک پوتا) یعقوب علیہ السلام دیا ہر ایک کو (طریق حق کی) ہم نے ہدایت کی اور (ابراہیم علیہ السلام سے) پہلے زمانہ میں ہم نے نوح علیہ السلام کو

ہدایت کی اور ان (ابراہیم علیہ السلام) کی اولاد میں سے داؤد علیہ السلام کو اور سلیمان علیہ السلام کو اور ایوب علیہ السلام کو اور یوسف علیہ السلام کو اور موسیٰ علیہ السلام کو اور ہارون علیہ السلام کو (طریق حق کی ہدایت کی) اور اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔

تفسیر 81 (وَ كَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ) یعنی بتوں سے حالانکہ نہ وہ دیکھتے ہیں اور نہ سنتے ہیں اور نہ نقصان دیتے ہیں اور نہ نفع۔ (وَلَا تَخَافُونَ أَنْكُمْ اشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا) حالانکہ وہ غالب ہے اور ہر چیز پر قادر ہے پھر بھی تم نہیں ڈرتے (فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ) میں اور میرے دین والے مطمئن ہیں یا تم۔ (إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ) **82** (الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ) اپنے ایمان میں شرک کو نہیں ملایا (أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ)

وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ كِ تفسیر

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ ”الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ“ نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ بہت گراں گزری اور کہنے لگے اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے ظلم نہ کیا ہو؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا آیت میں ظلم سے شرک مراد ہے کیا تم نے وہ نہیں سنا جو لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا (يُنَى لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ) (اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنا، بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے)

83 (وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَى قَوْمِهِ) حتی کہ جب ان سے جھگڑا ہوا تو دلیل میں غالب آگئے (نَرَفَعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَأٍ) علم کے ساتھ اہل کوفہ اور یعقوب رحمہما اللہ نے درجات کو یہاں اور سورۃ یوسف میں تنوین کے ساتھ پڑھا ہے یعنی درجے بلند کرتے ہیں ہم جس کے چاہیں علم اور سمجھ اور فضیلت اور عقل کے ساتھ جیسا کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے درجات بلند کیے حتی کہ وہ ہدایت پاگئے اور توحید کی دلیل میں اپنی قوم پر غالب رہے۔ (إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ)

84 (وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ) ہم نے توفیق دی اور سیدھا راستہ دکھایا اور نوح علیہ السلام کو ہم نے ہدایت کی ان سب سے پہلے (یعنی ابراہیم علیہ السلام سے پہلے) (وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ) یعنی نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے۔ یہاں ابراہیم علیہ السلام کی اولاد مراد نہیں کیونکہ ان میں یونس اور لوط علیہما السلام کا بھی تذکرہ ہے اور یہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نہیں ہیں۔ (دَاوُدَ) یہ داؤد بن ایشا ہیں (وَسُلَيْمَانَ) یعنی داؤد علیہ السلام کے بیٹے۔

(وَأَيُّوبَ) یہ ایوب بن اموص بن رازح بن روم ابن عیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ (وَيُوسُفَ) اور یوسف بن یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام پر (وَمُوسَىٰ) اور موسیٰ بن موسیٰ بن عمران بن یصھر بن فاضل بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام (وَهَارُونَ) یہ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں ان سے ایک سال بڑے تھے (وَكَذَلِكَ)

یعنی جس طرح ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی توحید پر بدلہ دیا کہ ان کے درجات بلند کیے اور ان کو انکی اولاد کی جو نبی اور مقلی تھی اسی طرح (نَجْرِي الْمُحْسِنِينَ) ان کی نیکی پر۔ ان انبیاء علیہم السلام کا آیت میں ذکر ان کے زمانے کی ترتیب پر نہیں ہے۔

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِيلَاسَ ۗ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۵﴾ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَ
لُوطًا ۗ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۱۶﴾ وَمِن آبَاءِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ
وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۱۷﴾ ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۗ
وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۸﴾ أُولَئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ
وَالنَّبُوَّةَ فَإِن يَكْفُرُ بِهَا هَؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ﴿۱۹﴾

﴿۱۵﴾ اور نیز زکریا علیہ السلام کو اور یحییٰ علیہ السلام کو اور عیسیٰ علیہ السلام کو اور ایلاس علیہ السلام کو (اور یہ) سب (حضرات) پورے شانستہ لوگوں میں تھے اور نیز (ہم نے طریق حق کی ہدایت کی) اسماعیل علیہ السلام کو اور یسع علیہ السلام کو اور یونس علیہ السلام کو اور لوط علیہ السلام کو اور لوط علیہ السلام کو اور (ان میں سے) ہر ایک کو (ان زمانوں کے) تمام جہانوں والوں پر (نبوت سے) ہم نے فضیلت دی اور نیز ان کے کچھ باپ دادوں کو اور کچھ اولاد کو اور کچھ بھائیوں کو (طریق حق کی ہدایت کی) اور ہم نے ان (سب) کو مقبول بنایا اور ہم نے ان کو راہ راست کی ہدایت کی۔ اللہ کی ہدایت وہ بھی دین ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کو ہدایت کرتا ہے اور اگر فرضاً یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کیا کرتے تھے ان سے سب اکارت ہو جاتے اور یہ ایسے تھے کہ ہم نے ان کو کتاب (کتابانی) اور حکمت (کے علوم) اور نبوت عطا کی تھی سو اگر یہ لوگ نبوت کا انکار کریں تو ہم نے اس کے لئے ایسے بہت لوگ مقرر کر دئے ہیں جو اس کے منکر نہیں ہیں۔

تفسیر ﴿۱۵﴾ (وزکریا) یہ زکریا بن اذان ہیں (ویحییٰ) زکریا علیہ السلام کے بیٹے ہیں (وعیسیٰ) مریم بنت عمران کے بیٹے ہیں (وایلئاس) اس سے کون مراد ہیں اس میں مفسرین رحمہما اللہ کا اختلاف ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ اور یسع علیہ السلام ہیں ان کے دو نام تھے۔ یعقوب اور اسرائیل کی طرح اور صحیح قول یہ ہے کہ ایلاس، اور یسع علیہم السلام کے علاوہ نبی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایلاس علیہ السلام کا ذکر نوح علیہ السلام کی اولاد میں کیا ہے اور اور یسع علیہ السلام تو نوح علیہ السلام کے والد کے دادا ہیں۔ ایلاس علیہ السلام کا نسب نامہ یہ ہے ایلاس بن بشیر بن فحاص بن عیزار بن ہارون بن عمران (علیہم السلام) والد کے دادا ہیں۔ ایلاس علیہ السلام کے بیٹے ہیں (وایلئاس) یہ اخطوب بن عجز کے بیٹے ہیں اور حمزہ ﴿۱۶﴾ (کُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ وَإِسْمَاعِيلَ) یہ ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں (وَالْيَسَعَ) یہ اخطوب بن عجز کے بیٹے ہیں اور حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے "یسع" کو امام کی شہاد اور یاء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے یہاں بھی اور سورۃ ص میں بھی (وَيُونُسَ) یہ یونس بن متی ہیں (وَلُوطًا) یہ لوط بن ہارون ابراہیم کے بھتیجے ہیں (وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ) ان کے زمانہ کے جہان والوں پر۔

87 (وَمِنْ آبَاءِهِمْ) یہاں "من تبعیض" کے لیے ہے کیونکہ بعض انبیاء علیہم السلام کے آباء مشرک تھے (وَذُرِّيَّتِهِمْ) یہاں بھی بعض انبیاء علیہم السلام کی اولاد مراد ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کی اولاد نہ تھی اور بعض انبیاء علیہم السلام کی اولاد میں کافر بھی تھے۔ (وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَنِبْنَهُمْ وَهَدَيْنَهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ)

88 (ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ) اللہ کا دین ہے (يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ طَوْلُوا شَرَكُوا) یعنی جن کا ہم نے نام لیا (لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ)

89 (أُولَئِكَ الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ) یعنی جو کتابیں ان پر اتاری گئیں (وَالْحُكْمَ) یعنی علم اور فقہ (وَالنُّبُوَّةَ فَإِنْ يَكْفُرُ بِهَا هُوَ لِآئِهِ) یعنی اہل مکہ (فَقَدْ وَكَلْنَا بِهَا قَوْمًا لَيَسُؤُوا بِهَا الْكَافِرِينَ) یعنی انصار اور اہل مدینہ یہی قول ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ کا ہے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس قوم سے وہ اٹھارہ انبیاء علیہم السلام مراد ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے یہاں تذکرہ کیا ہے اور ابو رجاء عطاروی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اگر زمین والے انکار کریں گے تو ہم نے آسمان والوں یعنی فرشتوں کو مقرر کر دیا ہے جو اس کے منکر نہیں ہیں۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَاهُمْ أَقْتَدَهُ ط قُلْ لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ط إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ 90 وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيَّ بَشِيرًا مِّنْ شَيْءٍ ط قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ لِيَجْزِيَ قَرَاتِيَسَ تَبَدُّونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا. وَعَلِمْتُمْ مَا لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ ط قُلِ اللَّهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ 91

تذکرہ یہ حضرات ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے (صبر کی) ہدایت کی تھی سو آپ بھی انہی کے طریق پر چلئے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس (تبلیغ قرآن) پر کوئی معاوضہ نہیں چاہتا یہ (قرآن) تو صرف تمام جہان والوں کے واسطے ایک نصیحت ہے اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر جاننا واجب تھی ویسی قدر نہ پہچانی جبکہ یوں کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز بھی نازل نہیں کی آپ کہیے کہ وہ کتاب کس نے نازل کی ہے جس کو موسیٰ علیہ السلام لائے تھے جس کی یہ کیفیت ہے کہ وہ نور ہے اور لوگوں کے لئے وہ ہدایت ہے جس کو تم نے متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا ہے جن کو ظاہر کر دیتے ہو اور بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو اور تم کو بہت سی ایسی باتیں تعلیم کی گئیں جن کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے بڑے آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے پھر ان کو ان کے مشغلہ میں بیہودگی کے ساتھ لگا رہنے دیجئے۔

تفسیر 90 (أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَاهُمْ) یعنی ان کی سنت اور سیرت پر۔ اقتدہ میں ہاء وقف کی ہے۔ حمزہ، کسائی اور یعقوب رحمہما اللہ ہاء حالت وصل میں حذف کر دیتے ہیں اور باقی حضرات وصل اور وقف دونوں صورتوں میں اس کو ثابت رکھتے ہیں (قُلْ لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ط إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ)

⑩ (وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ یعنی ان نے اس کی تعظیم کا حق ادا نہیں کیا اور بعض نے کہا ہے کہ انہوں نے اس کا حق وصف بیان نہیں کیا۔) (إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيَّ بَشِيرًا مِّنْ شَيْءٍ)

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ کی تفسیر

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی آیا جس کو مالک بن صیف کہا جاتا تھا اور مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تجھے اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل کیا کیا تو توریت میں یہ بات نہیں پاتا کہ اللہ تعالیٰ فریبہ عالم کو ناپسند کرتے ہیں اور یہ یہودی بھی مومن شخص تھا تو وہ غصہ ہو گیا اور کہنے لگا اللہ نے کسی انسان پر کچھ نہیں اتارا۔

سہی رزمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ آیت پنجم بن عازوراء کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ اس نے یہ بات کہی تھی۔ جب مالک بن صیف کی بات یہودیوں نے سنی تو اس کو ڈانٹا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے توریت موسیٰ علیہ السلام پر نازل نہیں کی؟ تو تو نے یہ بات کیوں کی؟ تو مالک بن صیف نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے غصہ دلایا تھا اس لیے میں نے یہ کہہ دیا تو یہودی نے کہا جب بھی تجھے غصہ آئے گا تو اللہ پر ناحق باتیں کہے گا۔ اس لیے اس کو حجر کے مرتبہ سے اتار دیا اور کعب بن اشرف کو اپنا بڑا عالم بنا دیا۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہودی نے کہا تھا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب اتاری ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ تو وہ کہنے لگے اللہ کی قسم اللہ نے آسمان سے کوئی کتاب نہیں اتاری تو یہ آیت نازل ہوئی (وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ)۔ (فَلَمَّا أَنْزَلْنَا الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ) آپ ان سے کہہ دیں اس نے اتاری وہ کتاب جو موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے روشن تھی اور ہدایت تھی لوگوں کے لیے) یعنی توریت (تَجْعَلُونَهَا حُرَاطِيسَ يُبَدِّلُونَهَا وَيُخْفُونَ كَثِيرًا) یعنی توریت کو الگ الگ لکھتے ہو پھر جو چاہتے ہو ظاہر کرتے ہو اور بہت سی باتیں چھپاتے ہو مثلاً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور رحیم کی آیت ابن کثیر اور ابو عمرو نے "يَجْعَلُونَهَا وَيُخْفُونَهَا" کو یاد کے ساتھ پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان (وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ) کی وجہ سے اور دیگر حضرات نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے اللہ تعالیٰ نے قول (فَلَمَّا أَنْزَلْنَا الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ) کی وجہ سے۔

(وَأَعَلَّمْنَاهُ مَا لَمْ نَعَلَّمُوا) اکثر مفسرین رحمہما اللہ کے نزدیک یہ خطاب یہود کو ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے تم کو وہ باتیں سکھائیں جن کو تم نہ جانتے تھے (أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ) حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آنے والے تھے اس کا علم ان کو دے دیا تھا لیکن انہوں نے اس کو ضائع کر دیا کوئی نفع نہ اٹھایا اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ خطاب مسلمانوں کو ہے اللہ تعالیٰ ان کو اپنی نعمت یاد دلار ہے ہیں۔ ان کو محمد کی زبان سے تعلیم دی گئی (قُلِ اللَّهُ) یہ اللہ تعالیٰ کے قول (فَلَمَّا أَنْزَلْنَا الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ) کی طرف لوٹ رہا ہے پس اگر وہ آپ کو جواب دیں تو ٹھیک ورنہ آپ

کہہ دیں (اللہ) یعنی آپ کہیں اللہ نے اتا ردی ہے۔ اُتاری (ثُمَّ ذَرَّهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ)

وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبْرَكًا مُصَدِّقًا لِّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿۹۲﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ ط لَو تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمْرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُم ط الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿۹۳﴾

﴿تفسیر﴾ اور یہ بھی ایسی ہی کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے جو بڑی برکت والی ہے اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور تاکہ آپ مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس والوں کو ڈرائیں اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں ایسے لوگ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور وہ اپنی نماز پر مداومت رکھتے ہیں اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ تہمت لگائے یا یوں کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اس کے پاس کسی بات کی بھی وحی نہیں آئی اور جو شخص کہ یوں کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسی طرح کامیں بھی لاتا ہوں اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جبکہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے ہاں اپنی جانیں نکالو آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی باتیں بکتے تھے اور تم اللہ کی آیات سے تکبر کرتے تھے۔

﴿تفسیر﴾ ﴿۹۲﴾ (وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبْرَكًا مُصَدِّقًا لِّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنذِرَ) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابو بکر نے عاصم سے ”لینذر“ یاء کے ساتھ پڑھا ہے یعنی کتاب ڈرائے (أُمَّ الْقُرَىٰ) مکہ کا نام ام القریٰ اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ زمین مکہ کے نیچے سے بچھائی گئی ہے۔ تو یہ زمین کی اصل ہوئی جیسے ماں اپنی نسل کے لیے اصل ہوتی ہے اور یہاں مراد مکہ والے ہیں (وَمَنْ حَوْلَهَا) یعنی تمام دنیا والے (وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ) اس کتاب پر (وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ) پانچوں نمازوں سے (يُحَافِظُونَ) یعنی مومن ہمیشہ پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں۔

﴿۹۳﴾ (وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا) اور یہ گمان کرے کہ اللہ نے اس کو نبی بنا کر بھیجا ہے (أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ)

مسيلمہ کذاب کا قتل

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مسيلمہ کذاب کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ مسجع کلام کرتا تھا اور کاہن تھا۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور گمان کیا کہ اللہ نے اس کی طرف وحی بھیجی ہے۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دو قاصد بھیجے تو

آپ علیہ السلام نے ان دوست پوچھا کہ کیا تم کو اسی دیتے ہو کہ مسلمان نبی ہے؟ تو ان دونوں نے کہا جی۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم صدقاً نہ کیا جاتا ہوتا تو میں تمہاری گردن اُڑا دیتا۔

حما بن منبہ سے روایت ہے کہتے ہیں ہمیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سویا ہوا تھا کہ مجھے زمین کے تمام خزانے دیئے گئے تو میرے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن رکھ دیئے گئے تو وہ مجھے بڑے ناگوار لگے تو میری طرف وحی کی گئی کہ میں ان کو پھونک مار دوں تو میں نے پھونک ماری تو وہ چلے گئے تو میں نے ان دو کنگنوں کی تعبیر دوائیے نبیوں سے کی ہے جن کے درمیان میں میں ہوں ایک صاحب صنعاء اور دوسرا صاحب یمامہ۔ صاحب صنعاء سے اسود بن مسعود اور صاحب یمامہ سے مسیمہ کذاب مراد ہے۔

(وَمَنْ قَالِ مَسْأَلُونَكَ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ) بعض نے کہا کہ یہ آیت عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا اور آپ علیہ السلام جب اس کو "سمیعاً بصیراً" لکھواتے تو یہ "علیماً حکیماً" لکھتا اور جب "علیماً حکیماً" لکھنے کا کہتے تو "غفوراً رحیماً" لکھتا۔ جب آیت "وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سَلَالَةٍ مِنْ طِينٍ" نازل ہوئی تو آپ نے لکھوائی تو عبد اللہ کو انسان کی تخلیق بڑی عجیب لگی تو کہنے لگا "تبارک اللہ احسن الخالقین" تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو لکھ لے اس طرح نازل ہوئی ہے تو عبد اللہ کو شک ہوا اور سوچنے لگا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں تو میری طرف بھی وحی کی گئی ہے جیسے ان کی طرف کی جاتی ہے تو اسلام سے مرتد ہو گیا اور مشرکین کے ساتھ جا ملا۔ پھر فتح مکہ سے پہلے اسلام لے آیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "مر الظہران" جگہ پر پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت سے استنباط کرنے والے مراد ہیں یہ ان کے قول "لو نشاء لقلنا مثل هذا" کا جواب ہے (وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمْرَاتِ الْمَوْتِ) موت کے سمرات میں یہ ٹمڑے کی جمع ہے ہر چیز کا بڑا حصہ۔ اس کی اصل ایسی چیز جو اشیاء کو ڈھانپ لے۔ پھر اس کو تختیوں اور تاپندیدہ چیزوں میں استعمال کیا جانے لگا (وَالْمَلٰئِكَةُ بِاسْطُوْرَا اٰیٰتِنٰہُمْ) عذاب دینے کے لیے اور ان کے منہ اور پیٹھ کو مارنے کے لیے اور جنس نے کہا روج قبض کرنے کے لیے (اٰخِرُ جُوْرَا اَنْفُسِكُمْ) یعنی اپنی روجوں کو مجبوراً نکالو کیونکہ مؤمن کی روج تو اپنے رب کی ملاقات کے لیے خوش ہو رہی ہوتی ہے اور "لو" کا جواب محذوف ہے کہ اگر آپ ان کو اس حال میں دیکھ لیں تو بڑا عجیب منظر دیکھیں۔ (الْیَوْمَ نَجْزِیْهِمْ نَجْزٰیہُمْ بِمَا كَانْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلٰی اللّٰہِ غٰیْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا تَسْتَکْبِرُوْنَ) قرآن پر ایمان لانے سے تکبر کرتے ہو اور اس کی تصدیق نہیں کرتے۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادٰی كَمَا خَلَقْنَاكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَآءَ ظُهُورِكُمْ وَمَا نَرٰی مَعَكُمْ شُفَعَاءَ كُمْ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ اِنَّہُمْ فِیْكُمْ شُرَكَآؤُا ۗ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَیْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ②

تجوید اور تم ہمارے پاس تنہا تنہا آ گئے جس طرح ہم نے اول بار تم کو پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا اس کو اپنے پیچھے ہی چھوڑ آئے اور ہم تو تمہارے ہمراہ تمہارے ان شفاعت کرنے والوں کو نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم دعویٰ رکھتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں شریک ہیں واقعی تمہارے آپس میں تو قطع تعلق ہو گیا اور وہ تمہارا دعویٰ تم سب سے گیا گزرا ہوا۔

تفسیر 94 (وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فَرَادَى) اللہ تعالیٰ خبر دے رہے ہیں کہ قیامت کے دن کفار کو کہیں گے تم اکیلے آئے ہونہ تمہارے پاس مال ہے اور نہ بیوی اور نہ اولاد اور نہ خادم۔ فرادی فردان کی جمع ہے جیسے سکاری سکران کی اور کسالی کسلان کی۔ اعرج نے اس کو ”فردی“ پڑھا ہے بغیر الف کے ”سکاری“ کی طرح (كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ) ننگے بدن، ننگے پاؤں، لاغر کمزور (وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَاكُمْ) اور چھوڑ آئے اپنے پیچھے مال، اولاد، خادم (وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ) دنیا میں (وَمَا نَرَى مَعَكُمْ شُفَعَاءَ كُفْرٍ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ) کیونکہ مشرکین کا گمان تھا کہ وہ بتوں کی عبادت اس وجہ سے کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے شریک ہیں اور اس کے پاس ان کے سفارشی ہوں گے۔ (لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ)۔ اہل مدینہ، کسالی اور حفص رحمہما اللہ نے عاصم رحمہ اللہ سے نون کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ معنی یہ ہے کہ تمہارے درمیان کے تعلقات ٹوٹ گئے اور نون کے پیش کے ساتھ یعنی تمہارا تعلق ٹوٹ گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے قول (وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسَابِقُ) کی مثل ہے یعنی تعلقات اور الین کا لفظ اضداد میں سے ہے کبھی ملانے اور کبھی جدا کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ

إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى ۖ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۗ ذَٰلِكُمْ اللَّهُ فَانِي تُوْفِكُونَ 95 فَالِقُ الْأَصْبَاحِ ۖ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۗ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ 96 وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ 97 وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ 98

تجوید بیشک اللہ تعالیٰ پھاڑنے والا ہے دانہ کو اور گٹھلیوں کو وہ جاندار (چیز) کو بے جان (چیز) سے نکال لاتا ہے (جیسے نطفہ سے آدمی پیدا ہوتا ہے) اور وہ بے جان (چیز) کو جاندار (چیز) سے نکالنے والا ہے (جیسے آدمی کے بدن سے نطفہ ظاہر ہوتا ہے) اللہ یہ ہے (جس کی ایسی قدرت ہے) تو تم کہاں لٹے چلے جا رہے ہو وہ (اللہ تعالیٰ) صبح کا نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو راحت کی چیز بنایا ہے اور سورج اور چاند (کی رفتار) کو حساب سے رکھا ہے یہ ٹھہرائی ہوئی بات ہے ایسی ذات کی جو کہ قادر ہے بڑے علم والا ہے اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے (فائدہ کے) لئے ستاروں کو پیدا کیا تاکہ تم ان کے ذریعہ سے اندھیروں میں خشکی میں اور دریا میں بھی راستہ معلوم کر سکو

بیشک ہم نے (یہ) دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لئے جو خبر رکھتے ہیں اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تم (سب) کو (اسل میں) ایک شخص سے پیدا کیا پھر ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے اور ایک جگہ چندے رہنے کی بیشک ہم نے دلائل (توحید و انعام کے) خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ان لوگوں کے لئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔

تفسیر (۱۵) (إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى) فلق کا معنی پھاڑنا۔ (الفلق) پھاڑنا۔ حسن، قناد اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ دانہ سے خوشہ کو اور کھنٹی سے پودا کو پھاڑ کر نکالتا ہے۔ "حب حبة" کی جمع ہے جس چیز کی بھی کھنٹی نہ ہو اس کو "حب" کہا جاسکتا ہے جیسے گندم، جو، چاول وغیرہ۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں خشک دانہ اور خشک کھنٹی کو پھاڑنا ہے اور اس سے بیز پتے نکالتا ہے۔ اور مجہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں "نوی نواة" کی جمع ہے ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کا دانہ نہ ہو جیسے کھجور، شفتا، لہسن وغیرہ۔ یعنی دو سو راخ جو ان دونوں میں ہیں یعنی پودوں سے پھاڑتا ہے اور پودوں کو ان سے نکالتا ہے اور کھنٹی کو کھجور سے پھاڑتا ہے اور کھجور کا درخت کھنٹی سے نکالتا ہے اور (النوی نواة) کی جمع ہے وہ ہر چیز جس کا دانہ (بیج) نہ ہو جیسے کھجور، شفتا، لہسن وغیرہ۔ اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں (فالق الحب والنوی) یعنی دانہ (بیج) اور اس کی کھنٹی کو پیدا کرنے والا ہے۔ (مخرج الحی من المیت ومخرج المیت من الحی) مذہبکم اللہ فانہی فوفکون) حق سے پھر رہے ہو۔

(۱۶) (فالق الاصباح) وہ قسمت شب یا دن کی روشنی میں نمودار کو چیر کر نکالنے والا ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں دن کو پیدا کرنے والا ہے۔ اس بیان مصدر ہے اقبال کی اور ادب کی طرح۔ بمعنی روشن کرنا اور اس سے صبح مراد ہے۔ یعنی دن کا ابتدائی ظاہر ہونے والا ہے۔ مراد یہ ہے کہ صبح کو صبح اور رات کو رات کرنے والا ہے۔ (وجعل الیل سکنا) جس میں مخلوق آرام کرتی ہے اور اہل کوفہ رحمہما اللہ نے (اللیل سکنا) کو منسوب پڑھا ہے مصحف کی اجزاء کرتے ہوئے اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے (اللق الاصباح) اور (وجعل الیل سکنا) پڑھا ہے۔ (والشمس والقمر حسباناً) یعنی سورج اور چاند کو متعین حساب پر مقرر کیا ہے کہ وہ اس سے تہہ باز نہیں ہوتے اور احسان مصدر ہے احساب کی طرف اور بعض نے کہا ہے کہ حساب کی جمع ہے۔ (ذیک تقبیر العزیز العظیم)۔

(۱۷) (وهو الذی جعل لکم النجوم) یعنی ان کو تہہ بارے لیے پیدا کیا (لینہتدوا بہا فی ظلمت البر والبعیر) اللہ تعالیٰ نے ستاروں کوئی فوائد کے لیے پیدا کیا۔ ایک فائدہ تو یہ ہے کہ سمندری سفر کرنے والے اور بیابان میں سفر کرنے والے رات کو اپنی منزل کا تعین ان کے ذریعے کرتے ہیں اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ یہ آسمان کی خوبصورتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (ولقد زینا السماء الدنيا بمصابیح) اور تیسرا فائدہ یہ ہے کہ شیطان کو بھگانے کے کام آتے ہیں۔ (كما قال اللہ تعالیٰ وجعلناہا رجوماً للشیاطین)۔ (قد فصلنا الایات بقوم یعلمون)

(۱۸) (وهو الذی انشا کم من نفس واجدة) یعنی آدم علیہ السلام سے فمستقر و مستودع پھر ایک تو تمہارا مکان ہے اور ایک امانت رکھی جانے کی جگہ ہے) ابن کثیر اور اہل بصرہ نے مستقر کو قاف کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی تم میں سے مکان پکڑنے والے ہیں اور تم میں امانت رکھنے والے اور باقی حضرات نے قاف کے فتح کے ساتھ۔

مستقر اور مستودع کی تفاسیر

مستقر اور مستودع کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

- ① عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مستقر رحم میں پیدائش کے وقت تک اور مستودع قبر میں بعثت تک۔
- ② سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مستقر ماؤں کے رحم میں اور مستودع باپ کی پشت میں یہی عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔
- ابن جبیر فرماتے ہیں کہ مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کیا تو نے شادی کر لی ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں تو فرمایا کہ جو امانت تیری پیٹھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو عنقریب باہر نکال دے گا۔
- ③ اُبی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مستقر آباء کی پشت میں اور مستودع ماؤں کے رحموں میں۔
- ④ بعض نے کہا ہے مستقر رحم میں اور مستودع زمین کے اوپر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَنَقَرْنَا فِي الْأَرْضِ مَا نَشَاءُ)
- ⑤ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مستقر دُنیا میں زمین کے اوپر اور مستودع آخرت میں اللہ کے پاس اور اس پر اللہ تعالیٰ کا قول (وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مَسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ) دلالت کرتا ہے۔
- ⑥ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں المستقر قبر میں اور المستودع دُنیا میں اور وہ فرماتے تھے اے ابن آدم! تو اپنے گھر والوں میں امانت ہے اور عنقریب تو اپنے ساتھی سے جا ملے گا۔

⑦ بعض نے کہا ہے المستودع قبر اور المستقر جنت اور جہنم کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے بارے میں فرمایا ہے (حسنت مستقرًا ومقامًا) اور جہنمیوں کے بارے میں فرمایا (سَاءت مستقرًا ومقامًا)..... (قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُفْقَهُونَ)

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتٍ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ

مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِّنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ

مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۚ انظُرُوا إِلَىٰ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ⑨

⑨ اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے آسمان (کی طرف) سے پانی برسایا۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کے

نباتات کو نکالا پھر ہم نے اس سے سبز شاخ نکالی کہ اس سے ہم اوپر تلے دانے چڑھے ہوئے نکالتے ہیں اور کھجور کے

درختوں سے یعنی ان کے گپھے میں سے خوشے ہیں جو (مارے بوجھ کے) نیچے کو لٹکے جاتے ہیں اور (اسی پانی سے ہم

نے) انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار (کے درخت پیدا کئے جو کہ) ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوتے ہیں اور

(بعضے) ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے (ذرا ہر ایک کے پھل کو تو دیکھو جب وہ پھلتا ہے (پھر) اس کے پکنے

کو دیکھوان میں (بھی) دلائل (توحید کے موجود ہیں ان کو لوگوں کے لئے جو ایمان (لانے کی فکر) رکھتی ہیں۔

تفسیر (وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتٍ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُكْفِرُونَ) (وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتٍ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُكْفِرُونَ) اور بعض نے کہا نبات سے (محضراً سبز کھیتی) یعنی سرسبز جیسے العور اور الانور ہے۔ یعنی جو تر و تازہ اور سرسبز ان میں سے جو آگتا ہے جو اور گندم وغیر وہ۔ (فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ حَبًّا كَثِيرًا) یعنی آپس میں ملے ہوئے جیسے گندم، جو اور چاول وغیر وہ کی خوشوں میں دانے ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ (وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ) طلح کا معنی کھجور کا ابتدائی پھل۔ قنوان قنوی جمع ہے بمعنی ٹہنی سے صنوا اور صنوان کی مثل ان دونوں کی کام میں کوئی نظیہ نہیں ہے۔ (ذَابِقَاتٌ) کھانے والے کے قریب کہ کھڑا بیٹھا ہر شخص ان کو لے سکے۔ مجہول زمانہ آتا فرماتے ہیں کہ بھرتے ہوئے۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں چھوٹے زمین سے لگے ہوئے، اس میں اختصار ہے۔ متاب آیت کا یہ ہے کہ کھجور کے پھل چھتے قریب ہیں اور بعض دور یہاں سرف قریب کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا ہے کیونکہ دور خوردہ ان کی طرف سبقت کرتا ہے اس لیے ذکر کی ضرورت نہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (سَرَابِيلٌ تَقِيكُمُ الْحَرَّ) یعنی سردی اور گرمی سے۔ آیت کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے۔ (وَجَنَّاتٍ مِنْ أَعْنَابٍ) یعنی ہم نے اس سے باغات نکالے اور اعمش نے۔ سرمد زمانہ سے (وَجَنَّاتٍ) پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول (قنوان) پر عطف ہے اور اکثر قرآن اس کے خلاف ہیں۔ (وَالزَّيْتُونِ وَالرُّمَّانِ) یعنی زیتون اور انار کے درخت۔ (وَالزَّيْتُونِ وَالرُّمَّانِ) یعنی انور اور انار کے درخت (مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُشْتَبِهٍ) تو دور زمانہ فرماتے ہیں کہ ان کے پتے مشابہ اور پھل مختلف ہیں کیونکہ زیتون کے پتے انار کے پتوں سے ملتے جلتے ہوتے ہیں اور بعض نے کہا کہ دیکھنے میں ملتے جلتے اور ذائقے میں مختلف۔ (انظروا الی ثمرۃ)

تو دور زمانہ نے کہا اور ہم کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہاں دونوں جگہ اور سورۃ یسین میں کہ یہ ثمار کی جمع ہے اور باقی حضرات ہم اور ہمیں زبرد کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ ثمرۃ کی جمع ہے جیسے بقرۃ کی جمع بقر۔ (إِذَا آتَمَّرُوا لِيُؤْتِيَهُمْ لَكُمْ وَلَا يَكُنْ لَكُمْ فِتْنَةٌ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْسِدُونَ) (إِذَا آتَمَّرُوا لِيُؤْتِيَهُمْ لَكُمْ وَلَا يَكُنْ لَكُمْ فِتْنَةٌ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْسِدُونَ) (إِذَا آتَمَّرُوا لِيُؤْتِيَهُمْ لَكُمْ وَلَا يَكُنْ لَكُمْ فِتْنَةٌ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْسِدُونَ)

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَہٗ
وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْفِقُونَ ﴿۱۰﴾ بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنۡتَی یَکُوۡنُ لَہٗ وَلَدٌ وَّلَہٗ لَئِمۡ تَکُنۡ لَہٗ
صَاحِبَۃٌ ؕ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ وَّہُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۱۱﴾ ذٰلِکُمۡ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ لَا اِِلٰہَ اِلَّا ہُوَ
خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاغْبُدُوۡہٗ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیۡلٌ ﴿۱۲﴾ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبۡصَارُ وَہُوَ
یَدْرِکُ الْاَبۡصَارَ وَہُوَ اللّٰطِیۡفُ الْخَبِیۡرُ ﴿۱۳﴾

ترجمہ اور لوگوں نے شیاطین کو اللہ کا شریک قرار دے رکھا ہے حالانکہ ان لوگوں کو خدا نے پیدا کیا ہے اور ان لوگوں نے اللہ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں بخش بلا سند تراش رکھی ہیں وہ پاک اور برتر ہیں ان باتوں سے جن کو یہ لوگ بیان

کرتے ہیں وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اللہ کے اولاد کہاں ہو سکتی ہے حالانکہ اس کے کوئی بی بی تو ہے نہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے یہ ہے اللہ تمہارا رب اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے تو تم لوگ اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز (حقیقی) ہے۔ اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے اور وہ ہی بڑا باریک بین باخبر ہے۔

﴿وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ﴾ یعنی کافر اللہ کا شریک جنوں کو بناتے ہیں (وَخَلَقَهُمْ) یعنی جنوں کو پیدا کیا ہے۔

زناوقہ کی تردید

کلبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ آیت زندیق لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ وہ تخلیق میں ابلیس کو شریک بناتے تھے اور کہتے تھے اللہ نور اور لوگوں اور چوپایوں کا خالق ہے اور ابلیس تاریکی، درندوں، سانپوں، بچھوؤں کا خالق ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول (وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نَسَبًا) کی طرح ہے اور ابلیس جنوب میں سے ہے۔ (وَخَرَقُوا) راء کی شد کے ساتھ تکثیر کے معنی کی بناء پر اور دیگر حضرات نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی انہوں نے گھڑ لیا (وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ) جیسے یہود نے کہا عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے اور نصاریٰ نے کہا مسیح علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور کفار مکہ نے کہا فرشتے اللہ کے بیٹے ہیں (سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰی عَمَّا يَصِفُوْنَ)

﴿بَدِيعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ان دونوں کو بغیر کسی مثال کے پیدا کیا۔ (اَنۡی یَّکُوْنُ لَہٗ وَلَدٌ) اور وہ کیسے اس کیلئے اولاد کو منتخب کرتے ہیں۔ (وَلَمْ تَكُنْ لَہٗ صٰحِبَةً) حالانکہ اس کی کوئی بیوی نہیں۔ (وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ وَہُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ) ﴿ذٰلِکُمْ اللّٰهُ رَبُّکُمْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاَعْبُدُوْہٗ﴾ یعنی اس کی اطاعت کرو (وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ) اس کی حفاظت اور تدبیر کر کے۔ (لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَہُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ)

رؤیت باری تعالیٰ کا ثبوت اور معتزلہ کی تردید

ان جیسی آیات کے ظاہر سے معتزلہ نے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن نہیں۔

اور اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی "رؤیت عیانا" ثابت ہے۔

خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وجوه یومئذ ناظرة الی ربہا ناظرة کئی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی

طرف دیکھ رہے ہوں گے) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا (کلا انہم عن ربہم یومئذ لمعجبون)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر مومنین نے اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن نہ دیکھنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کافروں کو یہ عار نہ دلاتے کہ اس دن تمہارے سامنے پردہ ہوگا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت پڑھی (للذین احسن الحسنی ان لوگوں

کے لیے جنہوں نے نیکی کی حسنی (جنت) ہے اور زیادتی (اور زیادتی کی تفسیر فرمائی کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی زیارت ہے۔
 جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عنقریب اپنے رب کو آمنے سامنے دیکھ لو گے
 ﴿لَا تَدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ﴾ ادراک کا معنی ہوتا ہے شے کی حقیقت پر مطلع ہونا اور اس کی حقیقت کا احاطہ کرنا اور روایت کا معنی
 ہوتا ہے دیکھنا، مشاہدہ کرنا اور ابھی دیکھنا بغیر ادراک کے بھی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بیان کیا
 (فلما تراءى الجمعان قال اصحاب موسى انا لملوكون) پس جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو موسیٰ
 یہ اسلام کے ساتھ کہنے کے ہم پڑے گئے) کہا ہرگز نہیں۔ (لا تخاف دركا ولا تخشى) تو نہ خوف کر پڑے جانے کا اور
 نہ ڈر) تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ادراک کی نفی کی ہے اور روایت کو ثابت کیا ہے تو یہ بات ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بندے بغیر
 ادراک اور احاطہ کے دیکھ لیں جیسا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے لیکن اس کی ذات کا احاطہ کوئی اپنی معرفت سے نہیں
 کر سکتا خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا (ولا يحيطون به علماً) اور وہ نہیں احاطہ کر سکتے اس کا علم کے ذریعے) ثبوت علم کے ساتھ احاطہ کی
 نفی کی۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مخلوق کی
 آنکھیں اس کے احاطہ سے عاجز آگئی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں آنکھیں اس کا
 ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ آخرت میں دیکھا جائے گا۔ (وهو يدرك يدرك الابصار) یعنی اللہ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے اور نہ
 کوئی چیز اس سے چھوٹ سکتی ہے۔ (وهو اللطيف الخبير) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "اللطيف" اپنے اولیاء پر
 ان کے بارے میں باخبر ہے اور امامزہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں (اللطيف) کا معنی اپنے بندوں پر نرمی کرنے والا ہے اور بعض نے
 کہا ہے (اللطيف) کسی چیز کو نرمی کے ساتھ پہنچانے والا اور بعض نے کہا ہے (اللطيف) وہ ذات جو بندوں کو ان کے گناہ بھلا دے
 تاکہ وہ شرمندہ نہ ہوں اور (اللطيف) ہلکی اصل اشیاء میں باریک بینی۔ (وهو اللطيف الخبير)

قَدْ جَاءَكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ

بِحَفِيفٍ ﴿۱۰﴾ وَكَذَلِكَ نَصْرَفُ الْآيَاتِ وَلِيَقُولُوا دَرَسْتَ وَلِنَبِيْنَهُ لِقَوْمٍ يُعْلَمُونَ ﴿۱۱﴾

﴿توجہ﴾ اب بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بنی کے ذرائع پہنچ چکے ہیں سو جو شخص دیکھ لے گا وہ اپنا
 فائدہ کرے گا اور جو شخص اندھا رہے گا وہ اپنا نقصان کرے گا اور میں تمہارا انکار نہیں ہوں اور ہم اس طور پر دلائل کو مختلف
 پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں تاکہ سب کو پہنچادیں اور تاکہ یہ یوں کہیں کہ آپ نے کسی سے پڑھ لیا ہے اور تاکہ ہم اس کو
 دانشمندیوں کے لئے خوب ظاہر کر دیں۔

﴿تفسیر﴾ ﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ﴾ اس آجکیں نشانیاں تمہارے رب کی طرف سے، یعنی واضح
 دلائل جن کے ذریعے تم ہدایت کو گمراہی سے اور حق کو باطل سے دیکھ سکو۔ (فَمَنْ أَبْصَرَ) پھر جس نے دیکھ لیا اور اس پر ایمان لایا

(فَلِنَفْسِهِ) سواپنے واسطے اس کا عمل اور اس کا نفع اس کے لیے ہے (وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا) اور جو اندھا رہا سواپنے نقصان کو) یعنی جو ان نشانیوں سے اندھا رہا ان کو نہ پہچانا اور ان کی تصدیق نہ کی تو اس کا نقصان اس کی ذات کو ہوگا (وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ) کہ تمہارے اعمال شمار کرتا رہوں میں تو رسول ہوں میرا کام اپنے رب کے پیغامات کو پہنچا دینا ہے۔ اللہ تمہارے اعمال پر نگہبان ہے اس پر تمہارا کوئی عمل مخفی نہیں رہتا۔

⑩ (وَكَذَلِكَ نَصْرَفُ الْآيَاتِ) ہم ان کی تفصیل کرتے اور ہر صورت میں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ کہیں) بعض نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ تاکہ وہ نہ کہیں (وَلَيَقُولُوا) اور بعض نے کہا ہے لام لام عاقبت ہے یعنی ان کے معاملہ کا انجام یہ ہوگا کہ وہ کہیں گے (دَرَسْتَ) یعنی آپ نے کسی سے پڑھا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ آپ نے اہل کتاب کی کتابوں کو پڑھا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (فَالْقِطْعَةُ آلِ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا) اور یہ بات معلوم ہے کہ آل فرعون نے اس کو اس لیے نہیں اٹھایا تھا لیکن ان کے اٹھانے کا انجام یہ ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تاکہ اہل مکہ کہیں جب آپ ان پر قرآن پڑھیں کہ آپ نے اس کو یسار اور جبر سے سیکھا ہے یہ دوروی غلام تھے اور ان سے سیکھ کر آپ ہم پر پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

یہ ان کے قول درست الکتاب ادرسی درسا و دراست سے مشتق ہے اور فراد رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ کہتے ہیں آپ نے یہود سے سیکھا ہے اور ابن کثیر اور ابو عمرو نے پڑھا ہے (دارست) الف کے ساتھ سین کے زبر اور تاء کے سکون کے ساتھ۔ یعنی یہ پرانی خبریں جو آپ ہمیں پڑھ کر سنا تے ہیں۔ یہ مٹ چکی ہیں یہ اہل عرب کے قول درس الاثریدرس دروسا سے مشتق ہے۔ (وَلَنُبَيِّنَ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ) یعنی قرآن اور بعض نے کہا ہے نصر ف الآیات لقوم يعلمون۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مراد اس کے اولیاء ہیں جن کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی ہے اور بعض نے کہا ہے یعنی آیات کا پھیر۔ تاکہ ان کے ذریعے ایک قوم بد بخت ہو اور دوسری قوم نیک بخت ہو جس نے کہا کہ آپ نے یہ کسی سے پڑھا ہے تو وہ بخت ہو۔ پس جس نے کہا کہ آپ نے یہ کسی سے پڑھا ہے تو وہ بد بخت ہے اور جس کے لئے حق واضح ہو گیا تو وہ نیک بخت ہے۔

إِتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ⑪ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا ۗ وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ⑫ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ كَذَلِكَ زَيْنًا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلُهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ⑬

تجھ) آپ خود اس طریقہ پر چلتے رہیے جس کی وحی آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس آئی ہے اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور مشرکین کی طرف خیال نہ کیجئے اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ شرک نہ کرے اور ہم نے آپ کو ان کا نگران نہیں بنایا اور نہ آب ان پر مختار ہیں اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے

ہیں پھر وہ براہِ جبل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے ہم نے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے پھر اپنے رب ہی کے پاس ان کو جاتا ہے سو وہ ان کو جہنم لادے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے۔

تفسیر ﴿اَتَّبِعْ مَا اَوْجِبِيَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ﴾ یعنی قرآن پر عمل کریں ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَأَعْرِضْ عَنْ الْمُشْرِكِينَ﴾ ان سے نہ بھگڑیں۔

﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا﴾ یعنی اگر چاہتا تو سب مؤمن ہوتے ﴿وَمَا جَعَلْنَاكَ حَفِيفًا﴾ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کو اس لیے نہیں بھیجا گیا کہ مشرکین کی اللہ کے عذاب سے حفاظت کریں آپ تو صرف مبلغ بنا کر بھیجے گئے ہیں ﴿وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ﴾ (اور تم لوگ برانہ کہو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا)

وَلَا تَسْبُوا الَّذِينَ كَانُوا نَزُولًا

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آیت کریمہ "انکم وما تعبدون من دون اللہ حسب جہنم" نازل ہوئی تو مشرکین کہنے لگے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے باز آ جائیں ورنہ ہم آپ علیہ السلام کے رب کی اشعار میں برائی کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے بتوں کو برا بھلا کہنے سے منع کر دیا اور قتادہ رحمہ اللہ بتے ہیں کہ مسلمان کا فہم ان کے بتوں کو برا بھلا کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو روک دیا کہ کہیں وہ اپنی جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر سب و شتم نہ شروع کر دیں۔

اور سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت آیا تو قریش کہنے لگے کہ ہم ابوطالب کے پاس چلتے ہیں اور ان کو کہتے ہیں کہ اپنے بھتیجے کو ہم سے روکے کیونکہ ہمیں اس سے شرم آتی ہے کہ آپ کے مرنے کے بعد ہم ان کو قتل کریں تو عرب کہتے ہیں کہ ان کا بچا زکاوت تھا، اس کے مرتے ہی انہوں نے بھتیجے کو قتل کر دیا تو اس مقصد کے لیے ابوسفیان، ابو جہل، نفیر بن حارث، امیہ اور ابی دونوں خلف کے بیٹے، عقبہ بن ابی معیط اور عمرو بن عاص اور اسود بن ابی الہترمی ابوطالب کے پاس گئے اور کہنے لگے اے ابوطالب! آپ ہمارے بڑے اور سردار ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ہمارے خداؤں کو تکلیف دیتے ہیں، ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کو بلا کر اس سے منع کریں کہ وہ ہمارے خداؤں کا تذکرہ نہ کیا کریں، ہم ان کو اور ان کے خدا کو چھوڑ دیں گے تو ابوطالب نے آپ علیہ السلام کو بلایا اور کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ آپ کی قوم چاہتی ہے کہ آپ ان کو اور ان کے معبودوں کو چھوڑ دیں تو یہ آپ کو اور آپ کے معبود کو چھوڑ دیں گے ان لوگوں نے انصاف کی بات کی ہے آپ ان کی یہ بات قبول کر لیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں تمہاری یہ خواہش پوری کر دوں تو کیا تم مجھے ایک ایسا کلمہ دے سکتے ہو جس کو اگر تم کہہ لو تو پورے عرب کے مالک ہو جاؤ گے اور تم تمہارے قریب ہو جائیں گے تو ابو جہل کہنے لگا ہاں تیرے باپ کی قسم! ایسے دن کلمے کہہ دیں گے اور پوچھنے لگا وہ کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا إله إلا الله" کہہ دو تو انہوں نے انکار کر دیا تو

ابو طالب کہنے لگے بھتیجے اس کے علاوہ کوئی بات کہو تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اے چچا! میں اس کے علاوہ کوئی بات نہیں کہتا۔ اگرچہ یہ سورج کو لا کر میرے ہاتھوں میں رکھ دیں تو وہ کہنے لگے کہ آپ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے رُک جائیں ورنہ ہم آپ کو اور جو آپ کو حکم دیتا ہے اس کو سب و شتم کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ اس سے مراد بت ہیں (فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا) ظلم اور سرکشی میں حد سے بڑھے ہوئے (بِغَيْرِ عِلْمٍ) بغیر علم۔

یعقوب نے ”عَدْوًا“ کو دال اور عین کی پیش اور واؤ کی شد کے ساتھ پڑھا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا کہ اپنے رب کو برا بھلا نہ کہو تو مسلمان ان کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے رُک گئے۔ آیت کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ ان کے معبودوں کو برا بھلا نہ کہو لیکن حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنے سے نہیں ہے کیونکہ ان کے معبودوں کو برا بھلا کہنا سبب بنے گا اللہ تعالیٰ کے سب و شتم کا۔ (كَذَلِكَ زَيْنًا لِّكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلُهُمْ) جیسے ان مشرکوں کے لیے بتوں کی عبادت اور شیطان کی اطاعت مزین کر دی ہے اسی طرح ہر گروہ کے لیے ان کے اچھے برے عمل مزین کر دیے ہیں (ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمُ) اور ان کو بدلہ دیں گے بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لِّيُؤْمِنُوا بِهَا ط قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۰۹﴾

﴿۱۰۹﴾ اور ان (منکر) لوگوں نے قسموں میں بڑا زور لگا کر اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے (یعنی ہمارے) پاس کوئی نشانی آ جاوے تو وہ (یعنی ہم) ضرور ہی اس پر ایمان لے آویں گے آپ (جواب میں) کہہ دیجئے کہ نشانیاں سب خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں اور تم کو اس کی کیا خبر (بلکہ ہم کو خبر ہے) کہ وہ نشانیاں جس وقت آ جاویں گی یہ لوگ جب بھی ایمان نہ لاویں گے ﴿۱۰۹﴾ (وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ)

آیت وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ كَاشَانِ نَزُولِ

محمد بن کعب قرظی اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ قریش کہنے لگے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہمیں خبر دیتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک لاٹھی تھی اس کو پتھر پر مارا تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اور یہ خبر دیتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیتے تھے تو آپ ایسی کوئی نشانی ہمارے پاس لائیں تاکہ ہم آپ کی تصدیق کریں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کیا چیز پسند کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہمارے لیے ضفا پہاڑ کو سونا بنا دیں اور ہمارے کچھ مردے زندہ کر دیں تاکہ ہم ان سے پوچھیں کہ آپ جو کہہ رہے ہیں وہ حق ہے یا باطل اور ہمیں فرشتے دکھائیں جو آپ علیہ السلام کے حق میں گواہی دیں تو آپ علیہ السلام

نے فرمایا اگر میں ان میں سے کچھ باتیں کر دوں تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ تو کہنے لگے جی ہاں اللہ کی قسم! اگر آپ نے ایسا کر دیا تو ہم سب آپ کا اتباع کریں گے اور مسلمانوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ان چیزوں کو ان پر اتار دیں تاکہ یہ ایمان لے آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُعا مانگنے کے لیے کھڑے ہوئے تو جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو اللہ تعالیٰ منہ کو سونے کا بنا دیں لیکن اگر انہوں نے تصدیق نہ کی تو ان کو خذاب دوں گا اور اگر آپ چاہیں تو ان کو پھوڑ دوں تاکہ ان کے لوگ توبہ کر لیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کے لوگ توبہ کر لیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ (وَالْقِسْمُ بِاللّٰهِ جِهْدًا اِيْمَانِيًّا) یعنی انہوں نے اللہ کی قسمیں کھانیں یعنی قسموں کی جتنی تاکید پر قادر تھے اتنی تاکید سے قسمیں کھائیں۔ کبھی اور مجاہد رحمہما اللہ فرماتے ہیں جب کوئی شخص اللہ کی قسم کھاتا ہے تو یہ اس کی پختہ قسم ہے۔ (لَنْ يَجَاءَهُمْ اَيَةٌ) جیسے ان سے پہلی اُمتوں کے پاس آئی ہے (لَيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلُوبٌ اِنَّمَا اَلَايَةُ عِنْدَ اللّٰهِ تَوْضُوْرٌ) اس پر ایمان لائیں گے آپ بہہ دیں اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ نہ نیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور اللہ ہی ان کے نازل کرنے پر قادر ہے اور تم لوگو! تمہیں کیا خبر ہے (وَمَا يُشْعُرُكُمْ) اور تمہیں کیا معلوم اس کے مخاطب کون لوگ۔ مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا ہے ان مشرکین کو خطاب ہے جنہوں نے قسمیں کھانی تھیں اور بعض نے کہا ہے مؤمنین کو خطاب ہے اُنْهَآ اِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ کہ وہ نہ نیاں آئیں گی تو یہ لوگ ایمان لے ہی آئیں گے۔

(انہا اذا جاء ت لا يؤمنون) آیت کے متعلق ابن کثیر اور اہل بصرہ اور ابو بکر نے عاصم رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ (انہا) الف کی زیر کے ساتھ ہے ابتداء کی بناء پر اور ان حضرات نے کہا ہے کہ (وَمَا يُشْعُرُكُمْ) پر کلام مکمل ہوئی تھی، پھر جنہوں نے کہا کہ یہ خطاب مشرکین کے لیے ہے انہوں نے اس کا معنی یہ کیا ہے اور اے مشرک! تمہیں کیا خبر ہے کہ اگر وہ نہ نیاں آجائیں گی تو تم ایمان لے آؤ گے؟ اور جنہوں نے کہا کہ یہ خطاب مؤمنین کیلئے ہے انہوں نے اس کا معنی یہ کیا ہے اے مؤمنو! تمہیں کیا خبر ہے کہ اگر وہ نہ نیاں آجائیں گی تو یہ مشرکین ایمان لے آئیں گے؟ اس لیے کہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کرتے تھے کہ اللہ سے دُعا کریں کہ جو نہ نیاں یہ مانگ رہے ہیں ان کو دکھا دیں تاکہ وہ ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ نے (وَمَا يُشْعُرُكُمْ) سے ان کو خطاب کیا ہے۔ پھر ابتداء کرتے ہوئے فرمایا (انہا اذا جاء ت لا يؤمنون) یہ آیت مخصوص قوم کے بارے میں ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا تھا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اور کثیر حضرات نے (انہا)

الف کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے اس صورت میں یہ خطاب مؤمنین کیلئے ہے۔ اُنْهَآ اِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ یہ مخصوص قوم کے بارے میں ارشاد فرمایا اور یہ اللہ کا فیصلہ تھا کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ (انہا) بعض حضرات نے الف کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے اور کہا ہے کہ یہ خطاب مؤمنین کو ہے۔ بعض حضرات نے لا يُؤْمِنُوْنَ کو صلہ قرار دیا ہے۔ وَمَا يُشْعُرُكُمْ۔

ما موصلہ کا۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اے مؤمنین کی جماعت کہ جب آیات یا معجزات آ بھی جائیں تو پھر بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ بعض نے کہا کہ انہا لعل کے معنی میں ہے اور یہی قرأت ابی بن کعب کی ہے۔ یعنی تم کو کیا معلوم کہ ظہور معجزہ کے بعد مشرکین کی کیا رفتار ہے۔ شاید وہ ایمان نہ لائیں۔ بعض حضرات کے نزدیک لایؤمنون کے بعد او یؤمنون محذوف ہے۔ یعنی تم کو نہیں معلوم کہ معجزہ آنے کے بعد یہ ایمان نہیں لائیں گے یا لائیں گے۔

وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوْلَٰ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ⑩

تفسیر اور ہم بھی ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسا یہ لوگ اس پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں حیران رہنے دیں گے۔

تفسیر ⑩ (وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوْلَٰ مَرَّةٍ)

کفار مکہ کی مزید ہٹ دھرمیاں

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یعنی ہم ان کے اور ایمان کے درمیان رکاوٹ ہیں۔ اگر ہم ان کی منہ مانگی نشانیاں دے دیں تو بھی وہ ایمان نہ لائیں گے جیسے پہلی مرتبہ نہیں لائے یعنی اس سے پہلے چاند کے ٹکڑے ہو جانا اور بعض نے کہا کہ جس طرح یہ پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے یعنی موسیٰ علیہ السلام کے معجزات اور دیگر معجزات دیکھ کر ایمان نہیں لائے تو اب کیسے لاسکتے ہیں؟ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ پہلی مرتبہ سے مراد دنیا ہے یعنی اگر ان کو آخرت سے دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے تو بھی ہم ان کے دل اور آنکھیں ایمان سے الٹ دیں گے جیسے وہ دنیا میں مرنے سے پہلے ایمان نہیں لائے۔ (وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ)۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم ان کو رسوا کر دیں گے اور ان کو ان کی گمراہی میں سرگرداں چھوڑ دیں گے۔



وَلَوْ أَنَّا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَا كَانُوا

لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ وَلٰكِنْ أَكْثَرُهُمْ يَجْهَلُونَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ اور اگر ہم ان کے پاس فرشتوں کو بھیج دیتے اور ان سے مردے باتیں کرنے لگتے اور ہم تمام موجودات (غیبیہ) کو ان کے پاس ان کی آنکھوں کے رو برو کر دیتے تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے اگر خدا چاہے تو اور بات ہے لیکن ان میں زیادہ لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔

تفسیر ﴿۱۱﴾ (وَلَوْ أَنَّا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ) اور وہ ان کو اپنے سامنے دیکھ لیں (وَ كَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى) ہم ان کو زندہ کر دیں اور وہ آپ کی نبوت کی کوئی دلیل دیکھیں جیسے ان کا مقابلہ ہے (وَ حَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا) اہل مدینہ اور ابن عامر زہرا اللہ نے قبور کو قاف کے سرور اور باہ کے فوج کے ساتھ پڑھا ہے یعنی آئے سامنے اور باقی حضرات نے قاف اور باہ کے پیش کے ساتھ اور بعض نے کہا یہ قبور کی بونے ہے یعنی "قبیلہ اہی منون اور بعض نے کہا مقابلہ کے معنی میں ہے ان کے قول اتینک قبلاً لا دبراً ان ظن ہے جب اس کے سامنے آئے۔ (مَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ وَلٰكِنْ أَكْثَرُهُمْ يَجْهَلُونَ)

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيْطٰنِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ اِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۗ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرُهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلِتَصْغِي اِلَيْهِ الْاِنْدَادُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمہ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے تھے کچھ آدمی اور کچھ جن جن میں سے بعضے اور بعضوں کو پیشی چڑھی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایسے کام نہ کرتے جو ان لوگوں کو اور جو کچھ یہ افترا پردازی کر رہے ہیں اس کو آپ رہنے دیجئے۔ اور تاکہ اس کی طرف ان لوگوں کے قلوب مائل ہو جائیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور تاکہ اس کو پسند کر لیں اور تاکہ مرتکب ہو جائیں ان امور سے جن کے وہ مرتکب ہونے لگتے۔

تفسیر ﴿۱۲﴾ (وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا) اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے یعنی جس طرح اس قوم کے ذریعے ہم نے آپ کی آزمائش کی اسی طرح آپ سے پہلے ہر نبی کے لیے دشمن بنائے۔ شَيْطٰنِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ

شیاطین انس و جن کا بیان

ظہیر، ضحاک، سعدی اور شبلی زہرا اللہ فرماتے ہیں کہ مطالب یہ ہے کہ انسانوں کے شیطان ایسے جو انسانوں کے ساتھ اور

جنوں کے شیطان ایسے جو جنوں کے ساتھ اور انسانوں میں سے کوئی شیطان نہیں کیونکہ ابلیس نے اپنے لشکر کو دوحے کر دیا ہے۔ ایک جماعت ان میں سے انسانوں کی طرف اور ایک جماعت جنوں کی طرف بھیجی اور یہ دونوں جماعتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اولیاء کی دشمن ہیں اور یہ دونوں جماعتیں آپس میں ملتی ہیں اور ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھی کو یوں گمراہ کیا تو بھی اس کو اس طریقہ سے گمراہ کر اور یہی ان کی ایک دوسرے کی طرف وحی ہے۔

قائد، مجاہد اور حسن رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ انسانوں میں سے بھی شیاطین ہیں جیسا کہ جنوں میں سے شیطان ہیں اور شیطان ہر سرکش چیز کو کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ شیطان جب کسی انسان کو گمراہ کرنے سے تھک جاتا ہے تو سرکش انسان کی طرف جاتا ہے اور اس کو ابھارتا ہے کہ وہ اس انسان کو گمراہ کرے اس پر دلیل وہ حدیث ہے جس کو ابو ذر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تو اللہ کی پناہ انسانوں اور جنوں کے شیاطین سے مانگتا ہے تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا انسانوں میں بھی شیاطین ہیں؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں اور یہ جنوں کے شیاطین سے زیادہ برے ہیں۔

مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انسانوں کے شیطان زیادہ نقصان دہ ہیں مجھ پر جنوں کے شیاطین سے کیونکہ جب میں تعوذ پڑھتا ہوں تو جنوں کا شیطان بھاگ جاتا ہے اور انسانوں کا شیطان میرے پاس آتا ہے اور مجھے گناہوں کی طرف لے جاتا ہے (يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا) زخرف ایسے قول کو کہتے ہیں جس پر باطل کا خوبصورت لبادہ چڑھایا جاتا ہے لیکن اس کا کوئی معنی نہیں ہوتا۔ یعنی یہ شیاطین بنی آدم کے برے اعمال کو مزین کرتے ہیں اور ان کو دھوکہ دیتے ہیں (وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ) یعنی ان کے دل میں وسوسہ نہ ڈالتے (فَذَرَهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ)

⑩ (وَلِتَصْفَىٰ إِلَيْهِ أَفِيئَةُ الدِّينِ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ) یعنی اس کی طرف مائل ہوتا ہے اور الصفو مائل ہونا۔ کہا جاتا ہے صفو فلان معک یعنی مائل ہو اور اس کا فعل صفى يصفى 'صفا و صفى يصفى اور يصفوا صفو ہے ای ہاء زخرف القول کی طرف لوٹ رہی ہے وَلِيَرُضَوْهُ وَ لِيَقْتَرِفُوا أَوْرُوهَ اس کو پسند بھی کر لیں اور کیے جائیں تاکہ وہ کمائیں۔ مَا هُمْ مُقْتَرِفُونَ) کہا جاتا ہے اقترف فلان مالاً جب وہ مال کمائے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً) اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی تاکہ وہ جو گناہ کرتے ہیں وہ کر لیں۔

أَفْغِيرَ اللَّهُ أَبْتَعِي حَكْمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا وَالَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ⑪ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ⑫ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ⑬ وَإِنْ تَطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ⑭ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ⑮ إِنْ رَبُّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ⑯

تو کیا اللہ کے سوا کسی اور فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں حالانکہ وہ ایسا ہے کہ اس نے ایک کتاب کامل تمہارے پاس بھیج دی ہے اس کی حالت یہ ہے کہ اس کے مضامین خوب صاف صاف بیان کئے گئے ہیں اور جن لوگوں کو اللہ نے کتاب دی ہے وہ اس بات کو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ (قرآن) آپ کے رب کی طرف سے واقفیت کے ساتھ بھیج گیا ہے سو آپ شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ اور آپ کے رب کا کلام واقفیت اور اعتدال کے اعتبار سے کامل ہے اس کے کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ خوب سن رہے ہیں خوب جان رہے ہیں اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں وہ محض بے اصل خیالات پر پتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں بالیقین آپ کا رب ان کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بے راہ ہو جاتا ہے اور وہ ان کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ پر چلتے ہیں۔

تفسیر (۱۱۱) (الغیر اللہ البتہ حکمًا) اس میں عبارت محذوف ہے یعنی اے محمد آپ ان کو کہیں کیا اللہ کے سوا کسی اور کو منصف بناؤں (جو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے تھے کہ آپ ہمارے اور اپنے درمیان کوئی منصف بنا نہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ جواب دیا (وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا) اس میں امر اور نہیں واضح ہیں اور بعض نے کہا مفصلاً کا معنی ہے پانچ پانچ اور اس آیت میں نازل کیں (وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ سَمْعًا) اور جن وہم نے تورات اور انجیل دی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اہل کتاب میں سے ایمان لانے والے مراد ہیں اور وہ اللہ سے منصف بناتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے اہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں اور کتاب سے مراد قرآن ہے (يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ) ابن عباس اور بعض روایات اللہ نے "منزل" کو شد کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ تنزیل باب سے ہے کیونکہ قرآن تصور تصور ایک اتارا گیا ہے اور دیگر حضرات نے تخفیف کے ساتھ انزل باب سے پڑھا ہے (مَنْ رُبُّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونُ مِنَ الْمُنْتَرِبِينَ) شبہ کرنے والوں میں سے کہ وہ اس کو جانتے ہیں۔

(۱۱۲) (وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ) اہل و فہ اور یعقوب نے "کلمۃ" کو مفرد اور باقی حضرات نے کلمات جمع کا میثقہ پڑھا ہے اور کلمات سے مراد امر، نبی، وعدہ، وعید ہیں۔ (صَلَفًا وَعَدْلًا) یعنی وعدوں اور وعید میں سچی ہے اور امر و نہی میں انصاف والی ہے (لَا مُنَادٍ لِّكَلِمَتِهِ) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کی تفسیر کو کوئی ٹالنے والا نہیں اور اس کے حکم کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں اور اس کے وعدہ کا خلاف نہیں (وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ) بعض نے کہا ہے کہ کلمات سے قرآن مراد ہے کہ اس کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا ہے اور نہ اس میں کمی یا زیادتی کر سکتا ہے۔

(۱۱۳) (وَأَنْ تَطِيعَ أَكْثَرُ مَنْ فِي الْأَرْضِ بِيضُلُوكَ عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ) اللہ کے دین سے کیونکہ اکثر دنیا والے گمراہ ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین سے جھگڑا کیا تھا کہ تم جس کو خود ذبح کرنے ہو ان کو صحتے ہو اور جس کو اللہ نے اس کو نہیں کھاتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر مردار کے کھانے میں آپ

علیہ السلام ان کی اطاعت کریں گے تو آپ کو بہکا دیں گے (إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ) یعنی ان کا موجودہ دین تو صرف گمان اور خواہشات ہے کوئی بصیرت نہیں (وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ) یعنی جھوٹ بولتے ہیں۔

⑩ (إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ)

بعض نے کہا ہے کہ حرف صفت کو ہٹانے کی وجہ سے نصب کی جگہ ہے یعنی لمن یقتل اور نہ جان رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا محل مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوتا ہے اور اس کے لفظ استفہام کے ہیں اور معنی یہ ہے کہ تیرا رب ہی خوب جانتا ہے یعنی لوگوں کو کہ اس کے راستے سے کون گمراہ ہو رہا ہے۔ (وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ) یعنی اللہ تعالیٰ گمراہ اور ہدایت یافتہ فریق کو خوب جانتے ہیں تو ہر ایک کو وہی بدلہ دیں گے جس کا وہ مستحق ہے۔

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ⑪ وَمَالِكُمْ إِلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ط وَإِنْ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَاءِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ط إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ⑫ وَذَرُوا ظَاهِرَ الْأَيْمِ وَبَاطِنَهُ ط إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْأَيْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ⑬

⑪ سو جس جانور پر اللہ کا نام لیا جاوے اس میں سے کھاؤ اگر تم اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہو اور تم کو کون امر اس کا باعث ہو سکتا ہے کہ تم ایسے جانور میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان سب جانوروں کی تفصیل بتلا دی ہے جن کو تم پر حرام کیا ہے مگر وہ بھی جب تم کو سخت ضرورت پڑ جاوے تو حلال ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ بہت سے آدمی اپنے غلط خیالات پر بلا کسی سند کے گمراہ کرتے ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو خوب جانتا ہے اور تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑو اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑو۔ بلاشبہ جو لوگ گناہ کر رہے ہیں ان کو ان کے کئے کی عنقریب سزا ملے گی۔

⑫ (فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ) یعنی جو اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو (إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ) کیونکہ وہ لوگ چوپایوں کی کئی اقسام کو حرام قرار دیتے تھے اور مردہ جانوروں کو حلال سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو اللہ نے حلال کیا اس کو حلال سمجھو اور جس کو حرام کیا اس کو حرام سمجھو۔

⑬ (وَمَا لَكُمْ) یعنی کون سی چیز ہے جس کی وجہ سے تم (إِلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ) یعنی ذبح کیا ہوا جانور (وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ) اہل مدینہ یعقوب اور حفص نے (فصل اور حرم) دونوں میں زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی تفصیل کی ہے جو تم پر حرام کیا ہے۔ لقولہ (اسم اللہ) اور ابن کثیر ابن عامر یعقوب اور ابو ع مروانہ کے پیش اور حاء کے پیش اور صاد اور راء کی زیر کیساتھ پڑھا ہے۔ مجہول کا صیغہ اللہ تعالیٰ کے قول (ذکر) کی وجہ سے اور حمزہ کسائی اور

ابو بکر نے (فصل) زبیر کے ساتھ اور (حرم) پیش کے ساتھ حرام جانوروں کی تفصیل سے اشارہ ہے "حرمت علیکم العینۃ والذمہ" آیت کی طرف۔ (إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ) یعنی ان چیزوں کے کھانے پر مجبور ہو جاؤ تو اس وقت حلال ہیں۔ (وَأَنْ كَثِيرًا لِّيُضِلُّوكُمْ) اس کو ذمہ نے یاہ کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا قول (لِيُضِلُّوكُمْ) سورۃ یونس میں اللہ تعالیٰ کے قول (يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ) کی وجہ سے اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے عمرو بن لُحی اور اس کے علاوہ مشرکین مراد ہیں جن نے یثیہ و اور سائبہ کو حلال بتایا اور اس کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کیا اور دیگر حضرات نے زبیر کیساتھ پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول (مَنْ يَضِلْ) کی جہت (بَاهُوا أَنْفُسَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ) جب وہ ان جانوروں کے کھانے سے رک گئے جن پر اللہ کا نام ذکر کیا جائے اور مردانہ کے طرف بلانے کے (إِنْ رَبُّكَ هُوَ الْعَلِيمُ بِالْمُغْتَابِينَ) جو حلال سے تجاوز کر کے حرام کھاتے ہیں۔

۵ (وَذَرُوا ظَاهِرَ الْأَيْمِ وَبَاطِنَهُ) یعنی تمام گناہ چھوڑ دو کیونکہ کوئی بھی گناہ ان دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو ظاہر ہوگا یا چھپا ہوا۔

وَذَرُوا ظَاهِرَ الْأَيْمِ وَبَاطِنَهُ كِتَابِ التَّفْسِيرِ

مجید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظاہر گناہ وہ ہے جو انسان اپنے اعضاء سے کرتا ہے اور باطن گناہ وہ ہے جو وہ دل میں نیت کرتے ہیں۔ یہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا ظاہر اکثر مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ظاہری گناہ وہ ہے جو ظاہر کرنا اور باطن سے مراد چپکے سے زنا کرنا کیونکہ عیب زنا کو بہت پسند کرتے تھے ان کے شرف نام تو چپکے سے زنا کرتے تھے اور غیر شریف لوگ اس کی پروا نہیں کرتے تھے اور اس زنا کو ظاہر کر دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو حرام کر دیا ہے اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ظاہر گناہ وہ ہے جو ظاہر کرنا اور باطن گناہ وہ ہے جو باطن گناہ وہ ہے اور ابن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظاہر اثم ننگا ہو کر طواف کرنا اور باطن گناہ وہ ہے جو باطن گناہ وہ ہے اور ابن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظاہر اثم مردوں کا دن میں بیت اللہ کا ننگے طواف کرنا اور باطن اثم عورتوں کا رات کو ننگے طواف کرنا (إِنَّ اللَّيْنَ بِكُفْرَيْنَ الْأَيْمِ سُبْحَرُونَ) آخرت میں (بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ)۔ جو دنیا میں انہوں نے کمالی کی۔

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكَرْ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِيُؤْخِرَكُمْ إِلَىٰ أُولَئِهِمْ لِيُجَادِلْكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ۝ أَوْ مَنْ كَانَ مِنَّا فَأَخْبَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلَهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا ۚ كَذَلِكَ زَيْنٌ لِّلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

۵ اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ امر بے حکمی ہے اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کو تعلیم کر رہے ہیں تاکہ یہ تم سے (بیکار) بدل کر میں اور اگر (خدا نخواستہ) تم ان لوگوں کی اطاعت (عقائد و افعال میں) کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ۔ ایسا شخص جو کہ پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے ایک

ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کی حالت یہ ہو کہ وہ تاریکیوں میں سے ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال مستحسن معلوم ہوا کرتے ہیں۔

تفسیر (۱۲۱) وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ ذَنْحِ کے وقت جان کر یا بھول کر تسمیہ چھوڑ دینے کی صورت میں ذبیحہ کا حکم۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آیت مُردہ جانوروں اور جوان کے حکم میں ہیں ان کی حرمت کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت میں وہ جانور مراد ہیں جن کو وہ بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے۔ اہل علم کا اس صورت میں اختلاف ہے کہ اگر مسلمان اللہ کا نام ذبح کے وقت نہ ذکر کرے تو کیا حکم ہے؟ ایک جماعت کا قول ہے کہ چاہے نام لینا بھول گیا ہو یا جان بوجھ کر نہ پڑھے دونوں صورتوں میں یہ جانور حرام ہے۔ یہی امام شافعی اور ابن سیرین رحمہما اللہ کا قول ہے۔ ان حضرات نے اسی آیت کے ظاہری معنی سے استدلال کیا ہے اور ایک جماعت کا قول ہے کہ دونوں صورتوں میں مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے۔ یہی بات ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے اور یہی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کا قول ہے اور ایک جماعت کا قول ہے کہ اگر مسلمان نے جان بوجھ کر تسمیہ چھوڑ دی تو جانور حلال نہ ہوگا اور اگر بھول کر چھوڑ دی تو حلال ہے۔ خرقی نے امام احمد رحمہ اللہ کے شاگردوں سے نقل کیا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے اور سفیان ثوری رحمہ اللہ اور اصحاب رائے کا بھی یہی قول ہے جنہوں نے اس جانور کو مباح قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ آیت میں مُردہ جانور اور وہ جانور جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے جائیں وہ مراد ہیں کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے فسق کہا ہے اور فسق غیر اللہ کا نام لینے ہی کی صورت میں ہو سکتا ہے جیسا کہ اسی سورت کے آخر میں کہا ”او فسقا اهل لغير الله به“ اور ان حضرات کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک قوم نے کہا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے ہاں ایک قوم ہے جنہوں نے شرک سے نئی جان چھڑائی ہے وہ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ وہ اللہ کا نام لیتے ہیں یا نہیں؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تم اللہ کا نام لے کر کھا لو۔ اگر جانور کے حلال ہونے کے لیے تسمیہ شرط ہوتی تو اس کے پائے جانے میں جب شک ہو تو گوشت ممنوع ہوتا۔ جیسا کہ اگر جانور میں یہ شک ہو جائے کہ اس کو ذبح کیا گیا ہے یا نہیں تو وہ جانور ممنوع ہوتا ہے (وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَيُؤْخُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَٰهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ) اس جھگڑا کا واقعہ یہ ہے کہ مشرکین کہنے لگے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں بتائیں کہ جب بکری مر جاتی ہے تو اس کو کون مارتا ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ اس کو مارتا ہے تو کہنے لگے کیا آپ کا یہ گمان ہے کہ جس کو آپ اور آپ کے ساتھی ماریں وہ حلال ہے اور جس کو کتا، شکر، چیتا مار دے وہ حلال ہے؟ اور جس کو اللہ مار دے وہ حرام ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ) مُردار کھانے میں (إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ) زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت میں واضح دلیل ہے کہ جو حلال چیز کو حرام قرار دے یا حرام کو حلال قرار دے وہ مشرک ہے۔

(۱۲۲) (أَوْ مِنْ كَانَ مَيْتًا فَآخِيْنَهُ) نافع نے (میتا) اور لحم اخيه ميتا) اور (والارض الميتة احييناها) ان میں شد

کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے تخفیف کے ساتھ۔ یعنی کفر کی وجہ سے مُردو تھا ہم نے ایمان کے ذریعے اس کو زندہ کر دیا۔
 (وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا) تاکہ تم اس کے ذریعے سے روشنی حاصل کرو۔ (يُمَشِي بِهِ فِي النَّامِ) راستے کے ارادہ پر۔ بعض نے کہا کہ نور سے مراد اسلام ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا (يَخْرُجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ) نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف) اور تمام روزمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روشنی اللہ کی کتاب ہے جو اللہ کی طرف سے مومن کے لیے واضح دلیل ہے کہ اس کی روشنی میں عمل کرنا ہے اس سے دلیل لیتا ہے (كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ يَهْدِيهِ إِلَى النُّورِ) گویا کہ وہ اندھیرے میں ہے لیکن بخارج مینھا) یعنی کفر کی تاریکیوں میں۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ آیت دو متعین شخصوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پھر ان کی تعین میں اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”جَعَلْنَا لَهُ نُورًا“ سے مراد حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور ”كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ“ سے ابو جہل بن ہشام مراد ہے۔

اور نبی اکرم اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ آیت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ابو جہل بن ہشام کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور عمر مراد نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عمر بن یاسر اور ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (كَذَلِكَ زَيْنٌ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) یعنی غم اور مصیبت۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ شیطان نے ان کے لیے بتوں کی عبادت کو مزین کر دیا۔
 وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكْبَرًا مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٥﴾ وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِحَتَّى تَأْتِيَنَا بِآيَةٍ وَاللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ مِّمَّا كَانُوا يَمْكُرُونَ ﴿٢٦﴾

اور اسی طرح ہر نعتی میں وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مرتکب بنایا تاکہ وہ لوگ وہاں شرارتیں کیا کریں اور لوگ اپنے ہی ساتھ شرارت کر رہے ہیں اور ان کو ذرا خبر نہیں۔ اور جب ان کو کوئی آیت پہنچتی ہے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم پر کونسا ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جاوے جو اللہ کے رسولوں کو دی جاتی ہے اس موقع کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے جہاں وہ اپنا پیغام بھیجتا ہے عنقریب ان لوگوں کو جنہوں نے یہ جرم کیا ہے خدا سے پاس پہنچ کر ذات پہنچنے کی اور سزا سے سخت ان کی شرارتوں کے مقابلہ میں۔

ابو جہل کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر او جھڑی ڈالنا اور حضرت حمزہؓ کا اس سے بدلہ لینا

تفسیر اس کا پس منظر یہ ہے کہ ابو جہل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گور سے بھری او جھڑی ڈالی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے لٹا دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کمان تھی، آپ کو اس وقت یہ خبر ملی آپ اس وقت ایمان نہ لائے یہ خبر سنتے ہی

غصہ میں ابو جہل کے پاس گئے اور اپنی کمان ابو جہل کو ماری تو وہ گڑگڑانے لگا کہ اے ابو یعلیٰ آپ کو پتہ نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا دین لائے ہیں؟ ہمیں بے وقوف کہتے ہیں ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں، ہمارے آباء و اجداد کی مخالفت کرتے ہیں تو حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم سے زیادہ بے وقوف کون ہے؟ اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

⑫ (وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكْبَرًا مُّجْرِمِيهَا) جیسا کہ مکہ کے فساق مکہ کے سردار ہیں اسی طرح ہم ہر بستی کے گنہگار اس کے سردار بناتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ رہا ہے کہ رسولوں کے پیروکار ہر بستی کے کمزور لوگ ہوا کرتے ہیں جیسا کہ نوح علیہ السلام کے واقعہ میں فرمایا ہے ”انؤمن لك واتبعك الارذلون“ اور ان کے فسق لوگوں کو ان کے بڑے اور سردار لوگ بنایا۔ (لِيَمْكُرُوا فِيهَا) ان لوگوں نے مکہ کے ہر راستے پر چار آدمی بٹھائے ہوئے جو لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے روکتے تھے اور کہتے تھے اس شخص سے بچنا کیونکہ یہ نجومی، جادوگر، جھوٹا ہے۔ ”نعوذ بالله من ذلك“ (وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ) کہ ان کے مکر کا وبال ان پر آئے گا۔

⑬ (وَإِذَا جَاءَ تَهُمُ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّى نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ يَعْنِي جُورِ سُلُوكِ كُوفُوتِ دِي گئی ہے وہ ہمیں دی جائے۔

وإذا جاء تهم آية كانزول كس کے حق میں ہوا

اس کا پس منظر یہ ہے کہ ولید بن مغیرہ کہنے لگا اگر نبوت حق ہوتی تو میں اس کا زیادہ حق دار تھا کیونکہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں بڑا ہوں اور مال میں زیادہ ہوں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آیت ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ اس نے کہا تھا ہم سے بنو عبد مناف مرتبہ میں مزاحم تھے حتیٰ کہ ہم دونوں ہم مرتبہ تھے اب وہ کہیں گے کہ ہم میں نبی ہے جس کی طرف وحی کی جاتی ہے اللہ کی قسم ہم نہ اس پر ایمان لائیں گے اور نہ اس کی اتباع کریں گے مگر یہ کہ ہمارے پاس بھی اس کی طرح وحی آجائے تو ٹھیک ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ”وإذا جاء تهم آية“ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر حجت۔ وہ کہتے ہیں یعنی ابو جہل ”لن نؤمن حتى نؤتى مثل ما أوتى رسل الله“ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ (اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ) ابن کثیر اور حفص نے ”رسالۃ“ مفرد پڑھا ہے اور باقی حضرات نے ”رسالاتہ“ جمع۔ یعنی اللہ خوب جانتا ہے کہ کون رسالت کا زیادہ مستحق ہے۔ (سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ مِّمَّا كَانُوا يَمْكُرُونَ) بعض نے کہا کہ دنیا میں ذلت اور آخرت میں سخت عذاب ہے۔

فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ

ضَيْقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ ۚ كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ⑥

سورہ جنس جنم کو اللہ تعالیٰ راستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتے ہیں اور جس کو سب راہ رکھنا چاہتے ہیں اس کے سینہ کو تنگ بہت تنگ کر دیتے ہیں جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر پھینکا رکھتا ہے۔

یشرح صدرہ للاسلام کی تفسیر اور علامات

تفسیر (۱) لَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ فَمَنْ يَمُرُّ بِهِ فَلَا تُجْرَمُ ۚ كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ⑥

یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کو مانگتا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرح صدر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ مؤمن کے دل میں ڈال دیتے ہیں جس کی وجہ سے اس کا سینہ کھل جاتا ہے تو سوال یہ کیا کیا اس کی کوئی علامت ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھنے کے گھر کی طرف رجوع کرنا اور صوم کے گھر (ذنی) سے کنارہ کش ہونا اور موت کی تیاری کرنا موت آنے سے پہلے (وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صُلْبَهُ ضَيْقًا حَرَجًا) ابن کثیر رحمہ اللہ نے "ضیقًا" کو یہاں اور سورۃ فرقان میں بغیر شد کے پڑھا ہے اور باقی نے شد کے ساتھ اور یہ دونوں نکتے ہیں جیسے "ہین ہین و لین لین" "حرجًا" اہل مدینہ اور ابو بکر نے راہ کے کسر اور باقی نے راہ کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ دونوں نکتے بھی نکتے ہیں۔ یعنی اس کے دل کو بالکل تنگ کر دیتا ہے کہ ایمان داخل نہ ہو سکے اور کبھی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آیت تک کے لیے اس میں کوئی سوراخ نہ ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے ذکر کو سنتا ہے تو اس کا دل تنگ ہو جاتا ہے اور جب بتوں کی عبادت کا ذکر ہو تو راحت محسوس کرتا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو پڑھا اور انہیں قیام کے ایک دیکھائی سے پوچھا کہ تمہاری لغت میں "حرجہ" کا کیا معنی ہوتا ہے تو اس نے کہا کہ ایک ایسا درخت جو درختوں کے اتنے گھنے جھنڈ میں ہوتا ہے کہ نہ اس تک کوئی چڑھ سکا اور نہ کوئی وحش جانور اور نہ کوئی اور چیز تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسی طرح منافق کی طرف کوئی خیر نہیں پہنچ سکتی۔ (كَأَنَّمَا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ)

ابن کثیر رحمہ اللہ نے "يصعد" کو بغیر شد کے اور صاعدا کے سکون کے ساتھ اور ابو بکر نے عاصم رحمہ اللہ سے "يصاعد" الف کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے عین اور صاعدا کی شد کے ساتھ "يصعد" پڑھا ہے۔ یعنی اس پر ایمان لانا ایسے مشکل ہے جیسے آسمان پر چڑھنا مشکل ہے اور الصعود کی اصل مشقت ہے اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا قول "سارھفہ صعوداً" ہے یعنی مشکل کھائی۔ (كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رجس سے مراد شیطان ہے کہ شیطان کو مسابہ کر دے گا۔

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رجس جس میں خیر نہ ہو اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں رجس سے مراد عذاب اور بعض نے کہا نجاست مراد ہے۔ مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو فرماتے اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں رجس اور نجس سے۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رجس دنیا میں لعنت اور آخرت میں عذاب ہے۔

وَهَذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۖ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٢٦﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢٧﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا يَمْعُشَرُ الْجِنِّ قَدْ اسْتَكْبَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ وَقَالَ أَوْلِيؤُهُمْ مِنَ الْإِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَّغْنَا آجَلَنَا الَّذِي أَجَلْتَ لَنَا ۖ قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿١٢٨﴾

ترجمہ اور یہی تیرے رب کا سیدھا راستہ ہے ہم نے نصیحت حاصل کرنے والوں کے واسطے ان آیتوں کو صاف صاف بیان کر دیا ان کے واسطے ان کے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور اللہ ان سے محبت رکھتا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے اور جس روز اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کریں گے اے جماعت جنات کی تم نے انسانوں (کے گمراہ کرنے) میں بڑا حصہ لیا جو انسان ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ (اقراراً) کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ حاصل کیا تھا اور ہم اپنی اس معین میعاد تک آپہنچے جو آپ نے ہمارے لئے متعین فرمائی تھی (یعنی قیامت) اللہ تعالیٰ (سب کفار جن و انس سے) فرماویں گے تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے ہاں اگر خدا ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے بیشک آپ کا رب بڑی حکمت والا بڑا علم والا ہے۔

تفسیر ﴿١٢٦﴾ (وَهَذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا) یعنی جو ہم نے بیان کیا اور بعض نے کہا وہ راستہ جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ دین جو آپ علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے پسند کیا ہے بالکل سیدھا ہے کہ اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں۔ (قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ)

﴿١٢٧﴾ (وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا يَمْعُشَرُ الْجِنِّ) یعنی جنت۔ اکثر مفسرین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ سلام اللہ تعالیٰ ہیں اور دار سے مراد جنت ہے۔

لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ كِتَابِ تَفْسِيرِ

اور بعض نے کہا سلام سلامتی ہے۔ یعنی ان کے لیے آفات سے سلامتی کا گھر ہے۔ یعنی جنت کو دار السلام اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جو بھی اس میں داخل ہوگا ہر قسم کی تکالیف سے محفوظ ہو جائے گا اور بعض نے کہا اس وجہ سے نام رکھا گیا کہ اس کے تمام حالات سلام کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ ابتداء میں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ”ادخلوها بسلام امنین“..... ”والملائكة يدخلون عليهم من كل باب سلام عليكم“ وقال ”لا يسمعون فيها لغواً ولا تائيباً الا قبيلاً سلاماً سلاماً“

(نَحْبِيهِمْ لِيَهِيَ سَلَامٌ) (سَلَامٌ لِقَوْلَا مِنْ رَبِّ رَحِيْمٍ) (وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) حسین بن فضیل فرماتے ہیں کہ ان کو دنیا میں ولی بنایا اپنی توفیق سے اور آخرت میں ان کو جزا دی جائے گی۔

⑥ "وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ" بعض نے "یوحشرہم" یام کے ساتھ پڑھا ہے۔ "جَمِيعًا" یعنی جنوں اور انسانوں کو قیامت کے موافق میں جمع کرے گا اور کہے گا۔ "يَمْعَشِرُ الْجِنِّ" جن سے مراد شیاطین ہیں (قَدْ اسْتَكْفَرْتُمْ مِنَ الْاِنْسِ) سے یعنی ترے گمراہ کر کے بہت سے انسان اپنے ساتھ ملا لیے۔ (وَقَالَ اَوْلِيُوهُمْ مِنَ الْاِنْسِ) یعنی شیطانوں کے وہ انسان دوست جنوں نے ان کی اطاعت کی ہے۔ (رَبَّنَا اسْتَمْنِعْ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ) کہیں رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انسانوں نے جنوں سے نفع میں حاصل کیا کہ جب کوئی انسان جنگل بیابان میں سفر کرتا اور وہاں پڑاؤ ڈالتا اور جنوں کا خوف ہوتا تو وہ کہتا میں اس وادی سے سرداری پنہاں آتا ہوں اس کی قوم کے بے آقوں کے شر سے تو وہاں آسانی سے رات گزارتا اور جنوں نے نفع یہ اٹھایا کہ وہ بچے کے ہم جنوں کے ساتھ انسانوں کے بھی سردار ہو گئے کہ وہ ہارنی پنہاں مانتے ہیں۔ تو وہ اپنی قوم میں مرتبہ میں بڑھ گئے اور خود کو منیر سمجھنے لگے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "وانہ کان رجال من الانس يعوذون برجال من الجن فزادوهم رهقا"

اور بعض نے کہا کہ انسانوں نے جنوں سے یہ نفع اٹھایا کہ وہ ان کو جادو اور کہانت وغیرہ بتاتے تھے اور جنوں نے ناکدویہ حاصل کیا کہ انسان ان کے بدلے میں ان کی اطاعت کرتے تھے گمراہی اور معاصی کے امور میں جو ان کے لیے مزین کیے گئے تھے۔ محمد بن عبد رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ ایک دوسرے کی اطاعت کرتا اور ایک دوسرے کی موافقت کرتا ہے۔ (وَبَلَّغْنَا آجَلَنَا الَّذِي اجْتَلت لَنَا) یعنی قیامت اور بعث (قَالَ النَّارُ مَشْرُكُم) تمہارا ٹھکانہ (خَلِيدِينَ لِيَهِيَ الْاِلا مَا شَاءَ اللّٰهُ) اس استثناء میں ان کا اختلاف ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول "خالدين ليهيها ما دامت السموات والارض الا ما شاء ربك" میں۔ بعض نے کہا کہ اتنا غم نہ مراد ہے جو ان کے دوبارہ زندہ کرنے اور جہنم میں بھیجنے کے درمیان ہے۔ یعنی ہمیشہ جہنم میں رہیں گے مگر اتنی مدت اور بعض نے کہا کہ استثناء کا تعلق عذاب سے ہے کہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے سوائے اس کے کہ اللہ عذاب کی قسم میں سے جو چاہے۔ کا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ استثناء کا تعلق اس قوم سے ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ وہ اسلام لے آئیں گے اور آگ سے نکالے جائیں گے۔ اس صورت میں ما شاء اللہ میں "ما من" کے معنی میں ہوگا۔ (ان ربك حكيمٌ عليهم) وہ دلوں کے اندر کو جاننے والا ہے کہ تم نیک ہو تمہاری پرہیزگار ہو۔

وَكَذَلِكَ نُؤْتِي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ⑦ يَمْعَشِرُ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ
الْم يَاتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقْضُونَ عَلَيْكُمْ اَيْثِي وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا
شَهِدْنَا عَلَى اَنْفُسِنَا وَغَرَّبْنَاهُمْ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَى اَنْفُسِهِمْ اَنْهُمْ كَانُوا كٰفِرِيْنَ ⑧
⑧ اور اسی طرح ہم بعض کفار کو بعض کے قریب رکھیں گے ان کے اعمال کے سبب اے جماعت جنات اور

انسانوں کے کیا تمہارے پاس تم ہی میں کے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم سے میرے احکام بیان کرتے تھے اور تم کو اس آج کے دن کی خبر دیا کرتے تھے وہ سب عرض کریں گے کہ ہم اپنے اوپر (جرم کا) اقرار کرتے ہیں اور ان کو دنیوی زندگی نے بھول میں ڈال رکھا ہے اور یہ لوگ مقرر ہوں گے کہ وہ کافر تھے۔

تفسیر (129) (وَكَذَلِكَ نُؤَيِّ بِعُضِّ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ) بعض نے کہا یعنی جیسے ہم نے نافرمان جن وانس کو ذلیل کیا حتیٰ کہ انہوں نے ایک دوسرے سے نفع اٹھایا۔ اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض پر مسلط کر دیں گے اور ظالم سے ظالم کے ذریعے بدلہ لیں گے جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ جس نے ظالم کی مدد کی اللہ اس ظالم کو اسی پر مسلط کر دے گا۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم ان میں سے بعض کو بعض کا دوست بنا دیں گے۔ پس مؤمن جہاں بھی ہو مؤمن کا دوست ہوگا اور کافر کافر کا دوست ہے جہاں بھی ہو اور معمر نے قتادہ سے روایت کیا ہے ہم ان میں سے بعض کو بعض کے آگے پیچھے لگا دیں گے۔ موالا سے ہے اور بعض نے کہا ہے اس کا معنی ہم ظالم انسانوں کو ظالم جنوں کا اور ظالم جنوں کو ظالم انسانوں کا دوست بنا دیں گے اور ان کو ایک دوسرے کے سپرد کر دیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ”نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى“ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کی تفسیر کے بارے میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتے ہیں تو ان کا معاملہ ان کے بہترین لوگوں کے سپرد کرتے ہیں اور جب کسی قوم کے بارے میں شر کا ارادہ کرتے ہیں تو ان کا معاملہ ان کے برے لوگوں کے سپرد کر دیتے ہیں یعنی حکمران برے لوگ ہوتے ہیں۔

(130) (يَمْعَشَرُ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ)

جنات میں رسول مبعوث ہوئے ہیں یا نہیں

اس میں اختلاف ہے کہ جنوں میں رسول بھیجے گئے ہیں کہ نہیں؟ ضحاک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا بالکل کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ نے فرمایا ”الم یأتکم رسل منکم“ کیا نہیں آئے تمہارے پاس رسول انسانوں میں سے یا جنوں میں سے اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے رسول جنوں اور انسانوں کی طرف بھیجے جاتے تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن وانس سب کی طرف بھیجے گئے ہیں اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول انسانوں میں آئے ہیں اور جنوں میں ڈرانے والے آئے ہیں رسول نہیں آئے۔ پھر آیت پڑھی ”وَلَوْ أَلِیٰ قَوْمِهِمْ مَنْدَرِینَ“ کہ جنوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام سنی اور جنوں کو تبلیغ کی اس صورت میں ”رسل منکم“ کا تعلق صرف انسانوں سے ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا (ینخرج منهما اللؤلؤ والمرجان نکلتے ہیں ان دونوں سمندروں سے موتی اور مونگے) حالانکہ یہ تو کھارے سمندر سے نکلتے ہیں نہ کہ ٹیٹھے سے۔ (وجعل القمر فیہن نوراً) یہ ایک ہی آسمان سے نازل ہوتا ہے۔

(نَقُصُونَ عَلَیْكُمْ) تمہارے اوپر پڑھتے ہیں ایسی میری کتابیں (وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ یَوْمِكُمْ هَذَا) قیامت کے دن سے (قَالُوا شَهِدْنَا عَلَیٰ أَنْفُسِنَا) کہ انہوں نے پیغام پہنچا دیا تھا۔ مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ اقرار اس وقت ہوگا جب

ان کے اعضاء ان کے خلاف شرک اور کفر کی گواہی دیں گے (وَعَرَّتْهُمْ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا) حتیٰ کہ ایمان نہیں لائے (وَقَسَبُوا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ اَنْهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ)۔

ذٰلِكَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكِ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاهْلَهَا غٰفِلُوْنَ ⑩ وَلِكُلِّ دَرَجَتٍ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَّمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ⑪ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَشَآءْ يَذْهَبِكُمْ وَاَيُّكُمْ يَسْتَخْلِفُ مِنْ مِّنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَآءُ كَمَا اَنْشَاَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةٍ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ⑫ اِنْ مَاتُوْا غَدُوْنَ لَا تِ وَّمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ⑬

⑩ یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ کا رب کسی بستی والوں کو ایسی حالت میں ہلاک نہیں کرتا کہ اس بستی کے رہنے والے بے خبر ہوں اور ہر ایک کے لئے درجے ملیں گے ان کے اعمال کے سبب اور آپ کا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے اور آپ کا رب بالکل مہربان ہے رزق والا ہے اور وہ چاہے تو تم سب کو اٹھالیوے اور تمہارے بعد جس کو چاہے تمہاری جگہ آباد کرے جیسا کہ تم کو ایک دوسری قوم کی نسل سے پیدا کیا ہے جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ بیشک آئے گا اور تم بے خبر نہیں کر سکتے۔

تفسیر ⑩ (ذٰلِكَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكِ الْقُرٰى بِظُلْمٍ) یعنی یہ جو ہم نے آپ علیہ السلام پر رسولوں کے واقعات اور ان کی تکذیب کرنے والوں کا عذاب بیان کیا اس لیے کہ آپ کا رب بستیوں کو ان ان کے ظلم و شرک کی وجہ سے ہلاک کرنے والا نہیں ہے کہ "وَاهْلَهَا غٰفِلُوْنَ" ان کو ذرا یاد کیا ہو حتیٰ کہ ان کی طرف رسولوں کو بھیجتا ہے جو ان کو ڈراتے ہیں۔ اور وہاں سے لوگ بے خبر ہوں کہ ان کو ذرا یاد کیا ہو۔ کبھی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو اس وقت تک ہلاک نہیں ہوتے جب تک رسول نہ بھیج دیں اور بعض نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ بغیر تنبیہ اور بغیر تذکیر کے ان کو ہلاک نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم تعالیٰ نے یہ سنت جاری کی ہے گناہ کے بعد ہی پکڑتا ہے اور گناہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب کسی کو حکم دیا جائے اور وہ حکم نہ مانے یا کسی کام سے روکا جائے اور وہ نہڑے اور یہ سب کچھ رسولوں کے ڈرانے کے بعد ہو سکتا ہے۔

⑪ (وَلِكُلِّ دَرَجَتٍ مِّمَّا عَمِلُوْا) یعنی ثواب اور عقاب دنیا میں جو انہوں نے عمل کیے اس کے مطابق ہوگا۔ بعض کو بہت سخت عذاب اور بعض کو بہت زیادہ ثواب ہوگا (وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ) ابن عامر نے "تعملون" تاء کے ساتھ اور باقی حضرات نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

⑫ (وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ) اپنی مخلوق سے (ذُو الرَّحْمَةِ) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اپنے اولیاء اور اطاعت کرنے والوں پر (اِنْ يَشَآءْ يَذْهَبِكُمْ) تم کو ہلاک کر دے۔ یہ اہل مکہ کو وعید ہے (وَيَسْتَخْلِفُ مِنْ مِّنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَآءُ) تمہارے علاوہ مخلوق کو جو زیادہ فرمانبردار ہو (كَمَا اَنْشَاَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةٍ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ) یعنی تمہارے پچھلے آباء و اجداد سے نسل در نسل۔

۱۳۴ (اِنَّ مَا تُوَعَدُوْنَ) یعنی حشر اور قیامت کے آنے کا جو تم سے وعدہ کیا گیا ہے (لَا تِ وَ مَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ)۔ یعنی اس سے چھوٹنے والے نہیں ہیں یعنی جہاں بھی تم ہو گے موت تمہیں آئے گی۔

قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ط اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُوْنَ ۱۳۵ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَا مِنْ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلٰی اللّٰهِ وَ مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰی لَشُرَكَائِهِمْ ط سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۱۳۶ وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَائِهِمْ لِيُرْذُوْهُمْ وَ لِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ط و لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرَهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ ۱۳۷

آپ یہ فرمادیجئے کہ اے میری قوم! تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی عمل کر رہا ہوں۔ سواب جلدی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ اس عالم کا انجام کار کس کے لئے نافع ہوگا۔ یہ یقینی بات ہے کہ حق تلفی کرنے والوں کو کبھی فلاح نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کئے ہیں ان لوگوں نے ان میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر کیا اور بزم خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا ہے پھر جو چیز ان کے معبودوں کی ہوتی ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں پہنچتی اور جو چیز اللہ کی ہوتی ہے وہ ان کے معبودوں کی طرف پہنچ جاتی ہے انہوں نے کیا بری تجویز نکال رکھی ہے اور اسی طرح بہت سے مشرکین کے خیال میں ان کے معبودوں نے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو مستحسن بنا رکھا ہے تاکہ وہاں کو برباد کریں اور تاکہ ان کے طریقہ کو منجھوٹ کر دیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ ایسا کام نہ کرتے تو آپ ان کو اور جو کچھ یہ غلط باتیں بنا رہے ہیں یونہی رہنے دیجئے۔

تفسیر (قُلْ اے محمد آپ کہہ دیجئے يَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ) ابو بکر نے عام سے ”مکاناتکم“ جمع کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی جہاں بھی ہو۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس حالت پر تم ہو۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس پر تم ہو اسی پر عمل کرتے رہو۔ آدمی جو جب وہ کسی حالت پر ہو اور اس پر ثابت قدم رہنے کا حکم کیا جائے تو کہا جاتا ہے ”علی مکانتک یا فلان“ یعنی اپنی حالت پر ثابت قدم رہو اور یہ امر وعید میں مبالغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ السلام کو کہہ رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کہہ دیں جو تم کرتے ہو کرتے رہو۔ ”انی عامل“ جو مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے۔ ”فسوف تعلمون من تكون له عاقبة الدار“ یعنی جنت۔ حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے یکون یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہاں اور سورۃ القصص میں اور دیگر حضرات نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے ”العاقبة“ کے مؤنث ہونے کی وجہ سے۔

۱۳۵ (اِنِّیْ عَامِلٌ) جو مجھے میرے رب نے حکم دیا (فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ) مَنْ تَكُوْنُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس نے کفر کیا یا شرک کیا وہ نیک بخت نہ ہوگا۔ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُوْنَ ضحاک رحمہ اللہ

فرماتے ہیں کہ وہ کامیاب نہ ہوگا۔

⑤ (وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا)

کھیتوں میں اور چوپالوں میں مشرکین بتوں کا حصہ بھی رکھتے ہیں

مشرکین اپنی کھیتوں، مویشیوں اور پھلوں اور تمام اموال میں اللہ تعالیٰ کا حصہ رکھتے تھے اور بتوں کا بھی حصہ رکھتے تھے جو اللہ تعالیٰ کا حصہ ہوتا اور مہمانوں اور مسکینوں پر خرچ کرتے اور جو بتوں کے نام پر جو متعین کرتے وہ بتوں کے خدام کیسے مقرر کرتے اگر کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے حصہ میں سے بتوں کے حصہ میں کر جاتی اس کو نہ اٹھاتے اور کہتے اللہ ان چیزوں سے غنی ہے اور اگر بتوں کے حصہ سے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے حصہ میں کر جاتی تو اس کو اٹھالیتے اور کہتے یہ محتاج ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حصہ میں کچھ کوئی ہو جاتی یہ سارا حصہ ہلاک ہو جاتا تو اس کی پروا نہ کرتے اور اگر بتوں کا حصہ ہلاک ہو جاتا یا کمی ہو جاتی تو اس کو اللہ تعالیٰ کے حصہ سے پورا کرتے۔ (فَقَالُوا هَذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ) زام کے پیش کے ساتھ اور باقی حضرات نے زام کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ آیتیں ہیں اور اس کا معنی یہ حقیقی بات۔ (وَهَذَا لِلشُرَكَائِنَا) یعنی بتوں کا (لَمَّا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَى اللَّهِ) اور اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے نہیں کہا کہ وہ بتوں کا حصہ اللہ تعالیٰ کے حصہ سے پورا کریں اور اللہ کا حصہ بتوں کے حصہ سے پورا نہ کریں۔ تو اللہ فرماتا ہے کہ جب قحط آتا تو اللہ تعالیٰ کے حصہ کو کھاتے اور جو بتوں کا حصہ ہوتا اس کو نہ کھاتے، مَنَاءَ مَا يَنْحَكُمُونَ۔

⑥ (وَكَذَلِكَ زَيْنٌ لِّكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ) جیسا کہ کھیتی اور مویشیوں کی حرمت ان کے لیے مزین کی گئی اسی طرح اکثر مشرکین نے مزین بریا (فَلِأُولَآئِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُؤْتُوهُم مِّنْهُم مَّا يَشَاءُونَ وَيُغْنُوهُمْ) مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیاطین نے ان کے لیے شیٹوں کے قتل و مزین بریا۔ شیاطین کو لاشہ کہا کیونکہ انہوں نے ان کی اطاعت کی اللہ کی نافرمانی کرنے میں۔ شیٹیں زمرہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے شکار ان کے معبودوں کے خادم ہیں جنہوں نے کفار کے لیے اولاد کے قتل کو مزین بریا تو مشرکین یہ نہ جانتے تھے کہ آراتے بیٹے پیدا ہونے تو ایک کو زنج کر دوں گا جیسا کہ عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبد اللہ پر قتل کھائی تھی اور ان کا سر زمرہ اللہ نے "زین" زام کے پیش اور یام کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ "فَلِأُولَآئِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ" انصوب ہے۔ "شُرَكَآؤُهُمْ" انصوب کے ساتھ مقدم ہونے کی بناء پر۔ گویا کہ فرمایا ہے کہ بہت سے مشرکین کے لیے ان کے شکار ان کی اولاد کو قتل کرنا مزین کیا گیا ہے۔ فعل اور فاعل کے درمیان مفعول ہے یعنی الا اولاد کے ذریعہ ناسخ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

فَرِحَ حَجَّتَهُ مَسْكَنًا زَجَّ الْقُلُوصِ ابْنِي مَزَادَهُ

یعنی زنج ابی مزادہ القلوص تو فعل یعنی قتل کو لاشہ کاہ کی طرف منصف کیا گیا ہے۔ اگرچہ انہوں نے اس کو نہیں کیا تھا۔

کیونکہ انہوں نے اس کو مزین کیا ہے اور اس کی طرف بلایا ہے تو گویا کہ انہوں نے خود یہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ”لیردوہم“ تاکہ وہ ان کو ہلاک کر دیں۔ ”ولیلبسوا علیہم“ تاکہ وہ ان پر خلط کر دیں۔ ”دینہم“

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تاکہ ان پر ان کے دین میں شک کو داخل کر دیں یہ اسماعیل علیہ السلام کے دین پر تھے شیطان کی تلبیس کی وجہ سے اس سے پھر گئے۔ (وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ) اگر اللہ چاہتے تو ان کو محفوظ کرتے جس کی وجہ سے کھیتی اور مویشی کو حرام نہ کر سکتے اور اولاد کو قتل نہ کرتے (فَدَرَهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ)

وَقَالُوا هَذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرَّتْ حِجْرٌ لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَشَاءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ ط سَيَجْزِيهِمْ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ⑬⑧ وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّدُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا وَإِنْ يَكُنْ مَيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ ط سَيَجْزِيهِمْ وَصَفَهُمْ ط إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ⑬⑨

اور وہ اپنے خیال (باطل) پر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ (مخصوص) مویشی ہیں اور (مخصوص) کھیت ہیں جن کا استعمال ہر چیز کو جائز نہیں ان کو کوئی نہیں کھا سکتا سوا ان کے جن کو ہم چاہیں اور (کہتے ہیں کہ یہ مخصوص) مویشی ہیں جن پر سواری یا بار برداری حرام کر دی گئی ہے اور (مخصوص) مویشی ہیں جن پر یہ لوگ اللہ کا نام نہیں لیتے (یہ سب باتیں) محض اللہ پر افتراء باندھنے کے طور پر (کہتے ہیں) ابھی اللہ تعالیٰ ان کو ان کے افترا کی سزا دیے دیتا ہے اور وہ (یوں بھی) کہتے ہیں کہ جو چیز ان مویشی کے پیٹ میں (سے نکلتی) ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ (پیٹ کا نکلا ہوا بچہ) مردہ ہے تو اس سے (مشتفع ہونے کے جواز ہیں) (مرد و عورت) سب برابر ہیں ابھی اللہ تعالیٰ ان کو ان کی غلط بیانی کی سزا دیے دیتا ہے بلاشبہ وہ بڑا حکمت والا بڑا علم والا ہے۔

تفسیر ⑬⑧ (وَقَالُوا هَذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرَّتْ حِجْرٌ) یعنی حرام ہے۔ یعنی جو کھیتی اور مویشی اللہ تعالیٰ اور بتوں کے لیے خاص کی ہے وہ حرام ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مویشیوں سے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حام مراد ہیں۔ (لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَشَاءُ بِزَعْمِهِمْ) یعنی مرد کھائیں عورتیں نہ کھائیں (وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا) یعنی حام کی پیٹھ پر سوار نہ ہوتے تھے (وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا) یعنی ان کو بتوں کے نام کے ساتھ ذبح کرتے ہیں۔ ابو وائل کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ان پر نہ حج کرتے ہیں اور نہ کوئی نیکی کا کام۔ اس لیے کہ یہی عادت جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام ہر خیر کے کام پر لیا جاتا ہے تو یہاں اللہ کے ذکر سے فعل خیر مراد لیا ہے۔ (افْتِرَاءً عَلَيْهِ ط سَيَجْزِيهِمْ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ)

⑬⑨ (وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّدُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا) ہماری عورتوں پر ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ اور شعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بحیرہ اور سائبہ کے بچے ہیں کہ جو بچہ زندہ پیدا ہوتا وہ صرف مردوں کے لیے ہوتا عورتیں

نہ کہ سکتیں اور جوئم دو پیدا ہوتا اس کو مرد و عورت سب کہاتے۔ (الخالصة) میں حاء تا کید کے لیے ہے جیسے "عامۃ، علامۃ، نشابۃ" میں۔ اور فراموش نہ فرماتے ہیں کہ یہ تائید کی ہے اور کسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خالص اور خاصۃ ایک ہیں جیسے وعظ و وعظت۔

وان یکن مینۃ ابن۔ مراد ابو جعفر تمہما اللہ نے "تکن" اسم کے ساتھ "مینۃ" پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ فعل کو تائید کی۔ مت کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس لیے کہ "المینۃ" لفظ کے اعتبار سے مؤنث ہے اور ابو بکر نے عام تمہما اللہ سے "تکن" اسم کے ساتھ اور "مینۃ" اسم کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی اور نہ ہو مگر مرد و بچہ اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے "وان یکن" یاہ کے ساتھ اور "مینۃ" پیش کے ساتھ پڑھا ہے اس لیے کہ "مینۃ" سے مراد میت ہے۔ یعنی جو پیوں میں ہے اگر وہ مرد ہو اور دیگر حضرات نے "وان یکن" یاہ کے ساتھ "مینۃ" اسم کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کو "ما" کی طرف لویا ہے۔ یعنی "وان یکن ما فی البطون مینۃ" اس پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (لینہم شرکاء) ایسا نہیں کہا۔ اور مراد یہ ہے کہ مرد اور عورتیں اس میں شریک ہوتے ہیں۔ (سبحونہم و صلیبہم) یعنی ان کے وصف کے بدل میں یا ان کے اللہ پر بھونے وصف بیان کرنے پر۔ (انہ حکیم غلبہم)

فدحسب الذین قتلوا اولادہم سفیہا بغير علم و حرّموا ما رزقہم اللہ الفیراء علی اللہ

قد ضلّوا وما كانوا مہتدین ﴿۱۱﴾ وهو الذی انشا جنّ مَعْرُوسَتٍ وَغَیْرَ مَعْرُوسَتٍ

وَالنَّخْلَ وَالزُّرْعَ مُخْتَلِفًا أَكْلُهُ وَالزَّیْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَیْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُّوا مِنْ

سُورَةِ اِذَا السَّرَّوْا حَقُّهُ یَوْمَ حِصَادِهِ وَلَا تُسْرِفُوا ۚ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۲﴾

﴿تفسیر﴾ واقعی خرابی میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو محض براہ حماقت بلا کسی سند کے قتل کر ڈالا اور جو (عجائب) چیزیں ان اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کو حرام کر لی محض اللہ پر افترا باندھنے کے طور پر بیشک یہ لوگ کراہی میں پڑ گئے اور ابھی راد پر چنے والے نہیں ہوئے اور وہی (اللہ پاک) ہے جس نے باغات پیدا کئے وہ بھی جو پیوں پر چڑھانے جاتے ہیں (جیسے انگور) اور وہ بھی جو پیوں پر نہیں چڑھانے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن میں کھانے کی چیزیں مختلف طور پر ملی ہوئی ہیں اور زیتون اور انار جو (انار انار) باہم (زیتون زیتون باہم) ایک دوسرے کے مشابہ نہیں ہوتے ہیں اور (بھی ایک دوسرے کے مشابہ نہیں بھی ہوتے ان سب کی پیداوار کھانا جب وہ قتل آوے اور اس میں جو حق (شرع سے) واجب ہے وہ اس کے کائے (توزنے) کے دن (سکینوں کو) دیا کرو اور حد سے مت گزرنا یقیناً و وحد سے گزرنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں۔

﴿تفسیر﴾ (فدحسب الذین قتلوا اولادہم) ابن عامر اور ابن کثیر تمہما اللہ نے "قتلوا" کو تاء کی شد کے ساتھ پڑھا

ہے یہ شدت کا معنی ہے اور باقی حضرات نے تنخیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ (سفیہا بغير علم) یہ آیت قبیلہ ربیعہ، مضر اور بعض دوسرے عرب کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کو فخر اور قید کے خوف سے زندہ دفن کر دیتے تھے اور بنو کنانہ ایسا نہ

کرتے تھے۔ (وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ) یعنی بھیر، سائبہ، حام، وصیلہ کو (افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ) کیونکہ انہوں نے کہا کہ اس کا اللہ نے حکم دیا ہے (قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ)۔

① (وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ) یعنی اٹھے ہوئے اور غیر مرفوع۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ معروشات وہ جو زمین پر پھیل جائیں مثلاً انگور، تربوز وغیرہ اور غیر معروشات جو تنے پر کھڑے ہو جائیں جیسے کھجور، کھیتی اور تمام درخت اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دونوں سے انگور مراد ہیں کہ بعض کو سہارا دے کر کھڑا کیا جاتا ہے اور بعض انگوروں کو ایسے چھوڑ دیا جاتا ہے (وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ) اور پیدا کئے اس میں (مُخْتَلِفًا أَلْوَانًا) پھلوں میں مٹھاس و کھٹاس اچھے اور خراب (وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا) دیکھنے میں (وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ) ذائقے میں جیسے دو انار دیکھنے میں رنگ ان کا ایک ہو لیکن ذائقہ مختلف ہوگا (كُلُّوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ) اہل بصرہ، ابن عامر اور عاصم رحمہما اللہ نے ”حصادہ“ کو حاء کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے حاء کے کسرہ کے ساتھ اور دونوں کا معنی ایک ہے جیسے صرام اور صرام اور جزار اور جزار کا۔

وَأْتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ كِتَابِ تَفْسِيرِ

اس حق کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، طاؤس، حسن جابر بن زید اور سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ اس سے فرض زکوٰۃ یعنی عشر اور عشر کا نصف مراد ہے اور علی بن حسین رحمہ اللہ، عطار، مجاہد، حماد اور حکم رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی حق ہے جس کے دینے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی ہے۔ ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ جھاڑو ہے اور ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں سنبل کے گرے ہوئے خوشے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ پھل کاٹنے کے وقت ایک خوشہ کو لٹکا دیتے تھے تو اس سے گزرنے والا کھاتا تھا۔

یزید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ جب پھل کاٹتے تو ایک ٹہنی مسجد کی ایک طرف لٹکا دیتے تو مسکین آتا اس کو لالھی مارتا جو پھل گرتا اس کو لے لیتا۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ حق ابتداء میں واجب تھا عشر کے وجوب کی وجہ سے منسوخ ہو گیا ہے۔ مقسم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت سے قرآن مجید میں موجود تمام نفقات کی فرضیت منسوخ ہو گئی ہے۔

وَلَا تُسْرِفُوا كِتَابِ تَفْسِيرِ فِي مَحْتَلَفِ اقْوَالِ

(وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ) بعض نے کہا ہے کہ اسراف سے سارا مال دینا مراد ہے۔ کلبی رحمہ اللہ کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ ثابت بن قیس ابن شماس رضی اللہ عنہ نے پانچ سو کھجوروں کا پھل کاٹا اور ایک ہی دن میں تقسیم کر دیا اور گھروالوں کے لیے کچھ نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

سیدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سب جا خراج نہ کرو کا مطلب یہ ہے کہ اتنا مال نہ دو کہ خود فقیر بن بیٹھو۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سب کوئی شخص سارا مال دے اور گھروالوں کے لیے کچھ نہ رکھے تو اس نے اسراف کیا کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ اپنے عیال سے ابتدا کر۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ متحاب یہ ہے کہ صدقہ سے نہ رُوک اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ بخل اور مال روکنے میں اتنا اسراف نہ کرو کہ واجب صدقات سے بھی رُوک جاؤ۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسراف وہ ہے کہ جس سے اللہ کے حق میں کوتاہی ہوتی ہو۔ اگر ابو قیس پہاڑ سونے کا کسی آدمی کا ہو اور وہ سارا اللہ کے راستے میں خرچ کر دے تو وہ اسراف کرنے والا نہیں اور اگر ایک درہم یا ایک مد اللہ کی نافرمانی میں خرچ کرے تو وہ اسراف کرنے والا ہے۔

ابن وہب نے ابن زبیر سے روایت کیا ہے کہ خطاب بادشاہوں کو ہے ان کو کہا ہے کہ تم اپنے حق سے زیادہ نہ لو۔

وَمِنَ الْاِنْعَامِ حَمُولَةٌ وَّفَرَسًا ۗ كُلُّوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۗ اِنَّهٗ لَكُمْ عَلُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۷﴾

ترجمہ اور مویشی جو اونچے قد کے اور چھوٹے قد کے جو چھوٹے اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چھو۔ شب و تمہارا مستحق دشمن ہے

تفسیر ﴿۱۷﴾ (وَمِنَ الْاِنْعَامِ حَمُولَةٌ وَّفَرَسًا) یعنی دو چھوٹے اونٹ جو بوجہ نہ اٹھا سکیں (كُلُّوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ) یعنی اس کے آثار قدم پر نہ چلو کھیتی اور مویشی حرام کرنے میں۔ (اِنَّهٗ لَكُمْ عَلُوٌّ مُّبِيْنٌ) اب "حمولة" اور فرس کو بیان کر رہے ہیں۔

ثَمَنِيۃُ اَزْوَاجٍ مِّنَ الضَّانِ اُنثٰی وَّمِنَ الْمُعْزٰتِ اُنثٰی ۗ قُلْ ۙ اِنَّ الدَّاكِرٰیۤنَ حَرَمٌ اِمَّ الْاُنثٰیۤنَ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْہِ اَرْحَامُ الْاُنثٰیۤنَ ۗ نَبِّئُوْنِیۡ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ (اور یہ مویشی) آٹھ نر و مادہ (پیدا کئے) یعنی بھیڑ (اور دنبہ) میں دو قسم (نر و مادہ) اور بکری میں دو قسم (نر و مادہ) آپ (ان سے) کہیے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کہا ہے یا دونوں مادہ کو یا اس (بچہ) کو جس کو دونوں مادہ (اپنے) پیٹ میں لئے ہوئے ہوں تم مجھ کو کس دلیل سے تو بتلاؤ اگر سچے ہو۔

تفسیر ﴿۱۸﴾ (ثَمَنِيۃُ اَزْوَاجٍ مِّنَ الضَّانِ) اس پر نصب اُھولہ اور الفرس سے بدل ہونے کی بنا کی وجہ سے ہے۔ یعنی چوپایوں سے آٹھ قسموں کو پیدا کیا (مِنَ الضَّانِ اُنثٰی) مذکر اور مؤنث تو مذکر ایک قسم ہے اور مؤنث ایک قسم۔ اور عرب ایک کو زوج کہتے ہیں جب اور اس سے سے جدا نہ ہو سکتا ہو۔

"ضان" اون والی بھیڑ۔ اس کی مؤنث "ضائنة" اور جمع "ضوانن" ہے۔ "وَمِنَ الْمُعْزٰتِ اُنثٰی" ابن کثیر اور ابن عامر رحمہما اللہ اور ابن جریر نے "مِنَ الْمُعْزٰتِ" یعنی کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے سکون کے ساتھ اور "الْمُعْزٰتِ"

”المعزى“ جمع ہے اس کے الفاظ سے اس کا کوئی واحد نہیں ہے۔ یہ بالوں والی بکری اور ”الماعز“ کی جمع ”معزى“ ہے اور ”الماعز“ کی جمع ”مواعر“۔ ”قل“ اے محمد! ”الدَّكْرَيْنِ حَرَّمَ“ یعنی بھیڑ اور بکری کے زکوٰۃ اللہ نے حرام کیا ہے (آم الْأَنْثِيَيْنِ) بھیڑ اور بکری کی مادہ (أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأَنْثِيَيْنِ) بچہ دان دونوں مادہ کے (کیونکہ رحم تو صرف مذکر یا مونث پر مشتمل ہوتا ہے) بتلاؤ مجھ کو سند زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو تم نے حرام کیے ہیں ان کی علم سے تفسیر کرو۔ اگر تم سچے ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام کیا ہے۔

وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ آءَ الدَّكْرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأَنْثِيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأَنْثِيَيْنِ ۗ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصَّيْنَاكُمُ اللَّهُ بِهِذَا فَمَنْ ظَلَمَ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۱۴۴﴾ قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۴۵﴾

اور اونٹ میں دو قسم اور گائے بھینس) میں دو قسم آپ کہیے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کہا ہے یا دونوں مادہ کو یا اس (بچہ کو جس کو دونوں مادہ (اپنے) پیٹ میں لئے ہوئے ہوں۔ کیا تم (اس وقت) حاضر تھے جس وقت اللہ تعالیٰ نے تم کو اس (تحریم و تحلیل) کا حکم دیا تو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر بلا دلیل جھوٹ تہمت لگائے تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو (جنت کا راستہ آخرت میں) نہ دکھلا دیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ہیں ان میں تو میں کوئی حرام غذا پاتا نہیں کسی کھانے والے کے لئے جو اس کو کھاوے مگر یہ کہ وہ مردار (جانور) ہو یا یہ کہ بہتا ہو خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو (جانور) شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو۔ پھر جو شخص بے تاب ہو جاوے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو (قدر ضرورت سے) تو واقعی آپ کا رب غفور رحیم ہے۔

تفسیر ﴿۱۴۴﴾ (وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ آءَ الدَّكْرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأَنْثِيَيْنِ) وہ لوگ کہتے تھے ”ہلذہ انعام و حرث و حجو“ اور کہتے تھے جو ان چوپایوں کے پیٹوں میں ہے وہ صرف ہمارے مردوں کے لیے ہے ہماری عورتوں پر حرام ہے اور ان لوگوں نے بحیرہ، سائبہ، وصیلۃ اور حام کو حرام کیا۔ وہ ان میں سے بعض کو مردوں اور عورتوں پر حرام کرتے تھے اور بعض کو صرف عورتوں پر، جب اسلام آیا وہ لوگ مختلف قسم کے جانور حرام کیا کرتے تھے جب اسلام آیا اور احکام ثابت ہوئے تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث کرنے آئے اور ان کا متکلم مالک بن عوف ابوالاحوص جشمی تھا۔ وہ کہنے لگے کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ آپ ان اشیاء کو حرام قرار دیتے ہیں جن کو ہمارے آباء کیا کرتے تھے تو رسول اللہ صلی

اللہ میرے دشمن نے فرمایا تم نے کئی قسم کے جانور بغیر بنیاد کے حرام کر دیئے ہیں اللہ تعالیٰ نے تو ان آٹھ قسموں کو کھانے اور نفع اٹھانے کے لیے پیدا کیا ہے تو یہ حرمت کہاں سے آئی؟ نہ ہونے کی وجہ سے یا مادہ ہونے کی وجہ سے؟ تو اس سوال کو سن کر مالک بن حوف نے ان روکیا اور جواب نہ دے سکا کیونکہ اگر وہ کہتا کہ یہ حرمت نہ ہونے کی وجہ سے آئی ہے تو اس کا تقاضا تھا کہ تمام نہ حرام ہونے چاہئیں اور اگر وہ ہونے کی وجہ سے حرمت آئی ہے تو تمام مادہ حرام ہونے چاہئیں۔ اس طرح بچہ دانی میں موجود بچہ کو حرام کرنے کی وجہ سے نہ کھانے پر مشتمل ہوتا ہے تو نہ اور، دو سب حرام ہونے چاہئیں کیونکہ ہم سب پر مشتمل ہوتا ہے اور پانچویں یا ساتویں بچہ کو حرام قرار دینا کہاں سے نکالا اور یہ بات مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مالک! تو جواب کیوں نہیں دیتا؟ تو وہ کہنے لگا آپ بات کریں میں سنتا ہوں (اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ وَصَّيْنَاكُمْ اللّٰهُ بِهٰذَا لَعْنٌ اَظْلَمٌ مِّنَ النَّارِ عَلٰى اللّٰهِ كَذٰلِكَ لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ) بعض نے کہا اس سے عمرو بن لُحی اور اس کے بعد والے اس کے پیروکار مراد ہیں (اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ) پھر آگے بیان کیا کہ حرام و حلال تو وہی کے ذریعے پتہ چلتا ہے تو فرمایا۔

③ (قُلْ لَا اَجِدُ فِیْ مَا اُوْحِیَ الَیَّ مُحَرَّمًا) مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ پھر کون سی چیز حرام ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (عَسٰی طَاعَمٌ یُّطْعَمُهٗ) جو وہ کھاتا اور کھاتا ہے۔ (اَلَا اِنْ یُّکُوْنُ مَبْنٰیً)

(اَوْ دَمًا مُّسْفُوْحًا) "مبنة" ابن عربی اور ابو جعفر تمہما اللہ نے یون یاہ کے ساتھ "مبنة" پیش کے ساتھ پڑھا ہے یعنی مگر یہ۔ اور واقع ہو اور ابن عربی اور ابو جعفر تمہما اللہ نے "تکون" یاہ کے ساتھ "مبنة" زبر کے ساتھ اسم مؤنث کی تقدیر پر ہے۔ یعنی مگر یہ۔ ہو نہیں یعنی اور کلمہ دار اور باقی حضرات نے یاہ کے ساتھ "مبنة" زبر کے ساتھ۔ یعنی مگر یہ کہ وہ کھانا مردار ہو۔ "دما مسفوحا" یعنی بیباہ ہوا بیٹے والی یا بہتا ہوا خون) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو خون زندہ جانور سے اور جو رگوں سے نکلے وقت نکلے اس میں کبیر اور تلی داخل نہیں کیونکہ جہاں ہوا خون میں اور شرع میں مباح ہیں اور جو خون گوشت کے ساتھ ملا ہوا ہو وہ بھی حرام نہیں کیونکہ وہ بہتا نہیں۔

عمران بن جریر کہتے ہیں کہ میں نے ابو جاز سے اس خون کے بارے میں سوال کیا جو گوشت کے ساتھ ملا ہوا اور اتنی مقدار جو اس میں خون کی سرخی دیکھی جاتی ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ تکالیف ہے آیت میں بیٹے والا خون حرام کیا گیا ہے۔ اور ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں رک یا کو وہ میں خون ہوتا تو کوئی حرج نہیں ہے مگر بیٹے والا خون اور کلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر یہ آیت نہ ہوتی تو مسلمان رگوں میں یہودی کی اتباع کرتے۔ (اَوَّلُ لَحْمٍ حَنْزَبِرٍ لِّاِنَّہٗ رَجَسٌ اَوْ لِحْمًا اٰہِلٍ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ) وہ جانور جو اللہ کے نام کے علاوہ پڑا ہوا کیا جائے۔ بعض اہل علم اس طرف کہتے ہیں کہ حرمت انہی اشیاء پر بند ہے۔ یہی بات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور یہ حضرات کہتے ہیں کہ اس میں مردار، نختہ، مویزہ اور وہ چیزیں جو سورہ مائدہ کے ابتدائے میں ذکر کی گئیں یہ سب داخل ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ حرام نہیں اور اکثر علماء فرماتے ہیں کہ حرمت ان اشیاء کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مطالب آیت کا یہ ہے کہ کتاب کی نص سے جو چیزیں حرام کی گئی ہیں ان میں سے بعض اس آیت میں ذکر کی گئی ہیں

اور بعض کی حرمت سنت سے ثابت ہوئی ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی والے درندے کے کھانے سے منع کیا اور ہر پنچے سے شکار کرنے والے پرندے کے کھانے سے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درندوں میں سے ہر کچلی والا حرام ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حرمت کا ضابطہ یہ ہے کہ جس چیز کی حرمت یا حلت کے بارے میں کوئی صراحت وارد نہیں ہوئی تو اگر شریعت نے اس کے قتل کا حکم دیا جیسے آپ علیہ السلام نے فرمایا، پانچ چیزوں کو حرم اور حل میں قتل کیا جائے یا شریعت نے اس کے قتل سے منع کیا ہے۔ جیسا کہ آپ علیہ السلام نے چیونٹی کے قتل سے منع کیا ہے تو ایسی چیزیں حرام ہیں اور جو اس کے علاوہ ہیں تو اکثر عرب کی عادت کو دیکھا جائے گا کہ اکثر عرب اس کو کھاتے ہیں تو حلال ہے اور جس کو اکثر عرب نہیں کھاتے تو وہ حرام ہے۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول ”قُلْ احْلِلْ لَكُمْ الطَّيِّبَاتِ“ سے عرب کو مخاطب کیا ہے تو ثابت ہو گیا کہ جس کو عرب پسند کریں گے وہ حلال ہے۔ (فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ)

اللہ تعالیٰ نے ان حرام کردہ چیزوں کو اضطرار کے وقت مباح قرار دیا ہے جبکہ حد سے تجاوز نہ کریں۔

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفْرِ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا

مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذَلِكَ جَزَيْنَهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿١٤٦﴾

اور یہود پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے اور گائے اور بکری (کے اجزاء) میں سے ان

دونوں کی چربیوں کو حرام کر دیا ہے مگر وہ جو ان کی پشت پر یا انتڑیوں میں لگی ہو (حکمًا یا جو ہڈی سے ملی ہو

ان کی شرارت کے سبب ہم نے ان کو یہ سزا دی تھی اور ہم یقیناً سچے ہیں

تفسیر ﴿١٤٦﴾ (وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفْرِ) مویشی اور پرندوں میں سے جس کی انگلیوں میں خلاء نہ ہو

جیسے اونٹ، شتر مرغ، بطخ وغیرہ۔

تفسیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر پنچہ والا پرندہ اور گھر والا مویشی اور اس کو بعض مفسرین رحمہما اللہ سے نقل کیا ہے گھر کو ناخن کا نام دیا ہے استعارہ کی بناء پر۔

(وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا أَوْرِغَائِے اور بکری میں سے حرام کی تھی ان کی چربی) یعنی پیٹ کی چربی

اور وہ پروں کی چربی اور دونوں گردوں کی چربی ہے۔ (إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا) مگر وہ چربی جو پیٹ کے اندر پشت اور پہلو سے

معلق ہو۔ (أَوِ الْحَوَايَا)۔ اس کا واحد ”حایویۃ“ اور ”حویۃ“ ہے یعنی سمٹی ہوئی آنتوں پر جو چربی ہے۔ پر (أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ)

یعنی چکی کی چربی یہ ساری استثناء میں داخل ہیں اور حرمت خاص ہے پیٹ اور گردوں کی چربی کے ساتھ۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ

عز سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فتح کے دن کہ اللہ کے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا ہے شراب، مُردار، خنزیر اور بتوں کی بیج کو تو سحاب کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) مُردار کی چہلی کے برے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ اس سے کشتیوں کو لگایا جاتا ہے اور لوگ اس سے روشنی حاصل کرتے ہیں اور پہاڑوں کو تیل لگایا جاتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں یہ حرام ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ یہود کو بلاک کرے کہ اللہ تعالیٰ نے جب چہلی کو حرام کیا تو وہ اس کو پھنسا کر بیچ دیتے اور اس کی قیمت کھالیتے (ذَلِكْ جَزَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ) یہ حرمت ان کیسے لڑاکے طور پر ہے (بِغْيِبِهِمْ) یعنی ان کے ظلم کی وجہ سے کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا اور اللہ کے راستے سے روکا، سو دکھایا اور باطل طریقے سے لوگوں کے مال کو حلال سمجھا۔ (وَإِنَّا لَصَادِقُونَ) جو ہم نے ان پر حرام کیا اس کی خبر دیتے ہیں۔

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رُبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ②

﴿تجوید﴾ پھر اگر یہ آپ کو کاذب کہیں تو آپ فرم دیجئے کہ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے نہ ٹٹے گا۔

تفسیر ② (فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رُبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ) کہ تم سے عذاب کو موخر کر دیا (وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ) جب اس کا (عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ) وقت آجائے گا۔

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۚ كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۚ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۚ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تُخْرِصُونَ ③

﴿تجوید﴾ یہ شرک یوں کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کرتے اسی طرح جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی (رسولوں کی) تکذیب کی تھی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا آپ کہئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اس کو ہمارے رویہ و نظام کو تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم بالکل بالکل سے باتیں بناتے ہو۔

تفسیر ③ (سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا) جب ان کو حجت لازم ہوگی اور اپنے شرک کے باطل ہونے کا یقین ہو جائے گا (لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ شَيْءٍ) بحیرہ، سامیہ وغیرہ سے انہوں نے ارادہ کیا کہ اس کے قول "لو شاء الله ما اشركنا" کو اپنے شرک پر قائم ہونے کی دلیل بنائیں اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہیں کہ ہمارے اور ہمارے اعمال کے درمیان زکاوت بن جائیں کہ ہم ان کو نہ کر سکیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے ان افعال و اعمال سے راضی نہ ہوتے اور ہمیں اس کا حکم نہ دیا ہوتا اور ہم سے یہ نہ چاہتے ہوتے تو ہمارے درمیان حائل ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کرتے

ہوئے فرمایا۔ (كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ) پہلی اُمتوں کے کفار میں سے (حَتَّى ذَاقُوا بَأْسَنَا) ہمارا عذاب۔ منکرین تقدیر نے اس آیت سے استدلال کیا ہے وہ کہتے ہیں مشرکین نے جب کہا ”اگر اللہ چاہتے تو ہم شرک نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کر دی ہے اور ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ”كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ“ ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے قول ”لو شاء الله ما اشر كنا“ میں ان کی تکذیب نہیں کی بلکہ یہ بات تو ان کی سچی تھی لیکن تکذیب ان کے اس قول کی تھی کہ اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے اور ہمارے ان کاموں پر راضی ہے۔ جیسا کہ سورۃ اعراف میں خبر دی ہے۔ ”وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمْرًا بَهِيمًا“ تو تردید ان کی اس میں تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوا أُمَّةَ اللَّهِ“ اور اس پر دلیل کہ اللہ تعالیٰ کی تردید ان کے قول ”لو شاء الله ما اشر كنا“ میں نہیں تھی بلکہ جو ہم نے ان کا قول نقل کیا اس پر تھی۔ اللہ تعالیٰ کا قول ”كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ“ ہے شد کے ساتھ۔

اگر یہ ان کے قول ”لو شاء الله ما اشر كنا“ میں ان کے جھوٹ کی خبر ہوتی تو اللہ تعالیٰ ”كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ“ بغیر شد کے فرماتے کہ انہوں نے جھوٹ بولا ہے لیکن یہاں تو ان کی طرف تکذیب کی نسبت کی ہے اور حسن بن فضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر انہوں نے یہ بات اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے لیے ذکر کی ہوتی اور اس کی معرفت میں کمی ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کا اس طرح عیب نہ بیان کرتے بلکہ یوں فرماتے ”وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا“ اور فرمایا ”وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ“ اور مؤمن بھی یہ بات کہتے ہیں لیکن انہوں نے یہ بات تکذیب کرتے ہوئے اور اللہ کی معرفت کے بغیر جھگڑے کے لیے کہی۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا قول ”وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ“ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”مَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ“ اور بعض نے کہا ہے آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ یہ بات تو حق کرتے تھے لیکن یہ اس کو اپنا عذر اور اپنے ایمان چھوڑنے پر حجت بناتے تھے اور اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کی ہے کیونکہ اللہ کا حکم اس کی مشیت و ارادہ سے الگ چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا ارادہ کرنے والے ہیں لیکن اپنے ارادہ کی تمام چیزوں کا حکم نہیں دیتے اور بندہ پر لازم ہے کہ اس کے حکم کا اتباع کرے، اس کی مشیت سے نہ معلق ہو کیوں کہ اس کی مشیت کسی کا عذر نہیں ہے۔ (قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ يَعْنِي اللَّهُ كَيْفَ يَنْزِلُ السَّمَاءَ فِي سُبْحَانَ اللَّهِ حَتَّى تَعْلَمَ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ مَا يَكْتُبُ فِي السَّمَوَاتِ مِنَ الْإِحْسَانِ) (قُلْ تَعْبُدُونَ اللَّهَ حَتَّى تَعْلَمَ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ مَا يَكْتُبُ فِي السَّمَوَاتِ مِنَ الْإِحْسَانِ) (قُلْ تَعْبُدُونَ اللَّهَ حَتَّى تَعْلَمَ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ مَا يَكْتُبُ فِي السَّمَوَاتِ مِنَ الْإِحْسَانِ) تاکہ جو تم اللہ پر شرک اور اپنی حرام کردہ چیزوں کی حرمت کا دعویٰ کرتے ہو وہ ظاہر ہو جائے۔ (إِنْ تَتَّبِعُونَ) یعنی جس پر تم ہو اس میں اتباع نہیں کرتے۔ (إِلَّا الظَّنُّ) بغیر علم و یقین کے اٹکل پر چلتے ہو۔ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ۔

قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿١٥٩﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَ كُمْ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَذَا فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ﴿١٦٠﴾ قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّي كُمْ عَلَيْكُمْ إِلَّا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ مَا نَحْنُ

نُرْزِقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ
اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ ذَلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۵۱﴾

﴿۵۱﴾ آپ کہتے ہیں کہ پس پوری محبت اللہ کی رہیں پھر اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ پر لے آتا آپ کہتے ہیں کہ اپنے
گواہوں کو، جو اس بات پر (باقاعدہ) شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان (مذکورہ) چیزوں کو حرام کر دیا ہے پھر اگر وہ
کو اپنی دے دیں تو اس شہادت کی سماعت نہ فرمائیے اور (اے مخاطب) ایسے لوگوں کے باطل خیالات کا اتباع مت
کرتے جو وہ دینی آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ اپنے رب کے برابر دوسروں کو
نظم دیتے ہیں آپ (ان سے) کہتے ہیں کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا
ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ۔ اور میں باپ کے ساتھ احسان کیا کرو۔ اور اپنی اولاد کو
فداس کے سبب قتل مت کیا کرو تمہارا حق (مقدر) دین کے اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے
پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ ایمانیہ ہو اور خواہ پوشیدہ ہو۔ اور جس کا خون کرتا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت
کرو اور اگر تم اس کا تم کو تائیدی حکم ہے تاکہ تم سمجھو۔

﴿۵۱﴾ (قُلْ فَلِللَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ) اپنی عقول پر جو دلیل بیان کی ہے وہ پوری ہے اور دلیل کتاب، رسول اور بیان
نہایت ہے۔ (فَلْيُؤْثِرُوا لِيَدِّكُمْ أَجْمَعِينَ) کافر کا ایمان اگر وہ چاہتا تو اس کو ہدایت دیتا۔

﴿۵۱﴾ (قُلْ هَلْ مِنْكُمْ) "ہل" "ہم" "ہم" "ہم" اور جمع کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (شَهِدَاءُ كُمْ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ) تم اپنے
گواہوں کو لے آؤ جو اس بات کی گواہی دیں (أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَذَا) ہذا کا اشارہ ماقبل حرام کردہ اشیاء کی طرف ہے کہ انہوں
نے جو اپنے اوپر اشیاء حرام میں وہ آ کر دعویٰ کریں کہ واقعی اللہ نے ان پر حرام کی ہیں (فَإِنْ شَهِدُوا) اگر وہ گواہی دیں تو وہ
جھوٹی گواہی دین کے (فَلَا تَشْهَدُوا) اور تم (مَعِيهِمْ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ
وَهُمْ يَبْغُونَ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ) میں شریک کرتے ہیں۔

﴿۵۱﴾ (قُلْ نَعَالُوا اَنْل مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَا نُنشِرُ كُفْرًا بِهٖ شِينَا) مشرکین نے سوال کیا کہ اللہ نے کون سی چیز کو
حرام فرمایا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

"قُلْ نَعَالُوا اَنْل" میں تم پر وہ پڑھتا ہوں جو تم پر تمہارے رب نے حقیقی اور یقینی طور پر حرام کیا ہے، وہ گمان اور جھوٹ نہیں
جسے تم گمان کرتے ہو۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ اللہ تعالیٰ کے قول "حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَا نُنشِرُ كُفْرًا بِهٖ شِينَا" کا کیا معنی ہے
کیونکہ حرام تو شرک ہے نہ کہ شرک کا چھوڑنا؟ تو جواب یہ ہے کہ "اَنْل" کا نکل رفق ہے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ یہ ہے کہ تم شرک نہ کرو
اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا نکل نصب ہے اور اس کے نصب کی وجہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تم پر

حرام کیا ہے کہ تم شرک کرو اور ”لا“ صمد ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ”ما منعک ان لاتسجد“ یعنی سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا اور بعض نے کہا ہے کہ کلام اللہ تعالیٰ کے قول ”حرم ربکم“ پر مکمل ہو گئی تھی۔ پھر فرمایا تم پر لازم ہے کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، یہ ابھارنے کے طریقہ پر ہے۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں جائز ہے کہ معنی پر محمول ہو یعنی میں تم پر شرک کی حرمت کی تلاوت کرتا ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ معنی یہ ہو میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ شرک نہ کرو۔

(وَّ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ) (نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ) یعنی فقر کے خوف سے بیٹیوں کو زندہ دفن نہ کرو کیونکہ تمہیں اور ان کو میں رزق دیتا ہوں (وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ)

① ماظہر سے علانیہ اور ما بطن سے پوشیدہ گناہ ہیں۔ جاہلیت والے اعلانیہ زنا کو برا سمجھتے تھے اور چپکے سے کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے دونوں صورتوں کو حرام قرار دیا ہے۔

② اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظاہر سے مراد شراب اور باطن سے زنا مراد ہے۔ (وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ) اللہ تعالیٰ نے مؤمن اور معاهد (جس سے معاہدہ ہو گیا ہو) کے قتل کو حرام کیا ہے مگر حق پر قتل کر سکتے ہیں۔ یعنی قصاص، ارتداد یا ایسا زنا جس کی سزا رجم ہو تو قتل مباح ہو جاتا ہے۔

مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین امور کی بناء پر

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی ایسے شخص کا خون حلال نہیں جو گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں مگر تین صورتوں میں سے ایک کی وجہ سے ① شادی شدہ شخص زنا کرے ② جان کے بدلے جان ③ اپنے دین کو چھوڑ کر جماعت سے الگ ہو جائے ”ذَلِكُمْ“ جو میں نے ذکر کیا۔ ”وَصَّكُمُ بِهِ“ تم کو یہ حکم دیا ہے ”لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ“ (تم کو یہ حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو)

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَلِكُمْ وَصَّكُمُ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ④

④ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحب ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جائے اور ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو انصاف کے ساتھ ہم کسی شخص کو اس کے امکان سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب تم بات کیا کرو تو انصاف سے کہا کرو گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا کرو اس کو پورا کیا کرو ان (سب) کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکید دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو (اور عمل کرو)

یتیم کے مال کے کھانے کا کیا حکم ہے

تفسیر ﴿وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ یعنی جس میں اس کے مال کا نفع اور اضافہ ہو۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے مال میں تجارت کرنا مراد ہے اور شحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احسن طریقہ یہ ہے کہ اس کے مال سے تجارت کرے اور نفع میں سے خود کچھ نہ رکھے۔ (حتیٰ تَبْلُغَ أَشُدَّهُ) (یعنی اور مالک تمہما اللہ فرماتے ہیں کہ بالغ ہو جانے کے اس کی نیکیاں اور گناہ لکھے جانے لگیں۔ ابو العالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سمجھ دار ہو جائے اور قوت والا ہو جائے اور کبھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اشد" کا اطلاق اٹھارہ سال سے تیس سال تک کی عمر پر ہوتا ہے اور بعض نے کہا چالیس سال تک اور بعض نے ساٹھ سال تک اور شحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں بیس سال۔ اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تیس سال اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں تینتیس سال۔ اور اشد شدہ کی جمع ہے قد اور اشد کی طرح اور وہ جوانی کی قوت اور عمر کا مضبوط ہونا اور اس سے "شد النہار" ہے جب دن خوب نکل آئے اور بعض نے کہا ہے کہ "بلوغ اشد" یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد اس سے سمجھ داری محسوس ہو۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور سمجھ دار ہو تو اس کا مال اس کے حوالہ کر دو۔ (وَأُولُوا الْكَيْلِ وَالْمِيزَانِ بِالْقِسْطِ)

(لَا تَكُلْفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا) ماپ اور قول کے پورا کرنے میں کہ دینے والے کو اتنی مقدار کا مکلف بنایا جو اس پر واجب ہے نہ زیادہ اور نہ کم تا کہ اس پر تکی نہ ہو اور صاحب حق کو اپنے حق سے کم لینے کا مکلف نہیں بنایا تا کہ اس پر تکی نہ ہو بلکہ ہر ایک کو اس کی گنجائش کے مطابق حکم دیا (وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْبُدُوا) فیصلہ اور گواہی میں سچ بولو (وَلَوْ كَانُوا ذَاقُوا بِنِي) جس پر فیصلہ کیا جا رہا ہے یا جس کے خلاف گواہی دی جا رہی ہے وہ قریبی رشتہ ہی کیوں نہ ہو (وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا) ذلکم و صکم بہ لعلکم تذکروا (تذکرہ کہانی اور بعض تمہما اللہ نے "تذکرون" ذال کی تخفیف کے ساتھ پورے قرآن میں پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے شد کے ساتھ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت حکمت میں سے ہے تمام کتب میں نازل ہوئی۔ اس میں سے کوئی حکم منسوخ نہیں ہے اور تمام بنی آدم پر یہ چیزیں حرام تھیں، یہ کتاب کی اصل ہیں جو ان پر عمل کرے گا جنت میں داخل ہوگا اور جو ان کو چھوڑے گا جہنم میں داخل ہوگا۔

وَأَنْ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۱﴾ ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۲﴾

ترجمہ اور یہ (بھی کہہ دیجئے) کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو کہ مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو۔ کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکید کی حکم دیا ہے تاکہ تم (اس راہ کے

خلاف کرنے سے) احتیاط رکھو پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی جس سے اچھی طرح عمل کرنے والوں پر نعمت پوری ہو اور سب احکام کی تفصیل ہو جاوے اور رہنمائی ہو اور رحمت ہوتا کہ وہ لوگ اپنے رب کے ملنے پر یقین لادیں۔

﴿وَأَنَّ هَذَا﴾ یعنی جو ان دو آیتوں میں تم کو حکم کیا ہے (صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ) حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے ”و ان“ کو الف کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے استئناف کی بناء پر اور دیگر حضرات نے الف کے زیر کے ساتھ۔ فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں معنی یہ ہے کہ میں تم پر تلاوت کرتا ہوں کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے اور ابن عامر اور یعقوب رحمہما اللہ نے نون کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔ (وَلَا تَتَّبِعُوا السَّبِيلَ) اس دین کے علاوہ دین جیسے یہودیت، نصرانیت وغیرہ اور بعض نے کہا خواہشات اور بدعات مراد ہیں (فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ) یعنی اس کے پسندیدہ دین سے (ذَلِكُمْ وَصَّكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ)

صراط مستقیم کی وضاحت

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لکیر کھینچی، پھر فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے پھر اس لکیر کے دائیں اور بائیں کئی لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ راستے ہیں ان میں سے ہر راستے پر شیطان بیٹھا ہے جو اس کی طرف بلا رہا ہے۔ پھر آیت پڑھی (وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ)

﴿ثُمَّ اتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ﴾ اگر یہ اعتراض ہو کہ ”ثم اتینا“ کیوں کہا ہے کیونکہ ”ثم“ تو کسی چیز کے بہت بعد میں آنے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تو قرآن کے آنے سے بہت پہلے دی گئی تھی؟ تو جواب یہ ہے کہ معنی یہ ہے کہ پھر میں نے تمہیں خبر دی کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی تو ”ثم“ کو خبر مؤخر ہونے کے لیے لایا گیا ہے نزول مؤخر ہونے کے لیے نہیں۔ (تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ) ”الذی احسن“ کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے نیک کام کرنے والے مراد ہیں اس صورت میں ”الذی“ ہن کے معنی میں ہوگا کہ جس شخص نے ان کی قوم میں سے نیک کام کیا کیونکہ ان میں اچھے اور برے کام کرنے والے ہر قسم کے لوگ تھے۔ اس قول پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ اس میں لفظ ”علی الذین احسنوا“ ہے اور ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دے کر ان کی فضیلت کو مکمل کیا نیک کام کرنے والوں پر اور محسنین سے انبیاء علیہم السلام اور مؤمنین مراد ہیں اور بعض نے کہا ”الذی احسن“ سے موسیٰ علیہ السلام ہی مراد ہیں اور ”الذی“ ما کے معنی میں ہے اب مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے ان کو کتاب دی ان پر نعمت کو مکمل کرنے کے لیے ان کے عبادت، رسالت کی تبلیغ اور احکام کو ادا کرنے میں نیک ہونے کی وجہ سے اور بعض نے کہا ہے کہ ”الاحسان علم“ کے معنی میں ہے اور ”احسن علیم“ کے معنی میں ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر علم و حکمت کی نعمت پورا کرنے کے لیے۔ یعنی ہم نے ان کو کتاب اس پر زیادہ دی تھی اور بعض نے کہا ہے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام پر میرا احسان مکمل کرنا ہے۔ (وَتَفْصِيلًا) بیان کردی (لِكُلِّ شَيْءٍ) ہر چیز کی تفصیل جن کا

شریعت دین میں جانتا ضروری ہے (وَهُدًى وَرَحْمَةً) یہ توراہ کی سفت ہے (لَعَلَّيْهِمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تا کہ دو بار دہرائے پرائیمان لائیں اور ثواب اور عذاب کی تصدیق کریں۔

وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبْرَكًا فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۱۵﴾ أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَنْزَلَ الْكِتَابَ عَلَيَّ طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَفِيلِينَ ﴿۱۶﴾ أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَكُنَّا أَهْدَى مِنْهُمْ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِمَنْ أَظْلَمَ مِمَّنْ كَذَبَ بَايَاتِ اللَّهِ وَصَدَفَ عَنْهَا سَنَجُزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ ﴿۱۷﴾

﴿۱۵﴾ اور یہ (قرآن) ایک کتاب ہے جس کو ہم نے بھیجا بڑی خیر و برکت والی سوا اس کا اتباع کرو اور ڈرو تا کہ تم پر رحمت ہو بھی تمہاری قوموں سے کہتے کہ کتاب تو صرف ہم سے پہلے جو دو فرماتے تھے ان پر نازل ہوئی تھی اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے بخشے تھے یا انہوں نے کہا کہ اگر ہم پر کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان سے بھی زیادہ راہ پر ہوتے یہاں تمہارے رب کے پاس سے ایک کتاب واضح اور رہنمائی کا ذریعہ اور رحمت آچکی ہے سو ان شخصوں سے زیادہ ہونے کی امید ہو کہ جو ہماری ان آیتوں کو بھولتا بتلا دے اور اس سے روکے ہم ابھی ان لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں سے روکتے ہیں ان کے اس روکنے کے سبب سخت سزا دیں گے۔

﴿۱۶﴾ (وہذا کتب) یعنی قرآن (انزلنہ مبرک فاتبعوہ) اس کے احکام پر عمل کرو (واتقوا)

اس صفت (لعلکم ترحمون)

﴿۱۷﴾ (ان تقولوا) "بین اللہ لکم ان تفضلوا" یعنی تاکہ تم گمراہ نہ ہو اور بعض نے کہا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اس کو

اتارا ہے تمہاری قوموں کو پسند کرتے ہوئے "ان تقولوا" کسائی رحمت اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ مکہ تم یہ کہنے

سے بچو۔ تاکہ تم نہ کہو (انما انزل الکتب علی طائفتین من قبلنا) یعنی یہود و نصاریٰ (وان کنا عن دراستہم لغفیلین)

یعنی ہم ان کو نہ جانتے تھے۔ کتاب یہ ہے کہ تم پر ہم نے قرآن اس لیے اتارا کہ تم یہ نہ کہو کہ بے شک کتاب تو ہم سے پہلے لوگوں

پر ان کی زبان میں اتاری گئی تھی تو ہم نے اس کے احکام نہ پیمانے اور اس کے پڑھنے پڑھانے سے غافل رہے تو تم یہ عذر نہ کر سکو۔

﴿۱۸﴾ (او تقولوا لو اننا انزل علینا الکتب لکننا اهدی منہم) کفار کی ایک جماعت نے یہ بات کہی تھی کہ اگر جو کتاب

یہود و نصاریٰ پر نازل ہوئی ہم پر اترتی تو ہم ان سے بہتر ہوتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (فقد جاءکم بینه من ربکم وهدی

ورحمة) اور ہدایت اور رحمت اور رحمت (لمن اظلم ممن کذب بائیات اللہ وصدف) بمعنی اعراض کرنا (عنها) سنجزی الذین یصدفون عن ایاتنا سوء العذاب) برا عذاب بدلے میں (بما کانوا یصدفون) جو اعراض کرتے ہیں۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيْمَانِهَا خَيْرًا ۗ قُلِ انْتَضِرُوا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ ﴿۱۵۸﴾

یہ لوگ صرف اس حکم کے منتظر (معلوم ہوتے) ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آویں یا ان کے پاس آپ کا رب آوے یا آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آوے جس روز آپ کے رب کی بڑی نشانی آپہنچے گی کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو آپ فرمادیجئے کہ تم منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں۔

تفسیر ﴿۱۵۸﴾ (هَلْ يَنْظُرُونَ) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے اور قرآن کا انکار کرنے کے بعد وہ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں (إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ) تاکہ ان کی روح قبض کریں اور بعض نے کہا عذاب کے ساتھ حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے "یأتیہم" یاء کے ساتھ یہاں اور انحل میں پڑھا ہے اور باقی حضرات نے تاء کے ساتھ۔ (أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ) بغیر کسی کیفیت کے تاکہ قیامت کے اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ کر دے (أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ) یعنی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ یہی اکثر مفسرین کی رائے ہے اور اسی کو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

(يَوْمَ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ) یعنی اس نشانی کے ظاہر ہونے کے وقت ایمان نفع نہ دے گا (أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيْمَانِهَا خَيْرًا) مطلب یہ ہے کہ کافر کا ایمان اور فاسق کی توبہ قبول نہ ہوگی (قُلِ انْتَضِرُوا) اے اہل مکہ (إِنَّا مُنْتَظِرُونَ) تمہارے عذاب کی۔

قیامت کی چند علامات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت نہ قائم ہوگی حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔ جب سورج طلوع ہو جائے گا اور اس کو لوگ دیکھ لیں گے تو سارے ایمان لے آئیں گے اور یہ وہ وقت ہے کہ کسی نفس کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کو اپنے ہاتھ کشادہ کرتے ہیں تاکہ دن کو برے کام کرنے والے توبہ کر لیں اور دن کو ہاتھ کشادہ کرتے ہیں تاکہ رات کو برے کام کرنے والے توبہ کر لے۔ یہ سلسلہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک رہے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے سورج کے

مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیں گے۔ زر بن حبیش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں صفوان بن عسال، مراد بن رضی اللہ عنہم کے پاس آیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات ذکر کی کہ اللہ تعالیٰ نے مغرب میں ایک دروازہ بنایا ہے توبہ کے لیے جس کی چوڑائی کی مسافت ستر سال ہے۔ وہ دروازہ اس وقت تک بند نہ ہوگا جب تک سورج اس کی جانب سے طلوع نہ ہو جائے اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول (یوم یاتی بعض آیات ربک لا ینفع نفسا ایمانہا لہ نکلن امنن من قبل) اور ابو حازم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں جب نکلیں گی تو کسی نفس کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا نیک کام نہ کیے ہوں۔ ① دجال ② چوپایہ ③ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔

ان الذین فرّقوا دینہم وکانوا شیعاً لست منہم فی شیء ذلنما أمرہم الی اللہ ثم ینسبہم بما کانوا یفعلون ④

④ پشک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا کر دیا اور کروڑوں بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں پس ان کا بعد اللہ کے حوالے ہے پھر ان کا کیا ہوا ان کو جہنم میں لے گا۔

تفسیر ④ (ان الذین فرّقوا دینہم) تہذیب اور کسائی زہب اللہ نے "فارقوا" الف کے ساتھ یہاں اور سورۃ روم میں پڑھا ہے۔ یعنی اپنے دین سے ٹکڑے کر کے اور اس کو پھوڑ دیا اور باقی حضرات نے "فرّقوا" شد کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی اللہ کا دین ایک ہے یعنی ابراہیم علیہ السلام کا دین حنیف ان لوگوں نے اس کے مختلف دین بنا کر یہودی اور نصرانی بن گئے۔ اس مطلب پر آیت کا یہ حصہ لکھا ہے (وکانوا شیعاً) یعنی مختلف فرتے یہود و نصاریٰ وغیرہ ہو گئے۔

وَ کَانُوا شِیْعًا سے کون سے فرتے مراد ہیں

یہ نبی پر تھا اور صدی زہب اللہ کا قول ہے اور جنس نے کہا کہ اس سے اس امت کے بدعتی اور شیعہ میں پڑنے والے لوگ مراد ہیں۔ حضرت ثمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ اے عائشہ! (رضی اللہ عنہا) جن لوگوں نے دین کو پھوڑا اور بہت سے فرتے ہو گئے وہ اس امت کے بدعتی اور شیعہات میں پڑنے والے لوگ ہیں۔

عربانہ بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی اور بڑی بلند نھیحت کی جس سے آنکھیں بہہ پڑیں اور دل کانپ گئے۔ کہنے والے نے کہا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ تو الوداع کہنے والے کی نھیحت کی طرح نھیحت ہے۔ آپ ہمیں وصیت کریں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ سے اٹرنے اور سنے اور اطاعت کرنے کی اگرچہ ہمیشہ غلام ہو کیونکہ جو تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا تو وہ بہت زیادہ

اختلاف دیکھے گا تو تم لازم پکڑو میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو اس کو داڑھوں سے مضبوطی سے تھام لو اور بچو دین میں نئی ایجاد ہونے والی چیزوں سے کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹے اور میری امت بہتر فرقوں میں بٹے گی، سارے جہنم میں ہوں گے سوائے ایک کے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا وہ کون سا فرقہ ہے اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) تو آپ علیہ السلام نے فرمایا جو اس راستہ پر ہو جس پر میں اور میرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے اچھی بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے اچھی سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے اور تمام امور میں سے برے ترین نئی ایجاد کی ہوئی چیزیں ہیں۔ اسی حدیث کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے مرفوع نقل کیا ہے۔ (لَسْتُ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ) یعنی آپ کو ان سے لڑنے کی ضرورت نہیں۔ اس کو جہاد کی آیات نے منسوخ کر دیا ہے۔ یہ تاویل ان حضرات کے قول پر ہے جن کے نزدیک ان سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں اور جن کے نزدیک آیت سے خواہشات کے پیچھے چلنے والے مراد ہیں تو انہوں نے کہا آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ علیہ السلام ان سے بری ہیں وہ آپ علیہ السلام سے بری ہیں عرب کہتے ہیں اگر تو نے اس طرح کیا تو تو مجھ میں سے نہیں ہے اور میں تجھ سے نہیں ہوں۔ یعنی ہم میں سے ہر ایک دوسرے سے بری ہے۔ (إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ) سزا اور بدلہ دینے میں (ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ) جب وہ قیامت میں لائے جائیں گے۔

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا. وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦٠﴾ قُلْ إِنِّي هَدَيْتُ رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ. دِينًا قِيمًا مِثْلَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا. وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٦١﴾ قُلْ إِنْ صَلَّيْتُ وَنُسَكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾

﴿١٦٠﴾ جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس حصے (اقل درجہ) ملیں گے اور جو شخص برے کام کرے گا سو اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہوگا آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے رب نے ایک سیدھا راستہ بتلا دیا ہے کہ وہ ایک دین ہے مستحکم طریقہ ہے ابراہیم کا جس میں ذرا کجی نہیں اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنایہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو مالک ہے سارے جہان کا اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں

وہ اعمال جن پر دس گنا ثواب ملتا ہے

﴿١٦٠﴾ (مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا) یعنی اس کے لیے اس کی مثل دس نیکیاں ہیں (وَمَنْ جَاءَ

بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُخْزَىٰ اِلَّا بِغَيْرِهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک اپنے اسلام کو اپنا کر لے تو جو نیکی دو کرے گا تو اس کے لیے اس کی دس مثل سے سات سو گنا تک کما جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر لے گا۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کوئی نیکی لائے تو اس کے لیے اس کے مثل دس ہے اور میں بڑھا دوں گا اور جو کوئی برائی کرتا ہے تو اس برائی کی مثل سزا پائے گا یا میں معاف کر دوں گا اور جو مجھ سے ایک بالشت قریب ہوگا تو میں اس سے ایک کوزہ قریب ہو جاؤں گا اور جو مجھ سے ایک کوزہ قریب ہوگا تو میں اس سے دونوں ہاتھ کے درمیان قاصد کی بقدر قریب ہو جاؤں گا اور جو میرے پاس ہے تو میں اس کے پاس دو کراؤں کا اور جو مجھے طے زمین کے بھراؤ کے بقدر گناہوں کے ساتھ لیکن میرے ساتھ کسی کوڑھیک نہ ٹھہرا ہو تو میں اس کی مثل مغفرت کے ساتھ اس کو ملوں گا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت میں صدقات کے علاوہ نیکیاں مراد ہیں کیونکہ صدقات سات سو گنا تک ڈگنے کیے جاتے ہیں۔

① (قُلْ اِنِّي هَدِيٌّ رَّبِّيَ الْيَصْرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ دَبْنَا قِيَمًا) ال کو ف اور شام نے "قِيَمًا" قاف کی زیر اور یاء کے زبر کے ساتھ بغیر شد کے پڑھا ہے اور دیگر لغزات نے قاف کی زیر اور یاء کی زیر کے ساتھ مشدود پڑھا ہے دونوں کا معنی ایک ہے۔ اور اسید حرارت اور اس کا منسوب ہونا اس پر ہے کہ اصل عبارت "هداني دينا قیما" ہے کہ مجھے دین قیما کی ہدایت دی۔ (قُلْ اِنِّي هَدِيٌّ رَّبِّيَ الْيَصْرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ) وما كان من المشرکین)

② (قُلْ اِنِّي هَدِيٌّ رَّبِّيَ الْيَصْرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ) بخش نے کہا "نسک" سے حج اور عمرہ کا ذبیحہ مراد ہے اور مقال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "نسک" سے حج مراد ہے اور بخش نے کہا دین مراد ہے (وَمُعْتَبِي وَمَعْتَابِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ) یعنی وہ مجھے موت و حیات دیتا ہے اور بخش نے کہا ہے کہ "مُعْتَبِي" ایک عمل کے ساتھ اور "مَعْتَابِي" جب میں ایمان پر مرجاؤں گا۔ "اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ" اور بخش نے کہا ہے یہی اللہ تعالیٰ کی زندگی میں اللہ کے لیے ہے اور میرے مرنے کے بعد میری "جزاء اللہ رب العالمین" کی طرف ہے۔ ال ما ینے "مُعْتَبِي" یاء کے سکون کے ساتھ اور "مَعْتَابِي" یاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تعالیٰ "مُعْتَبِي" یاء کے ساتھ ہے تاکہ دو ساکن جمع نہ ہو جائیں۔

③ (لَا شَرِيكَ لَہٗ وَبِذَٰلِكَ اَمْرٌ وَّ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ) قادر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اس امت میں سے پہلا مسلمان ہوں۔

قُلْ اَغْنِيَنَّ اللّٰهُ اِبْنِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ مَا وَّلَا تُكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُونَ ④ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ خَلِیْفًا وَرَفَعَ بَعْضُكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَ كُمْ فِیْ مَا اَنْتُمْ

ط إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۶۵﴾

تجھ کو آپ فرمادیجئے کہ کیا میں خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کے لئے تلاش کروں حالانکہ وہ مالک ہے ہر چیز کا اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھاوے گا پھر تم سب کو اپنے رب کے پاس جانا ہوگا پھر وہ تم کو جتلا دیں گے جس جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں صاحب اختیار بنایا اور ایک کا دوسرے پر (بعض چیزوں میں) رتبہ بڑھایا تا کہ ظاہر اتم کو آزاوے ان چیزوں میں جو تم کو دی ہیں بالیقین آپ کا رب جلد سزا دینے والا (بھی) ہے اور بالیقین وہ واقعی بڑی مغفرت کرنے والا مہربانی کرنے والا (بھی) ہے۔

تفسیر ﴿۱۶۵﴾ (قُلْ أَعْيَبَ اللَّهُ أَبْغِي رَبًّا) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سید اور معبود (وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ) پس منظر یہ ہے کہ کفار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنے لگے آپ ہمارے دین کی طرف لوٹ آئیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ کہنے لگا تم میرے پیچھے چلو میں تمہارے گناہ اٹھاؤں گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا) یعنی جو نفس کچھ لاتا ہے تو اس کا گناہ جرم کرنے والے پر ہے اور بوجھ نہ اٹھائے گا (وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى) یعنی ایک کا بوجھ دوسرے پر نہیں ڈالا جائے گا۔ ایک کے گناہ کی سزا دوسرے کو نہیں دی جائے گی۔ ایک شخص دوسرے کا پھر تمہارے رب کے پاس ہی تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ سو وہ جتلائے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔

﴿۱۶۵﴾ (وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ) یعنی پہلی اُمتوں سے یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت تمہیں ان کے بعد زمین کا وارث بنایا ہے تمہیں ان کا خلیفہ و نائب بنایا، اسی زمین میں تم ان کے نائب ہو اور ان کے بعد زمین آباد کرتے ہو اور خلافت خلیفہ کی جمع ہے جیسے ”وصائف و صیفة“ کی جمع ہے اور جو شخص کسی کے جانے کے بعد آئے وہ اس کا خلیفہ ہے کیونکہ وہ اس کے پیچھے آیا ہے۔ (وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ) یعنی تمہارے احوال ایک دوسرے کے خلاف کر دیئے تو تم میں سے بعض کو خلق، رزق، معاش، قوت اور فضل میں بعض پر بلند کر دیا (لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ) یعنی اپنے دیئے ہوئے رزق میں تمہارا امتحان کرے یعنی مال دار، فقیر، شریف، گھٹیا، آزاد، غلام سب کا امتحان کرے۔ تاکہ تم سے ثواب و عقاب کو ظاہر کر دے۔ (إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ) تیرا رب جلد عذاب کرنے والا ہے اس لیے کہ ہر آنے والی چیز تیز اور قریب ہے۔ بعض نے کہا ہے دُنیا میں ہلاک ہونا مراد ہے۔ (وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ) عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنے دشمنوں کو جلد سزا دینے والا اپنے اولیاء کو بہت بخشنے والا اور ان پر رحم کرنے والا ہے۔



سُورَةُ الْأَعْرَافِ

ساری سورت مکی ہے سوائے پانچ آیتوں کے۔ ان میں سے پہلی ”وَأَسْأَلُهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ“ ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

التَّصَّ ① كَتَبَ أَنْزَلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي ضَلُوكَ حَرْجٌ مِّنْهُ لِيَتَذَكَّرَ بِهِ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ
 ② اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ③ وَكَمْ
 مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فَجَاءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا أَوْ هُمْ قَائِلُونَ ④ فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا إِلَّا
 أَنْ قَالُوا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ⑤ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ⑥

﴿التص﴾ یہ آیت قرآن ہے جو آپ کے پاس اس لئے بھیجی گئی ہے کہ آپ اس کے ذریعے سے ڈرائیں سو آپ اس میں اس سے بائیں نہ ہوتا پاب ہے اور یہ نصیحت ہے ایمان والوں کے لئے تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور خدا کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو اور تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو اور بہت بستیاں کو ہم نے تباہ کر دیا اور ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہنچایا ایسی حالت میں کہ وہ وہ پہرے وقت آرام میں تھے سو جس وقت ان پر عذاب آیا اس وقت ان کے منہ سے بجز اس کے اور کوئی بات نہیں نکلتی تھی کہ واقعی ہم ظالم تھے پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے تھے اور ہم پیغمبروں سے ضرور پوچھیں گے۔

تفسیر ② (كَتَبَ أَنْزَلَ إِلَيْكَ) یعنی قرآن (فَلَا يَكُنْ فِي ضَلُوكَ حَرْجٌ مِّنْهُ) مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حرج

تنگی کے معنی میں ہے اور خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مراد امت ہے اور ابو العالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حرج کو معنی تنگی ہے یعنی یہ ہے کہ جس چیز کے ساتھ آپ رسول بنائے گئے اس کی وجہ سے دل تنگ نہ ہو۔ (لِيَتَذَكَّرَ بِهِ) یعنی کتاب اتاری گئی ہے تاکہ آپ اس کے ذریعے ڈرائیں (وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ) کتاب پر ایمان لانے والوں کو۔

③ (اتَّبِعُوا) یعنی آپ یہ اسلیم ان سے کہیں کہ چلو اسی پر (مَا أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِ

أُولِيَاءَ) یعنی اللہ کے علاوہ دوست نہ بناؤ جن کی اطاعت کرو اللہ کی نافرمانی میں (قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ) ابن عامر رحمہ اللہ نے "یتذکرون" یا اور تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

4 (وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا) عذاب کے ساتھ "کَمْ" کثرت کے معنی دیتا ہے اور "زُبْتُ قَلْتُ" کا معنی دیتا ہے۔ (فَجَاءَهَا بِأَسْنًا بَيَاتًا رَاتٍ أَوْ هُمْ قَائِلُونَ) "قیلولہ" مصدر سے ہے۔ اصل عبارت "فجاءها بأسنا ليلا وهم نائمون او نهاراً وهم قائلون" قيلولہ کر رہے ہوں گے۔ "او نائمون ظهيرة" "قیلولہ" آدھے دن میں آرام کرنا اگرچہ نیند نہ آئے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس ہمارا عذاب آیا اور ان کو امید نہ تھی، رات کو یا دن کو۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں "او" عذاب کو پھیرنے کے لیے ہے یعنی ایک مرتبہ رات کو اور ایک مرتبہ دن کو۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ بعض بستی والوں کو ہم نے رات کو ہلاک کیا اور بعض کو دن کے وقت ہلاک کیا یعنی ان کے ہلاک کرنے کا فیصلہ کیا۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ پہلے کہا ہم نے ان کو ہلاک کر دیا، پھر اس کے بعد عذاب آنے کا کیا معنی؟ تو جواب یہ ہے کہ "أَهْلَكْنَا" کا معنی ہے کہ ان کی ہلاکت کا ہم نے فیصلہ کیا تو ان پر ہمارا عذاب آیا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ "فجاءها بأسنا" یہ اللہ تعالیٰ کے قول "أَهْلَكْنَاهَا" کا بیان ہے جیسے کہنے والا کہتا ہے "اعطيتي فاحسنت الی" اس قول اور اس کے اس قول "احسنت الی فاعطيتي" میں کوئی فرق نہیں ہے ان میں سے ایک دوسرے سے بدل ہے۔

5 (فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ) یعنی ان کا قول اور پکار اور تضرع و عاجزی اور الدعویٰ کبھی ادعاء بمعنی دعاء کے ہوتا ہے۔ سبویہ کہتے ہیں عرب کہتے ہیں "اللهم اشرکنا فی صالح دعویٰ المسلمین" یعنی ان کی دُعاؤں میں (إِذْ جَاءَهُمْ بِأَسْنًا إِلَّا أَنْ قَالُوا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ) مطلب یہ ہے کہ وہ عذاب کے رد کرنے پر قادر نہ ہوئے اور ان کا انجام یہ ہوا کہ انہوں نے جنایت کا اعتراف کر لیا لیکن اس اعتراف نے ان کو نفع نہ دیا۔

6 (فَلَنَسْتَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ) یعنی اُمتوں سے کہ انہوں نے رسولوں کو کیا جواب دیا یہ سوال تو بخوبی ہے یہ جاننے کے لیے سوال نہیں ہے۔ یعنی ہم ان سے سوال کریں گے ان کے بارے میں جو ان کو رسولوں نے پہنچا دی ہیں۔ (وَلَنَسْتَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ) پیغام پہنچانے کے بارے میں۔

فَلَنَقْصِنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ 7 وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ 8 وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ 9

تجربہ پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں ان کے روبرو بیان کر دیں گے اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے۔ اور اس روز وزن بھی واقع ہوگا پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو یہ وہ لوگ

ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کی حق تکلیفی کرنے لگے

تفسیر 7 (لَلنَّفُصْنُ عَلَيْهِمْ بِعِلْمِهِ) یعنی ہم ان کو اپنے علم سے خبر دیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کے خلاف ان کا اعمال نامہ بولے گا جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہَذَا كَتَبْنَا بِنُطْقِ عَلَيْنِكُمْ بِالْحَقِّ (وَمَا كُنَّا غَافِلِينَ) رسولوں سے جو انہوں نے پہنچایا اور امتوں سے جو انہوں نے جواب دیا۔
3 (وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ) یعنی سوال کے دن۔

قیامت کے دن وزن اعمال کا ہوگا یا صاحب اعمال کا؟

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ فیصلہ اسی دن انصاف کے ساتھ ہوگا اور اکثر حضرات نے فرمایا ہے کہ مراد یہ ہے کہ اعمال کا وزن ترازو کے ساتھ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ایک ترازو کا نہیں کے اس کی ایک زبان اور دو پلڑے ہوں گے۔ ہر پلڑا مشرق و مغرب کے درمیان جتن بڑا ہوگا اس وزن کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اعمال کے محیفوں کا وزن کیا جائے گا۔

مشہور روایت پہنچی ہے کہ ایک آدمی پر پتہ لوتے رجسٹر کھولے جائیں گے۔ پھر اس کے لیے ایک کاغذ نکالا جائے گا جس پر "اشہد ان لا اله الا الله واشہد ان محمداً عبده ورسوله" لکھا ہوا ہوگا تو وہ تمام دفتر ایک پلڑے میں اور وہ کاغذ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا تو وہ دفتر اڑنے لگیں گے اور وہ کاغذ کا کٹڑا بھاری ہو جائے گا۔ (رواؤ الامام ابن ماجہ) اور بعض نے کہا صاحب مثل کو قرار دیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں روایت پہنچی کہ قیامت کے دن لے بے قدموں جسم والا شخص لایا جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے پاس پتھر کے پتے کے برابر وزن نہ ہوگا اور بعض نے کہا خود مثل کو قرار دیا جائے گا۔ یہی بات ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے تو اچھے اعمال کو اچھی شکل میں اور برے اعمال کو بری شکل میں لایا جائے گا اور ترازو میں رکھ دیا جائے گا۔

اعمال کے وزن کی نعمت دنیا میں اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے کہ وہ اس پر ایمان لاتے ہیں یا نہیں اور آخرت میں ان کے خلاف حجت قائم کرتا ہے۔ (لَمَنْ نَقَلْتُمْ مَوَازِينَهُ) مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد اس کی نیکیاں ہیں (فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ)

3 (وَمَنْ حَقَّنْ مَوَازِينَهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ اس شخص کی تو لیس بھاری ہوں گی جس نے دنیا میں حق کا اتباع کیا اور اس شخص کی تو لیس ہلکی ہوں گی جس نے دنیا میں باطل کا اتباع کیا۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ "موازینہ" جمع ہے حالانکہ ترازو تو قیامت کے دن ایک ہوگا؟ تو جواب یہ ہے کہ اس جمع سے ایک مراد ہے جیسے "بائتھا الرّسل" میں رسل جمع ہے لیکن مراد ایک ہے اور بعض نے کہا ہر بندے کا الگ ترازو ہوگا۔ بعض نے کہا کہ میزان دو پلڑوں دو گواہوں اور ایک زبان پر مشتمل ہے اور وزن ان کے مجموعہ سے عمل ہوگا اس لیے جمع کا مفہوم ذکر کیا گیا ہے۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ۗ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ 3 وَلَقَدْ

خَلَقْنَكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ طَلَمَّ
يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ⑩ قَالَ مَا مَنَعَكَ إِلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ ط قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ
خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ⑪

⑩ اور بیشک ہم نے تم کو زمین پر رہنے کی جگہ دی اور ہم نے تمہارے لئے اس میں سامان زندگی پیدا کیا۔ تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو اور ہم نے تم کو پیدا کیا ہے پھر ہم نے ہی تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ سوسب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا تجھ کو اس سے کون امر مانع ہے جبکہ میں تجھ کو حکم دے چکا کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے۔

⑪ (وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ) ”تمکین“ سے مراد مالک بنانا اور قدرت دینا ہے۔ (وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ) یعنی ایسے اسباب جن کے ذریعے تم اپنی زندگی معاش حاصل کرتے ہو جیسے تجارت، مزدوری، کھانے، پینے، ”معاش معیشتہ“ کی جمع ہے۔ (قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ)

⑫ (وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تمہارے آباء و اجداد کو پیدا کیا۔ پھر تمہاری ماؤں کے رحموں میں تمہاری صورتیں بنائیں۔ قتادہ، ضحاک، سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ”خلقناکم“ سے آدم علیہ السلام مراد ہیں اور ”صوّرناکم“ سے ان کی اولاد مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”خلقناکم“ آدم علیہ السلام کو۔ ”ثم صوّرناکم“ آدم کی پشت میں، جمع کے لفظ سے ذکر کیا ہے اس لیے کہ وہ ابوالبشر ہیں تو ان کی تخلیق میں ان لوگوں کی بھی تخلیق ہے جو ان کی پشت سے نکلیں گے اور بعض نے کہا ہے کہ ”خلقناکم“ آدم علیہ السلام کی پشت میں ”ثم صوّرناکم“ کے دن جب تم کو چیونٹیوں کی طرح نکالا تھا اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم نے تم کو مردوں کی پشتوں میں پیدا کیا اور عورتوں کے رحموں میں تمہاری صورتیں بنائیں اور یمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں انسان کو رحم میں پیدا کیا پھر اس کی صورت بنائی تو اس کے کان، آنکھ، انگلیوں کی شکل دی اور بعض نے کہا ہے تمام آدم ہیں ان کو پیدا کیا اور ان کی صورت بنائی اور ”ثم“ واؤ کے معنی میں ہے۔ ”ثم خلقناکم للملائکة اسجدوا لآدم“ اگر اعتراض ہو کہ فرشتوں کو سجدہ کا حکم بنو آدم کی تخلیق سے پہلے تھا تو اللہ تعالیٰ کے قول ”ثم خلقناکم“ کی کیا توجیہ ہوگی کیونکہ ”ثم“ تو ترتیب اور تراخی کے لیے آتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ جن حضرات نے خلق اور تصویر کا تعلق صرف آدم علیہ السلام سے کیا ہے ان کے قول پر تو کلام بالکل درست ہے اور جن نے اس کا تعلق اولاد آدم علیہ السلام سے کیا ہے تو ان کی طرف سے کئی جواب ہیں، ان میں سے ایک ”ثم“ واؤ کے معنی میں ہے یعنی اور ہم نے فرشتوں کو کہا تو یہ واؤ ترتیب اور تعقیب کے لیے نہ ہوگی اور بعض نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ پھر تمہیں خبر دی کہ ہم نے فرشتوں کو کہا تم سجدہ کرو اور بعض نے کہا ہے کہ اس میں تقدیم و

تاخیر ہے۔ اصل عبارت یوں ہے "وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ" یعنی آدم علیہ السلام کو "لَمْ فَلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا" "لَمْ صُورًا نَاكُمْ" (لَمْ فَلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِادَامَ لَسْجُدًا) یعنی فرشتوں نے (إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ) مگر ابلیس نہ تھا سجدہ والوں میں

② (فَلْ مَا مَنَعَكَ إِلَّا تَسْجُدًا إِذْ أَمَرْنَاكَ) اللہ تعالیٰ نے اے ابلیس! (تجھ کو کیا مانع تھا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تمہیں) "إِلَّا تَسْجُدًا" میں لاؤا زائد ہے جیسے "وَحُرَامٌ عَلَىٰ قُرْبَىٰ أَهْلِكُنَا هَا أَنهَمْ لَا يَرْجِعُونَ" میں لاؤا زائد ہے (قَالَ آتَا حَبِيرًا مِّنْهُ حَفْصَةُ مِنْ نَّارٍ وَحَلْفَةُ مِنْ طَبِينٍ) اور آگ مٹی سے بہتر اور روشن ہوتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہاں قیاس ابلیس نے کیا اور اس میں غلطی کی۔ پس جو شخص دین میں اپنی رائے سے قیاس کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو شیطان کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔ ابن سیرین زمرہ اند فرماتے ہیں کہ سورج کی عبادت قیاس کے ذریعے کی گئی۔ محمد بن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس نھیث نے یہ کہا کہ آگ کو مٹی پر فضیلت ہے یہ نہ سمجھا کہ فضیلت اس شے کو حاصل ہے جس کو اللہ تعالیٰ فضیلت دیں اور اللہ تعالیٰ نے مٹی کو آگ پر فضیلت دی ہے۔ حکم فرماتے ہیں کہ مٹی کو آگ پر مٹی اعتبار سے فضیلت حاصل ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں کہ مٹی کی خاصیت اذن، وقار، براداری، مہربانی ہے۔ یہ چیزیں آدم علیہ السلام کے لیے داعی بنیں تو بہ، تواضع، تفریح کی طرف جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو جہنم کیا اور ہدایت دی اور توبہ قبول کی اور آگ کی خاصیت ہلکا پن، جھٹس، جرات، بلند ہونا ہے اور یہی چیزیں ابلیس کی شقاوت ہے۔ جس سبب ابلیس تیر اور گنہگار بنے رہنے کا تو اس کو وراثت میں لعنت اور شقاوت ملی۔

اور ان کے لیے مٹی اشیاء موقوعہ کرنے کا سبب ہے اور آگ ان کو متفرق کرنے کا اور اس لیے کہ مٹی زندگی کا سبب ہے اس لیے کہ مٹی اور پودوں کی زندگی اس کے ذریعے ہے اور آگ ہلاکت کا سبب ہے۔

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّغِيرِينَ ③ قَالَ
انظروني الي يوم تبعثون ④ قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ⑤ قَالَ لَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ
عُرَاطِكُ الْمُسْتَقِيمِ ⑥ ثُمَّ لَا تَجِدُنِي إِلَّا سَاجِدًا تَخْتَفِعُونَ مِنْهُ خِيفَةَ الْمَلَائِكَةِ إِذْ يَأْمُرُكُمْ
بِالسَّلَامِ ⑦ سَمَاءَ لِيهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ⑧

③ حق تعالیٰ نے فرمایا تو آسمان سے اتر تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ تو تکبر کرے آسمان میں رہ کر سوا کھل بیشک تو ذیلیوں میں شمار ہونے لگے، و کہنے لگا کہ مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھ کو مہلت دی گئی کہنے کا سبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کے لئے آپ کی سیدھی راہ پر ٹیٹھوں کا پھر ان پر تملہ کروں گا ان کے لئے آگ سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کی داہنی جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی اور آپ ان میں اکثریوں کو احسان ماننے والا نہ پائے گا۔

تفسیر ⑬ (قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا) جنت سے۔ بعض نے کہا آسمان سے زمین کی طرف اتر۔ پھر اس کو زمین سے سمندر کے جزیروں کی طرف نکال دیا اس کا تخت سبز سمندر میں ہے اب وہ زمین میں ڈرتے ہوئے چپکے سے چور کی طرح داخل ہوتا ہے اس بوڑھے کی طرح جس پر پرانے کپڑے ہوں جن میں لوٹ رہا ہو، یہاں تک کہ اس سے نکل جائے۔ (فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّغِيرِينَ) امر کی مخالفت کر کے یہاں جنت میں اور یہ مناسب نہیں کہ جنت اور آسمان میں متکبر، اللہ کے امر کی مخالفت کرنے والا رہے۔ ذلیل اور گھٹیا لوگوں میں سے ہے۔

⑭ (قَالَ) ابلیس اس وقت کہا (أَنْظِرْنِي) مجھے مہلت دیجئے اور موت نہ دیجئے (إِلَى يَوْمٍ يَبْعَثُونَ) یعنی نچھ اخیرہ تک قیامت کے وقت تک۔ اس خبیث کا ارادہ تھا کہ وہ موت کا ذائقہ نہ چکھے۔

⑮ (قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ) اس مہلت کی مدت دوسری آیت میں بیان کی گئی ہے (معلوم وقت کے دن تک) یعنی نچھ اولیٰ تک جس وقت تمام مخلوق مرجائے گی۔

⑯ (قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي) ”ما“ میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے یہ استفہام ہے یعنی کس چیز کے ساتھ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے؟ پھر نئی کلام شروع کی اور کہا ”لَا قُعْدَنَ لَهُمْ“ اور بعض نے کہا ہے کہ ”ما“ جزاء ہے یعنی اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ان کے لیے بیٹھوں گا اور بعض نے کہا ہے ”ما“ مصدر کی ہے قسم کی جگہ ہے۔ اصل عبارت تیرے مجھے گمراہ کرنے کی وجہ سے میں ان کے لیے بیٹھوں گا۔ جیسے اس کا قول ہے ”بما غفر لي ربِّي“ یعنی میرے رب کے مجھے معاف کرنے کی وجہ سے اور معنی یہ ہے تیری مجھ پر قدرت اور میری سلطان کو نافذ کرنے کی وجہ سے اور ابن انباری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی وجہ سے جو آپ نے میرے دل میں گمراہی ڈالی جو میرے آسمان سے اترنے کا سبب بنی۔ ”اغويتني“ یعنی تو نے مجھے ہدایت سے گمراہ کیا اور بعض نے کہا ہے تو نے مجھے ہلاک کیا اور بعض نے کہا ہے تو نے مجھے رسوا کیا۔ ”لَا قُعْدَنَ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ“ یعنی میں بنو آدم کے لیے آپ کے سیدھے راستے یعنی اسلام پر بیٹھوں گا۔ میں بھی ضرور بیٹھوں گا ان کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر)

⑰ (ثُمَّ لَا يَمُنُّ مِنْهُمْ مَن مِّنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ) علی بن طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ”من بین ایدیہم“ سے مراد آخرت ہے کہ ان کو آخرت کے بارے میں شک میں مبتلا کروں گا۔ ”من خلفہم“ سے مراد ان کو دنیا میں رغبت دلاؤں گا۔ (وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ) ان کو دین میں شبہ ڈالوں گا (وَعَنْ شِمَائِلِهِمْ) ان کو معاصی کی شہوت دلاؤں گا۔

من بین ایدیہم ومن خلفہم وعن ایمانہم کی مختلف تفاسیر

عطیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ”من بین ایدیہم“ ان کی دنیا کی طرف سے یعنی دنیا کو ان کے دلوں میں مزین کر دوں گا ”ومن خلفہم“ آخرت کی جانب سے۔ میں کہوں گا کہ نہ دوبارہ اٹھنا ہے نہ کوئی جنت اور جہنم ہے۔ ”وعن ایمانہم“ ان کی نیکیوں کی جانب سے ”وعن شمائلہم“ ان کی برائیوں کی جانب سے اور حکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”من

بین ابدیہم "دنیا کی جانب سے اس کو ان کے لیے مزین کیا گیا ہے۔" "ومن خلفہم" آخرت کی جانب سے ان کو باز رکھے گا۔ "وعن ایمانہم" حق کی جانب سے ان کو روکے گا۔ "وعن شمالہم" باطل کی جانب سے اس کو ان کے لیے مزین کرے گا۔ تو دو رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے سامنے سے ان کے پاس آئے گا اور ان کو خبر دے گا کہ دوبارہ اٹھنا اور جنت و جہنم نہیں ہے۔ "ومن خلفہم" دنیا کے امور ان کے لیے مزین کرے گا اور ان کو اس کی طرف بلائے گا۔ "وعن ایمانہم" ان کی نیکیوں کی جانب سے ان کو ان سے ست کرے گا۔ "وعن شمالہم" ان کے لیے گناہ اور تافرنائیاں مزین کر دیں اور ان کو اس کی طرف بلا دیں۔ اب ابن آدم اور تیرے پاس ہر جانب سے آئے گا لیکن دو تیرے اوپر سے نہ آئے گا، وہ یہ طاقت نہیں رکھتا کہ تیرے اور اللہ کی رحمت کے درمیان حائل ہو جائے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں "من بین ابدیہم وعن ایمانہم" اسکی جگہ سے کہ وہ دیکھ سکیں گے اور "من خلفہم وعن شمالہم" اسکی جگہ سے کہ وہ دیکھ نہ سکیں گے اور ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں "حیث لا یبصرون" کا معنی یہ ہے کہ ان کو سمجھ نہ ہوگا کہ وہ خطا کر رہے ہیں۔ (وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ)۔ اگر یہ اعتراض ہوگا اس نجیث کو یہ بات کیسے معلوم ہوگی؟ تو جواب یہ ہے کہ اس نے شخص گمان کیا تھا جو درست ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے یہی بات فرمائی کہ (وَلَقَدْ صَدَقَ عَلَيْهِمُ ابْلِيسُ ظَنَّهُ)

قَالَ الْخُرُجُ مِنْهَا مَذْءٌ وَمَا مَذْخُورًا دَلَّمَنْ تَبَعَكَ مِنْهُمْ لَا مَلْتُنْ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ ⑩ وَ
يَادُمْ اسْكُنْ اَنْتَ وَرَوْجَكَ الْجَنَّةَ فَكَلَا مِنْ حَيْثُ مِشْتَمًا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا
مِنَ الظَّالِمِينَ ⑪ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْآتِهِمَا وَقَالَ مَا
نَبِيكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةَ اِلَّا اَنْ تَكُونَا مَلَائِكَةً اَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ ⑫

⑩ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں سے ذلیل و خوار ہو کر نکلیں جو شخص ان میں سے تیرا کہتا مانے گا میں ضرور تم سے جہنم کو پھر دوں گا اور تم نے تم کو دیا کہ اسے آدم تم اور تمہاری بی بی جنت میں رہو پھر جس جگہ سے چاہو دونوں آدمی کھاؤ اور اس درخت کے پاس مت جاؤ کبھی ان لوگوں کے شمار میں آ جاؤ جن سے نامناسب کام ہو جایا کرتا ہے۔ پر شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالیا کہ ان کا پردہ کا بدن جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا دونوں کے پردے پر پردہ کرنے اور کہنے کا تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا مگر شخص اس بیج سے کہ دونوں کتنے فرشتے ہو جاؤ یا کتنے ہمیشہ زندہ رہنے والوں سے ہو جاؤ۔

تفسیر ⑩ (قَالَ الْخُرُجُ مِنْهَا مَذْءٌ وَمَا مَذْخُورًا) یعنی عیب دار ہو کر ذام شدید عیب کو کہتے ہیں کہا جاتا ہے "ذامہ یذامہ ذاماً لہو مذوم و ذامہ بذیمہ ذاماً لہو مذیم مسار یسیئر مسیراً" کی طرح۔ اور مذکور دور کیا ہوا دھتکارا ہوا۔ کہا جاتا ہے "دحورہ یذحورہ دحوراً" جب اس کو دور کر دے اور دھتکار دے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں "مذوماً"

یعنی مبغوض۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”مذءٌ وَمَا مَدْحُورٌ“ یعنی لعنتی بد بخت اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنت اور ہر خیر سے دور۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”مذءٌ وَمَا“ نا امید (لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ) بنی آدم میں سے (لَا مَلَأَنَّ جَهَنَّمَ)۔ لام قسم کا لام ہے (مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ) تمہاری اور تیری اولاد اور کفار کی اولاد جو بھی آدم کی ذریت ہو ان سب کو۔

① (وَيَا أَدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ)

② (فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ) وسوسہ وہ بات جو شیطان انسان کے دل میں ڈال دے (لِيُؤدِّيَ لَهُمَا مَا وَرَى عَنْهُمَا مِنْ سَوَاتِيهِمَا) یعنی تاکہ ان دونوں کو ظاہر کر دے جو پوشیدہ تھی ان کی شرمگاہ۔ کہا گیا ہے کہ اس میں لام لام عاقبت ہے ابلیس نے اس لیے وسوسہ نہیں ڈالا تھا لیکن اس کے وسوسہ کا انجام یہ ہوا کہ ان کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ”فالتقطه آل فرعون ليكون لهم عدواً وحزناً“ ہے۔ آگے اس کا وسوسہ بیان کیا ہے (وَقَالَ) ابلیس نے آدم وحواء علیہما السلام سے کہا (مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَائِكَةً) یعنی تمہارے فرشتے بننے کو ناپسند کیا کہ تم کو خیر اور شر معلوم ہو جائے گا (أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ) یعنی تمہیں موت نہ آئے۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے (هل ادلك على شجرة الخلد)

وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ ③ فَذَلَّهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا

سَوَاتِيَهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ④ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ

تِلْكَ الشَّجَرَةِ وَأَقُلُّ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ ⑤

⑤ اور ان دونوں کے روبرو قسم کھائی کہ یقین جاوے میں آپ دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ سوان دونوں کو فریب سے نیچے لے آیا۔ پس ان دونوں نے جو درخت کو چکھا دونوں کا پردہ کا بدن ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ ہو گیا اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے اور ان کے رب نے ان کو پکارا کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے ممانعت نہ کر چکا تھا اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے۔

تفسیر ⑥ (وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ) یعنی قسم کھائی یہ اس مفاعلہ باب سے ہے جو ایک کے ساتھ خاص ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے لیے اللہ کی قسم کھا کر ان کو دھوکہ دیا اور کبھی مومن کو اللہ کا نام لے کر دھوکہ دیا جاتا ہے اور کہا میں تم سے پہلے پیدا ہوا ہوں اور تم سے زیادہ علم رکھتا ہوں تم میری اتباع کرو، میں تمہیں صحیح رہنمائی کروں گا۔ ابلیس پہلا شخص ہے جس نے اللہ کے نام کی جھوٹی قسم کھائی اور آدم علیہ السلام یہ سمجھتے تھے کہ اللہ کے نام کی جو بھی قسم کھائے گا وہ سچ ہی بولے گا تو اس کے دھوکہ میں آ گئے۔

⑦ (فَذَلَّهُمَا بِغُرُورٍ) یعنی ان کو دھوکہ دیا۔ کہا گیا ہے کہ ”ما زال ابلیس يدق فلانا بالغرور“ یعنی اس کو دھوکہ دیتا رہا اور چکنی چپڑی جھوٹی باتیں کرتا رہا۔ بعض نے کہا کہ ان کو طاعت کے مرتبہ سے معصیت کی طرف اتار دیا اور ”تدلی“ کا معنی

اوپر سے نیچے لاتا ہی ہوتا ہے۔ اور تالیہ ڈول کو کنویں میں لٹکاتا۔ کہا جاتا ہے تہ کی ہلکے ودعا غیرہ اور ازہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی اصل "تدلیۃ العطشان البشر" (پیا سوں کو کنویں پر لاتا) سے ہے تاکہ وہ پانی سے سیراب ہوں اور پانی نہ ہو تو "تدلیۃ بالفروور" یہ ہوا کہ خیر خواہی ظاہر کرے اور اندر دھوکہ اور کھوٹ چھپایا ہوا ہو۔ (فَلَمَّا ذُاقَا الشَّجَرَةَ بُدِّثَا سَوَاتِمَهُمَا) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس کھانے کو چبانے سے پہلے ان کو سزا مل گئی وہ یہ کہ ان کے لباس گر گئے اور ایک دوسرے کی شرم گاہ دکھائی جو پہلے چھپی ہوئی۔ وہب فرماتے ہیں کہ ان کا لباس نور کا تھا۔ اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظنفر ہوئی کے پتے اللہ تعالیٰ نے ان کو پہنائے تھے۔ جب ان دونوں سے لغزش ہوئی تو ان کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں تو ان کو شرم آئی۔ (وَطَفِقَا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ ذُرُقِ الْجَنَّةِ) یہ انجیر کے پتے تھے حتیٰ کہ کپڑے جیسے بتالیے۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمہوں پر پتے رکھے گئے تاکہ اپنا ستر ڈھانپ لیں۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آدم علیہ السلام کا قدم لبا تھا۔ گویا کہ وہ صبور کے درخت ہیں اور سر کے بال بہت زیادہ تھے۔ جب چوک ہو گئی اور شرم گاہ کھل گئی تو آپ خوف سے جنت میں بھاگے گئے تو جنت کے درختوں میں سے ایک نے آپ کو آپ کے بالوں سے جکڑ لیا تو آپ علیہ السلام نے اس کو کچھ مجھے چھوڑ دے اس نے کہا میں نہ چھوڑوں گا تو اللہ تعالیٰ نے آواز دی۔ اے آدم علیہ السلام کیا مجھ سے بھاگ رہے ہو؟ تو آپ علیہ السلام نے عرض کیا نہیں اے میرے رب لیکن مجھے آپ سے شرم آ رہی ہے (وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنِ الشَّجَرَةِ) یعنی اس کے کھانے سے۔

(وَأَقْبَلَ لُكْمًا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ) اس کو تہبارے درمیان نداوت ہے۔ محمد بن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پکارا اے آدم آپ علیہ السلام نے اس درخت کو کھایا حالانکہ میں نے آپ کو منع کیا تھا؟ تو آپ علیہ السلام نے جواب دیا کہ مجھے حواء نے کھلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حوا علیہا السلام سے پوچھا کہ کیوں کھلایا ہے؟ تو انہوں نے کہا مجھے سانپ نے کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سانپ کو کہا تو نے کیوں تم دیا؟ اس نے کہا مجھے ابلیس نے کہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حواء جیسے تو نے درخت کا خون نکالا تو بھی بہ ماہ خون بہائے گی اور اے سانپ میں تیرے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا تو اپنے پیٹ اور چہرے سے پلٹنا جو تجھے دیکھے گا تیرا سر کھل دے گا اور اے ابلیس تو طمعوں اور مردود ہے۔

قَالَ رَبُّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ② قَالَ أَهْبَطُوا
بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ③ قَالَ لِيُهَا تَحْيَوْنَ وَ
لِيُهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ④ يٰبَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُورِي سَوَاتِمَكُمْ
وَرِيثًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ مِّمَّا ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ⑤

⑤ دونوں کہنے لگے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت اور رحم نہ کریں

گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جاوے گا حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نیچے ایسی حالت میں جاؤ کہ تم باہم بعضے دوسرے بغضوں کے دشمن ہو گے اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ ہے اور نفع حاصل کرنا ایک وقت تک فرمایا کہ تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر پیدا ہونا ہے۔ اے اولاد آدم کی ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو کہ تمہارے پردہ دار بدن کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے اور تقویٰ کا لباس یہ اس سے بڑھ کر ہے یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ یہ لوگ یاد رکھیں۔

تفسیر ②۳ (قَالَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا) وہ تمہیں معصیت کے ذریعے سے ضرر پہنچائے گا۔ (وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ) ہلاک ہونے والے

②۴ (قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ)

②۵ (قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ) یعنی زمین میں زندگی گزارو گے (وَ فِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ) یعنی زمین میں اپنی قبروں سے نکالے جاؤ گے۔ ابن عامر، حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے ”تخرجون“ تاء کے زبر کے ساتھ یہاں اور زخرف میں پڑھا ہے۔ یعقوب رحمہ اللہ نے یہاں موافقت کی ہے اور حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے زیادہ کیا ہے ”و كذلك تخرجون“ الروم کی ابتداء میں اور باقی حضرات نے تاء کے پیش اور راء کے زبر کے ساتھ ان میں پڑھا ہے۔

②۶ (يُنَبِّئُ آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ) یعنی تمہارے لیے پیدا کی (لباساً) یہاں لباس کے لیے ”انزلنا“ کہا ہے حالانکہ لباس تو زمین کی نباتات سے بنتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ نباتات آسمان کے پانی سے ہوتے ہیں۔ اب معنی یہ ہوگا کہ ہم نے اُتارے لباس کے اسباب۔ بعض نے کہا زمین کی تمام برکات آسمان کی طرف منسوب ہیں جیسا کہ فرمایا ”وانزلنا الحديد“ حالانکہ لوہا تو زمین سے نکلتا ہے۔

آیت لِبَاسًا يُوَارِي سَوَاتِكُمْ كَا شَان نَزُول

اس آیت کے نزول کا سبب یعنی شان نزول یہ ہے کہ جاہلیت میں لوگ بیت اللہ کا ننگے طواف کرتے تھے اور کہتے ہیں جن کپڑوں میں اللہ کی نافرمانی کی اس میں طواف کیسے کریں تو مردوں کو اور عورتیں رات کو طواف کرتیں قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں عورت طواف کرتی اور اپنی شرم گاہ پر ہاتھ رکھ کر کہتی، آج کے دن یہ ساری یا تھوڑی ظاہر ہو جائے، جو حصہ اس کا ظاہر ہوگا میں اس کو نہ ڈھانپوں گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے پردہ کا حکم دیا۔ اور فرمایا (قد انزلنا عليكم لباساً يواري سواتكم) تمہاری شرم گاہ ڈھانپے اس کا واحد ”سواة“ ہے شرم گاہ کا نام سواة (برائی) رکھا گیا ہے کیونکہ ہر شخص اس کے ظاہر ہونے کو برا سمجھتا ہے۔ پس تم ننگے طواف نہ کرو۔ (يُوَارِي سَوَاتِكُمْ) تو تم ننگے طواف نہ کرو (وَرِيْشًا) ابن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہد، ضحاک اور سدی رحمہما اللہ کے قول میں اس سے مال مراد ہے کہا جاتا ہے ”تريش الرجل“ جب وہ مال دار ہو جائے۔ اور بعض نے کہا جمال یعنی خوبصورتی مراد ہے یعنی وہ کپڑے اُتارے جن سے تم خوبصورتی حاصل کرتے ہو اور بعض نے کہا لباس مراد ہے۔

(وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَلِكُمْ خَيْرٌ) اہل مدینہ، ابن عامر اور کسائی رحمہما اللہ نے "ولباس" اس میں "سین کے زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔" لباس" پر عطف کرتے ہوئے اور دیگر حضرات نے پیش کے ساتھ پڑھا ہے مبتداء ہونے کی وجہ سے اور اس کی خبر (خبر) ہے اور "ذلک" کو کلام میں صلہ بتایا ہے۔ اس لیے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "ولباس التقویٰ خیر" پڑھا ہے اور "لباس التقویٰ" میں اختلاف ہوا ہے۔

لباس التقویٰ کی تفسیر میں مختلف اقوال

① تو وہ اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ تقویٰ سے ایمان مراد ہے۔ ② حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں حیا مراد ہے کیونکہ وہ تقویٰ پر ابھارتی ہے۔ ③ مظاہر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نیک عمل مراد ہے۔ ④ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اچھے اخلاق، عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تقویٰ کا لباس اللہ کا خوف ہے۔ ⑤ اور کبھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں معنی یہ ہے کہ تقویٰ کا لباس اس کے صاحب کے لیے بہتر ہے۔ جب وہ خوبصورتی کے لیے پیدا کیے ہوئے لباس کو لے۔ ⑥ ابن ابی باری رحمہ اللہ فرماتے ہیں تقویٰ کا لباس وہی پہلا لباس ہے اس کا اعادہ کیا ہے یہ خبر دینے کے لیے کہ تنگی کا اٹھانپنا حوائف میں نکالنا ہونے سے بہتر ہے۔ ⑦ زید بن علی فرماتے ہیں کہ تقویٰ کا لباس وہ آلات جن سے جنگ میں ہنوا ہو سکتے تھے ذرہ، خود، کالیاں، پنڈلیاں۔ ⑧ بعض نے کہا اون کا لباس اور وہ کھردرے کپڑے جن کو پرہیزگار لوگ پہنتے ہیں۔ (وَذَلِكُمْ مِنَ ابْتِغَاءِ لِقَاءِ رَبِّكُمْ يُذَكَّرُونَ)

يٰۤاٰدَمُ لَا يَفْتِنُكَ الشَّيْطٰنُ كَمَا اَخْرَجَ اٰبَوٰنِكَ مِنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوَآئِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيْطٰنَ اَوْلِيَاۤءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۗ وَاِذَا فَعَلُوْا لَاجِسًا۟ قَالُوْٓا وَجَدْنَا عَلَيْهَا اٰبَاءَنَا وَ اللّٰهُ اَمَرْنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اتَقُوْٓا لَوْنِ عَلٰى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۗ

⑧ اے ادا آدم کی شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے۔ جیسا کہ اس نے تمہارے دادا دادی کو جنت سے باہر کر دیا ایسی حالت سے کہ ان کا لباس بھی ان سے اتر وادیا تا کہ ان کو ان کا پردہ کا بدن دکھائی دینے لگے وہ اور اس کا علم تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم ان کو عا دہ نہیں دیکھتے ہو، ہم شیطانوں کو انہیں لوگوں کا رشتہ ہونے دیتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے اور وہ لوگ جب کوئی نیک کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہم کو یہی بتایا ہے آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نیک بات کی تعلیم نہیں دیتا۔ کیا خدا کے ذمے انکی بات اکاتے ہو جس کی تم سند نہیں رکھتے۔

تفسیر 27 (يَبْنِي آدَمَ لَا يَفْتِنُكُمُ الشَّيْطَانُ اے اولاد آدم نہ گمراہ کرے تم کو شیطان۔ (كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُم) یعنی تمہارے آباء آدم و حوا علیہما السلام کو فتنہ میں مبتلا کیا، پھر ان دونوں کو اس سے نکال دیا۔ (مِنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوَاتِيَهُمَا) یعنی اے بنی آدم شیطان تم کو دیکھتا ہے (إِنَّهُ يَرُكُّكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ) اس کا لشکر۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ اور اس کی اولاد اور قنادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جن اور شیاطین کا قبیلہ مراد ہے (مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ) مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دشمن تجھے دیکھے اور تو اس کو نہ دیکھے تو یہ سخت نقصان وہ ہے مگر جن کو اللہ بچالے۔ (إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيْطَانَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ) زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان پر مسلط کر دیا کہ ان کی سرکشی میں اضافہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ہے ”أَنَا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَوَزَّعُوا“

28 (وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً) ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کا ننگے طواف کرنا مراد ہے۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں شرک مراد ہے اور ”فاحشة“ ہر اس برے فعل کو کہتے ہیں جو قباحت کی انتہاء تک پہنچ چکا ہو۔ (قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا) یہاں کچھ عبارت مقدر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ برا کام کرتے ہیں اور ان کو روکا جائے تو کہتے ہیں ہم نے اس پر اپنے آباء کو پایا تھا اور جب کہا جائے کہ تمہارے آباء نے یہ کام کہاں سے لیا تو کہتے ہیں (وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا ط قُلْ إِنْ لَمْ يَأْمُرِ بِالْفَحْشَاءِ ط اتَّقُوا لَوْ أَنَّ اللَّهَ مَا لَا تَعْلَمُونَ)

قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ط
كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ 29 فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ ط إِنَّهُمْ اتَّخَذُوا الشَّيْطَانَ
أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنََّّهُمْ مُهْتَدُونَ 30

ترجمہ آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے حکم دیا ہے انصاف کرنے کا اور یہ کہ تم ہر سجدہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طور پر کرو کہ اس عبادت کو خالص اللہ ہی کے واسطے رکھا کرو تم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح پیدا کیا تھا اسی طرح پھر تم دوبارہ پیدا ہو گے بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی اور بعض پر گمراہی کا ثبوت ہو چکا ہے ان لوگوں نے شیطانوں کو رفیق بنا لیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔

تفسیر 29 (قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہنے کا اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں توحید کا اور مجاہد اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ انصاف کا (وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ)

واقیموا وجوهکم عند کل مسجد کی تفسیر

مجاہد اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جہاں بھی ہو نماز میں کعبہ کی طرف متوجہ رہو اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب

یہ ہے کہ جب نماز کا وقت آجائے اور تم کسی مسجد کے پاس ہو تو اسی میں نماز پڑھ لو یہ نہ کہو کہ میں اپنی مسجد میں جا کر نماز پڑھوں گا اور بعض نے کہا کہ اپنے تہجدوں کو نہ لمس اللہ کے لیے بناؤ (وَأَذْعُوذُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ اور پکارو اس کو اس کی عبادت کرو نہ لمس اس کے فرما نہ ہو کر عت و عبادت کو جیسا کہ تم کو پہلے پیدا کیا دوسری بار بھی پیدا ہو گے) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی تخلیق کی ابتداء مؤمن اور کافر کے اعتبار سے کی۔ جیسا کہ خود فرمایا (هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ لَكُمْ كَافِرًا وَمِنْكُمْ مُؤْمِنًا) پھر قیامت کے دن اسی طرح لوہائیں گے جیسا کہ ان کو پیدا کیا تھا کہ بعض مؤمن بعض کافر۔ با برضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس عبادت پر مرتے تھے اسی پر اٹھائے جائیں گے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بندہ اسی چیز پر اٹھایا جائے گا جس پر تم مؤمن اپنے ایمان پر اور کافر اپنے کفر پر۔ ہوا علیہ رزق اللہ فرماتے ہیں دو اپنے ان اعمال پر لوئیں گے جو ان کے بارے میں ہیں۔ سعید بن جبیر رزق اللہ فرماتے ہیں جیسا تمہارے بارے میں لکھا گیا ہے تم ویسے ہو گے۔ محمد بن کعب رزق اللہ فرماتے ہیں کہ جس کی تخلیق اللہ نے شقاوت پر ہی۔ اسی کی طرف لوگے گا اور اہل سعادت والے نسل کرتا رہے جیسا کہ اطمین نیک بختوں والے نسل کرتا رہا اور بد بختی کی طرف لوگے گا اور جس کی تخلیق اللہ نے شقاوت پر ہوئی ہے اور اس کی طرف لوگے گا۔ اگرچہ بد بختوں والے نسل کرتا رہے۔ جیسا کہ بد بختوں والے نسل کرتے رہے نیک بخت ہو گئے۔ کمال بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ لوگوں کے سامنے جنتیوں والے نسل کرتا رہتا ہے یا جہنمیوں میں سے ہوتا ہے اور بے شک لوگوں کے سامنے جہنمیوں والے نسل کرتا رہتا ہے یا جہنمیوں میں سے ہوتا ہے اور بے شک اعمال کا دار و مدار خاتمہ پر ہے۔

حسن اور مجاہد رزق اللہ فرماتے ہیں جیسا کہ تمہیں دنیا میں ابتداء پیدا کیا کہ تم کچھ نہ تھے، اسی طرح تم زندہ ہو کر قیامت کے دن لوگے جیسا کہ تم نے پہلے پیدا کیا تمہارا نسل کو لوگے گے۔ تم اور رزق اللہ فرماتے ہیں ان کو نسل سے ابتداء پیدا کیا، مٹی کی طرف اور لوئیں گے، ان کی نسیب اللہ تعالیٰ کا قول "مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ" ہے۔

اللہ (فَرِيقًا هَدَىٰ) یعنی بنی آدم اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی (وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ إِنَّهُمْ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُونَ) اس میں دلیل ہے کافر خوار و ضد کی وجہ سے ہو یا انکار کی وجہ سے وہ اپنے کو ایمان میں حق مانتے رہتے ہیں۔

يَسَىٰ اٰدَمُ خُلِدُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا اِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٥﴾ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِي اَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نَقُصُّ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٦﴾ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ وَاِلٰئِمًا وَابْغْيٰ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ

تَشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۳۱﴾

تکلمہ اے اولاد آدمؑ کی تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو۔ بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے والوں کو۔ آپ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے کپڑوں کو جن کو اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا ہے آپ کہہ دیجئے کہ یہ اشیاء اس طور پر کہ قیامت کے روز بھی خالص رہیں دنیوی زندگی میں خاص اہل ایمان ہی کیلئے ہیں ہم اسی طرح تمام آیات کو سمجھداروں کے واسطے صاف صاف بیان کیا کرتے ہیں۔ آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے حرام کیا ہے تمام نخش باتوں کو ان میں جو علانیہ ہیں وہ بھی اور ان میں جو پوشیدہ ہیں وہ بھی اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگا دو جس کی تم سند نہ رکھو۔

تفسیر ﴿۳۱﴾ (يَبْنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ) مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ بنو عامر بیت اللہ کا ننگے طواف کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ زینت سے مراد کپڑے ہیں اور مجاہد رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جو چیز شرم گاہ کو ڈھانپ لے اگرچہ ایک عبا ہی کیوں نہ ہو اور کلبی رحمہم اللہ فرماتے ہیں زینت ہر وہ چیز جو طواف اور نماز کے لیے شرم گاہ کو ڈھانپ لے۔ (وَكُلُوا وَاشْرَبُوا) کلبی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ بنو عامر حج کے ایام میں پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاتے تھے اور چکنائی بھی نہ کھاتے تھے تو مسلمان کہنے لگے کہ ان کاموں کے ہم زیادہ حق دار ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حکم نازل کیا کہ کھاؤ گوشت اور چربی اور پیو (وَلَا تُسْرِفُوا) اس گوشت اور چکنائی کو حرام کر کے جس کو اللہ نے حلال کیا (إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ) جو ایسے کام کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو چاہے کھاؤ اور جو چاہے پہنو لیکن اسراف اور تکبر نہ کرو۔ علی بن حسین بن واقد رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سارے علم طب کو آدھی آیت میں جمع کر دیا ہے اور وہ ہے ”کلوا واشربوا“

﴿۳۲﴾ (قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ) یعنی طواف کے وقت کپڑے پہننا (وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ) یعنی گوشت اور چکنائی حج کے ایام میں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ مراد وہ چیزیں ہیں جن کو اہل جاہلیت حرام قرار دیتے تھے جیسے بحیرہ، سائبہ وغیرہ۔ (قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ) آپ کہہ دیں یہ نعمتیں اصل میں ایمان والوں کے واسطے ہیں دنیا کی زندگی میں خالص انہی کے واسطے ہیں قیامت کے دن (عبارت محذوف ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہ نعمتیں دنیا میں مؤمنین اور مشرکین سب کے لیے ہیں کیونکہ مشرکین بھی مؤمنین کے ساتھ صاف ستھری چیزوں کے استعمال کرنے میں شریک ہیں اور آخرت میں یہ صرف مؤمنین کے ساتھ خاص ہیں، مشرکوں کا کوئی حصہ نہیں اور بعض نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ یہ نعمتیں ہر غم اور مشقت سے خالص ہو کر قیامت میں مؤمنین کو ملیں گی کیونکہ دنیا میں تو غم اور مشقت کے ساتھ ملتی ہیں۔ نافع رحمہم اللہ نے ”خالصہ“ پیش کے ساتھ پڑھا ہے یعنی آپ کہہ دیں یہ ایمان والوں کے لیے دنیا میں مشترک

ہے، آیت کے دن نماز میں ہے اور دیگر حضرات نے نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ (كَذَلِكَ نَقُصِّلُ الْأَيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ)
 ﴿۱۰﴾ (قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ) یعنی ننگے طواف کرنا۔ "مَا ظَهَرَ" سرروں کا دن کو ننگے
 طواف کرنا اور "مَا بَطَّنَ" صورتوں کا رات میں ننگے طواف کرنا۔ بعض نے کہا اعلاناً اور چھپ کر زنا کرنا مراد ہے۔ عبد اللہ رضی اللہ
 عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سے زیادہ کوئی غیرت والا نہیں اسی لیے تو کھلے اور پوشیدہ برے
 کاموں کو حرام کیا اور اللہ سے زیادہ کسی کو تعریف پسند نہیں اس لیے اپنی تعریف خود کی (وَالْإِثْمَ) یعنی چھوٹے اور بڑے گناہ کو اور
 ننگے زنا اور اللہ فرماتے ہیں کہ وہ گناہ مراد ہے جس میں حد جاری نہ ہو۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اثم سے شراب مراد ہے۔
 بیسے کہ شراب کہتا ہے میں نے اثم یعنی شراب کو پیا تو میری عقل چلی گئی۔ اسی طرح اثم یعنی گناہ عقل کو ختم کر دیتا ہے۔
 (وَالَّذِي بَغِيَ الْحَقِّ) ظلم اور تمسیر کو (وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ سُلْطَانًا) یعنی حجت اور برہان (وَأَنْ
 تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ) کھیتی اور مویشی کی حرمت میں یہ مقادیر کا قول ہے اور باقی فرماتے ہیں کہ آیت عام ہے بغیر
 یقین کے دین میں کوئی بھی بات کہنا حرام ہے۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿۱۱﴾ يٰبَنِي آدَمَ إِذَا
 بَاتَيْتُمْكُمْ وَرَأْسُكُمْ بَقُوصٌ عَلَيْكُمْ فَأَلْحِقْ خَوَافَ عَلَيْهِمْ وَلَا
 هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۱۲﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا
 خَالِدُونَ ﴿۱۳﴾ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ أُولَئِكَ يَنَالُهُمُ
 نَصِيبُهُم مِّنَ الْكُتُبِ وَحَتَّىٰ إِذَا جَاءَ تُهْمُ رُسُلُنَا يَتَوَلَّوْنَهُمْ قَالُوا إِنَّا مَّا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِن
 دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَاذِبُونَ ﴿۱۴﴾

﴿۱۱﴾ اور ہر قوم کے لیے ایک موعودہ ہے سو جس وقت ان کی موعودہ معین آجائے گی اس وقت ایک ساعت نہ
 پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔ اے اولاد آدم کی اگر تمہارے پاس توغیر آدیں جو تم ہی میں سے
 ہوئے جو تم سے احکام تم سے بیان کریں گے سو جو شخص پر ہیز رکھے اور درستی کرے سو ان لوگوں پر نہ کچھ اندیشہ ہے
 اور نہ وہ ٹھکن ہوں گے۔ اور جو شخص ہمارے ان احکام کو سمجھنا بتلا دیں گے اور ان سے تکبر کریں گے وہ لوگ دوزخ
 والے ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ سو اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے
 یا اس کی آیتوں کو سمجھنا بتلا دے ان لوگوں کے نصیب کا جو کچھ ہے وہ ان کو مل جائے گا یہاں تک کہ جب ان کے
 پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی جان قبض کرنے آویں گے تو کہیں گے کہ وہ کہاں گئے جن کی تم خدا کو چھوڑ کر

عبادت کیا کرتے تھے وہ کہیں گے کہ ہم سے سب غائب ہو گئے اور اپنے کافر ہونے کا اقرار کرنے لگیں گے۔

﴿۳۴﴾ (وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ) یعنی مدت اور کھانا، پینا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ، عطاء اور حسن رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی ان پر عذاب اترنے کا وقت مقرر ہے۔ (فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ) اور ان کا کھانا ختم ہو جائے گا (لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ) جب انہوں نے عذاب مانگا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

﴿۳۵﴾ (يَبْنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ) بعض نے کہا کہ تمام رسول مراد ہیں اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یا بنی آدم سے عرب کے مشرکین اور رسل سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں (نَقُصُّونَ عَلَيْكُمُ الْبَيِّنَاتِ) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے فرائض اور احکام سنائیں (فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ) یعنی شرک سے ڈرے اور نیک عمل کرے۔ (فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ) جس وقت لوگوں پر خوف ہوگا (وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ) جب وہ لوگ غمگین ہوں گے۔

﴿۳۶﴾ (وَالَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا) یعنی آیات پر ایمان لانے سے تکبر کیا، تکبر کو ذکر کیا کیونکہ ہر کافر اور تکذیب کرنے والا متکبر ہے (أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ)

﴿۳۷﴾ (فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا) اس کے لیے شریک بنائے (أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ) اُولَٰئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيبُهُمْ مِّنَ الْكِتَابِ) یعنی لوح محفوظ میں جو ان کا حصہ لکھا ہوا ہے اس میں اختلاف ہے۔ حسن اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جو ان کے لیے عذاب لکھا ہوا ہے اور ان کے چہرے سیاہ کرنے اور نیلی آنکھیں کرنے کا جو فیصلہ لکھا ہوا ہے۔ عطیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو شخص اللہ پر جھوٹ بولے اس کے لیے لکھا ہوا ہے کہ اس کا چہرہ سیاہ ہوگا خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

(وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ نَزَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ جَوْهَرًا مَسْوَدًا) اور قیامت کے دن آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ بولا ان کے چہرے سیاہ ہیں) سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بدبختی اور نیک بختی لکھ دی گئی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں یعنی ان کے اعمال جو انہوں نے کیے ان کو لکھ دیا گیا ہے اور اس پر جو خیر اور شر جاری ہوگا وہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔ محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کا رزق اور عمل لکھ دیا گیا ہے (حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوا آيِنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ) یعنی فرشتے کفار کو کہیں گے کہ جن کی تم عبادت کرتے تھے یہ ڈانٹ کا سوال ہے (قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَيٰ أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ) یہ اقرار موت کا معائنہ کرنے کے وقت کریں گے۔

قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَّمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ فِي النَّارِ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعْنَتْ أُخْتَهَا حَتَّىٰ إِذَا آدَارُكُوا فِيهَا جَمِيعًا قَالَتْ أُخْرَاهُمْ لِأَوْلَاهُمْ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ أَضَلُّونَا فَاتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ قَالَ لِكُلِّ ضِعْفٍ وَلَكِنْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۳۸﴾ وَقَالَتْ

أُولَئِكَ لَأُخْرَهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَلذُرْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ⑤

⑤ اللہ تعالیٰ فرمادے گا کہ جو پورے تم سب سے پہلے گزر چکے ہیں جنات میں سے بھی اور آدمیوں میں بھی ان کے ساتھ تم بھی دوزخ میں جاؤ جس وقت بھی کوئی (کفار کی) جماعت داخل (دوزخ) ہوگی اپنی جیسی دوسری جماعت کو لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب اس میں سب منع ہو جائیں گے تو پچھلے لوگ پہلے لوگوں کی نسبت کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا سو ان کو دوزخ کا عذاب (ہم سے) دوگنا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرمادیں گے کہ سب ہی کا دوگنا ہے لیکن (ابھی) تم کو (پوری) خبر نہیں۔ دو پہلے لوگ پچھلے لوگوں سے کہیں گے کہ میں پھر تم کو ہم پر کوئی فوقیت نہیں سوتے تم بھی اپنے کردار کے مقابلہ میں عذاب کا مزد چھتے رہو۔

تفسیر ⑤ (فَانِ ادْخُلُوا فِي اٰمَمٍ) یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو کہیں گے کہ دوسری جماعتوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ (فَلذُرْقُوا مِنْ قَلْبِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ) پہلی امتوں کے کفار کے ساتھ (كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَعْنَتْ اٰخَرَهَا) یہاں دینی بہن ماریں گے۔ تو یہودیہ اور نصاریٰ نصاریٰ کو لعنت کریں گے۔ ہر جماعت اپنے دینی بھائیوں کو اور قہر میں اپنے قائدین کو لعنت کریں گے۔ یہاں ان کا لفظ استعمال نہیں کیا کیونکہ امت اور جماعت مؤنث ہیں۔ (حَتَّىٰ اِذَا اُذِرْكُمَا فِيهَا جَمِيعًا) یعنی جہنم میں سب منع ہو جائیں گے (فَالْتَأْخِرَهُمْ لِأُولَئِكَ) مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "آخری" سے مراد وہ ہیں جو بعد میں جہنم میں داخل ہوں گے اور اولیٰ سے مراد قائدین ہیں کیونکہ یہ پہلے جہنم میں داخل ہوں گے اور ان میں سے کسی نے اللہ عزوجل سے کہا کہ ہر امت کے بعد والے لوگ پہلوں کو کہیں گے (رَبَّنَا هَؤُلَاءِ اَضَلُّوْنَا فَاثْبِتْهُمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِنَ النَّارِ) اللہ تعالیٰ (لِكُلِّ ضِعْفٍ وَلٰكِنْ لَا تَعْلَمُونَ) کہ تمہارے فریق کیلئے کیسا عذاب ہے اور ابو بکر نے (لَا يَعْلَمُونَ) یہ کہ ساتھ پڑھتے ہیں اور انہیں جانتے ہیں اور قائدین کیلئے کیا ہے اور قائدین نہیں جانتے کہ قہر میں کیلئے کیا ہے۔

⑤ (وَقَالَتْ اُولَئِكَ لَأُخْرَهُمْ) یعنی قائدین (پچھلوں کو) پیروکاروں کو (فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ) کیونکہ تم نے بھی ہر طرف نظر کیا تو تم اور عذاب میں بھی ہم برابر ہوں گے (فَلذُرْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ)

اِنَّ الدِّينَ كَذَّبُوْنَا بِاٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْنَا عَنْهَا لَا تَفْتَحْ لَهُمْ اَبْوَابَ السَّمٰوٰتِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۗ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ⑥ لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ مِّنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۗ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِيْنَ ⑦ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑧ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غَلِيٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ وَقَالُوْا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۗ وَنُودُوْا اَنْ

تِلْكُمْ الْجَنَّةِ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۳۹﴾ وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَنْ قَدْ
وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ۖ قَالُوا نَعَمْ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ
بَيْنَهُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿۴۰﴾

﴿تجوید﴾ جو لوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور ان (کے ماننے) سے تکبر کرتے ہیں ان کے لئے آسمان کے
دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے کے اندر
سے نہ چلا جاوے اور ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ ان کے لئے آتش دوزخ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر
اسی کا اوڑھنا ہوگا ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ہم
کسی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ کوئی کام نہیں بتلاتے ایسے لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں
گے اور جو کچھ ان کے دلوں میں غبار تھا ہم اس کو دور کر دیں گے ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ لوگ کہیں
گے کہ اللہ کالا کھلا کھلا احسان ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا اور ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ
پہنچاتے واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لے کر آئے تھے اور ان سے پکار کر کہا جاوے گا کہ یہ جنت تم کو دی گئی
ہے تمہارے اعمال کے بدلے اور اہل جنت اہل دوزخ کو پکاریں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا
ہم نے تو اس کو واقع کے مطابق پایا۔ سو تم نے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا تم نے بھی اس کو مطابق واقع کے پایا وہ
کہیں گے ہاں پھر ایک پکارنے والا دونوں کے درمیان میں پکارے گا کہ اللہ تعالیٰ کی مار ہو ان پر ظالموں پر۔

﴿تفسیر﴾ ﴿۴۰﴾ (إِنَّ الدِّينَ كَذَبُوا بِاللَّيْنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفْتَحُ) تاء کے ساتھ ابو عمرو نے بغیر شد کے پڑھا ہے اور
یاء کے ساتھ حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے اور باقی حضرات نے تاء اور شد کے ساتھ پڑھا ہے۔ (لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ) نہ ان کی
دُعاؤں کے لیے اور نہ اعمال کے لیے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کی روحوں کے لیے کیونکہ وہ خبیث ہیں ان کو آسمان پر نہیں چڑھایا جاتا بلکہ سجنین
میں لے جایا جائے گا۔ آسمان کے دروازے مؤمنین کی روحوں کے لیے کھولے جائیں گے اور ان کی دُعاؤں اور اعمال کے لیے
(وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ) یعنی جب اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل نہ ہو جائے۔ مخیط
اور خیاط کا ایک معنی ہے یعنی سوئی مطلب آیت کا یہ ہے کہ وہ کبھی داخل نہ ہوں گے کیونکہ کسی شے کو جب مجال شے کے ساتھ معلق
کیا جائے تو یہ دلالت کرتا ہے کہ اس کا پایا جانا بالکل ممکن نہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ میں نے کروں گا جب تک کہ ابوڑھانہ ہو جائے
یا جب تک تار کول سفید نہ ہو جائے، مراد یہ ہوتی ہے کہ میں یہ کام کبھی نہ کروں گا۔ (وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ)

﴿۴۱﴾ (لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ) ”غواش غاشیة“ کی جمع ہے یعنی لحاف۔ مراد یہ آگ ان کو ہر طرف

سے پھرنے کی بجائے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لِيَمَّ مِّن لِّوَفِيهِمْ ظِلُّ مِّن النَّارِ وَمِن تَحْتِهِمْ ظِلُّ" (وَكَذَلِكَ نَجْزِي
الظَّالِمِينَ اور ہم یوں بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو)

⑤ (وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا) یعنی ان کی طاقت کے مطابق اور جس میں
کوئی حرج اور آگلی نہ ہو۔ (أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ)

⑥ (وَلَنُرْعَا مَالِي صُدُورِهِمْ مِّنْ عَلِيٍّ) صَوْت اور دشمنی تھی ہم ان کو بھائی بنا دیں کہ تختوں پر آسنے سانسے بیٹھے ہوں
کے آپس میں کسی سے حسد نہ ہوگا (نَجْرِي مِّنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ) حسن رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے
کہ آیت پر یہ "وَلَنُرْعَا مَالِي صُدُورِهِمْ مِّنْ عَلِيٍّ اخوانا علی سرور متقابلین" اللہ کی قسم ہم اہل بدر کے بارے میں
تازہ ہوئی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ میں، عثمان، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہما ان لوگوں میں سے ہوں
کے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا (نکال میں ہم جو کچھ ان کے دلوں میں نکالی تھی)
پہلے سے ابو ہریرہ کے بعد جنتیوں کے سینوں سے بغض نکال دیا جائے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمنوں کو جہنم سے بچا لیا
جائے گا اور جنت اور جہنم کے درمیان ایک پہل پران اور رکا جائے گا اور ایک دوسرے پر جو قلم کیے ہوں ان کا بدلہ لیا جائے گا جب
ان کی حالت پھر جنت اور خوب سفائی ہو جائے گی تو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی۔ قسم ہے اس ذات کی جس
سے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم جان ہے کہ وہ مؤمن لوگ جنت کے گھر کا راستہ دنیا کے گھر سے بھی زیادہ جانتے ہوں گے۔
سیدی رحمہ اللہ ان آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جنتی لوگ جب جنت کی طرف روانہ کیے جائیں گے تو جنت کے دروازہ پر ایک
درخت پائیں گے جس کی جڑ میں دو چشمے ہوں گے ایک سے پھیں گے تو ان کے دل سے کینہ نکال دیا جائے گا، یہی شراب ظہور
ہے اور دوسرے سے نسل بریں کے تو ان پر نعمتوں کو تر و تازگی آجائے گی اس کے بعد نہ ان پر میل آئے گی اور نہ پراگندہ ہوں
گے "الہی ہذا" یعنی جنت کے راستے کی طرف اور سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے ہمیں عمل کی ہدایت دی جس
کا یہ ثواب ہے۔ "وما کُنَّا" ابن عمر رحمہ اللہ نے "ما کُنَّا" بغیر واؤ کے پڑھا ہے۔ "لنہندی لولا ان ہدانا اللہ لقد جاء ت
رسل ربنا بالحق" جب جنتی لوگ رسولوں کے وعدوں کو سامنے دیکھیں گے تو یہ کہیں گے۔ (اور ہم نہ تھے راہ پانے والے اگر نہ
ہدایت کرتا ہم جو اللہ ہے شک اسے تھے رسول ہمارے رب کی سچی بات) یہ بات جنتی لوگ کہیں گے جب رسولوں کے کیے ہوئے
وعدوں کو اپنے سامنے دیکھیں گے (اور آواز آنے کی کہ یہ جنت ہے وارث ہوئے تم اس کے بدلے میں اپنے اعمال کے)
بغض نے کہا جب وہ جنت کو دور سے دیکھیں گے تو یہ آواز آنے کی اور بغض نے کہا جنت میں پہنچنے کے بعد۔

اہل جنت کو تمام مشکلات سے چھٹکارے کی بشارت کا اعلان

حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے یہ دونوں فرماتے ہیں کہ آواز دینے والا آواز دے گا کہ

تمہارے لیے یہ انعام ہے تم ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے اور ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی موت نہ آئے گی اور تم جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہو گے اور تم ہمیشہ ناز و نعم میں رہو گے کبھی فقر نہ آئے گا۔ آیت میں اسی آواز کا ذکر ہے۔ یہ صحیح حدیث ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کی سند سے اس کو مرفوع بھی نقل کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شخص کے لیے جنت و جہنم میں ٹھکانہ ہے۔ کافر مؤمن کے جہنم کے ٹھکانے کا وارث بنے گا اور مؤمن کافر کے جنت کے ٹھکانے کا وارث بنے گا۔

④ (وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا) ثواب کا (سچا سو تم نے بھی پایا اپنے رب کے وعدہ کو) عذاب کے وعدہ کو (حَقًّا اس سے مراد سچائی فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ اس سے مراد عذاب حَقًّا ط قَالُوا نَعَمْ) کسائی رحمہ اللہ نے ”نعم“ کو عین کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے جہاں بھی قرآن میں آیا ہے اور باقی حضرات نے عین کے فتح کے ساتھ اور یہ دونوں لغتیں فصیح ہیں۔ (فَأَذِّنْ مُؤَذِّنٌ مِّنْ بَيْنَهُمْ) یعنی ایسی پکار ہوگی جس کو دونوں فریق سن لیں گے (أَنَّ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ) اہل مدینہ اہل بصرہ اور عاصم نے (ان) کو بغیر شد کے ”لعنة“ کو پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے ”آن“ کو شد اور ”لعنة اللہ“ کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ منصوب ہے ظالمین کی وجہ سے مراد کافرین ہے۔

الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كَفُورُونَ ⑤ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَتِهِمْ وَنَادُوا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلِّمُوا عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ⑥

⑤ جو اللہ کی راہ سے اعراض کیا کرتے تھے اور اس میں کجی تلاش کرتے رہتے تھے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر تھے اور ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہوگی اور اعراف کے اوپر بہت سے آدمی ہونگے وہ لوگ ہر ایک کو ان کے قیافہ سے پہچانیں گے اور اہل جنت کو پکار کر کہیں گے السلام علیکم ابھی یہ اہل اعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور اس کے امیدوار ہوں گے۔

⑤ (الَّذِينَ يَصُدُّونَ) پھیرتے تھے لوگوں کو (عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ) اللہ کا کہنا ماننے سے (وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ غیر اللہ کے لیے نماز پڑھتے تھے اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے عظمت نہیں دی اس کو عظیم جانتے تھے۔ ”عِوَج“ عین کے کسرہ کے ساتھ دین میں یا زمین ٹیڑھا ہونا اور ہر وہ چیز جو سیدھی کھڑی نہ ہوتی ہو اس کو بھی کہہ سکتے ہیں اور اگر عین پر فتح ہو تو کھڑی چیز پر بولا جاسکتا ہے جیسے دیوار نیزہ وغیرہ۔ (وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كَفُورُونَ) ⑥ (وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ) یعنی جنت اور جہنم کے درمیان اور بعض نے کہا جہنمیوں کے درمیان دیوار ہوگی اور یہ وہی سورہ ہے جس کا تذکرہ قرآن میں ہے۔ ”فَضْرِبَ بَيْنَهُم بِسُورَةٍ لَّهُ بَابٌ“..... (وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ) اعراف وہی سورہ ہے جو جنت اور جہنم کے درمیان ہوگا۔

اصحاب الاعراف کی وضاحت اور مصداق

اعراف کی فتح ہے ہر بند جبکہ کو عرف کہتے ہیں اور مرنے کی کٹھنی کو بھی "عرف اللہیک" کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی تمام جسم سے بند ہوتی ہے۔ سدی رزمہ شہ فرماتے ہیں کہ اس سورہ کا نام اعراف اس وجہ سے رکھا گیا کہ اعراف والے لوگوں کو پہچانتے ہوں گے۔

اعراف پر کون لوگ ہوں گے؟ اس کی تعیین میں صراحت کا اختلاف ہے۔ عذیفہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی یعنی ان کی برائیاں جنت میں جانے سے زکوٰۃ ہوں گی اور نیکیاں جہنم میں جانے سے۔ یہ لوگ اعراف پر ظہر سے رہیں گے پھر اللہ تعالیٰ جو چاہے ان کے حق میں فیصلہ کریں گے اور ان کو جنت میں داخل کریں گے اپنے فضل سے اور یہ جنت میں داخل ہونے والے آخری لوگ ہوں گے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ لوگ قیامت کے دن حساب کیا جائے گا۔ پس جس کی نیکیاں اس کی برائیوں سے زیادہ ہوں گی اور پچھلے دنوں سے زیادہ ہو تو جنت میں داخل ہوگا اور جس کی برائیاں اس کی اچھائیوں سے بڑھ گئیں اگرچہ ایک ہو تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ پھر یہ آیت پڑھی "لَمَنْ نَقَلْتُمُوزَابِنْدَ فَاوَلَنكَ هُمُ الْمَفْلُحُونَ وَمَنْ حَفَّتْ مُوزَابِنْدَ فَاوَلَنكَ الْمَدِينُ حَمْرًا وَالْفَسِيحُ" پھر فرمایا: تو ان لوگوں کی رائی کے وزن کی وجہ سے بھٹ جاتا ہے یا اٹھ جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں تو وہ اعراف والوں میں ہوگا تو یہ لوگ صراط پر ظہر سے رہیں گے پھر وہ جنتوں اور جہنموں کو پہچاننے کیسے کہ جب جنت والوں کی طرف دیکھیں گے تو ان کو سلام کریں گے اور جب اپنی آنکھیں جہنموں کی طرف پھیریں گے تو تین کے آگے ہوں گے تو تین نہ رہیں گے اور تینوں والوں کو ایک نور دیا جائے گا جو ان کے آگے اور دائیں چلے گا اور یہ ایک نور دیا جائے گا تین جب صراط پر آئیں گے تو اللہ تعالیٰ ہر منافق مرد و عورت کا نور چھین لیں گے۔ جب جنتی لوگ یہ نظر دیکھیں گے تو تین کے آگے ہوں گے اور تین کے لیے ہے، رانور مکمل مردے لیکن اصحاب اعراف سے نور تو نہیں چھینا جائے گا تین ان کی برائیاں ان کو روک دین کی تو ان کے دل میں امید رو جائے گی کیونکہ ان کا نور ختم نہیں ہوا ہوگا تو اس کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: (لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ)

اور ان کو طمع اس نور کی ہوگی جو ان کے سامنے ہے، پھر وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے اور وہ جنت میں سب سے آخر میں داخل ہوں گے اور شہید بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اصحاب الاعراف وہ لوگ ہیں جو اپنے والدین کی اجازت کے بغیر جہاد کے لیے گئے ہوں گے اور مقاتل نے اپنی تفسیر میں اس کو مرنوع نقل کیا ہے کہ اہل اعراف وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے والدین کی نافرمانی کر کے جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لیا اور شہید ہو گئے تو ان کو جہنم سے آزادی ملی اللہ کے راستے میں قتل ہونے کی وجہ سے اور والدین کی نافرمانی کی وجہ سے جنت میں داخل ہونے سے روکے گئے تو یہ جنت میں سب سے آخر میں داخل ہوں گے اور مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے والدین میں سے ایک ان پر راضی ہوگا اور دوسرا راضی نہ ہوگا۔ یہ اعراف

پر روکے جائیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے درمیان فیصلہ کر دیں۔ پھر یہ جنت میں داخل ہوں گے اور عبدالعزیز بن یحییٰ کتابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ لوگ ہیں جو فترت کے زمانہ میں مر گئے اور انہوں نے اپنا دین تبدیل نہیں کیا اور بعض نے کہا ہے کہ یہ مشرکین کے بچے ہیں اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ مؤمنین میں سے اہل فضل ہیں جو اعراف پر چڑھیں گے اور اہل جنت اور اہل جہنم پر جھانکیں گے اور دونوں فریقوں کے احوال کا مطالعہ کریں گے۔

(عرفون کلابسیماہم) یعنی جنتیوں کو ان کے چہرے کی سفیدی اور جہنمیوں کو ان کے چہروں کی سیاہی سے پہچان لیں گے۔ (وَنَادُوا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلِّمُوا عَلَيْكُمْ لَمَّا يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ) اس میں داخل ہونے کے۔ ابو العالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ طمع رکھی ان کو اعزاز دینے کے لیے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس ذات نے ان کے دلوں میں طمع ڈالی وہ ان کو ان کی طمع تک پہنچا دے گا۔

وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ④۷
 وَنَادَى أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُمْ بِسِيمَتِهِمْ قَالُوا مَا أَغْنَىٰ عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ
 وَمَا كُنْتُمْ تُسْتَكْبِرُونَ ④۸ أَهْلَ الْأَيْدِي الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ ط أُدْخِلُوا
 الْجَنَّةَ لَا خَوْفَ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ④۹ وَنَادَى أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ
 أَنْ أَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ ط قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَرَمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ ⑤۰
 الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا وَغَرَّتُهُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ نُنَسِّهِمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ
 يَوْمِهِمْ هَذَا وَمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ⑤۱

تذکرہ اور جب ان کی نگاہیں اہل دوزخ کی طرف جا پڑیں گی تو کہیں گے اے ہمارے رب ہم کو ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے اور اہل اعراف بہت سے آدمیوں کو جن کو کہ ان کے قیافہ سے پہچانیں گے پکاریں گے کہیں گے تمہاری جماعت اور تمہارا اپنے کو بڑا سمجھنا تمہارے کچھ کام نہ آیا کیا یہ وہی ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ ان پر اللہ تعالیٰ رحمت نہ کرے گا۔ ان کو یوں حکم ہو گیا کہ جاؤ جنت میں تم پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ تم مغموم ہو گے۔ اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو یا اور ہی کچھ دے دو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دے رکھا ہے جنت والے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کی کافروں کے لئے بندش کر رکھی ہے۔ جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو و لعب بنا رکھا تھا اور جن کو دنیوی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا سو ہم بھی آج کے روز ان کا نام نہ لیں گے جیسا انہوں نے اس دن کا نام تک نہ لیا۔ اور جیسا یہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

﴿وَأِذَا ضَلَلْتَ أَبْصَارَهُمْ تَلَفَاءً أَوْ أَصْحَابِ النَّارِ﴾ تو اللہ کی پناہ مانگیں گے (فَالْوَا رَبَّنَا لَا تُجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ)۔ یعنی کافروں کے ساتھ جنہم میں نہ ڈال۔

﴿وَرَادَى أَصْحَابِ الْأَعْرَافِ رَجَالًا﴾ جو جنہم کی دنیا میں بڑے لوگ تھے (بَعُرَ لَوْ زُنُيْمٌ بِسِنِينِهِمْ فَالْوَا مَا أَغْنَى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ)۔ یعنی دنیا کا مال اور اولاد (وَمَا كُنْتُمْ تُنْتَكَرُونَ) ایمان لانے سے کہیں۔ کبھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں دو لوگ دیوار پر آواز دیں گے اس امید بن مغیرہ والے ابو جہل بن ہشام، اسے فلاں پھر وہ جنت کی طرف دیکھیں گے تو اس میں دو فقیہ اور مزور لوگ ہوں گے جن کا وہ مذاق اڑاتے تھے جیسے سلمان، سہیب، خباب اور بلال رضی اللہ عنہما اور ان جیسے دیگر حضرات تو اعرف والے ان کا جواب دیتے تھے۔

﴿الْهَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَلْسِنَتُهُمْ لَبَّاتِلُوهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ﴾ یعنی تم نے قسم اٹھائی تھی کہ یہ جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ پھر اعرف والے کو یہاں جانے کا (أَدْخَلُوا الْجَنَّةَ لَا حَوْلَ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ) یہاں ایک دوسرا قول ہے کہ جب اعرف والے جنہم میں جاتے ہیں تو وہ جنت میں داخل ہو گئے ہیں تو تم تو داخل نہیں ہو گئے تو ان کو حذر میں کے اور قسم صاف میں کے کہ تم جنہم میں داخل ہو گے تو جو فرشتے اعرف والوں کو روکے ہوئے ہوں گے وہ تمہیں کے کہ تم ان اعرف والوں کے بارے میں قسم صاف نہ ہو گے۔ ان کو اللہ کی رحمت نہ پہنچے گی؟ پھر ان اعرف والوں کو کہیں گے تم جنت میں داخل ہو جاؤ ان کا جواب دیتے ہیں اور ان کو تمہیں ہو گے۔

﴿وَرَادَى أَصْحَابِ النَّارِ أَصْحَابِ الْجَنَّةِ أَنْ الْبِضُورَا عَلَيْنَا مِنَ الْعَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ﴾ اللہ نے جو تم کو جنت سے حصوں سے رزق دیا پھر ہم پر بھی اللہ کی برکت سے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عطاء نے روایت کی ہے کہ جب اعرف والے جنت پہنچتے ہیں تو جنہم والوں کو امید ہوگی کہ اب ہم پر کشتادگی ہو جائے گی تو وہ کہیں گے اے ہمارے رب! بے شک ہمارے رشتہ دار جنت میں ہیں تو ہمیں اجازت دے کہ ہم ان کو دیکھ لیں اور بات کر لیں تو وہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو جنت میں دیکھیں گے کہ وہ نعمتوں میں مزے کر رہے ہیں تو ان کو پہچان لیں گے لیکن جنت والے ان کی سیاحت کی وجہ سے ان کو نہ پہچان سکیں گے تو جنہم والے جنت والوں کو ان کے نام لے کر پکاریں گے اور ان کو رشتہ دار ہونے کی خبر دیں گے اور کہیں گے کہ تمہارا پانی یا حصہ دے دو۔ (فَالْوَا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مَهْمَا عَلَى الْكَافِرِينَ) یعنی پانی اور کھانے کو۔

(الَّذِينَ اتَّخَلَفُوا دِينَهُمْ لِهَوَاهِمْ وَأَلْبَابُهُمْ غَرَّتْهُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا) جو شیطان نے ان کے لیے مزین کیا بیکر وہ غیرہ کا حرام کرنا اور بیت اللہ کے ارد گرد بیٹیاں اور تالیاں بیٹا اور وہ تمام بڑے افعال جو وہ جاہلیت میں کرتے تھے اور بعض نے کہا ہے "دینہم" یعنی اپنی عیب تو اور احموت میں ان کو دنیا کی زندگی نے سو آج ہم ان کو بھلا دیں گے (آگ میں چھوڑ دیں گے) (فَالْيَوْمَ نُنَسِّبُهُمْ كَمَا نَسَّوْا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَذَا) یعنی جیسے انہوں نے اس دن کی ملاقات کے لیے عمل چھوڑ دیا (وَمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَلُونَ)۔

وَلَقَدْ جَنَّبَهُمْ بِكُتُبٍ فَصَلَّنَهُ عَلَى عِلْمٍ هَدَى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٤٥﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ

الْآتَاوِيلَةَ ۞ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلَهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ
فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلْ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۞ قَدْ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ
وَضَلُّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۞ 53 ۞ إِنَّ رَبَّكُمْ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ
أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشَى اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ
مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ ۞ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۞ تَبْرَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۞ 54 ۞

اور ہم نے ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچادی ہے جس کو ہم نے اپنے علم کامل سے بہت ہی واضح
کر کے بیان کر دیا ہے ذریعہ ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لئے جو ایمان لے آتے ہیں ان لوگوں کو اور کسی بات کا
انتظار نہیں صرف اس کے اخیر نتیجہ کا انتظار ہے جس روز اس کا اخیر نتیجہ پیش آدے گا اس روز جو لوگ اس کو پہلے سے
بھولے ہوئے تھے یوں کہنے لگیں گے کہ واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی سچی باتیں لائے تھے۔ سواب کیا کوئی ہمارا
سفارشی ہے کہ وہ ہماری سفارش کر دے یا کیا ہم پھر واپس بھیجے جاسکتے ہیں تاکہ ہم لوگ ان اعمال کے جن کو ہم کیا
کرتے تھے برخلاف دوسرے اعمال کریں بیشک ان لوگوں نے اپنے کو خسارہ میں ڈال دیا اور یہ جو جو باتیں تراشتے
تھے۔ سب گم ہو گیا۔ بیشک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر
قائم ہوا۔ چھپا دیتا شب سے دن کو ایسے طور پر کہ وہ شب اس دن کو جلدی سے آ لیتی ہے اور سورج اور چاند اور
دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں۔ یاد رکھو اللہ کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور
حاکم ہونا بڑی خوبیوں کے بھرے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کے پروردگار ہیں

تفسیر 52 (وَلَقَدْ جِئْنَاهُمْ بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ) یعنی قرآن جس کو مفصل بیان کیا ہے ہم نے خبرداری
سے ہماری طرف سے وہ چیز جو ان کی مناسبت ہے (هُدًى وَرَحْمَةً) یعنی ہم نے قرآن کو ہدایت دینے والا اور
رحمت والا بنایا ہے (لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ)

53 (هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ) مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تاویل سے جزاء مراد ہے اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا
انجام مراد ہے اور معنی یہ ہے کہ یہ اسی کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے امر کا انجام کیا ہوتا ہے یعنی عذاب اور ان کا جہنم میں
جانا۔ (يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلَهُ) یعنی اس کی جزاء اور ان کا انجام کہنے لگیں گے (يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ
رَبِّنَا بِالْحَقِّ) سو اس وقت اعتراف کیا جب ان کو اعتراف نفع نہ دے گا (فَهَلْ لَنَا) سے آج کے دن (مِنْ شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا
لَنَا أَوْ نُرَدُّ) یا ان کو لوٹادیں دنیا کی طرف (فَنَعْمَلْ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۞ قَدْ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ)۔ یعنی عذاب سے
ہلاک کر دیا (وَضَلُّ) اس سے مراد باطل ہے (عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ)

① (إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لِيُنزِلَ عَلَيْكُمْ حَقًّا وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُونَ) یعنی چھ دن کی مقدار میں اس لیے کہ دن سورج کے طلوع سے غروب تک کا وقت ہے اور اس وقت نہ سورج تھانہ آسمان اور نہ ایام۔ بعض نے کہا چھ دن آخرت کے دن کی طرح یعنی ہر دن ہزار سال کے برابر اور بعض نے کہا دنیا کے دنوں کی طرح۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کے ایک لمحہ میں پیدا کرنے پر قادر تھے لیکن چھ دن میں پیدا کر کے مخلوق کو تعلیم دی ہے کہ اپنے کاموں میں عمل و وقار اختیار کرو۔ تحقیق حدیث میں آیات کہ وقار زمین کی طرف سے اور بلند شیطان کی طرف سے ہے۔ (ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ)

اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ کی مختلف تفاسیر

ابن اور مقاتل رحمہما اللہ نے "استوی" کا معنی کیا ہے اس نے قرار پکڑا اور ابو عبیدہ رحمہ اللہ نے معنی کیا ہے بلند ہوا۔ معتاد نے "استواء" کی تائید "استعلاء" سے کی ہے یعنی غلبہ پایا عرش پر۔ اہل سنت فرماتے ہیں کہ "استواء علی العرش" اللہ تعالیٰ کی صفت ہے بغیر کسی کیفیت کے۔ ہر بندہ پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس صفت پر ایمان لائے اور اس کی حقیقت کا محسوس کرے کہ اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں۔ کسی شخص نے مالک بن انس سے اللہ تعالیٰ کے فرمان "الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى" کے بارے میں سوال کیا کہ اس استوی کی کیفیت کیا تھی؟ تو آپ رحمہ اللہ نے کچھ ایسا بھڑایا اور پھر اس کو صوبہ اسٹوڈیا اور کہا "استواء" کے معنی مجہول نہیں لیکن کیفیت عقل سے باہر ہے اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے بارے میں سوال نہ کرنا بدعت ہے اور میں تجھے کمراد سمجھتا ہوں پھر اس کے بارے میں حکم دیا اس کو مجلس سے نکال دیا گیا۔ سفیان ثوری، ابوزانی، ایث بن سعد، سفیان بن عیینہ، عبد اللہ بن مبارک رحمہما اللہ اور ان کے علماء و اہل سنت کے بہت سے علماء نے اس سے روئی ہے کہ صفات مشابہات کو ان کے معنی پر جاری کر دو بغیر کسی متعین کیفیت کے اور لغت میں عرش تخت کو کہتے ہیں۔ بعض نے کہا عرش سے ملک مراد ہے۔ اور بعض نے کہا ہے عرش جو بلند ہو اور سایہ کرے۔ اسی سے عرش الکریم ہے۔ "یُعْشَى اللَّيْلُ النَّهَارُ" ترمذی اور ابوبکر اور یاقوت رحمہما اللہ نے "یُعْشَى" شد کے ساتھ پڑھا ہے یہاں اور سورۃ الرعد میں اور بآتی حضرات نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی رات دن پڑ آتی ہے اور اس کو ڈھانپ لیتی ہے اور اس میں حذف ہے یعنی "یُعْشَى النَّهَارُ اللَّيْلُ" اور کلام کے اس پر دلالت کرنے کی وجہ سے اس کو ذکر نہیں کیا اور دوسری آیت میں ذکر کیا ہے اور فرمایا۔ (يُعْشَى اللَّيْلُ النَّهَارُ يَطْلُبُهُ حِينًا وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مُسْخَرَاتٌ بِأَمْرِهِ مَا آلا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَنْوَارُ) ارحاماتا ہے رات پر دن کہ وہ اس کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا ہوا اور پیدا کیے سورج اور چاند اور تارے ابن عامر رحمہ اللہ نے تامل و تامل کے ساتھ پڑھا ہے مبتدأ اور خبر کی بناء پر اور بآتی حضرات نے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور اسی طرح سورۃ النحل ہے عطف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے قول "خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ" پر یعنی ان تمام چیزوں کو تالیق پیدا کیا۔ تا بعد اپنے حکم کے سن لو اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم فرماتا) یعنی اسی کی مخلوق ہے کیونکہ اس نے ان کو پیدا کیا اور اسی کے لیے حکم ہے اپنی

مخلوق کو جو چاہے حکم دے۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خلق اور امر میں فرق کیا ہے جو ان کو جمع کرے وہ کافر ہے (تَبَرَّكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ) یعنی بلند اور عظیم ہے اللہ۔ بعض نے کہا تبارک تفاعل ہے برکت سے بمعنی بڑھنا اور زیادہ ہونا یعنی برکت اس کے ذکر سے حاصل کی جاتی ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ہر برکت کے ساتھ آیا ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں برکت اسی کے پاس سے آتی ہے اور بعض نے کہا ہے با برکت اور پاک ہے اور بعض نے کہا ہے تبارک اللہ یعنی ہر چیز میں اسی کے نام کے ساتھ برکت حاصل کی جاتی ہے۔ محققین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس صفت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ثابت و دائم ہے نہ زائل ہوگا اور نہ زائل کیا جاسکتا ہے۔ اور برکت کی اصل ثبوت ہے۔ کہا جاتا ہے تبارک اللہ اور تبارک اور مبارک نہیں کہا جاتا۔ اس لیے کہ منقول نہیں ہے۔ ”رب العالمین“

أَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ⑤۵ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ

إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ⑤۶

تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تذلل ظاہر کر کے اور چپکے چپکے بھی (البتہ یہ بات) واقعی (ہے کہ) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جو حد سے نکل جاویں اور دنیا میں بعد اس کے کہ اس کی درستی کر دی گئی فساد مت پھیلاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو۔ خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور امیدوار رہتے ہوئے بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں سے۔

تفسیر ⑤۵ (أَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا) اپنے کو ذلیل کرتے ہوئے (وَخُفْيَةً) حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خفیہ دعا اور اعلانیہ دعا کے درمیان سترگنا فرق ہے۔ مسلمان دعا میں خوب کوشش کرتے تھے مگر ان کی آواز نہیں سنی جاتی تھی۔ صرف سرگوشیاں ان کے رب کے ساتھ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خفیہ دعا مانگنے کا حکم دیا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے نیک بندے کا ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ اس کے فعل سے راضی ہوئے (جس وقت اس نے اپنے رب کو پکارا چپکے سے) تو فرمایا (اذ نادى ربه نداء خفياً) (انہ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ) بعض نے کہا دعا میں حد سے گزرنے والے۔ ابو مجاز رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ لوگ مراد ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے مرتبوں کا سوال کرتے ہیں۔ ابو نعامة رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو سنا کہ وہ کہہ رہا ہے اے اللہ! میں تجھ سے جنت کے دائیں طرف سفید محل کا سوال کرتا ہوں جب میں جنت میں داخل ہوں گا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے اللہ سے جنت کا سوال کر اور اس سے جہنم سے پناہ مانگ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ عنقریب اس امت میں ایک ایسی قوم جو پاکی میں اور دعا میں حد سے تجاوز کرے گی۔ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں حد سے گزرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ آواز کو دعا میں بلند کیا جائے اور چیخا جائے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی لڑائی کی تو لوگ ایک وادی پر چڑھے اور تکبیر

کہنے میں آواز کو بند کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے آپ پر نرم کرو تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے تم ہر کسی کی سننے والے قریب کو پکار رہے ہو۔ (رواد ابنی رئی) عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معتدین و دلوک ہیں جو مؤمنین کے خلاف ایسی دغا نہیں کرتے ہیں جو حلال نہیں۔ مثلاً کہتے ہیں اے اللہ! ان کو رسوا کر دے اے اللہ! ان پر لعنت کر دے وغیر وہ۔

⑤ (وَلَا تَفْسُدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا) یعنی معاشی کر کے اور غیر اللہ کی اطاعت کی طرف بلا کر زمین میں فحاشی مت ڈالو یعنی اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیج کر اور شریعت کو بیان کر کے اس کی اصلاح کر چکے ہیں اور یہی حسن، سدی، شحاک، کھلی زمین، اللہ کے قول کا معنی ہے۔ عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زمین میں تا فرمایاں نہ کرو پس اللہ تعالیٰ بارش کو روک لیں گے اور تمہاری تا فرمایاں کی وجہ سے کھیتی جو پاک کر دیں گے اس صورت میں "بعد اصلاحها" کا معنی یہ ہوگا کہ بارش اور فراوانی کے ذریعے اللہ نے اس کی اصلاح کر دی اس کے بعد فساد نہ کرو (وَأَذْعُرُوا خَوْفًا وَطَمَعًا) یعنی اللہ اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور اس کی مغفرت اور فضل کی امید (إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ) "قریب" نہیں کہا۔ سعید بن جبیر زمرہ اتفرماتے ہیں کہ یہاں ثواب کے لیے ہے تو صفت معنی کی طرف لوٹ رہی ہے لفظ کی طرف نہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ" اور منہا نہیں کہا اس لیے کہ اس سے مراد اس کے برابر نہیں ہے۔ نہیں بن احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قریب اور بعید کے لفظ میں مذکر، مؤنث، واحد، جمع سب برابر ہیں۔ ابو عمرو بن عابد رحمہ اللہ فرماتے ہیں قریب لغت میں قرب کے معنی میں ہوتا ہے اور مسافت کے معنی میں بھی۔ عرب کہتے ہیں "هذه امرأة قريبة منك" جب یہ قرابت کے معنی میں ہو اور قریب منک کہتے ہیں جب مسافت کے معنی میں ہو۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا مِّمَّنْ يَدْفِي رَحْمَتِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَقْلَّتْ سَحَابًا بِثَالِغٍ لِّقَلْبِهِ لِيُنزِلَ فِيهِ مِنْ سَّمَاءٍ غَيْرِهَا مِثْبَاتٌ لِّمَنْ يَشَاءُ ۗ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ۝۱۰
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝۱۱ وَالْبَلَدِ الطَّيِّبِ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۚ كَذَلِكَ نَصْرَفُ الْأَيْتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ ۝۱۲

⑩ اور وہ (اللہ) ایسا ہے کہ اپنی باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ ہوا میں بھاری بادلوں کو اٹھاتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی خشک سرزمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں یونہی ہم مردوں کو نکال کھڑا کر دیں گے تاکہ تم سمجھو اور جو ستمی سرزمین ہوتی ہے اس کی پیداوار تو خدا کے حکم سے خوب نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس کی پیداوار اور (آزمائی بھی تو) بہت کم نکلتی ہے اسی طرح ہم (ہمیشہ) دلائل کو طرح طرح سے بیان کرتے رہتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو قند ڈالتے ہیں۔

تفسیر 57 (وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا) عاصم رحمہ اللہ نے باء اور اس کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور شین کے سکون کے ساتھ یہاں اور الفرقان اور سورۃ النمل میں۔ یعنی ہوائیں بارش کی خوشخبری لاتی ہیں کیونکہ دوسری آیت میں ہے ”الرياح مبشرات“ (بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ) اور حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے ”نشرا“ نون اور زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور وہ پاکیزہ نرم ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”والناشرات نشرا“ اور ابن عامر رحمہ اللہ نے نون کے پیش اور شین کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے نون کے پیش اور شین کے ساتھ پڑھا ہے نشور کی جمع صبور اور صبر اور رسول اور رسل کی طرح یعنی متفرق اور یہ وہ ہوائیں ہیں جو ہر جانب سے چلتی ہیں۔ ”بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ“ یعنی بارش سے پہلے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج کے لیے تشریف لے جا رہے تھے کہ مکہ کے راستہ میں سخت ہوا چلی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اردگرد والوں سے پوچھا کہ ہوا کے بارے میں تم تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا پیغام پہنچا ہے؟ کسی نے جواب نہ دیا تو یہ سوال مجھ تک پہنچا میں قافلہ کے آخر میں تھا میں نے سواری کو زبردستی دوڑایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا اور عرض کیا اے امیر المؤمنین! مجھے خبر پہنچی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ہوا کے بارے میں سوال کیا ہے؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہوا اللہ کے حکم سے آتی ہے رحمت اور عذاب کے ساتھ آتی ہے۔ اس کو برا بھلا نہ کہو اور اللہ سے اس کی خیر کا سوال کرو اور اس کے شر سے پناہ مانگو۔ اسی روایت کو عبدالرزاق نے معمر بن الزہری سے اپنی سند سے نقل کیا ہے (حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا) بارش کے ساتھ (سُقْنَهُ) تو ہانک دیتے ہیں ہم اس بادل کو ضمیر السحاب کی طرف لوٹ رہی ہے۔ ”لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ“ یعنی ایسے مردہ شہر کی طرف جو پانی کا محتاج ہے اور بعض نے کہا ہے اس کا معنی ایسے مردہ شہر کو زندہ کرنے کے لیے جس میں کوئی نباتات نہ ہوں۔ ایک مردہ شہر کی طرف) جو پانی کا محتاج ہو (فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۗ كَذَلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ) زمین کے بخر ہونے کے بعد اس کے زندہ کرنے سے استدلال کیا ہے مردوں کو زندہ کرنے پر (لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ)

ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب سب لوگ نوحہ اولیٰ سے مرجائیں گے تو اللہ تعالیٰ مردوں کی منی کی طرح کی ایک بارش عرش کے نیچے کے پانی سے بھیجیں گے جس کا نام ”ماء الحیوان“ ہے تو وہ کھیتی کے اگنے کی طرح اپنی قبروں میں اُگ جائیں گے جب ان کے جسم مکمل ہو جائیں گے تو ان میں روح پھونکی جائے گی پھر ان پر نیند ڈال دی جائے گی تو وہ قبروں میں سو جائیں گے پھر دوسرے نوحہ کے ساتھ جمع کیے جائیں گے اور وہ نیند کا خمار اپنے سروں میں محسوس کر رہے ہوں گے اس وقت وہ لوگ کہیں گے (یا ویلینا من بعثنا من مرقدنا)

58 (وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ) یہ مثل اللہ تعالیٰ نے کافروں اور مؤمنوں کے لیے بیان کی ہے۔ مؤمن کی مثال اس پاکیزہ شہر کی سی ہے جس کو بارش کا پانی پہنچے تو اس سے اللہ کے حکم سے نباتات نکلیں۔ (وَالَّذِي خَبَتْ) یعنی شوریلی زمین (لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِيدًا) ابو جعفر رحمہ اللہ نے کاف کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور

دیگر حضرات نے کاف کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی تھوڑی مقدار بڑی مشقت اور تھگی سے۔ پہلی مثال مؤمن کی ہے کہ جب قرآن سنتا ہے اس کو غمزدہ کرتا ہے اور اس کو سمجھتا ہے تو اس سے نفع حاصل کرتا ہے اور دوسری کافر کی مثال ہے کہ قرآن کو سنتا ہے لیکن وہ اس میں کوئی اثر نہیں کرتا جیسے بدنہیٹ میں بارش کوئی اثر نہیں کرتی (كذٰلِكَ نَصْرَفُ الْاٰیٰتِ بِلِقَوْمِ يُشْكِرُوْنَ) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ اس ہدایت اور علم کی مثال جس کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے۔ اس شے بارش کی ہے جو کسی زمین کو پہنچے تو اس زمین کا ایک حصہ پائیزو ہے جو پانی کو قبول کر کے چاروا اور سبز گھاس اگاتا ہے اور ایک حصہ اس زمین کا خشک ٹوکڑا ہے جو پانی کو روک لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو نفع دیتے ہیں تو لوگ خود پیتے ہیں بنا نوروں کو پیتے ہیں اور کاشت کرتے ہیں اور دوبارہ اس زمین کے ایک دوسرے حصے پر برستی ہے وہ پھنسیل میدان ہے نہ پانی روکتا ہے اور نہ گھاس اگاتا ہے تو یہ اس شخص کی مثال ہے جو اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کرے اور جس علم کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا وہ جس کو نفع دے وہ خود سمجھے اور سمجھائے اور اس شخص کی مثال ہے جو اس علم کی طرف بالکل سر نہ اٹھائے اور اللہ کی اس ہدایت کو قبول نہ کرے جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ اِنِّىۤ اِنۡتَبِىۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيۡمٍ ① قَالَ الْمَلَاۤءُ مِنْ قَوْمِهٖ اِنَّا لَنَرٰكَ فِىۤ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ② قَالَ يَقَوْمِ لَيْسَ بِنِىۤ ضَلٰلَةٍ وَّلٰكِنِّىۤ رَسُوۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الْعٰلَمِيۡنَ ③ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلَتِ رَبِّىۤ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوۡنَ ④

① ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم (سرف) اللہ کی عبادت کر۔ اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (ہونے کے قابل) نہیں مجھ کو تمہارے لئے ایک بڑے (سخت) دن کے عذاب کا اندیشہ ہے ان کی قوم کے آبرو دار لوگوں نے کہا کہ ہم تو کو مسرت و خلطی میں (جسما) دیکھتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ میں تو ذرا بھی خلطی نہیں لیکن میں پروردگار عالم کا رسول ہوں تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں خدا کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جن کی تم کو خبر نہیں۔

② (لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰى قَوْمِهٖ) دونوں بن لکم بن متوشلح بن اخنوخ اور یہ اور یس علیہ السلام ہیں۔ نوح علیہ السلام پہلے نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اور یس علیہ السلام کے بعد بھیجا۔ یہ بڑھئی تھے اللہ تعالیٰ نے پچاس سال کی عمر میں منہوش فرمایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پچاس سال کی عمر میں اور بعض نے کہا دو سو پچاس سال کی عمر میں اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سو سال کی عمر۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نوح علیہ السلام اپنے اوپر کثرت سے نوحہ کرتے تھے اس وجہ سے ان کا نام نوح رکھا گیا پھر اس نوحہ کے سبب میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا اپنی قوم پر ہلاکت کی بددعا کرنے کی وجہ

سے افسوس کرتے تھے اور بعض نے اپنے بیٹے کنعان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے مراجعت کی وجہ سے۔ اور بعض نے کہا ہے اس لیے کہ وہ مجزوم کئے پر گزرے تو کہا اے بد صورت تو دور ہٹ جا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی کی کہ تو نے میرا عیب نکالا ہے یا کتے کا عیب نکالا ہے؟ (فَقَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ) ابو جعفر اور کسائی رحمہما اللہ نے ”من الہ غیرہ“ راء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ الالہ کی صفت پر ہے اور حمزہ نے سورۃ فاطر میں اس کی موافقت کی ہے۔ ”هل من خالق غير الله“ اور دیگر حضرات نے راء کے پیش کے ساتھ تقدیم کی بناء پر پڑھا ہے اس کی اصل عبارت ”مالکم غیرہ من الہ“ ہے۔ (إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ) بے شک میں خوف کرتا ہوں تم پر اگر تم ایمان نہ لائے (عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ)

60 (قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ)

61 (قَالَ يَقَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ) کہا آپ علیہ السلام (نوح علیہ السلام) نے اے میری قوم میں ہرگز بہکا نہیں لیست“ نہیں کہا اس لیے کہ ضلالہ کا معنی ضلال ہے یا فعل کی تقدیم کی بناء پر (وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ) 62 (أَبْلَغُكُمْ رَسُولٌ مِّن رَّبِّي وَأَنْصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ پہنچاتا ہوں تم کو ابو عمرو نے ”ابلغکم“ کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے جہاں بھی ہو یہ ابلاغ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول ”لقد ابلغتکم“ کی وجہ سے۔ اپنے رب کے پیغامات تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ تم تک تمہارے رب کا پیغام پہنچ چکا ہے۔

اور دیگر حضرات نے شد کے ساتھ تبلیغ سے پڑھا ہے، اللہ تعالیٰ کے فرمان ”بلغ ما انزل الیک“ کی وجہ سے۔ ”رسالات ربی“ تاکہ تم جان جاؤ کہ میں نے تبلیغ رسالت تم تک پہنچا دیا ہے۔ (وانصح لکم) نصیح یہ ہے کہ اپنے غیر کے لیے بھی اسی خیر کا ارادہ کرے جو اپنے لیے کرتا ہے اور میں جانتا ہوں کہ اللہ کا عذاب مجرم قوم سے دور نہیں کیا جاتا۔

أَوْعَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ 63 فَكَذَّبُوهُ فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ 64 وَالْإِلَىٰ عَادِ أَخَاهُمْ هُودًا 65 قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ 66 قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَنظُرُكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ 67

اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آگئی۔ تاکہ وہ شخص تم کو ڈرائے اور تاکہ تم ڈر جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جاوے سو وہ لوگ ان کی تکذیب ہی کرتے رہے تو ہم نے نوح کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے بچا لیا اور

جن لوگوں نے ہمارے آقاؤں کو جھٹلایا تھا ان کو ہم نے غرق کر دیا بیشک وہ لوگ اندھے ہو رہے تھے اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں ہو گیا تم نہیں ڈرتے ان کی قوم میں جو آبرو دار لوگ کا فر تھے انہوں نے کہا کہ ہم تم کو کم عقلی میں دیکھتے ہیں اور تم بیشک تم کو بھولنے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم! مجھ میں ذرا بھی کم عقلی نہیں لیکن میں پروردگار کے حکم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔

﴿۱۵﴾ (أَوْ عَجِبْتُمْ) انہیں استنہام کا واژہ ظہر پر داخل ہوا ہے (أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں نوحیت۔ اور بعض نے کہا ہے بیان اور بعض نے کہا ہے پیغام۔ (عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوا وَتَعْلَمُوا أَنَّكُمْ تُرْحَمُونَ) اللہ کے مذاب سے آ کر تم ایمان نہ لائے (وَلِتَتَّقُوا وَتَعْلَمُوا أَنَّكُمْ تُرْحَمُونَ)

﴿۱۶﴾ (فَكَذَّبُوا) یعنی نوح علیہ السلام کو جھٹلایا (لَانجِيْنُهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ) طوفان سے بچایا (وَاعْرِفْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عٰمِيْنَ) یعنی کافر ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کے دل اللہ کی معرفت حاصل کرنے سے اندھے ہو گئے۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں حق اور ایمان سے اندھے ہو گئے۔ کہا جاتا ہے "اجل عم عن الحق واعشى في البصر" اور بعض نے کہا "العمى" اور "الاعمى الخضر" اور الاخنقر کی طرح ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مذاب کے اترنے سے اندھے ہو گئے اور غرق ہو گئے۔

﴿۱۷﴾ (وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عٰمِيْنَ) یہ قوم عاد بن موس بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے تھی۔ یہ عاد اولیٰ ہے۔ ہود علیہ السلام ان کے بھائی تھے وہی بھائی نہ تھے۔ ہود علیہ السلام کا نسب نامہ یہ ہے ہود بن عبد اللہ بن رباح بن جلود بن عاد بن موس اور ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن شامخ بن اسعد بن سام بن نوح۔ (قَالَ يَقُوْمُ اغْتَلَبُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِهٖ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ) متفقون تعالون کے معنی میں ہے۔

﴿۱۸﴾ (قَالَ الْمَلَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ اِنَّا لَنُرٰكُ) اے ہود (لِي سَفَاهَةٌ) حماقت اور جہالت میں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں معنی یہ ہے کہ تو ایسے دین کی طرف بلا رہا ہے جس کو تو خود نہیں پہچانتا۔ (وَ اِنَّا لَنَنْظُرُكَ مِنَ الْكَذٰبِيْنَ) کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ہماری طرف۔

﴿۱۹﴾ (قَالَ) ہود علیہ السلام سے فرمایا (يَقُوْمُ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ) اِنلغكم رسلت ربِّي وَاَنَا لَكُمْ نٰصِيْحٌ اٰمِيْنٌ ﴿۱۹﴾ اَوْ عَجِبْتُمْ اَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ مِّنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ

فِي الْخَلْقِ بَصُطَةً فَادْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۶۹﴾ قَالُوا اجِئْنَا لِنُعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ
وَنَذَرَمَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَاْتِنَا بِمَا تُعِدُّنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ
مِّن رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَغَضَبٌ ؕ اَتَّجَا دِلُوْنِيْ فِيْ اَسْمَاءِ سَمِيْتُمْوَهَا اَنْتُمْ وَاَبَاؤُكُمْ مَا نَزَّلَ
اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَضِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ فَانجِيْنُهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ
مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاللّٰيْنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾

تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔ اور کیا تم اس بات کا تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا (بشر) ہے کوئی نصیحت کی بات آگئی تاکہ وہ تم کو ڈراوے اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو قوم نوح کے بعد آباد کیا اور ڈیل ڈول میں تم کو پھیلاؤ زیادہ دیا سو خدا تعالیٰ کی (ان) نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم کو فلاح ہو وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا آپ ہمارے پاس اس واسطے آئے ہوں گے کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کیا کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے۔ ہم ان کو چھوڑ دیں اور ہم کو جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو اس کو ہمارے پاس منگوا دو اگر تم سچے ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ بس اب تم پر خدا کی طرف سے عذاب اور غضب آیا ہی چاہتا ہے کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے باب میں جھگڑتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے آپ ہی ٹھہرا لیا ہے ان کے معبود ہونے کی خدا تعالیٰ نے کوئی دلیل (عقلی یا نقلی) نہیں بھیجی سو تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں غرض ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور ان لوگوں کی جڑ (تک) کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ایمان والے نہ تھے۔

﴿۶۸﴾ (اَبْلَغُكُمْ رِسَالَتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اٰمِيْنٌ) خیر خواہ ہوں کہ توبہ کی طرف بلاتا ہوں۔ رسالت پر امین ہوں۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آج کے دن سے پہلے میں تم میں امین تھا۔

﴿۶۹﴾ (اَوْ عَجِبْتُمْ اَنْ يَّجَاءَكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاۗءَ مِنْۢ مِّنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ) یعنی زمین میں ان کے ہلاک کرنے کے بعد (وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصُطَةً) یعنی لمبائی اور طاقت۔ کلبی اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے لمبے آدمی کا قد سو گز اور چھوٹے آدمی کا قد ساٹھ گز ہوتا تھا۔ ابو حمزہ ثمالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ستر گز اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اسی گز۔ اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر آدمی کی لمبائی بارہ گز تھی اور وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک کا سر بڑے گنبد کی طرح تھا۔ (فَاذْكُرُوا اَلْاٰلَاءَ اللّٰهِ)

انجوت کو اور اس کا واحدانی ہے اور انی می اور امعاء اور اتقا اور اتقاء کی طرح ہے اور اس کی نظیر "آناء اللیل" ہے۔ جیسے
اتامہ کا واحدانی دانی ہے۔ (لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ)

⑩ (قَالُوا أَجِئْنَا لِنُعْبَدَ اللَّهَ وَنَذَرَ مَا كَانَ يُعْبَدُ آبَاؤُنَا لَإِنَّا بِمَا نُعْبَدُنا إِنْ كُنْتُمْ مِنَ الصَّادِقِينَ) جن
بتوں کو، رب باپ دادا پر بتے رہے ان کو چھوڑ کر ایک خدا کی عبادت کریں۔ اگر کوئی وعدہ و نذاب ہے تو لے آؤ۔

⑪ (قَالَ) ہود یہ اسلام نے (لقد وقع) کہ تم پر نذاب پختہ ہو گیا اور نازل ہو گیا (غلبتکم من ربکم رجس) کہ تم
پر واقع ہو چکا ہے تمہارے رب کی طرف سے نذاب اور سین زام سے تبدیل کی گئی ہے۔ "و غلبت" یعنی ہارائیں۔ "انجا
ذئونی فی اسماء مستبواہا انتم و ابائکم" تم نے اس کو رکھا ہے۔ اور غصہ کیوں جھڑتے ہو، مجھ سے ان ناموں پر
کہہ رہے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے مفسرین نے مہربا اللہ فرماتے ہیں ان کے کئی بت تھے جن کی عبادت کرتے تھے
اور ان کے مختلف نام رکھے ہوئے تھے۔ (ما نزل اللہ بہا من سلطان) تجہ اور برہان مراد ہیں (فانتظروا) نذاب کے
آنے کے (انی معکم من المنتظرین)

⑫ (فانجینہ) ہم نے ہود یہ اسلام کو نذاب کے وقت نجات دی (والذین نفعہ برحمة منا و قطعنا ذاب الذین
کذبوا بابتنا) یعنی ہمان کو جڑوں سے اکھاڑ پھینک دیں گے اور ان کو ہلاک کر دیں گے (وما کانوا مؤمنین)

عاد کا واقعہ

محمد بن اسحاق اور دیگر نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ یمن میں رہتے تھے ان کی رہائش احقاف پر تھی یہ عمان اور حضرموت کے
درمیان ریت کے ٹپے ہیں۔ یہ ساری زمین میں پھیلے اور اپنی طاقت سے زمین والوں کو مغلوب کر دیا۔ یہ بتوں کی عبادت کرتے
تھے۔ ایک بت کو صد ام ایک کو صد و اور ایک کو صد و کہا جاتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ہود علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ یہ ان میں
درمیانے نسب والے اور اسی حسب والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے توحید کا حکم دیا اور لوگوں پر تعظیم کرنے سے روکا۔ اس کے علاوہ کوئی
عمر نہیں دیا تو انہوں نے نبی اور کہنے کے ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے تین سال تک بارش کو روک لیا
جس کی وجہ سے بہت مشقت میں پڑ گئے۔ اس زمانہ میں لوگ عمومی مصیبت کے وقت مکہ میں بیت اللہ کے پاس جا کر دُعائے مانگتے
تھے خواہ وہ کون ہوں یا مشرک تو مکہ میں بہت سے لوگ مختلف ادیان کے جمع ہو گئے اور سب مکہ کی تعظیم کرتے تھے۔ اس وقت
میں عمالہ قوم آباد تھی۔ ان کی نسل عملیق بن المذاہب بن سام بن نوح علیہ السلام سے چلی تھی۔

اس زمانہ میں مکہ کا سردار عمالہ قوم کا شخص معاویہ بن بکر تھا اس کی والدہ کلبد تھی جو خیبری کی بیٹی تھی یہ خیبری قوم عاد کا ایک
شخص تھا تو جب قحط پڑا تو قوم عاد کہنے لگی کہ اپنا ایک وفد مکہ بھیجو جو تمہارے لیے بارش کی دُعائے مانگے تو انہوں نے قیل بن عنز اور نعیم
بن حزال، عقیل بن مندین بن عاد الاکبر، مرہد بن سعد بن عقیق کو یہ مرید مسلمان تھے لیکن اسلام کو چھپاتے تھے۔ "جلہمة"

بنت خیبری معاویہ بن بکر کے ماموں کو بھیجا تو ہر آدمی کے ساتھ اس کی قوم کی ایک جماعت تھی یہاں تک کہ ان کے وفد کی تعداد ستر کو پہنچ گئی۔ جب مکہ آئے تو معاویہ بن بکر کے مہمان ہوئے۔ یہ مکہ میں حرم سے باہر رہتا تھا تو ان کی خوب مہمان نوازی کی کیونکہ یہ اس کے ماموں اور داماد وغیرہ تھے تو یہ ایک مہینہ وہاں رہے شراب پیتے اور معاویہ کی دو لونڈیاں ان کو گانا سناتیں۔ ان کو آتے ہوئے ایک مہینہ لگ گیا اور وہاں ایک مہینہ قیام کیا جب معاویہ نے ان کے لمبے قیام کو دیکھا اور یہ دیکھا کہ قوم نے ان کو مشکل سے نکلنے کی فریاد کرنے کے لیے بھیجا تھا اور یہ یہاں مزے کر رہے ہیں تو ان کو یہ بات ناگوار گزری اور کہا میرے ماموں اور رشتہ دار وہاں مر رہے ہیں اور یہ یہاں میرے مہمان بنے بیٹھے ہیں۔ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کروں، اگر جانے کا کہتا ہوں تو یہ ناراض ہوں گے کہ یہ ہمیں بوجھ سمجھتا ہے اور اگر کچھ نہیں کہتا تو میری قوم ہلاک ہوتی ہے تو انہوں نے ان گانے والی لونڈیوں کو چند اشعار لکھ کر دیئے کہ یہ ان کے سامنے گاؤ۔

اے قیل اور یثم اٹھ شاید اللہ بارش سے ہم کو سیراب فرمادے جس سے قوم عادی سیراب ہو ان لوگوں کی تو ایسی حالت ہو گئی کہ سخت پیاس کی وجہ سے سہاگے بھی نہیں کر سکتے نہ بوڑھے کی امید ہے نہ بچے کی۔ پہلے عورتیں عافیت سے تھیں مگر اب عورتیں بھی سخت پیاسی ہو گئیں۔ قوم عاد کو کھانے کیلئے علی الاعلان درندے گشت کر رہے ہیں اور کسی عاد والے کے تیروں کا ان کو اندیشہ نہیں اور تم لوگ یہاں مزے میں سارے دن رات گزار رہے ہو اے وفد! تو تمہارا برابر اہو تم کو سلامتی اور خوش آمدید نصیب نہ ہو۔

جب انہوں نے گائے تو یہ آپس میں کہنے لگے کہ ہماری قوم نے ہمیں اس مصیبت پر فریاد کرنے کے لیے بھیجا تھا ہم نے دیر کر دی ہے تو اب حرم میں داخل ہو کر اپنی قوم کے لیے بارش طلب کرتے ہیں تو مرشد بن سعد بن عفیر جو کہ خفیہ ایمان لائے تھے انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم تمہاری دعا سے بارش نہ ہوگی۔ لیکن اگر تم اپنے نبی کی اطاعت کر لو اور اپنے رب سے توبہ کر لو تو بارش ہوگی، اب انہوں نے اپنا اسلام ظاہر کر دیا اور چند اشعار کہے۔

عاد نے اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی جس کی وجہ سے پیاس سے ہو گئے آسمان پر ایک قطرہ نہیں برساتا ان کا ایک بت ہے جس کو صمود کہا جاتا ہے اور اس کے سامنے صدا اور ہبا بھی ہیں۔ اللہ نے رسول کے ذریعہ سے ہم کو راہ ہدایت دکھائی۔ ہم نے سیدھا راستہ دیکھ لیا اور نابینائی جاتی رہی جو معبود ہود کا ہے وہی میرا معبود ہے۔ اللہ ہی پر بھروسہ ہے اور اسی سے آس ہے۔

تو وہ لوگ معاویہ بن بکر کو کہنے لگے اس کو ہم سے روک دو یہ ہمارے ساتھ مکہ نہ جائے کیونکہ اس نے ہمارا دین چھوڑ کر ہود علیہ السلام کے دین کی اتباع کی ہے تو ان کے مکہ کی طرف جانے کے بعد مرشد بھی مکہ پہنچ گئے اور دعا مانگی کہ اے اللہ! میری دعا صرف میرے حق میں قبول کرنا ان لوگوں کے حق میں قبول نہ کرنا اور قوم عاد کا وفد اپنے سردار قیل بن عنز کے ساتھ دعا کر رہا تھا کہ اے اللہ! ہمارے وفد کا سردار جو کچھ مانگ رہا ہے وہ ہمیں بھی دے اور قیل بن عنز نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! اگر ہود علیہ السلام سچے ہیں تو ہم پر بارش برسا کیونکہ ہم ہلاک ہو رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے تین بادل پیدا کیے سفید اور سرخ اور سیاہ اور قیل کو آواز آئی ان میں سے ایک کو اپنی قوم کے لیے چن لے۔ قیل نے کہا میں سیاہ کو چنتا ہوں کیونکہ اس میں پانی

زیادہ ہوتا ہے تو آواز آتی تو نے اپنی قوم کے لیے راکھ کو چتا ہے ان میں سے کوئی نہ بچے گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سیاہ بادلوں کو قوم عاد کو سزا دینے کے لیے بھیج دیا۔ جب وہ بادل قوم عاد پر پہنچے تو وہ خوش ہو گئے اور کہنے لگے یہ بادل ہم پر برستے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ وہ عذاب ہے جس کو تم جلدی طلب کرتے تھے۔ اس عذاب کو سب سے پہلے قوم عاد کی ایک عورت نے دیکھا اور چیخ مار کر بیہوش ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا کیا دیکھا تو نے؟ اس نے کہا کہ میں نے ہوا دیکھی جس میں آگ کے شعلے تھے اس کے آگے ٹی آدی ہیں جو اس کو کھینچ کر لارہے ہیں، اس عورت کا نام مہدیہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بادل کو سات راتیں اور آٹھ دن ان پر مسلط کیا۔ اس نے قوم عاد کے تمام افراد ہلاک کر دیئے۔ صود علیہ السلام اور مؤمنین پہلے سے انک ہو گئے تھے ان کو بھی ہلکی ہوا لگی جو بڑی بھلی معلوم ہوتی تھی اور قوم عاد پر بڑی شدید تھی کہ ان کو زمین سے آسمان کی طرف اٹھاتی تھی پھر زمین پر پھینکتی تھی۔

وہ اللہ تعالیٰ سے نکل کر معاویہ کے پاس آیا تو قوم عاد سے تین دن کی دوری پر ایک قوم آباد تھی۔ اس کا ایک شخص اونٹنی پر آیا، ایک تاریک رات میں اور خبر دی تو انہوں نے پوچھا صود علیہ السلام اور ان کے ساتھی کہاں تھے؟ اس نے کہا سمندر کے ساحل پر گویا ان کو ابھی بھی شک تھا۔ تو یہی بات بکر کہنے کی اللہ کی قسم اس نے سچ خبر دی ہے اور یہ بات بھی ذکر کی گئی ہے کہ مرشد بن سعد، عثمان بن داؤد، بن عمر نے جب مکہ میں دعا کی تو ان کو کہا گیا کہ تمہاری دعا قبول ہو گئی اب اپنے لیے کچھ باتو، سوائے بیوش زندہ رہنے کے یہ دعا موت تو ہر ایک کو آتی ہے تو مرشد نے دعا مانگی اے اللہ! مجھے سچائی اور نیکی دے۔ یہ ان کو مل گئی۔ عثمان نے کہا مجھے بھی عمر دینا ہے تو خود اختیار کرتی ہو؟ اس نے سات گھنٹوں کی عمر پسند کی ہر گز اس سال زندہ رہا اور ساتویں گز سے ماٹھ یہ بھی مر گیا اور اس نے کہا جو چیز میری قوم کو پہنچی مجھے بھی وہی دیں تو کہا گیا کہ ہلاکت؟ اس نے کہا مجھے پروا نہیں ان سے۔ بعد ان کی مجھے ضرورت نہیں تو اس کو بھی وہی عذاب پہنچا اور ہلاک ہو گیا۔

سجدی رحمة اللہ علیہ سے ہیں اللہ تعالیٰ نے عاد پر سخت آندھی بھیجی جب آندھی ان کے قریب ہوئی تو انہوں نے اونٹوں اور مردوں کو دیکھا کہ وہ آسمان و زمین کے درمیان میں اُڑ رہے ہیں جب ان لوگوں نے یہ دیکھا تو جلدی سے گھروں میں کھس کر دروازہ بند کر لیا تو آندھی نے دروازہ جڑ سے اکھاڑ دینے اور ان کو ہلاک کر دیا۔ پھر ان کو گھروں سے نکال دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا تو ان پر سیاہ پرندے بھیجے جنہوں نے ان کو اٹھا کر سمندر میں ڈال دیا اور روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آندھی کو حکم دیا اس نے ان پر ریت ڈال دی دو سات راتیں اور آٹھ دن ریت کے نیچے رہے اور دو ریت کے نیچے آواہ کرتے رہے۔ پھر ہوا کو حکم دیا تو اس نے ان سے ریت ہٹا دی۔ پھر ان کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا اور جب بھی ہوا آتی ہے تو ایک اندازہ ہو گیا کہ آندھی اس دن داروہ سے سرکشی کی اور ان پر غالب آگئی، ان کو بھی پتہ نہ چلا کہ اس کی مقدار کتنی تھی اور حدیث میں ہے کہ ہوا انکو بھی کے سوراخ جتنی تھی۔

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صود علیہ السلام کی قبر اطہر حضرت موت میں سرخ نیلہ میں ہے اور عبد الرحمن بن سابط کہتے

ہیں رکن اور مقام اور زمزم کے درمیان ننانوے انبیاء کی قبر ہے اور ہود، شعیب، صالح اور اسماعیل علیہم السلام کی قبر اسی جگہ میں ہے۔ یہاں تک کہ ساتویں پر آئے اور ہر گدھ اسی (۸۰) سال زندہ رہتا ہے اور ان میں سے آخری لبد تھا جب لبد مر گیا تو لقمان علیہ السلام بھی اس کے ساتھ فوت ہو گئے۔ بہر حال قیل تو اس نے کہا کہ میں وہی اختیار کرتا ہوں جو میری قوم کو پہنچا ہے تو اس کو کہا گیا ہلاکت؟ تو اس نے کہا مجھے پرواہ نہیں ہے ان کے بعد مجھے زندہ رہنے کی ضرورت نہیں ہے تو جو عذاب قوم عاد پر آیا وہ اس پر بھی آپ تو وہ ہلاک ہو گیا اور روایت کیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کی قوم جب ہلاک ہو جاتی تو وہ نبی علیہ السلام اپنی قوم کے نیک لوگوں کے ساتھ مکہ آتے اور وہاں وفات تک اللہ کی عبادت کرتے رہتے۔

وَالِیْ تَمُوْدُ اَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ یَقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ۗ قَدْ جَآءَ تَکْمُ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ هٰذِهِ نَاقَةُ اللّٰهِ لَکُمْ اٰیَةٌ فَذُرُوْهَا تَاکُلْ فِیْ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمْسُوْهَا بِسُوْءٍ فِیَاْخُذْکُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۸﴾

﴿تسبیح﴾ اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالحؑ کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل آچکی ہے یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لئے دلیل ہے سو اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرا کرے اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو دردناک عذاب آ پکڑے۔

﴿تفسیر﴾ (وَالِیْ تَمُوْدُ اَخَاهُمْ صَالِحًا) یہ قوم ثمود بن عابر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔ لیکن مراد یہاں ان کا قبیلہ ہے۔

ابو عمرو بن علاء فرماتے ہیں کہ ثمود کا معنی تھوڑا پانی۔ ان کا نام ثمود ان کے پانی کے کم ہونے کی وجہ سے رکھا گیا۔ ان کی رہائش حجاز اور شام کے درمیان مقام حجر پر تھی۔ (اخاهم صالحا) ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے نسبی بھائی صالحؑ کو بھیجا بھائی مراد نہیں (جو المؤمنون اخوة کے زمرہ میں آتا ہے) اور وہ صالح بن عبید بن آصف بن ماح بن عبید بن خادر بن ثمود۔ (بولاً) صالح علیہ السلام (قَالَ یَقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ۗ قَدْ جَآءَ تَکْمُ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ هٰذِهِ نَاقَةُ اللّٰهِ) اونٹنی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے، فضیلت اور تخصیص کی بناء پر جیسا کہ کہا جاتا ہے بیت اللہ۔ ”لَکُمْ اٰیَةٌ“ حال ہونے کی بناء پر منسوب ہے۔ (فَذُرُوْهَا تَاکُلْ) تاکہ وہ چارہ وغیرہ کھائے (فِیْ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمْسُوْهَا بِسُوْءٍ) نہ اس کو پہنچو برائی کے ساتھ کہ تم اس کی کوئی نچیں کاٹ ڈالو گرنہ (فِیَاْخُذْکُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ)

وَ اذْکُرُوْا اِذْ جَعَلْکُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ مَّ بَعْدِ عَادٍ وَ بَوَّآءَکُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْبِهَا قُصُوْرًا وَ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا فَاذْکُرُوْا الْاٰیَةَ اللّٰهِ وَلَا تَعْتُوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ الْمَلَا الَّذِیْنَ

اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنْ صَلَحَ مُرْسَلٌ مِنْ رَبِّهِ
 قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿۱۵﴾ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ﴿۱۶﴾
 لَعَنُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يُصْلِحُ آتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۷﴾

اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو عباد کے بعد آبا د کیا اور تم کو زمین پر رہنے کو لکھا تا دیا کہ نرم زمین پر نکل
 جاتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے ہو سو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فسادت
 پھیلانے کی قوم میں جو تم پر سردار تھے انہوں نے غریب لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لے آئے تھے پوچھا کہ کیا
 تم کو اس بات کا یقین ہے کہ صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بیشک ہم اس پر پورا
 یقین رکھتے ہیں جو ان کے دے رہے ہیں۔ وہ مشیر لوگ کہنے لگے کہ تم جس چیز پر یقین لائے ہوئے ہو ہم تو اس
 کے مشر ہیں۔ غرض اس آؤنی کو یاد کرو اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ اے صالح جس کی آپ
 ہم کو حکم دیتے تھے اس کو منگوائیے۔ اگر آپ پیغمبر ہیں۔

تفسیر ﴿۱۵﴾ (وَإِذْ كُرُوا إِذْ جَعَلْنَا خُلَفَاءَ مِنْكُمْ غَادٍ وَبَنِي الْأَنْبِيَاءِ) تم کو جبکہ دی اور تم کو بسایا (لَبِي الْأَرْضِ تَنْجَلُونَ
 مِنْ سُبُلِهَا لِقُورًا وَتَنْجَلُونَ الْجِبَالَ بِنُورًا) یہ لوگ پہاڑوں میں سوراخ کر کے گھر بناتے تھے، گرمیوں میں مٹی کے گھروں
 میں رہتے اور سردیوں میں پہاڑوں کے گھروں میں اور بعض نے کہا صرف پہاڑوں میں گھر بناتے تھے کیونکہ مٹی کے گھر ان کی عمر بچانے
 میں باقی نہیں رہتے تھے۔ (فَاذْكُرُوا الْآءَ اللَّهِ وَلَا تَعْتُوا لَبِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ) عسوقت ترین فساد کو کہتے ہیں۔

﴿۱۶﴾ (قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنْ صَلَحَ
 مُرْسَلٌ مِنْ رَبِّهِ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ)

(قَالَ الْمَلَأُ) انہوں نے ان کے ساتھ پڑھا ہے (الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ) اس سے بڑے لیڈر اور سردار
 ہیں جو حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے کو اپنی ذلت سمجھتے تھے (لِلَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا) حضرت صالح علیہ السلام کے پیغمبر
 کو لوگوں سے عداوت سمجھتے تھے (لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ) وہی مؤمن لوگ تھے یا کمزور اور غریبوں میں سے صرف مؤمنوں سے کہا
 تھے (أَتَعْلَمُونَ أَنْ صَلَحَ مُرْسَلٌ مِنْ رَبِّهِ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ)

﴿۱۷﴾ (قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ) انکار کرنے والے ہیں۔

﴿۱۸﴾ (لَعَنُوا النَّاقَةَ) زہنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اعتراف کی کوئی نہیں کاٹنا پھر نحر کو عتر بنایا گیا، اس لیے کہ اونٹ کو نحر کر

والا اس کو عتر یعنی زخمی کرتا ہے پھر نحر کرتا ہے۔ "وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ" اور العتو باطل میں غلو کرنا کہا جاتا ہے "عنا يعتو عتو
 جب انہوں نے تکبر کیا اور معنی یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی اور اونٹنی کے بارے میں اس کا حکم چھوڑ دیا اور اپنے نحر

تکذیب کی۔ (وَقَالُوا يَصْلِحُ اٰتِنَا بِمَا تَعِدُنَا) وعدہ کیا گیا عذاب کا (اِنْ كُنْتُمْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ) فَآخَذْتَهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوا فِيْ دَارِهِمْ جَثِمِيْنَ 78 فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰ قَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَا تُحِبُّوْنَ النَّصِيْحِيْنَ 79

78 ﴿سورة﴾ سوائے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے۔ رہ گئے اس وقت صالحؑ ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے تھے۔

تفسیر 78 ﴿فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ﴾ وہ زمین کا زلزلہ اور اس کی حرکت ہے اور ان کو چیخ اور زلزلہ سے ہلاک کیا گیا۔ ”فاصبحوا فی دارہم“ بعض نے کہا ہے مراد الدیار ہیں اور بعض نے کہا ہے ان کی سرزمین اور بستی مراد ہے۔ اس لیے دار کو واحد کر کیا ہے۔ اگر مکان یا گھر مراد ہوتا تو اس صورت میں یہ جمع کا صیغہ ہوتا۔ ”جاثمین“ مراد وہ اوندھے پڑے ہوئے۔ بعض نے کہا ہے اوندھے منہ مردہ پڑے تھے۔ پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر میں اوندھے پڑے۔

79 حضرت صالحؑ علیہ السلام نے ان سے اعراض کیا (فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰ قَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَا تُحِبُّوْنَ النَّصِيْحِيْنَ) اگر یہ اعتراض ہو کہ صالحؑ علیہ السلام نے ان کے ہلاک ہونے کے بعد ان کو کیسے خطاب کیا؟ ان الفاظ سے لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ تو جواب یہ ہے کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے مقتولین میں سے ہر ایک کا نام لے کر آواز دی تھی اور ان کو کہا تھا کہ ہم نے اپنے رب کے وعدہ کو حق پایا۔ کیا تم نے بھی اپنے رب کے وعدہ کو حق پایا؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ ان جسموں سے کیا بات کر رہے ہیں جن میں کوئی روح ہی نہیں ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے تم میری بات کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن یہ جواب نہیں دے سکتے۔ (رواہ الترمذی)

بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ صالحؑ علیہ السلام نے ان مردہ لوگوں کو خطاب کیا تا کہ پیچھے رہ جانے والوں کے لیے عبرت بنے۔ بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ آیت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ اصل یہ ہے کہ ”صالحؑ علیہ السلام نے ان سے اعراض کیا اور کہا کہ میں اپنے رب کا پیغام تم کو پہنچا چکا تو ان کو زلزلہ نے آپکڑا۔“

شمود کا واقعہ

قوم شمود کا واقعہ محمد بن اسحاق اور وہب وغیرہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ قوم عاد جب ہلاک ہو گئی اور ان کا معاملہ ختم ہو گیا تو شمود ان کے بعد زمین میں ان کی خلیفہ بنی تو ان کی تعداد بہت ہو گئی اور لمبی عمریں ہوئیں یہاں تک کہ وہ مٹی کے مکان بناتے تو وہ ان کی زندگی میں منہدم ہو جاتے تو انہوں نے پہاڑوں میں گھر بنانا شروع کر دیئے اور ان لوگوں کی معاش وسیع تھی تو انہوں نے زمین

میں فسد برپا کیا اور غیر اللہ کی عبادت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان میں صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ یہ عرب قوم تھی صالح علیہ السلام
 اچھے حسب و نسب والے تھے۔ صالح علیہ السلام جوانی کے زمانہ میں نبی بنا کر بھیجے گئے اور ان کو اللہ کی طرف بلا تے رہے یہاں
 تک کہ بالکل بوڑھے ہو گئے لیکن صرف چند غریب لوگوں نے آپ علیہ السلام کی اتباع کی۔ جب صالح علیہ السلام نے ان پر تبلیغ
 میں خوب محنت کی اور ان کو بہت زیادہ دوزاریا تو دو کہنے لگے کہ ان کو کوئی نشانی دکھائیں جو آپ علیہ السلام کے سچا ہونے کی دلیل ہو تو
 آپ علیہ السلام نے پوچھا کون سی نشانی چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپ ہماری عید کی طرف نکلیں۔ ان کی عید سال میں ایک بار آتی
 تھی جس میں یہ اپنے بتوں کی طرف جاتے تھے تو آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ آپ اپنے معبود کو بلائیں ہم اپنے معبودوں کو بلائیں۔ اگر
 آپ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی ہم آپ کی اتباع کریں گے اور اگر ہاری دعا قبول ہوئی تو آپ ہماری اتباع کرتا۔ صالح علیہ السلام
 نے فرمایا ٹھیک ہے تو وہ اپنے بت سے رجمید کے دن نکلے اور صالح علیہ السلام بھی ان کے ساتھ تھے تو انہوں نے اپنے بتوں سے دعا کی
 کہ صالح علیہ السلام کی کوئی دعا قبول نہ ہو۔ پھر ثمود کا سردار جند بن عمرو بن حراش کہنے لگے اے صالح! (علیہ السلام) ہمارے لیے اس
 پیمانے سے ایک اونٹنی لیاں جو بہت ہشموالی ہو جو اس کی حاملہ ہو بڑے پیٹ والی ہو، بختی اونٹ کے مشابہ نہ ہو اور اس نے پہاڑ کی ایک
 ایک پہاڑ کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے نکلیں۔ اگر آپ نے ایسا کر دیا تو ہم آپ کی تصدیق کریں گے اور آپ پر ایمان لائیں گے۔
 صالح علیہ السلام نے ان سے پختہ مہذبے کیے کہ اگر میں نے ایسا کر دیا تو مجھ پر ایمان لے آؤ گے تو وہ کہنے لگے جی ہاں تو
 صالح علیہ السلام نے اور امت نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو وہ چٹان کا مہ جانور کی طرح آواز نکالنے لگی اور پھر اس کے
 ایک حصے نے حرمت کی اور اس سے اس کی حاملہ اونٹ بڑے پیٹ والی بہت زیادہ ہشموالی جیسی انہوں نے مانگی تھی آگئی اس
 سے اونٹوں پہاڑوں کے درمیان کافی مسدود اللہ تعالیٰ میں خوب جانتے ہیں یہ سارا منظر ان کی آنکھوں کے سامنے ہوا۔ پھر اس کا بچہ
 پیدا ہوا جو اس کی طرح بڑا تھا تو جند بن عمرو اور اس کی قوم کے چند لوگ ایمان لے آئے اور قوم ثمود کے معزز لوگ بھی ایمان
 لانا چاہتے تھے مگر ان کو ذواب بن عمرو بن لبید اور حباب جو ان کے بتوں کے پیچاری تھے اور رباب بن صمغر جو کہ کاہن تھا تو ان
 لوگوں نے باقی لوگوں کو ایمان لانے سے روک دیا۔ جب اونٹنی نکلی تو صالح علیہ السلام نے فرمایا یہ اللہ کی اونٹنی ہے اس کی اور
 تمہاری پانی پینے کی باری متعین ہے تو وہ اونٹنی اور اس کا بچہ قوم ثمود میں ٹھہر گئے، درختوں سے چرتی اور پانی چیتی، دو ایک دن کے
 وقفے پانی پینے آتی اور اپنی باری کے دن اپنا سر کنویں میں ڈالتی اور سارا پانی پی جاتی ایک قطرہ پانی بھی نہ بچاتی۔ پھر سر اٹھاتی
 اور ناک میں شام اور ریت، پھر اولوک جتنا چاہتے اور کھالتے خود بھی پیتے برتن بھی بھر لیتے پھر وہ جس راستے سے آئی ہوتی اس کے
 علاوہ راستے سے پھرتی جاتی۔ جب قوم ثمود کی پانی کی باری آتی تو وہ جتنا چاہتے پانی پیتے اور اونٹنی کی باری کے دن کے لیے بھی
 ذخیرہ کر لیتے۔ یہ اونٹنی سامنے لے لیے جہاں جاتی وہاں سے پالتو جانور بھاگ جاتے تو ان کے چہواہوں کو یہ بات تکلیف دیتی
 تھی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرٹھی کی اور اونٹنی کی ناک میں کانٹے پر تیار ہو گئے۔ قوم ثمود میں دو عورتیں تھیں۔ ایک ذواب
 بن عمری بیوی اس کا نام عزیزہ بنت غنم بن بخلو تھا، کنیت ام غنم تھی۔ یہ بوڑھی عورت تھی لیکن اس کی بیٹیاں بہت خوبصورت تھیں اور

اس کے پاس مال اور مویشیوں کی فراوانی تھی اور دوسری عورت کا نام صدوف بن محیا تھا یہ بہت خوبصورت عورت تھی اور بڑی مالدار اور اس کے پاس مویشی بہت زیادہ تھے۔ ان دو عورتوں کو صالح سے بہت زیادہ دشمنی تھی اور اونٹنی کی ٹانگیں کاٹنا ان کو بڑا پسند تھا کیونکہ وہ ان کے جانوروں کو نقصان پہنچا رہی تھی تو ان دونوں نے ایک تدبیر نکالی کہ صدوف نے ثمود کے ایک آدمی حباب کو بلایا کہ تو اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دے تو میں تیری ہو جاؤں گی۔ اس نے انکار کر دیا تو اس نے اپنے چچا زاد بھائی کو بلایا جس کا نام مصدع بن مہرج بن محیا تھا۔ یہ بڑا خوبصورت اور صاحب مال شخص تھا۔ اس پر اپنا آپ پیش کیا تو یہ اونٹنی کی ٹانگیں کاٹنے پر آمادہ ہو گیا اور عنیزہ بنت غنم نے قدار بن سالف کو بلایا یہ سرخ رنگ نیلی آنکھوں والا چھوٹے قد کا شخص تھا۔ لوگوں کا گمان تھا کہ قدار کسی زانی کی اولاد تھا، سالف کی اولاد نہ تھا لیکن اس کی بیوی سے پیدا ہوا ہے تو عنیزہ نے کہا اگر تو اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دے تو میری جو بیٹی تو چاہے تجھے دے دوں گی۔ یہ قدار اپنی قوم میں غالب شخص تھا۔

ہشام نے اپنے والد سے نقل کیا کہ ان کو عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ علیہ السلام نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور اس کی ٹانگیں کاٹنے والے کے بارے میں فرمایا کہ ”اذا نبعث اشقاھا“ کہ اس کام کے لیے قوم ثمود میں سے قوت اور غلبہ والا شخص کھڑا ہوا جو ابو زمعہ رضی اللہ عنہ کی مثل تھا تو قدار بن سالف اور مصدع بن مہرج چل پڑے اور قوم ثمود کے گمراہ لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملایا تو سات آدمی ان میں سے بھی چل پڑے، وہ اونٹنی جب پانی پر آنے لگی تو قدار اس کے راستے میں چٹان کے پیچھے گھات لگا کر بیٹھ گیا اور مصدع دوسرے راستے میں گھات لگا کر بیٹھ گیا تو وہ اونٹنی مصدع والے راستے سے گزری تو اس نے تیر مارا جو اس کی پنڈلی کے جوڑ میں لگا۔ اتنے میں ام غنم عنیزہ اپنی بیٹی کے ساتھ آگئی اور اس کو کہا کہ قدار کے سامنے چہرہ کھول دے۔ یہ لڑکی عورتوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھی تو قدار نے یہ دیکھتے ہی اونٹنی پر تلوار سے سخت حملہ کیا جس سے وہ گر گئی اور ایک آواز لگائی جس سے اپنے بچہ کو ڈرا رہی تھی پھر دوسرا اور اس کی گردن پر کر کے اس کو نخر کر دیا اور سارے شہر والے نکل آئے اور اس کا گوشت تقسیم کر کے پکالیا۔ اونٹنی کے بچہ نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ بھاگ گیا اور ایک پہاڑ کے پاس آیا جس کو صنوکھا جاتا تھا اور بعض نے کہا پہاڑ کا نام قارۃ تھا اور صالح علیہ السلام آئے تو لوگوں نے بتایا کہ اونٹنی کو مار دیا گیا ہے تو آپ علیہ السلام وہاں پہنچے تو دیکھا کہ لوگ اس کا گوشت لے رہے ہیں اور عذر کرنے لگے، اے اللہ کے نبی اس کو فلاں نے قتل کیا ہے، ہمارا کوئی گناہ نہیں تو صالح علیہ السلام نے فرمایا تم اس کے بچہ کو تلاش کرو، اگر وہ مل گیا تو شاید اللہ تعالیٰ تم سے عذاب کو دور کر دیں تو لوگ اس بچہ کو تلاش کرنے نکل پڑے جب اس کو پہاڑ پر دیکھا تو اس کو پکڑنے کے لیے دوڑے تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو حکم دیا تو وہ اس بچہ کو لے کر آسمان کی طرف اتنا بلند ہو گیا کہ وہاں تک پرندے بھی نہ پہنچ سکتے تھے تو صالح علیہ السلام بھی وہاں پہنچ گئے۔ جب اس بچہ نے صالح علیہ السلام کو دیکھا تو رونے لگا اور اس کے آنسو بہنے لگے پھر اس نے تین دفعہ آواز نکالی، پھر پہاڑ پھٹا اور وہ اس میں چلا گیا۔

حضرت صالح علیہ السلام فرمانے لگے کہ ہر آواز ایک دن کی مہلت ہے تو تم اپنے گھروں میں تین دن تک نفع اٹھا لو یہ وعدہ

تھوہ نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں نے ہفتے کے ایام کے نام رکھے ہوئے تھے اتوار کا اول، سوموار کا امون، منگل کا دبار، بدھ کا جبار، جمعرات کا مؤنس، جمعہ کا عروبہ اور ہفتے کا نام شبار رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے اونٹنی کو بدھ کے دن قتل کیا تو صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ جمعرات کی صبح تمہارے چہرے زرد ہوں گے اور عروبہ یعنی جمعہ کی صبح سرخ ہوں گے اور شبار یعنی ہفتے کی صبح سیاہ ہوں گے۔ پھر اتوار کے دن تمہارے پاس عذاب آئے گا۔ جب صالح علیہ السلام نے یہ بات کہی تو وہ نو افراد جنہوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا کہنے لگے آؤ صالح علیہ السلام کو بھی قتل کر دیں۔ اگر یہ سچے ہیں تو ان کو ہم اپنے سے پہلے بھیج دیتے ہیں اور اگر جھوٹے ہیں تو ان کو ان کی اونٹنی کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ یہ لوگ رات کو صالح علیہ السلام کو قتل کرنے گئے کہ ان کو قتل کر کے رات سکون سے اپنے گھر گزاریں گے تو فرشتوں نے ان کو پتھروں سے چیل دیا وہ اپنے ساتھیوں کے پاس نہ پہنچے تو انہوں نے آ کر دیکھا کہ ان کے سر کھلے پڑے ہیں تو صالح علیہ السلام کو کہنے لگے کہ آپ نے ان کو قتل کیا ہے تو صالح علیہ السلام کو قتل کرنے لگے تو آپ علیہ السلام کا قبیلہ ہتھیار لے کر آپ علیہ السلام کے دفاع کے لیے آیا اور ان کو کہا کہ اللہ کی قسم تم ان کو بھی قتل نہ کر سکو گے، انہوں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ تم دن میں تم پر عذاب آئے گا۔ اگر یہ سچے ہیں تو ان کو قتل کر کے تمہارے رب کو مزید تراس کر دو گے اور اگر یہ جھوٹے ہیں تو اپنا مقصد پورا کر لینا تو وہ بچے گئے۔ تو جب جمعرات کی صبح آئی تو ان سب کے چہرے زرد ہو گئے، پھوٹے بڑے مرد و عورت سب کے۔

یہ کہتا تھا کہ غموف ہوئی ان پر مل دی گئی ہے تو اس وقت ان کو عذاب اور صالح علیہ السلام کے سچا ہونے کا یقین ہو گیا تو صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کی نیت تلاش کرنے لگے، صالح علیہ السلام اس جگہ سے چلے گئے اور ثمود کی ایک شاخ بنو غنم کے پاس آ گئے اور ان کے سردار فضیل جس کی کنیت ابوحدب تھی کے مہمان ہوئے اس نے آپ علیہ السلام کو چھپا دیا۔ وہ آپ علیہ السلام سے قتل پر تیار نہ ہوئے۔ یہ غنم مشرک تھا وہ حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھیوں کو ٹھنسیں دینے لگے تاکہ وہ آپ علیہ السلام کا پتہ بتا دیں تو صالح علیہ السلام نے ایک ساتھی نے ان سے آ کر پوچھا کہ وہ ہمیں آپ علیہ السلام کے بارے میں پوچھنے کے لیے تکلیف دے رہے ہیں، کیا آپ علیہ السلام کا پتہ بتا دیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں تو انہوں نے بتا دیا وہ ابوحدب کے پاس آئے۔ اس نے کہا ہاں صالح علیہ السلام سے پاس ہیں لیکن تم ان کو پکڑ نہیں کہہ سکتے تو یہ لوگ چلے گئے اور پھر ان کو اپنی پانکی۔ ایک اور سے چہرے کی زردی دیکھ کر پریشان ہوتے تھے اور چیختے تھے۔ دوسرے دن چہرے سرخ ہو گئے۔ گویا کہ ان کو خون سے رنگ دیا گیا ہے تو انے اور چیخنے چارنے لگے کہ عذاب کا ایک دن گزر گیا ہے۔ تیسرے دن کی صبح چہرے اتنے ایسے سیاہ ہو گئے جیسے ان پر تاروں کا چھا دیا گیا ہو اب وہ چیخنے لگے کہ عذاب آ گیا۔ صالح علیہ السلام اپنے مسلمان ساتھیوں کو لے کر شام کی طرف تپاں پڑے اور مایہ نشین کے علاقہ میں پڑاؤ ڈالا۔ اتوار کی صبح قوم ثمود نے کفن پہنے خوشبو لگائی اور زمین پر گر گئے اور بھی آسمان کی طرف دیکھتے اور کبھی زمین کی طرف کہ کس طرف سے عذاب آئے گا جب اتوار کے دن چاشت کا وقت ہو گیا تو آسمان سے ایک بجلی آئی جس میں بجلی وغیرہ کی کڑک اور زمین کی ہر آواز والی چیز کی آواز تھی۔ اس آواز نے ان کے دل بھاز دیئے، ان میں سے کوئی چھوٹا بڑا زندہ نہ رہا سوائے ایک اہل لڑکی کے اس کا نام ذریعہ بنت سالف تھا یہ صالح علیہ السلام سے

شدید دشمنی رکھنے والی کافرہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے عذاب کے وقت اس کی ٹانگیں ٹھیک کر دیں تو یہ بڑی تیزی سے اس جگہ سے اور حجاز اور شام کے درمیان وادی قزح تک پہنچ گئی وہاں کے لوگوں کو بتایا کہ میں نے قوم ثمود کے عذاب کا خود مشاہدہ کیا ہے پھر پانی مانگا، انہوں نے پانی پلایا تو پیتے ہی مر گئی۔

سدی نے قتل ناقہ کے سلسلہ میں بیان کیا ہے کہ اللہ نے حضرت صالح علیہ السلام کے پاس کے وحی بھیجی تیری قوم عنقریب اونٹنی کو قتل کر دے گی۔ حضرت نے یوم سے یہی بات کہہ دی قوم والوں نے کہا ہم ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔ حضرت صالح نے فرمایا اس مہینہ میں ایک لڑکا پیدا ہوگا اور آئندہ وہ قتل کرے گا اور اسی کے سبب سے تمہاری ہلاکت ہوگی کہنے لگے اس مہینہ میں ہمارا جو بچہ پیدا ہوگا ہم اس کو قتل کر دیں گے۔ چنانچہ اس مہینہ میں دس لڑکے پیدا ہوئے نو کو تو انہوں نے قتل کر دیا۔ ایک نیل گوں چشم سرخ رنگ والا بچہ بچ گیا اور اس کا بڑھاؤ بہت تیزی سے ہوا۔ مقتول بچوں کے باپ جب اس کو دیکھتے تو کہتے ہمارے بچے بھی اگر زندہ ہوتے تو ایسے ہی ہوتے یہ سوچ سوچ کر ان کو حضرت صالح علیہ السلام پر غصہ آیا کہ یہ ہی شخص ہمارے بچوں کے قتل کا سبب ہے۔ پھر انہوں نے قسم کھا کر باہم معاہدہ کر لیا کہ ہم رات کو جا کر اس کو اور اس کے گھر والوں کو ضرور مار ڈالیں گے۔ پھر مشورہ ہوا کہ ہم کو بستی سے نکل جانا چاہئے لوگ ہم کو جاتے دیکھ کر خیال کریں گے کہ ہم سفر کو جا رہے ہیں۔ ہم باہر جا کر کہیں غار میں چھپ جائیں گے اور صالح جس وقت (رات کو) مسجد کو جائیں گے ہم آ کر ان کو قتل کر دیں گے۔ پھر لوٹ کر غار میں چلے جائیں گے پھر (صبح کو) گھروں کو واپس آ جائیں گے اور کہیں گے ہم تو قتل کے وقت موجود بھی نہ تھے لوگ ہم کو سچا سمجھیں گے۔ کیونکہ ان کا تو یہی خیال ہوگا کہ ہم سفر کو گئے ہوئے تھے۔

حضرت صالح قوم کے ساتھ بستی میں نہیں سوتے تھے بلکہ اپنی مسجد میں جس کو مسجد صالح کہا جاتا تھا جا کر رات گزارتے تھے اور صبح کو آ کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے شام ہوتی تو پھر مسجد کو جا کر رات کو وہیں رہتے غرض وہ لوگ جن کے بچے قتل ہوئے تھے۔ بستی سے باہر جا کر ایک غار میں گھس گئے اور اللہ کے حکم سے غار ان پر گر پڑا اور سب مر گئے۔ اسی کو اللہ نے فرمایا ہے

فمکروا مکرا و مکروا مکرا و ہم لایشعرون۔

کچھ لوگ جو اس بات سے واقف تھے نکل کر گئے جا کر دیکھا کہ سب لوگ کچلے پڑے ہیں۔ انہوں نے بستی میں آ کر شور مچا دیا اللہ کے بندو! صالح نے بچوں کے قتل پر ہی بس نہیں کیا۔ بلکہ ان لوگوں کو بھی مار ڈالا یہ سن کر بستی والے اونٹنی کو قتل کرنے پر متفق ہو گئے۔ ابن اسحاق نے کہا اونٹنی کو قتل کرنے کے بعد ان نو آدمیوں نے شب خون مار کر حضرت صالح کو قتل کرنے کا معاہدہ کیا تھا۔ یعنی قتل ناقہ کا واقعہ حضرت صالح کو قتل کرنے کے معاہدہ سے پہلے ہو چکا تھا۔

سدی وغیرہ کا بیان ہے دسواں بچہ قذار جب قتل ہونے سے بچ گیا تو تیزی سے بڑھنے لگا ایک دن میں اتنا بڑھ جاتا جتنا دوسرے بچے ایک ہفتہ میں بڑھتے ہیں اور ایک ماہ میں اتنا بڑھ جاتا دوسرے بچے ایک سال میں بڑھتے ہیں جب بڑا ہو گیا تو لوگوں کے ساتھ ایک روز شراب پینے بیٹھا اور شراب بنانے کیلئے پانی کی ضرورت ہوئی اور چونکہ وہ دن اونٹنی کے پانی پینے کا تھا۔ اس لئے پانی نہیں ملا۔ یہ

بت ان لوگوں کو بہت کھلی اور کہنے کے ہم درود کا کیا کریں ہمیں تو اس پانی کی ضرورت ہے جو یہ اونٹنی پی جاتی ہے تاکہ مویشیوں کو پائیں اور کھیتیں سنبھالیں۔ قذرا ہونا یہاں میں تمہارے لئے اس اونٹنی کو قتل کر دوں۔ اہل مجلس نے کہا ہاں! چنانچہ سب نے اونٹنی کو قتل کر دیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے سفر میں مقام جمرہ پر پڑاؤ ڈالا تو حکم دیا کہ اس اونٹنی سے کوئی پانی نہ پئے اور نہ جانوروں کو پلائیں تو سب نے کراہی سے اس اونٹنی کو قتل کیا کہ ہم نے اس پانی سے آہ کو نہ کھا ہے اور کھیتیں اس میں پانی بھرا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ دو آہ پھینک دو اور وہ پانی کرا دو۔

ابو ذریبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جب غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوزہ حجر سے ہوا تو سب نے پوچھا کہ یہ کوزہ کون سے کوزے میں سے کوئی اس (ایران) بستی میں نہ جاتے نہ ان کا پانی پیو ان عذاب یافتہ لوگوں کی طرف سے گزرو تو روتے ہوئے اترتے اترتے تمہیں تم پر بھی وہی عذاب نہ آجائے جو ان پر آیا تھا پھر فرمایا تم اپنے رسول سے معجزات نہ طلب کرو۔ یہ صالحین تو تمہیں ہمیں نے اپنے رسول سے معجزات طلب کیا تھا تو اللہ نے ایک اونٹنی برآمد کر دی جو اس پہاڑی راستہ سے پانی پر جاتی اور پانی پی کر اس راستہ سے واپس آتی تھی اور اپنی لوگوں کو ہلکا کر دیا جو اس سر زمین میں مشرق سے مغرب لے کر مغرب تک آگے لے گئے۔ یہ سب تھے سب ایک آدمی پر جس کو ابو ریحال کہا جاتا تھا یہ قبیلہ ثقیف کا مورث اعلیٰ تھا یہ اس وقت حرم کے اندر تھا اور حرم میں ہونے کی وجہ سے اللہ کے عذاب سے بچ گیا لیکن جب حرم سے باہر نکلا تو اس پر بھی وہی عذاب آیا جو وہاں پر آیا تھا اور اسی دن ہو گیا۔ اسی دن ہونے کے وقت اس کے پاس سونے کی ایک سلاخ بھی تھی جو اس کے ساتھ زمین میں دبائی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچا پوچھا ان کی قبیلہ بھی دکھائی اور لوگوں نے تمہاروں سے (کریہ کر) زمین خود کرسونے کی وہانہ کی برآمد کر دی۔ تو تمہارے میں سے جو تک حضرت صالح پر ایمان لائے تھے ان کی تعداد چار ہزار تھی۔ حضرت صالح ان لوگوں کے معجزات سے پتے گئے۔ حضرت موت میں پہنچ کر آپ کی وفات ہوئی۔ اسی لئے اس بستی کا نام حضرت موت ہو گیا پھر ان لوگوں نے یہ بستی بکالی بنی ہاں ہاں سمور ہوا۔ بعض صحابہ روایت کا قول ہے کہ حضرت صالح کی وفات مکہ میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 58 سال تھی آپ نے فتنوں میں اپنی قوم میں رہتے تھے۔

وَلَوْطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَأَعْتَابُوكُم مَّا سَبَقْتُمْ فِيهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ ① إِنَّكُمْ

لَأَعْتَابُوكُم مَّا سَبَقْتُمْ فِيهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ ①

اور تم نے لوگوں کو عتاب کیا انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسا پیش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا (یعنی) تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر۔ بلکہ تم اللہ (تعالیٰ) سے ڈر گئے ہو

تفسیر ① (وَلَوْطًا) بعض نے کہا مطلب یہ ہے کہ آپ یاد کریں لوط علیہ السلام کو یہ لوط بن ہاران بن تاریخ بن انجی

ابراہیم (اذْ قَالَ لِقَوْمِهِ) یہ سدوم کے رہنے والے ہیں کیونکہ لوط علیہ السلام بابل کے رہنے والے تھے اپنے چچا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ سفر ہجرت کیا شام کی طرف تو ابراہیم علیہ السلام نے فلسطین میں قیام کیا اور لوط علیہ السلام نے اردن میں قیام کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو سدوم والوں کی طرف رسول بنایا تو انہوں نے ان کو فرمایا (اتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ) مردوں کے پاس آنا (مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ) عمرو بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوط علیہ السلام کی قوم سے پہلے کوئی نر پر کبھی نہیں چڑھا تھا۔
 ⑧۱ انکم اہل مدینہ اور حفص نے (انکم) کاف کی زیر کے ساتھ خبر کی بناء پر پڑھا اور دیگر حضرات نے جملہ مستانفہ ہونے کی وجہ سے پڑھا ہے (لتأتون الرجال) ان کے پچھلے حصوں میں (انکم لتأتون الرجال شهوة من دون النساء) یعنی مردوں کے پچھلے راستے کی طرف آنا تمہیں عورتوں کے اگلے راستے میں آنے سے زیادہ پسند ہے۔ (بل انتم قوم مسرفون) حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرنے والے۔

قوم لوط کا ذکر

محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے ایسے پھل دار باغات تھے کہ اس وقت ان جیسے باغات کسی کے پاس نہیں تھے تو لوگ ان کے پھل توڑ کر ان کو تکلیف دیتے تھے تو ابلیس ایک بوڑھے دانا کی شکل میں آیا اور ان کو کہا اگر تم ان کے ساتھ یہ برا کام کر دو تو ان سے نجات پا جاؤ گے۔ انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کیا تو وہ بار بار اصرار کرتا رہا تو انہوں نے ایسا کرنے کی ٹھان لی تو اگلی صبح چند لڑکے پھل توڑنے آئے تو انہوں نے پکڑ کر ان کے ساتھ فعل خبیث کیا تو یہ ان کی عادت بن گئی۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ صرف جوان لڑکوں سے نکاح کرتے تھے۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بد فعلی کرنے والا پہلا شخص ابلیس ہے کیونکہ ان لوگوں کے شہر بڑے سرسبز تھے تو لوگ وہاں چارہ کی تلاش میں آتے تھے تو ابلیس ایک خوبصورت لڑکے کی صورت میں آیا اور اپنے ساتھ یہ کام کرنے کی دعوت دی تو ان لوگوں نے یہ کام کیا تو اللہ تعالیٰ نے آسمان کو حکم دیا کہ ان پر پتھر برسائے اور زمین کو حکم دیا کہ ان کو دھنسا دے۔

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ ⑧۲
 فَانجینہ وَاہلہ إِلَّا امْرَأَتَهُ کَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ⑧۳ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا ط فَانظُرْ كَيْفَ
 كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ⑧۴ وَالِی مَدَیْنِ أَخَاهُمْ شُعَیْبًا ط قَالَ یَقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ
 غَیْرُهُ ط قَدْ جَاءَ تَكْوِیْنٌ مِّنْ رَبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْیَاءَ
 هُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِی الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ط ذَلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ⑧۵

تجلی اور ان کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا بجز اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں سو ہم نے لوط کو اور ان کے متعلقین کو بچا لیا بجز ان کی بیوی کے کہ وہ انہی

لوگوں میں رہی جو عذاب میں روکے تھے اور ہم نے ان پر ایک نئی طرح کا عذاب برسایا (کہ وہ پتھروں کا تھا) سو دیکھ تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔ اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی صعیب کو بھیجا انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے تو تم تاپ اور تول پوری کیا کرو اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور روئے زمین میں جدا اس کے کہ اس کی درستی کر دی گئی فساد مت پھیلاؤ یہ تمہارے لئے نافع ہے اگر تم تصدیق کرو۔

① (وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا هُوَ أَيْدِيكُمْ) یعنی لوط علیہ السلام اور ان کے دین والوں کو (مَنْ قَرَّبْتُمْ أَنْبِيَاءَ أَنْبِيَاءُ بِنُطْقِهِمْ) مردوں کے پاس جانے سے بچتے ہیں۔

② (فَأَنْجَيْنَاهُ) یعنی لوط علیہ السلام کو (وَأَهْلَهُ) یعنی مؤمنین کو اور بعض نے کہا ان کی دو بیٹیاں مراد ہیں (إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ) یعنی عذاب میں گرفتار ہوئی اور بعض نے کہا مطلب یہ ہے کہ وہ لمبی عمر والے لوگوں میں سے تھی کہ لمبی عمر گزری اور پھر قوم لوط کے لوگوں کے ساتھ ہلاک ہوئی۔ اور "مَنْ الْغَابِرِينَ" کہا ہے اس لیے کہ مراد یہ ہے کہ وہ پیچھے رہنے والے مردوں میں سے ہے۔ جب ان کا ذکر مردوں کے ذکر کی طرف آیا تو (مَنْ الْغَابِرِينَ) کہا "مَنْ الْغَابِرِينَ"

③ (وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا) حسب کقول ہے کہ گندھک اور آگ کی بارش اور وہ پتھر نشان زدو تھے۔ ابو حبیہ ورمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عذاب کے بارے میں "امطر" کا لفظ اور "رحمت" کے بارے میں مطر کا لفظ بولا جاتا ہے۔ (فَأَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ)

اہل مدین کون تھے

④ (وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ) یعنی مدین کی اولاد کی طرف ہم نے بھیجا۔ اور مدین ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں۔ یہ "ابکۃ" والے ہیں۔ شعیب علیہ السلام ان کے لمبی بھائی تھے دینی بھائی نہ تھے۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ شعیب علیہ السلام بن تویہ بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام تھے۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ نے نسب نامہ یہ بتایا ہے کہ شعیب بن میکانیل بن یزجر بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام اور میکانیل کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں اور بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ شعیب بن یثرون بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام ان کو خطیب الانبیاء کہا جاتا تھا کیونکہ یہ اپنی قوم کو بڑے اچھے انداز میں نصیحت کرتے تھے۔ ان کی قوم کافر تھی اور تاپ اور تول میں کمی کرتی تھی۔ (قَالَ يَقُومِ اغْبِلُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ) (فَلَمَّا جَاءَ نَكْمٌ مِنْ رَبِّكُمْ) یہ دلیل جو ان کے پاس آئی۔ اگرچہ یہاں ذکر نہیں کی گئی لیکن آئی تھی کیونکہ تمام قوموں کے پاس آنے والی نشانیوں کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے اور بعض نے کہا "بیتہ" سے مراد شعیب علیہ السلام کا آنا ہے (قَالَ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ مَا كُنَّا نَعْبُدُ إِلَّا اللَّهَ) یعنی لوگوں کے حقوق کھا کر ظلم نہ کرو اور ان میں کمی نہ کرو۔ (وَلَا

تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا) یعنی انبیاء علیہم السلام کے بھیجنے اور انصاف کا حکم دینے سے جو اصلاح ہوئی اس کے بعد فساد نہ کرو اور جس نبی کو کسی قوم کی طرف بھیجا گیا تو وہ اس قوم کی اصلاح ہے (ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ) یعنی جس کا تم کو حکم دیا یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا وَإِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا فَكُتِرْكُمْ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ⑧۶ وَإِنْ كَانَ طَائِفَةٌ مِّنْكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ⑧۷

⑧۶ اور تم سرکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو دھمکیاں دو اور اللہ کی راہ سے روکو اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے رہو اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم کم تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو زیادہ کر دیا اور دیکھو کہ کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا اور اگر تم میں سے بعضے اس حکم پر جس کو دے کر مجھ کو بھیجا گیا ہے ایمان لے آئے ہیں اور بعضے ایمان نہیں لائے ہیں تو ذرا ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ ہمارے درمیان میں اللہ تعالیٰ فیصلہ کئے دیتے ہیں اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہیں۔

⑧۶ (وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ) ہر راستے پر (تُوعِدُونَ) ڈرانے کی غرض سے (وَتَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ) اور مت بیٹھو راستوں پر یہ راستے پر کہ ڈراؤ دھمکیاں دو اور روکو اللہ کے راستے سے اللہ کے دین سے۔ (مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا) بعض نے کہا کہ تم دین میں عیب تلاش کرتے ہو اور سیدھے راستے سے نکلنے کا طریقہ کیونکہ وہ راستوں پر بیٹھ جاتے تھے اور جو شخص شعیب علیہ السلام پر ایمان لانے کا ارادہ کرتا۔ اس کو کہتے کہ شعیب علیہ السلام جھوٹا ہے وہ تجھے تیرے دین سے نہ پھسلادے اور مؤمنین کو قتل کی دھمکیاں دیتے تھے (وَإِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا فَكُتِرْكُمْ) تمہاری تعداد زیادہ کی (وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ) یعنی لوط علیہ السلام کی قوم کا انجام کیا ہوا۔

⑧۷ (وَإِنْ كَانَ طَائِفَةٌ مِّنْكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا) یعنی اگر میری رسالت میں تمہیں اختلاف ہے کہ دو فرقے ہو گئے ہو ایک ایمان لانے والوں کا ایک جھٹلانے والوں کا (فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا) جھٹلانے والوں کو عذاب دینے اور ایمان لانے والوں کو نجات دینے کا (وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ)



قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَشْعِيبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ

قَرِينَتَا أَوْ لَنَعُوذَنَّ فِي مِلَّتِنَا ۚ قَالَ أَوْلَوْ كُنَّا كَرِهِينَ ۝ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُمْ بَعْدَ إِذْ نَجَّيْنَا اللَّهُ مِنْهَا ۚ وَمَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَعُودَ فِيهَا إِلَّا أَنْ يُشَاءَ اللَّهُ رَبُّنَا ۚ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۚ عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبُّنَا افْتَحَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ۝ وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَخَسِرُونَ ۝ فَآخَذْتَهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جِثِيمِينَ ۝ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا لَهُمْ يَغْنَوُا فِيهَا الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا هُمُ الْخَاسِرِينَ ۝

⑤ ان کی قوم کے مشیبر سرداروں نے کہا کہ اے شعیب! ہم آپ کو اور جو آپ کے ہمراہ ایمان والے ہیں ان کو اپنی ہستی سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آؤ شعیب نے جواب دیا کہ ہم تمہارے مذہب میں آجاویں گے تو کو تم اس کو (بدنیل و بصیرت) کرو وہی سمجھتے ہوں ہم تو اللہ پر بھولی تہمت لگانے والے ہو جاویں اگر (خندانہ برس) ہم تمہارے مذہب میں آجاویں (خصوصاً) بعد اس کے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اس سے نجات دی ہو اور ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں پھر آجاویں لیکن ہاں یہ کہ اللہ ہی نے جو ہمارا مالک ہے ہمارے لئے مقدر کیا ہو، وہ رب کا حکم ہے چیز کو محیط ہے ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمارے اور ہماری (اس) قوم کے درمیان فیصلہ کر دیتے حتیٰ کے موافق اور آپ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں۔ اور ان کی قوم کے (ان ہی مذہب) کافر سرداروں نے کہا کہ اگر تم شعیب کی راہ پر چلنے لگو گے تو بیشک بڑا نقصان اٹھاؤ گے پس ان کو نزلہ نے آ پڑا سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رو گئے جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی ان کی یہ حالت ہوئی جیسے ان گھروں میں بھی بسے ہی نہ تھے جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی وہی خسارہ میں پڑ گئے۔

⑥ (تفسیر) (قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ) اس سے مراد شعیب علیہ السلام کی قوم کے سردار تھے جو ایمان نہیں لائے تھے۔ (لَنُخْرِجَنَّكَ يَشْعِيبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرِينَتَا أَوْ لَنَعُوذَنَّ فِي مِلَّتِنَا) ہم اس دین پر لوٹ آؤ جس پر ہم ہیں (قَالَ) شعیب علیہ السلام نے کہا (أَوْلَوْ كُنَّا كَرِهِينَ) اگر ہم تمہارے دین پر آنے سے بیزار ہوں تو کیا ہمیں مجبور کرو گے؟

⑦ (قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُمْ بَعْدَ إِذْ نَجَّيْنَا اللَّهُ مِنْهَا ۚ وَمَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَعُودَ فِيهَا)

اللہ تعالیٰ کے اس سے نجات دینے کے بعد (الآن يَشَاءُ اللَّهُ رَبَّنَا) یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے علم اور مشیت میں یہ بات ہے کہ ہم واپس اسی پر لوٹ جائیں گے تو اس صورت میں اللہ کی قضاء ہم پر جاری ہوگی۔ یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ انہوں نے شعیب علیہ السلام کو دعوت دی کہ ہمارے دین میں واپس لوٹ آئیں اور شعیب علیہ السلام نے بھی یہی کہا کہ ہم اس دین پر نہیں لوٹ سکتے حالانکہ شعیب علیہ السلام تو کبھی بھی ان کے دین پر نہ تھے تو اس قول کا کیا مطلب ہوا؟ جواب یہ ہے کہ آیت میں عود کا لفظ دخول کے معنی میں ہے یعنی آپ ہمارے دین میں داخل ہو جائیں۔ بعض نے کہا کہ عاد صدار کے معنی میں ہے کہ تم ہو جاؤ ہمارے دین میں اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے شعیب علیہ السلام کی قوم مراد ہے کیونکہ پہلے وہ کافر تھے، بعد میں مؤمن ہوئے تو ان کے کافر ساتھیوں نے ان کو واپس بلایا تو ان کی طرف سے شعیب علیہ السلام نے جواب دیا (وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا) (عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا) جو تم ہمیں دھمکیاں دیتے ہو ان کے بارے میں۔ پھر جب شعیب علیہ السلام ان کے ایمان سے ناامید ہو گئے تو فرمایا (رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ) ہمارے درمیان فیصلہ کیجئے انصاف کے ساتھ (وَإِنَّتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ) تو بہتر حاکمین میں سے ہے۔

90 (وَقَالَ الْمَلَأَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِيْنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا) تم اپنے دین کو چھوڑ دو گے (انكُم اِذَا لَخَسِرُونَ) خسارہ میں ہو گے۔ عطاء فرماتے ہیں انکار کرنے والے ہوں گے۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں عاجز ہوں گے۔

91 (فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جِثِيمِينَ) کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”رجفة“ سے زلزلہ مراد ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جہنم کا دروازہ کھول دیا۔ اس سے سخت گرمی بھیجی جس نے ان کے سانس کو پکڑ لیا کہ اب نہ ان کو سایہ نفع دیتا تھا نہ پانی تو وہ لوگ درختوں کے جھنڈ میں داخل ہوتے تھے تاکہ ٹھنڈ حاصل کریں لیکن جب داخل ہوتے تو اس کو باہر کھلی فضا سے بھی زیادہ گرم پاتے تو بھاگ کر کھلی جگہ میں نکل جاتے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں پاکیزہ ہوا بھیجی تو اس نے ان کو سایہ دیا تو وہ ایک دوسرے کو بلا کر اس کے نیچے جمع ہو گئے کیونکہ وہ سائبان کی طرح تھی اور اس میں ٹھنڈک اور خنک ہوا تھی۔ جب سب عورتیں، مرد، بچے جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اسی میں سے آگ کے شعلے برسائے اور زمین بھی ہلنے لگی تو وہ جل کر راکھ ہو گئے اور یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ہوا کو سات دن کے لیے روک لیا۔ پھر ان پر گرمی کو سات دن کے لیے مسلط کر دیا۔ پھر ان کے لیے دور سے ایک پہاڑ لایا گیا تو اس کے پاس ایک آدمی آیا تو دیکھا کہ اس کے نیچے چشمے اور نہریں ہیں تو وہ سارے اس کے نیچے جمع ہو گئے تو پہاڑ ان پر گر گیا۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان (عذاب يوم الظلة) قنادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کو اصحاب الایکہ اور اصحاب مدین کی طرف بھیجا۔ اصحاب الایکہ سائبان کے ذریعے ہلاک کیے گئے اور اصحاب مدین چیخ کے ذریعے کہ جبرئیل علیہ السلام نے چیخ ماری جس سے سارے ہلاک ہو گئے۔ ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدین کے بادشاہوں کے نام یہ تھے ابو جاد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت۔ شعیب علیہ السلام کے زمانہ میں ان کا بادشاہ کلمن تھا۔

⑤ (الذین کذبوا شعیباً کان لہم بغیرا فیہا) یعنی وہ ان میں رہائش پذیر نہ ہونے تھے۔ یہ ان کے قول غیث بارگاہ سے مشتق ہے جب تو اس میں رہائش پذیر ہو اور مغالی منازل اس کا واحد معنی ہے اور بغیرا نے کہا ہے کہ گویا کہ انہوں نے اس میں بازو غیرا میں نہیں کیے۔ وہاں جنہوں نے بھلا بھلا شعیب علیہ السلام کو وہی ہوئے خراب نہ کہ مؤمنین جیسا کہ وہ کہہ رہے تھے۔

"الذین کذبوا شعیباً کان لہم بغیرا فیہا" ایسا معلوم ہونے لگا کہ یہ وہاں رہتے ہی نہیں تھے وہاں کوئی آبادی ہی نہیں تھی۔ جیسا کہ عرب کے قول ہے غیث بارگاہ میں نے اس کو تیار کیا۔ مغالی مکانات تیار کاہیں اس کا واحد "معنی" آتا ہے۔ بغیرا نے کہا کہ اس کا معنی گویا کہ ان کو کوئی نعمت مٹھائی نہیں گئی۔ (فیہا الذین کذبوا شعیباً کانوا ہم الخسیرین)

فتولی عنہم وقال یقوم لقد ابلفنکم رسل ربی ونصحت لکم فکیف اسی علی قوم کفرین ⑥ وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اہلہا بالاساءۃ والضراء لغلہم

بضرعون ⑦ لائم بدلنا مکان السینۃ الحسنۃ حتی عفوا وقالوا قد مس اباءنا الضراء والسرائ فاخذنہم بغتۃ وہم لا یشفعون ⑧ ولوان اهل القرى امنوا واتقوا لفتحنا

علیہم برکت من السماء والارض ولكن کذبوا فاخذنہم بما کانوا یکیبون ⑨ افا من اهل القرى ان یاتیہم باسنا بیاتاً وہم نائمون ⑩

⑥ اس وقت شعیب نے منہ مڑ کر پچھلے اور ماننے لگے کہ اب میری قوم میں نے تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچا دیے تھے۔ اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی پھر میں ان کا فر لوگوں پر کیوں رنج کروں اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نیک نیت بھیجا۔ وہاں رہنے والوں کو ہم نے تمہاری اور یہاں کی میں نے پھڑا ہوتا کہ وہ جیلے پڑ جاویں پھر ہم نے اس بد حال کی جگہ خوشیوں میں دی یہاں تک کہ ان کو خوب ترقی ہوئی اور (اس وقت برادری نہیں) کہنے لگے کہ ہمارے آباؤ اجداد کو بھی تکی اور راحت پیش آتی تھی تو ہم نے ان کو دھکے پھڑایا اور ان کو خیر بھی نہ تھی اور ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لائے آتے اور یہی کارکی برتتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے تو (مؤمنوں کی) تلمذ کی تو ہم نے (جہی) ان کے اعمال (بد) کی وجہ سے ان کو پھڑایا کیا پھر بھی ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر وہ راجذاب شب کے وقت آپڑے جس وقت دوسوتے ہوں۔

تفسیر ⑥ (فتولی عنہم) یعنی جس وقت ان لوگوں کے پاس نذاب آیا تو شعیب علیہ السلام ان سے اعراض کر کے چلے گئے (وقال یقوم لقد ابلفنکم رسل ربی ونصحت لکم فکیف اسی علی قوم کفرین) اور الای عم اور الای صبر کرتا۔

⑦ (وما ارسلنا فی قریۃ من نبی) یہاں مقدم ہے یعنی پھر ان لوگوں نے اس نبی کو بھلا بھلا (الا اخذنا اہلہا) جب وہ ایمان نہ لائے ہوں۔

بِالْبَأْسَاءِ أَوْ وَالضَّرَّاءِ كِي مُخْتَلَفِ تَفَاسِيرِ

(بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”بأساء“ بگڑا ہے اور ”ضراء“ سے مراد مرض ہے اور یہی معنی ہے ان لوگوں کے قول کا جنہوں نے کہا ”بأساء“ کا تعلق مال سے اور ”ضراء“ کا تعلق جان سے ہے اور بعض نے کہا کہ ”بأساء“ اور ”بتوس“ کا معنی معیشت کا تنگ ہونا اور ”ضراء“ اور ”ضر“ کا معنی بری حالت اور بعض نے کہا ”بأساء“ سے مراد غم و پریشانی اور ”ضراء“ سے خشک سالی مراد ہے (لَعَلَّهُمْ يَضُرُّ عُونَ) اور توبہ کریں۔

⑥ (ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ) یعنی نعمت، کشادگی، خوشحالی، سرسبزی اور صحت میں اس کو بدل دیا۔ (حَتَّى عَفْوًا) یعنی ان کی تعداد زیادہ ہوگئی یا ان کے مال زیادہ ہو گئے۔ جب بال زیادہ ہو جائیں تو کہا جاتا ہے ”عفا الشعر“ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے مال اور اولاد میں اضافہ ہو گیا (وَقَالُوا) وہ نرمی اور عیش میں ہونے کے بعد اپنی غفلت سے کہنے لگے۔ (قَدْ مَسَّ آبَاءَنَا الضَّرَّاءُ وَالسَّرَّاءُ) یعنی زمانہ کی یہ پرانی عادت ہمارے اور ہمارے آباء کے ساتھ چلی آ رہی ہے یہ کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا نہیں ہے لہذا تم اسی دین پر چلتے رہو جس پر تمہارے آباء تھے کیونکہ ان تکالیف کی وجہ سے انہوں نے اپنا دین نہ چھوڑا تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (فَاخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً) پھر پکڑا ہم نے ان کو اچانک وہ اپنی حالت پر بے خوف تھے (وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ) عذاب کے اترنے کی۔

⑦ (وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ) یعنی آسمان سے بارش اور زمین سے نباتات اور ”برکۃ“ اصل یہ ہے کہ کوئی چیز لگا تار رہے یعنی ہم ان پر لگاتار بارش برساتے اور نباتات اُگاتے اور ان سے قحط اور خشک سالی اٹھالیتے۔ (وَلَكِن كَذَّبُوا فَاخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ) خبیث اعمال سے۔

⑧ (أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ) جن نے کفر کیا اور جھٹلایا اس حکم سے مکہ والوں اور اس کے ارد گرد والے (أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا) ہمارا عذاب (بَيَاتًا) رات رات کو (وَهُمْ نَائِمُونَ)

أَوْ آمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى ⑨ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ⑩ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ⑪ أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ لَوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَنَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ⑫ تِلْكَ الْقُرَىٰ نَقِصُ عَلَيْكَ مِنْ أَمْ نَبَأْتَهَا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ ⑬ كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ⑭

⑮ اور کیا ان (موجودہ) بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن

دہرے آپڑے بس وقت کہ دو اپنے لایعنی قصوں میں مشغول ہوں۔ ہاں تو کیا اللہ تعالیٰ کی اس (کہانی) پڑتے بے فکر ہو گئے (کبھی رھو کہ) اللہ تعالیٰ کی پڑتے بجز ان کے جن کی شامت ہی آگئی ہو اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا اور ان گذشتہ زمین پر رہنے والوں کے بعد جو لوگ (اب) زمین پر بجائے ان کے رہتے ہیں کیا ان واقعات مذکورہ نے ان کو یہ بات (ذمہ) نہیں بتوئی کہ اگر ہم چاہتے تو ان کو ان کے جرائم کے سبب ہلاک کر ڈالتے اور ہم ان کے دلوں پر بند لگاتے ہو گے ہیں اس سے وہ سنتے بھی نہیں ان (مذکورہ) بستیوں کے کچھ کچھ قصے ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں اور ان سب سے پانچ ان سے پیغمبر بجز ان کے لئے کر آئے تھے پھر جس چیز کو انہوں نے اول (دماغ) میں (کیا) بھولا ہے یہ بات نہ ہوئی کہ پھر اس کو وہنیتے اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں

تفسیر ﴿وَمَنْ﴾ (وَمَنْ) میں نبی اور ان شام نے اور ان کے ساتھ پڑھا ہے۔ (أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يُؤْتِيَهُمْ

مَالًا صَٰلِحًا) یعنی ان کو ان کے مال کا بدلہ اور ان کے خوب روشن ہونے کا وقت۔ (وَهُمْ يَلْعَنُونَ) نالہ ہوں۔

﴿الْقَوْمِ الْمَكَرُ اللَّهُ وَلَا يَأْمُرُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْحَسِرُونَ﴾ اللہ تعالیٰ کا حکم ان لوگوں کو دنیا کی نعمتیں دے کر

بغض دیتا ہے۔ یہی قوم مکر فرماتے ہیں ان کا چرنا اور اس کا عذاب۔

﴿أُولَٰئِكَ يَلْعَنُوا﴾ اور یہ قوم نے "بغض انہوں کے ساتھ پڑھا ہے کہ منع تعظیم کے لیے ہے اور باقی حضرات نے یہ

ساتھ پڑھا ہے (اللَّذِينَ بَرَأْتُمُ الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِ أَهْلِيهَا) ان کی ہیامت کے بعد (أَنْ لَوْ نَشَاءُ لَصَبَّيْنَهُمْ) یعنی ان کو

پڑتے اور ہم ان کو زمین (مذکورہ) سے لے کر ان سے پہلے لوگوں کو سزا دی ہے (وَنَطِيعُ غُلِيِّ قُلُوبِهِمْ قَبْلَهُمْ لَا

يَسْمَعُونَ) ان کو اور ان کے قلوب کی نسیحت ہے۔ زمین پر اللہ فرماتے ہیں کہ "نطیع" مائیں سے منقطع ہے کیونکہ

"اصحابہ" نہیں ہے اور "نطیع" مستقیم ہے۔

﴿الذَّلِكَ الْقُرَىٰ﴾ یہ عتیں جن کے لئے اولوں کے حکایت ہم نے آپ علیہ السلام کو سنا ہے یعنی قوم نوح و نوح و ہمدود

اور قوم عاد و ثمود و شیب و ہمدان۔ (نَطِيعٌ عَلَيْكَ مِنْ أُمَّةٍ نَبَايَہَا) کیونکہ ان میں نسیحت ہے (وَلَقَدْ جَاءَهُمْ نَبَاهُ

رَسُولِهِمْ مَا كَانُوا بِلُؤْمَانِهِمْ كَاذِبِينَ) بجز ان کے نبی (پھر ہرگز نہ ہوا کہ ایمان لائیں اس بات پر

جس کو پہلے بھلا پتے تھے) یعنی بجز ان کے بعد بھی اس دین پر ایمان نہ لاسکے جس پر ان کے دیکھنے سے پہلے

ایمان نہ لگے تھے اس کی نسیحت اللہ تعالیٰ کا قول "فَلَمَّا سَأَلْنَا قَوْمَ مِثْقَلِہٖمْ فَمَا كَانُوا بِلُؤْمَانِهِمْ كَاذِبِينَ" ابن عباس رضی اللہ

تعالیٰ عنہما اور ہمدی رمد اللہ فرماتے ہیں یعنی نہیں تھا ان کفار جن کو ہم نے ہلاک کیا ہے کہ دو رسولوں کے بھیجنے کے وقت ایمان لے

آتے ہاں پر جس کی انہوں نے ان سے پہلے تمذیب کی تھی جب ان کو آدم علیہ السلام کی پشت سے نکال کر ان سے میثاق لیا تھا تو

انہوں نے زبان سے اقرار کیا اور دل میں تمذیب کو چھپایا اور نبی ہمد اللہ فرماتے ہیں معنی یہ ہے کہ اگر ہم ان کو ہلاک کرنے کے

بعد زندہ کر دین تو وہ ایمان نہ لائیں گے اس پر جس کی تمذیب انہوں نے اپنی ہلاکت سے پہلے کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَلَوْ

رَدُّوا لِعَادُوا لِمَانِهْوَا عَنْهُ“ کی وجہ سے۔ ایمان بن رباب فرماتے ہیں اس معنی پر ہے کہ ہر نبی نے اپنی قوم کو عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے اس کی تکذیب کی۔ فرماتے ہیں وہ ان پر ایمان نہیں لانے والے جن کو گزشتہ امتوں نے جھٹلایا ہے بلکہ انہوں نے اس کی تکذیب کی جس کی پہلے لوگوں نے بھی تکذیب کی تھی۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا قول ”كَذَلِكَ مَا اتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مُجْنُونٌ“ ہے۔ (كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الْكَافِرِينَ) یعنی جیسے اللہ تعالیٰ نے پہلی امتوں کے دلوں پر مہر لگا کر ان کو ہلاک کر دیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کی قوم کے جن کافروں کے بارے میں یہ لکھا جا چکا ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے ان کے دلوں پر بھی اللہ تعالیٰ نے مہر کر دی ہے۔

وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ⑩۲ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْهُمُ بَعْدَهُمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَظَلَمُوا بِهَا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ⑩۳ وَقَالَ مُوسَىٰ يَهُرَعُونَ إِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ⑩۴ حَقِيقٌ عَلَىٰ أَنْ لَا أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ⑩۵ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ⑩۶ قَالَ إِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِآيَةٍ فَآتِ بِهَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ⑩۷ فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُبِينٌ ⑩۸

⑩۲ اور اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا اور ہم نے اکثر لوگوں کو بے حکم ہی پایا پھر اس کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنے دلائل دے کر فرعون کے اور اس کے امراء کے پاس بھیجا سو ان لوگوں نے ان کا بالکل حق ادا نہ کیا سو دیکھتے ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا اور موسیٰ نے فرعون کے پاس جا کر (بحکم الہی) فرمایا کہ میں رب العالمین کی طرف سے پیغمبر ہوں میرے لئے یہی شایاں ہے کہ بجز سچ کے خدا کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی دلیل بھی لایا ہوں سو تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے فرعون نے کہا کہ اگر آپ کوئی معجزہ لے کر آئے ہیں تو اس کو اب پیش کیجئے اگر آپ سچے ہیں بس آپ نے (فوراً) اپنا عصا ڈال دیا سو دفعۃً وہ صاف ایک اژدھا بن گیا۔

⑩۲ (وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ) یعنی بیشاق کے دن جس دن تمہیں آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے نکالا تھا اور عہد لیا تھا اس عہد کا پورا کرنا نہ پایا (وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ) یعنی عہد کو توڑنے والے۔

⑩۳ (ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْهُمُ بَعْدَهُمْ) یعنی نوح، ہود، صالح اور شعیب علیہم السلام کے بعد (مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَظَلَمُوا بِهَا)۔ یعنی اس کا انکار کیا اور ظلم ایک شے کو دوسری کی جگہ رکھنے کو کہتے ہیں اور ان کا ظلم کفر کو ایمان کی جگہ رکھنا تھا (فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ) ہم نے ان کے ساتھ کیسے کیا۔

⑩۴ (وَقَالَ مُوسَىٰ) جب فرعون کے پاس گئے (يَهُرَعُونَ) تیری طرف تو فرعون نے

کہا آپ نے بھوت کہا تو موسیٰ علیہ السلام نے جواباً کہا۔

﴿حَفِيقٌ عَلَىٰ اَنْ لَا الْقَوْلُ عَلَىٰ اللّٰهِ اِلَّا الْحَقُّ﴾ میں اس کا حق دار ہوں کہ اللہ پر صرف حق بات کہوں تو ”علیٰ“ نام کے معنی میں ہو جیسا کہ کہا جاتا ہے ”رَبِيتَ بِالْقَوْمِ و رَمِيتَ عَنِ الْقَوْمِ“ اور ”جنت علیٰ حال حال حسنة و بحال حسنة“ اس پر ابی اور انش کی قرأت دلالت کرتی ہے ”حَفِيقٌ بَانَ لَا الْقَوْلُ“ اور ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ حرمیں ہوں اس بات پر کہ اللہ پر صرف حق بات کہوں اور نافع زعمہ اللہ نے ”علیٰ“ نام کی شد کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی حق اور واجب ہے مجھ پر تب تو کہ میں اللہ پر صرف حق کہوں۔ (فَلَمَّا جَنَّتُمْ بِبَيْتِهِ مِّنْ رَبِّكُمْ) یعنی عَصَا (فَأَرْسِلْ فِیْ سُرَّتِهَا نٰیْلًا) یعنی ان کا راستہ چھوڑ دے تاکہ وہ ارض مقدس پہنچ جائیں کیونکہ فرعون ان سے سخت مشقت والے کام لرایا کرتا تھا جیسے شیخ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو جواب یوں دیا۔

﴿فَاِنْ اَنْ كُنْتَ جَنَّتْ بِاَيَّةِ فَاَنْتَ بِيَا اَنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ﴾

﴿فَالْقٰی﴾ موسیٰ علیہ السلام نے (عَصَا فَاِذَا هِیْ لِعَبَا نٰیْبِیْنَ)

عَبَا نٰیْبِیْنَ اور جان کی وضاحت

”عَبَا نٰیْبِیْنَ“ بڑا سانپ۔ اگر یہ امتیاض ہو کہ دوسری جگہ آیت میں اس کو ”جان“ کہا گیا ہے اور جان چھوٹے سانپ کو کہتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ وہ جزا ت کرنے میں چھوٹے سانپ کی طرح تھا اور جسم کے اعتبار سے بڑا سانپ تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور صدیق زعمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے عَصَا اِلَّا تَوَدُّوْهُ بہت بڑا سانپ بن گیا۔ اس کا رنگ زرد بالوں والا اس کے جڑوں کے درمیان اتنی بڑی ماسہ تھا، زمین سے ایک میل اونچا اٹھ گیا۔ اس طرح کہ دُوم نیچے نکالی اور اپنا نچلا جبراً بھی زمین پر رہ گیا اور اپنا جبراً اٹھنے کی پھت سے جا لگا اور فرعون کو پکڑنے اس کی طرف متوجہ ہوا۔ فرعون اس کے خوف سے بھاگا تو پانچ سو سال تک اس کا لاشخس نے کہا ہے کہ اس دن چار سو مرتبہ اس کو پاخانہ آیا۔

اور وہ لوگوں پر متوجہ ہوا تو وہ چیخنے لگے اور پچیس ہزار لوگ بھگدڑ سے مر گئے تو فرعون کہنے لگا اے موسیٰ علیہ السلام میں آپ علیہ السلام کو اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے آپ علیہ السلام کو بھیجا ہے کہ اس کو پکڑ لیں، میں آپ پر ایمان لاؤں گا اور نبی اور انیل کو آپ علیہ السلام کے ساتھ بھیج دوں گا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پکڑ لیا اور دوبارہ عَصَا بن گیا۔ پھر فرعون نے کہا کیا کوئی اور نشانی ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔

وَنُزِعْ يَدَهُ فَاِذَا هِیْ بِيَضًا لِلنّٰظِرِیْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ الْمَلَا مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسَجْرٌ عَلَیْمٌ

﴿۱۲﴾ یُرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ فَمَا ذَا تَأْمُرُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا اَرْجِهْ وَاَنْحَاہْ وَاَرْسِلْ فِی

الْمَدَاۤئِنِ خَشِرِیْنَ ﴿۱۴﴾ یٰتٰوْكَ بِكُلِّ سَجْرٍ عَلَیْمٌ ﴿۱۵﴾

﴿تَنْجِيحًا﴾ اور اپنا ہاتھ باہر نکال لیا سو وہ یکا یک سب دیکھنے والوں کے لئے روبرو بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا قوم فرعون میں جو سردار لوگ تھے انہوں نے کہا کہ واقعی یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے (ضرور) یہ (ہی) چاہتا ہے کہ تم کو ہماری (اس) سرزمین سے باہر کر دے سو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپ ان کو اور ان کے بھائی (ہارون) کو چندے مہلت دیجئے اور شہروں میں چڑھائیوں کو بھیج دیجئے کہ وہ سب ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لا کر حاضر کر دیں (چنانچہ ایسا ہی کیا گیا)

﴿تَنْجِيحًا﴾ ﴿وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّظِيرِينَ﴾ یعنی اپنے ہاتھ کو گریبان میں داخل کر کے نکالا اور بعض نے کہا کہ اپنی بغل سے نکالا تو وہ سفید تھا۔ اس میں ایسی روشنی تھی کہ سورج کی روشنی پر غالب آگئی حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کا رنگ گندمی تھا۔ پھر اس ہاتھ کو گریبان میں داخل کیا تو پہلے جیسا ہو گیا۔

﴿قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَذَا لَسِحْرٌ عَلِيمٌ﴾ یعنی لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا ہے جس کی وجہ سے ان کو عصا سانپ لگنے لگا اور گندمی ہاتھ سفید لگنے لگا۔

﴿يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ﴾ اے قبلی لوگو! ﴿مِنْ أَرْضِكُمْ﴾ مصر سے ﴿فَمَاذَا تَأْمُرُونَ﴾ یعنی کیا مشورہ دیتے ہو۔ یہ فرعون نے کہا تھا اگرچہ اس کا تذکرہ نہیں ہے اور بعض نے کہا ان سرداروں نے کہا تھا فرعون اور اس کے خواص کو۔

﴿قَالُوا﴾ یعنی سردار ڈھیل دے ”أَرْجِه“ ابن کثیر، اہل بصرہ اور ابن عامر نے ہمزہ کے ساتھ اوزہاء کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے بغیر ہمزہ کے پڑھا ہے۔ پھر نافع، ورش اور کسائی رحمہما اللہ نے ہاء کی زیر کا اتباع کیا ہے اور عاصم اور حمزہ رحمہما اللہ نے ساکن پڑھا ہے اور ابو جعفر اور قالون نے اس کو اختلاس کیا ہے۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی اس کو موخر کیا ہے اور بعض نے کہا ہے میں اس کو گمان کرتا ہوں۔ ﴿وَأَخَاهُ وَارْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ﴾ یعنی سپاہیوں کو بھیج کہ وہ بڑے جادوگروں کو جمع کریں۔ انہوں نے کہا ہے ان مدائن کی طرف مردوں کو بھیج جو ان سے موجود جادوگروں کو تیرے پاس جمع کریں اور جادوگروں کے سردار مدائن الصعید کے آخر میں تھے اگر موسیٰ علیہ السلام ان پر غالب ہو گئے تو ہم ان کی تصدیق کریں گے اور اگر جادوگر غالب آگئے تو ہم جان جائیں گے کہ موسیٰ علیہ السلام جادوگر ہیں۔ (نعوذ باللہ)

﴿يَأْتُوكَ بِكُلِّ سِحْرٍ عَلِيمٍ﴾ حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے یہاں اور سورۃ یونس میں ”سحار“ پڑھا ہے اور سورۃ شعراء میں سب کا اتفاق ہے کہ ”سحار“ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ساحر سے مراد وہ جو جادو سیکھا ہو لیکن آگے نہ سکھائے اور ”سحار“ جو آگے سکھائے اور عملاً جادو کرے اور بعض نے کہا ساحر وہ شخص جس کا جادو کسی کسی وقت چلے اور سحار جس کا جادو دائمی ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابن اسحاق اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ فرعون نے جب عصا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھی تو سوچا کہ ہم اس سے اسی وقت غالب ہو سکتے ہیں جب کوئی اس سے زیادہ جادو جاننے والا ہو تو اس نے بنی اسرائیل کے کچھ لڑکے ”غوصاء“ بستی میں بھیجے کہ وہاں ان کو جادو کی تعلیم دی جائے تو وہاں جادوگروں نے ان کو بہت زیادہ جادو سکھایا۔ ادھر فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے

آیہ ان کا وعدہ کر لیا اور جاادو گروں کو بھولایا تو وہ بڑے کے اور ان کے استاد سب آگے تو فرعون نے پوچھا تم نے کیا کیا؟
تو انہوں نے جواب دیا کہ ان بڑوں کو ایسا جاادو سکھایا ہے کہ زمین کے جاادو گروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر آسمان سے
کوئی مومنان آئے تو یہ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ پھر فرعون نے اپنی سلطنت کے تمام جاادو گروں کو جمع کروائے۔

فرعون کے جاادو گروں کی تعداد

ان جاادو گروں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ مقاتل زمر اللہ فرماتے ہیں کہ بہتر تھے دو قبیلے اور ستر بنی اسرائیل کے۔ کبھی زمر اللہ
فرماتے ہیں کہ وہ مجموعی فرعون کے رہنے والے معلم تھے اور ان کے جاادو ستر جاادو گروں تھے اور عرب زمر اللہ فرماتے ہیں کہ بارہ ہزار تھے۔ سعدی
زمر اللہ فرماتے ہیں کہ تیس ہزار تھے اور طبروز زمر اللہ فرماتے ہیں کہ ستر ہزار تھے۔ محمد بن مسعود زمر اللہ فرماتے ہیں اسی ہزار تھے۔
مقاتل زمر اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے سردار کا نام شمعون تھا اور ان میں جبرائیل زمر اللہ فرماتے ہیں کہ جاادو گروں کے سردار کا نام یوحنا تھا۔

وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ﴿۱۰﴾ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ لَمِنَ
الْمُقْرَبِينَ ﴿۱۱﴾ قَالُوا يَمُوسَى إِمَّا أَنْ تُلْقَىٰ وَإِمَّا أَنْ نَكُونَ نَحْنُ الْمُلْقِينَ ﴿۱۲﴾ قَالَ أَلْقُوا فَلَمَّا
الْقُوا سَحَرُوا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءُوا بِسِحْرٍ عَظِيمٍ ﴿۱۳﴾ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى
أَنْ ألقِ عَصَاكَ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿۱۴﴾

ترجمہ اور وہ جاادو گروں سے پاس حاضر ہوئے کہنے کے اگر ہم غالب آئے تو (کیا) ہم کو کوئی بڑا مسئلہ ملے گا۔
فرعون نے کہا ہاں (بڑا انعام ملے گا) اور (مزید برآں) تم (ہمارے) مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے ساحروں
نے عرض کیا کہ مومنان خود آپ ڈالنے اور یہ ہمیں ڈالیں مومنان نے فرمایا کہ (پہلے) تم ہی ڈالو پس جب انہوں
نے (اپنی رسیوں اور ٹھیکوں کو) ڈالا تو لوگوں کی نظر بند ہو کر رہی اور ان پر ہیبت غالب کر دی اور ایک طرح کا بڑا
جاادو دکھایا اور ہم نے مومنان کو (حق کے ذریعہ سے) حکم دیا کہ آپ اپنا عصا ڈال دیجئے سو عصا کا ڈالنا تھا
کہ اس نے (اثر پہنچانے) ان کے سارے بنائے ہوئے اھیل کو اکٹھا شروع کیا۔

تفسیر ﴿۱۰﴾ (وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا) فرعون کو (إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ) اور مال ہے (إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ)
ان تجاز اور حفص زمر اللہ نے "ان لنا اجر کی بنا پر پڑھا ہے اور باقی حضرات نے استفہام کے ساتھ اور سورۃ الشوریٰ میں
سب کا اتفاق ہے کہ یہ استفہام ہے۔

﴿۱۰﴾ (قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقْرَبِينَ) ان مال کے ساتھ میرے ہاں تمہارا بلند مرتبہ ہوگا۔

﴿۱۱﴾ (قَالُوا يَمُوسَى إِمَّا أَنْ تُلْقَىٰ وَإِمَّا أَنْ نَكُونَ نَحْنُ الْمُلْقِينَ) اپنے عصا اور رسیاں۔

۱۱۶ (قَالَ) موسیٰ علیہ السلام نے (الْقَوَا فَلَمَّا اَلْقَوْا سَحَرُوا اَعْيُنَ النَّاسِ) یعنی لوگوں کی آنکھوں کو اپنے کرتب کی حقیقت پہچاننے سے پھیر دیا اور یہی جادو ہے۔ (وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءَ وَبِسَحْرِ عَظِيمٍ) ان پر رعب ڈالا اور ان کو ڈرایا۔ کیونکہ انہوں نے موٹے رسے اور لمبی لکڑیاں ڈالی تھیں تو وہ پہاڑوں کی مثل بڑے سانپ بن گئے اور ساری وادی ان سے بھر گئی اور وہ سانپ ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے تھے۔ یہ میدان ایک میل لمبا اور ایک میل چوڑا تھا۔ لوگوں کو اس میں سانپ اور اژدھے ہی نظر آ رہے تھے۔

۱۱۷ (وَ اَوْحَيْنَا اِلَىٰ مُوسَىٰ اَنْ اَلِقِ عَصَاكَ) جب موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈالا تو وہ اتنا بڑا اژدھا بنا کہ اُفتخ کو اپنے حجم سے بند کر دیا۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مقابلہ اسکندر یہ میں ہوا اور کہا گیا ہے کہ سانپ کی دُم سمندر تک پہنچ گئی اور اس نے اسی گز بڑا منہ کھولا (فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ)۔ حفص رحمہ اللہ نے ”تلقف“ لام کے سکون اور تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے جہاں بھی ہو اور دیگر حضرات نے لام کے زبر اور قاف کی شد کے ساتھ پڑھا ہے یعنی وہ نکلنے لگا۔ (مَا يَأْفِكُونَ) جو خیالی جھوٹ انہوں نے بنایا تھا وہ اژدھا ان کے سب عصا اور رسیوں کو ایک ایک کر کے نکل گیا تو بھگدڑ سے پچیس ہزار لوگ مارے گئے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پکڑ لیا تو وہ پہلے جیسا عصا بن گیا۔

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۱۱۶ فَعَلِبُوا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا صَغِيرِينَ ۝۱۱۷ وَالْقِيَ
السَّحَرَةُ سَجِدِينَ ۝۱۱۸ قَالُوا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۱۹ رَبِّ مُوسَىٰ وَهٰرُونَ ۝۱۲۰ قَالَ فِرْعَوْنُ
اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكْرْتُمْوْهُ فِى الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَا
اَهْلَهَا فَاَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۲۱ لَا قِطْعَنٌ اَيْدِيكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَا صَلْبِيْكُمْ
اَجْمَعِيْنَ ۝۱۲۲ قَالُوْا اِنَّا اِلَىٰ رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝۱۲۳

پس اس وقت حق (کا حق ہونا) ظاہر ہو گیا اور انہوں نے جو کچھ بنایا وہ ناپا تھا سب آتا جاتا رہا۔ پس وہ لوگ اس موقع پر ہار گئے اور خوب ذلیل ہوئے اور وہ جو ساحر تھے سجدہ میں گر گئے (اور پکار پکار کر) کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے رب العالمین پر جو موسیٰ اور ہارون کا بھی رب ہے فرعون کہنے لگا کہ ہاں تم موسیٰ پر ایمان لائے ہو بدوں اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں۔ بیشک یہ ایک کارروائی تھی جس پر تمہارا عملدرآمد ہوا ہے اس شہر میں تاکہ تم سب اس شہر سے یہاں کے رہنے والوں کو باہر نکال دو۔ سو کہ اب تم کو حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا۔ پھر تم سب کو سولی پر ٹانگ دوں گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ (کچھ پروا نہیں) ہم مر کر اپنے مالک کے پاس ہی جاویں گے۔

۱۱۸ (فَوَقَعَ الْحَقُّ) حسن اور مجاہد رحمہما اللہ فرماتے ہیں حق ظاہر ہو گیا۔ (وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) یعنی

جادو کیونکہ جادو کر کے کہہ کر موسیٰ علیہ السلام کا عمل جادو ہوتا تو ہماری گٹھیاں اور رسیاں باقی بچ جاتیں لیکن وہ تو نہیں تھیں تو اونچے کے کہ یہ اللہ کے حکم سے ہے۔

⑩ (فَعَلُوا هُنَالِكَ وَالْقَلْبُوا صَغِيرِينَ) ذلیل اور مغلوب ہو کر۔

⑪ (وَالْقِي السَّحْرَةَ سَجْدِينَ) اللہ کے لیے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے سجدہ میں ڈال دیا اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے الہام کیا کہ وہ سجدہ کریں تو انہوں نے سجدہ کیا۔

نفس ہر اللہ فرماتے ہیں اتنی تیزی سے سجدہ میں گئے گویا کہ کسی نے ان کو سجدہ میں کرا دیا۔

⑫ (قَالُوا امَّا رَبِّ الْعَالَمِينَ) فرعون کہنے لگا مجھے مراد لے رہے ہیں تو انہوں نے کہا (رَبِّ مُوسَى وَ هَارُونَ)

مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان جادوؤں کے سردار کو کہا تھا کہ اگر میں غالب آ گیا تو کیا تم مجھ پر ایمان لے آؤ گے تو اس نے کہا میں ایسا جادو کیا ہوں کہ کوئی جادو اس پر قابو نہیں ہو سکتا اور اگر آپ علیہ السلام مجھ پر غالب ہو گئے تو میں آپ سے یہ سلام پر ایمان لے آؤں گا کہ اس وقت فرعون بھی دیکھ رہا تھا۔ پھر بھی اس نے یہ کہہ دیا۔

⑬ (فَالْفِرْعَوْنُ امْتَنَهُ) یہ تم ایمان لے آئے۔ بعض رحمہ اللہ نے "امتنتم" جملہ خبریہ پڑھا ہے، یہاں اور سورۃ

یوسف اور شعراء میں اور دیگر محذات نے استفہام کے ساتھ پڑھا ہے۔ "امتنتم بہ" (قَبْلَ أَنْ اذِنَ لَكُمْ) کہ کیا تم نے میری بہادت سے بغیر موسیٰ کی تحدیق بدون (اِنَّ هَذَا لَمَكْرٌ مَّكْرٌ مُّمْتَوٌ) یہ ایک سازش تھی جو تم نے اور موسیٰ نے مل کر تیار کی تھی (ہی المدينه) کیا تم سے پہلے اب آج (لِنُخْرِجُوا مِنْهَا اهلها فسوف نعلمون) میں تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں۔

⑭ (لَا فَطَعُنْ اَبْدِيكُمْ وَاذْجَلِكُمْ مِنْ حِلَابٍ) وہ یہ کہ ہر جانب سے ایک عضو کاٹے۔ کبھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

میں تیرے دانتوں ہاتھ اور پاؤں کاٹوں گا۔ (ثُمَّ لَا صَلْبِيكُمْ اَجْمَعِينَ) مسر کی نہر کے کنارے پر۔

⑮ (قَالُوا) یعنی جادوؤں نے فرعون کو کہا (اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ) آخرت میں اپنے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

وَمَا تَنْتَقِمُ مِنَّا اِلَّا اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيَاتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَنَا رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَقُّفًا مُّسْلِمِينَ ⑯

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اتُّذِرُ مُوسَى وَقَوْمَهُ لِيُفْسِلُوا فِي الْاَرْضِ وَيَذْرَكَ وَيٰ اِهْتَك

مَا قَالَ سَنَقْتُلُ اِبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَاَنَا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ⑰ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا

بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُورِثُهَا مَنْ يُّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ذٰلِكَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ⑱

⑲ (تَوَكَّلْ) اور تو نے ہم میں کونسا عیب دیکھا ہے بجز اس کے کہ ہم اپنے رب کے احکام پر ایمان لے آئے اے ہمارے

رب ہمارے اور پر مہربان فیضان فرما اور ہماری جان حالت اسلام پر نکالے اور قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا

آپ ہمیں کوا اور ان کی قوم کو یونہی رہنے دین کے کہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں اور وہ آپ کو اور آپ کے

معبودوں کو ترک کئے رہیں فرعون نے کہا کہ ہم ابھی ان لوگوں کے بیٹوں کو قتل کرنا شروع کر دیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیں گے اور ہم کو ہر طرح کا ان پر زور ہے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا سہارا رکھو اور مستقل رہو (گھبراؤ مت) یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے جس کو چاہے مالک (حاکم) بنا دیں اپنے بندوں میں سے اور اخیر کامیابی ان ہی کی ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

تفسیر (۱۲۶) (وَمَا تَنْقِمُ مِنَّا) یعنی تو ہم سے ناپسند نہیں کرتا اور ضحاک وغیرہ نے فرمایا ہے تو ہم پر عیب نہیں لگاتا اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمارا تیرے پر کوئی گناہ نہیں ہے جس پر تو ہمیں عذاب دے۔ (إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِآيَاتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَنَا) پھر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے (رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَقَّفْنَا مُسْلِمِينَ) کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرعون نے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر ان کو سولی پر چڑھا دیا تھا لیکن دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ فرعون ان پر قدرت نہیں پاسکا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ (لَا يَصْلُونَ إِلَيْكُمَا بِآيَاتِنَا أَنْتُمْ وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغَالِبُونَ) تم دونوں اور تمہارے قبیحین ہی غالب رہو گے)

(۱۲۷) (وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ) فرعون کو کہنے لگے (اتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ) یہاں فساد سے ان کی مراد لوگوں کو فرعون کی عبادت سے ہٹانے کی دعوت دینا ہے (وَيَذَرُكَ وَالْهَتَكَ) نہ وہ تیری عبادت کریں گے اور نہ تیرے بتوں کی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فرعون اپنی ایک گائے کی عبادت کرتا تھا اور جہاں کہیں کوئی خوبصورت گائے دیکھتا تو اس کی عبادت کا لوگوں کو حکم دیتا۔ اس لیے سامری نے ان کے لیے پچھڑا بنایا تھا۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گردن پر صلیب لٹکانی ہوئی تھی اس کی عبادت کرتا تھا اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرعون نے اپنی قوم کے لیے بت بنائے تھے ان کی عبادت کا حکم دیتا تھا اور قوم کو کہتا تھا یہ تمہارے معبود ہیں یعنی میں تمہارا اور تمہارے معبودوں کا رب ہوں کہ ان کو میں نے بنایا ہے اس لیے تو وہ کہتا تھا ”انا ربکم الاعلیٰ“ ابن مسعود، ابن عباس رضی اللہ عنہما، شععی اور ضحاک رحمہما اللہ نے ”وینذرك والہتك“ الف کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی تیری عبادت چھوڑ دیں گے کیونکہ فرعون کی عبادت کی جاتی تھی وہ کسی کی عبادت نہ کرتا تھا اور بعض نے کہا معبودوں سے سورج مراد ہے کیونکہ وہ لوگ سورج کی عبادت کرتے تھے (قَالَ سَنَقْتِلُ أَبْنَاءَهُمْ) اہل حجاز نے ”سَنَقْتِلُ“ تخفیف کے ساتھ قتل سے پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے ”تقتیل“ سے شد کے ساتھ کثرت کے معنی کی بناء پر پڑھا ہے۔ (وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فرعون بنی اسرائیل کے بیٹوں کو اس سال قتل کروا دیتا تھا جس سال کا اس کو کہا گیا تھا کہ اس سال ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو تیری بادشاہت ختم کر دے گا تو وہ موسیٰ علیہ السلام کی رسالت تک ان کو قتل کروا تا رہا تو اب اس مقابلہ کے بعد بھی کہنے لگا کہ ان پر قتل والا معاملہ پھر شروع کرو تو اس بات کی شکایت بنو اسرائیل نے کی۔

(۱۲۸) (قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ) یعنی ملک مصر (يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ط وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ) مدد اور کامیابی اور بعض نے کہا نیک بختی اور شہادت اور بعض نے کہا جنت۔

قَالُوا أَوْذَيْنَا مِنْ قَبْلِ أَنْ نَأْتِيَنَا وَ مِنْ مَّ بَعْدِ مَا جِئْنَا وَقَالَ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عُدُوَّكُمْ
وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿١٠﴾ وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصِ
مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿١١﴾ فَإِذَا جَاءَ نَهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَذِهِ وَإِنْ تُصِيبُهُمْ سَيِّئَةٌ
يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ إِلَّا إِنَّمَا طَيْرُهُمْ عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٢﴾

﴿١٠﴾ قوم کے لوگ کہتے تھے کہ ہم تو ہمیشہ مسیبت ہی میں رہے آپ کی تشریف آوری کے قبل بھی اور آپ کی
تشریف آوری کے بعد بھی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیں گے اور
پہلے ان کے تمہارا سر زمین کا، لٹکے بنا دیں گے پھر تمہارا طرز عمل دیکھیں گے اور ہم نے فرعون والوں کو جتلا کیا
تو وہ ان میں اور پھلوں کی مسہید آوری میں بنا کر دو (حق بات کو) سمجھ جاویں۔ سو جہان پر خوشحالی آجاتی تو کہتے کہ یہ
تو ہمارے لئے ہوتا ہی چاہئے اور اگر ان کو کوئی بد حالی پیش آتی تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی نحوست
توڑتے یا دیکھ کر ان کی نحوست اللہ کے مہم میں ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے تھے۔

﴿١١﴾ (قَالُوا أَوْذَيْنَا) جب جاؤ گے ایمان لے آئے تو چھ لاکھ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کی اجازت کی تو وہ کہنے
لگے۔ تم پہلے نہیں رہیں (مِنْ قَبْلِ أَنْ نَأْتِيَنَا) رسالت منے سے پہلے بچوں کو قتل کرنے کی (وَمِنْ مَّ بَعْدِ مَا جِئْنَا) دو بار وہ بچوں
کو قتل کرنے سے باز رہے اور بعض نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے قبل تو آدھا دن ان سے کام لیتا تھا لیکن موسیٰ علیہ السلام کے
آنے کے بعد ان دن بھی مڑواری کے کام لیتا تھا اور کبھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام سے پہلے وہ فرعون کی منی سے اس
سے بے اشریت بناتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد اس نے حکم دیا کہ منی بھی خود لاؤ۔ (قَالَ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ
عُدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ) یعنی ان کے بعد تمہیں مصر میں رہائش دے (فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ)

تو اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کر کے ان کے شہروں اور مالوں کا بنی اسرائیل کو خلیفہ بنایا تو انہوں نے پھنڑے کی عبادت کی۔
﴿١٢﴾ (وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصِ مِنَ الثَّمَرَاتِ) قنادور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قحط شہر والوں کے
لئے اور یہ وہی کا نقصان ایسا تھا والوں کے لئے تھا (لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ) کیونکہ سخت حالات دل کو نرم کر دیتے ہیں اور اللہ
تعالیٰ کی طرف راغب کرتے ہیں۔

﴿١٣﴾ (فَإِذَا جَاءَ نَهُمُ الْحَسَنَةُ) خوش حالی، عافیت، کسادگی (قَالُوا لَنَا هَذِهِ) یعنی ہم اس کے مستحق ہیں اس کو اللہ کا
فضل سمجھ کر شکر نہیں کیا (وَإِنْ تُصِيبُهُمْ سَيِّئَةٌ) خشک سالی، آزمائش وغیرہ (يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ) اور کہتے کہ ان کو
دیکھنے کی وجہ سے کئی تکلیف پہنچی ہے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور محمد بن مکندر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرعون کی بادشاہت چار سو
سال رہی اور اس کی عمر چھ سو بیس سال تھی اس کو کبھی کوئی میزان کے خلاف بات بھی نہیں پیش آئی۔ اگر اس مدت میں کبھی بھوک یا

ایک رات کا بخاریا تھوڑی سے جسمانی تکلیف آئی ہوتی تو کبھی رب ہونے کا دعویٰ نہ کرتا (أَلَا إِنَّمَا طَبَرُ هُمْ عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ) کہ ان پر جو حالت آئی خشک سالی اور فراوانی اور خیر اور شر کی وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ان کی نحوست وہ ہے جو ان پر فیصلہ کیا اور ان کی تقدیر میں لکھ دیا اور انہی سے ایک روایت ہے کہ ان کی نحوست اللہ کے پاس ہے اور اسی کی جانب سے ہے۔ یعنی ان پر نحوست ان کے اللہ کا کفر کرنے کی وجہ سے آئی ہے اور بعض نے کہا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ بڑی نحوست جو ان کے لیے اللہ کے پاس ہے وہ جہنم کا عذاب ہے۔

وَقَالُوا مَهْمَا تَأْتِنَابِهِ مِنْ آيَةٍ لِنَسْحَرَنَّا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۲﴾ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ

وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالذَّمَ أَيْتٍ مَفْصَلَتٍ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُجْرِمِينَ ﴿۱۳۳﴾

اور یوں کہتے (خواہ) کیسی ہی عجیب بات ہمارے سامنے لاؤ کہ اس کے ذریعہ سے ہم پر جادو چلاؤ جب بھی ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے۔ پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور گھن کا کیر اور مینڈک اور خون کہ یہ سب کھلے کھلے معجزے تھے۔ سو تکبر کرتے رہے اور وہ لوگ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ۔

﴿۱۳۲﴾ (وَقَالُوا) یعنی قبٹیوں نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا ”مہما“ کہا ”ما“ یہ کلمہ شرط اور جزا کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ”تاتنا بہ من آیة“ علامت۔ (مَهْمَا تَأْتِنَابِهِ مِنْ آيَةٍ لِنَسْحَرَنَّا بِهَا) تاکہ ہمیں ہمارے دین سے ہٹا دے (فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ) تصدیق نہ کریں گے۔

فرعون کی قوم پر مختلف قسم کے عذاب نازل ہوئے

﴿۱۳۳﴾ (فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ) ابن عباس، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما، قتادہ، محمد بن اسحاق رحمہما اللہ فرماتے ہیں ان سب کے اقوال آپس میں ملتے جلتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب جادو گرا ایمان لے آئے اور فرعون مغلوب ہو گیا تو اس نے اور اس کی قوم نے اسلام لانے سے انکار کر دیا اور کفر پر ڈٹ گئے اور شر پھیلانے میں خوب کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر لگا تار کئی نشانیاں بھیجیں اور ان پر قحط اور پھلوں کے نقصان کا وبال آیا لیکن ان چار نشانیوں عصا، ید بیضاء، قحط اور پھلوں کے نقصان کے بعد بھی انہوں نے ایمان لانے سے انکار کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے ان پر بددعا کی اور کہا اے میرے رب! تیرے بندے فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اس کی قوم نے آپ سے کیا ہوا وعدہ توڑا۔ اے میرے رب! ان کو ایسی سزا میں پکڑ جو ان کے لیے سزا ہو اور میری قوم کے لیے نصیحت اور ان کے بعد والوں کے لیے نشانی اور عبرت ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان پر طوفان بھیجا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر پانی بھیجا۔ بنی اسرائیل اور قبٹیوں کے گھر آپس میں ملے ہوئے اور قریب تھے۔ قبٹیوں کے گھر پانی سے اتنے بھر گئے کہ وہ گردن تک پانی میں ڈوبے ہوئے تھے اور ان میں سے جو بیٹھتا تھا وہ ڈوب جاتا تھا اور ادھر بنی اسرائیل کے گھروں میں ایک قطرہ بھی پانی کا داخل نہ ہوا اور پانی قبٹیوں کی زمینوں میں بھی ٹھہر گیا جس کی وجہ سے وہ نہ کاشت کر سکے اور نہ کوئی دوسرا کام۔ اور

یہ صوفیوں سمیت دن رہا ایک ہفتہ کے دن آیا الگ ہفتہ کے دن تک رہا۔ مجاہد اور عطاء بن رباح نے فرماتے ہیں کہ طوفان سے مراد موت ہے اور وہ رب ربہ اللہ فرماتے ہیں کہ یمن کی لغت میں طوفان کا معنی طاعون ہوتا ہے۔ ابوقلابہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ طوفان سے مراد چٹک ہے دنیا میں چٹک کا مذاق سب سے پہلے انہی پر آیا تھا اس کے بعد زمین میں باقی روکیا۔

مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ طوفان سے مراد پانی ہے جو ان کی کھیتوں کے اوپر بلند ہو گیا۔ ابن خلیان نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ طوفان سے مراد اللہ کا امر ہے جس نے ان کا پتھر کا یا پھر یہ آیت پڑھی "فطاف علیہا طائف من ربک وہم لانسون" کوفہ کے لغوی فرماتے ہیں کہ طوفان مصدر ہے اس کی نفع نہیں آتی جیسے زرخیز اور نقصان ہیں اور ان میں بحر و نمبو اللہ فرماتے ہیں کہ یہ نفع ہے اس کا واسطہ "طوفانہ" ہے۔ اس طوفان کے آنے کے بعد ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اپنے رب سے دعا کریں کہ ہم سے بارش کو دور کر دیں ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ علیہ السلام سے دعا کیجیں کہ تمہاری دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان سے طوفان ہٹا لیا گیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اتنا چارو اور فصلیں اور پھل اُکائے کہ اس سے پہلے اتنی فراوانی نہ ہوئی تھی ان کے شہر رہنے ہو گئے تو وہ تنہا گئے۔ یہ پانی تو ہوا کہ یہ نعمت اور خوش حالی تھا۔ پھر بھی ایمان نہ لائے اور ایک مہینہ عافیت سے گزر گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر ٹنڈیوں اور بھجیوں انہوں نے ان کی کھیتوں اور فصلوں اور درختوں کے پتے کھالے یہاں تک کہ دروازے اور کھولیں پھٹیں اور پانی اور پھل اور دروازوں کی لوہے کی تختیں تک صاف ہو گئیں۔ یہاں تک کہ ان کے گھر گر گئے اور ٹنڈیاں جمی رہنے لگیں کہ حد نہ تھا اور بنی اسرائیل کو ان میں سے کوئی تکیف نہ پہنچی تو وہ چیخنے چلانے لگے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس قدر عافیت سے نوازا ہے کہ ہم نے اس سے ایمان لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے ٹنڈیوں کا عذاب دور کر دیا۔ یہ عذاب بھی سات دن ہفتہ کے دن سے ہفتہ تک رہا اور یہ بھی خبر ہے کہ ہندوؤں کے سینے پر لکھا ہوا ہوتا تھا "جند اللہ الاعظم" اللہ کا بڑا شہر اور کہا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام صحن میدان میں گئے اور اپنے عصا سے مشرق و مغرب کی طرف اشارہ کیا تو ٹنڈیاں جہاں سے آئی تھیں وہاں پہلی گئیں اور ان کے بعد باقی اور کھیتوں میں سے کچھ باقی روکیا تھا تو وہ کہنے لگے کہ ہمیں اتنی مقدار کافی ہے ہم اپنے زمین کو نہیں چھوڑتے تو انہوں نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا اور اپنے برے اعمال کی طرف لوٹ گئے اور ایک مہینہ عافیت سے رہے۔

قمل کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف اقوال

پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر "قمل" بھیجا۔ اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "قمل" دو چیز ہے جو کدم سے اٹھتا ہے اور مجاہد، سدی، قتادہ اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ "قمل" چھوٹی ٹڈی جس کے پر نہ ہوں اور جڑا بڑی ٹڈی جس کے پر ہوں اور ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ

حمنان ہے یعنی چھوٹی چھڑی۔ عطاء خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد جوں ہے اور اسی وجہ سے ابوالحسن نے ”القمل“ کو قاف کے فتح اور میم کے سکون سے پڑھا ہے۔ مفسرین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ مصر کے قریب ایک بستی عین شمس کے ایک ٹیلے پر جائیں تو موسیٰ علیہ السلام اس ٹیلے پر گئے اس کو عصا مارا تو اس پر چھڑیاں اُٹد آئیں اور قبطیوں کے باقی پھل اور کھیتیاں بھی کھا گئیں اور زمین تک کو بھی چاٹ لیا اور وہ ان کے کپڑوں میں گھس کر کپڑے اور جسم کو کاٹ دیتی تھیں کوئی کھانا کھا رہا ہوتا تو وہ کھانا چھڑیوں سے بھر جاتا اور ان پر چھڑیوں سے بڑی کوئی مصیبت نہ آئی تھی، انہوں نے ان کے بال، چمڑے، پلکیں، بھنویں تک لے لیں اور ان کے جسم پر چچک کی طرح چمٹ گئیں وہ سونہ سکتے تھے تو وہ چیختے چلاتے موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے کہ ہم توبہ کرتے ہیں اپنے رب سے ہمارے لیے دُعا کریں کہ یہ مصیبت دور کر دے تو موسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی، یہ چھڑیاں چلی گئیں لیکن انہوں نے پھر وعدہ توڑا اور اپنے خبیث اعمال کی طرف لوٹ گئے اور کہنے لگے کہ آج سے پہلے ہمیں آپ علیہ السلام کے جادو گر ہونے کا یقین نہ تھا کہ آج تو آپ نے ریت کو کپڑے لکڑے بنا دیا ہے اور کہنے لگے فرعون کی عزت کی قسم! ہم آپ کا کہنا نہ مانیں گے اور نہ آپ کی تصدیق کریں گے تو وہ عافیت سے ایک ماہ رہے۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے ان پر بددُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مینڈک بھیجے جس سے ان کے گھر، صحراء، کھانے اور برتن بھر گئے جو کوئی بھی برتن کا کھانا کھولتا تو اس میں مینڈک ملتے اور آدمی مینڈکوں میں اپنی ٹھوڑی تک ڈوبتا اور اس کو یہ ڈر ہوتا کہ اگر میں نے کسی سے بات کی تو مینڈک میرے منہ میں داخل ہو جائیں گے۔ وہ مینڈک ان کی ہانڈیوں میں کود جاتے، کھانا خراب کر دیتے، آگ بجھا دیتے، کوئی سونے کے لیے پہلو پر لیٹا تو اس پر اتنے مینڈک سوار ہو جاتے کہ وہ پہلو نہ بدل سکتا تو اس سے ان کو سخت تکلیف پہنچی۔ عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ مینڈک خشکی کے تھے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو آل فرعون پر بھیجا تو انہوں نے اطاعت کی اور اپنے آپ کو جوش مارتی ہوئی ہانڈیوں اور بھڑکتے ہوئے تندوروں میں ڈال دیتے تو اللہ تعالیٰ ان کی اطاعت سے خوش ہو کر پانی کو ٹھنڈا کر دیتے۔ جب آل فرعون نے یہ معاملہ دیکھا تو رونے لگے اور موسیٰ علیہ السلام کو شکایت کی اور کہا کہ اس مرتبہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرتے ہیں اب دوبارہ غلطی نہ کریں گے اور بڑے عہد و پیمانے لیے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تو مینڈک ان سے ہٹا لیے۔ یہ بھی سات دن رہے۔ ہفتے سے ہفتے کے دن تک۔ پھر ایک مہینہ عافیت سے رہے۔ پھر عہد توڑا اور کفر کی طرف لوٹ گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے ان پر بددُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر خون کا عذاب بھیجا تو دریائے نیل خون بن گیا اور ان کے پانی خون بن گئے اور وہ کنوؤں اور نہروں سے پانی نکالتے تو وہ سرخ خون بن جاتا تو انہوں نے فرعون کو شکایت کی اور کہا کہ ہمارے لیے پینے کا پانی نہیں ہے اس نے کہا کہ یہ تمہارا جادو ہے تو قوم کہنے لگی کہ ہمارا جادو کہاں سے آ گیا؟ ہم اپنے برتنوں میں پانی نہیں پاتے، صرف خون ہوتا ہے۔ فرعون ایک برتن پر قبطی اور اسرائیلی کو جمع کر دیتا تھا جو حصہ قبطی کے سامنے ہوتا وہ خون ہوتا اور جو اسرائیلی کے سامنے ہوتا وہ پانی ہوتا اور وہ مٹکے پر جاتے تو اسرائیلی نکالتا تو پانی ہوتا قبطی نکالتا تو خون ہوتا یہاں تک کہ قبطی عورت پیاس سے بے تاب ہو کر اسرائیلی عورت کے پاس آتی اور کہتی کہ اپنے منہ میں پانی لے کر میرے منہ میں کلی کر دے۔

تو اسرائیلی عورت ایسا کرتی جب اس کے منہ میں گلی کرتی تو وہ خون بن جاتا اور فرعون کو پیاس ستاتی تو وہ تر درختوں کو چباتا تو اس کا رس اس کے منہ میں جا کر ٹھیکین کھا رہا بن جاتا۔ اسی حالت میں سات دن رات صرف خون پیتے تھے۔ زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو خون ان پر مسیط کیا گیا وہ نکسیر تھا تو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور دُعا کا کہا کہ اب ہم ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے تو موسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ عذاب دور کر دیا لیکن وہ ایمان نہ لائے۔ یہ تفصیل ہے اس آیت کی (وَالْجُرَادُ وَالْقُمَّلُ وَالضَّفَادِعُ وَالذَّمَ ابْتِ مُفْصَلَتِ) اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ عذاب ایک ہفتہ رہتا اور وہ عذابوں کے درمیان ایک ہوا کا وقفہ ہوتا۔ (فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ)

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَا مُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لِنَكْفِيَنَّ كَشْفَتْ
عَنَّا الرِّجْزَ لِتُؤْمِنَنَّ لَكَ وَتُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۝۱۳ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الرِّجْزَ
الَّذِي أَجْلَبَهُمْ بَلَغُوا إِذَا هُمْ يَنْكُشُونَ ۝۱۴ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ بِآيَاتِنَا كَذَّبُوا
بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ۝۱۵

اور جب ان پر وہی عذاب واقع ہوتا تو یوں کہتے کہ اب موسیٰ ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جس سے ہمارے آپ سے عہد رکھا ہے کہ آپ اس عذاب کو ہم سے ہٹادیں تو ہم ضرور آپ کے کہنے سے ایمان لے آئیں گے اور ہم بنی اسرائیل کو بھی رہا کر کے آپ کے ہمراہ کر دیں گے۔ پھر جب ان سے اس عذاب کو ایک وقت نکالیں گے ان تک ان کو پہنچنا تھا ہم ہٹا دیئے تو وہ فوراً ہی عہد شکنی کرنے لگتے۔ پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا۔ یعنی ان کو ایسا ہی عذاب پہنچا جس سبب سے کہ وہ وہی آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ان سے بالکل ہی بے توجہی کرتے تھے۔

تفسیر ۱۳ (وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ) یعنی جو پھول آیت میں عذاب بیان ہوئے ان میں سے کوئی عذاب آتا۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ریختہ مراد طاعون ہے۔ یہ ان پانچ عذابوں کے بعد چھٹا عذاب آیا تھا جس سے ایک دن میں شام تک نہ بڑھتا رہتا۔ مر کے ان لوگوں نے یہ کہا (فَالْوَا يَمُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ) یعنی تجھے وصیت کی ہے اور وہ مرنا منع فرماتے ہیں اس کے ساتھ جو تجھے خبر دی ہے اور انہوں نے کہا ہے جو آپ کے ساتھ عہد کیا ہے، آپ کی دُعا قبول کرنے کا۔ (لَنَنْ كَشَفَتْ عَنَّا الرِّجْزَ لِتُؤْمِنَنَّ لَكَ وَتُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ) عذاب سے مراد طاعون ہے۔ عامر بن سعید بن ابی وقاص رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد کو سنا کہ انہوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ تو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ طاعون سزا ہے جو بنی اسرائیل پر بھیجی گئی تھی یا تم سے پہلے لوگوں پر۔ پس جب تم کسی زمین کے بارے میں طاعون کی خبر سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب تم کسی زمین میں ہو اور وہاں طاعون آجائے تو اس سے ڈر کر نہ نکلو۔

۱۳۵) (فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الرِّجْزَ الَّذِي أَجَلِ هُمْ بِلُغْوِهِ) یعنی دریا میں غرق ہونے تک (إِذَا هُمْ يَنْكُتُونَ) عہد توڑتے تھے۔
 ۱۳۶) (فَأَنْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ) ہم نے ان کو دریا میں (فِي الْيَمِّ بَانْتَهُم كَذَبُوا بآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ) عذاب کے آنے سے پہلے اور بعض نے کہا کہ ہماری آیات سے اعراض کرتے تھے۔

وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقِ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا ط
 وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا ط وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ
 فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ ۱۳۷) وَجَوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ
 يَعْكُفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَهُمْ قَالُوا يَا مُوسَىٰ اجْعَلْ لَنَا آلِهًا كَمَا لَهُم آلِهَةٌ ط قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ
 تَجْهَلُونَ ۱۳۸) إِنَّ هَؤُلَاءِ مُتَّبِعُونَ مَا هُم فِيهِ وَبِطُلَّ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۱۳۹) قَالَ أَغَيْرَ اللَّهِ
 أَبْغِيكُمْ إِلِهَاتًا وَهُوَ فَضْلُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۱۴۰

اور ہم نے ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کئے جاتے تھے اس سرزمین کے پورب اور پچھتم کا مالک بنا دیا جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور آپ کے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کی وجہ سے پورا ہو گیا اور ہم نے فرعون کے اور اس کی قوم کے ساختہ پرداختہ کارخانوں کو اور جو کچھ وہ اونچی اونچی عمارتیں بنواتے تھے سب کو درہم برہم کر دیا اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتار دیا پس ان لوگوں کا ایک قوم پر گزر رہا جو اپنے چند بتوں کو لگے بیٹھے تھے کہنے لگے اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک (جسم) معبود ایسا ہی مقرر کر دیجئے جیسے ان کے یہ معبود ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے یہ لوگ جس کام میں لگے ہیں یہ (منجانب اللہ بھی) تباہ کیا جاوے گا اور (فی نفسہ بھی) ان کا یہ کام محض بے بنیاد ہے اور فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو معبود تجویز کردوں حالانکہ اس نے تم کو تمام جہان والوں پر فوقیت دی ہے۔

۱۳۷) (وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ) مغلوب تھے اور ذلیل کیے جاتے تھے بیٹوں کو قتل کرنے اور ان کی عورتوں سے خدمت کروا کر۔ یہ قوم بنی اسرائیل ہے (مَشَارِقِ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا) یعنی مصر اور شام (الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا) پانی اور درختوں اور پھلوں اور خوشحالی اور وسعت دے کر (وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ) یعنی اللہ کا کلمہ پورا ہو گیا اور وہ کلمہ اللہ کا ان سے مدد اور زمین پر قدرت دینے کا وعدہ ہے (بِمَا صَبَرُوا) ان کے دین پر اور فرعون کے عذاب پر (وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ) مصر کی عمارتیں (وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ) مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ مکان اور محل بنایا کرتے تھے۔

حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ درختوں، پھلوں اور انگوروں سے محل بناتے تھے اور ابو بکر اور ابن عامر رحمہما اللہ نے

"بعرشون" راہ کے پیش کے ساتھ یہاں اور انکل میں پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے راہ کی زیر کے ساتھ۔

① (وَجُوزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ نِيلَ الْبَحْرِ) کہیں رحمت اللہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ساتھ ماشوراء کے دن دریا عبور کیا فرعون اور اس کی قوم کے ہلاک ہونے کے بعد تو موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ بطور شکر رکھا "لَقَاتُوا" پس وہ گزرے "عَلَى قَوْمٍ يَكْفُرُونَ" تیسرے تھے۔ حنزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے "يَكْفُرُونَ" کاف کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے کاف کی پیش کے ساتھ پڑھا ہے، یہ دونوں لغتیں ہیں۔ "عَلَى أَرْضِهِمْ" بتوں پر "لَهُمْ" جن کی وہ اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہیں اور یہ پتھر کے واقعہ کی ابتداء ہے۔ تو دور رحمت اللہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ ٹم قبیلہ کے تھے اور رقبہ مقام پر رہتے تھے تو بنی اسرائیل نے جب ان کو عبادت کرتے دیکھا تو (فَالْوَا بِمُوسَى اجْعَلْ لَنَا آلِهَةً) کوئی صورت یا مورتی جس کی ہم عبادت کریں (كَمَا لَهُمُ الْهَيْئَةُ) یہ بات بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میں شک کی وجہ سے نہیں کہی تھی اس کا معنی یہ ہے کہ ہمارے لیے کوئی ایسی چیز بنا دیں جس کی ہم تعظیم کریں اور اس کی تعظیم کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں اور ان کا خیال تھا کہ یہ بات دین کو نقصان نہ دے اور یہ بات نبیوں نے سخت جہالت کی وجہ سے ہی تھی (قَالَ) موسیٰ علیہ السلام نے (إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ) اللہ کی عظمت سے جاہل ہو۔ ② (إِنْ هَؤُلَاءِ مُشْرِكُونَ) ہلاک کرنے والے ہیں (مَا هُمْ بِيَه) اور تمہیں بمعنی ہلاک کرنا (وَيَبْطُلُونَ) زائل ہونے والا ہے (مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ)۔

③ (قَالَ) موسیٰ علیہ السلام نے (أَغْيَرَ اللَّهُ أَعْيُنَكُمْ إِلَهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ) تمہارے زمانے کے جہان والوں پر حضرت ابوالفضل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نکلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسین کی جانب تو ہمارا گزر ایک بی بی پر ہوا تو ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے چیزیں لگانے کے لیے کوئی جگہ مقرر کر دیں جیسا کہ ان کے لیے ذات الوداع تھی کہ غار اپنے ہتھیار ایک بی بی کے ساتھ لگا دیتے تھے اور اس کے ارد گرد چکر لگاتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اکبر یہ فرمائش ایسے ہے جیسے بنی اسرائیل نے کہا تھا "اجعل لنا إلهًا كَمَا لَهُمُ الْهَيْئَةُ" البتہ تم نہ رو اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے۔

وَإِذْ أَخَيْنَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُورَةَ الْعَذَابِ يُقْتَلُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ
كُنْتُمْ دُولَىٰ ذَلِكُمْ بَلَاءٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ④ وَوَعَدْنَا مُوسَىٰ نَلَيْنَ لَيْلَةً وَأَتَمَمْنَا بِعَشْرِ قَتْمٍ
مِيقَاتِ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً وَقَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ
سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ ⑤ وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي إِلَيْكَ
قَالَ لَنْ نَرِيكَ وَلَكِنْ نُنْظِرُ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنْ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ
جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ ⑥

تھیں اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں (کے ظلم و ایذا) سے بچالیا جو تم کو بڑی سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے تمہارے بیٹوں کو (بکثرت) قتل کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو (اپنی بیگار اور خدمت کے لئے) زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس (واقعہ) میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی بھاری آزمائش تھی اور ہم نے موسیٰ سے تیس شب کا وعدہ کیا اور دس شب کو ان تیس شب کا تمہ بنایا۔ سو ان کے پروردگار کا وقت پورے چالیس شب ہو گیا اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہہ دیا تھا کہ میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا اور اصلاح کرتے رہنا اور بد نظم لوگوں کی رائے پر عمل مت کرنا اور جب موسیٰ علیہ السلام ہمارے وقت (موعود) پر آئے اور ان کے رب نے ان سے بہت ہی (لطف و عنایت کی) باتیں کیں۔ تو عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اپنا دیدار مجھ کو دکھلا دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں ارشاد ہوا کہ تم مجھ کو (دنیا میں) ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو سو اگر یہ اپنی جگہ پر برقرار رہا تو (خیر) تم بھی دیکھ سکو گے پس اس کے رب نے جو اس پر تجلی فرمائی۔ تجلی نے اس (پہاڑ) کے پرچے اڑا دیئے اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے پھر جب افاقہ میں آئے تو عرض کیا بیشک آپ کی ذات منزہ (اور رفیع) ہے میں آپ کی جناب میں معذرت کرتا ہوں اور سب سے پہلے میں اس پر یقین کرتا ہوں۔

﴿وَإِذْ أَنْجَيْنَاكُمْ﴾ ابن عامر نے ”واذ انجاکم“ پڑھا ہے اور اہل شام کے مصاحف میں بھی اسی طرح ہے ﴿مِنَ الْفِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُقْتَلُونَ أَبْنَاءَكُمْ﴾ نافع رحمہ اللہ نے تاء کو بغیر شد کے پڑھا ہے قتل سے اور باقی حضرات نے تاء کو شد کے ساتھ پڑھا ہے تھلیل مصدر سے کہ کثرت کے معنی میں ہے۔ ﴿وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ طَوْفِي ذَلِكُمْ بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ﴾

﴿وَوَاعَدْنَا مُوسَى ثَلَاثِينَ لَيْلَةً﴾ مکمل ذوالقعدہ (وَآتَمَمْنَاهَا بِعَشْرِ) ذوالحجہ کے دس دن (فَتَمَّ مِيقَاتِ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً وَقَالَ مُوسَى) دعا کیلئے پہاڑ پر جانے کے وقت (لَاخِيهِ هَارُونَ أَخْلَفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ) ان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ابھار کر ان کی اصلاح کرتے رہنا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ ان کے ساتھ نرمی کرنا اور ان کی طرف احسان کرنا (وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ) یعنی جنہوں نے اللہ کی نافرمانی کی ان کی اطاعت نہ کرنا اور ان کے حکم کی موافقت نہ کرنا۔ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے وعدہ کیا تھا جب وہ مصر میں تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ جب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیں گے تو ان کو ایسی کتاب دیں گے جس میں ساری تفصیل ہوگی کہ کیا کام وہ کریں اور کیا چھوڑ دیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ہلاک کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کتاب مانگی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ تیس روزے رکھیں، جب تیس دن مکمل ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام کو اپنے منہ سے آنے والی بد بو ناپسند ہوئی تو آپ علیہ السلام نے خرنوب کی لکڑی سے مسواک کر لیا تو فرشتے کہنے لگے ہم آپ علیہ السلام سے کستوری (مشک) کی خوشبو سونگھا کرتے تھے، آپ علیہ السلام نے مسواک کر کے اس کو زائل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ذوالحجہ کے دس دن روزے رکھیں اور فرمایا کہ کیا آپ علیہ السلام کو معلوم

نہیں کہ روزِ وار کے مزے بہت بوجھے تھک سے زیادہ پسند ہے ان کی آزمائش ان دس روزوں میں تھی جن کو اللہ تعالیٰ نے زیادہ کیا۔
 ﴿وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ﴾ یعنی اس وقت جس کے بارے میں ہم نے طے کر دیا تھا کہ وہ اپنے رب سے کلام کریں گے اس وقت کلام کیا۔ مفسرین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے جسم پاک کیا اور کپڑے پاک کیے اپنے رب کے وعدے لیے۔ پس جب غور سینہ پہاڑ پر آئے۔

باقی حصہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار فرسخ دور تاریکی اتاری اور اس سے شیطان کو بھگا دیا اور زمین کے حشرات کو بھی بھگا دیا اور اس سے دونوں فرشتے الگ ہو گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے فرشتوں کو آسمان میں ٹھہرے ہوئے دیکھا اور عرش کو بٹل دیکھا اور موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کی اور آپ علیہ السلام سے سرگوشی کی جس کو آپ نے تو سنا لیکن تپہ نعل علیہ السلام سے تھکے انہوں نے اپنے رب کی کلام کو نہیں سنا اور آپ علیہ السلام کو اپنے سے قریب کیا یہاں تک کہ آپ نے قمر کے نیچے آواز سنی موسیٰ علیہ السلام کو اپنے رب کی کلام بہت لذیذ محسوس ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی رویت کا اشتیاق بڑھ گیا (قال) رت لوسی النظر البک (از جانِ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں اختصار ہے۔ اصل عبارت یہ ہے کہ تو مجھے اپنا آپ دکھا میں تیری طرف دیکھوں۔ اگر یہ سوال ہو کہ موسیٰ علیہ السلام نے رویت کا سوال کیسے کیا حالانکہ آپ علیہ السلام کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کو انہوں نے نہیں دیکھا جو سمجھا کہ جواب یہ ہے کہ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شوقِ اتنا غالب ہوا کہ رویت کا سوال کر دیا اور بعض نے کہا رویت کا سوال اس وجہ سے کیا کہ آپ علیہ السلام نے یہ کہاں کیا کہ دنیا میں رویت ممکن تو ہے (قال) اللہ تعالیٰ نے (لن نرانی) کی بات ہے یہ طاقت نہیں کہ او دنیا میں میری طرف دیکھے جو میری طرف دنیا میں دیکھنے کی کوشش کرے گا مر جائے گا تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے معبود میں نے تیری کلام کو سنا تو تیری طرف نظر کرنے کا شوق ہوا اور میں تیری طرف دیکھ کر مر جاؤں یہ مجھے ان سے زیادہ پسند ہے کہ زندہ رہوں اور آپ کو نہ دیکھوں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (لن نرانی ولكن انظر الی الجبل) یہ زمین کا سب سے بڑا پہاڑ تھا۔ اس کو زیرِ کب جاتا تھا۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے کہ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تو شیطان نے زمین میں غولہ کیا اور موسیٰ علیہ السلام کے قدموں کے نیچے سے نکل آیا اور آپ کو سوسہ ڈالا کہ ابھی آپ علیہ السلام سے شیطان نے کلام کیا ہے تو اس وجہ سے موسیٰ علیہ السلام نے رویت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لن نرانی" جن لوگوں نے رویت باری تعالیٰ کے امکان کی نفی کی ہے انہوں نے آیت کے ظاہر سے استدلال کیا ہے کہ "لن نرانی کی تابید یعنی تو کئی کا معنی دیتا ہے۔ لیکن آیت میں ان کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ آیت کا معنی یہ ہے کہ فی الحال یا دنیا میں آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے اس لیے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فی الحال رویت کا سوال کیا تھا اور "لن" بھی تابید کے لیے نہیں آتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں کے بارے میں خبر دی "لن یتمنواہ ابدًا" (وہ اس موت کی تمنا بھی نہ کریں گے) اور آخرت میں ان کے بارے میں خبر دی کہ وہ موت کی تمنا کریں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ونادوا یا مالک لبقض علینا ربک" اور "بالیثھا کانت الفاضیة" اور اس رویت کے امکان پر یہ دلیل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے سوال کے جواب میں ان کی نسبت

جہل کی طرف نہیں کی آپ علیہ السلام کو اتنی بات نہیں معلوم کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اگر ایسا کہتے تو ان مخالفین کی دلیل ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو روایت کو معلق کر دیا پہاڑ کے استقرار پر اور اللہ تعالیٰ کی روایت کے وقت پہاڑ کا اپنی جگہ ٹھہرا رہنا کوئی محال نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اس میں اس روایت کی قوت پیدا کر دیں اور جس چیز کو غیر محال چیز کے ساتھ معلق کیا جائے وہ بھی محال نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَلَكِنْ انظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي)

فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ كِي تَفْسِير

وہب اور ابن اسحاق رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے روایت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مویشیوں، بچلیوں اور تاریکی اور گرج اور بجلی کو بھیجا، انہوں نے چار فرسخ کے فاصلے تک اس پہاڑ کو چاروں طرف سے گھیر لیا جس پر موسیٰ علیہ السلام تھے اور اللہ تعالیٰ نے آسمان کے فرشتوں کو حکم دیا کہ موسیٰ علیہ السلام پر آئیں تو آسمان دنیا کے فرشتے موسیٰ علیہ السلام پر گزرے، گائیوں کے ریوڑ کی طرح ان کے منہ سے تسبیح اور تقدیس کی بلند آوازیں آرہی تھیں جیسے سخت بجلی کی آواز۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوسرے آسمان کے فرشتوں کو حکم دیا کہ موسیٰ علیہ السلام پر اترتو وہ موسیٰ علیہ السلام پر اترے ان کی تسبیح اور تقدیس کی بلند آوازیں تھیں تو کمزور بندے عمران کے بیٹے گھبرا گئے ان فرشتوں کو دیکھ کر اور ان کی آوازیں سن کر اور آپ علیہ السلام کے سر اور جسم کے بال کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ علیہ السلام نے کہا کہ میں اپنے سوال پر شرمندہ ہوں، کیا اب مجھے اس جگہ کوئی چیز نجات دے سکتی ہے؟ تو آپ علیہ السلام کو فرشتوں میں سے بہتر اور سردار نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام آپ اپنے سوال پر صبر کریں جو آپ نے دیکھا ہے وہ بہت تھوڑا ہے اور جو باقی ہے وہ بہت زیادہ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے تیسرے آسمان کے فرشتوں کو حکم دیا کہ موسیٰ علیہ السلام پر اترتو وہ گدھوں کی مثل اترے ان کی وجہ سے زمین کا پنے لگی اور سخت آوازیں آنے لگیں ان کے منہ سے تسبیح و تقدیس کی آوازیں آرہی تھیں جیسے بہت بڑا لشکر نعرے لگا رہا ہو ان کے رنگ آگ کے شعلوں کی طرح تھے تو موسیٰ علیہ السلام بہت زیادہ گھبرا گئے اور زندگی سے ناامید ہو گئے تو بہترین فرشتے نے کہا اے عمران کے بیٹے! اپنی جگہ ڈٹے رہیں حتیٰ کہ وہ چیز دیکھ لیں جس پر آپ علیہ السلام صبر نہ کر سکیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے چوتھے آسمان کے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم اترتو وہ موسیٰ علیہ السلام پر اترے تو پہلے والے فرشتوں سے ان کی کوئی مشابہت نہ تھی، ان کے رنگ آگ کے شعلوں کی طرح تھے اور باقی جسم سفید اولوں کی طرح، ان کی آوازیں تسبیح و تقدیس میں اتنی بلند تھیں کہ ان سے پہلے والوں کی آوازیں ان کی آواز کے قرب کو بھی نہ پہنچ سکتی تھیں تو آپ علیہ السلام کے گھٹنے تھک گئے اور دل کا پنے لگے اور بہت زیادہ رونے لگے تو بہترین فرشتے نے کہا اے عمران کے بیٹے! صبر کریں اپنے سوال پر یہ جو کچھ آپ نے دیکھا ہے تھوڑا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے پانچویں آسمان کے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم اترتو وہ اترے ان کے ساتھ رنگ تھے۔ موسیٰ علیہ السلام ان کو دیکھنے کی طاقت نہ رکھتے تھے نہ ان جیسے پہلے دیکھے تھے اور ان کی آوازوں جیسی پہلے آوازیں نہیں سنی تھیں تو موسیٰ علیہ السلام کا غم بہت زیادہ

ہو گیا اور بہت زیادہ رونے لگے تو فرشتوں کے سردار نے کہا اے عمران کے بیٹے! اپنی جگہ ٹھہرے رہیں حتیٰ کہ بعض وہ چیزیں دیکھ لیں جس پر آپ مبرنہ کر سکیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے پھٹے آسمان والوں کو حکم دیا کہ تم موئی علیہ السلام پر اتر دو تو وہ اترے ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں آگ تھی جس کی روشنی سورج سے زیادہ تھی اور ان کا لباس آگ کے شعلوں کی طرح تھا جب وہ تسبیح و تقدیس کرتے تو ان کی موافقت ان سے پہلے والے آسمان کے فرشتے بھی کرتے تھے، سارے بلند آواز سے یہ تسبیح کہتے "سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعَزَّةِ اَبَدًا لَا يَمُوتُ" ان میں سے ہر ایک کے چار چہرے تھے جب موئی علیہ السلام نے ان کو دیکھا تو اپنی آواز ان کے ساتھ تسبیح کہتے ہوئے بلند کی اور روتے رہے اور کہنے لگے اے میرے رب! مجھے یاد رکھ اپنے بندے کو بھول نہ جا تا مجھے خبر نہیں کہ اس حالت میں میں چھٹکارا پاسکوں گا یا نہیں؟ اگر لکھا ہوں تو جل جاؤں گا اور اگر ٹھہرا ہوں تو مر جاؤں گا تو فرشتوں کے سردار نے کہا اے عمران کے بیٹے! قریب ہے کہ تیرا خوف شدید ہو جائے اور تیرا دل کھل جائے۔ آپ اپنے سوال پر صبر کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس کے عرش کو ساتویں آسمان کے فرشتے اٹھائیں جب عرش کا نور ظاہر ہوا تو اللہ جل جلالہ کی عظمت کی وجہ سے پہاڑ کھل گیا اور تمام آسمانوں کے فرشتوں نے آوازوں کو بلند کیا اور کہنے لگے "سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقَدُّوسِ رَبِّ الْعَزَّةِ اَبَدًا لَا يَمُوتُ" یہ بلند آوازوں سے کہنے لگے تو پہاڑ کا پسے لگا اور اس پر جتنے درخت تھے وہ اکھڑ گئے اور موئی علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے کہ ان کی روح بھی نہ رہی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے روح کو بھیجی، اس نے ان کو ڈھانپ لیا اور جس پتھر پر موئی علیہ السلام تھے اس کو پلٹ کر ان پر سا بجان بنا دیا تا کہ وہ جل نہ جائیں تو موئی علیہ السلام اللہ کی تسبیح کرتے ہوئے اکھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اے میرے رب! میں تجھ پر ایمان لایا اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ تجھے کوئی زندہ آدمی نہیں دیکھ سکتا جس نے تیرے فرشتوں کو دیکھا اس کا دل کھل گیا پس تیری اور تیرے فرشتوں کی عظمت کی کیا نسبت، تو پائنے والوں کا پائنے والا، معبودوں کا معبود بادشاہوں کا بادشاہ ہے، تیرے برابر کوئی چیز نہیں ہو سکتی اے میرے رب! میں تیری طرف تو بہرتا ہوں، تم تعریفیں تیرے لیے، تیرا کوئی شریک نہیں۔

(لَلْمَلَأِ نَجَلْنِي رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے رب کا نور جبل زبیر پر ظاہر ہوا اور رضی کہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عجاب کے نور میں سے بیل کے نتھنے کے برابر نور ظاہر کیا۔ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور کعب احبار رحمہ اللہ کہتے ہیں سوئی کے تانے کے برابر اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چھوٹی انگلی کے برابر۔ اس پر دو روایت والی آیت کرتی ہے جو انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا اسی طرح اور انکو ٹھکے کو چھوٹی انگلی کے اوپر والے جوڑ پر رکھ کر اشارہ کیا۔ سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار نور کے پردوں میں سے ایک درہم کی مقدار ظاہر کیا تو پہاڑ برابر ہو گیا یعنی زمین کے برابر ہو گیا۔

تزو اور کسائی رحمہما اللہ نے (دکاء) الف محدودہ کے ساتھ بغیر تنوین کے پڑھا ہے۔ یہاں اور سورۃ کہف میں۔ عامم رحمہ اللہ نے سورۃ کہف میں موافقت کی ہے اور دیگر حضرات نے (دکاء) الف مقصورہ اور تنوین کے ساتھ پڑھا ہے۔ پس جس نے

الف مقصورہ کے ساتھ پڑھا ہے تو اس کا معنی ہوگا کہ اس کو کوٹا ہوا بنا دیا اور دک اور دق ایک ہیں اور بعض نے کہا ہے اس کا معنی ”دکھ اللہ دکا“ اس کو پھاڑ دے گا جیسا کہ فرمایا ہے ”اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دُكًّا“ اور جنہوں نے الف ممدودہ کے ساتھ پڑھا ہے یعنی اس کو زمین کے برابر کر دیا اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کو دکاء بنا دیا اور دکاء ایسی اونٹنی جس کی کوہان نہ ہو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اس کو مٹی بنا دیا اور سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہاڑ کو زمین میں گاڑ دیا۔ یہاں تک کہ وہ سمندر میں چلا گیا اور وہ اس کو بہالے گیا اور عطیہ عوفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ ریت بن گیا اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”جعلہ دکا“ یعنی توڑ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دیئے اور بعض تفاسیر میں واقع ہوا ہے کہ اس کی عظمت کے لیے چھ پہاڑ ہیں تین مدینہ میں واقع ہیں، احد، ودقان، رضوی اور تین مکہ میں۔ ثور، شیمیر اور حراء۔

(وَعَوَّ مُوسَى صَبْعًا) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں غشی کھا کر اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مردہ حالت میں۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام جمعرات کے دن یوم عرفہ کو بیہوش ہوئے اور یوم نحر بروز جمعہ کو آپ علیہ السلام کو توریت دی گئی۔ واقدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گرے تو آسمان کے فرشتوں نے کہا ابن عمران اور رویت کے سوال کو کیا ہوا؟ اور بعض کتابوں میں ہے کہ آسمان کے فرشتے موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے وہ بیہوش تھے ان کو پاؤں سے ہلانے لگے اور کہنے لگے اے حائضہ عورت کے بیٹے! کیا آپ کو رب العزت کی رویت کی طمع ہوئی تھی؟ (فَلَمَّا آفَاقَ) موسیٰ علیہ السلام کے بیہوشی سے حواس بحال ہوئے تو جان لیا کہ ان ایک ایسے عظیم امر کا سوال کیا تھا جو ان کے لیے مناسب نہ تھا۔ (قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ) کہ تو دنیا میں نہیں دیکھا جاسکتا۔ مجاہد اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں میں بنی اسرائیل میں پہلا شخص ہوں جو آپ پر ایمان لایا۔

قَالَ يٰمُوسَى اِنِّىْ اصْطَفَيْتَكَ عَلٰى النَّاسِ بِرِسَالَتِيْ وَبِكَلَامِيْ فَخُذْ مَا اَتَيْتَكَ وَكُنْ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

ترجمہ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ (بہی بہت ہے کہ) میں نے پیغمبری اور اپنی ہمکلامی سے اور لوگوں پر تم کو امتیاز دیا ہے۔ تو (اب) جو کچھ تم کو میں نے عطا کیا ہے اس کو لو اور شکر کرو۔

تفسیر ﴿۱۱۱﴾ (قَالَ يٰمُوسَى اِنِّىْ اصْطَفَيْتَكَ عَلٰى النَّاسِ) یعنی میں نے آپ کو اختیار کیا۔ ابن کثیر اور ابو عمرو رحمہما اللہ نے ”الی“ کے ساتھ پڑھا ہے اور اسی طرح ”اخى اشدد“ کو۔ اپنے پیغام بھیجنے کا اہل حجاز نے ”ہر سالاتی“ مفرد اور باقی نے جمع پڑھا ہے (وَبِكَلَامِيْ فَخُذْ مَا اَتَيْتَكَ وَكُنْ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ) اللہ کا اس کی نعمتوں پر۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تو دیگر رسول بھی بنائے تو موسیٰ علیہ السلام کو ”اصطفیتک علی الناس برسالاتی“ کا کہنے کا کیا مطلب ہوا؟ تو جواب یہ ہے کہ رسالت تمام لوگوں کے حق میں عام نہیں ہے تو تمام لوگوں میں سے چند حضرات کو امتیاز دیا ہے یہ ایسے ہی جیسے

کوئی کسی کو کہے کہ میں نے اس بات کے مشورہ میں آپ کو غماس کیا ہے۔ تو یہ مطلب نہیں ہوتا کہ جہاں میں اور کسی سے مشورہ ہی نہیں کیا۔ اس واقعہ میں یہ بھی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام واپس آگئے تو نور نے آپ کے چہرے کو ڈھانپا ہوا تھا جس کی وجہ سے آپ کے چہرے کو کوئی نہ دیکھ سکتا تھا۔ آپ وفات تک اسی حالت پر رہے صرف آپ علیہ السلام کی بیوی نے شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے آپ علیہ السلام کا چہرہ و کھول دیا اور ان کو سورج کی شعاع کی طرح کسی چیز نے پکڑا تو انہوں نے ہاتھ چہرے پر پھیرا اور سجدہ کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو کہنے لگیں کہ اللہ سے دعا کریں کہ جنت میں بھی میں آپ علیہ السلام کی بیوی رہوں تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد نکاح نہ کیا تو یہ اعزاز ملے گا کیونکہ عورت اپنے آخری خاوند کو ملے گی۔ کعبہ سے روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں نیک بخت لوگوں کا تذکرہ دیکھا اور کہا کہ تورات میں میں نے پایا کہ ایک امت توراتیوں سے بہتر ہے جو لوگوں کے نفع کے لیے نکالی گئی ہے نیکی کا نعم دیتے ہیں، منکسر سے روکتے ہیں اور اللہ پر اور چہلی کتابوں اور تشریحی کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور سر اولوگوں سے جہاد کریں گے یہاں تک کہ کانے دجال سے لڑائی کریں گے۔ اللہ نے رب انومیہ کی امت بنادے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موسیٰ! (علیہ السلام) دو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔ تو آپ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ نے رب انومیہ کی امت میں ایک امت کا تذکرہ ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ کا شکر کرنے والے ہوں گے جب کسی کام کا ارادہ کریں گے تو تمہیں کہ ہم یہ کام کریں گے ان شاء اللہ۔ تو ان اللہ! اس امت کو میری امت بنادے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔ پھر عرض کیا کہ اللہ نے رب انومیہ کی امت کا تذکرہ ہے کہ وہ اپنے گنہگارے اور صدقات خواہانوں کے جاننے والے ہیں لوگوں کے صدقات آگ سے جلا دیئے جاتے تھے اور ان کی دعائیں قبول ہوں گی اور انھیں زمین کے نیچے سفارش آہوں ہوں تو ان اللہ انومیہ کی امت بنادے تو اللہ نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔ تو آپ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ نے رب انومیہ کی امت کا تذکرہ ہے کہ جب وہ بلندی پر چڑھیں گے تو اللہ اکبر کہیں گے اور جب نیچے آئیں گے تو اللہ کی تعریف کریں گے ان کے لیے پاکی کا ذریعہ ہوگی اور تمام زمین ان کے لیے سجدہ کی جگہ جہاں چاہیں سجدہ کریں، اور جناب سے خوب اچھے طریقے سے پاکی حاصل کریں گے اور جب وہ پانی نہ پائیں گے تو مٹی سے پانی حاصل کرنا ان کے لیے پانی کے عزم میں ہوگا۔ ان کی پیشانیوں اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے، دھنوس کے اثر سے تو اس امت کو میری امت بنادے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے تو آپ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ نے رب انومیہ کی امت کا تذکرہ کیا ہے کہ ان میں سے کوئی جب نیکی کا ارادہ کرے گا اور نیکی نہ کر سکے گا تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اور اگر نیکی کرے گا تو اس کے لیے اس کی مثل سے سات سو گنا تک لکھا جائے گا اور جب گناہ کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو کچھ نہ لکھا جائے گا اور اگر گناہ کرے گا تو اس کے لیے اس کی مثل گناہ لکھا جائے گا تو ان کو میری امت بنادے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔

پھر عرض کیا کہ اللہ نے رب انومیہ کی امت کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ کتاب کے وارث ہوں گے

ان لوگوں سے جن کو تو نے امتیاز دیا ہے۔ بعض ان میں سے ظالم ہیں اور بعض ان میں سے میانہ روی اختیار کرنے والے اور بعض نیکیوں پر سبقت کرنے والے، میں ان تینوں طبقوں میں سے ہر ایک کو مرحوم (رحمت کیا ہوا) پاتا ہوں تو آپ ان کو میری اُمت بنا دیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہے۔ پھر عرض کیا اے میرے رب! میں نے ایسی اُمت کا تذکرہ پایا کہ ان کے مصاحف ان کے سینوں میں ہوں گے وہ جنت والوں کے کپڑوں کے رنگ جیسے کپڑے پہنیں گے وہ اپنی صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنائیں گے، مساجد میں ان کی آوازیں شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح ہوں گی ان میں سے کوئی ہمیشہ کے لیے جہنم میں داخل نہ ہوگا تو ان کو میری اُمت بنا دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو تعجب ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت کو اتنی خیر مل رہی ہے تو انہوں نے کہا اے کاش! میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو راضی کرنے کے لیے تین آیات ان کی طرف وحی کیں۔ ”یا موسیٰ ان اصطفیتک علی الناس برسالاتی وبکلامی“ الی قولہ: ”سأریکم دار الفاسقین. ومن قوم موسیٰ اُمة یهدون بالحق وبہ یعدلون“ تو موسیٰ علیہ السلام بالکل راضی ہو گئے۔

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَابِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ

قَوْمَكَ بِأَخْذِهَا بِأَحْسَنِهَا ۖ وَسَأُورِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ ﴿١٤٥﴾

﴿تفصیل﴾ اور ہم نے چند تختیوں پر ہر قسم کی (ضروری) نصیحت اور (احکام ضروریہ کے متعلق) ہر چیز کی تفصیل ان کو لکھ کر دی تو ان کو کوشش کے ساتھ (خود بھی) عمل میں لاؤ اور اپنی قوم کو (بھی) حکم کرو کہ ان کے اچھے اچھے احکام پر عمل کریں میں اب بہت جلد تم لوگوں کو ان بے حکموں کا مقام دکھاتا ہوں۔

الواح کی مختلف تفاسیر

﴿تفسیر﴾ ﴿١٤٥﴾ (وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَابِ) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ توریت کی تختیاں مراد ہیں اور حدیث میں ہے کہ یہ تختیاں جنت کی بیری کی تھیں، تختی کی لسبائی بارہ گز تھی اور احادیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور توریت کو اپنے ہاتھ سے لکھا اور طوبیٰ درخت کو اپنے ہاتھ سے لگایا۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لکڑی کی تختیاں تھیں۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سبز زمر کی تھیں۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سرخ یا قوت کی تھیں ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ زمر کی تھی، اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا وہ ان کو عدن سے لائے اور اس قلم سے لکھا جس سے ذکر لکھا تھا اور نور کی نہر کی سیاہی استعمال کی۔ وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سخت چٹان سے تختیاں توڑنے کا حکم دیا اور اس چٹان کو نرم کر دیا تو ان کو اپنے ہاتھ سے توڑا اور تختیاں بنائیں اور موسیٰ علیہ السلام دس کلمات لکھنے کے لیے قلم چلنے کی آواز سن رہے تھے

یہ ذی قعدہ کے پہلے دن ہوا اور یہ تختیاں موسیٰ علیہ السلام کی قامت کے مطابق دس گز تھیں اور مقاتل اور وہب رحمہما اللہ فرماتے ہیں "و کتبنا لہی الالواح" انگوٹھی کے نقش کی طرح اور ربیع بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تو ریت نازل ہوئی تو وہ ستر اونٹوں کے بوجھ کے برابر تھی، اس کا ایک جزء ایک سال میں پڑھا جاتا تھا، اس کو مکمل صرف چار افراد نے پڑھا ہے۔ موسیٰ، یوشع، مزیر اور موسیٰ صبیہ السلام نے۔ اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت تو ریت میں ہزار آیتیں تھیں۔ یعنی "و کتبنا لہی الالواح من کل شیء" جو ان کو حکم دیا گیا اور جن کاموں سے منع کیا گیا۔ "موعظۃ" جہالت سے نکی اور موعظت کی حقیقت اس چیز سے ڈرانا جس کا انجام خوفزدہ ہو۔ (موعظۃ) جو ان کو حکم دیئے اور جن کاموں سے روکا)

(و نَفَصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ) یعنی امر، نکی، حلال، حرام، حدود، احکام وغیرہ ہر چیز کا بیان۔ (لَخُلْعًا بِقُوَّةٍ) کوششوں کے ساتھ اور بعض نے کہا دل کی قوت اور شیخ ارادے کے ساتھ (وَأَمْرٌ قَوْمَكَ يَأْخُلُونَ بِأَحْسَنِهَا) عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے حلال کو حلال سمجھیں اور حرام کو حرام جانیں اور اس کی مثالوں پر غور و فکر کریں اور اس کے محکم پر عمل کریں اور قشبہ سے نیک جانیں موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے اس لیے ان کو وہ حکم دیئے گئے جو قوم کو نیک بنانے کے تھے۔ قطب رحمہ اللہ فرماتے ہیں "باحسنہا" یعنی اس کا حسن اور یہ تمام حسن تھا اور بعض نے کہا ہے "احسنہا" سے فرائض اور نوافل مراد ہیں اور یہ وہ ہیں جن پر ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور اس کے علاوہ مباح ہیں کیونکہ وہ ان پر ثواب کا مستحق نہیں ہوتا اور بعض نے کہا ہے "باحسنہا" یعنی دو کاموں میں سے اچھا کام ہر چیز میں جیسے درگزر کرنا قصاص لینے سے احسن ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں "سار بکم دار الفاسقین" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا آخرت میں ٹھکانا، حسن اور عطاء رحمہما اللہ فرماتے ہیں یعنی جہنم، تم تو وہاں رہتے ہو جیسے ہو جاؤ اور قنادہ رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں عنقریب میں تمہیں شام میں داخل ہوں گا تو تم کو زشتی امتوں کی جبین دکھاؤں گا جنہوں نے اللہ کے امر کی مخالفت کی تاکہ تم اس سے عبرت حاصل کرو۔ عطیہ عوفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد فرعون اور اس کی قوم کا گھر ہے وہ مصر ہے اس پر قسامہ بن زہیر کی قرأت دلالت کرتی ہے۔ (سأورينكم دار الفاسقین) سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "دار الفاسقین" کفار کے مرنے کی جگہ اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس پر وہ نزلتے ہیں جب وہ عباد اور قوم کے مکانات سے سفر کرتے ہیں اور پہلی امتوں کے مکانات سے جن کو ہلاک کیا گیا ہے۔

سَأَصْرَفُ عَنْ آيَةِ الْبَيْتِ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِنْ يَرَوْا كُلُّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ﴿٤٠﴾

﴿٤٠﴾ میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برکتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں جس کا ان کو کوئی حق حاصل نہیں اور اگر تمام نشانیاں دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لاویں اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس کو

اپنا طریقہ نہ بناویں اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اس کو اپنا طریقہ بنا لیں یہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلایا اور ان سے غافل رہے۔

تفسیر (۱۴۶) (سَأَصْرِفُ عَنْ آيَةِ آلِ بْنِ مَرْيَمَ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ کے بندوں پر ظلم کرتے ہیں اور اس کے اولیاء سے جنگ کرتے ہیں کہ وہ مجھ پر ایمان نہ لاسکیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی حق سے عناد ہے اس لئے ان کو ہدایت سے محروم رکھوں گا اور قرآنی آیت کو قبول کرنے اور ان پر ایمان لانے سے پھیر دوں گا۔ دوسری آیت میں بھی اسی طرح کا مضمون آیا ہے۔ فرمایا فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبہم سفیان ساءصرف کی تشریح اس طرح کی کہ میں قرآن کو سمجھنے اور اس کے عجائبات کو جاننے سے روک دوں گا۔ ابن جریر فرماتے ہیں کہ آسمان اور زمین کی پیدائش اور اس میں جو کچھ ہے اس میں غور و فکر و تدبر کرنے سے روک دوں گا۔ بعض نے کہا کہ یہ حکم خاص کر کے مصر والوں کیلئے ہے اور آیات سے مراد نو معجزات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیئے تھے۔ اکثر مفسرین نے اس آیت کو اپنے عموم پر رکھا ہے۔ (وَإِنْ يَرَوْا كَلِمَةَ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِنْ يَرَوْا) اس سے مراد متکبرین لوگ ہیں۔ ”سبیل الرشاد“ حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے ”الرشاد“ راء اور شین کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے راء کے پیش اور شین کے سکون کے ساتھ اور یہ دو لغتیں ہیں۔ ”السقم“ اور ”السقم، البخل“ اور ”البخل“ اور ”الحزن“ اور ”الحزن“ کی طرح اور ابو عمران دونوں میں فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں ”الرشاد“ پیش کے ساتھ کسی کام میں درستگی اور زبر کے ساتھ دین میں استقامت۔ (وَإِنْ يَرَوْا كَلِمَةَ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِنْ يَرَوْا) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر وہ ہدایت کا راستہ دیکھ لیں اور پالیں (لَا يَتَّخِذُوهُ) اس لئے یہ اپنے لئے اس کو اختیار نہیں کرتے (سَبِيلًا) (وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الْفَيِّ) گمراہی والا راستہ (يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا) ذَلِكْ بَانْتَهُمْ كَذَّبُوا بآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ) اور اگر دیکھ لیں ساری نشانیاں ایمان نہ لائیں ان پر اور اگر دیکھیں (یہ متکبرین) ہدایت کا راستہ تو نہ ٹھہرائیں اس کو راہ اور اگر دیکھیں رستہ گمراہی کا تو اس کو ٹھہرائیں راہ یہ اس لیے کہ انہوں نے جھوٹ جانا ہماری آیتوں کو اور رہے ان سے بے خبر) ان میں غور و فکر کر کے نصیحت حاصل کرنے سے بے خبر اور غافل رہے۔

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٤٦﴾ وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ مِّمِّ بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَهُ خُورٌ ط أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا م اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ ﴿١٤٧﴾ وَلَمَّا سَقَطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا قَالُوا لَئِن لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿١٤٨﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِنْ مِّمِّ بَعْدِي أَعَجَلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ وَأَلْقَى الْأُلُوحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ ط قَالَ ابْنُ أُمِّ إِبْرَاهِيمَ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضَعَفُونِي

وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي فَلَا تُشْمِثُ بَنِي الْأَعْدَاءِ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ⑤

⑤ اور یہ لوگ جنہوں نے ہارنی آیتوں کو اور قیامت کے پیش آنے کو بھلا یا ان کے سب کام غارت گئے اور ان کو وہی سزا دی جاوے گی جو کچھ یہ کرتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے بعد اپنے (مقبوضہ) زیوروں کا ایک ٹھنڈا ٹھنڈا ہوا جو کہ ایک قلب تھا جس میں ایک آواز تھی کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات تک نہیں کرتا تھا اور نہ ان کو کوئی راہ بتاتا تھا اس کو انہوں نے معبود قرار دیا تھا اور بڑے ڈھنکا کام کیا اور جب ہادم ہوئے اور معلوم ہوا کہ واقعی وہ لوگ کہ اس میں پڑ گئے تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے اور ہمارا (یہ) گناہ معاف نہ کرے تو ہم بالکل گئے نزرے اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف واپس آئے غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے تو فرمایا کہ تم میرے بعد یہ بڑی نامقول حرکت کی کیا اپنے رب کے حکم (آنے) سے پہلے ہی تم نے جلد بازی کر لی اور جلدی سے تختیاں ایک طرف رکھیں اور اپنے بھائی کا سر پھڑکرائی طرف کھینے لگے ہارون نے کہا کہ اے میرے ماں باپ (بھائی) ان لوگوں نے مجھ کو بے حقیقت سمجھا اور قریب تھا کہ مجھ کو قتل کر ڈالیں تم مجھ پر (بخش کر کے) دشمنوں کو مت ہنسنا اور مجھ کو ان ظالموں کے ذمے میں مت شمار کرو۔

⑥ (وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ) آخرت کے گھر کی ملاقات کو جو ثواب اور سزا کے وعدہ کی جگہ ہے (حطت أعمالهم) وہ اعمال ضائع ہو گئے کیونکہ انہوں نے وہ اعمال کئے ہی نہیں (هَلْ يُنْجِزُونَ) کیا ان کو آخرت میں بدلہ یا جانے کا (أَلَا مَا كَانُوا) مگر جس بدلے کا یہ سوچ رہے ہیں (يَعْمَلُونَ) دنیا میں۔

⑦ (وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ مِغْدُو) ان کے پہاڑ پر چلے جانے کے بعد (مِنْ خَلْبِيبِهِمْ) جو انہوں نے قوم فرعون بطور عاریت لیا تھا (عجلاً) اور اس کے منہ میں جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے نشان قدم کی منی ڈال دی تو وہ ٹھنڈا تبدیل ہو گیا (جسداً) زندہ اور گوشت و خون (لَهُ خَوَارِ) کانٹے کی آواز کو خوار کہتے ہیں۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن، قتادہ اور مفسرین رحمہم اللہ کی ایک جماعت کا قول ہے اور بعض نے کہا کہ وہ جسم بتایا گیا تھا اس میں روح نہ تھی اس سے آواز سنی جاتی تھی اور بعض نے کہا اس کے پیٹ میں ہوا داخل ہو کر ٹپکتی تو اس سے ہلکی آواز نکلتی تھی اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ بعض نے کہا اس نے ایک ہی دفعہ آواز نکالی اور بعض نے کہا بہت دفعہ آواز نکالی، جب آواز نکالا وہ لوگ سجدہ میں گر جاتے اور جب خاموش ہوتا تو سجدہ سے اٹھ جاتے وہ رب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی آواز آتی تھی لیکن حرکت نہ کرتا تھا اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں آواز نکالتا اور چلتا تھا۔ (الْمُيُوزَا) یعنی جنہوں نے ٹھنڈے کی عبادت کی (أَلَا لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا) اِتَّخَلَّوْهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ) یعنی انہوں نے اس کو معبود بنا لیا اور وہ کافر تھے۔

⑧ (وَلَمَّا سَفِط لَهَا أَنبِدِيهِمْ) یعنی ٹھنڈے کی عبادت پر ہادم ہوئے، عرب ہر ہادم شخص کو کہتے ہیں "لَمَّا سَفِط لَهَا"

یدیہ“ (وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا قَالُوا لَئِن لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا) ہمارا رب ہماری توبہ کو قبول کرے (وَيَغْفِرَ لَنَا) اور ہماری خطاؤں کو معاف کرے (لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ) حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ ”ترحمنا“ اور ”تغفر لنا“ دونوں میں تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ ”ربنا“ باء کے زبر کے ساتھ۔ یہ ندامت اور استغفار موسیٰ علیہ السلام کے لوٹنے کے بعد ہوا تھا۔

﴿۱۵۱﴾ (وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا) ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”اسف“ سخت غصہ کو کہتے ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”اسف“ کا معنی ہے غمگین ہونا اور اسف سخت غم اور افسوس (قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِنْ بَعْدِي) یعنی میرے جانے کے بعد تم نے برا عمل کیا۔ کہا جاتا ہے خلفہ بخیر اور بشر جب اس کو جانے کے بعد گھر والوں سے خیر یا شر پہنچے۔

(أَعَجَلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ) حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمہارے رب نے جو چالیس دن کا وعدہ کیا تھا اس میں جلدی کیوں کی؟ اور کبھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے حکم آنے کے بغیر پھڑے کی عبادت کی۔ (وَأَلْقَى الْأَلْوَاخَ) جن میں توریت تھی اور آپ علیہ السلام نے ان کو اٹھایا ہوا تھا اور شدت غضب سے ان کو زمین پر ڈال دیا راوی کہتے ہیں توریت کی سات تختیاں تھیں جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کو پھینکا تو وہ ٹوٹ گئیں اور چھ حصے اٹھالیے گئے اور ساتواں حصہ باقی رہ گیا تو غیب کی خبریں اٹھالی گئیں اور نصیحت، احکام اور حلال و حرام کی آیات باقی رہ گئیں۔ (وَآخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ) ان کی مینڈھیوں اور داڑھی سے (يَجُودَ إِلَيْهِ) اور ہارون، موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے اور موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ بنی اسرائیل کو محبوب تھے کیونکہ وہ نرم مزاج تھے (قَالَ) ہارون علیہ السلام (ابن أم) اہل کوفہ اور شام نے یہاں اور طہ میں میم کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔ مراد یہ ہے یا ابن اُمی تو اضافت کی یاء کو حذف کر دیا گیا اور زیر کو باقی رکھا گیا ہے تاکہ اضافت پر دلالت کرے جیسے باری تعالیٰ کا قول ”یا عباد“ ہے اور اہل حجاز اور اہل بصرہ اور حفص رحمہما اللہ نے میم کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔ ”یا ابن امہ“ کے معنی کی بناء پر اور بعض نے اس کو اسم اور بنی علی الفتح قرار دیا ہے جیسے حضرموت اور خمسة عشر وغیرہ۔ اور ہارون موسیٰ علیہما السلام کے حقیقی بھائی تھے لیکن ہارون علیہ السلام نے ماں کا بیٹا کہا تاکہ وہ ان پر نرمی کریں اور بعض نے کہا ہے کہ ماں شریک بھائی تھے۔ (إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضَعُّونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونِي) لوگوں مجھ کو کمزور سمجھا اور قریب تھے کہ مجھ کو مار ڈالیں گے (فَلَا تُشْمِثْ بِي الْأَعْدَاءَ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ) پھڑے کی عبادت کرنے والوں کے ساتھ میرا مواخذہ نہ کیجئے۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلَا خِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ ﴿۱۵۱﴾ إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا

الْعِجْلَ سَيْنًا لَهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿۱۵۲﴾

﴿۱۵۱﴾ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب میری خطا معاف فرمادے اور میرے بھائی کی بھی اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل فرمائیے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں بیشک جن لوگوں نے

کوساں پرستی کی ہے ان پر بہت جلد ان کے رب کی طرف سے غضب اور زلت اس دنیوی زندگی ہی میں پڑے گی اور ہم اکثر اپر دازوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں اور جن لوگوں نے گناہ کے کام کئے پھر وہ ان کے بعد توبہ کر لیں اور ایمان لے آئیں تو تمہارا رب اس توبہ کے بعد گناہ کا معاف کر دینے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔

تفسیر ﴿قَالَ﴾ (قَالَ) مومن علیہ السلام جب ان پر بھائی کا عذر واضح ہو گیا (رَبِّ اغْفِرْ لِي) مجھے معاف کیجئے جو کچھ میں نے بھائی کے ساتھ کیا (وَلَا جُنَى) اگر اس سے پھڑنے کے پھاریوں کے روکنے میں کوئی کوتاہی ہوئی ہے (وَأَدْخَلْنَا فِي رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ)

﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ﴾ جنہوں نے اس کو اپنا معبود بنایا (مَسِينًا لَهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ) آخرت میں (وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا) ابوعبیدہ فرماتے ہیں کہ جو ان کو اپنے آپ کو مارنے کا حکم دیا گیا وہ مراد ہے۔ عطیہ عوفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے یہود مراد ہیں ان کو ان کے آباء کے کاموں سے غار دلانی جارتی ہے اور غضب اور زلت سے مراد جو بنو قریظہ اور بنو نضیرہ کو قتل اور جلا وطنی پیش آئی وہ مراد ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ زلت سے بڑی مراد ہے (وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ) ابوقلابہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم قیامت تک یہ بھوکے بونے والے سزا دیں گے کہ اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کریں گے۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر بدعت ایجاد کرنے والے کی قیامت تک یہی سزا ہے۔

وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن مِّنْهَا وَآمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن مِّنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ

﴿وَلَمَّا سَكَتَ عَن مُّوسَى الْغَضَبَ أَخَذَ الْأَلْوَابَ﴾ وَلِي نَسْخِبَهَا هُدًى وَرَحْمَةً لِلَّذِينَ هُمْ

لِرَبِّهِمْ يُرْهِبُونَ ﴿وَاخْتَارَ مُوسَى قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا أَلِيمَاتِنَا فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ

لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلِ وَإِنِّي لَأَلِدُّنَّهُمْ إِنَّ هِيَ إِلَّا لِئَسْكَ

تُضِلُّ بِهِم مِّن تَشَاءُ وَتَهْدِي مَن تَشَاءُ إِنَّتَ وَلِنَا فَاعْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ﴿

ترجمہ اور جب مومن علیہ السلام کا غصہ فرو ہو تو ان تختیوں کو اٹھالیا اور ان کے مضامین میں ان لوگوں کے لئے جو

اپنے رب سے ڈرتے تھے ہدایت اور رحمت تھی اور موسیٰ نے ستر آدمی اپنی قوم میں سے ہمارے وقت معین (پر

ان کے لئے منتخب کئے جو جب ان کو زلزلہ (وغیرہ) نے آ پکڑا تو موسیٰ علیہ السلام عرض کرنے لگے کہ اے میرے

پروردگار اگر آپ کو یہ منظور ہوتا تو آپ اس کے قبل ہی ان کو اور مجھ کو ہلاک کر دیتے کیا آپ ہم میں سے چند

یہ قوتوں کی حرکت پر سب کو ہلاک کر دین کے یہ واقعہ ہمیں آپ کی طرف سے ایک امتحان ہے ایسے امتحانات سے

جس کو آپ چاہیں کہ ان میں ڈال دین اور جس کو آپ چاہیں ہدایت پر قائم رکھیں آپ ہی تو ہمارے خبر گیراں ہیں

ہم پر مغفرت اور رحمت فرمائیے اور آپ سب معافی دینے والوں سے زیادہ بہتر ہیں۔

⑬ (وَلَمَّا سَكَتَ) ساکن ہو گیا (عَنْ مُوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ) جو انہوں نے پھینک دی تھیں اور ان میں سے جتھے حصے چلے گئے تھے۔ (وَفِي نُسخَتِهَا) اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے تختیاں مراد ہیں۔ اس لیے کہ وہ لوح محفوظ سے لکھی گئی تھیں اور بعض نے کہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب تختیاں پھینک دیں تو وہ ٹوٹ گئیں اور ان سے دوسرا نسخہ لکھا گیا اور یہی مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول ”وَفِي نُسخَتِهَا“ سے اور بعض نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ جو اس میں سے منسوخ کر دیا گیا تھا اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو اس میں سے باقی رہا تھا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عمرو بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں پھینک دیں تو وہ ٹوٹ گئیں تو موسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن روزہ رکھا تو وہ ان کو دو تختیوں میں لوٹا دی گئی۔ ”ہدی و رحمة“ یعنی گمراہی سے ہدایت اور عذاب سے رحمت ہے۔ ”لِلَّذِينَ كَفَرُوا بَرِبْتُمْ يَرْهَبُونَ“ یعنی اپنے رب سے ڈرنے والوں کے لیے اور ”رَبِّهِمْ“ میں لام تاکید کی زیادتی کے لیے ہے۔ جیسے باری تعالیٰ کا قول ”رُدْفَ لَكُمْ“ ہے اور کسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اس کو فعل پر مقدم کیا جاتا تو اچھا ہوتا جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ”لِلرُّوْيَا تَعْبُرُونَ“ ہے۔ قطرب رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ ”مَنْ رَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ“ اور بعض نے کہا ہے راہبوں ڈرنے والے اور بعض نے کہا ہے ”راہبوں لربہم“ مراد ہیں۔ (هُدًى وَرَحْمَةً لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ)

⑭ (وَاخْتَارَ مُوسَى قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِمِيقَاتِنَا) اسی میں دلیل ہے کہ تمام لوگوں نے پچھڑے کی عبادت نہیں کی تھی۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ بنی اسرائیل کے کچھ لوگ لائیں جو پچھڑے کی عبادت کی معذرت کریں تو موسیٰ علیہ السلام نے ستر آدمی چنے (فَلَمَّا) وہ اس جگہ آئے تو کہنے لگے اے موسیٰ علیہ السلام ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم اللہ کو سامنے نہ دیکھ لیں تو ان کو زلزلہ نے پکڑا تو وہ سب مر گئے اور ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کو اختیار کیا تا کہ یہ لوگ اپنے فعل کی توبہ کریں اور جن کو پیچھے چھوڑ آئے ہیں ان کے لیے توبہ کا سوال کریں تو یہ دلالت کرتا ہے کہ ان سب نے پچھڑے کی عبادت کی تھی۔ قتادہ اور ابن جریج اور محمد بن کعب رحمہما اللہ فرماتے ہیں ”اخذتہم الرَّجْفَةَ“ اس لیے کہ انہوں نے قوم کو پچھڑے کی عبادت کرنے سے نہیں روکا تھا اور نہ امر بالمعروف کیا اور نہ نہی عن المنکر کیا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں وہ ستر (۷۰) لوگ جنہوں نے کہا تھا ”لَنْ نؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاخَذْتَهُمُ الصَّاعِقَةُ“ وہ ان ستر (۷۰) سے پہلے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو چنا تھا تا کہ وہ اپنے رب سے دُعا کریں تو ان کی دُعا میں یہ تھا کہ دُعا میں یہ تھا کہ انہوں نے کہا ”اے اللہ! ہمیں وہ عطا کر جو تو نے ہم سے پہلے کسی کو نہیں دیا اور اس کو ہم سے پہلے اور بعد میں کسی کو نہ دینا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دُعا ناپسند کی تو ان کو زلزلہ نے آ پکڑا۔“ وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ رجفہ آواز نہیں تھی لیکن جب قوم نے یہ ہیبت دیکھی تو ان کو کچی طاری ہو گئی اور دل کانپ گئے حتیٰ کہ قریب تھا کہ ان کے اعضاء جدا ہو جاتے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے خیر کے وزیر اور مطیع و فرمانبردار تھے تو موسیٰ علیہ السلام نے روتے ہوئے دُعا کی اور اپنے رب

سے سواں یہ تو اللہ تعالیٰ نے یہ رہا ان سے دور کر دیا تو وہ ظالمین ہو گئے اور رب تعالیٰ کی کلام سنی۔ (أَخَذْتَهُمُ الرُّجْفَةَ قَالِ) یعنی ہوئی یہ سب سے (رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلِ) یعنی پھڑکے کی عبادت سے پہلے ہلاک کر دیتا (وَابْدَأِي) قبضے کے کرنے سے پہلے (تَهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفِيَاءُ مِنَّا) یعنی پھڑکے کی عبادت کرنے والوں نے۔

ہوئی یہ سب کا گمان یہ تھا کہ ان پر یہ سزا لگائی اسرائیل کے پھڑکے کی عبادت کرنے کی وجہ سے آئی ہے۔ مگر وہ اللہ فرماتے ہیں کہ "تہلکنا" یعنی ستمیہ سزا ہے۔ یعنی شفقت طلب کرنے کے لیے ہے کہ ان کو ہلاک نہ کیجئے۔ اور وہی یہ اسلام جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی کلام میں دوہرے ہونے پھڑکیں کے (ان ہی الا فتنک) جس میں یہ کم عقل لوگ واقع ہوئے ہیں یہ آپ کی سزا ہے۔ آپ نے اس کے ذریعے ایک قوم کو مرادیا اور ایک قوم کو ہدایت دی اور ان کو محفوظ رکھا جس کہ وہ آپ کے دین پر ثابت قدم رہے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کے قول۔ (نَضَلُّ بِمَا مِن نَّشَاءٍ وَنُقَدِّئِي مِن نَّشَاءِ مَا آتَتْ وَابْنَا) گمراہی کے اس میں ہمیں وہ آپ نے سیدھا رکھے جس کو آپ نے تواریق ہوا تھا مٹا دیا (فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَبِيرُ الْمُغْفِرِينَ)

وَكَتَبْنَا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدَيْنَا إِلَيْكَ ۚ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ

مِنَ الشَّاءِ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَاكُنْهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزُّكُورَ وَالَّذِينَ

هُم بَارِئَاتُ يَوْمَانِ ۚ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي

التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحْرِمُهُم

عَلَيْهِمُ الْحَبِثَاتِ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَاَلَّذِينَ آمَنُوا بِهِ

وَعَزَّوْا وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

﴿سُورَةُ الْأَعْرَابِ﴾ اور ہر قوم کے ہاں وہی میں بھی نیک حال ہو جائے اور آخرت میں بھی۔ ہم آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنا عذاب آگاہی پہ واقع کرتا ہوں جس پر چاہتا ہوں اور میری رحمت تمام اشیاء کو محیط ہو رہی ہے تو وہ

رحمت تو ان لوگوں کے ہاں تو نہیں اور ان لوگوں کا ہو کہ اللہ تعالیٰ سے فرستے ہیں اور ان کو دیتے ہیں اور جو کہ ہماری آیتوں پر

ایمان لاتے ہیں جو لوگ ایسے لوگ ہیں ان کی اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تو ریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے

ہیں (جن کی رحمت یہ بھی ہے)۔ اور ان لوگوں کا ہم فرماتے ہیں اور بڑی باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ

چیزوں کو ان کے سے حلال بتاتے ہیں اور کندی چیزوں کو (بدستور) ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجہ اور

مطلق تھے ان کو اور کرتے ہیں جو لوگ ان نبی (موسوف) پر ایمان لاتے ہیں ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد

کرتے ہیں اور ان کو اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔

تفسیر 156 (وَ اَكْتُبْ لَنَا) واجب کر دے (فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً) نعمت و عافیت (و فِي الْآخِرَةِ) مغفرت اور جنت مراد ہے (اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ قَالَ) ہم نے رجوع کیا تیری طرف فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) (عَذَابِيْ اُصِيبُ بِهٖ مَنْ اَشَاءُ وَ رَحْمَتِيْ وَ سِعَتُ كُلِّ شَيْءٍ) حسن اور قیادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی رحمت دُنیا میں ہر نیک اور گناہ گار کو شامل ہے اور قیامت کے دن متقین کے ساتھ خاص ہے۔ عطیہ عوفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر چیز پر وسیع ہے لیکن واجب صرف تقویٰ والوں کے لیے ہے کیونکہ کافر بھی مؤمنین کے ساتھ دُنیا میں رزق دیئے جاتے ہیں کیونکہ اللہ کی رحمت وسیع ہے تو وہ اس میں زندگی گزارتے ہیں تو جب آخرت میں جائیں گے تو یہ خاص مؤمنین کے لیے ہوگی۔ جیسے کوئی شخص دوسرے کی آگ سے روشنی حاصل کر رہا ہو جب چراغ والا چلا جائے گا تو روشنی بھی چلی جائے گی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، قتادہ اور ابن جریج رحمہما اللہ فرماتے ہیں جب آیت نازل ہوئی ”و رحمتی وسعت کل شیء“ تو ابلیس نے کہا میں اس شیء میں سے ہوں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (فَسَاكُتُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُوْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ) یہود نے اس کی تمنا کی اور کہنے لگے کہ ہم تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس اُمت کے لیے یہ انعام بنا دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

157 (الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ) نوفل بکالی حمیری فرماتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام ستر آدمیوں کو لے کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ میں تمہارے لیے ساری زمین کو سجدہ گاہ اور پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دوں گا جب نماز کا وقت ہو جہاں دل کرے نماز پڑھ لو مگر بیت الخلاء، حمام یا قبر کے پاس نہ پڑھ سکو گے اور میں تمہارے دل میں سیکینہ ڈال دوں گا تم اپنی یادداشت سے تورات کو پڑھو گے، مرد و عورت، آزاد، غلام، بچہ، بڑا سب پڑھیں گے موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات قوم کو بتائی۔

تو وہ کہنے لگے ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ صرف کنیسوں میں نماز پڑھیں اور سیکینہ کو دل میں اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اور تورات کو زبانی پڑھنے کی ہم میں طاقت نہیں، ہم تو اس کو دیکھ کر پڑھنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ انعام اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے لیے خاص کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! مجھے ان میں بنا دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ اس اُمت میں نہیں ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میں بنی اسرائیل کا وفد لایا اور آپ نے ہمارا انعام دوسروں کو دے دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ اُمَّةٍ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بَهٗ يَعدِلُوْنَ“ تو موسیٰ علیہ السلام راضی ہو گئے۔ ”النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ“ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں کیونکہ وہ اُمی تھے نہ لکھتے تھے اور نہ پڑھتے تھے اور نہ حساب و کتاب جانتے تھے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اُمی اُمت ہیں نہ لکھنا جانتے ہیں نہ حساب۔ (رواہ البخاری)

اُمی کی نسبت اُم بمعنی ماں کی طرف ہے یعنی وہ اسی حالت پر ہے جس پر اس کی ماں نے جنا تھا۔ بعض نے کہا یہ اُم القرئی یعنی مکہ کی طرف منسوب ہے (الَّذِيْ يَجِدُوْنَہٗ) اس کی صفات اور نبوت کا ذکر پاتے ہیں (مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٨﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٍ يَهْتَدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿١٥٩﴾

آپ کہہ دیجئے کہ اے (دنیا جہان کے) لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا (پیغمبر) ہوں جس کی بادشاہی ہے تمام آسمانوں اور زمین میں۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے سو (ایسے) اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے (ایسے) نبی امی پر (بھی) جو کہ (خود) اللہ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان (نبی) کا اتباع کرو تا کہ تم راہ (راست) پر آ جاؤ اور قوم موسیٰ میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو (دین) حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف بھی کرتے ہیں۔

تفسیر ﴿١٥٨﴾ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ (یعنی آیات پر اور وہ قرآن ہے اور مجاہد، سدق رحمہما اللہ فرماتے ہیں یعنی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور دلیل میں یہ آیت پڑھی ”کلمة القها الى مریم“ (وَاتَّبِعُوا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ)

﴿١٥٩﴾ (وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ) یعنی بنی اسرائیل میں (أُمَّةٍ يَهْتَدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ) حق کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں۔ کلبی اور ضحاک اور ربیع رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قوم چین کے پیچھے اقصیٰ مشرق میں نہر اردن پر آباد تھی ان میں کسی کے پاس اپنے ساتھی سے کم مال نہ تھا، رات کو بارش ہوتی اور دن کو جانوروں کو وہی پانی پلاتے اور کاشت کرتے۔ ذکر کیا گیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام معراج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے گئے تو راستے میں ان سے کلام کیا تو جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا تمہیں علم ہے کہ کس سے بات کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی امی ہیں تو وہ آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہمیں وصیت کی تھی کہ تم میں سے جو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پائے تو ان پر میری طرف سے سلام پڑھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کے سلام کا جواب دیا۔ پھر ان کو قرآن کی دس سورتیں پڑھائیں جو مکہ میں اتری تھیں اور ان کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا اور ان کو حکم دیا کہ اپنی جگہ رہیں، یہ لوگ ہفتہ کے دن کی تعظیم کرتے تھے تو آپ علیہ السلام نے ان کو اس کے چھوڑنے کا حکم دیا اور فرمایا جمعہ کے دن عبادت کیا کرو بعض نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہود میں سے ایمان لے آئے تھے اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

وَقَطَعْنَهُمْ اثْنَيْ عَشَرَ نَبِطًا ۖ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ إِذَا اسْتَسْقَاهُ قَوْمُهُ أَنْ اَضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَام نَبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۖ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ ۖ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّٰ وَ السَّلْوَىٰ ۖ كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ۖ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَكِنْ كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١٦٠﴾ وَإِذْ قِيلَ لَهُمْ اسْكُنُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُولُوا حِطَّةٌ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَتِكُمْ ۖ

سَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ① فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِنْ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ ②

① اور ہم نے ان کو بارود خاندانوں میں تقسیم کر کے سب کی الگ الگ جماعت مقرر کر دی اور (ایک انعام یہ کہا کہ) ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا جبکہ ان کی قوم نے ان سے پانی مانگا کہ اپنے عصا کو فلاں پتھر پر مارو بس (ورنے کی دیر تھی فوراً اس سے بارود جھٹ پھوٹ نکلا) (چنانچہ) ہر ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا موقع معلوم کر لیا اور (ایک انعام یہ کیا کہ) ہم نے ان پر ایسے سایہ آگیا اور (ایک انعام یہ کیا کہ) ان کو ترنجبین اور شیریں پہنچائیں (اور اجازت دی کہ) کھانسی جینوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں اور انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا لیکن اپنی ہی نقصان کرتے تھے اور (دو زبان یاد کرو) جب ان کو حکم دیا گیا کہ تم لوگ اس آبادی میں جا کر رہو اور کھاؤ اس سے جس جگہ تم رغبت کرو اور زبان سے یہ کہتے جاؤ کہ توبہ ہے (توبہ ہے) اور (عاجزی سے) جھٹکے ہوئے دروازہ میں داخل ہونا تمہاری (پھٹی) خطائیں معاف کر دیں گے (یہ توبہ کیلئے ہوگا اور) جو لوگ نیک کام کریں گے ان کو مزید برکتیں اور دینے سے بدل ڈالو ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس کی ان سے فرمائش کی گئی تھی۔ اس پر ہم نے ان پر ایک آفت ساری کی جس سے کہ وہ حکم کو ضائع کرتے تھے۔

تفسیر ② (وَلَقَدْ نَزَّلْنَا سُبْحَانَكَ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ) ہم نے نبی اسرائیلیوں کو فرقہ فرقہ میں کر دیا۔ فرما رحمة اللہ فرماتے ہیں کہ "النسی عشرہ" نوٹ ذکر کیا ہے حالانکہ سبط مذکور ہے اس وجہ سے کہ اس کا تعلق "امما" سے ہے اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں معنی یہ ہے کہ ہم نے ان کو بارود مختلف جماعتوں میں جدا جدا کر دیا اور "اسباطا امما" جمع کے ساتھ ذکر کیا ہے حالانکہ اس سے پہلی تفسیر جمع کے ساتھ نہیں کی جاتی۔ پس "انانی الناعشر رجلا" نہیں کہا جائے گا؟ جواب یہ ہے کہ اسباط حقیقت میں مفرد مذکور صفت ہے اور فرقہ ہے یعنی "ولقد نزلناهم النسی عشرہ لفرقة امما" اور بعض نے کہا ہے اس میں تقدیم اور تاخیر ہے۔ اصل عبارت یوں ہے "ولقد نزلناهم اسباطا امما النسی عشرہ" اور الاسباط قبائل اس کا واحد سبط ہے۔ (واوحینا الی موسیٰ اذا منسفته لوفئة) وادی تہ میں (ان اضرب بقضاک الخجر فام تبجست منه) اور ابو عمرو بن عابد کہتے ہیں جاری ہونے پھر پھوٹ پڑے۔ (اننا عشرہ عینا) ہر جماعت کا ایک چشمہ (قد علم کل اناس مشربینہم) ہر جماعت ایک باپ کی اولاد تھی (وظللنا علیہم الغمام) وادی تہ میں جو ان کو سورج کی گرمی سے بچاتا تھا (وانزلنا علیہم المن والسلوی ما کلوا من طیب ما رزقناکم وما ظلمونا ولکن کانوا انفسہم یظلمون) ③ (واذ قبل لهم انکوا هذه القرية وکلوا منها حیث شئتم وقولوا حطة وادخلوا الباب سجدا نغفر لکم) الی مدینہ، ابن عامر اور یعقوب زہرا اللہ نے "نغفر" سماء پر پیش کے ساتھ اور فاء کے فتح کے ساتھ اور باقی حضرات نے نون اور اس پر زبر پڑھی ہے اور فاء کے کسر کے ساتھ (خطبتنکم) الی مدینہ اور یعقوب نے "خطبتنکم" جمع اور پیش

کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے جمع کا صیغہ اور تاء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔ (سَنَزِيذُ الْمُحْسِنِينَ)

﴿فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ﴾

وَسُئِلُهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْتَدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ

حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرْعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ كَذَلِكَ نَبْلُوهُمْ بِمَا كَانُوا

يَفْسُقُونَ ﴿۱۶۳﴾ وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا لِيَ اللَّهُ مَهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا

شَدِيدًا قَالُوا مَعذِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۱۶۴﴾

﴿تجوید﴾ اور آپ ان (اپنے ہم عصر یہودی) لوگوں سے (بطور تنبیہ) اس بستی والوں کا جو کہ دریائے شور کے قریب

آباد تھے اس وقت کا حال پوچھے جبکہ وہ ہفتہ کے بارہ میں حد (شرعی) سے نکل رہے تھے جبکہ ان کے ہفتے کے روز تو

ان (کے دریا) کی مچھلیاں ظاہر ہو ہو کر ان کے سامنے آتی تھیں اور جب ہفتے کا دن نہ ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتی

تھیں ہم ان کی اس طرح پر (شدید) آزمائش کرتے تھے اس سبب کہ وہ (پہلے سے) بے حکمی کیا کرتے تھے۔ اور

(اس وقت کا حال پوچھے) جبکہ ان میں سے ایک جماعت نے یوں کہا کہ تم ایسے لوگوں کیوں نصیحت کئے جاتے ہو

جن کو اللہ تعالیٰ بالکل ہلاک کرنے والے ہیں یا ان کو سخت سزا دینے والے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے (اور

اپنے) رب کے روبرو عذر کرنے کے لئے اور (نیز) اس لئے کہ شاید یہ ڈر جاویں۔

﴿تفسیر﴾ ﴿۱۶۳﴾ (وَسُئِلُهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ) یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے پڑوسی

یہودیوں سے اس بستی کے بارے میں سوال کریں جو دریا کے کنارے تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس بستی کا نام

ایلہ تھا۔ مدین اور طور کے درمیان دریا کے کنارے آباد تھی اور زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ طبریہ الشام ہے (إِذْ يَعْتَدُونَ فِي

السَّبْتِ) یعنی مچھلی کا شکار کر کے اللہ کے حکم سے تجاوز کیا (إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرْعًا) یعنی پانی کے اوپر ظاہر

ہو کر کثیر تعداد میں یہ شارع کی جمع ہے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لگاتار آتیں اور قصہ میں یہ بات منقول ہے کہ ہفتہ کے

دن سفید موٹے مینڈھوں کی طرح موٹی مچھلیاں ان کے سامنے آتیں۔ (وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ) حسن رحمہ اللہ نے یاء

کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے یعنی وہ ہفتہ میں داخل نہ ہوتے تھے اور معروف قرأت یاء کے نصب کے ساتھ اور اسی کا معنی یہ ہے کہ

وہ ہفتہ کی تعظیم نہ کرتے تھے (كَذَلِكَ نَبْلُوهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ) تو ان کو شیطان نے وسوسہ ڈالا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ

نے ہفتہ کے دن شکار سے منع نہیں کیا بلکہ مچھلی کھانے سے منع کیا ہے تو تم شکار کر لو اور بعض نے کہا کہ ان کو یہ وسوسہ ڈالا کہ تمہیں

پکڑنے سے منع کیا گیا ہے تو تم سمندر کے کنارے ایک کھالا بنا لو اس میں ہفتہ کے دن مچھلیاں ہانک دیا کرو، پھر اتوار کے دن پکڑ

لیا کرو تو کافی عرصہ وہ یہ کام کرتے رہے۔ پھر ہفتہ کے دن شکار کرنے پر ان کی جرأت بڑھ گئی اور کہنے لگے کہ ہمارا خیال ہے کہ

ہفت گھنٹے کے لیے عمل کر دیا گیا ہے تو ان لوگوں کو کھانا پکھانے یا بیچ دینے تو ہستی والے تین بیعتوں میں ہٹ گئے اور یہ ستر
بزار کے قریب تھے۔ ایک تہائی نے ان کو منع کیا اور ایک تہائی نے منع نہیں کیا بلکہ سکوت کیا اور کہنے لگے تم ایسی قوم کو کیوں نصیحت
کرتے ہو جن کو اللہ بڑا کٹر ہے اور ایک تہائی کو دکھانوں کی تھی جب وہ بازار آئے تو منع کرنے والے کہنے لگے کہ ہم ایک
گنتی میں تمہارے ساتھ نہیں دوستے تو تمہوں نے ہستی و دریاہڑی کر کے تقسیم کر دیا۔ مسلمانوں کے لیے ایک دروازہ اور ان لوگوں
کے لیے یہ دروازہ ہے اور ان کو اللہ صبر سے لعلت کی تو منع کرنے والوں نے ایک دن صبح کی تو مدت سے تجاوز کرنے والوں
میں سے بولی نہ نکلا تو وہ کہنے لگے کہ شاید ثواب یا نشان پر غائب آ گیا ہے تو وہ دریاہڑی پھاٹک کر ان کے حصر میں گئے تو دیکھا کہ وہ
سب بندر اور نشان پر بنے ہوئے تھے تو بندروں نے اپنے رشتہ دارانوں کو پوچھا کیا تمہیں انسان اپنے بندر رشتہ داروں کو نہ پوچھا ہے
تو بندر نے رشتہ داروں سے کہا کہ ان کے پاس کچھ برکت ہے تو وہ انسان کہتے کیا ہم نے تمہیں روکا نہیں تھا؟ تو وہ دوسرے بندر کہاں
گئے تو ان قوم میں سے صرف منع کرنے والے بچے باقی رہ گئے۔ یہ سب بڑا کٹر ہو گئے۔

ان اذ ذللت امة قبيلهم لم يعطون فوامر الله فيهلكهم (اس قول کے دو تئیں میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا
یہ ہونے والے اقل کے تھے یہ وہ نہ سب ان کو ہوا چاہا تھا اس ہونے سے باز آ جاؤ و عذاب آنے سے پہلے
یہ لوگ تمہیں جانتے ہیں۔ تمہیں پہنچا عذاب ہونے والے اور تمہیں ہازن آئے تو تمہوں نے یہ جواب دیا کہ تم کیوں نصیحت
کرتے ہو ان لوگوں کو اللہ چاہتا ہے۔ ہونے والے (او معذبہم عذابا شديدا قالوا) ان منع کرنے والے کہنے
کے (مغذوۃ انی ورتکم) یعنی ہم یہ ہونے والے تعاقب و طرف معذرت کرنے کے لیے مر رہے ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ یہ سائن
فائدہ ہاں ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ تمہیں تو مویوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ بڑا کٹر ہے والا ہے اور مطلب یہ ہے کہ نیکی کا
معمول یہ ہونا ہے۔ ہاں ہم نصیحت کر رہے ہیں یہ معذرت اللہ تعالیٰ کی طرف (ولعلہم يتقون) یعنی اللہ سے ڈریں اور
صحیت چھوڑیں، اگر غیب سے تمہیں تجاوز کرنے والوں کو ہوتا تو "لعلکم تتقون" کہتے۔

فلما نسوا ما ذكروا به انجينا الذين ينهون عن السوء واخذنا الذين ظلموا بعذاب
بئس بما كانوا يفتقون ﴿١٥﴾ فلما عتوا عن ما نهوا عنه فلنا لهم كونوا قردة خبيثين
﴿١٦﴾ واذا تاذن ربك ليعثن عليهم الى يوم القيمة من يسومئهم سوء العذاب وان
ربك لسريع العقاب وانه لغفور رحيم ﴿١٧﴾ وقطعناهم في الارض امما منهم
الصلحون ومنهم ذون ذلک وبلونهم بالحسنة والسيات لعلهم يرجعون ﴿١٨﴾

﴿١٥﴾ (آخر) جب وہ اس امر کے تارک ہی رہے جو ان کو بھایا جاتا تھا (یعنی نہ مانا) تو ہم نے ان لوگوں کو بچا
لیا جو اس بڑی بات سے منع کیا کرتے تھے اور ان کو جو زیادتی کرتے تھے ایک سخت عذاب میں پکڑ لیا بسبب اس کے

کہ وہ بے حکمی کیا کرتے تھے یعنی جب وہ جس کام سے ان کو منع کیا گیا تھا حد سے نکل گئے تو ہم نے ان کو کہہ دیا کہ تم بندر ذلیل بن جاؤ اور وہ وقت یاد کرنا چاہئے کہ جب آپ کے رب نے یہ بات بتلا دی کہ وہ ان یہود پر قیامت (کے قریب) تک ایسے (کسی نہ کسی) شخص کو ضرور مسلط کرتا رہے گا جو ان کو سزائے شدید تکلیف پہنچاتا رہے گا بلاشبہ آپ کا رب واقعی (جب چاہے) جلدی ہی سزا دیدیتا ہے اور بلاشبہ وہ (واقعی اگر کوئی باز آ جائے) تو بری مغفرت اور بڑی رحمت والا ہے اور ہم نے دنیا میں ان کی متفرق جماعتیں کر دیں بعضے ان میں نیک تھے اور بعضے ان میں اور طرح کے (بھی) تھے (یعنی بد) اور ہم ان کو خوشحالیوں (صحت اور غنا) اور بدحالیوں (بیماری و فقر) سے آزما تے رہے کہ شاید باز آ جاویں۔

تفسیر 165 (فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ) یعنی جو ان کو نصیحت کی گئی تھی اس کو چھوڑ دیا (انجینا الذین ینہون عن السوء وَاخَذْنَا الذین ظلموا) یعنی نافرمان جماعت کو (بعذاب بیئس) یعنی سخت تکلیف دینے والے میں الباس سے ہے یعنی سختی اس کی قرأت میں اختلاف ہے۔ اہل مدینہ اور ابن عامر نے (بیئس) باء کی زیر کے ساتھ فعل کے وزن پر پڑھا ہے مگر ابن عامر اس کو ہمزہ دیتے ہیں اور ابو جعفر اور نافع ہمزہ نہیں پڑھتے اور عاصم نے ابو بکر کی روایت میں باء کے زبر اور باء کے سکون کے ساتھ اور ہمزہ کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ فیصل کے وزن پر صیقل کی طرح اور دیگر حضرات نے فیصل کے وزن پر بصیر اور صغیر کی طرح پڑھا ہے (بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے نافرمان اور فرمانبردار فرقہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تو سنا "انجینا الذین ینہون عن السوء وَاخَذْنَا الذین ظلموا بعذاب بیئس" لیکن یہ معلوم نہیں کہ خاموش فرقہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا؟ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول سن کر عرض کیا کہ اللہ مجھے آپ پر فدا کر دے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس خاموش فرقہ نے ان کے اس فعل کو ناپسند کیا اور کہنے لگے تم ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والے ہیں۔ اگرچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دینے کا ذکر نہیں کیا تو ان کو ہلاک کرنے کا بھی ذکر نہیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کو میرا قول بڑا اچھا لگا اور میری رائے سے راضی ہو گئے اور مجھے دو چادریں پہنائیں اور فرمایا کہ خاموش فرقہ بھی نجات پا گیا۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ منع کرنے والے نجات پا گئے اور باقی دونوں فرقے ہلاک ہو گئے اور یہ سخت ترین آیت ہے۔ "نہی عن المنکر" کے چھوڑنے میں۔

166 (فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَا نُهُوا عَنْهُ) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انہوں نے معصیت کو چھوڑنے سے انکار کر دیا (قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ) دور کیے ہوئے تو وہ تین دن ٹھہرے رہے ایک دوسرے کو دیکھتے تھے، اور لوگ ان کو دیکھتے تھے پھر وہ ہلاک ہو گئے۔

167 (وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ) یعنی اطلاع کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ "تأذَّن" اور "أذن تو عُد" اور "أوعِد" کی طرح ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "تأذَّن قَالَ" کے معنی میں ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حکم دیا تیرے رب نے۔ (لَيَعْنَنَ عَلَيْهِمْ

الْمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ يُسْأَلُهُمْ سُورَةُ الْعَذَابِ) اللہ تعالیٰ نے ان پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ علیہ السلام کی امت کو بھیجا جو ان سے اس وقت تک قتل کرتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئیں یا جزیہ دینے لگیں۔ (إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ) ① (وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ فِي الْأَرْضِ أَنَّهَا) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو فرقوں میں تقسیم کر دیا تو ان کی قوت منتشر ہوئی (مِنْهُمْ)

(الضَّلْحُونَ) ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور ایمان لے آئے (وَمِنْهُمْ ذُوْنَ ذَلِكِ) یعنی جو کفر پر باقی رہے (وَبَلَّوْنَهُمْ بِالْحَسَنَاتِ) بریائی اور عافیت دے کر (وَالسِّيَّاتِ) خشک سالی اور سختی کے ساتھ (لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ) تاکہ وہ اپنے رب کی اطاعت کی طرف آجائیں اور توبہ کر لیں۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الْأَدْنَى وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِنْ يَأْتِيهِمْ عَرَضٌ مِثْلُهُ يَأْخُذُوهُ ۗ أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِيثَاقُ الْكِتَابِ أَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوا مَا فِيهِ ۗ وَالذَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَشْقُونَ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ②

② پھر ان کے بعد ایسے لوگ جا نہیں ہوئے کہ کتاب (تورات) کو ان سے حاصل کیا اس دنیائے دنی کا مال و متاع لے لیتے ہیں اور (اس کو وہی حقیر سمجھ کر) کہتے ہیں کہ ہمارے ضرور مغفرت ہو جائے گی حالانکہ اگر ان کے پاس (پھر) ویسے ہی مال و متاع (دین فراشی کے عوض) آنے کے تو اس کو لے لیتے ہیں کیا ان سے اس (کتاب) کا مہذب نہیں کیا گیا کہ خدا کی طرف بوجہ حق بات کے اور کسی بات کی نسبت نہ کریں اور انہوں نے اس کتاب میں جو کچھ تھا اس کو پڑھا (بھی) کیا اور آخرت والا کھرا ان لوگوں کے لئے (اس دنیا سے) بہتر ہے جو (ان عقائد و اعمالِ مسیئہ سے) پرہیز کرتے ہیں کیا پھر (اب یہود) تم نہیں سمجھتے۔

تفسیر ② (فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ) یعنی ان لوگوں کے بعد آئے جن کی ابھی ہم نے صفات بیان کیں (خَلْفٌ) خلف زمانہ جو زمانہ کے بعد آئے۔ ابو جابر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خلف لام کے سکون کے ساتھ بمعنی اولاد واحد اور جمع اس میں برابر ہیں۔ "خلف" ہم کے فتح کے ساتھ بمعنی بدل خواہ اولاد ہو یا مسافر۔ ابن الاعرابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں خلف لام کے فتح کے ساتھ ٹیب اور لام کے جزم کے ساتھ بدل۔ اور ضم بن ثعلب کہتے ہیں الخلف لام کی حرکت اور سکون کے ساتھ ہو تو اس سے براقرن مراد ہے اور اگر لام کی حرکت کے ساتھ ہو تو پھر ٹیب قرآن ہوتا ہے اور محمد بن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اکثر مدح میں لام کے زبر کے ساتھ آتا ہے اور زیم میں لام کے سکون کے ساتھ بھی زیم میں حرکت دی جاتی ہے اور مدح میں سکون۔ (وَرِثُوا الْكِتَابَ) ان کی طرف ان کے آباء سے کتاب یعنی تورات منتقل ہوئی۔ (يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الْأَدْنَى) عرض دنیا کا سامان۔ اور "عَرَضٌ" راہ کے سکون کے ساتھ در اسم و دانیر کے علاوہ مال اور ادنیٰ سے مراد جہاں یعنی یہ فانی دنیا۔ یہ یہود تورات کے وارث ہوئے اس کو پڑھا اور اس پر عمل کو ضائع کر دیا اور اس کے حکم کی مخالفت کی اللہ کے حکم میں اور اس کے کلمات کو تبدیل کرنے میں رشوت

لیتے تھے (وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا) ہمارے گناہ۔ اللہ پر باطل تمنا کرتے ہیں۔ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عقل مند وہ ہے جس نے اپنے نفس کو جانا اور موت کے بعد کے لیے عمل کیا اور عاجز وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کو اپنی خواہش کے پیچھے لگا دیا اور اللہ پر جھوٹی تمنائیں کرنے لگے (وَإِنْ يَأْتِيهِمْ عَرَضٌ مِّثْلَهُ يَأْخُذُوهُ) یہ ان کے دُنیا کے حرص اور گناہوں پر اصرار کی خبر دی ہے کہ جب ان کے سامنے دُنیا کی کوئی چیز آ جائے تو اس کو لے لیں گے حلال ہو یا حرام اور اللہ سے مغفرت کی تمنا کرنے لگیں اور اگلے دن پھر کوئی چیز ملے تو اس کو لے لیں گے۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بنو اسرائیل جس کو قاضی بناتے وہ فیصلہ کرنے کے لیے رشوت لیتا تو اس کو کہا جاتا تو رشوت کیوں لیتا ہے؟ تو وہ کہتا میری مغفرت ہو جائے گی تو دوسرا اس پر طعن کرتا۔ پھر وہ قاضی جب مرجاتا اور دوسرا جو اس پر طعن کرتا تھا وہ قاضی بنتا تو وہ بھی رشوت لیتا۔ (الْمُ يُؤْخَذُ عَلَيْهِمْ مِيثَاقُ الْكِتَابِ أَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ) یعنی تورات میں ان سے عہد لیا ہے کہ وہ اللہ پر باطل نہ کہیں اور وہ گناہ پر ڈٹے رہنے کے باوجود مغفرت کی تمنا کرتے ہیں اور تورات میں گناہ پر اصرار کے ساتھ مغفرت کا وعدہ نہیں کیا گیا (وَدَرَسُوا مَا فِيهِ) اور انہوں نے پڑھا ہے جو کچھ جو اس میں ہے اس نے پڑھا ہے اور ان کو یہ یاد بھی ہے اور اگر وہ اس کو سمجھ لیتے تو آخرت کے گھر کیلئے عمل کرتے اور درس الکتاب اس کا پڑھنا اور بار بار اس میں غور و فکر کرتا۔ اس میں لکھا ہے (وَالذَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ؕ أَفَلَا تَعْقِلُونَ)

وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ؕ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ۝۱۱۰ وَإِذْ نَقَّضْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝۱۱۱ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ ۝۱۱۲

اور (ان میں سے) جو لوگ کتاب کے پابند اور نماز کی پابندی کرتے ہیں۔ ہم ایسے لوگوں کو جو اصلاح کریں ثواب ضائع نہ کریں گے۔ اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ہم نے پہاڑ کو اٹھا کر چھت کی طرح ان کے اوپر معلق کر دیا اور ان کو یقین ہوا کہ اب ان پر گرا اور کہا کہ (جلدی) قبول کر لو جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے (یعنی تورات) مضبوطی کے ساتھ اور یاد کرو جو احکام اس میں ہیں جس سے توقع ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔ اور جبکہ آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے انہیں کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں ہم سب (اس واقعہ کے) گواہ بنتے ہیں تاکہ تم لوگ قیامت کے روزیوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس (توحید) سے محض بے خبر تھے۔

تفسیر ۱۱۰ (وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ) ابو بکر رحمہ اللہ نے عاصم سے ”یمسکون“ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور

اکثر کی قرأت شد کے ساتھ ہے اس لیے کہ کہا جاتا ہے "مسکت بالشیء" اور "امسکت بالشیء" نہیں کہا جاتا صرف "امسکنہ" کہا جاتا ہے۔ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے "والذیبر نمسکوا بالکتاب" ماضی کا سینہ پڑھا ہے اور یہ قرأت مدد ہے یونہی آگے "والفاموا الصلوٰۃ" ماضی ہے اور ماضی کا مستقبل پر عطف بہت کم ہے ہاں معنی کے اعتبار سے ہو تو وہ پیش ہے اور مراد وہ لوگ ہیں جو کتاب پر عمل کرتے ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اہل کتاب کے مؤمنین ہیں جیسے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی کہ انہوں نے اس کتاب کو مضبوطی سے تھا جو موکی علیہ السلام پر اترتی نہ اس میں تحریف کی اور نہ اس کو پھیرا اور اس کو کمانی کا ذریعہ بھی نہیں بنایا اور مظلوم زمانہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ محمد سلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں (والفاموا الصلوٰۃ - انا لا نصنع اجر المصلحین)

⑩ (واذ ننقنا الجبل فوفینہ) یعنی ہم نے آہرا (کانه ظلّۃ و ظنوا انه واقع . بہم خذوا ما اتینکم بقوۃ و اذکروا ما فیہ) سورن کا قول ہے کہ ہم نے پہاڑ کو ان سے جدا کیا۔ فرما کا قول ہے کہ ہم نے ان پر معلق کیا۔ بعض نے کہا کہ ہم نے اسے بند کیا (کانه ظلّۃ) مگر اس کا قول ہے کہ خطہ سے مراد پخت ہے بعض نے کہا ہر دو چیز جو سایہ کرتے (وظنوا بہم واقع بہم خذوا) اور ہم نے ان کو یہ کہ پڑھو۔ (ما اتیناکم بقوۃ) کوشش اور اجتہاد سے (واذکروا ما فیہ) ان میں سے باتوں کے اور ان پر ان کے کا ہم نے کہا پکڑو جو ہم نے تم کو دیا ہے زور سے اور یاد رکھو جو اس میں ہے) اور ان کے ساتھ ان (واللعنکم ننفون) اور یہ اس وقت ہو جب انہوں نے تورات کے احکام کو قبول کرنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ان پر پہاڑ اُٹھا دیا۔ سن زمانہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے پہاڑ کی طرف دیکھا تو ان میں سے ہر ایک جدا ہو گیا بائیں پہلو پر اور اپنی دائیں آنسو سے پہاڑ کی طرف دیکھ رہے تھے اس خوف سے کہ وہ ان پر کھپا۔ ان سے یہ بات اپنے بائیں پہلو پر بدورتے ہیں۔

فریت آدم کو پشت آدم سے نکالنے اور عہد کا واقعہ

⑪ (واذ احد ربک من ربی ادم من ظہورہ ذرینہم) مسلم بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پھر ان کی پیٹھ پر اپنی دایاں ہاتھ چھیدا اور اس سے پھر مخلوق نکالی اور فرمایا کہ ان کو میں نے جنت کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ جنتیوں والے کام کریں گے۔ پھر ان کی پیٹھ پر ہاتھ چھیدا اور اس سے مخلوق نکالی تو فرمایا کہ ان کو میں نے جہنم کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ جہنمیوں والے کام کریں گے تو ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! (سلی اللہ علیہ وسلم) پھر عمل کی کیا ضرورت ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شک اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو جنت کے لیے پیدا کرتے ہیں تو اس کو جنتیوں کے کام

کرنے کی توفیق دیتے ہیں حتیٰ کہ وہ جنتیوں کے اعمال میں سے کسی عمل پر مرتا ہے تو اس کو جنت میں داخل کر دیتا ہے اور جب کسی بندہ کو جہنم کے لیے پیدا کرتا ہے تو اس کو جہنمیوں والے کاموں پر لگاتا ہے حتیٰ کہ وہ جہنمیوں کے عملوں میں سے کسی عمل پر مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل کر دیتا ہے۔ ابو عیسیٰ (امام ترمذی) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور مسلم بن یسار کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔ (اور بعض حضرات نے اس سند میں مسلم بن یسار اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک آدمی کا واسطہ ذکر کیا ہے مقاتل رحمہ اللہ و دیگر مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت کے دائیں پہلو کو چھوا تو سفید اولاد نکالی، چپوٹیوں کی طرح حرکت کرتے تھے، پھر بائیں پہلو کو چھوا تو اس سے سیاہ اولاد نکالی، چپوٹیوں کی طرح اور فرمایا اے آدم! یہ تیری اولاد ہے۔ پھر فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے جواب دیا کیوں نہیں تو سفید کے بارے میں فرمایا کہ یہ جنت میں جائیں گے میری رحمت کے ساتھ اور مجھے پرواہ نہیں۔ یہ اصحاب الیمین ہیں اور سیاہ کے بارے میں فرمایا کہ جہنم میں جائیں گے اور مجھے پرواہ نہیں ہے، یہ اصحاب الشمال ہیں، پھر ان سب کو آدم علیہ السلام کی پشت میں لوٹا دیا۔ پس قبروں والے محبوس ہیں یہاں تک کہ بیشاق والے تمام لوگ مردوں کی پشتوں اور عورتوں کے رحموں سے نکل آئیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فرماتے ہیں جنہوں نے پہلا عہد توڑا ”وما وجدنا لاکثرہم من عہد“ اور بعض مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ سعادت والوں نے خوش دلی سے اقرار کیا اور کہا بلیٰ کیوں نہیں اور اہل شقاوت نے تقیہ کرتے ہوئے اور مجبور ہو کر کہا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول ”ولہ اسلم من فی السماوات والارض طوعا و کرہا“ کا معنی ہے اور بیشاق کی جگہ میں اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں عرفہ کی ایک جانب بطن نعمان نامی وادی میں ہوا تھا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی مروی ہے کہ ہندوستان کی زمین بدھنہا میں ہوا۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں آدم علیہ السلام اترے تھے اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مکہ اور طائف کے درمیان اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت سے اتارا لیکن آسمان سے نہیں اتارا، پھر ان کی پیٹھ کو چھوا اور ان کی اولاد نکالی اور روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو نکالا اور ان کی صورت بنائی اور سمجھنے کے لیے عقل اور بولنے کے لیے زبان دی۔ پھر ان سے آمنے سامنے گفتگو کی اور فرمایا ”الست بربکم“

اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو چپوٹیوں جیسا بنایا ہو اور وہ عقل و شعور رکھتے ہوں۔ جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا ہے ”قالت نملۃ یا ایہا النمل ادخلوا مساکنکم“ اور روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا تم عمل کرو میرے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے میں تمہارا رب ہوں میرے سوا تمہارا کوئی رب نہیں ہے تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، میں عنقریب اپنے ساتھ شرک کرنے والوں سے انتقام لوں گا جو مجھ پر ایمان نہیں لائے اور میں تمہاری طرف رسول بھیجوں گا جو تمہیں میرا عہد و بیشاق یاد دلائیں گے اور تم پر کتابیں نازل کروں گا تو ان سب نے کہا ہم نے گواہی دی کہ آپ ہی ہمارے رب اور معبود ہیں، ہمارا آپ کے علاوہ کوئی رب نہیں ہے تو اس پر ان سے پختہ عہد لیے، پھر ان کی عمریں اور مصائب لکھے تو آدم علیہ السلام نے ان کو دیکھا تو ان میں فقیر و مال دار اور اچھی و بری صورتوں والے دیکھے تو کہا اے میرے رب! آپ

نے ان کو بڑا برکھوں نہیں بتایا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا شکر کیا جائے جب انہوں نے توحید کا اقرار کر لیا اور ایک دوسرے پر گواہی بن گئے تو ان کو آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں لوٹا دیا۔ پس قیامت تب تک قائم نہ ہوگی جب تک عہد کرنے والے تمام لوگ پیدا نہ ہو جائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَإِذَا اخذ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ" کا مطلب ہے۔ یعنی آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو۔ اہل مدینہ، ابو عمر و اور ابن عامر رحمہما اللہ نے "ذُرِّيَّتِهِمْ" جمع کا صیغہ اور تاء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے "ذُرِّيَّتِهِمْ" واحد پڑھا ہے اور تاء کے زیر کے ساتھ۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ "وَإِذَا اخذ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ" کا کیا معنی ہے؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو ان کو آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا تھا؟

جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو ایک دوسرے کی پشت سے اسی ترتیب سے نکالا تھا جیسے دنیا میں نسل کا طریقہ ہے کہ پتے باپ، پھر بیٹا پھر پوتا تو آدم علیہ السلام کی پشت ذکر کر کے ان سب سے استفتاء ہو گیا کیونکہ یہ سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "وَإِشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتَ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ" یعنی ایک دوسرے پر گواہی بتایا۔ قول "شَهِدْنَا إِنْ نَقُولُوا" ابو عمر و رحمہما اللہ نے "ان يقولوا" اور "يقولوا" دونوں میں یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے دونوں میں تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور "شَهِدْنَا" میں اختلاف ہے۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اور فرشتوں کی خبر دی ہے کہ وہ بنو آدم کے اقرار پر گواہی اور بعض نے کہا ہے یہ بنو آدم کے قول "اشْهَدُ اللَّهُ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ" کی خبر ہے تو انہوں نے کہا کیا نہیں، ہم نے ان کو گواہی بتا دیا ہے اور کبھی رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ فرشتوں کا قول ہے اس میں عبارت محذوف ہے اسل عبارت یہ ہے جب اولاد آدم نے کہا "بَلَىٰ" اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا تم گواہ ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا ہم گواہ ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان "ان يقولوا" یعنی ان کو ان کے نفس پر گواہی بتایا کہ وہ کہیں یعنی تاکہ وہ یہ نہ کہیں، یا یہ کہنے کو ناپسند کیا اور جس نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے تو غلامی اسل یہ ہے میں نے تم سے خطاب کیا (کہ میں تمہارا رب نہیں ہوں) تاکہ تم نہ کہو "يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا كُنَّا عَنْ هَٰؤُلَاءِ عَافِينَ" یعنی اس عہد اور اقرار کی۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ ان پر حجت کیسے لازم ہوئی حالانکہ کسی کو میثاق یاد ہی نہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت پر دلائل واضح کر دیے اور رسولوں نے جو خبر دی ان کی تصدیق کی۔ اب اس کے بعد جو انکار کرے وہ ضدی اور عہد کو توڑنے والا ہے اس کو حجت لازم ہوئی اور ان کے بھول جانے اور یاد نہ آنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ سچے منبر معجزات والے خبر دے چکے ہیں۔

أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ

الْمُبْطِلُونَ ﴿١٧﴾ وَكَذَٰلِكَ نَقُصُّ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٨﴾ وَآتَىٰ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ

إِنَّا فَا نَسَلَخْنَا مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿١٩﴾

تجارت یا یوں کہنے لگے کہ (اصل) شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ان کی نسل میں ہوئے سو کیا ان غلط راہ (نکالنے) والوں کے فعل پر آپ ہم کو ہلاکت میں ڈالے دیتے ہیں ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں اور تا کہ وہ باز آ جاویں اور ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنائیے کہ اس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا سو وہ گمراہ لوگوں میں داخل ہو گیا۔

تفسیر (۱۷۳) (أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْهُم بَعْدِهِمْ) یعنی تم سے میثاق اس لیے لیا گیا تاکہ تم یہ نہ کہو کہ شرک تو ہمارے آباء و اجداد نے کیا اور انہوں نے عہد توڑا اور ہم ان کی اولاد ان کے بعد آئے ہیں ہم نے ان کی اقتداء کی اور اس کو اپنے لیے عذر بنا لیا اور کہنے لگو (أَفْتَهَلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ) یعنی کیا آپ ہمیں ہمارے آباء کے جرم کی سزا دیں گے تو ایسی دلیلیں لانے سے ان کو فائدہ نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو حید کے میثاق کو کئی دفعہ یاد دلوا چکے ہیں۔

(۱۷۴) (وَكَذَلِكَ نَفْصِلُ الْآيَاتِ) یعنی آیات کو بیان کرتے ہیں تاکہ ان میں بندے تدبر کریں (وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ) کفر سے توحید کی طرف۔

(۱۷۵) (وَآتَلَّ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ) اس میں اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ”بلعم بن باعوراء“ ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”بلعام بن باعور“ عطیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ یہ بنی اسرائیل میں سے تھا۔ علی بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کنعانی لوگوں میں سے تھا جبارین کے شہر میں سے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بلقاء شہر کا تھا۔

بلعم بن باعور کا واقعہ

اس کا واقعہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابن اسحاق، سدی رحمہما اللہ و دیگر حضرات کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے جبارین سے لڑائی کا ارادہ کیا اور ملک شام میں بنی کنعان کی زمین میں پڑاؤ ڈالا تو وہ قوم بلعم کے پاس آئی۔ اس کے پاس اسم اعظم تھا تو یہ لوگ کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام بڑا طاقتور بندہ ہے اور اس کے ساتھ بہت بڑا لشکر ہے۔ وہ آیا ہے تاکہ ہمیں ہمارے شہر سے نکال دے اور ہمیں قتل کر کے بنی اسرائیل کو وہاں ٹھہرا دے۔ تیری دُعا قبول ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دُعا کر کہ وہ لوگ یہاں سے چلے جائیں تو بلعم نے کہا تم ہلاک ہو اللہ کا نبی اس کے ساتھ فرشتے اور مومنین ہیں، میں ان پر بد دُعا کیسے کر سکتا ہوں حالانکہ میں اللہ سے علم رکھتا ہوں اگر میں نے ایسا کیا تو میری دُنیا اور آخرت چلی جائے گی تو وہ آہ و زاری کرنے لگے اور بار بار اصرار کرنے لگے تو بلعم نے کہا میں اپنے رب سے مشورہ کروں گا اور وہ تب تک دُعا نہ کرتا تھا جب تک خواب میں اس کو اس دُعا کا حکم نہ دیا جاتا تو اس نے ان پر بد دُعا کرنے کا مشورہ کیا تو خواب میں کہا گیا کہ ان پر بد دُعا نہ کرنا تو اس نے اپنی قوم کو جواب دیا کہ میں نے اللہ سے مشورہ کیا، مجھے بد دُعا سے روک دیا گیا ہے تو انہوں نے ہدیہ دیا، اس نے قبول

کرین، پھر انہوں نے وہی منہ لہہ کیا تو اس نے کہا میں اپنے رب سے مشورہ کر لوں، جب مشورہ کیا تو کوئی اشارہ نہ ہوا تو اس نے کہا مجھے مشورہ میں کوئی اشارہ نہیں ہوا تو انہوں نے کہا اگر آپ کے رب کو ناپسند ہوتا آپ کا بددعا کرنا تو جیسے پہلی مرتبہ آپ کو منع کر دیا ہے اب بھی منع کر دیتے تو وہ کڑکڑاتے رہتے یہاں تک کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہو گیا اور اپنی کدھی پر سوار ہو کر پہاڑ کی طرف چل پڑا کہ بنی اسرائیل کے لشکر پر بھانک سے جب تھوڑا سا چلا تو وہ کدھی اٹھنے کے بل بیٹھ گئی۔

تو تم اس سے بڑھ کر اس کو، راتوں رات صرخی ہو گئی۔ وہ سوار ہوا تھوڑا سا چلا کہ پھر آٹھنوں کے بل بیٹھ گئی تو اس نے دوبارہ وہی کام کیا اور پھر طاری ہوئی، ایسا کئی مرتبہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے کدھی کو بات کرنے کی اجازت دی تو اس نے کہا تیرا نام ہوا بلعم! تو کہیں جا رہے ہیں تو فرشتوں اور میرے آگے نہیں دیکھ رہا کہ وہ مجھے پیچھے دھکیل رہے ہیں؟ کیا تو مجھے لے کر اللہ کے نبی اور مومنین پر بددعا کرنے جا رہے ہیں؟ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا راستہ پھوڑ دیا تو وہ تپ پڑی۔ جب وہ حسان پہاڑ پر چڑھی تو وہ ان پر بددعا کرنے کا نئی تھرا لے کر اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان اس کی تو مسکی طرف پھیر دی کہ ان پر بددعا کر بیٹھا اور اپنی قوم کے لیے خیر کی بات کرنے کا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان و بنی اسرائیل کی طرف پھیر دیا تو اس کی قوم نے کہا بلعم! تجھے پتہ ہے کہ تو کیا کہہ رہے ہو؟ تو تم پر بددعا کرنے والی زبان سے اس نے کہا کہ تم لوگو! اللہ تعالیٰ نے اس پر قابض کر لیا ہے۔ تو وہ کہنے لگا میں اپنی زبان پر قابض نہیں رہا، اللہ تعالیٰ اس پر قابض کر کے ہیں پھر اس کی زبان پر ہاتھ رکھ دیا تو اس نے کہا اب میری دنیا اور آخرت برباد ہو گئی۔ اب صرف عمر اور حیلہ باقی رہ گئی ہے۔ میں تمہارے لیے یہی دعاؤں کا تمہارا منہ خوب سنو اور ان کو سننا، ان سے بچنے لشکر میں بھیجو اور ان کو کہو کہ کوئی آدمی اگر کچھ کہتا ہے تو نہ مانو، یہ منہ ان میں سے ایک آدمی نے بھی لیا ہے تو تمہیں کافی ہے۔ انہوں نے ایسا کیا جب عورتیں لشکر میں گئیں تو یہ دعائی عورت شکی بنت سمور بنی اسرائیل سے ایک بڑے آدمی زمری بن شلوم پر گزری۔ یہ شمعون بن یعقوب قبیلہ کا رہا، تو اس نے اس عورت کا منہ پھیر لیا تو اس نے اس عورت کا ہاتھ پکڑا اور موسیٰ علیہ السلام کے سامنے لے آیا اور کہنے لگا کہ آپ ان عورتوں کے لیے مجھ پر حرام ہے، آپ نے یہ حرام کرنے فرمایا کہ ہاں یہ تجھ پر حرام ہے تو اس نے کہا اللہ کی قسم میں اس بات میں آپ سے زیادہ مومن اور متذکر ہوں گا۔ پھر اس عورت سے زنا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت بنی اسرائیل پر طاعون بھیج دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آویسوں میں سے لئی مس بن عین اور بن ہارون آتتے کیا ہوا تھا وہ آیا تو طاعون کی وجہ پوچھی اور ان کے خیمہ میں گیا تو وہ دونوں مرد عورت تینے ہوئے تھے۔ ان نے اپنے ہتھیار سے ان کے سر اڑا دیئے اور ہتھیار پر بلند کر کے باہر لے آیا اور کہنے لگا کہ اللہ اجوتی ہی کا نام لیا ہے کہ اس کا منہ کے ساتھ ایسا ہی کریں گے تو طاعون ان سے دور کر دیا گیا۔ زمری اور ان عورت کے ہاں اور لئی مس نے ان وقت زنا کرنے میں بنی اسرائیل کے ستر ہزار آدمی طاعون سے مر گئے۔

یہی وجہ ہے کہ بنی اسرائیل جو نابینہ تھے ان کا دست جڑا اور پہلو فیماس کی اولاد کو دیتے تھے کیونکہ فیماس نے زمری اور عورت کو فیماس کے منہ پر اور فیماس میں اللہ تعالیٰ کو اپنے پہلو سے لڑکا تھا اور لاشوں کو اپنے جیزوں سے لگا کر روک رکھا تھا اور بنی اسرائیل اپنے اونٹوں میں سے ایک نوجوان اونٹنی بھی فیماس کی اولاد کو دیتے ہیں کیونکہ فیماس علیہ السلام کا جیسا بیٹا تھا۔

بلعم کے بارے میں یہ آیت اتری تھی ”واطل علیہم نبا الذی آتیناہ آیاتنا“

مقاتل کا بیان ہے کہ شاہ بلقاء نے بلعم سے کہا کہ موسیٰ کیلئے بددعا کرو۔ بلعم نے کہا وہ میرے ہم مذہب ہیں۔ میں ان کے لئے بددعا نہیں کروں گا۔ بادشاہ نے صلب کے تختے نصب کرائے (اور حکم دیا کہ بددعا کرو ورنہ تم کو صلیب پر لٹکا دوں گا) بلعم نے یہ حالت دیکھی تو خچر پر سوار ہو کر بددعا کرنے کیلئے بستی سے باہر نکلا۔ بنی اسرائیل کے لشکر کے سامنے پہنچا تو خچر رک گیا۔ بلعم نے خچر کو مارا خچر نے کہا تو مجھے کیوں مارتا ہے۔ مجھے تو حکم ہی یہ ملا ہے میرے آگے یہ آگ ہے جو مجھے چلنے سے روک رہی ہے۔ بلعم لوٹ آیا اور بادشاہ سے واقعہ بیان کر دیا۔ بادشاہ نے کہا تم کو بددعا تو کرنی ہوگی ورنہ میں صلیب پر لٹکا دوں گا۔ آخر بلعم نے اسم اعظم پڑھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے بددعا کی کہ وہ اس شہر میں داخل نہ ہوں بددعا قبول ہوگئی اور اس کی بددعا کی وجہ سے بنی اسرائیل تیبہ میں پھنس گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا پروردگار ہم کس جرم کی وجہ سے تیبہ میں پھنس گئے۔ اللہ نے فرمایا بلعم کی بددعا کی وجہ سے۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے عرض کیا پروردگار جس طرح تو نے اس کی بددعا میرے متعلق قبول فرمائی۔ میری بددعا اس کے متعلق بھی قبول فرمالے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ نے بددعا کی بلعم سے اسم اعظم اور ایمان چھن لیا جائے۔ موسیٰ کی بددعا سے اس کی معرفت سلب کر لی اور ایمان اس طرح کھینچ لیا۔ جیسے بکری کی کھال کھینچ لی جاتی ہے۔ سفید بکوتر کی شکل میں ایک صورت اس کے اندر سے نکل گئی۔ آیت فَانْسَلَخْ مِنْهَا سے یہی مراد ہے۔

(فَانْسَلَخْ مِنْهَا) عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور سعید بن مسیب اور زید بن اسلم اور لیث بن سعد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اُمیہ بن ابی صلت ثقفی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكُهُ يَلْهَثُ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿١٧٦﴾

اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا سو اس کی حالت کتے کی سی ہوگئی کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے یا اس کو چھوڑے تب بھی ہانپے یہی حالت (عام طور پر) ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا سو آپ اس حال کو بیان کر دیجئے شاید وہ لوگ کچھ سوچیں۔

تفسیر اس کا واقعہ یہ ہے کہ اس شخص نے پہلی کتابیں پڑھی ہوئی تھیں اور جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک رسول بھیجنے والے ہیں اس کو امید تھی کہ وہ رسول میں ہی ہوں گا۔ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنایا گیا تو اس کو حسد ہوا جس کی وجہ سے آپ علیہ السلام کا انکار کیا۔ یہ حکمت اور اچھی نصیحت کرنے والا شخص تھا۔ یہ کسی بادشاہ کے پاس گیا ہوا تھا واپس آیا تو بدر کے مقتولین پر گزر رہا تو

کہنے کا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوتے تو اپنے قرہی رشتہ داروں کو قتل نہ کرتے۔ جب امیہ مر گیا تو اس کی بہن گھبرائی ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بھائی کی وفات کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا وہ سویا ہوا تھا کہ دو آنے والے اس کے پاس آئے اور گھر کی چھت کھول دی اور نیچے اترے، ایک اس کے پاؤں اور دوسرے ہاتھ بیٹھ گیا، پاؤں والے نے سر والے کو کہا یہ زیادہ دیر رکھنے والا ہے اس نے جواب دیا پاکیزہ ہے اس نے کہا اس نے نکلا دیا۔ وہ بہن کہتی ہے کہ میں نے امیہ سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میرے بارے میں بھلائی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ پھر اس پر غشی ماری ہوئی جب فاقہ ہوا تو چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

زندگی اتنی ہی مدت تک ہی ہو۔ اس کو بھی زوال کی طرف جاتا ہی ہے۔ جو حالت میرے سامنے آئی کا ش اس سے پہلے ہی میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہاڑی بکرے جہاں (یعنی گوشہ کیہ ہو برسب انسانوں سے الگ جا رہتا)

جو شہد سب نہیں کیا ان بڑوں ہو کا ایسا بھاری دن ہو کا کہ (شدت ہول سے) بچے بھی بوزھے ہو جائیں گے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے شعر مجھ کو سنو تو اس نے کچھ قصیدے سنائے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے شعر ایمان کے اور اس کا دل کافر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے۔ یہ آیت رسول کے بارے میں نازل ہوئی یہ بنی اسرائیل کا آدمی تھا اس کو تین مقبول دعاؤں کا کہا گیا۔ اس کی بیوی بھی جس سے یہ دعا تو بیوی نے کہا ایک مقبول دعا مجھے دے اس نے کہا کیا چاہتی ہے؟ اس نے کہا اللہ سے دعا کر کہ دو مجھے دو سو سال کی خوبصورت ترین عورت بنا دے اس نے دعا کی تو وہ خوبصورت عورت بنا دی گئی جب اس کو یہ نعمت ملی تو خاوند سے بے رغبتی اٹھائی اور اس نے کہا تو خاوند کو غصہ آیا اور اس پر بددعا کی تو وہ بھوکے والی تھیا بن گئی تو وہ دعا میں چلی گئیں تو اس کا بیٹا آیا۔ وہ بیوی زندگی کا یہ زمانہ دیکھا کہ وہ تھیا بن گئی ہے لوگ ہمیں نہ دلاتے ہیں آپ اللہ سے دعا کریں کہ اس کو پہلے جیسا بنا دے تو وہ ان کی دو عورت ٹھیک ہوئی اور ساری ذمہ داریاں بھی چھٹی گئیں اور پہلے دو قول زیادہ ظاہر ہیں۔ حسن اور ابن کیسان رحمہما اللہ فرماتے ہیں یہ آیت اہل کتاب کے منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے پہچانتے تھے جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے اور تمہارا اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ اس شخص کی مثال بیان کی ہے جس پر ہدایت پیش کی گئی ہو اور اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہو۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا قول "وَأَنزَلْنَا عَلَيْهِمْنَا آيَاتِنَا" ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے جو مانگتے اللہ تعالیٰ عطا کرتے اور وہی روایت میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سے ایک کتاب دی گئی تو وہ اس سے ایسے نکالے جیسے سانپ اپنی کھال سے اٹھاتا ہے۔ (فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْعَوْنِ)

⑤ (وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ) یعنی اس کا مرتبہ اور درجہ ان آیات کے ذریعے بلند کرتے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ہم اپنے علم سے اس کو بلند کرتے ہیں اور مجاہد اور عطاء رحمہما اللہ فرماتے ہیں ہم ان سے کفر اٹھا دیتے ہیں اور اس کو آیات سے بچا لیتے ہیں۔

(بِهَا وَلَكِنَّهٗ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ) یعنی دُنیا میں رہائش رہی اور دُنیا کی طرف مائل رہا زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”خَلَدَ“ اور ”أَخْلَدَ“ ایک ہیں اور اس کی اصل خلود سے ہے اور وہ دوام اور مقام ہے کہا جاتا ہے ”أَخْلَدَ“ فلان بالمكان جب وہ اس میں مقیم ہو اور الارض سے یہاں دُنیا مراد ہے اس لیے کہ دُنیا میں جو بیابان اور لہلہاتے کھیت ہیں سب ارض ہیں اور دُنیا کا سارا سامان زمین سے نکالا ہوا ہے۔ (وَاتَّبَعَ هَوَاهُ) جس طرف خواہش نے دعوت دی اس کا مطیع ہو گیا اور ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی خواہش قوم کے ساتھ تھی۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دُنیا کا طالب بنا اور اپنے شیطان کی اطاعت کی یہ سخت ترین آیت ہے علماء پر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ ایک شخص کو اپنی آیات میں سے اسم اعظم دیا اور مستجاب دُعا اور علم و حکمت دیا تو وہ دُنیا کے میلان اور خواہشات کی پیروی کی وجہ سے اس کا مستحق ہوا کہ اس پر نعمت تبدیل کر دی جائے اور اس سے چھین لی جائے اور ان دو خصلتوں سے وہی عالم محفوظ رہ سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھیں کعب بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں وہ اتنی خرابی نہیں مچاتے جتنا آدمی کا مال پر حرص خرابی مچاتا ہے اور شرف اس کے دین کو ہے۔ (فَمَثَلَةُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلُ عَلَيْهِ يَلْهَثُ أَوْ تَتْرُكُهُ يَلْهَثُ) کہا جاتا ہے ”لہٹ الکلب یلہٹ لہٹا“ جب وہ اپنی زبان نکالے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اس کی مثال ہے جو کتاب پڑھے اور اس پر عمل نہ کرے اور مطلب یہ ہے کہ یہ کافر اگر اس کو ڈراؤ تو نہ ڈرے اور اگر چھوڑ دو تو ہدایت نہ پائے دونوں حالتیں اس پر برابر ہیں، کتے کی دونوں حالتوں کی طرح کہ اگر اس کو بھگایا جائے یا بوجھ لاداجائے تب بھی ہانپتا ہے اور اگر اس کو آرام سے بٹھایا جائے تب بھی ہانپتا ہے فرماتے ہیں ہر چیز یا بھوک سے ہانپتی ہے یا پیاس سے لیکن کتا بھوک، راحت، پیاس، ہر حال میں ہانپتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ اس شخص کی مثال بیان کی ہے جو اس کی آیات کو جھٹلائے تو فرمایا اگر آپ اس کو نصیحت کریں تو وہ گمراہ ہے اور اگر نصیحت چھوڑ دیں تو بھی وہ گمراہ ہے کتے کی طرح کہ اگر آپ اس کو دھتکار دو تو بھی ہانپتا ہے اور اگر اس کے حال پر چھوڑ دو تو بھی ہانپتا ہے اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا قول ”وَأَن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُواكُمْ سَوَاءَ عَلَيْكُمْ أَدْعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ“ پھر تمام تکذیب کرنے والوں کے بارے میں عام مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ (ذَلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَهُمْ يَتَفَكَّرُونَ) بعض نے کہا یہ کفار مکہ کی مثال ہے کہ وہ تمنا رکھتے تھے کہ کوئی ہادی ان کے پاس آئے ان کو سیدھا راستہ دکھائے اور اللہ کی طاعت کی طرف بلائے۔ پھر جب ان کے پاس ایسے نبی آئے جن کے سچا ہونے میں ان کو ذرہ بھی شک نہ تھا تو انہوں نے ہدایت حاصل نہ کی۔

سَاءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَأَنْفُسَهُمْ كَانُوا يَظْلِمُونَ ﴿١١﴾ مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِىٰ وَمَنْ يُضِلِّ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿١٢﴾

﴿حقیقت میں﴾ ان لوگوں کی حالت بھی بری ہے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں اور ﴿اس تکذیب سے﴾ وہ

اپنی (نہ) نقصان کرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے سو ہدایت پانے والا وہی ہوتا ہے اور جس کو وہ گمراہ کر دے سو ایسے ہی لوگ (ابدی) خسارہ میں پڑ جاتے ہیں۔

تفسیر ﴿مَاءٌ مِّثْلَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بآيَاتِنَا﴾ اس کی اصل عبارت "مَاءٌ مِّثْلًا مِثْلَ الْقَوْمِ" ہے مثل و حذف کر دیا گیا ہے اور قوم کو اس کے آئینہ میں کر دیا گیا ہے۔ اس لیے اقوام پر پیش پڑھا گیا ہے۔ (وَأَنْفُسُهُمْ كَانُوا بِظُلْمٍ مُّؤَن) ﴿مَنْ يُفِدْ اللَّهُ فَبِهِرِ الْمُبْتَدِي وَمَنْ يُضِلُّ لَأَوْلِيكَ هُمُ الْخَسِرُونَ﴾

وَلَقَدْ دَرَأْنَا لَجِبْتُمْ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا ؕ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ؕ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿۱۷﴾ وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ اور ہم نے یہ بہت سے جن اور انسان دو رخ کے لئے پیدا کئے ہیں جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں۔ یہ لوگ زیادہ (ب. ا. و) ہیں یہ لوگ نافل ہیں اور انہی اچھے نام اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں سو ان ناموں سے مدد منی و مومنین اور ایسے لوگوں سے تمہیں بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں سے کج روی کرتے ہیں ان لوگوں کو نہ سے نہ اور نہ سے کی۔

تفسیر ﴿وَلَقَدْ دَرَأْنَا لَجِبْتُمْ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ﴾ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے بہت سے جن و انس کو جہنم سے پھینک دیا ہے۔ یہ لوگ ہیں جن پر بد بختی کے آزی ٹمہ کا فیصلہ ہو چکا ہے جس کو اللہ نے جہنم کے لیے پیدا کیا، اس کے پینے والی حیوانیت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بچوں میں سے کسی کا جنازہ پھینکا تو میں نے کہا اس کے لیے خوشخبری ہے جنت کی چیزوں میں سے ایک چیز ہی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے اس نے خبر دی ہے؟ اب شک اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا اور اس کے حق دار بھی پیدا کیے حالانکہ وہ اپنے آباء کی پشت میں تھے اور جنم و پیدا کیا اور اس کے حق داروں کو بھی پیدا کیا حالانکہ وہ اپنے آباء کی پشت میں تھے (لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا) یعنی ان سے شیخ اور ہدایت کو نہیں جانتے (وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا) حق راستہ کو (وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا) آذان کی سمجھتیں کہ سن سہرا ان میں غور و فکر کریں۔ پھر ان کی جہالت اور کھانے پینے میرا بند رہنے کی مثال دی اور فرمایا کہ (أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ) یعنی چوپایوں کی طرح ہیں کہ ان کا بھی بڑا مقصد کھانا پینا اور شہوت پوری کرنا ہوتا ہے بلکہ یہ زیادہ گمراہ ہیں کیونکہ جانوروں کو نفع و نقصان کی تمیز ہے نقصان دو کام نہیں کرنے

اور یہ لوگ تو جاننے کے باوجود آگ میں جانے والے کام کر رہے ہیں (أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ)

180 (وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا) مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے دُعا میں رحمن کو پکارا تو مکہ کے بعض مشرکین کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کا خیال ہے کہ وہ ایک رب کو بلا تے ہیں تو یہ دو کو کیوں بلا رہا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ”وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوه بہا“ حسنیٰ احسن کی مؤنث ہے جیسے کبریٰ اور صغریٰ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں سو سے ایک کم جو ان کو یاد کر لے وہ جنت میں داخل ہوگا بے شک اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق عدد کو پسند کرتا ہے (وَذُرُوا الدِّينَ يُلْحِدُونَ فِيْ اَسْمَائِهِ) حمزہ رحمہ اللہ نے ”یلحدون“ یاء اور حاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے جہاں بھی ہو۔ کسائی رحمہ اللہ نے النحل میں اس کی موافقت کی ہے اور باقی حضرات نے یاء کے پیش اور حاء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور الحاد کا معنی سیدھے راستے سے اعراض کرنا۔ کہا جاتا ہے ”الحد یلحد الحاداً ولحد یلحد لحدوداً“ جب وہ مائل ہو جائے۔ یعقوب سکیت رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ الحاد حق سے اعراض کرنا اور حق میں وہ چیز داخل کرنا جو اس میں نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے ”الحد فی الدین والحد بہ“ حمزہ رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح پڑھا ہے۔ (سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ)

لحدین سے مراد مشرکین مکہ ہیں کہ انہوں نے اللہ کے نام تبدیل کیے کہ ان ناموں کو بتوں کو دے دیا اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں کچھ حرف کم کر دیئے۔ مثلاً لات کو اللہ سے ”عزیٰ“ کو عزیز سے ”مناء“ کو منان سے مشتق کیا۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے۔ بعض نے کہا کہ ان کا الحاد بتوں کو معبود کا نام دینا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”یلحدون فی اسمائہ“ کا مطلب یہ ہے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ اہل معانی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے اسماء میں الحاد یہ ہے کہ اللہ کو ایسا نام دینا جو نہ کتاب اللہ میں ہے اور نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء تو قیفی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود کو جواد کہا ہے سخی نہیں کہا۔ اگرچہ معنی ایک ہے اور رحیم نام لیا ہے رفیق نہیں اور عالم نام رکھا ہے عاقل نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”ینخادعون اللہ وهو خادعہم“ اور فرمایا ”ومکروا ومکر اللہ“ اور دُعا میں ”یا منخادع“ اور یا مکار نہیں کہا جاسکتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے ان اسماء سے دُعا کی جاتی ہے جو تعظیم کے طور پر منقول ہیں۔ پس یوں کہا جاتا ہے یا اللہ! یا رحمن! یا رحیم! یا عزیز! یا کریم! وغیرہ۔ ”سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ“ آخرت میں۔

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةً يَهْتَدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ

حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۝

تجوید اور ہماری مخلوق جن و انس میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق (یعنی اسلام) کے موافق ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف بھی کرتے ہیں اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو بتدریج لئے جا رہے ہیں

اس طور پر کہ ان کو تیز بھی نہیں اور ان کو مہلت دیتا ہوں بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

تفسیر ① (وَمِنْ حَلْفِنَا أُمَّةٌ يُفِيدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ) عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مراد ہے۔ یعنی مہاجرین و انصار اور احسان کے ساتھ ان کے پیچھے چلنے والے۔ اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ آیت پڑھتے تو فرماتے یہ تمہارے لیے ہے اور ایک قوم کو تم سے پہلے اس کی مثال دیا گیا تھا۔ "وَمِنْ لُؤْمِ مَوْسَىٰ أُمَّةٌ يُفِيدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ" میر بن ہانی کہتے ہیں کہ میں نے معاذیہ رضی اللہ عنہ کو سنا کہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میری امت میں سے ہمیشہ ایک بر امت اللہ کے حکم کے ساتھ قائم رہے گی ان کو نقصان نہ پہنچائے گا جو ان کو رسوا کرتا چاہے گا اور نہ وہ جو ان کی مخالفت کرے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے اور وہ اس حال پر ہوں گے۔

ہیں۔ اور اللہ فرماتے ہیں وہ تمام مخلوق میں سے ہیں۔

② (وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بَابِنَا يُسْتَلْذِرُ جَهَنَّمَ فَبِئْسَ حَبِطًا لَّا يَعْلَمُونَ) عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم ایسی جگہ سے مرادیں گے کہ ان کو ہمیں نہ ہوگا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ہم ان کے اطمینان کی جگہ سے آئیں گے۔ جیسا کہ فرمایا "لَا تَأْتِيهِمُ اللَّهُ مِنْ حَبِطٍ لَهُم بِحَسَبِ مَا كَفَرُوا" یعنی ہم اللہ فرماتے ہیں کہ ہم ان کے لیے ان کے اعمال کو مزین کر کے ان کو ہلاک کر دیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب اونٹنی ہانی گریں گے ہم ان کے لیے نئی نعمت لائیں گے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان پر نعمتیں پھرائیں گے اور ان کو شکر بھادیں گے۔

ان معانی فرماتے ہیں کہ استدراج یہ ہے کہ کسی چیز کی طرف خفیہ تھوڑا تھوڑا چھایا جائے، اس کو اعلانیہ ظاہر نہ کیا جائے، اس سے اس کی کمی ہے۔ جب بچہ اپنے چہرے میں قدم قریب قریب رکھے اور اسی سے درج الکتاب ہے جب کتاب کو ایک شئی کے بعد اس کی سے پیٹا ہے۔

③ (وَأَمَلْنَا لَهُمْ جَنَّةً مَّا كَانُوا يَكْفُرُونَ) یعنی میں ان کی زندگی ایسی کروں گا تاکہ وہ فرمانوں میں بڑھیں۔ میرا پکڑنا سخت مضبوط ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ مذاق اڑانے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ایک رات میں قتل کر دیا۔

أُولَئِكَ يَتَنَجَّوْنَ مَا بَصَّاحِبِهِمْ مِنْ جَنَّةٍ مَّا كَانُوا يَكْفُرُونَ ④ أُولَئِكَ يَنْظُرُونَ فِي مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ وَأَنْ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ قَدِ اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ فَبِئْسَ حَادِثَةٌ بَعْدَهُ يَوْمَئِذٍ ⑤ مَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ ⑥ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ⑦ يَسْتَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ⑧ قُلْ إِنَّمَا عَلَّمَهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ⑨ ثَمَّ لَتُفِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ⑩ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً ⑪ يَسْتَلُونَكَ

كَانَكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا عَلَّمَهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٨٧﴾

﴿تفہیم﴾ کیا ان لوگوں نے اس بات میں غور نہ کیا کہ ان کا جن سے سابقہ ہے انکو ذرا بھی جنون نہیں وہ تو صرف ایک صاف صاف (عذاب سے) ڈرانے والے ہیں اور کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا آسمانوں اور زمین کے عالم میں اور (نیز) دوسری چیزوں میں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور اس بات میں (بھی غور نہیں کیا) کہ ممکن ہے ان کی اجل قریب آچھنی ہو پھر قرآن کے بعد کوئی بات پر یہ لوگ ایمان لاویں گے جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اس کو کوئی راہ پر نہیں لاسکتا (پھر غم لا حاصل ہے) اور اللہ تعالیٰ ان کو انکی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا۔ آپ فرمادیتے ہیں کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر اس کو اللہ کے کوئی اور ظاہر نہ کرے گا وہ آسمان اور زمین میں بڑا بھاری حادثہ ہوگا (اس لئے) وہ تم پر محض اچانک آ پڑے گی وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں آپ فرمادیتے ہیں کہ اس کا علم خاص اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

﴿تفسیر﴾ ﴿١٨٤﴾ (أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِنْ جَنَّةٍ) قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو صفا پہاڑ پر کھڑے ہوئے اور قریش کے ہر قبیلہ کو اس کے نام سے پکارا، ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا تو ایک کہنے والے نے کہا کہ تمہارا یہ ساتھی مجنون ہے صبح تک یہی آوازیں لگاتا رہا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ آیت میں صاحب سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (إِنَّ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ) پھر ان کو ایسے غور و فکر پر ابھارا جو ان کو علم تک پہنچا دے۔

﴿١٨٥﴾ پس کہا (أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ) یعنی آسمان و زمین میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس میں غور و فکر کر کے اس کی وحدانیت پر استدلال کرو (وَأَنْ عَسَى أَنْ يَكُونَ قَدِ اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ) یعنی شاید کہ ان کا وعدہ قریب آ گیا ہو تو وہ ایمان لانے سے پہلے مرجائیں اور عذاب میں جا پڑیں۔ (فَبِأَيِّ حَدِيثٍ مَّ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ) یعنی قرآن کے بعد۔ مطلب یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کتاب لائے اس کے علاوہ کس کتاب کی تصدیق کریں گے حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی کتاب۔ پھر ان کے ایمان سے اعراض کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿١٨٦﴾ (مَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ ۗ وَيَذَرُهُمْ) اہل بصرہ اور عاصم نے یاء کے ساتھ اور راء کے رفہ کے ساتھ پڑھا ہے اور حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے یاء کے ساتھ اور راء کے جزم کے ساتھ اور راء کا جزم "یضلل" پر عطف کی وجہ سے ہوگا اور باقی حضرات نے نون کے ساتھ اور راء کے رفہ کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ نئی کلام ہے۔ (فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ) اپنی سرکشی میں متردداور متحیر ہیں۔

﴿١٨٧﴾ (يَسْتَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا) قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ بے شک ہمارے اور تمہارے درمیان رشتہ داری ہے ہمیں یہ بتادیں کہ قیامت کب ہوگی؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل

فرہنی (بِسْتَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ) قیامت کے بارے میں (لَقُلْ إِنَّمَا عَلَّمْتُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَالَيْهَا إِلَّا هُوَ . ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ) اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس کو اس کے وقت پر وہ بھاری بات ہے آسمانوں اور زمینوں میں۔ اس کا علم بھاری ہے اور اس کا معاملہ آسمان اور زمین والوں پر غلطی ہے اور ہر غلطی چیز کھیل ہے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ جب قیامت آئے گی تو آسمانوں اور زمین والوں پر بھاری ہوگی۔

(لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَعْنَةٌ) آپ تک غفلت کی حالت میں آئے گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت ضرور قائم ہوگی۔ دو آدمیوں نے اپنے کپڑے پھیلائے ہوئے ہوں گے نہ ان کی بیچ برسیں گے اور ان کو پیٹ سکیں گے اور ابیت قیامت قائم ہوگی کہ ایک آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ لے کر گیا ہوگا اس کو پی نہ سکے گا اور قیامت قائم ہوگی کہ اپنے خوش نویپ رہا ہوگا تو اس میں پانی نہ ڈال سکے گا اور قیامت قائم ہوگی کہ آدمی نے اپنا قدم نہ کی طرف اٹھایا ہوگا اس کو نہ نکلتے گا۔ (بِسْتَلُونَكَ كَأَنَّكَ خَفِيٌّ عَلَيْهِمَا) یعنی اس کو جانتے ہیں۔ یہ مشتق ہے ان کے قول "أَحْسِبُ أَنَّ السَّمْعَةَ" سے یہ اس وقت ہو جاتا ہے جب کوئی کس چیز کے سوال میں مبالغہ کرے یہاں تک کہ اس کو جان لے (لَقُلْ إِنَّمَا عَلَّمْتُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ) کہ اس کا علم اللہ کے پاس ہے اس لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال نہ کرتے ہیں۔

قُلْ لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ . وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَاسْتَكْفُرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ① هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّيَا حَمَلًا خَفِيضًا فَسُرَّتْ بِهِ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَعَوَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْنَا صَالِحًا لَنُكَوِّنَنَّ مِنَ الشَّكْرِينَ ②

① آپ بہت جتنے۔ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع (کھربانی کے حاصل کرنے) کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ ہی ضرر (کھربانی کے نفع کرنے) کا کھرتا ہوں جتنا خدا تعالیٰ نے چاہا اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی حضرت بنی مجھ پر واقع نہ ہوتی میں تو محض (احکام شرعیہ بتلا کر ثواب کی) بشارت دینے والا اور (عذاب سے) ڈرانے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں وہ اللہ ایسا (قادر و متعم) ہے جس نے تم کو ایک تن واحد (آدمی) سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا (یعنی حوا) تاکہ وہ اس (اپنے جوڑے) سے انیس حاصل کرے پھر جب میاں نے بی بی سے قربت کی تو اس کو حمل رو گیا ہا کا سا سودہ اس کو لئے ہوئے چستی پھرتی رہی۔ پھر جب وہ پوجھل ہوئی تو دونوں میاں بی بی اللہ سے جو ان کا مالک ہے دعا کرنے لگے کہ اگر آپ نے ہم کو صحیح سالم اور دیدی تو ہم خوب شکر گزاری کریں گے۔

تفسیر ⑩ (قُلْ لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اہل مکہ کہنے لگے اے محمد! آپ کا رب آپ کو ستے ریٹ کا ریٹ بڑھنے سے پہلے نہیں بتاتے کہ آپ علیہ السلام غلہ خرید کر ریٹ بڑھنے کے بعد نفع کمائیں اور اس زمین کا بھی نہیں بتاتا جو خشک ہونے لگی ہے تاکہ آپ علیہ السلام اس سے کوچ کر کے خوشحال زمین کی طرف چلے جائیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (آپ کہہ دیں کہ میں مالک نہیں اپنی جان کے بھلے کا) یعنی اپنی ذات کے لیے نفع حاصل کرنے پر قادر نہیں ہوں کہ تجارت میں نفع حاصل کر لوں اور نہ نقصان کا مالک ہوں کہ زمین کے بخر ہونے سے پہلے وہاں سے چلا جاؤں مگر جو اللہ چاہے کہ میں اس کا مالک بنوں (وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنِيَ السُّوءُ) یعنی اگر مجھے زمین کی ہریالی اور خشک سالی کا علم ہوتا تو میں قحط کے زمانہ میں بہت سا رامال جمع کر لیتا اور مجھے برائی نہ پہنچتی یعنی تکلیف، فقر، بھوک۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں اپنے لیے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں، یعنی ہدایت اور گمراہی کا مالک نہیں اور اگر غیب کا علم جانتا یعنی میں کب مروں گا تو میں خیر کو حاصل کر لیتا، یعنی نیک عمل کر لیتا اور مجھے برائی نہ پہنچتی۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں شر سے بچتا اور بعض نے کہا ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں جانتا کہ کب قیامت قائم ہوگی تو میں تمہیں خبر دیتا تاکہ تم ایمان لے آتے اور تمہاری تکذیب سے مجھے برائی نہ پہنچتی (إِنِّي أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ) اس شخص کو جو میرے لائے ہوئے دین پر ایمان نہ لائے (وَبَشِيرٌ) جنت کی (لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ) یؤمنون یصدقون کے معنی میں ہے۔

⑪ (هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ) یعنی آدم علیہ السلام سے (وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا) یعنی حواء علیہا السلام (لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا) تاکہ اس سے انس حاصل کرے (فَلَمَّا تَغَشَّاهَا) یعنی جماع کیا (حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا) یہ نطفہ سے حمل کی ابتداء ہے کہ ابتداء میں عورت پر ہلکا ہوتا ہے (فَمَرَّتْ بِهِ) یعنی اس حمل کے ساتھ چلتی پھرتی اٹھتی بیٹھتی رہی، کوئی بوجھ محسوس نہ ہوا (فَلَمَّا أَثْقَلَتْ) یعنی بچہ اس کے پیٹ میں بڑا ہو گیا اور اپنے حمل سے بوجھل ہو گئی اور اس کی ولادت قریب ہو گئی۔

(دَعَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا) یعنی آدم علیہ السلام اور حواء علیہا السلام نے (لَيْسَ اثْنًا صَلَاحًا) یعنی ہمارے جیسا تندرست بچہ (لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ) مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت حواء علیہا السلام کو حمل ہوا تو ابلیس انسانی شکل میں ان کے پاس آیا تو کہنے لگا آپ کے پیٹ میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا مجھے نہیں پتہ۔ تو وہ کہنے لگا کہ مجھے ڈر ہے کہ یہ کوئی درندہ یا کتیا خنزیر نہ ہو اور یہ بھی پتہ نہیں کہ یہ نکلے گا کہاں سے اگر پیچھے سے نکلا تو تجھے مار دے گا یا منہ سے نکلے گا یا پیٹ پھاڑ کر تو حضرت حواء علیہا السلام کو اس کی باتوں سے خوف آیا تو انہوں نے یہ باتیں آدم علیہ السلام کو بتائیں تو وہ دونوں اس فکر میں لگ گئے۔ پھر وہ دوبارہ آیا اور کہنے لگا کہ میرا اللہ کے ہاں مرتبہ ہے اگر میں اللہ سے دعا کروں کہ اس کو تندرست بنا دے تو دعا قبول ہوگی اور بچہ آسانی سے پیدا ہو جائے گا۔ اس کے بدلے میں کیا تو اس کا نام عبدالحارث رکھ دے گی؟ ابلیس کا نام فرشتوں میں حارث تھا۔ حضرت حواء علیہا السلام نے یہ بات آدم علیہ السلام کو بتائی۔ انہوں نے کہا کہ شاید یہ وہی ساتھی ہے جس کو تو جانتی ہے ابلیس بار بار آتا رہا حتیٰ کہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیا۔ جب بچہ پیدا ہوا تو انہوں نے اس کا نام عبدالحارث رکھ دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

مردی ہے کہ حواء علیہا السلام کی آدم علیہ السلام سے جو اولاد ہوتی اس کا نام عبد اللہ، عبید اللہ، عبد الرحمن رکھتیں تو وہ بچے مر جاتے تو ان کے پاس ابلیس آیا اور کہا کہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری اولاد زندہ رہے تو اس کا نام عبد الحارث رکھو تو بچہ پیدا ہوا تو اس کا نام عبد الحارث رکھا تو وہ زندہ رہا اور حدیث میں ہے کہ ان دونوں کو ابلیس نے دو مرتبہ دھوکہ دیا۔ ایک مرتبہ جنت میں اور دوسری مرتبہ دُنیٰ میں۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کا بچہ پیدا ہوا انہوں نے عبد اللہ نام رکھا، اس سے پہلے بھی ان کا ایک عبد اللہ نام کا بچہ فوت ہو چکا تھا تو ابلیس نے آکر پوچھا کیا نام رکھا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا عبد اللہ تو اس نے کہا تمہارا کیا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بند کو تمہارے پاس چھوڑ دیں گے؟ اللہ تو اس کو اپنے پاس بلا لیس گے، میں تمہیں ایک نام بتاتا ہوں جس سے بچہ زندہ رہے گا تو اس کا نام عبد اللہ رکھو، پہلا قول زیاد صحیح ہے۔

فَلَمَّا اتَّهَمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا اتَّهَمَا لَعَلِّي اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ سو جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو جمع کر لیا اور اولاد دیدی تو اللہ کی دلی ہوئی چیز میں دو دونوں اللہ کے شریک قرار دینے کے ساتھ پاک بنے ان کے شریک۔

تفسیر بعض نے کہا کہ آیت میں یہود و نصاریٰ مراد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد دی تو ان کو یہودی اور نصرانی بنا دیا۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غرض مراد ہیں کہ انہوں نے اپنی اولاد کا نام عبد العزیز اور عبد الملات اور عبد منانہ رکھا اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ تمام مخلوق مٹی سے ہے۔ اپنے قول "خلقکم" کے ساتھ یعنی ہر ایک کو اس کے باپ سے پیدا کیا اور اس سے اس کی ذوی بنائی یعنی اس کی جنس سے اس کی بیوی بنائی اور یہ حسن رحمہ اللہ کا قول ہے۔ اگر اسلاف میں سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، عبید بن مسیب اور مفسرین رحمہم اللہ کی ایک جماعت کا یہ قول نہ ہوتا کہ یہ آیت آدم و حوا علیہما السلام کے بارے میں ہے۔

﴿فَلَمَّا اتَّهَمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا اتَّهَمَا﴾ ان مدینہ اور ابو بکر رحمہم اللہ "بشر نکا" شین کے کسرہ اور تائین۔ ساتھ پڑھا ہے بمعنی شریک۔ ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں بعض حصہ اور باقی حضرات نے شرکاء شین کے ضمہ اور الف مدیہ کے ساتھ پڑھا کہ شریک کی جمع ہے یعنی ابلیس مراد ایک ہے لیکن صیغہ جمع کا استعمال کیا ہے۔ یعنی اس کا شریک بتایا جب بچہ کا نام عبد الحارث رکھا، یہ عبادت میں شریک کرتا نہیں تھا اور نہ ہی حارث آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کا رب تھا کیونکہ آدم علیہ السلام نبی تھے اور شرک سے معصوم تھے لیکن ان کا مقصد یہ تھا کہ حارث بچہ کی نجات کا سبب ہے اور عبد کا لفظ ناجزی کے لیے بھی بولا جاتا ہے، جبکہ اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ یہ اس کو معبود مانتا ہے جیسے کسی کا مہمان آئے تو وہ تو وضع میں خود کو عبد النصف کہتا ہے تو یہ طلب نہیں کہ مہمان کو معبود مان لیا ہے۔ اسی طرح یوسف علیہ السلام نے عزیز معر کو کہا "ذبی" تو یہ مراد نہیں تھی کہ وہ ان کا معبود ہے (لَعَلِّي اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ) بعض نے کہا کہ یہ نئی کلام ہے اس سے مراد اہل مکہ کا شرک کرتا ہے اور اگر ما قبل سے تعلق ہو تو بھی معنی لھیک ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کے لیے بہتر یہ تھا کہ وہ شرک فی الاسم بھی نہ کرتے اور آیت کی تفسیر میں ایک اور قول یہ ہے کہ اس سے اولاد آدم علیہ السلام کے تمام مشرکین مراد ہیں۔ یہی حسن اور عکرمہ رحمہم اللہ کا قول

ہے۔ اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ تم نے اپنی اولاد کو شریک بنا دیا ہے تو یہاں اولاد کا لفظ محذوف ہے۔ اور ان دونوں کو ان کا قائم مقام بنا دیا گیا ہے جیسا کہ آباء کے فعل کی نسبت ابناء (اولاد) کی طرف کی ہے ان کو عار دلانے کے لیے یا ان آیات میں اور فرمایا ”ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ“ اور ”وَإِذ قَتَلْتُمْ نَفْسًا“ اس سے ان یہود کو خطاب کیا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے حالانکہ یہ کام تو ان کے آباء نے کیا تھا۔

أَيُّ شَرِّ كُفْرٍ مَّا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلِقُونَ ﴿١٩١﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهَا نَصْرًا وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ

﴿١٩٢﴾ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُواكُمْ سَوَاءَ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ ﴿١٩٣﴾ إِنْ

الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادًا أَمْثَلُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٩٤﴾

﴿ترجمہ﴾ کیا ایسوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو نہ بنا سکیں اور (بلکہ) وہ خود ہی بنائے جاتے ہوں اور وہ ان کو کسی قسم کی مدد (بھی) نہیں دے سکتی اور (اس سے بڑھ کر یہ کہ) وہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے اور (اس سے بھی بڑھ کر سنو کہ) اگر تم ان کو کوئی بات بتلانے کو پکارو تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں (بہر حال) تمہارے اعتبار سے دونوں امر برابر ہیں خواہ تم ان کو پکارو اور یا تم خاموش رہو واقعی تم خدا کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں سو تم ان کو پکارو (اور) پھر ان کو چاہئے کہ تمہارا کہنا کر دیں اگر تم سچے ہو۔

﴿تفسیر﴾ ﴿١٩١﴾ (أَيُّ شَرِّ كُفْرٍ مَّا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا) یعنی ابلیس اور بتوں کو (وَهُمْ يُخْلِقُونَ) یعنی وہ خود مخلوق ہیں۔

﴿١٩٢﴾ (وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهَا نَصْرًا) یعنی بت اپنا کہنا ماننے والوں کی مدد نہیں کر سکتے (وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ) حسن

رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی ان کو توڑنا چاہے تو وہ اپنے سے اس کو دور نہیں کر سکتے۔ پھر مومنین کو خطاب کر کے فرمایا۔

﴿١٩٣﴾ (وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ) اگر تم مشرکین کو اسلام کی طرف بلاؤ (لَا يَتَّبِعُواكُمْ) نافع رحمہ اللہ نے تخفیف کے

ساتھ پڑھا ہے اور اسی طرح ”يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ“ شعراء میں پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے دونوں میں شد کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ دونوں فصیح لغتیں ہیں۔ کہا جاتا ہے ”تبعه تبعاً واتبعه اتباعاً“ (سَوَاءَ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ) ان کو پکارنے سے وہ ایمان نہ لائیں گے۔

جیسا کہ فرمایا ہے ”سواء عليهم أأنذرتهم أم لم تنذرهم لا يؤمنون“ اور بعض نے کہا ہے کہ اگر تم ان بتوں کو

ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ تمہاری پیروی نہ کریں گے اس لیے کہ وہ عقل نہیں رکھتے۔

﴿١٩٤﴾ (إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ) یعنی بتوں کو (عِبَادًا أَمْثَلُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ

صَادِقِينَ) کہ کیا وہ معبود تمہاری طرح مملوک ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ تمہاری طرح مسخر ہیں۔ یعنی وہ مسخر اور تابع کیے گئے ہیں

اس کام کے لیے جو ان سے مراد ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”عباد امثالکم“ سے فرشتے مراد ہیں اور یہ خطاب فرشتوں

کی عبادت کرنے والی تو سزا کو ہے اور پہلا قول صحیح ہے۔ پھر ان کی عاجزی بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

الْيَوْمَ أَرْجُلٌ يَّمْشُونَ بِهَا أَمْ لَيْسَ أَيْدِي يَبْطِشُونَ بِهَا أَمْ لَيْسَ أَعْيُنٌ يَّبْصُرُونَ بِهَا أَمْ لَيْسَ أذَانٌ يَّسْمَعُونَ بِهَا قُلْ اذْعُوا شُرَكَاءَ كُمْ ثُمَّ كِيدُوا فَلَا تَنْظُرُونَ ﴿٣٥﴾ إِنَّ وَلِيَّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿٣٦﴾ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ نَضْرِكُمْ وَلَا انْتَسِبُهُمْ يَنْظُرُونَ ﴿٣٧﴾ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَى لَا يَسْمَعُوا وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿٣٨﴾ خُذِ الْعَنْوَرِ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴿٣٩﴾

﴿٣٥﴾ بیان کے پاؤں ہیں جن سے وہ پھرتے ہوں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے کسی چیز کو تھامیں یا ان کے آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ تم اپنے سب شرکاء کو بددعا دینے کی ضرورت نہیں کی تم یہ برا بھلا جو ذرا بہت مت دو یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ (خود) نیک بندوں کی مدد کیا کرتا ہے اور تم جن لوگوں کی خدا کو پھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں اور ان کو اگر کوئی بات بتانے کو پکارو تو اس کو نہ سنیں اور ان کو آپ دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کو میسر ہے میں اور وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے سرسری برتاؤ کو قبول کر لیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کر دیا کیجئے اور جن سے ایک شکر ہو جیسا کیجئے۔

﴿٣٦﴾ (اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ) ابونا نے یہاں اور سورۃ القصص اور دخان میں یہ بات پیش کی ہے اور باقی احکامات نے جان کی زیر کے ساتھ (أَمْ لَيْسَ أَعْيُنٌ يَّبْصُرُونَ بِهَا أَمْ لَيْسَ أذَانٌ يَّسْمَعُونَ بِهَا) اس لیے ہے کہ مخلوق کی قدرت ان اعضاء اور آلات کے ذریعے ہے اور بتوں کے تو یہ آلات ہی نہیں ہیں تو ان بتوں سے تو تم خود افضل ہو گے پتے کے سے پاؤں اور پکڑنے کے لیے ہاتھ اور دیکھنے کے لیے آنکھیں اور سننے کے لیے کان ہیں تو تم ان کی عبادت کرتے ہو جن سے تم افضل ہو اور تمہاری قدرت ان سے زیادہ ہے؟ (قُلْ اذْعُوا شُرَكَاءَ كُمْ) اے مشرکوں کی عبادت (لَمْ كِيدُوا) تم اور وہ مل کر (فَلَا تَنْظُرُونَ) میری برائی میں جلدی کرو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تم ان کی عبادت کرو کیا وہ تمہیں ثواب دیں گے یا تمہیں جزا دیں گے اگر تم سچے ہو کہ تمہارا ان کے ہاں نفع ہے۔

﴿٣٧﴾ (إِنَّ وَلِيَّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ) یعنی قرآن کہ اس نے میری مدد کی کتاب اتار کر (وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ کے برابر کسی کو نہیں کرتے تو اللہ اپنی مدد سے ان کی حمایت کرتا ہے ان کے دشمنوں کی دشمنی ان کو نقصان نہیں دیتی۔

①۹۷ (وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ)

①۹۸ (وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَسْمَعُوا) یعنی بت و تراہم اے محمد یَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ

وہ بتوں کی طرف دیکھتے ہیں (وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ) یہاں حقیقتاً دیکھنا مراد نہیں ہے کہ مقابلہ مراد ہے عرب کہتے ہیں داری تنظیر الی دارک یعنی اس کے مقابل ہے اور بعض نے کہا ہے و تراہم یَنْظُرُونَ إِلَيْكَ یعنی گویا کہ وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول (وتروی الناس سکاری) ہے یعنی گویا کہ وہ نشہ میں ہیں یہ مفسرین کا قول ہے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین نہ سنتے ہیں اور نہ اپنے دل سے اس کو سمجھتے ہیں اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ آنکھوں سے تو آپ کو دیکھتے ہیں لیکن اپنے دل سے نہیں دیکھتے اور سمجھتے۔

①۹۹ (خُذِ الْعَفْوَ) عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ لوگوں کے اخلاق سے چشم پوشی کریں اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی لوگوں کے اخلاق میں چشم پوشی کریں اور ان کے اعمال کو بغیر تجسس کے قبول کر لیں۔ مثلاً عذر کو قبول کرنا اور عفو چشم پوشی اور اشیاء کی تفتیش کو چھوڑنا۔ روایت کیا گیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو کہا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا جب تک اللہ تعالیٰ سے پوچھ نہ لوں کچھ نہیں جانتا، پھر لوٹے اور کہا کہ بے شک آپ کا رب آپ کو حکم دے رہا ہے کہ جو آپ علیہ السلام سے رشتہ توڑے اس سے جوڑیں اور جو آپ کو محروم کرے اس کو دیں اور جو آپ سے ظلم کریں اس کو معاف کریں۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، سدیی، ضحاک اور کلبی رحمہما فرماتے ہیں یعنی جو اموال میں سے بچ جائے وہ لے لیں اور وہ عیال سے بچنے والا مال ہے اور یہی معنی ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان ”یسألونک ماذا ینفقون قل العفو“ کا۔ پھر یہ آیت فرض صدقات سے منسوخ ہو گئی۔

(وَأْمُرُ بِالْعُرْفِ) یعنی ہر وہ کام جس کو شریعت نیک قرار دے اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عرف یعنی ”لا إله إلا الله“ کا حکم دیں (وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ) ابو جہل اور اس کے ساتھیوں سے۔ اس کو جہاد کی آیات نے منسوخ کر دیا ہے اور بعض نے کہا کہ جب کوئی جاہل آپ علیہ السلام پر کوئی حماقت کا کام کرے تو اس کو تلوار سے جواب نہ دیں جیسے دوسری جگہ فرمایا وَاذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا کہ جب ان سے جاہل مخاطب ہوتے ہیں تو وہ سلام کہتے ہیں۔ ابو جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عہدہ اخلاق کا حکم دیا ہے اور قرآن میں اس آیت سے زیادہ جامع آیت مکارم اخلاق کے بارے میں نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحش گو نہ تھے اور نہ تکلف سے فحش گوئی کرتے تھے اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے تھے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے لیکن معافی اور درگزر سے کام لیتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے عہدہ اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے اور اچھے افعال کو مکمل کرنے کے لیے۔

وَأَمَّا نَزْعُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنْهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَافٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ ﴿١١﴾

﴿تذکرہ﴾ اور آپ کو کوئی دوسرا شیطان کی طرف سے آنے لگا تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

﴿تفسیر﴾ (وَأَمَّا نَزْعُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ) شیطان کا نزع اس کا دوسرا ہے۔ زجان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نزع کی نسبت آدمی کی طرف ہو تو تھوڑی سی حرکت اور شیطان کی طرف ہو تو تھوڑا سا دوسرا کا معنی ہوتا ہے۔ عبدالرحمن بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت "اخذ العفو" نازل ہوئی تو آپ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ عفو بھی تو ہے تو یہ آیت نازل ہوئی (وَأَمَّا نَزْعُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ) فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنْهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٠﴾

﴿١١﴾ (إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَافٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ) ابن کثیر، المل بحوالہ صحابی رحمہ اللہ نے "طائف" پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے (طائف) اور ہمزہ کے ساتھ اور یہ دو لغتیں ہیں جیسے میت اور مات اور ان دونوں کا معنی دو چیز جو تجھے آٹھیف پہنچائے اور ایک قوم نے ان دونوں کے درمیان فرق کیا ہے۔ ابو عمرو رحمہ اللہ فرماتے ہیں (الطائف) جو کسی چیز کے ارد گرد پھیرا گئے اور "الطائف" دوسرے اور بعض نے کہا ہے الطائف جو شیطان کی طرف سے آئے اور "الطائف" بس لڑنا اور چونکا لگانا۔ "تذکرہ" انہوں نے پہچانا۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں دو شخص جو غصہ میں ہو پھر اللہ تعالیٰ کی یاد آئے تو وہ غصہ پر ضبط کر لے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں آدمی گناہ کا پختہ ارادہ کر لے، پھر اللہ کی یاد آئے تو اس کو تھوڑا ہے۔ "فإذا هم مبصرون" یعنی اپنی غلطیوں کی جگہ غور و فکر سے دیکھتے ہیں۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب جھگڑتے ہیں تو پسترتے ہیں۔ چونکہ گئے پھر اسی وقت ان کو سوجھ آ جاتی ہے (مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بے شک تمہی جب ان کو شیطان تھیلے تو فوراً پہچان لیتا ہے کہ یہ گناہ ہے تو سمجھ کر اللہ کی مخالفت سے بچ جاتا ہے۔

وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ﴿١٢﴾ وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِمْ بَايَةٌ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ذُقِلْنَا إِنَّمَا اتَّبَعْنَا مَا يُلْوِيهِ الْغَيِّ مِنَ رَبِّي هَلَّا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ وَهَدَىٰ وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١٣﴾ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٤﴾

﴿تذکرہ﴾ اور جو شیاطین کے تابع ہیں وہ ان کو گمراہی میں کھینچے چلے جاتے ہیں پس وہ باز نہیں آتے اور جب آپ کوئی عجز وان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ عجز کیوں نہ لائے آپ فرمادیتے کہ میں اس کا اتباع

کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا گیا ہے یہ (گویا) بہت سی دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم پر رحمت ہو۔

﴿وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ﴾ یعنی شیطانوں کے بھائی مشرکین میں سے ان کو شیطان کھینچتا ہے۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر کافر کا ایک شیطان بھائی ہے (فِي الْغَيِّ) یعنی ان کے لیے گمراہ کرنے کو طلب کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اس پر جاری رہتے ہیں اور بعض نے کہا ہے ان کو گمراہی میں زیادہ کرتے ہیں اور اہل مدینہ نے ”یمدونہم“ یاء کے پیش اور میم کی زیر کے ساتھ امداد سے پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے یاء کے زبر اور میم کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ دو لغتیں ہیں لیکن معنی ایک ہے۔ (ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ) یعنی رکتے نہیں ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نہ انسان اپنے برے اعمال سے رکتے ہیں اور نہ شیاطین ان کو گمراہ کرنے سے رکتے ہیں۔ اس صورت میں ”ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ“ مشرکین اور شیاطین سب کا فعل ہوگا۔ ضحاک اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ مشرکین گمراہی سے نہیں رکتے اور نہ سمجھ رکھتے ہیں بخلاف مومنین کے کہ ان کو نصیحت کی جائے تو چونک جاتے ہیں اور ان کو سمجھ آ جاتی ہے۔

﴿وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِمْ بَآيَةٌ﴾ یعنی جب مشرکین کے پاس کوئی نشانی نہ آئے۔ تو کہتے ہیں کیوں نہ چھانٹ لایا تو نے اس کو اپنی طرف سے اور اپنے اختیار سے کیوں نہ کیا؟ عرب کہتے ہیں ”اجتبت الكلام“ جب تو اس کو گھڑ لے۔ تو کچھ اپنی طرف سے (کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ ضد کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نشانیوں کا مطالبہ کرتے تھے جب آپ تاخیر کرتے تو وہ کہتے کہ اپنی طرف سے کیوں نہیں ایجاد کر لیتے؟) (قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا طَقْلٌ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُؤَخِّي إِلَيَّ مِنْ رَبِّي هَذَا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ) (قل) کہہ دیجئے اے محمد (انما اتبع ما يوحي الي من ربي هذا بصائر من ربكم) اس کا واحد بصیرت ہے۔ اس کا اصل معنی شے کا ظاہر اور پختہ ہونا تا کہ اس کو انسان دیکھ لے اور اس کے ذریعے رہنمائی حاصل کر لے (وَهْدَى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ)

﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ اس آیت کے سبب نزول میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ یہ آیت نماز میں قرأت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

آیت کا شان نزول

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز میں اپنی ضروریات کی گفتگو کر لیتے تھے۔ پھر ان کو خاموش رہنے اور قرآن کی قرأت کو توجہ سے سننے کا حکم دیا گیا اور ایک قوم نے کہا ہے کہ یہ آیت امام کے پیچھے اونچی آواز سے قرأت چھوڑنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں آوازوں کو بلند کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ کھن رومہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز میں جب سنت اور جہنم کی آیت سنتے تو آوازوں کو بلند کرتے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے چند لوگوں کو سنا کہ وہ امام کے ساتھ قرأت کرتے ہیں جب نماز ختم ہوئی تو فرمایا، کیا تمہارے کچھنے کا وقت نہیں آیا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان کا برسنا اور غاموش رہو۔ یہاں تک کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے تکمیر دینے اور یہ حسن اور زہری اور نضجی زہما اللہ کا قول ہے کہ یہ آیت نماز میں قرأت کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ، ابن ماجہ اور ابوداؤد نے روایت فرماتے ہیں کہ یہ آیت خطبہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ امام کے جمعہ کے خطبہ کو سننے کے لیے غاموش ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت فطرہ اور جمعہ کے دن غاموش ہونے کے بارے میں ہے اور جن نمازوں میں امام جہرا کرتا ہے اور محمد بن عبدالعزیز رومہ اللہ فرماتے ہیں ہر واعظ کے قول کے لیے غاموش ہونا ہے اور پہلے تو ان سب میں بہت ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ آیت نماز میں قرأت کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس لیے کہ آیت میں ہے اور بعد میں اللہ عزوجل اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ امام کے خطبہ کے لیے غاموش ہونے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو اپنے خطبہ کے دوران غاموش ہو جا تو توں غوکا مریا اور اہل حرم کا اختلاف ہے کہ امام کے پیچھے نماز میں قرأت کا یہ ٹکڑا ہے اللہ عزوجل سے کہ یہ اللہ عزوجل سے کہ امام جہرا قرأت کر رہا ہو یا "مسراً" یہی بات حضرت عمر، عثمان، علی، ابن عباس رضی اللہ عنہم اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی امام اوزاعی اور امام شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے بعض حضرات کا۔ قول یہ ہے کہ جن نمازوں میں امام جہرا قرأت کرتے ان میں مقتدی بھی قرأت کرے اور جن میں امام جہرا قرأت کرے ان میں نہ کرے یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یحییٰ عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہ اور قاسم بن محمد رحمہم اللہ کا قول ہے اور امام زہری، امام مالک، ابن ماجہ، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت فرمائی کہ مقتدی بالکل قرأت نہ کرے خواہ امام جہرا قرأت کر رہا ہو یا نہ کرے یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ان کے سفیان ثوری رحمہم اللہ اور اصحاب رائے قائل ہیں۔ جو حضرات امام کے پیچھے قرأت و جہرا نہیں سمجھتے وہ اس آیت کے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں اور جنہوں نے قرأت کو اللہ عزوجل سے روکتے ہیں۔ یہ آیت فاتحہ کے علاوہ قرآن کے بارے میں ہے اور مقتدی جب فاتحہ پڑھے تو امام کے سکتوں کی اتباع کے لیے یعنی امام جب غاموش ہو تو وہ پھر فاتحہ پڑھے اور قرأت میں امام نے جھکنا نہ کرے۔ اس پر دلیل عباد بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح کی نماز پڑھائی تو آپ پر قرأت جو تھیں ہوئی جب نماز ختم ہوئی تو آپ نے صحیح کی نماز پڑھی اور انہوں نے فرمایا یہ اخیال ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو تو ہم نے عرض کیا ان اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی اللہ ہی تمہارا آپ صلیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو مگر امام قرآن کیونکہ جو اس کو نہ پڑھے تو اس کی نماز ہی نہیں ہے۔

وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُؤْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ
وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ②۰۵

﴿تذکرہ﴾ اور (آپ ہر شخص سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ) اے شخص اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام (یعنی علی الدوام) اور اہل غفلت میں شمار مت ہونا۔
②۰۵ (وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُؤْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آیت میں ذکر سے نماز میں قرأت کرنا مراد ہے۔ یعنی آہستہ اپنے دل میں قرأت کرے اور دون الجہر سے مراد یہ ہے کہ جہری نماز میں بھی بہت زیادہ آواز بلند نہ ہو بلکہ سکون کے ساتھ کچھ پست آواز ہو جو اپنے پچھلوں کو سنائی دے۔
مجاہد اور ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ دعا میں اس کی طرف آہ وزاری کریں اور سینوں میں اس کا ذکر کریں۔ آواز بلند کریں اور نہ دعا میں چغیں (بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ) یعنی صبح اور شام کو آصال کا واحد اصل ہے یہیں اور ایمان کی طرح یہ عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت۔

إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَ لَهُ يَسْجُدُونَ ②۰۶

﴿تذکرہ﴾ یقیناً جو (ملائکہ) تیرے رب کے نزدیک (مقرب) ہیں وہ اس کی عبادت سے (جس میں اصل عقائد ہیں) تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں (جو کہ طاعت لسانی ہے) اور اس کو سجدہ کرتے ہیں (جو کہ اعمال جوارج ہیں)

﴿تفسیر﴾ ②۰۶ (إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ) یعنی مقرب فرشتے (لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ) اس کو یاد کرتے ہیں اور پاکی بیان کرتے ہیں اور سبحان اللہ کہتے ہیں (وَهُ لَهُ يَسْجُدُونَ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابن آدم آیت سجدہ پڑھتا ہے اور سجدہ کرتا ہے تو شیطان اس سے جدا ہو کر رونے لگتا ہے اور کہتا ہے ہائے بربادی اس کو سجدہ کا حکم دیا گیا اس نے سجدہ کر لیا اس کو جنت ملے گی اور مجھے سجدہ کا حکم دیا گیا تو میں نے نافرمانی کی تو میرے لیے جہنم ہے۔ معدان سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ثوبان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ مجھے ایک ایسی حدیث بیان کریں جس کے ذریعے مجھے اللہ تعالیٰ نفع دیں تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو بندہ اللہ کے لیے سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سجدہ کے ذریعے اس کا ایک درجہ بلند کر دیتے ہیں اور اس سے ایک گناہ مٹا دیتے ہیں۔

سُورَةُ الْاَنْفَالِ

یہ سورہ آمدنی ہے اور اس کی پہلے آیت ہیں۔ بعض نے کہا سات آیات مکی ہیں "واذ بعکربک الذین کفروا" سے آخر تک سات آیات یہ مدینہ میں نازل ہوئی تھیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ سات بھی مدینہ میں نازل ہوئی تھیں۔ کہ یہ واقعہ مدینہ میں پیش آیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۗ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرُّسُولِ ۗ فَاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ وَاصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۗ وَاطِيعُوا اللّٰهَ وَرِسُوْلَهُ ۗ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ ۝۱

﴿سورة﴾ شروع کرتا ہوں میں اللہ سے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔ یہ لوگ آپ سے (خاص غیظوں یا عصبانیت برتتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ یہ نعمتیں اللہ کی ہیں اور رسول کی ہیں سو تم اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور تم ایمان والے ہو۔

سورة الانفال کا شان نزول

﴿تفسیر﴾ ① (يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ) مفسرین نے یہاں اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے ان فوجیوں کو قید کیا تھا۔ جو اس جگہ آیا تو اس کے لیے مال غنیمت میں اتنا حصہ اور جس نے کسی کو قتل کیا تو اس کے لیے اتنا حصہ اور جس نے کسی کو قیدی بنایا تو اس کے لیے اتنا حصہ۔ جب دشمن سے مدد بھیڑ ہوئی تو جو جانوں نے جلدی کی اور بزرگ حضرات نے ثابت قدمی اٹھائی اور لوگوں کے چہرے جھنڈاؤں کی طرف تھے جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ تو جو جوان مطالبہ کرنے آئے تو بزرگ حضرات نے کہا کہ ہم تمہارے پیچھے احوال تھے اگر تمہیں پسائی ہوئی تو ہماری طرف لوٹتے تو اگلے مال غنیمت نہ مینا تو ابوالیہ بن عمر و انصاری رضی اللہ عنہ بنی سلمہ کے بھائی کہنے لگے کہ اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا کہ جس نے کسی کو قتل کیا تو اس کو اتنا حصہ اور جس نے قیدی بنایا تو اس کو اتنا حصہ ملے گا اور ہم نے ان سے ہار ڈالنے اور قیدی بنایا تو حضرات سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! جو

چیز یہ مانگ رہے ہیں اس سے ہمارے لیے نہ آخرت سے بے رغبتی رکاوٹ بنی اور نہ دشمن کا خوف۔ بس ہمیں یہ ناپسند ہوا کہ ہم آپ علیہ السلام کو صفوں میں اکیلا چھوڑ دیں کہ مشرکین کا کوئی گھڑ سوار آپ کو نقصان پہنچا جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں حضرات سے اعراض کیا تو سعید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک لوگ زیادہ اور مال غنیمت کم ہے۔ اگر آپ صرف ان لوگوں کو دیتے ہیں جن کا آپ علیہ السلام نے تذکرہ کیا تھا تو آپ علیہ السلام کے باقی ساتھیوں کے لیے کچھ نہیں بچتا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ”یَسْئَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ“ ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت پورے لشکر سے جمع کرنے کا حکم دیا تو مسلمانوں میں اختلاف ہوا جنہوں نے مال غنیمت دشمن کے لشکر سے جمع کیا تھا، انہوں نے کہا یہ ہمارا ہے کیونکہ آپ علیہ السلام پہلے یہ اعلان فرما چکے تھے کہ جس کے ہاتھ جو کچھ لگے وہ اس کا ہے اور جن حضرات نے لڑائی کی تھی انہوں نے کہا کہ اگر ہم نہ ہوتے تو تمہیں یہ نہ ملتا اور جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکیداری کی تھی، انہوں نے کہا کہ ہم بھی دشمن سے قتال اور مال غنیمت جمع کر سکتے تھے لیکن ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی دشمن کے حملہ سے تو تم ہم سے زیادہ حق دار نہیں ہو۔

مکحول رحمہ اللہ نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے انفال کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم اصحاب بدر کے بارے میں نازل ہوئی جب ہمارا مال غنیمت کی تقسیم میں اختلاف ہوا اور ہمارے اخلاق برے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ہم سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دے دیا تو آپ علیہ السلام نے اس کو ہمارے درمیان برابر تقسیم کیا تو اس میں اللہ کا تقویٰ اور اس کے رسول کی اطاعت اور باہمی معاملات کی درستگی بھی پائی گئی۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بدر کے دن میرا بھائی عمیر شہید ہوا اور میں نے سعید بن عاص بن امیہ کو قتل کیا اور اس کی تلوار لے لی اس کا نام ذوالکھیفہ تھا وہ مجھے بڑی اچھی لگی، میں اس کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ کو مشرکین سے شفا دی ہے۔ آپ مجھے یہ تلوار سبھہ کر دیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ نہ میری اور نہ تیری اس کو پھینک دے، میں نے اس کو مال غنیمت کے ڈھیر پر پھینک دیا اور واپس لوٹ گیا، اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ اپنے بھائی کی شہادت اور اس تلوار کے نہ ملنے کا مجھے کتنا غم تھا اور میں نے کہا کہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ تلوار اس شخص کو دیں جس پر میرے جیسی آزمائش نہیں آئی۔ میں تھوڑا ہی آگے گیا تھا کہ آپ علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے۔ آپ علیہ السلام پر یہ آیت نازل ہو چکی تھی۔ مجھے ڈر ہوا کہ میرے بارے میں کوئی حکم نہ اترتا ہو جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اے سعد! تو نے مجھ سے تلوار مانگی اس وقت مجھے اختیار نہ تھا اب مجھے اختیار ہے جا کر اس کو لے لو (قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ) وہ اس کو تقسیم کریں جیسے چاہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ مجاہد، عکرمہ اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت دوسری آیت ”وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ“ کی وجہ سے منسوخ ہو گئی ہے۔ اس وقت مال غنیمت کا اختیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو خمس کے ذریعے منسوخ کر دیا۔

اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ثابت ہے منسوخ نہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کہہ دیں کہ غیبت دنیا اور آخرت میں اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے ہے اس کو خرق کریں گے جہاں اللہ تعالیٰ آپ کو قسم دیں گے یعنی غیبت کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے اور اس غیبت کے معارف ”واعلموا انما غنمتم“ میں بیان کر دیتے ہیں (فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم) یعنی اللہ کا کہنا، ان کو اس سے ڈرو اور بھڑا اور مخالفت چھوڑ کر آپس میں صلح کرو (واطيعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مؤمنین)

لَمَّا الْمُؤْمِنُونَ الذِّكْرَ اللَّهُ وَجَلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تَلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَةُ رَبِّهِمْ

إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ① الذِّكْرَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ②

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ③

① ایمان (ایمان) اس ایمان والے کو ایسے ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب اُتر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان اور زیادہ (مضبوط) دلاتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں (اور) جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو پڑھایا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں (ہیں) بچے ایمان والے یہ لوگ ہیں۔ ان کے لئے بڑے درجے ہیں۔ سب سے پال اور (ان کے لئے) مغفرت ہے اور عزت کی روزی۔

تفسیر ② (ان کنتم مؤمنین) یعنی وہ لوگ مؤمن نہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں بچے

مؤمن تو وہ ہیں (لَمَّا الْمُؤْمِنُونَ الذِّكْرَ اللَّهُ وَجَلَّتْ قُلُوبُهُمْ) بخش نے کہا جب اللہ سے ڈرائے جائیں تو اس کے عذاب سے خوف سے شیش ہو جائیں (وَإِذَا تَلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَةُ رَبِّهِمْ إِيمَانًا) تمہاری اور یقین میں۔ عمیر بن حبیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وٹھاف صحابیت کا عمل ہے۔ ایمان کے لئے بھی کی اور زیادتی ہے۔ عرض کیا گیا اس کی زیادتی کیا ہے؟ تو فرمایا کہ جب تم اللہ کا ذکر اور اس کی عزت کرتے ہیں تو یہ ایمان کی زیادتی ہے اور جب ہم مغفرت کرتے ہیں تو یہ ایمان کی کمی ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے عائشہ بن سعدی و طرف سے فرمایا کہ ایمان کے فرائض، شرعی حدود اور سنن ہیں جو ان کو مکمل کر لے تو اس نے ایمان مکمل کیا اور ان کے ان میں نہ یہ تو ایمان بھی مکمل نہ ہوا (وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ) یعنی اپنے تمام امور اس کے سپرد کرتے ہیں اور ان پر اعتماد رکھتے ہیں ان کے لیے نہ وہی امید رکھتے ہیں اور نہ اس کے سوا کسی سے ڈرتے ہیں۔

③ (الذِّكْرَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ)

④ (أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا) ان عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کفر سے بڑی ہیں۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں

کہ ان کے ایمان میں وہی شک نہیں ہے۔ اس آیت میں دلیل ہے کہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ اپنے آپ کو مؤمن حق کہے اس

لیے کہ اللہ تعالیٰ نے صفت مخصوص صفات والے لوگوں کی بیان کی ہے اور ہر ایک میں یہ صفات پائی نہیں جاسکتیں۔ ابن ابی کح فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ کیا آپ مؤمن ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ اگر تو اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور آخرت کے دن اور جنت اور جہنم اور دوبارہ جی اٹھنے اور حساب پر ایمان رکھنے کے بارے میں پوچھ رہا ہے تو میں ان پر ایمان رکھتا ہوں اور اگر تو اس آیت کے بارے میں پوچھ رہا ہے ”انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ الخ“ تو مجھے معلوم نہیں کہ میں ایسا مؤمن ہوں یا نہیں۔ علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں تھے تو ہمیں ایک جماعت ملی تو ہم نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا ہم مؤمنین حق ہیں تو ہم ان کو کوئی جواب نہ دے سکے یہاں تک کہ ہماری ملاقات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو ان کے قول کی ہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو خبر دی تو آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم نے ان کو کیا جواب دیا؟ ہم نے کہا کچھ نہیں کہا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے ان کو یہ کیوں نہ کہا کہ کیا تم جنتی لوگ ہو؟ کیونکہ مؤمنین تو جنتی لوگ ہیں۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس کا گمان ہے کہ وہ عند اللہ مؤمن حق ہے پھر وہ اپنے جنتی ہونے کی گواہی نہیں دیتا تو وہ آدھی آیت پر ایمان لایا، آدھی پر نہیں لایا (لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ) عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنت کے درجے ہیں جن پر اپنے اعمال کے ذریعے چڑھیں گے۔ ربیع بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ستر درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان تیز رفتار گھوڑے کے ستر سال دوڑنے جتنا فاصلہ ہے (وَمَغْفِرَةٌ) ان کے گناہوں کی (وَرِزْقٌ كَرِيمٌ) اچھی یعنی جوان کے لیے جنت میں تیار کی گئی ہے۔

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ مَبِيتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكْرَهُونَ ⑤ يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ⑥

⑤ جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کے گھر (اور بستی) سے مصلحت کے ساتھ آپ کو (بدر کی طرف) روانہ کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گراں سمجھتی تھی۔ (اور) وہ اس مصلحت (کے کام) میں بعد اس کے کہ اس کا ظہور ہو گیا تھا (اپنے بچاؤ کے لئے) آپ سے (بطور مشورہ) اس طرح جھگڑ رہے تھے کہ گویا کوئی ان کو موت کی طرف ہانکے لئے جا رہا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں۔

⑤ (كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ مَبِيتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكْرَهُونَ) اس میں اختلاف ہے کہ باری تعالیٰ کے قول ”کما اخرجک ربک“ میں کاف کو لانے کی وجہ کیا ہے؟ مبردر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی اصل عبارت ”الانفال لله والرسول وان کرهوا کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان کرهوا“ ہے اور بعض نے کہا ہے اصل عبارت یہ ہے۔ انفال کے بارے اللہ کے حکم کو جاری کریں۔ اگرچہ وہ اس کو ناپسند کریں۔ جیسا کہ آپ علیہ السلام نے تجارتی قافلہ کی تلاش میں گھر سے نکلنے میں اللہ کے حکم کو جاری کیا تھا اور لوگ اس کو ناپسند کرتے تھے اور عکرمہ رحمہ اللہ

فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ سے ڈرو اور اپنے درمیان معاملہ کی اصلاح کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے گھر سے حق کے ساتھ نکالنا تمہارے لیے بہتر تھا۔ اگرچہ کچھ لوگوں نے اس کو ناپسند کیا تھا اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ جیسا کہ ایک فریق کے ناپسند کھنسنے کے باوجود آپ کے رب نے آپ کو گھر سے نکالا حق کے ساتھ اسی طرح وہ قتال کو ناپسند کرتے اور اس کے بارے میں بھڑکتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے قول "لہم درجات عند ربہم" کی طرف نوٹ رہا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے ان سے درجات کا وعدہ کرتا حق ہے اللہ تعالیٰ اس کو پورا کریں گے۔ جیسا کہ آپ علیہ السلام کو آپ کے گھر سے نکالنا حق کے ساتھ اور مدد کا میابی کا اپنا وعدہ پورا کیا اور بعض نے کہا ہے کہ کاف علی کے معنی میں ہے اس کی اصل عبارت یہ ہے۔ آپ علیہ السلام اس پر جوئی رہیں جس پر آپ کے رب نے آپ کو نکالا اور ابو عبیدہ فرماتے ہیں یہ قسم کے معنی میں ہے مجازاً۔ "واللہٰ اخرجک" اس لیے کہ "ما اللذی کی جگہ ہے اور اس کا جواب "بجاء لولیک" ہے اور اس پر قسم واقع ہوئی۔ اس کی تقدیر "بجاء لولیک واللہ الذی اخرجک ربک من بینک بالحق" ہے اور بعض نے کہا ہے کہ کاف "د" کے معنی میں ہے۔ اصل عبارت "واذا کرا اذا اخرجک ربک" ہے اور بعض نے کہا ہے اس اخراج سے مراد آپ علیہ السلام سے مدینہ کی طرف ہجرت ہے۔ اور ایک ہجرت اللہ ایمان کی راہ میں تھی) اکثر مفسرین کے نزدیک اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ سے بدر کی طرف ہجرت ہے۔ یعنی جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کو اپنے گھر مدینہ سے نکلنے کا حکم حق کے لئے۔ بعض نے کہا ہے ان کے ساتھ مشرکین کی تلاش کے لیے "ان لربفا من المؤمنین" ان میں سے۔ "لکارہون"

③ (بجاء لولیک فی الحق) آقا میں (بعد ماتبتین) اس کا پس منظر یہ ہے کہ مؤمنین کو جب لڑائی کا یقین ہو گیا تو یہ بات ناپسند یہ ہوئی اور سنبھلنے کے بہترین جانتے تھے کہ دشمن سے ٹکراؤ ہو گا تاکہ ہم بھی لڑائی کی تیاری کر لیتے ہم تو تجارتی قافلہ سے یہ نکلے تھے تو یہ ان کا بھڑکانا ہے اس بات کے خواہر ہونے کے بعد کہ آپ علیہ السلام وہیں کرتے ہیں جو آپ کو حکم دیا جا تا ہے (کائنات یسافرون الی الموت) ان کے قتال و سخت ناپسند کھنسنے کی وجہ سے (وہم یظنّون) اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ اصل عبارت یہ ہے کہ۔ "وان لربفا من المؤمنین لکارہون کائنات یسافرون الی الموت وہم یظنّون بجاء لولیک فی الحق بعد ماتبتین"

ان میں یہ زمانہ اندھا دہاتے ہیں ان مشرکین نے آپ علیہ السلام سے حق کے بارے میں بھڑکایا ہے۔ جب ان کو اسلام کی طرف بلایا جائے تو وہ موت کی طرف بلانے جارہے ہیں کیونکہ وہ اس کو ناپسند کرتے ہیں۔ "وہم یظنّون"

واذ یعدّکم اللہ احدى الطائفتین انہما لکم و تودّون ان غیر ذات الشوکیۃ تکون لکم

ویرید اللہ ان یحقّ الحقّ بکلمتہ ویقطع دابر الکفرین ①

① اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ تم سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے کہ وہ

تمہارے ہاتھ آ جاوے گی اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت (یعنی قافلہ) تمہارے ہاتھ آ جاوے اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اپنے احکام سے حق کا حق ہونا (عملاً ثابت کر دے) اور ان کافروں کی بنیاد (اور قوت) کو قطع کر دے۔

﴿وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ﴾

ابوسفیان کا تجارتی قافلہ اور عاتکہ بنت عبدالمطلب کا خواب

ابن عباس، ابن زبیر رضی اللہ عنہم، محمد بن اسحاق اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ابوسفیان شام سے قریش کا ایک تجارتی قافلہ لے کر آ رہا تھا اس میں چالیس آدمی قریش کے بڑے بڑے تھے ان میں عمرو بن عاص اور مخرمہ بن نوفل زہری بھی تھے۔ اس میں قریش کا بہت زیادہ تجارتی سامان تھا، جب وہ بدر کے قریب پہنچے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ علیہ السلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اطلاع دی کہ مال زیادہ ہے اور تعداد تھوڑی ہے اور فرمایا یہ قریش کا قافلہ ہے اس میں تمہارے مال ہیں تم نکلو شاید اللہ تعالیٰ اس کو تمہارے لیے مال غنیمت بنا دے تو لوگوں نے جلدی تیاری کی اور بعض نے تھوڑا سامان اٹھایا اور بعض نے زیادہ کیونکہ ان کو یہ خیال نہ تھا کہ آگے دشمن سے ٹکراؤ ہوگا، جب ابوسفیان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کی خبر سنی تو ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت پر پیغام پہنچانے کے لیے مکہ بھیجا کہ وہ قریش کو جا کر بتائے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کا مال لینے نکل پڑے ہیں۔

ضمضم بڑی تیزی سے مکہ کی طرف چلا، اس کے مکہ جانے سے تین دن پہلے عاتکہ بنت عبدالمطلب نے ایک خواب دیکھا جس کی وجہ سے گھبرا گئی اور اپنے بھائی عباس کو کہا کہ ایک خواب تجھے سناتی ہوں جس کی وجہ سے خوفزدہ ہوں لیکن تو کسی کو نہ بتانا مجھے ڈر ہے کہ تیری قوم پر کوئی شر اور مصیبت داخل ہونے لگی ہے انہوں نے کہا کیا خواب دیکھا ہے؟ تو عاتکہ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور وادی ابطح پر آ کر ٹھہر گیا، پھر بلند آواز سے چلایا سنو کوچ کرواے غدار قوم اپنے مرھٹ کی طرف تین دن میں۔ پھر میں نے دیکھا کہ لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو رہے ہیں، پھر وہ مسجد میں داخل ہوا اور لوگ اس کے پیچھے تھے۔ پھر وہ اس کے ارد گرد تھے وہ کعبہ کی چھت پر چڑھا اور پھر بلند آواز سے وہی اعلان کیا۔ پھر جبل ابی قیس پر گیا اور پھر وہی اعلان کیا، پھر ایک چٹان لے کر نیچے کی طرف پھینکی، جب وہ چٹان زمین پر گری تو ریزہ ریزہ ہو گئی اور مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں اس کی کنکری نہ گئی ہو تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم یہ تو واقعی بڑا عجیب خواب ہے تو اس کو چھپالے، کسی سے تذکرہ نہ کرنا۔ پھر عباس وہاں سے نکلے تو ولید بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس سے ملاقات ہوئی۔ یہ حضرت عباس کا دوست تھا، آپ نے وہ خواب اس کو سنایا اور چھپانے کا کہا اس نے اپنے باپ عتبہ کو سنایا پھر تو بات اتنی پھیل گئی کہ قریش اسی کی باتیں کرنے لگے۔

عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اگلے دن بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ ابو جہل بن ہشام قریش کی ایک جماعت میں بیٹھا تھا وہ لوگ عاتکہ کے خواب کی باتیں کر رہے تھے، جب ابو جہل نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا اے ابوالفضل جب طواف سے

ذرا غصہ ہو جاؤ تو ہرے پاس آنا۔ عباس کہتے ہیں جب میں حواریوں سے ذرا غصہ ہوا تو ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا تو ابو بکر نے کہا اسے مہذب کی اور یہ دلیل تم میں کب ظاہر ہوئی؟ میں نے کہا کون سی؟ کہنے لگا وہ خواب جو آٹھ گھنٹے سے دیکھا ہے۔ میں نے کہا کیا دیکھا ہے؟ تو وہ کہنے لگا کہ مہذب کی اور دیکھا کہ تم اپنے مردوں کے بھولنے سے نہیں بچتے، اس لیے تمہاری عورتیں بھی بھولی جاتی ہیں، آٹھ گھنٹے سے اپنے خواب کے مطابق یہ خیال کیا ہے کہ آنے والے دن تمہیں دن میں سوچا کرو، ہر تین دن وقفہ دوں گے کہ تمہیں نے ہو گیا ہے، جو اتنا ٹھیک ورنہ آ کر تین دن گزار کے اور ایسی کوئی بات نہ ہوئی تو ہر مہذب یہ سمجھتا ہے کہ تم عرب میں سب سے بھلا گھرانہ ہو۔

عباس کہتے ہیں کہ میرے پاس انکار کے سوا اور کچھ نہیں ہے، جب میں کلمہ آیا تو بنو مہذب کی عورتیں مجھے آ کر طعن کرتی رہیں کہ تم نے اس غیبت کی بات کی۔ یہ پہلے تمہارے مردوں کو تک کہتا تھا اب تمہاری عورتوں کو ذلیل کرتا چاہتا ہے کیا تمہارے پاس یہ بات نہیں ہے میں نے کہا اب انہوں نے ایسا کچھ کیا تو میں اس کو کافی ہو جاؤں گا۔

ضمیمہ بن عمرو کا مکہ والوں کو خطرے سے آگاہ کرنا

قیام کے دن حضرت عباسؓ نے مکہ کی طرف سفر میں پتے کے اس کے ایک بے بنیاد بات کیوں کی تو اتنے میں ضمیمہ بن عمرو کی آواز آئی اور اپنے اہل بیت پر بیڑا اتار کر ہاتھ اپنے اہل بیت کی تاک کاٹ دی اور اپنے کچھ دو کو اہل بیت دیا اور اپنی قبیلے میں پھرتی ہوئی تھی اور ہر جگہ آتش باکروں اور تمہاروں ہو بولتے تھے کہ پاس ہے محمد اس کے درپے ہیں میرا نہیں خیال کہ تم اس تک پہنچ سکو، وہ آٹھ گھنٹے کے بعد ان سے تیار رہی اور قریش کے سرداروں میں سے کوئی پہنچ نہ رہا سوائے ابولہب کے وہ پہنچ گیا اور اپنی قبیلہ میں ان ہشام بن مغیرہ کو بھیج دیا۔ جب آتش پھیلنے لگی تو ان کو یاد آیا کہ ان کے اور بنو بکر بن عبد مناف بن کنانہ بن سہیل بن ایشیہ ہے تو وہ آپس میں کہنے لگے کہ ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہمارے پہنچے تو ہمارے گردیں تو قریب تھا۔ اور وہاں پھرتے تو یمن کے قبائل بنو سہیل بن ایشیہ کی نظر میں آیا۔ یہ سراقہ بنو بکر کے معزز لوگوں میں سے تھا اور کہنے لگا میں تمہیں پہنچاتا ہوں۔ تمہارے پہنچنے کو پہنچاؤں تو تمہاری عمر نہ کریں گے تو وہ بعد ان سے روانہ ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ یمن کی طرف روانہ ہوئے اور ان کے بعد تین روز۔ جب آپ علیہ السلام وادی ذوقرہ پر پہنچے تو آپ علیہ السلام کے پاس قریش کے پھرتے و خیر پہنچنے کے وہ اپنے قافلہ کا دفاع کرنے آ رہے ہیں تو آپ علیہ السلام وہاں سے نکل پائے۔ مقداد بن اسود پہنچے تو ان کا ایک جاسوس پانچواں اور اس سے ساری خبر لی اور آپ علیہ السلام بھی انصار کے حلیف میں سے عبد اللہ بن اسود کو جاسوس بنا کر بھیج چکے تھے۔ یہ ہمیں قبیلہ کے شخص تھے تو یہ بھی خبریں لائے تجارتی قافلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکل گیا تو جبریل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام سے دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کیا تھا یا تو قافلہ یا قریش اور تجارتی قافلہ ان کو پسند تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ اور صحابہ کرام کی جانثاری

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مشورہ کیا کہ تجارتی قافلے کا پیچھا کیا جائے؟ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بعد مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا وہ کام کریں جس کا آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ہم آپ علیہ السلام کے ساتھ ہیں، اللہ کی قسم ہم آپ کو وہ جواب نہ دیں گے جو بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا کہ تو اور تیرا خدا جا کر لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں لیکن ہم تو یہ جواب دیں گے کہ آپ اور آپ کا رب جا کر لڑو ہم بھی ساتھ لڑیں گے۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اگر آپ ہمیں برک الغنم یعنی حبشہ لے جائیں تو وہاں تک پہنچنے تک ہم آپ کے ساتھ رہیں گے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا بہتر ہے اور ان کے لیے خیر کی دعا کی۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا اے لوگو! مجھے مشورہ دو، آپ علیہ السلام کی مراد انصارتھی کیونکہ انصار سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ مدینہ سے باہر نکل کر وہ دشمن کا مقابلہ نہ کریں گے اور جو دشمن مدینہ میں آ کر آپ علیہ السلام کو تنگ کرے تو وہ خوب دفاع کریں گے۔ جب آپ علیہ السلام نے فرمایا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کہنے لگے شاید آپ علیہ السلام ہم سے مخاطب ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں تو انہوں نے کہا کہ ہم آپ علیہ السلام پر ایمان لائے، آپ کی تصدیق کی اور گواہی دی کہ جو دین آپ علیہ السلام لائے ہیں وہ حق ہے۔ ہم اس بات پر آپ علیہ السلام کو پختہ وعدہ دے چکے کہ آپ کی سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔ آپ چلیں اے اللہ کے رسول! اپنے ارادہ کی طرف۔

پس قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اگر آپ ہمیں تیر کر اس سمندر کے پار کرنے کا حکم دیں گے تو ہم میں سے کوئی پیچھے نہ ہٹے گا اور امید ہے اللہ تعالیٰ آپ کو ہم سے وہ چیز دکھائے گا جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی تو آپ علیہ السلام کو حضرت سعد کی بات سے بڑی خوشی ہوئی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ کی برکت کے ساتھ چلو اور خوش ہو جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کیا ہے۔ اللہ کی قسم! گویا میں قوم کے مرنے کی جگہ دیکھ رہا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فلاں کے مرنے کی جگہ ہے، یہ فلاں کے مرنے کی جگہ ہے اور آپ علیہ السلام اپنا دست مبارک زمین پر رکھتے اور اشارہ کرتے۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی جگہ سے ہٹ کر نہ مرا۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان کا (أَنَّهَا لَكُمْ وَ تَوَدُّونَ أَنْ غَيْرَ ذَاتِ الشُّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ) یعنی تجارتی قافلہ جس میں لڑائی نہ ہوتی۔ الشوکة شدت اور قوت اور ہتھیار کو بھی کہا جاتا ہے۔ (وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ) یعنی حق کو غالب کر دے تمہیں قتال کا حکم دے کر اور بعض نے کہا ہے کہ اپنے وعدہ کی وجہ سے جو پہلے سے طے ہے کہ وہ دین کو غالب کرے گا اور عزت دے گا (بِكَلِمَتِهِ وَيَقْطَعُ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ) یعنی ان کو جڑ سے اکھاڑ دے ان کفار عرب میں سے کوئی باقی نہ رہے۔

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلِذِكْرِهٖ الْمُنْجِرُونَ ① اِذْ تُسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابْ
لَكُمْ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعَالَمِينَ ②

① لیحق الحق و یبطل الباطل ول ذکرہ المنجرون ① اذ تستغیثون ربکم فاستجاب
لکم سبحان ربک رب العالمین ②

تفسیر ① (البحق الحق) یعنی اسلام کو ثابت کرے (ویبطل الباطل) کفر کو فنا کر دے (ول ذکرہ المنجرون)
مشرکین۔ بددہا واقعہ ہونے کے دن ستہ و رمضان کو پیش آیا۔

① اذ تستغیثون ربکم (تم اس سے پناہ طلب کرنے کے اور دشمن کے خلاف مدد طلب کرنے کے۔ ابن عباس رضی
اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی
طرف سے ایک ہزار اور سی پانچ سو انیس تین سو سے کچھ زیادہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق
رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خیمہ میں تشریف لے گئے اور قبیلہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ اے اللہ! جو تو نے مجھ سے
اعدو یا ان کو پورا کرنے کے لئے ان کو مسلمانوں کی اس بدعت کو ہلکا کر دیا تو زمین میں تیری عبادت نہ ہوگی، آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہ بات سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ نبی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ پورا کیا جائے گا تو اللہ
تعالیٰ نے یہ آیت ہمارے لئے "اذ تستغیثون ربکم" (فاستجاب لکم سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعَالَمِينَ مُرْدِفِیْنَ)

روایت یہ کیا ہے۔ جب مکہ میں یہ اسلام اور یہ کیش یہ اسلام پانچ پانچ سو فرشتوں کے ساتھ آئے۔ یہ انسانی شکل میں تھے،
چہترے کھڑاں پہاں پہ سفید پٹے اور سر پر سفید مٹھے تھے، ان تماموں کی ایک جانب کندھوں کے درمیان لڑکائی ہوئی تھی۔
ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا یہ جبرئیل صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اپنے گھوڑے کے
سر کو ہٹا لے ہو، ان پہاڑوں کے ہتھیار ہیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ملائکہ کی علامت بدر کے دن سفید
پٹاریوں اور دشمن کے دن سیاہ پٹاریوں تھیں اور فرشتوں نے بدر کے علاوہ کسی جنگ میں لڑائی نہیں کی۔ بدر کے علاوہ غزوات میں یہ
اعداء بڑھانے اور دھوکے لے آئے تھے۔ ابواسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بدر میں شریک ہوئے تھے ان کی نگا و جب چلی گئی تو
فرمانے لگے کہ تم میں آج تمہارے ساتھ بدر میں ہوتا اور میری نگا و ٹھیک ہوتی تو تمہیں دو گھائی دکھاتا جس سے فرشتے نکلے تھے۔

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرٰی وَ لِتَطْمَئِنُّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَ مَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ؕ اِنَّ اللَّهَ عَزِیْزٌ
حَكِیْمٌ ② اِذْ یُعْشِیْكُمْ النُّعَاسَ اٰمَنَةً مِنْهُ وَ یُنزِلُ عَلَیْكُمْ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ

وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ⑩ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنْي مَعَكُمْ فَثَبَّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۖ سَأَلْتُنِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَأَضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَأَضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ⑪

⑩ اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس (حکمت کے) لئے کی کہ (غلبہ کی) بشارت ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو (اضطراب سے) قرار ہو جاوے اور (واقع میں) تو نصرت (اور غلبہ) صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست حکمت والے ہیں۔ اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ کو طاری کر رہا تھا اپنی طرف سے چین دینے کے لئے اور (اس کے قبل) تم پر آسمان سے پانی برسار ہا تھا تاکہ اس پانی کے ذریعہ سے تم کو (حدت اکبر و اصغر سے) پاک کر دے اور تم سے شیطانی وسوسہ کو دفع کر دے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور تمہارا پاؤں جمادے اس وقت کو یاد کرو جبکہ آپ کا رب ان فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی (و مددگار ہوں) سو (مجھ کو مددگار سمجھ کر) تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ میں بھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے دیتا ہوں سو تم (کفار کی گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور کو مارو۔

⑪ (وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرًا) یعنی فرشتوں کی مدد (وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ

ط إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ)

⑩ (إِذْ يُغَشِّيكُمُ النَّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ) ابن کثیر اور ابو عمرو نے (یغشاکم) یاء کے زبر کے ساتھ اور (النعاس) پیش کے ساتھ پڑھا ہے اس بناء پر کہ یہ اس فعل کا فاعل ہے سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کے قول (امنة نعاسا یغشی طائفة منکم) کی وجہ سے اہل مدینہ نے (یغشیکم) یاء کے پیش اور شین کی زیر کے ساتھ بغیر شد کے پڑھا ہے (النعاس) زبر کے ساتھ اس بناء پر کہ یہ فعل اللہ تعالیٰ کا ہے اللہ تعالیٰ کے قول (فغشاها ما غشی) کی وجہ سے اور النعاس ہلکی نیند (اونگھ) (امنة) امن ہے (منہ) مصدر ہے امت امن و امان۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قتال میں اونگھ اللہ کی طرف سے سکون ہے اور نماز میں شیطان کی طرف سے ہے۔ (وَيُنزِلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيَطَهَّرَ كُمْ بِهِ) اس کا پس منظر یہ ہے کہ مسلمانوں نے غزوہ بدر میں ایسے ریتلے ٹیلے پر پڑاؤ ڈالا کہ اس میں پاؤں اور گھوڑوں کے کھر دھنس جاتے تھے کیونکہ مشرکین ان سے پہلے اس جگہ پہنچ کر پختہ جگہ اور پانی کے کنویں پر قابض ہو چکے تھے تو صبح کو بعض مسلمانوں کو حدت لاحق ہو اور بعض کو پیاس لگی تو شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ تم کہتے ہو کہ ہم حق پر ہیں ہمارے ساتھ اللہ کا نبی ہے اور تم اللہ کے اولیاء ہو اور مشرکین پانی پر قابض ہیں اور تم جنبی اور بے وضو نماز پڑھ رہے ہو تو تم ان پر غالب کیسے آؤ گے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش بھیجی جس سے وادی بہہ پڑی اور مسلمانوں نے پانی پیا، غسل اور وضو کیا، جانوروں کو پلایا، برتن اور مشکیزے بھر لیے اور غبار جم گئی اور زمین سخت ہو گئی کہ اس پر پاؤں چمنے لگے اور شیطان کا وسوسہ دور ہو گیا (لیطهرکم بہ سے مراد حدت اور جنابت سے پاکی مراد ہے) (وَيُذْهِبَ

حارث آگے تو ابولہب کہنے لگا اے بھتیجے میرے پاس آ تیرے پاس کوئی خبر ہے؟ تو وہ آ کر بیٹھ گیا اور لوگ اس کے ارد گرد کھڑے تھے۔ ابولہب نے پوچھا اے بھتیجے مجھے خبر دے لوگوں کا کیا معاملہ بنا؟ اس نے کہا کچھ نہیں اللہ کی قسم ہماری ان سے لڑائی ہوئی، وہ ہمیں قتل کرنے لگے اور قید کرنے لگے جیسے ان کا دل چاہے اور اللہ کی قسم! میں لوگوں کو ملامت نہیں کرتا، ہماری مڈ بھینٹ سفید لوگوں سے ہوئی، وہ چنگیز لگے گھوڑوں پر آسمان وزمین کے درمیان تھے تو ابورافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اللہ کی قسم! وہ فرشتے تھے تو ابولہب نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور میرے چہرے پر زور کا تھپڑ مارا اور مجھے اٹھا کر زمین پر پھینک دیا، پھر مجھ پر چڑھ بیٹھا اور مجھے مارنے لگا، میں کمزور آدمی تھا، تو اُم فضل کھڑی ہوئیں اور حجرہ کے ایک ستون کی لکڑی پکڑی اور ابولہب کو ماری تو اس کے سر میں زخم ہو گیا اور کہا کہ اس کا آقا نہیں ہے تو تو اس کو کمزور سمجھتا ہے؟

تو وہ ذلیل ہو کر چلا گیا۔ پس اللہ کی قسم! وہ اس کے بعد صرف سات راتیں زندہ رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک کنکر مار کر ہلاک کر دیا۔ مقسم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عباس کو ابوالیسر کعب بن عمرو بن سلمہ کے بھائی نے قید کیا تھا حالانکہ حضرت عباس بڑے قد آور صحت مند تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالیسر سے پوچھا کہ آپ نے عباس کو کیسے قید کر لیا؟ انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ اس پر میری ایک آدمی نے مدد کی، میں نے نہ اس کو اس سے پہلے دیکھا اور نہ اس کے بعد اس کی ہیئت اس طرح تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیری مدد معزز فرشتے نے کی ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑬
ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ⑭ يَاۤيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
رَحٰفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمْ الْاَدْبَارَ ⑮ وَمَنْ يُؤَلِّمِهِمْ يَوْمَئِذٍ ذُبْرًا ۙ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحِيْزًا اِلَى
فِيْةٍ فَقَدْ بَاۤءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَا وُهٗ جَهَنَّمُ طُوْبٰسًا الْمَصِيْرُ ⑯

⑬ یہ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے سو اللہ تعالیٰ (اس کو) سخت سزا دیتے ہیں سو یہ سزا چکھو اور جان رکھو کہ کافروں کے لئے جہنم کا عذاب مقرر ہی ہے اے ایمان والو! جب تم کافروں سے (جہاد میں) دو بدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا اور جو شخص ان سے اس موقع پر (مقابلہ کے وقت) پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لئے پینتر ابدلتا ہو یا اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آ جاوے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔

⑬ (ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ)
⑭ (ذٰلِكُمْ) عذاب اور مار جو تم کو بدر میں جلدی ملی اے کافرو! (فَذُوْقُوْهُ) جلدی (وَاَنَّ لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ) اور

جان لو اور یقین کر لو کہ کافروں کا وقت مقرر ہے۔ (عذاب النار) مگر مدد فرماتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر سے فرار ہوئے تو آپ علیہ السلام کو عرض کیا گیا۔ آپ اب قتلہ کے لیے نہیں اس سے وہی زکات نہیں ہے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے قید کی حالت میں آواز دی کہ وہ آپ کو نہ ملے گا۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا کیوں انہوں نے جواب دیا کہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے دو ہاتھوں میں سے ایک کا وعدہ کیا تھا اور آپ علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کا وعدہ مل چکا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا﴾ یعنی اکٹھے ایک دوسرے میں کھستے ہوئے اور التزاحف قول میں ایک دوسرے کے قریب ہونا اور التزاحف مصدر میں اس کے معنی نہیں لائی گئی ان کے قول تو محمد بن درنا کی طرح لیٹ رہے تھے۔ ان کے ہیں زحف جماعۃ یوحفون الی عدولہم بسرۃ فرماتے ہیں ان سے اپنی پیٹھ نہ پھیرو۔ یعنی گھست کھا کر نہ بھراؤ۔ یہ تو گھست کھا کر بھرنے کے لیے پیٹھ پھیر دیتا ہے۔ (فَلَا تُولُوهُمُ الْأَدْبَارَ) اس کا مطلب یہ ہے کہ ازحف اس جماعت کو کہتے ہیں ہوا میں ایک ہی بارش۔

﴿وَمَنْ يُولُوهُمْ يَأْمُرْ بِالْفِرَارِ﴾ (اور من یولوہم یؤمر بالفرار) آیت کا معنی یہ ہے کہ نہ رست گھست کھا کر بھاگنا ممنوع ہے۔ اگر جنگ میں وہی چاہے بغیر ہارنے کے یہ مسلمانوں کی جماعت میں سے ہے کہ پیٹھ پھیرے کہ ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ہونا ہے اور جس کی یہ نیت نہ ہو اور پیٹھ پھیر کر بھاگے تو اس کو یہ وعید لاحق ہوگی (لَنْ يَغْنَصِبَ مِنْ اللَّهِ وَمَا لَهُمْ مِنْهُ دُونُ) اور اللہ کا اس آیت میں اختلاف ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان پر ہے جو اللہ کے ساتھ ہیں ان کے لیے گھست کھا کر بھاگنا جائز نہ تھا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ تھے اور آپ علیہ السلام سے۔ اور وہی اور ہمت نہ تھی جس سے ادب کرتے۔ ان کے سوا وہاں صرف مشرکین کی جماعت تھی۔

کئی جماعت تھی جو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمان آجس میں ایک دوسرے کی جماعت ہیں تو اب میدان جنگ سے بھاگنے والا کسی جماعت ہی کے لیے کہ تو اس کا بھاگنا ہے وگرنہ ہوگا اور یہی حسن وقت اور رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ یزید بن ابی حبیب فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آک واجب کی ہے اس شخص کے لیے جو بدر کے دن بھاگتا۔ پھر جب احد کا دن آیا تو فرمایا (لَمَّا امْتَدَّتْ إِلَيْهِمُ الشُّبُطُ بَغَضَ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ وَعَنْفُهُمْ) (ان کو پھسایا ہے شیطان نے ان کے بغض اعمال کی وجہ سے اور اب اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا ہے) پھر حنین کے دن فرمایا (فَمَنْ يُولُوهُمْ يَأْمُرْ بِالْفِرَارِ) (جو تم پیٹھ پھیر کر بھاگے پھر اللہ تعالیٰ قبول کریں گے ان کے بعد جس کی چاہیں گے)۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ایک شکر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تو وہاں لوگ منتشر ہو گئے جس کی وجہ سے ہمیں گھست ہوئی تو ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم تو بھاگنے والے ہیں، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ بلکہ تم پلٹ کر حملہ کرنے والے ہو ہم مسلمانوں کی جماعت ہیں۔ محمد بن یسیر بن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس خبر آئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر وہ میری طرف لوٹ آتے تو میں ان کی فوج اور جماعت ہوتا کیونکہ میں ہر مسلمان کی جماعت ہوں اور بعض نے فرمایا ہے کہ آیت کا حکم عام ہے ہر اس شخص کے بارے میں جو شکست کھا کر بھاگ جائے۔ حدیث میں آیا ہے کہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے میدان جنگ سے بھاگ جانا۔ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان ”الآن خفف اللہ عنکم“ کی وجہ سے۔ اب کسی قوم کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی دو مثل جماعت سے بھاگ جائیں تو یہ فرار کا حکم منسوخ ہے صرف اتنی تعداد مستثنیٰ ہے اور اکثر اہل علم کی رائے بھی یہی ہے کہ مسلمان جب اپنے دشمن کا نصف ہوں تو ان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں۔ ہاں اگر جنگ کی کوئی تدبیر کر رہے ہوں یا کسی جماعت سے ملنا ہو تو پھر ہر وقت پیٹھ پھیرنا جائز ہے اور اگر دشمن کے نصف سے بھی کم ہوں تو ان کے لیے پیٹھ پھیرنا جائز ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص تین سے بھاگا وہ بھاگنے والا نہیں ہے اور جو دو سے بھاگا وہ بھاگنے والا ہے۔

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا ۗ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٧﴾

سو تم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی جس وقت آپ نے پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی اور تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے ان کی محنت کا خوب عوض دے بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ان مؤمنین کے اقوال کے) خوب سننے والے (اور ان کے افعال و احوال کے) خوب جاننے والے ہیں۔

تفسیر ۱۷ (فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ) مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ جنگ بدر کے بعد کوئی شخص کہتا میں نے فلاں کو مارا ہے، دوسرا کہتا میں نے فلاں کو مارا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ تم نے اپنی قوت سے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہاری مدد کر کے قتل کیا ہے اور بعض نے کہا کہ اللہ نے ان کو فرشتوں کی مدد بھیج کر قتل کیا ہے (وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ) اہل تفسیر رحمہما اللہ اور اہل مغازی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو لڑائی کی طرف متوجہ کیا تو وہ چلے اور بدر میں پڑاؤ ڈالا تو ان پر قریش کے چرواہے گزرے، ان میں اسلم بنو حجاج کا سیاہ غلام اور ابو یسار بنو عاص بن سعید کا غلام تھا۔ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ قریش کہاں ہیں؟ تو ان دونوں نے کہا کہ اس ٹیلہ کے پیچھے اس ٹیلہ کا نام عقنقل تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کتنے لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا بہت زیادہ۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا ان کی تعداد کتنی ہے؟ انہوں نے کہا معلوم نہیں۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا کہ ہر دن کتنے جانور ذبح کئے جاتے ہیں؟ انہوں نے کہا ایک دن دس اونٹ، ایک دن نو تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ نو سو سے ہزار کے درمیان ہیں۔ پھر آپ علیہ السلام نے ان دونوں کو فرمایا کہ قریش کے سرداروں میں سے کون کون ہیں؟ ان دونوں نے کہا کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالختر بن ہشام، حکیم بن حزام، حارث بن عامر، طعیمہ بن عدی، نصر

بن حارث، ابو بکر بن ہشام، امیہ بن خلف اور نجاش کے بیٹے نبیہ اور منبہ سہیل بن عمرو تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ مکہ ہے کہ اس نے تمہاری طرف اپنے نام کوک (اپنے بصر کے ٹکڑے) ڈال دیئے ہیں۔ جب قریش سامنے آئے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ عقلمند نبی سے آ رہے ہیں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قریش اپنے تمبر اور نذر کے ساتھ آ رہے ہیں انہوں نے تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھڑکیا۔ اب اللہ تعالیٰ مدد بھیج جس کا تو نے وعدہ کیا ہے تو جو قریش صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی منہی میں مٹی پھینک کر ان کی طرف پھینکیں۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ننگریوں کی منہی پھینکی، اس پر مٹی تھی تو اس کو غدار پھروں کی طرف پھینکا تو کوئی مشرک ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں اور منہ اور ناک میں وہ مٹی نہ گئی ہو تو ان کو شکست ہوئی اور مسلمان بن گئے اور قیدی بن گئے۔ قتادہ بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن تین گھڑیاں پھینکیں، ایک گھڑی لشکر کے سینہ پر ایک میسرہ پر ایک ان کے درمیان میں پھینکی تو کسی اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اور آپ نے نہیں پھینکی تھی ناک کی جس وقت کہ پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی) کیونکہ کسی انسان کی حالت میں نہیں ہے کہ گھڑیوں کی ایک گھڑی طرف پھینکے اور دوسری آنکھوں میں جا پڑے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ سب یہ ہے کہ آپ نے گھڑیوں کو پھینکا اور جب آپ نے پھینکا لیکن اللہ نے پھینچا یا اور بعض نے کہا کہ جب آپ نے گھڑیوں کو پھینکی تو ان میں سے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ڈالا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں رعب ڈالا حتیٰ کہ ان کو گھمست ہوئی (وَالَّذِينَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ بَلَائِهِمْ) (ان اللہ سمیع علیہم) تمہاری نیتوں کو۔

ذَلِكُمْ وَإِنَّ اللَّهَ فَوْهٌ كِيدَ الْكَافِرِينَ ﴿۱۸﴾ اِنْ تَسْتَمْتَحُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ وَإِنْ تَنْتَهُوا فَيُرْ

خَبِرْ لَكُمْ وَإِنْ تَعُوذُوا نَعْلَمُونَ نَعْبَىٰ عَنْكُمْ فَتُكْمُ شِينَا وَلَوْ كَثُرَتْ وَإِنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۹﴾

ایک بات تو یہ بولی اور اس کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ فوہوں کی تدبیر کا کٹر اور کرات تھا اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو اور فیصلہ تمہارے سامنے آجودا ہو اور اگر باز آ جاؤ تو یہ تمہارے لئے نہایت بہتر ہے اور اگر تم پھر ویہ کام کرو گے تو ہم بھی پھر ویہ کام کریں گے اور تمہاری ہجویت تمہارے ذرا بھی کام نہ آوے گی اور کوئی تنی زیادہ ہو اور واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (مؤمنین) ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

﴿۱۸﴾ (ذَلِكُمْ) جو شان کے تفسیر اور انہیں آزمائش کو فرمایا۔ (وَإِنَّ اللَّهَ) بعض نے کہا ہے یہاں لفظ محذوف ہے یعنی "وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ" (مؤمنین) ضرور کرنے والا ہے۔ "كِيدَ الْكَافِرِينَ" ابن کثیر، تاج اور اہل بصرہ و جہما اللہ نے (مؤمنین) اللہ اور توین کے ساتھ پڑھا ہے۔ (كِيد) کے ذہر کے ساتھ اور دیگر لغات نے تخفیف اور توین کے ساتھ پڑھا ہے مگر بعض رحمہ اللہ اس و مضاف بناتے ہیں اور توین نہیں پڑھتے اور کید پر زبر پڑھتے ہیں۔ (فَوْهٌ كِيدَ الْكَافِرِينَ)

⑩ (اِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ) اس کا پس منظر یہ ہے کہ ابو جہل ملعون بدر کے دن کہنے لگا جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوں گی تو میں سے کوئی زیادہ فخر والا ہے؟ میں یا محمد جو رشتہ داری کو توڑنے والا ہے اور ہمارے پاس ایسا دین لایا جس کو ہم نہیں پہچانتے تو کل اس کو شکست دے تو وہ اپنے لیے فتح طلب کر رہا تھا۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بدر کے دن صف میں تھا، میں نے دائیں بائیں توجہ کی تو دو لڑکے تھے کم عمر تو میں ان کے ہونے کی وجہ سے مطمئن نہ ہوا، اچانک ایک نے مجھے آہستہ سے کہا کہ اے چچا مجھے ابو جہل دکھا میں نے کہا اے بھتیجے! تو اس کا کیا کرے گا؟ اس نے کہا میں نے اللہ سے وعدہ کیا ہے کہ اگر اس کو دیکھا تو یا اس کو قتل کر دوں گا یا خود مر جاؤں گا تو دوسرے نے بھی آہستہ سے مجھ سے یہی بات پوچھی تو مجھے یہ بات اچھی نہ لگی کہ ان کی جگہ دو مردوں کے درمیان ہوتا تو میں نے ان دونوں کو ابو جہل کی طرف اشارہ کیا تو وہ اس پر عقاب کی طرح دوڑے اور اس کو مار دیا یہ دونوں عفراء کے بیٹے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا کہ کون ہمارے لیے یہ دیکھ کر آتا ہے کہ ابو جہل کے ساتھ کیا ہوا؟ تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ گئے تو اس کو دیکھا کہ وہ ہلاکت کے قریب ہے تو اس کی داڑھی پکڑی اور کہا کہ تو ابو جہل ہے؟ تو وہ کہنے لگا کہ کیا اس آدمی کے اوپر جس کو اس کی قوم نے قتل کیا یا کہا تم لوگوں نے قتل کیا۔ معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر سے فارغ ہوئے تو حکم دیا کہ ابو جہل بن ہشام کو مقتولین میں تلاش کیا جائے، جب میں نے یہ سنا تو میں اس کا ارادہ کر کے چلا تو میں نے اس کو ایک ضرب لگائی تو اس کے پاؤں ہوا میں اڑ گئے اور مجھے اس کے بیٹے عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کندھے پر تلوار ماری تو میرا ہاتھ کٹ گیا اور میری جلد سے لٹک کر رہ گیا اور مجھے اس کی وجہ سے لڑائی میں مشقت پیش آئی تو دن کا اکثر حصہ میں نے اس کو پیچھے لٹکا کر گزارا جب مجھے زیادہ تکلیف دینے لگا تو میں نے اس کو پاؤں کے نیچے رکھ کر زور لگایا تو اس کو جدا کر دیا۔ پھر ابو جہل پر گزر رہا اس کو معاذ بن عفراء خاک آلود کر چکے تھے اس کو میں نے بھی ایک تلوار ماری اور اس میں کچھ زندگی باقی تھی کہ اس کو چھوڑ کر چلا گیا۔ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا وہ فرماتے ہیں کہ وہ آخری سانسیں لے رہا تھا، میں نے اس کو پہچان لیا اور اپنا پاؤں اس کی گردن پر رکھا اور کہا کیا تجھے اللہ نے رسوا کر دیا ہے۔ اے اللہ کے دشمن! اس نے کہا کسی چیز کے ساتھ رسوا کیا ہے؟ تو مجھے بتاؤ کس کی ہوئی؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے ابو جہل نے کہا اے بکریوں کے چرواہے تو بڑی سخت جگہ پر چڑھا ہوا ہے۔ پھر میں نے اس کا سر الگ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ ابو جہل کا سر ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں؟ میں نے کہا جی ہاں اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دیا تو آپ علیہ السلام نے اللہ کی تعریف کی۔ سدی اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ مشرکین جب مکہ سے نکلنے لگے تو کعبہ کے پردوں کو پکڑ کر دُعا کی۔ اے اللہ! دونوں لشکروں میں سے اعلیٰ اور دونوں جماعتوں میں سے ہدایت یافتہ جماعت اور دونوں گروہوں میں سے معزز اور دونوں دینوں میں سے افضل کی مدد کر، تو یہ آیت

تاریخ ہوتی "ان نستفتحوا لقد جاءكم الفتح" ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ
 پر مشتمل اللہ کے پیغمبروں کا ایک بڑا بڑا لشکر تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
 تھے ہونے لگے تھے شریعت میں نہیں تھے کہہ سکتے تھے تو ہمارے آپ کو شکایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 سے کھینچنے اور ہم دونوں میں ہو گیا اور فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں کسی شخص کے لیے زمین میں گڑھا کھود کر زندہ وڈال دیا جاتا تھا اور آرا
 ہوں کے ساتھ پڑھ کر ان کو زندہ کر دیتے جاتے تھے یہ تکلیف اس کو اللہ کے دین سے نہ روکتی تھی اور لوہے کی کٹھن بھی جاتی تھی جو
 اس کے کوشٹ سے گزر کر بند ہوں اور پھول تک پہنچ جاتی تھی لیکن یہ تکلیف اس کو اللہ کے دین سے نہ روکتی تھی۔ اللہ کی قسم! اللہ اپنے
 اس دین میں ہرگز کبھی کہ ایک سو بار منعم سے منعم موت کی طرف ہے کہ راستے میں اس کو اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہو گا نہ اپنی
 میں پر جھپٹے کا خوف ہو گا نہ تم جہدی مرے ہو (وان نستفتحوا فهو خير لكم وان نغزو انغدا) یعنی اگر تم دوبارہ لڑائی اور
 لڑائی کرو گے تو ہم جی دین معہ ہریں گے جو ہر میں تمہارے ساتھ لڑنا اور بعض نے کہا کہ اگر تم دوبارہ لڑائی کرو گے تو ہم بھی لڑنے
 تم سے تمہاری عمر میں کے (والن نعسى عنكم فننكم شينا ولو كثرت وان الله مع المؤمنين)

ابن عربینہ بن عباس اور بعض نے (وان الله) کے ساتھ زیر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی اور اس لئے کہ اللہ مومنین کے ساتھ
 ہے۔ ان معنی (الن نعسى عنكم فننكم شينا) اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی اللہ تعالیٰ کے قول (ذلكم وان الله
 موہم كيد الكافرين) ہے اور کئی حضرات نے (وان الله) کے ساتھ نئی کلام ہونے کی بنا پر پڑھا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلُّوا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ﴿۱﴾ وَلَا
 تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿۲﴾ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ
 الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۳﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ
 مُعْرِضُونَ ﴿۴﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ
 وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَهُ نَحْنُ شُرُوكُ ﴿۵﴾

﴿۱﴾ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا اور اس کا کہنا مانتے سے روگردانی مت کرو اور تم (اعتقاد سے)
 ان کو مانتے ہی ہو اور تم ان کو سنی طرح سے مانتے ہو اور ان کو تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا یا اللہ! وہ سناتے کچھ نہیں بیشک
 باتیں خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو ہرگز نہیں سمجھتے اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی خوبی
 دیکھتا تو ان کو سننے کی قوت عطا فرماتا اور ان کو سنا دیتا تو ضرور روگردانی کریں گے بے رنجی کرتے ہوئے اے ایمان
 والو! اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ہو جاؤ اور جبکہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں اور جان رکھو کہ اللہ
 تعالیٰ آسمان جہاں رہتا ہے ان کے اور اس کے قلب کے درمیان اور بلاشبہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہوتا ہے۔

تفسیر 20 (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنَّهُ وَاتَّبِعُوا تَسْمَعُونَ) قرآن اور اس کی نصیحتیں۔

21 (وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ) یعنی وہ زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم نے کانوں سے سن لیا لیکن اس سننے سے نہ نصیحت حاصل کرتے ہیں اور نہ سننا ان کو نفع دیتا ہے تو گویا کہ انہوں نے سنا ہی نہیں۔

22 (إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ) یعنی زمین پر اللہ کی مخلوق میں سب سے بدتر (عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ) حق سے جو نہ حق سنتے ہیں اور نہ حق بولتے ہیں (جو نہیں سمجھتے) اللہ کے حکم کو ان کو (دواب) کہا ہے اس لئے کہ وہ اپنی عقل سے کم نفع اٹھاتے ہیں جیسا کہ فرمایا ہے (اولئک کالانعام بل هم اضل) ابن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ یہ بنو عبد الدار بن قصی کے لوگ ہیں وہ کہتے تھے جو دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں ہم اس سے گونگے بہرے اندھے ہیں۔ تو یہ سارے لوگ اُحد میں قتل کیے گئے اور یہ جھنڈوں والے تھے، ان میں سے صرف دو شخص مسلمان ہوئے، مصعب بن عمیر اور سوہب بن حرملة۔

23 (وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ) سمجھ اور قبولیت کا سنا (وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُونَ) ان کے ضد اور عناد کی وجہ سے اور حق ظاہر ہونے کے بعد اس کا انکار کرنے کی وجہ سے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے تھے کہ ہمارے لیے قصی کو زندہ کر دیں وہ بڑے بابرکت بزرگ تھے وہ آپ کی نبوت کی گواہی دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ) قصی کی کلام (لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُونَ)

24 (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ) سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ کام ایمان ہے کیونکہ کافر مردہ ہے ایمان سے زندہ ہوتا ہے اور قہادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ کام قرآن ہے اس میں زندگی ہے اور اسی کے ساتھ نجات اور دونوں جہانوں میں حفاظت ہے۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ کام جہاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ تمہیں عزت دی۔ قتیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شہادت ہے کیونکہ شہداء کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کہا ہے۔ ہم تک روایت پہنچی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزرابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر ہوا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ علیہ السلام نے ان کو پکارا تو ابی رضی اللہ عنہ نے جلدی نماز ختم کی۔ پھر آئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میری پکار کا جواب دینے سے آپ کو کس نے منع کیا ہے؟

تو انہوں نے جواب دیا میں نماز میں تھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ) تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا، اب اے اللہ کے رسول! آپ مجھے جب پکاریں گے میں جواب دوں گا اگرچہ نماز پڑھ رہا ہوں (وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَوَدِّ وَقَلْبِهِ) سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مؤمن اور کفر کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور کافر اور ایمان کے درمیان اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے وہ نہیں سمجھ سکتا کہ وہ کیا کر رہا ہے اور بعض نے کہا کہ قوم کو جب لڑائی کی طرف بلایا گیا تو وہ کمزوری کی حالت میں تھے تو ان کو بدگمانی ہونے لگی اور دل میں وسوسے آنے لگے تو ان کو کہا گیا کہ اللہ کے راستے میں قتال کرو اور خوب جان لو کہ اللہ بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے تو اللہ خوف کو امن سے اور بزدلی کو جرأت اور بہادری سے

برائے دے گا (وَ اِنَّهُ لَیُبْخِشُ رُوْنًا) تو تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا مانگتے اسے دلوں کے پٹنے والے میرے دل کو اپنے دین پر جمادے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے عرض کیا اللہ کے رسول! ہم آپ صلیہ السلام پر اور آپ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے تو کیا آپ کو ہم پر خوف ہے؟ تو آپ صلیہ السلام نے فرمایا کہ دل اللہ کی اکھیوں میں سے دو اکھیوں کے درمیان ہیں ان کو جیسے چاہتا ہے پٹتا ہے۔

وَ اتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَ اعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑤

﴿ترجمہ﴾ اور تم ایسے اہل سے بچو کہ جو خاص انہی لوگوں پر واقع نہ ہو کہ جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اور

جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔

﴿تفسیر﴾ (وَ اتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبُ) قول "لا تصیب" یہ معنی جزا نہیں ہے۔ اگر یہ جزا ہوتی تو اس پر نون داخل نہ

ہوتا۔ یہی ہے اور اس میں جزا کی ایک طرف بھی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "با بھا النمل ادخلوا مساکنکم لا یحطمنکم سببان و جمودہ" ہے اور اس کی اصل عبارت "وَ اتَّقُوا فِتْنَةً اِنْ لَمْ تَتَّقُوْهَا اَصَابَتْكُمْ" ہے۔ یعنی تم فتنہ سے بچو، اگر نہیں بچو گے تو اس میں آہٹیں پہنچے گی۔ یہ کہنے والے کے قول "النزل عن الذابۃ لا یطر حک و لا یطر حنک" کی طرح ہے۔ یعنی سواری سے اتار یہ تجھے پھینک دے گا۔ تو یہ امر کا جواب ہے نفی کے الفاظ میں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر تو اتر آئے تو یہ تجھے نہ پھینکے گا۔ (الذابین ظلموا منکم خاصۃ) مفسرین نے کہا اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی اور اس کا معنی یہ ہے کہ اس فتنہ سے بچو جو ظالم اور غیر ظالم کو پہنچے گا۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک زمانہ تک یہ آیت پائی اور اس کا مصداق کوئی نہیں دیکھا تو ہم لوگ ہی اس سے مراد ہیں۔ یعنی جو جنگ جمل میں شریک ہوئے۔ سدی، مقاتل اور شیبانی اور قتیبہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بعض مخصوص لوگوں کے بارے میں ہے جن کو جنگ جمل میں فتنہ پہنچی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو حکم دیا ہے کہ وہ کسی ناپسند کام کو اپنے درمیان روانہ نہ پانے اور نہ اللہ کا عمومی عذاب آنے کا جو ظالم اور غیر ظالم کو پہنچے گا۔ عدی بن عدی کندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے آزاد مرد و غلام نے بیان کیا کہ اس نے میرے دادا سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ عام لوگوں کو پسند خاص لوگوں کے عمل کی وجہ سے عذاب نہ دے گا یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان کسی ناپسند (کنادے کام) کام کو دیکھیں اور وہ اس کے انکار پر قادر ہونے کے باوجود انکار نہ کریں، جب وہ ایسا کام کریں گے تو اللہ تعالیٰ عام و خاص ہر ایک کو عذاب دینے کے۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فتنہ سے مراد باہمی مخالفت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غنقریب فتنے ہوں گے کہ بیخا ہو شخص

ان میں ٹھارے ہونے سے بہتر ہوگا اور کھٹا شخص چلنے والے سے بہتر ہوگا اور اس میں چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا جو ان کو

جہانکے گا وہ اس کو جھانکیں گے۔ پس جو شخص کوئی پناہ گاہ یا ٹھکانہ پائے تو اس کی پناہ لے۔ (وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ) وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۲۶﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنِيَكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۲۷﴾

﴿تجسس﴾ اور اس حالت کو یاد کرو جبکہ تم قلیل تھے سر زمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ تم کو (مخالف) لوگ کوچ گھسوٹ نہ لیں سو (ایسی حالت میں) اللہ نے تم کو (مدینہ میں) رہنے کی جگہ دی اور تم کو اپنی نصرت سے قوت دی اور تم کو نفیس نفیس چیزیں عطا فرمائیں تاکہ تم شکر کرواے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے حقوق میں خلل مت ڈالو اور اپنی قابل حفاظت چیزوں میں خلل مت ڈالو اور تم تو (اس کا مضر ہونا) جانتے ہو۔

﴿تفسیر﴾ ﴿۲۶﴾ (وَإِذْ كُنْتُمْ قَلِيلًا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ) یعنی اے مہاجرین کی جماعت یاد کرو جب تم عدد میں تھوڑے تھے اور ابتداء اسلام میں مکہ کی زمین میں کمزور تھے (تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ) یعنی کفار عرب تم کو لے جائیں اور عکرمہ فرماتے ہیں کفار مکہ وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فارس اور روم مراد ہیں (فَأَوَّكْنَاكُمْ) مدینہ میں (وَأَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهِ) یعنی بدر کے دن انصار کے ذریعے تمہیں قوت دی اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن فرشتوں کے ذریعے قوت دی (وَرَزَقْنَاكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ) یعنی مال غنیمت جو تمہارے لیے حلال کیا گیا اس سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھا (لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ)

﴿۲۷﴾ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ) سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات سنتے پھر اس کو آگے بیان کر دیتے تو مشرکین تک پہنچ جاتی۔ زہری اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ آیت ابولبابہ ہارون بن عبد المنذر انصاری رضی اللہ عنہما جو بنی عوف میں سے تھے کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرظہ کے یہود کا محاصرہ کیا، اکیس راتیں تو انہوں نے کہا کہ آپ ہم سے درگزر کریں اور ہم سے ویسی صلح کر لیں جو ہمارے بھائیوں بنو نضیر سے کی ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کی طرف شام کے علاقے اذرعات اور اریحاء کی طرف چلے جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر اتر آئیں تو انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہمارے پاس ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ کو بھیج دیں وہ ان کے خیر خواہ تھے کیونکہ ان کا مال اور اولاد ان کے پاس تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھیج دیا تو ان یہودیوں نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی کیا رائے ہے ہم سعد بن معاذ کو فیصل مان لیں؟ تو ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے حلق کی طرف اشارہ کیا یعنی ایسا نہ کرو ذبح کیے جاؤ گے۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے ہلا بھی نہ تھا کہ میں نے پہچان لیا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت کی ہے۔ وہ وہاں سے چلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں گئے اور اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون سے

بندھ لیا اور کہا میں یہاں سے نہ جاؤں گا اور نہ کچھ کھاؤں گیوں گا۔ یہاں تک کہ مر جاؤں یا اللہ! میری توبہ قبول کر لیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میرے پاس آتے تو میں ان کے لیے استفادہ کرتا۔
تین اب انہوں نے جو کچھ کر لیا اس کے بعد میں بھی تب تک نہ صلووں گا جب تک اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہ کر لیں تو وہ اس حال میں رات دن بنیہ کھائے پئے رہے یہاں تک کہ بے ہوش کر رہے پڑے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی۔ ان کو کہا گیا تو انہوں نے کہا کہ تم میں خود اپنے آپ کو نہ صلووں گا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود مجھے آ کر کھولیں۔ پھر آپ علیہ السلام آئے اور ان کو صوبہ بولیا کہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم)

یہ نبی ممل توبہ یہ ہے کہ میں اپنی قوم کا پڑوس پھوڑوں جس کی وجہ سے میں اس گناہ میں واقع ہوا اور میں سارا مال بھی چھوڑا اور توبہ کیا اس لیے کہ تم نے فرمایا کہ تمہاری مال آپ کو غنیمت کہتے ہیں کہ تو آپ رضی اللہ عنہ نے تمہاری مال کا صدقہ کیا تو اس واقعہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی (وَلَا تُؤْتُوا السُّلُومَ وَاللَّهُ نَفْلًا لِّمَنْ يَّشَاءُ مِنْهُ وَيُؤْتِيهِ مَن يَّشَاءُ) یعنی تمہارے ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ سے ہے اور بعض نے کہا کہ تمہارے ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ سے ہے۔ صدقہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نیات کی توبہ اپنی امانت میں خیانت کی۔ ان میں سے اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ اللہ سے خیانت نہ کرو اس کے فرائض چھوڑ کر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت نہ کرو، آپ علیہ السلام کی سنتیں چھوڑ کر۔ قنادہ اللہ فرماتے ہیں کہ خوب جان لو کہ اللہ کا عین امانت ہے تو اللہ نے جو امانت ان میں سے فرمائی اور حد اور ان کو اس تک پہنچا دو۔

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا آمَاكُمُ وَأَوْلَادُكُمْ فِئْسَةٌ وَإِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا
أَنْ تَشْفُوا اللَّهَ يَجْعَلُ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۝ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ
الْعَظِيمِ ۝ وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۝
وَيَسْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۝ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِيْنَ ۝

اور تم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے اور اس بات کو بھی جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر (موجود) ہے اسے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے نفع والے اور اس واقعہ کا بھی ذکر کیجئے جبکہ کافر لوگ آپ کی نسبت (بڑی بڑی) تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آیا آپ کو قید کر لیں یا آپ کو قتل کر دیں یا آپ کو شہر سے وطن کر دیں اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ (میاں) اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ تعلیم تدبیر والا اللہ ہے۔

تفسیر ② (وَاعْلَمُوا أَنَّمَا آمَاكُمُ وَأَوْلَادُكُمْ فِئْسَةٌ) بعض نے کہا کہ یہ آیت بھی ابولہبہ رضی اللہ عنہ کے بارے

میں اُتری ہے کہ ان کا مال اور اولاد بنو قریظہ میں تھا تو ان کے خوف سے یہ اشارہ کیا تھا اور بعض نے کہا کہ یہ سب لوگوں کے لیے ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بچہ لایا گیا۔ آپ علیہ السلام نے اس کو بوسہ دیا اور فرمایا، بہر حال یہ بچے بچل اور بزدلی کا سبب ہیں اور بے شک یہ اللہ تعالیٰ کے پھولوں میں سے ہیں (وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ) اس کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی کرے اور اپنی امانت کو ادا کرے۔

②۹ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ) اس کی اطاعت کر کے اور نافرمانی چھوڑ کے (يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا) دُنیا اور آخرت میں نکلنے کا ذریعہ اور مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دین میں شبہات سے نکلنے کا ذریعہ ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کہ اس کے ذریعے تمہارے حق کو غالب کر دے گا اور تمہارے مخالف کے باطل کو بجا دے گا۔ فرقان رحمان اور نقصان کی طرح مصدر ہے (وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ)

③۰ (وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا) اس آیت کا عطف ”وَإِذْ كَرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ“ پر ہے (وَإِذْ كَرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ) اس کا بک الذین کفروا واذ قالوا اللهم (کیونکہ یہ سورت مدنی ہے اور یہ مکر اور قول اگرچہ مکہ میں ہوا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر مدینہ میں کیا ہے جیسے دوسری آیت ”الْأَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ“ ہے۔ اس مکر کی تفصیل ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر مفسرین رحمہم اللہ نے یہ ذکر کی ہے کہ جب انصار اسلام لے آئے تو قریش کو ڈر ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مشورہ کریں۔ ان کے بڑے اس وقت ربیعہ کے بیٹے عتبہ اور شیبہ اور ابو جہل بن ہشام، ابوسفیان، طغیہ بن عری، نصر بن حارث، ابوالبختری بن ہشام، زمعہ بن اسود، حکیم بن حزام، حجاج کے بیٹے نبیہ اور معبہ، اُمیہ بن خلف تھے تو شیطان بھی انسانی صورت میں ان کے پاس آ گیا، انہوں نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ نجد کا آدمی ہوں تمہارے اجتماع کا سنا تو حاضر ہو گیا کہ کوئی خیر خواہی کا مشورہ دے سکوں انہوں نے کہا آ جا۔ تو ابوالبختری نے مشورہ دیا کہ میری رائے یہ ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر کسی کمرہ میں قید کر دو، سخت بیڑیاں باندھ دو اور کمرے کا دروازہ بند کر دو صرف ایک چھوٹا سا سوراخ ہو جس سے تم کھانا اور پانی اندر رکھ دو اور انتظار کرو یہاں تک کہ وہ مرجائیں جیسے پہلے شاعر مر گئے تو اللہ کا دشمن شیطان چیخ پڑا اور کہنے لگا یہ بہت برا مشورہ ہے اللہ کی قسم! اگر تم اس کو کسی کمرہ میں قید کرو گے اور یہ بات ان کے ساتھیوں تک پہنچ گئی تو وہ تم پر حملہ کر کے ان کو چھڑا کر لے جائیں گے۔ ان سب نے کہا نجدی شیخ سچ کہتا ہے۔ پھر ہشام بن عمرو بن عامر بن لوی کا آدمی بولا کہ میری رائے یہ ہے کہ تم ان کو کسی اونٹ پر سوار کر کے کہیں دوز بھیج دو تو وہ جو کریں گے تم کو کوئی نقصان نہ ہوگا اور تم راحت حاصل کر لو گے۔ تو ابلیس ملعون کہنے لگا یہ کوئی ایسی رائے نہیں ہے جس پر تم بھروسہ کر سکو، ایک ایسا شخص جس نے تمہارے بتوں کو برا بھلا کہا تم اس کو دوسرے کی طرف نکال دو گے۔ تم کیا اس کی زبان کی مٹھاس اور دلوں پر اثر کرنے والی تاثیر سے واقف نہیں ہو؟ اللہ کی قسم اگر تم نے ایسا کیا تو وہ جا کر کسی اور قوم کا دل اپنی طرف مائل کرے گا۔ پھر ان کو لے کر تم پر حملہ کرے گا اور تمہیں تمہارے شہر سے نکال دے گا۔ وہ سب کہنے لگے نجدی شیخ نے ٹھیک کہا ہے تو ابو جہل کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! میں تمہیں ایک مشورہ دیتا ہوں کہ تم قریش کے ہر قبیلہ سے ایک

سب سب والا نوجوان نو، پھر بہ نوجوان کو تیز تو اردو، پھر سب مل کر ان کو مار دو تو اس طرح ان کا خون تمام قبیلوں پر تقسیم ہو جائے گا تو ہوشیاران تمام قریش سے نزاری کی حالت نہیں رکھ سکتے تو ودیت پر راضی ہو جائیں گے تو سب قریش مل کر ان کی ودیت ادا کریں گے تو شیت ن نے کہا کہ اس نوجوان نے سچ کہا اور یہ سب سے عمدہ رائے ہے۔ یہی بات ٹھیک ہے اس کے علاوہ کوئی رائے میں نہیں دیکھتا۔ تو سب نوک بوجھوں کی بات پر اتفاق کر کے متفرق ہو گئے تو جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور یہ خبر دی اور کہا کہ آپ صلیہ السلام یہاں آن رات نہ گزاریں تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے مدینہ کی ہجرت کی اجازت دے دی تو یہوں نے مدینہ صلیہ وسلم نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو معہ آیا کہ وہ آپ صلیہ السلام کے بستر پر سو جائیں اور کہا کہ یہ نئی چیز ہے اور اس پر آپ تک ہونے پہنچ سکتے ہیں۔ پھر آپ صلیہ السلام نے اور نبی کی ایک منجھی لے لی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو کھلیا۔ آپ صلیہ وسلم نے کہا کہ میں نے یہاں پہنچنے سے اور یہ پڑھتے "إِنَّا جَعَلْنَا لِيِ اعْنَافِيهِمْ اِغْلَالًا الْآيَةَ اس قولہ فِيمَ لَا يَصْرُونَ" ہے۔ اور آپ صلیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رٹھار پنے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے رکھ کر چھوڑ دیا کہ وہ لوگوں تک نہ لے اور اہل بیت کو چھوڑ دیا جو انہوں نے رسول اللہ صلیہ وسلم کے پاس رکھی ہوئی تھیں اور مشرین ساری رات رسول اللہ صلیہ وسلم کے ساتھ رہتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چوکیداری کرتے رہے اور یہ سمجھے کہ یہ آپ صلیہ السلام ہیں جب صبح ہوئی تو انہوں نے اسے کہہ دیا کہ یہ تو ایسا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہنے لگے آپ کے ساتھ کہاں ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ صلیہ وسلم کے نشان قدم دیا دیکھتے ہوئے نہ رٹھار تک پہنچنے کے اور وہاں دیکھی تو خاک کے منہ پر مزمزی نے جلا بنایا ہوا تھا تو کہنے لگے کہ اللہ صلیہ وسلم ان میں داخل ہوئے ہوتے تو مزمزی کا جلا یہاں نہ ہوتا تین دن کے بعد آپ صلیہ وسلم مدینہ منورہ آئے ہو گئے۔ یہ سب ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا " (لِيُفْتِرُوكَ أَوْ يُقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ) ضحاک فرماتے ہیں وہ کافر کی مکاری کرتے ہیں اور اللہ کافر کی مکاری کرتا ہے اور مکر تدبیر اور اللہ کی طرف بہت ہوشیاری ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مکر بدل دیا (وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِينِ)

وَإِذْ تَتَنَّى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا إِنْ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ① وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَابًا مِنَ السَّمَاءِ أَوْ آتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ② وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ③

① اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اگر ہم ارادہ کریں تو اس سے ہر آدمی کو بھی کھینچیں یہ تو ہم بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے منتقل چلی آ رہی ہیں اور جبکہ ان لوگوں نے کہا کہ اللہ آ کر یہ قرآن آپ کی طرف سے واقعی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسائے یا ہم پر (اور

کوئی دردناک عذاب واقع کر دیجئے اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں گے کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو (ایسا) عذاب دیں اور اللہ تعالیٰ ان کو (ایسا) عذاب نہ دیں گے جس حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے رہتے ہیں۔

تفسیر 31 (وَإِذَا تَتَلَوْنَاهُمْ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قَالُوا) یعنی نصر بن حارث (قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا) کیونکہ نصر تجارت کی غرض سے فارس اور حیرہ کی طرف جاتا رہتا تھا اور وہاں رستم اور اسفندیار کے قصے سنتا اور عجیبوں کی کہانیاں سنتا اور یہود و نصاریٰ پر گزرتا تو ان کو رکوع اور سجدہ میں دیکھتا اور یہ کہ وہ توریت اور انجیل پڑھتے ہیں تو وہ مکہ آیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نماز پڑھتے اور قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو نصر کہنے لگا ہم نے سن لیا، اگر ہم چاہیں تو اس کی مثل کہہ لیں (إِنْ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ) گزشتہ امتوں کی خبریں اور نام ہیں اور جو کچھ انہوں نے اپنی کتابوں میں لکھا۔ ”اساطیر اسطوره“ کی جمع ہے بمعنی لکھا ہوا یہ مشتق ہے ان کے قول ”سطرت“ بمعنی ”کتبت“ سے۔

32 (وَإِذَا قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا) یہ آیت بنو عبدالدار کے شخص نصر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں کے واقعات بیان کیے تو نصر کہنے لگا اگر میں چاہتا تو اس کی مثل کہہ لیتا، یہ تو صرف پہلے لوگوں کے احوال ہیں۔ یعنی یہ تو وہ چیزیں ہیں جو پہلوں نے اپنی کتابوں میں لکھی تھیں تو اس کو عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ سے ڈر، محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق بات کہتے ہیں، وہ کہنے لگا میں بھی حق کہتا ہوں تو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہتے ہیں۔ نصر نے جواب دیا میں بھی ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہتا ہوں لیکن یہ بت اللہ کی بیٹیاں ہیں، پھر کہنے لگا اے اللہ! محمد جو کچھ کہتے ہیں وہ حق ہے تیری طرف سے تو ہم پر پتھر برسا آسمان سے (حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ) جیسے تو نے قوم لوط پر برسائے (أَوِ اتُّنَا بِعَذَابِ الْيَمِّ) یعنی جو پہلی امتوں پر بھیجا اس میں سے کوئی ہم پر بھیج۔ اس نصر کے بارے میں آیت ”سأل سائل بعذاب واقع“ بھی نازل ہوئی ہے۔

عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نصر بن حارث کے بارے میں دس سے زائد آیتیں نازل ہوئی ہیں، بدر کے دن جس عذاب کو اس نے مانگا تھا اسی نے اس کو گھیر لیا۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے تین آدمیوں کو باندھ کر قتل کیا۔ 1 طعیمہ بن عدی 2 عقبہ بن ابی معیط 3 نصر بن حارث۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ اس قول کا قائل ابو جہل ملعون تھا۔ عبد الحمید صاحب الزیادی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو سنا کہ فرما رہے ہیں کہ ابو جہل نے کہا ”اللهم ان كان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء او اتتنا بعذاب اليم“ تو یہ آیت نازل ہوئی ”وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم وما كان الله معذبهم وهم يستفرون وما لهم الا يعذبهم الله“

33 (وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ)

اس آیت کے معنی میں اختلاف ہے۔ محمد ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ مشرکین کا قول نقل کیا ہے۔ یہ پہلی آیت سے متصل ہے کیونکہ وہ کہتے تھے کہ ہم استغفار کرتے ہیں اللہ ہمیں عذاب نہ دیں گے اور اللہ کسی ایسی امت کو عذاب نہیں دیتا جن کا

وَمَا لَهُمْ إِلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَ هَٰذَا إِنَّ
أَوْلِيَاءَهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۵﴾

﴿تجوید﴾ اور (نیز) ان کا کیا استحقاق ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ (بالکل ہی معمولی) سزا بھی نہ دے حالانکہ وہ لوگ مسجد
حرام سے روکتے ہیں حالانکہ وہ لوگ اس مسجد کے متولی (بننے کے بھی لائق) نہیں اس کے متولی تو سوا متقیوں کے اور
کوئی بھی اشخاص نہیں لیکن ان میں اکثر لوگ (اپنی نالائقی کا) علم نہیں رکھتے۔

﴿تفسیر﴾ ﴿وَمَا لَهُمْ إِلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ﴾ یعنی ان پر عذاب آنے سے کیا چیز مانع ہے؟ آپ علیہ السلام کے نکلنے کے بعد
(وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) یعنی مؤمنین کو بیت اللہ کے طواف سے روکتے ہیں۔ بعض نے کہا پہلے عذاب سے
جڑ سے اکھاڑنے والا عذاب مراد ہے اور اس آیت میں تلوار کا عذاب مراد ہے اور بعض نے کہا پہلی آیت سے دُنیا کا عذاب اور
اس آیت سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔

اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلی آیت ”وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ“ منسوخ ہے اور ناسخ ”وَمَا لَهُمْ إِلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ“
ہے۔ (وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَ هَٰذَا) حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مشرکین کہتے تھے کہ ہم مسجد حرام کے اولیاء ہیں تو اللہ تعالیٰ نے تردید
کر دی کہ ”وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَ هَٰذَا“ یعنی بیت اللہ کے اولیاء نہیں (إِنَّ أَوْلِيَاءَهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ) یعنی وہ ایمان والے جو شرک سے
بچتے ہیں (وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ)

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصَدِيَةً ۖ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ
﴿۳۵﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ
عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿۳۶﴾

﴿تجوید﴾ اور ان کی نماز خانہ کعبہ کے پاس صرف یہ تھی سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا سو اس عذاب کا مزہ چکھو اپنے کفر
کے سبب بلا شک یہ کافر لوگ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں سو یہ لوگ تو اپنے مالوں
کو خرچ کرتے ہی رہیں گے (مگر) پھر وہ مال ان کے حق میں باعث حسرت ہو جائیں گے پھر (آخر) مغلوب
(بھی) ہو جائیں گے اور کافر لوگوں کو دوزخ کی طرف جمع کیا جاوے گا۔

الامكاء و تصدیه کی تفسیر

﴿تفسیر﴾ ﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصَدِيَةً﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن رحمہ اللہ فرماتے
ہیں کہ مکاء بمعنی سیٹی لغت میں مکاء سفید رنگ کے پرندے کو کہتے ہیں جو جاز میں پایا جاتا ہے اور اس کے لیے سیٹی جیسی آواز ہوتی

ہے۔ گویا کہ یہ ہے۔ بیرون کی آوازیں "نصدبہ" بمعنی مائی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قریش بیت اللہ کا نکتہ حواف
رات تھے اور یثیاب اور تالیوں بجاتے تھے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بنو عبد الدار کا ہر آدمی جب طواف میں نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم سے گزرتا تو دو استہوا کرتے اور اکھیاں منہ میں ڈال کر یثیاب بجاتے۔ اور تصد یہ۔ یں بجاتا اور اسی سے صدق ہے
اور ان کا راٹھریوں بیڑے میں رکھنا اور تصد یہ مائی بجاتا اور اسی سے صد اس بازگشت کو کہتے ہیں جو پہاڑ میں آواز لگانے والے کی
سنائی دیتی ہے۔ "مفر بن ربیعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے ابوسلمہ بن عبد الرحمن سے اللہ تعالیٰ کے قول "الامکاء و نصدبہ"
سے بارگاہ میں پوچھا تو انہوں نے دونوں تھسیوں کو منع کر کے ان میں پھونک ماری۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں نماز پڑھتے تو دو آدمی آپ علیہ السلام کے دائیں جانب اور دو بائیں جانب کھڑے ہو کر یثیاب اور
تالیوں بجاتے تاکہ آپ علیہ السلام کی نماز میں غفلت نہ آسکے۔ یہ بنو عبد الدار کے لوگ تھے سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں
تصد یہ مشرکین کا مؤمنین کو مسجد حرام اور دین اور نماز سے روکنا۔ اس کا دلیل کی بنا پر یہ اصل میں التصد وہ دو دال کے ساتھ ہوگا۔
یہ اس میں سے تبدیل ہو گیا۔ جیسا کہ پہلے جاتا ہے "تنظیبت یمن سے۔ ہے اور تظن البازی اذا البازی کسر یعنی "تفضض
ساری" سے ہے۔ ابن ابی بکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا تسمیہ رکھا ہے کیونکہ ان کو مسجد حرام میں نماز کا حکم دیا گیا تھا، انہوں
نے اپنے نفعوں کو اپنی نماز سے روکا۔ (فَلذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ)

۱۱۱) ان الذین کفروا ینفقون اموالہم لیفسدوا عن سبیل اللہ) کہیں اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت
جس میں قریش میں بارہ حصے تھے ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ لوگ ہر ایک ان میں سے روزانہ دس اونٹ
نہایت غارتے شہر و علاقے۔ یہ بارہ لوگ ابو جہل، عقبہ، شیبہ، نبیہ، مدیہ، ابوالخیر، نصر بن حارث، حکیم بن حزام، ابی بن
خلف، ابو سعید بن ابی سعید، حارث بن عامر، عباس بن عبد المطلب تھے۔ حکیم بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابوسفیان کے
بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ان نے امد سے ان مشرکین پر چالیس اوقیہ خرچ کیے۔ (لَسِیَئِفِقُرُونِهَا نَمَ تَكُونُ عَلَیْہِم
حَسْرَةً) حتیٰ جو ان میں خرچ کرے ہیں اور آخرت میں ان پر حسرت بن جائے گا (نَمَ یُعَلِّیُونَ) کامیاب نہ ہوں گے
والذین کفروا) ان میں سے (الی جہنم یخسروا) کفار کو خاس کیا اس لیے کہ بعض ان میں سے اسلام لے آئے تھے۔

لیمیز اللہ الخبیث من الطیب ویجعل الخبیث بغضہ علی بغض فیرکمہ جمیعا
فیجعلہ فی جہنم ذالک ہم الخسرون ﴿۱۱۱﴾ قُلْ لِلذِّیْنِ کَفَرُوا اِنْ یُنْتَهُوا یَغْفِرْ لَہِم مَّا
قَدْ سَلَفَ وَاِنْ یُعَوِّذُوا لَقَدْ مَضَتْ سُنَّتِ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَقَاتِلُوْہُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَةً
وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّہُ لِلّٰہِ فَاِنْ اَنْتُمْ اَنْتُمْ اَفَا نِ اللّٰہِ بِمَا یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۱۳﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاَعْلَمُوْا اَنْ
اللّٰہُ مَوْلٰکُمْ ذٰلِکُمْ اَلْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ ﴿۱۱۴﴾

تجسس تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک (لوگوں) کو پاک (لوگوں) سے الگ کر دے اور (ان سے الگ کر کے) ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملا دے یعنی ان سب کو متصل کر کے پھر ان سب کو جہنم میں ڈال دے ایسے ہی لوگ پورے خسارہ میں ہیں آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ (اپنے کفر سے) باز آ جاویں گے تو ان کے سارے گناہ جو (اسلام) سے پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیے جاویں گے اور اگر اپنی وہی (کفر کی) عادت رکھیں گے تو (ان کو مناد دیجئے کہ) کفار سابقین کے حق میں قانون نافذ ہو چکا ہے اور تم ان (کفار عرب) سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ (یعنی شرک) نہ رہے اور دین (خالص) اللہ ہی کا ہو جاوے پھر اگر یہ کفر سے باز آ جاویں تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتے ہیں اور اگر روگردانی کریں تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رقیب ہے وہ بہت اچھا رقیب ہے اور بہت اچھا مددگار ہے۔

تفسیر 37 (لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ) یعنی کافر کو مؤمن سے۔ پس مؤمن کو جنت اور کافر کو آگ میں ٹھکانہ دے گا۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ناپاک عمل کو پاک عمل سے جدا کر دے۔ پس نیک اعمال پر جنت اور ناپاک اعمال پر جہنم دے گا اور بعض نے کہا شیطان کے راستے میں ناپاک خرچ کو اللہ کے راستے میں پاک خرچ سے جدا کر دے۔ (وَيَجْعَلُ الْخَبِيثَ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا) یعنی اس کو جمع کر دے اسی سے السحاب المروم ہے گھنے بادلوں کے جھنڈ کو کہتے ہیں۔ (فَيَجْعَلُهُ فِي جَهَنَّمَ ط أُولَئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ)

اس کو اپنے قول (ان الذين كفروا ينفقون اموالهم اولئك هم الخاسرون) کی طرف لوٹایا ہے جن کی تجارت خسارہ میں پڑ گئی۔ ان اپنے اموال سے آخرت کے عذاب کو خریدیں۔

38 (قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا اِنْ يَنْتَهُوا) شرک سے (يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ) اسلام سے پہلے جو گناہ ہو چکے (وَ اِنْ يَّعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ) اللہ کی اپنے انبیاء اور اولیاء کی مدد کرنے میں اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرنے میں۔

39 (وَ قَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةً) یعنی شرک۔ ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تاکہ مؤمن اپنے دین سے فتنہ میں مبتلا نہ ہو (وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ) یعنی اس میں کوئی شرک نہ ہو (فَاِنْ اَنْتَهُوا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ) یعقوب نے عملوں تاء کے ساتھ اور دیگر حضرات نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

40 (وَ اِنْ تَوَلَّوْا) اگر وہ ایمان سے لوٹیں یا قتال سے (فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰكُمْ) تمہاری مدد (نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ) مدد کرنے والا۔



وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِلَّذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتْمَىٰ

وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ التَّقَىٰ أَجْمَعِينَ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ②

ترجمہ اور اس بات کو جان لو کہ جو شے (کفار سے) بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس کا عشم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے اور ایک حصہ آپ کے قرابت داروں کا ہے اور (ایک حصہ) یتیموں کا ایک اور (ایک حصہ) غریبوں کا ہے اور (ایک حصہ) مسافروں کا ہے اور تم اللہ پر یقین رکھتے ہو اور اس چیز پر جسکو ہم نے اپنے بندوں (محمدؐ) پر فیصد کے دن یعنی جس دن کہ (بدر میں) دونوں بیانات میں (مومنین و کفار) باہم مقابل ہوئی تھیں ہازن فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ (س) ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

تفسیر (وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ) مسلمانوں کو کفار سے جو مال حاصل ہوتا ہے اس سے لے کر وہ سب چیزیں ہوتی ہیں ① غنیمت ② فتن۔ ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ دونوں ایک ہیں اور ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ دونوں مختلف ہیں۔ یہ سب غنیمت و مال ہے جس کو مسلمان لڑائی کے سبب سے حاصل کر لیں اور فتنی و دہال جو بغیر لڑائی کے صلح سے مل جائے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غنیمت کا تقسیم بیان کیا ہے اور فرمایا (لِللَّهِ خُمُسُهُ وَ لِلرَّسُولِ) اکثر مفسرین رحمہم اللہ اور فقہیہ اس طرف سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حصہ جو بزرگت ابتداء کے لیے ہے اور مال کی اپنی طرف نسبت کرتا اس کے اعزاز کے لیے ہے۔ یہ میراث نہیں ہے۔ غنیمت کا بولی حصہ صرف اللہ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ دنیا اور آخرت تمام اللہ کی ہیں۔ یہی حسن، قول اور ابراہیم اور ابراہیم اللہ کا قول ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ایک ہے اور غنیمت کے پانچ حصے کیے جائیں گے۔ پانچ میں سے چار حصے مجاہدین کے لیے اور پانچواں حصہ ان لوگوں کے لیے جن کا اللہ نے ذکر کیا ہے (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور قریشی رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے) بعض نے کہا کہ غنیمت کے چھ حصے کیے جائیں گے اور یہی ابو العالیہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حصہ عیب کی طرف خرچ کیا جائے گا اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے کہ غنیمت کے پانچ حصے کیے جائیں گے جو حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ علیہ السلام کی زندگی میں تھا و اب مسلمانوں کی ضروریات اور اسلامی قوت میں خرچ کیا جائے گا۔ یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے۔ ابراہیم علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ سے ہتھیار اور جانور وغیرہ خریدتے تھے۔

تمام حصہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آپ علیہ السلام کے بعد خلیفہ کو ملے گا اور بعض نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ان پانچ حصوں میں لیا جائے گا اور چار حصوں پر تقسیم کیا جائے گا (وَاللَّذِي الْقُرْبَىٰ) یعنی خمس کا ایک حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریشی رشتہ داروں کو ملے گا

والذی القربی کا مصداق میں مفسرین کے اقوال

کون سے رشتہ دار مراد ہیں اس میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت نے کہا کہ تمام قریش مراد ہیں اور ایک قوم نے کہا کہ وہ لوگ مراد ہیں جن کے لیے صدقہ واجب لینا حلال نہیں۔ مجاہد اور علی بن حسین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ بنو ہاشم مراد ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب مراد ہیں۔ بنو عبد شمس اور بنو نوفل کو کچھ نہ ملے گا۔

اس پر دلیل وہ حدیث ہے جو جبیر بن مطعم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے رشتہ داروں میں مال تقسیم کیا اور اس میں سے بنو عبد شمس اور بنو نوفل کو کچھ نہیں دیا اور محمد بن جبیر بن مطعم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم اور بنو مطلب میں قریبی رشتہ داروں کا حصہ تقسیم کیا تو میں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں آئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ ہمارے بھائی بنو ہاشم میں سے ہیں ہم ان کی فضیلت کا انکار نہیں کرتے کیونکہ آپ علیہ السلام کا نسب ان میں ہے لیکن ہمارے بھائی

بنو مطلب کے بارے میں کیا خیال ہے کہ آپ علیہ السلام نے ان کو بھی دیا اور ہمیں چھوڑ دیا حالانکہ ہماری اور ان کی رشتہ داری ایک ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک چیز ہیں۔ اس طرح اور اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں گھسا دیا۔

ذوی القربی کا حصہ اب بھی باقی ہے یا نہیں

اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ ذوی القربی کا حصہ اب بھی ثابت ہے یا نہیں؟ اکثر حضرات اس طرف گئے ہیں کہ ان کا حصہ ثابت ہے اور یہی امام مالک اور شافعی رحمہما اللہ کا قول ہے اور اصحاب رائے کا قول یہ ہے کہ حصہ اب ثابت نہیں اور یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اور ذوی القربی کا حصہ واپس خمس میں ملا دیا جائے گا۔ اب غنیمت کے پانچ حصے تین قسموں کو ملیں گے ① یتیموں ② مسکینوں ③ مسافروں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ذوی القربی میں سے فقراء کو دیا جائے گا نہ کہ اغنیاء کو اور کتاب و سنت اس کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء بھی یہ حصہ دیتے چلے آئے ہیں اور فقیر کو غنی رشتہ دار پر فوقیت نہ دی جائے گی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفاء حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ان کے کثرت مال کے باوجود خمس میں سے حصہ دیتے رہے ہیں تو امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کو میراث کے ساتھ لاحق کیا ہے کہ جس طرح میراث قرابت کی وجہ سے ملتی ہے خواہ مالدار ہو یا غریب، اسی طرح خمس کا حال ہے لیکن امام شافعی رحمہ اللہ خمس قریبی اور دور کے سب رشتہ داروں کو دینے کے قائل ہیں اور مذکور کو مؤنث پر فضیلت دیتے ہیں کہ مذکور کو دو حصے اور مؤنث کو ایک حصہ ملے گا۔ (وَالْيَتِيمِ) یتیم کی جمع ہے یتیم وہ مسلمان بچہ جس کا باپ نہ ہو اور وہ فقیر ہو تو اس کا خمس میں حصہ ہے (اور محتاجوں) مسلمانوں میں سے ضرورت مند (وَالْمَسْكِينِ) یعنی جو مسافر اپنے مال سے دور ہو یہ سب غنیمت کے ایک خمس کا مصرف ہیں اور باقی چار

بھی مجاہدین کے درمیان تقسیم کیے جائیں گے۔ سوار کے لیے تین حصے اور پیادل کے لیے ایک حصہ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیادل فہنم کے لیے ایک حصہ مقرر کیا اور سوار کے لیے تین حصے ایک حصہ سوار کا اور دو حصے کھوڑے کے مقرر کیے۔ یہ اکثر علماء کا قول ہے اور اسی کی طرف ثوری، اوزاعی، مالک، ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ گئے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سوار کے لیے دو حصے اور پیادل کے لیے ایک حصہ اور نہ مہر تین اور پچھلے بھی جب جنگ میں شریک ہوں تو ان کو انعام ملے گا مستقل حصہ نہ ہوگا اور جس زمین پر مسلمان غائب ہو جائیں دو بھی منتقل اشیا کی طرح تقسیم ہوں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک زمین میں امام کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو مجاہدین میں تقسیم کر دے اور اگر چاہے تو مسلمانوں کی ضروریات کے لیے وقف کر دے لیکن آیت کا ظاہر زمین اور منتقل اشیا میں فرق نہیں کرتا اور جس فہنم کے قتل میں مشرک کو قتل کر دیا تو اس کے سب کا مستحق ہوگا۔ ابوقادور رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی کو قتل کیا تو اس کو اس کا سب ملے گا۔ سب سے مراد مقتول کا لباس، ہتھیار اور اس کا کھوڑا وغیرہ۔ ان سے اور اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ اس غنیمت کے علاوہ مسلمانوں کو مزید انعام کا اعلان کرے تاکہ وہ جہاد میں خوب توجہ کریں اور مشقت برداشت کریں تو جو لوگ اس انعام کے حق دار ہوں گے وہ صرف انہی کو ملے گا اور باقی غنیمت میں مجاہدین سے حصہ برابر شریک ہوں گے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض لشکروں کو روانہ کرتے ہوئے ان کے لیے کسی خاص انعام کا اعلان فرماتے تھے جو ان کے ساتھ خاص ہوتا تھا۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ انعام کہاں سے دیا جائے گا۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ فہنم کے قتل سے دیا جائے گا۔ یہی صحیح ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں اور یہی معنی ہے صحیح اسلام کے قائل ہونے کے لیے اس مال میں فہنم کے سوا کچھ نہیں جو اللہ نے تم کو بطور غنیمت دیا اور وہ فہنم تم میں تقسیم کیا جائے گا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ فہنم کو انک کر کے باقی چار حصوں میں سے انعام دیا جائے گا اور یہی امام احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول ہے اور بعض حضرات کا قول ہے کہ انعام مکمل غنیمت سے دیا جائے گا فہنم نکالنے سے پہلے جیسے سب قاتل و تقسیم غنیمت سے پہلے ہوتا ہے۔

جو مال فہنم اور مال ہے جو مسلمانوں کو غنیمت سے بھری کھوڑے اور اٹل جانے اس طرح کہ وہ کفار مسلمانوں سے مال پر صلح کر لیں۔ وہ جزیہ دین کے اور جو مال دار اسلام میں نجات کے لیے داخل ہوتے وقت ان سے لیا جائے یا کوئی کافر دارالاسلام میں آکر مرجائے اور یہاں اس کا کوئی وارث نہ ہو تو یہ سب فہنم ہے۔ مال فہنم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں خالص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مال فہنم کے ساتھ ناکس کیا ہے۔ ان میں سے کسی اور کو کچھ نہیں دیا۔ پھر آیت پڑھی "ما داء اللہ علی رسولہ" آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مال کو اپنے اہل و عیال کے علاوہ شریعہ پر خرچ کرتے پھر جو بیچ جاتا اس کو اللہ کے راستے میں دے دیتے۔

مالِ فِئِي كَا مَصْرَفِ كَيْفِ؟

اس میں اختلاف ہے کہ آپ علیہ السلام کے بعد مالِ فِئِي کا کیا حکم ہے؟ بعض حضرات کا قول ہے کہ یہ آپ علیہ السلام کے بعد والے آئمہ کو ملے گا۔

وَابْنِ السَّبِيلِ إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ التَّقِي
الْجَمْعِينَ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ④۱

تفسیر امام شافعی رحمہ اللہ کے اس بارے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ ان مجاہدین کو ملے گا جن کے نام جہاد کے رجسٹروں میں مستقل درج ہیں کیونکہ یہ لوگ دشمن کو ڈرانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ کیا جائے گا۔ ابتداء مجاہدین سے کی جائے گی۔ ان کی ضرورت کے مطابق دیا جائے گا۔ پھر جو زیادہ اہم ہو۔

مالِ فِئِي كَا خُمْسِ نَكَا لَا جَائِے كَا يَا نَهِيں

تفسیر اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ مالِ فِئِي کا خُمس نکالا جائے گا یا نہیں؟ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس کا خُمس نکالا جائے گا وہ خُمس غنیمت کے مستحقین پر پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا اور چار خُمس مجاہدین اور مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ ہوں گے اور اکثر علماء کا قول ہے کہ فِئِي کا خُمس نہیں نکالا جائے گا بلکہ تمام مالِ فِئِي کا ایک ہی مصرف ہے اور تمام مسلمانوں کا اس میں حق ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ زمین پر جو بھی مسلمان ہے اس کا اس فِئِي میں حصہ ہے سوائے غلاموں کے۔ مالک بن اوس بن حدثان سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت ”انما الصدقات للفقراء والمساكين علیم حکیم“ تک پڑھی۔ پھر فرمایا یہ ان لوگوں کے لیے ہے۔ پھر ”واعلموا انما غنمتم من شئ فان لله خمسہ وابن السبيل“ تک پڑھا۔ پھر فرمایا یہ ان لوگوں کے لیے ہے پھر پڑھا ”ما افاء الله على رسوله من اهل القرى للفقراء والذين جاءوا من بعدهم“ تک پڑھی۔ پھر فرمایا اس آیت نے تمام مسلمانوں کا احاطہ کر لیا ہے۔ پس اگر میں زندہ رہا تو ضرور میرے پاس چرواہا آئے گا تو اس کا اس مال میں حصہ ہوگا، اس کی پیشانی پسینے میں غرق آلود نہیں ہوئی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا قول ”إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ“ بعض نے کہا ہے مراد ”واعلموا انما غنمتم من شئ فان لله خمسہ وللرسول“ ہے۔ اس میں جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے تم اس کو قبول کرو۔ اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو ”وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى عَبْدِنَا“ یعنی اگر تم اللہ پر اور اس پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے یعنی باری تعالیٰ کا قول ”يسألونك عن الانفال يوم الفرقان“ یعنی بدر کے دن۔ اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کے درمیان فرق کر دیا۔ ”يَوْمَ التَّقِي الْجَمْعِينَ“

اللہ کی جماعت اور شیطان کی جماعت۔ یہ بدر کا واقعہ جمعہ کے دن ستر و رمضان المبارک کو ہوا تھا۔ "وَاللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
لَّدِيرٌ" تمہاری قسمت اور ان کی کثرت کے باوجود تمہاری مدد پر قادر ہے۔

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدُوِّ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدُوِّ الْقُصْوٰى وَالرُّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ
لَاخْتَلَفْتُمْ فِى الْمِيْعَدِ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ
بَيِّنَةٍ وَيُبْحِى مَنْ حٰى ؕ بَيِّنَةٌ وَّ اٰنَ اللّٰهُ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵﴾ اِذْ يَرْيُكِيْمُ اللّٰهُ فِى مَنَامِكَ
قَلِيْلًا ؕ وَلَوْ اَرَاكَ كَثِيْرًا فَتَمَثَّلْتَ لَهُمْ ۗ وَتَنَزَّعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَلٰكِنْ اللّٰهُ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ
بِذٰتِ الصُّدُوْرِ ﴿۶﴾ وَاِذْ يَرْيُكِيْمُوْهُمْ اِذْ التَّقِيْمَ فِىْ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِىْ اَعْيُنِهِمْ
لِيَقْضِ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَاللّٰهُ نَزَّاجِعُ الْاُمُوْرَ ﴿۷﴾

﴿۵﴾ یہ دو وقت تھا کہ تم اس میدان کے ادھر والے کنارے پر تھے اور دو لوگ (یعنی کفار) اس میدان کے ادھر والے
کنارے پر تھے اور تم نے (قریش کا تم سے نیچے کی طرف کو) ہوا تھا اور اگر تم اور دو کوئی بات ٹھہراتے تو ضرور اس
قریبے باروش میں تم میں اختلاف ہوتا لیکن تاکہ جو بات اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے یعنی تاکہ جس کو پر باد
(آ کر د) ہوتا ہے وہ نشان آئے پیچھے بر باد ہو اور جس کو زندہ (ہدایت یافتہ) ہوتا ہے وہ (بھی) نشان آئے پیچھے زندہ
ہو اور جو شہید اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں وہ بھی قابل ذکر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ
خواب میں آپ کو دو لوگ دکھائے اور اللہ تعالیٰ آپ کو دو لوگ زیادہ دکھلا دیتے تو تمہاری ہمتیں ہار جاتیں اور
اس امر میں تم میں باہم (نزاع) و اختلاف ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے (اس کم ہمتی و اختلاف سے) بچا لیا۔ بیشک وہ
لوگوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے اور اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ تم کو جبکہ تم مقابل ہوئے وہ لوگ تمہاری نظر
میں کم کر کے دکھلا رہے تھے اور (اسی طرح) ان کی نگاہیں تم کو کم کر کے دکھلا رہے تھے تاکہ جو بات اللہ تعالیٰ کو کرنا تھا
اس کی تکمیل کر دے اور جب مقدس اللہ تعالیٰ تم کی طرف رجوع کے جاویں گے۔

﴿۶﴾ (اِذْ اَنْتُمْ) یعنی اے مسلمانوں کی جماعت جب تم ٹھہرے تھے۔ (بِالْعُدُوِّ الدُّنْيَا) یعنی وادی کے اس
حصہ پر جو مدینہ سے قریب تھا۔ دنیا یعنی منونٹ ہے۔ (وَهُمْ) یعنی تمہارے مشرک دشمن۔ (بِالْعُدُوِّ الْقُصْوٰى) وادی
سے ان چنانچہ جو مدینہ سے اور تھی اور "الْقُصْوٰى" یعنی منونٹ ہے۔ ابن کثیر اور ابن جریر نے "بِالْعُدُوِّ" یعنی منونٹ کی زیر
ساتھ دونوں میں پڑھا ہے اور باقی حضرات نے ان دونوں کی پیش کے ساتھ اور یہ دو لغتیں ہیں۔ "الْكُسُوَّةُ" اور "الْكُسُوَّةُ"
اور "الرُّشُوَّةُ" اور "الرُّشُوَّةُ" کی طرح۔ (وَالرُّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ) یعنی ابوسفیان کا تجارتی قافلہ سمندر کے ساحل کی طرف

بدر سے تین میل دور تھا (وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَا خْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ) کیونکہ مسلمان تجارتی قافلہ کی نیت سے نکلے تھے اور کفار ان کو روکنے تو بغیر کسی وعدہ کے بڈ بھیڑ ہو گئی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”ولو تو اعدتم لاختلفتم فی الميعاد“ تمہاری قلت اور دشمن کی کثرت کی وجہ سے۔ (وَلَكِنْ) اللہ نے بغیر وعدہ کے تم کو جمع کیا (لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا) اپنے اولیاء کی مدد اور دین کو غالب کرنا اور دشمنوں کو ہلاک کرنا (لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ مَبْنِيَّةٍ جُومر نے والا ہے وہ دلیل کا ثبوت دیکھ کر اور سبق آموز حقیقت کا معائنہ کر کے اور واضح دلیل کا مشاہدہ کر کے مرے (وَيَخِيْبِي مَنْ حَيَّ عَنْ مَبْنِيَّةٍ اور جو زندہ رہے وہ بھی مشاہدہ حقانیت و صداقت کر کے زندہ رہے تاکہ کسی کو کوئی عذر و معذرت کا موقع باقی نہ رہے۔ جیسا کہ آیت میں (وما كنا معدبين حتى نبعث رسولا) محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں آیت کا مطلب یہ ہے کہ حجت قائم ہونے کے بعد جس نے کفر کرنا ہے کفر کرے اور جس نے ایمان لانا ہے ایمان لائے تو آیت میں ہلاکت سے مراد کفر اور حیاة سے مراد ایمان ہے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں تاکہ جو گمراہ ہو وہ دلیل سے اور جو ہدایت حاصل کرے وہ بھی واضح دلیل سے ہو۔ اہل حجاز، ابو بکر اور یعقوب رحمہ اللہ نے ”حیی“ دو یاء کے ساتھ ”خشی“ کی طرح پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے ایک یاء مشدد کے ساتھ اس لیے کہ وہ ایک یاء کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ (وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ)

④ (اذْيُرِيكُمْ اللَّهُ) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم (فِي مَنَامِكَ) یعنی نیند میں۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کی آنکھ میں کیونکہ آنکھ نیند کی جگہ ہے (قَلِيلًا طَوْلُوا أَرْكَهْمُ كَثِيرُ الْفَشْلُتُمْ وَلْتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ) تمہیں مخالفت اور بزوری سے (إِنَّهُ عَلِيمٌ بِبَدَائِطِ الصُّدُورِ) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تمہارے دلوں میں جو اللہ کی محبت ہے اس کو خوب جانتا ہے۔

④..... (وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ التَّقَيْتُمْ فِي أَغْنِيكُمْ قَلِيلًا)

مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ دشمن کی تعداد بہت تھوڑی ہے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ خبر دی تو جب بدر میں ٹکراؤ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی نگاہ میں مشرکوں کو کم دکھایا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ ہماری نگاہ میں اتنے کم ہو گئے کہ میں نے ایک صحابی کو کہا کہ یہ ستر کی تعداد لگتے ہیں اس نے کہا مجھے سو کی تعداد کے برابر لگتے ہیں، پھر جب ہم نے ایک کافر کو قید کیا تو اس سے ان کی تعداد پوچھی تو اس نے کہا ایک ہزار تھی (وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَغْنِيهِمْ) سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مشرکین کے کچھ لوگ کہنے لگے کہ تجارتی قافلہ حفاظت سے جا چکا ہے تم بھی واپس چلو تو ابو جہل کہنے لگا اب لوٹتے ہو جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی تمہارے سامنے آ گئے ہیں؟ تم واپس نہ جاؤ جب تک ان کو جڑ سے نہ اکھاڑ دو، بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی تو اونٹ کا لقمہ ہیں تم ان کو نہ مارو بلکہ رسیوں سے باندھ دو، یہ بات اس نے اپنی طاقت کی وجہ سے کہی تھی۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مشرکین کی نگاہ میں مسلمان تھوڑے دکھائے تاکہ لڑائی سے گریز نہ کریں اور مسلمانوں کی نگاہ میں مشرکین کو کم دکھایا تاکہ وہ ڈرنے جائیں (لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا) اسلام کو بلند کرنا اور اہل

اسیام کو عزت دیتے اور مشرکین کو ذلیل کرتے۔ (کان مفعولاً ما والی اللہ ترجع الامور)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ لَفَةً فَالْجَبْتُورَ وَأَذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ⑤ وَأَطِيعُوا

اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ⑥

⑤ اے ایمان والو! جب تم کو کسی جماعت سے (جہاد میں) مقابلہ کا اتفاق ہو کرے تو (ان آداب کا لحاظ رکھو) ایک ایک (جہاد میں) نہ تباہی پڑے اور اللہ کا شکر کثرت سے ذکر کرو امید ہے کہ تم کو کامیاب ہو جائے اور اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی نہ کرو (جہاد میں) نہ اپنی جماعت سے نہ آپس میں (اور نہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہمت نہ جائے گی اور صبر کرو جب اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔

⑥ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ لَفَةً) کا لفظ جماعت سے (فَالْجَبْتُورَ الْفُرَاتِي) کے وقت قتال میں ثابت قدم رہو (وَأَذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا) اللہ تعالیٰ سے نعت اور کامیابی کی دعا کرو (لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ) تاکہ تم کو کامیابی کی امید ملے ہو جائے۔ اور نہ ہمت نہ پڑے اور نہ ہمت نہ پڑے۔

⑤ (وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا) بزدلی یا کمزور ہو جاؤ گے (وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ) مجبور ہو جاؤ گے۔ اہل بیت میں تمہاری مدد نہ ملے گی۔ اہل بیت میں تمہاری جہاد سے۔ مقاتل بن حیان نے لفظ فرات سے کہا ہے کہ یہاں کنایہ ہے امر کے نافذ ہونے اور اس کے ساتھ جہاد ہونے سے۔ جب کہ اس کا معنی اس کی مراد پر متوجہ ہو۔ قتادہ اور ابن زید نے کہا ہے کہ یہ مدد ہونے سے۔ مدد ہونے سے۔ ذریعے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہوا کو بھیجتے ہیں جو دشمن کے چہروں کو مارتی ہے اور اس سے نبی کی مسکنی اللہ علیہ السلام کا تو ہے "یہی نبی ہر صبا کے ذریعے مدد کی آگئی ہے اور ہر دو بوز کے ذریعے ہلاک کیے گئے۔" اور نعمان بن مقسم نے بھی اللہ تعالیٰ عزت سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوا۔ آپ صیبا سے جب ان کے بتدانی حصے میں لڑائی نہ کرتے تو سورج کے زوال کا انتظار کرتے جب ہوائیں چلتیں اور مدد آتی۔ (وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ) نام ابو نصر جو عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام اور ان کے کاتب تھے ان سے روایت ہے کہ حضرت عبید اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے جوڑ لیا تو میں نے عمر بن عبید اللہ کو پڑھ کر سنایا، اس میں لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض دنوں میں جن میں دشمن سے مقابلہ ہوتا تھا سورج کے مائل ہونے کا انتظار کیا، پھر لوگوں میں گھڑے ہو کر فرمایا۔ اے لوگو! دشمن کی طاقت نہ تمنا نہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگا کرو، پھر جب دشمن سے مدد بھیس ہو جائے تو صبر کرو اور خوب جہاد کرو۔ یہ سب جنت کمالات کے لیے ہے۔ (ردو البخاری) پھر فرمایا کہ اے اللہ کتاب کو اٹھانے والے بادلوں کو پھانے والے شجروں کو قسمت دینے والے ان کو قسمت دے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطْرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ط
 وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿۴۷﴾ وَإِذْ زَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ
 مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَ تِ الْفِئْتِنِ نَكَصَ عَلٰى عَقْبِيهِ وَقَالَ إِنِّي بِرِئَءِ
 مِّنْكُمْ إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ط وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾

﴿۴۷﴾ اور ان کافر لوگوں کے مشابہ مت ہونا جو (اسی واقعہ بدر میں) اپنے گھروں سے اترتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے اور لوگوں کو اللہ کے راستے (دین) سے روکتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو (اپنے علم میں) احاطہ میں لئے ہوئے ہے اور اس وقت کا ان سے ذکر کیجئے جبکہ شیطان نے ان (کفار) کو ان کے اعمال خوشنما کر کے دکھلائے اور کہا کہ لوگوں میں سے آج کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور میں تمہارا حامی ہوں پھر جب دونوں جماعتیں (کفار و مسلمین کی) ایک دوسرے کی مقابل ہوئیں تو وہ اٹھے پاؤں بھاگا اور یہ کہا کہ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو نظر نہیں آتیں (مراد فرشتے) میں تو خدا سے ڈرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والے ہیں۔

﴿۴۷﴾ (وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطْرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ط وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ) بطر کا معنی ہے فخر اور اکثر (ورثاء الناس) زجاج کا قول ہے کہ بطر کا معنی ہے نعمت باکر سرکشی کرنا اور شکر ادا نہ کرنا اور رياء کا معنی دکھاوٹ یعنی اچھائی کو دنیا کے سامنے ظاہر کرنا اور اپنی برائی کو چھپانا۔ (وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ط وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ) آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب وہ بدر کی طرف آئے تو ان کے لیے بڑا فخر تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! یہ قریش اپنے غرور و تکبر کے ساتھ آئے ہیں تجھ سے جھگڑتے اور تیرے رسول کی تکذیب کرتے ہیں۔ اے اللہ! پس تیری مدد جس کا تو نے وعدہ کیا تھا۔ مفسرین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جب ابوسفیان تجارتی قافلہ کو بچا گئے تو قریش کی طرف پیغام بھیجا کہ واپس آ جاؤ تو ابو جہل نے کہا اللہ کی قسم! ہم بدر جائے بغیر واپس نہ آئیں گے، بدر عرب کے موسموں میں سے ایک موسم تھا وہاں ہر سال ایک بازار لگتا تھا، وہاں تین دن ٹھہریں گے اونٹ نحر کریں گے، کھانا کھلائیں گے، شراب پیئیں گے، لونڈیاں گانا سنائیں گی اور عرب ہمارے بارے میں سنیں گے تو ہمیشہ ہم سے ڈریں گے لیکن وہاں موت کے پیالے ان کو پلائے گئے شراب کی جگہ اور ان پر گانے والیوں کی جگہ نوحہ کرنے والیوں نے نوحے کیے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان جیسا ہونے سے روکا اور ان کو خلوص نیت کا حکم دیا۔

﴿۴۸﴾ (وَإِذْ زَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ) یہ ”تزیین“ تھی کہ جب وہ نکلنے لگے تھے تو بنو بکر کا خوف تھا جس کی وجہ سے وہ واپس جانے ہی لگے تھے کہ شیطان اپنے شیطانوں کے لشکر کے ساتھ جھنڈا لے کر آ گیا اور خود سراقہ بن مالک بن جشم کی شکل میں تھا (وَقَالَ

لا غالب لکم فیومہ من الناس وانی جاز لکم) یعنی تمہیں ہرگز نہ سے ہوا دیتا ہوں (للمنافر آت الفتن) تو شیطان نے فرشتوں کے اثرات دیکھتے کہ وہ آسمان سے اتر رہے ہیں اور جان کیا کہ یہ لوگ ان کا مقابلہ نہ کر سکیں گے (نکض علی عقیبہ) غیبت باتوں سے کہ وہ پیچھے پھیر کر بھاگا۔ نصر بن سمیل کا قول ہے کہ قرقری پیچھے پھیر کر بھاگا۔ کھن رزمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آپس میں آمن سے من ہو تو اس وقت شیطان مشرکین کی صف میں سراق کی شکل میں حادث میں ہشام کا ہاتھ پکڑے ہوا تھا تو وہ اس کو لٹکے گا تو حادث نے کہا یہ اب بڑے بھگت رہتے اور اس کو پکڑنے کا تو اس نے سینے پر دھکا دیا اور بھاگ گیا اور مشرکین کھست کھائے۔

جب وہ آئے تو کہا کہ لوگوں کو کھست سراق کی بہت سے ہوئی ہے۔ سراق تک یہ بات پہنچی تو اس نے کہا مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ تم کہتے ہو میں نے لوگوں کو کھست دلائی۔ اللہ کی قسم! مجھے تمہارے جانے کا علم نہ تھا، اب تمہاری کھست کی خبر پہنچی ہے۔ انہوں نے کہا یہ تو فلاں دن ہوا۔ پس نہیں آیا تھا فلاں نے قسم کھالی کہ نہیں آیا تھا۔ جب وہ لوگ اسلام لے آئے تو پتہ چلا کہ وہ شیطان تھا (اول انہی یروی ما تمکم) سن رزمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا کہ دو چادر پہنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے ہیں اور آپ کے ہاتھ میں کھڑکے کی لکڑی ہے ابھی اس پر سوار نہیں ہوئے۔ تو رزمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو دیکھا ہوں جو تم نہیں دیکھتے (انہی اروی ما لا ترون) اس بات میں جھوٹا تھا کیونکہ ان وقت باہمی خوف نہ تھا تب جب دیکھا کہ اب اس کے بس کی بات نہیں تو نکل گیا اور یہ اللہ کے دشمن کی عادت ہے کہ جب حق اور باطل کا آمن ہو تو اپنے ماننے والوں کو جو کھٹکے نکل جاتا ہے اور حق رزمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے اللہ کا خوف ہے کہ وہ مجھے ہرگز ہونے والوں میں ہرگز نہ دے اور شیطان رزمہ اللہ فرماتے ہیں اس کو ڈر ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام اس کو پکڑ کر اس کی حالت دکھانے کے لئے نماز پڑھیں گے تو اس کی حالت نہ کریں گے اور بعض نے کہا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ "انہی اخاف اللہ اللہ اللہ" میں جانتا ہوں کہ اللہ نے اپنے ایمان سے جو وعدہ دیا ہے وہ سچا ہے اس لیے کہ اس کو اس پر اتمہ دتھا۔ "واللہ شدید العقاب" اور بعض نے کہا ہے ان کا معنی یہ ہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں تمہارے بارے میں اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والے ہیں اور بعض نے کہا ہے بلکہ اس کے قول "اخاف اللہ" پر تتر ہوئی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "واللہ شدید العقاب" علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "واللہ شدید العقاب" علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "واللہ شدید العقاب" علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "واللہ شدید العقاب" علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اللہ سے ڈرتا ہوں۔

اذ یقولون المُنْفِقُونَ وَالَّذینَ فِی قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هُوَ لَاءِ دینِهِمْ ؕ وَ مَن یَتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ فَان اللّٰهُ عَزِیزٌ حَکِیْمٌ ۝۱۰ وَلَوْ تَرَىٰ اذِیْتَوَفٰی الذِّیْنَ کَفَرُوا الْمَلَائِکَةُ یَضْرِبُونَ وُجُوْهِہِمْ وَاذْبَارَہُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ۝۱۱

﴿تَشْكُرُ﴾ اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جب منافقین اور جن کے دلوں میں (شک) کی بیماری تھی یوں کہتے تھے کہ ان کے دین نے ان کو بھول میں ڈال رکھا اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست (اور) حکمت والے (بھی) ہیں۔ اور اگر آپ (اس وقت کا موقعہ) دیکھیں جبکہ فرشتے ان (موجودہ) کافروں کی جان قبض کرنے جاتے ہیں (اور) ان کے منہ پر اور ان کی پشتوں پر مارتے جاتے ہیں اور یہ کہتے جاتے ہیں کہ (ابھی کیا ہے آگے چل کر) آگ کی سزا جھیلنا۔

﴿تَفْسِيرُ﴾ 49 (اذ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّهُمْ هَؤُلَاءِ دِينُهُمْ) یعنی مسلمانوں کو ان کے دین نے دھوکہ میں ڈال دیا۔ یہ وہ لوگ تھے جو مکہ میں کمزور تھے اسلام لائے تھے اور ان کے اقرباء نے ان کو ہجرت سے روک رکھا تھا۔ جب قریش بدر کی طرف نکلے تو ان کو زبردستی ساتھ لے آئے۔ جب انہوں نے مسلمانوں کی کم تعداد دیکھی تو شک میں مبتلا ہو گئے یا مرتد ہو گئے اور کہنے لگے ان کو ان کے دین نے دھوکہ میں ڈالا ہے، یہ سب بھی مارے گئے ان میں سے قیس بن مغیرہ، ابوقیس بن الفا کہ بن مغیرہ، مخز میان حارث بن زعمہ بن اسود بن مطلب، علی بن اُمیہ بن خلف جمحی، عاص بن معبہ بن حجاج۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ) یعنی اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دے اور اس پر اعتماد کرے (فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ) اپنے دشمنوں کے ساتھ جو چاہے کرتا ہے حکمت والا ہے) اپنے دوست اور دشمن کے ساتھ یکساں معاملہ نہیں کرتا۔

50 (وَلَوْ تَرَىٰ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) (اذ يَتَوَفَّى الدِّينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ) اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا موت کے وقت فرشتے کافروں کے چہروں پر آگ کے کوڑے مارتے ہیں اور بعض نے کہا کہ بدر میں جو کافر مارے گئے وہ مراد ہیں کہ ان کو مارتے تھے فرشتے (وَجُوهَهُمْ وَاذْبَارَهُمْ)

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بدر سے ان کی پاخانہ کی جگہ مراد ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے کنایہ اس کا ذکر کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مشرکین جب مسلمانوں کی طرف رخ کرتے تھے تو فرشتے ان کو چہروں پر تلواریں مارتے تھے اور جب مڑ کر بھاگنے لگتے تو فرشتے ان کی پیٹھ پر مارتے۔ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے ان کا اگلا اور پچھلا حصہ یعنی تمام جسم مراد ہے اور ”توفی“ سے مراد قتل ہے (وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ) بعض نے کہا کہ فرشتوں کے پاس لوہے کے گرز تھے جن سے کفار کو مارتے تھے تو ان کے زخموں پر آگ بھڑک اٹھتی تھی۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جہنم کے داروغے کہیں گے چکھو جلنے کا عذاب اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کو مرنے کے بعد یہ بات کہیں گے۔

ذَلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ﴿٥١﴾ كَذَابِ الْفِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٥٢﴾ ذَلِكَ بَانَ اللَّهُ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَأَنَّ

اللہ سمیع علیہ ① کذاب ال فرعون والذین من قبلہم کذبوا بآیت ربہم
فأهلکبہم بذنوبہم وأغرقنا ال فرعون وکل کانوا ظالمین ②

① (اور) یہ عذاب ان اعماس (کفریہ) کی عبادت ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ
تو تعالیٰ بندوں پر غمگین کرنے والے نہیں ان کی عبادت ایسی ہے جیسے فرعون والوں کی اور ان سے پہلے کے (کافر) لوگوں
کی عبادت تھی کہ انہوں نے آیات الہیہ کا انکار کیا سو خدا تعالیٰ نے ان کے گناہوں پر ان کو پکڑ لیا بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت
والے تخت پر بیٹھے والے ہیں یہ بات اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی نعمت کو جو کسی قوم کو عطا فرمائی ہو نہیں
بدلتے جب تک کہ وہ قوم اپنے ذاتی اعماس کو نہیں بدل دالتے اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے سنیے والے بڑے
جانتے والے ہیں ان کی عبادت فرعون والوں اور ان سے پہلے والوں کی عبادت ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی آیات
کو جھڑپا کرنا چاہا ان کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور فرعون والوں کو غرق کر دیا اور وہ سب ظالم تھے۔

② (ذلک ایہ) جو تم کو پڑی ہے (مما لذمتم ابدنکم) تو تمہارے ہاتھوں نے کرائی ہے (وَأَنَّ اللہَ
بِئْسَ لِعَادِمٍ لِّلْعَبِيدِ)

③ (کذاب ال فرعون) اس سبب یہ کہ ان لوگوں کی طرف سے عبادت آل فرعون کی عبادت کی طرح ہے۔ ابن عباس رضی
اللہ عنہما نے بتایا ہے کہ ان اعماس کو یقین ہو گیا تھا کہ تمہاری یہ سوام اللہ کے نبی ہیں پھر بھی انہوں نے ان کی تکذیب کی اسی طرح یہ
کہ ہیں جو تمہاری تکذیب و تمہارے پاس ہی کے آئے پھر انہوں نے تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بھی ویسے سزا بھیجی جیسے آل
فرعون پر بھیجی تھی۔ (والذین من قبلہم کذبوا بآیت اللہ فأهلکبہم اللہ بذنوبہم ما ان اللہ قوی شدید العقاب)

④ (ذلک بان اللہ لم یک مغیراً نعمۃ العمیہا علی قوم حتی یغیروا ما بانفسہم) مراد یہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ کسی قوم پر ایسے نعمتوں کے اعطاء سے اس وقت تک نہیں بدلتے جب تک وہ شکر ہی اور کفر کر کے اپنی حالت نہ بدل لیں۔ جب وہ
ایسا کریں تو اللہ بھی ان کی حالت تبدیل کر دے گا اور نعمت کو تھمیں لیتا ہے۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی نعمت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم ہیں۔ ان کو قریش اور ان کے پیروں نے بھیجا تو انہوں نے تکذیب کی اور کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو انصار کی طرف
مقرر فرمایا۔ (وَأَنَّ اللہَ سَمِیعٌ عَلِیْمٌ)

⑤ (کذاب ال فرعون والذین من قبلہم کذبوا بآیت ربہم فأهلکبہم بذنوبہم) بعض کو زلزلہ سے ہلاک
کیا بعض کو حصا اور بعض کی صورت بگاڑا اور بعض کو آندھی سے اور بعض کو زبکرا ہلاک کیا۔ اسی طرح ہم نے بدر کے کافروں کو
تھوڑے سا تھوڑے ہلاک کیا اب انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھڑپا لیا۔ (وَأغرقنا ال فرعون وکل کانوا ظالمین)

أَنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللہِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ⑥ الَّذِينَ عَاهَدتْ مِنْهُمْ ثُمَّ

يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿٥٦﴾ فَمَا تَتَّقَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَنَشَرْدَبِهِمْ
مَنْ خَلَفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَدَّكُرُونَ ﴿٥٧﴾ وَأَمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَأَمِ نَبِذِ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ ۗ
إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿٥٨﴾

تفسیر بلاشبہ بدترین خلائق اللہ کے نزدیک یہ کافر لوگ ہیں تو یہ ایمان نہ لاویں گے جن کی یہ کیفیت ہے کہ آپ ان سے
(کئی بار) عہد لے چکے ہیں (مگر) پھر (بھی) وہ اپنا عہد توڑ ڈالتے ہیں اور وہ (عہد شکنی سے) ڈرتے نہیں۔ سو اگر آپ
لڑائی میں ان لوگوں پر قابو پائیں تو ان (پر حملہ کر کے اس) کے ذریعہ سے اور لوگوں کو جو کہ ان کے علاوہ ہیں منتشر کر دیں
تا کہ وہ لوگ سمجھ جاویں اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت (یعنی عہد شکنی) کا اندیشہ ہو تو آپ وہ عہد ان کو اس طرح واپس کر
دیجئے کہ آپ اور وہ (اس اطلاع میں) برابر ہو جائیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

تفسیر ﴿٥٥﴾ (إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ) کلبی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ بنو
قریظہ کے یہود میں سے کعب بن اشرف اور اس کے ساتھی۔

﴿٥٦﴾ (الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ) یہ بنو قریظہ والے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا عہد توڑ دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ میں مشرکین کی مدد کی ان کو ہتھیار دیئے،
پھر کہنے لگے ہم بھول گئے تھے اور غلطی ہو گئی۔ پھر آپ علیہ السلام نے دوبارہ معاہدہ کیا پھر انہوں نے عہد توڑا اور غزوہ خندق
میں کفار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کے لیے ابھارا اور کعب بن اشرف مکہ گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
مخالفت پر ان سے اتفاق کیا (وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ)

﴿٥٧﴾ (فَمَا تَتَّقَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَنَشَرْدَبِهِمْ مَنْ خَلَفَهُمْ) مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر آپ علیہ السلام ان کو لڑائی
میں پائیں۔ تو ان کو ایسی سزا دے کہ دیکھ کر بھاگ جائیں ان کے پچھلے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ان کے پچھلوں
کے لیے عبرت بنا دیں اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے ذریعے پچھلوں کو ڈرا دیں اور تشدید کی اصل جدا کرنا ہے۔ متنی
یہ ہے کہ ہر عہد توڑنے والے کی قوت و جماعت کو متفرق کر دیں۔ یعنی جن لوگوں نے آپ علیہ السلام کا عہد توڑا اور آپ علیہ
السلام سے لڑائی کے لیے آئے ان کو قتل کریں اور ایسی سزا دیں کہ وہ عبرت بن جائیں جس کی وجہ سے ان کے پچھلے اہل مکہ و اہل
یمن آپ علیہ السلام سے ڈریں۔ (لَعَلَّهُمْ يَدَّكُرُونَ) تا کہ وہ نصیحت و عبرت حاصل کریں اور عہد نہ توڑیں۔

﴿٥٨﴾ (وَأَمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً) جیسے بنو قریظہ اور بنو نضیر سے ظاہر ہوا (فَأَمِ نَبِذِ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ) یعنی جنگ
سے پہلے ان کو اطلاع کر دیں کہ آپ علیہ السلام نے ان کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا ہے تا کہ معاہدہ کے ٹوٹنے کے علم میں تم
سب برابر ہو جاؤ تا کہ ان کو یہ وہم نہ ہو کہ آپ علیہ السلام نے لڑائی کر کے عہد توڑا ہے (إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ) سلیم بن

مرنے نہیں کے ایک شخص سے روایت آیا ہے دو کہتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور روم کے درمیان معاہدہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ فون کے زمان کے شہروں کی طرف چل پڑے کہ جیسے ہی مہد نونے کا تو ان پر حملہ کر دیں تو ایک آدمی کھوڑے پر سوار ہو کر آیا اور کہا اللہ آپ اللہ اکبر اور دوپہر اور دو صبح کو نہ دو۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو دو عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کا کسی قوم سے معاہدہ ہو تو اس کو نہ رو دبا نہ دھے اور نہ کھولے جب تک معاہدہ کی مدت ختم نہ ہو جائے یا ان کا معاہدہ توڑ کر نہ جتاوے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ انہیں لوٹ گئے۔

وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَفَرًا أَنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ⑤ وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخِرِينَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۗ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ⑥

⑤ اور کافر لوگ اپنے کو یہ خیال نہ کریں کہ اونٹنی گئے۔ یقین اور لوگ (خدا تعالیٰ کو) عاجز نہیں کر سکتے اور ان بائوں سے جس قدر تم سے ہو سکتے ہتھیار اور پٹے ہوئے کھوڑوں سے سامان درست رکھو اور اس کے زریعہ سے تم (اپنا) رب ہونے کھوان پر جو کہ (کفر کی وجہ سے) اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں اور ان سے معاہدہ ان پر بھی جن کو تم (یقیناً نہیں) نہیں جانتے ان کو اللہ میں جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کے اور تم پر پورا یہ یہ جاوے گا اور تمہارے لئے کچھ کمی نہ ہوگی۔

⑥ (وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَفَرًا) ابو ظفر، ابن عامر، حمزہ اور عظیمس رحمہما اللہ نے "یحسبن" یاہ کے ساتھ پڑھا ہے اور کلمہ "سفات" نے تاہ کے ساتھ۔ "سفروا" پھوٹ گئے۔ یہ آیت ان مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو بدر کے دن ہجرت کے تھے۔ پس جنہوں نے یاہ کے ساتھ پڑھا ہے وہ کہتے ہیں "لَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَفَرًا" مطلب یہ ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ کلمہ "سفات" سے ہجرت کے ساتھ پڑھا ہے تو یہ خطاب کا سینہ ہے۔ ابن عامر رحمہما اللہ نے "الْفُ لَمْ لَا يُعْجِزُونَ" الف کے زیر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی اس لیے کہ وہ عاجز نہیں کر سکتے اور مجھ سے پھوٹ نہیں سکتے اور کلمہ "سفات" نے الف کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے ابتداء کی بنا پر۔

⑤ (وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ) اللہ اور ضرورت کے وقت کے لیے کسی چیز کو تیار کرنا۔ یعنی دو آلات جو تمہارے لیے قوت کا سبب بنیں جیسے کھوڑے، ہتھیار وغیرہ۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ نے منبر پر فرمایا اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ تم کو سکوت سے، سن لو! بے شک قوت تیرا اندازہ ہے۔ سن لو! بے شک قوت تیرا اندازہ ہے، سن لو! بے شک قوت تیرا اندازہ ہے۔ اور آ

سند کے ساتھ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ عنقریب تم پر روم فتح کیا جائیگا اور اللہ تعالیٰ تمہیں کافی ہو جائیں گے تو تم میں سے کوئی شخص اس بات سے عاجز نہ ہو کہ اپنے تیروں کے ساتھ کھیل کود کرے۔ حمزہ بن ابی اسید رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا جب ہم قریش کے لیے صف باندھ کر کھڑے تھے اور انہوں نے بھی صفیں بنالیں تھیں (جب دشمن تمہارے قریب آئے تو تم تیروں کو لازم پکڑو) ابوحجج سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف کا محاصرہ کیا تو میں نے آپ علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا کہ جس کا تیر نشانہ پر لگا اللہ کے راستہ میں تو اس کے لیے جنت میں ایک درجہ ہوگا۔ ابوحجج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن میرے سولہ تیر نشانہ پر لگے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جس نے اللہ کے راستے میں تیر پھینکا تو وہ (جہنم سے) آزاد کیا گیا۔

عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے ذریعے تین آدمیوں کو جنت میں داخل کریں گے اس کے بنانے والے کو اور اس کے دینے والے کو اور اس کو اللہ کی راہ میں پھینکنے والے کو۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے ذریعے تین بندوں کو جنت میں داخل کریں گے۔ اس تیر کے بنانے والے کو جب اس نے بنانے میں خیر کی نیت کی ہو اور اس کے پھینکنے والے کو اور اس تیر دینے والے کو اور تم تیر اندازی کرو اور سوار ہو اور اگر تم تیر اندازی کرو تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ تم سوار ہو۔ ہر کھیل جو آدمی کھیلے وہ باطل ہے مگر اپنی کمان سے تیر پھینکنا اور اپنے گھوڑے کو تیار کرنا اور اپنی بیوی سے کھیل کود کرنا یہ حق میں سے ہے اور جس شخص نے تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دی اس سے بے رغبتی کرتے ہوئے تو یہ نعمت ہے جس کو اس نے چھوڑ دیا ہے یا فرمایا اس نے اس نعمت کا انکار کیا (وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ) یعنی ان کو تیار کیا جہاد کے لیے۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قوت سے مراد نر گھوڑے اور رباط الخیل سے مراد مونت گھوڑیاں ہیں۔ عروہ باریقی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھوڑے کی پیشانی میں خیر باندھی گئی ہے قیامت کے دن تک یعنی اجر اور غنیمت۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کے راستے میں گھوڑے کو روکا اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدہ کی تصدیق کرتے ہوئے تو بے شک اس کا پیٹ بھرنا اور سیراب ہونا اور اس کا گوبر اور پیشاب قیامت کے دن اس کے ترازو میں ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھوڑے تین (طرح کے) ہوتے ہیں۔ ایک گھوڑا آدمی کیلئے (گناہ کا) بار ہوتا ہے۔ دوسرا گھوڑا آدمی کیلئے (بے آبروئی اور دوزخ سے) پردہ (آڑ، حفاظت) ہوتا ہے اور تیسرا گھوڑا آدمی جہاد میں شریک ہونے کیلئے پالے اور اللہ نے جو حق گھوڑے کی سواری اور گھوڑے کی ذات سے وابستہ کر دیا ہے۔ اس کو فراموش نہ کرے تو ایسا گھوڑا اس شخص کیلئے پردہ ہے اور جو گھوڑا کسی مسلمان کو جہاد میں شریک کرنے کیلئے کوئی پالے وہ باعث اجر ہے۔ اگر ایسے گھوڑے کو کسی چراگاہ یا سبزہ زار میں باندھ دے گا اور گھوڑا اس چراگاہ یا سبزہ زار سے کچھ کھائے گا تو جتنا

دو حصے کا اسی کے بقدر کھوڑے والے کیسے نکلیں گھسی جائیں گی اور جو لید یا پیشاب کرنے کا۔ اسی کے بقدر مالک کیسے نکلیں گھسی جائیں گی۔ جب کھوڑا اسی تڑوا کر گتیں ایک نیلے یا دنیلوں پر گھنٹیں بھرے گا تب بھی اس کے قدموں کے نشانات اور لید اور پیشاب کے بقدر وہ نکلیں گھسی جائیں گی۔ اگر کھوڑے کو پانی پلانے کیلئے دریا پر لے جائے گا اور وہاں پانی پئے گا تو بتنا اس نے پانی پیا ہوگا۔ اس کے بقدر وہ نکلیں گھسی جائیں گی۔

(اگر اس سے اصرار پائے گا کہ دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور دوسروں پر ان کے سوا جن کو تم نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے) عجیب آواز اور متعلق نہیں، اللہ فرماتے ہیں: غور سے دیکھو اللہ فرماتے ہیں کہ فارس والے مراد ہیں۔ اس کے بعد زمین زبرد نہیں، اللہ فرماتے ہیں کہ زمینیں مراد ہیں قرآن کو نہیں جانتے کیونکہ وہ تمہارے ساتھ لا الہ الا اللہ کہتے ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ ان میں مراد ہیں (وَمَا تَنْفَعُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُؤْتِ الْيُوكُمُ وَاللَّهُ لَا تظلمون) اور تمہارے لئے ان تمہاری کوئی نفع نہیں ہے۔

وَأَنْ جُنْحُوا لِلنَّسْلِهِ فَاَجْحَحْ لِيهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۗ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ① وَأَنْ يُؤَيِّنُوا أَنْ يُخَدِّعُواكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ ۗ هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِنُصْرِهِ وَالْمُؤْمِنِينَ ② وَالْفُ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ۗ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ ۗ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ③ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ④ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۗ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتِينَ ۗ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ⑤

① (اگر وہ) (غیر) سماع کی طرف توجہیں تو آپ بھی اس طرف توجہ جائیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیے بلاشبہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے اور اگر لوگ آپ کو دیکھ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے اور وہی ہے جس نے آپ کو اپنی (نبی) امداد (مدد) سے اور (خارجی امداد) مسلمانوں سے قوت دی اور ان کے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا اور آپ کو دنیا بھر کا مال خرچ کرتے تب بھی ان کے قلوب میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان میں باہم اتفاق پیدا کر دیا اب شک و دوسرے ہیں حکمت والے ہیں اے نبی آپ کے لئے اللہ کافی ہے اور جن مؤمنین نے آپ کا اتباع کیا ہے وہ کافی ہیں اے پیغمبر آپ مؤمنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے اگر تم میں سے کئی آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دوسروں پر غالب آجائیں گے اور اسی طرح اگر تم میں سے سو آدمی ہوں گے تو ایک ہزار کفار پر غالب آجائیں گے اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو (دین کو) کچھ نہیں سمجھتے۔

تفسیر 61 (وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ) یعنی صلح کی طرف مائل ہوں (فَاجْنَحْ لَهَا) یعنی ان سے صلح کر لیں۔ قتادہ اور حسن رحمہما اللہ سے مروی ہے کہ یہ آیت ”اقتلوا المشركين حيث وجدتموهم“ کی وجہ سے منسوخ ہو چکی ہے (وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ)

62 (وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ) وہ غداری کریں یا کوئی دھوکہ کریں تمہارے ساتھ بنو قریظہ کے لوگ (فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ) اللہ تمہیں کافی ہے۔ (هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِبَصِيرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ) انصار کے مددگاروں کے ساتھ۔

63 (وَأَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ) یعنی اوس اور خزرج میں کہ جاہلیت میں ان کے درمیان دشمنیاں تھیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بھائی بھائی بنا دیا۔ (لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ ط إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ)

64 (يَأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ) سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تینتیس (۳۳) مرد اور چھ عورتیں اسلام لائیں۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور (من) کے محل میں اختلاف ہوا ہے اکثر مفسرین فرماتے ہیں اس کا محل جر ہے (حسبک اللہ) کی کاف پر عطف کرتے ہوئے اور حسبک من اتبعک اور بعض نے کہا ہے یہ مرفوع ہے اللہ کے اسم پر عطف کرتے ہوئے اس کا معنی اللہ اور آپ کے مومن تبعین آپ پر کافی ہیں۔

65 (يَأَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ) قتال پر ان کو ابھاریے (إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ) بیس مرد ہوں (صَبِرُونَ) صبر کرنے والے (يَغْلِبُوا مِائَتِينَ) دشمنوں پر غالب آجائیں (وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ) اگر ہوں ان میں سو جو صبر کرتے ہوں (يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا) یہ اس وجہ سے کہ (بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ) یعنی مشرکین ثواب کی طلب کے بغیر لڑتے ہیں اس لیے ثابت قدم نہیں رہ سکتے۔ یہ آیت خبر ہے لیکن امر کے معنی میں ہے۔ بدر کے دن اللہ تعالیٰ نے یہ فرض کیا تھا کہ ایک آدمی مؤمنین میں سے دس کافروں سے لڑے تو مؤمنین پر یہ حکم بھاری ہوا تو اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی اور فرمایا

الَّذِينَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا ط فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ 66 مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أُسْرَى حَتَّى يُشْحَنَ فِي الْأَرْضِ ط تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ط وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ 67

ترجمہ اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کر دی اور معلوم کر لیا کہ تم میں ہمت کی کمی ہے سو اگر تم میں سے سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آ جاویں گے اور اگر تم میں سے ہزار ہوں گے تو دس ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب آ جاویں گے اور اللہ تعالیٰ صابریں کے ساتھ ہیں۔ نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیے جائیں) جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح (کفار کی) خونریزی نہ کر لیں تم تو دنیا کا مال و اسباب

چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت (کی مسامت) کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست بڑی حکمت والے ہیں۔

تفسیر ① (النَّاسُ خِفْتُ اللَّهَ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ لِيَكُمْ ضَعْفًا) یعنی ایک آدمی دس سے اور سو آدمی ہزار سے نہیں بڑھ سکتے اور ابو بکر نے (ضعفاء) عین کے زبرد اور مد کے ساتھ بنی کی ہمارے پڑھنا ہے اور دیگر حضرات نے عین کے سکون کے ساتھ (فَانْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا الْمُتَنَبِّينَ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفِينَ بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ)

دس سے دو کی طرف غمگین ہو گیا۔ پس اگر مسلمان اپنے دشمن کی تعداد کا نصف ہوں تو ان کے لیے فرار جائز نہیں ہے اور سفیان اور ابن جبر نے بتاتے ہیں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بھی اسی طرح سمجھتا ہوں۔ اللہ کو نے "وَأَنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ" میں یا وہ ساتھ پڑھنا ہے۔ اللہ بصرہ نے پہلے میں ان کی موافقت کی ہے اور باقی حضرات نے دونوں میں تمام کے ساتھ پڑھا ہے اور "ضعفاء" ضاد کے ساتھ یہاں اور سورۃ البقرہ میں پڑھا ہے اور باقی حضرات نے ضاد کے ہمیش کے ساتھ۔

② (مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ امْرَأَةٌ) ابو بکر اور اہل بصرہ نے (نکون) تمام کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے یہ کہ ساتھ اور ابو بکر نے "امساری" اور دیگر حضرات نے "امسری" پڑھا ہے۔ (حَتَّىٰ يَبْغِضَ فِي الْأَرْضِ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بدر کے دن جب قیدیوں کو لایا گیا تو آپ علیہ السلام نے پوچھا تم لوگ ان قیدیوں کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! (سَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) آپ کی قوم اور رشتہ دار ہیں ان کو زندہ رکھیں۔ ثناء اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرے اور ان سے فدیہ لے لیں جو ہمارے لیے کفار کے خلاف قوت کا موجب ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کی تکذیب کی اور آپ علیہ السلام کو موت سے نکالا، آپ ان کو ہمیں دین ہمارے ان کی گردنیں اڑائیں۔ سلی رضی اللہ عنہ کو قتل پر قدرت دیں کہ وہ قتل کی گردن اڑائیں اور مجھے میرے فدا کی رشتہ دار پر قدرت دیں میں اس کی گردن کاٹوں کیونکہ یہ کفر کے بڑے امام ہیں اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! (سَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) آپ ایسی وادی میں ان کو داخل کر دیں جہاں کھٹ ٹھیکریاں زیادہ ہوں، پھر ان کو آگ لگا دیں تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا تو نے اپنی رشتہ داری کو تو زور دیا تو آپ علیہ السلام کو کھٹ ٹھیکریاں ہو گئے کسی جواب نہ دیا۔

پھر آپ کو داخل ہوئے تو پھر لوگ کہنے لگے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل ہوتا چاہیے، کچھ نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر اور بعض نے کہا حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی رائے پر۔ پھر جب آپ علیہ السلام گھر سے نکلے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کے دلوں کو اتنا نرم کر دیا ہے کہ وہ دودھ سے زیادہ نرم ہیں اور بعض لوگوں کے دلوں کو اتنا زیادہ سخت کر دیا ہے کہ وہ پتھر سے زیادہ سخت ہیں اور بے شک اے ابو بکر! تیری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو میری اتباع کرے وہ مجھ سے ہے اور جو میری تائید کرے تو اے اللہ تو بخشے والا رحم کرنے والا ہے اور اے ابو بکر! تیری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کہ انہوں نے کہا اگر تو ان کو عذاب دے تو تیرے بندے ہیں اور اگر ان کو معاف کر دے تو

بے شک تو غالب حکمت والا ہے اور بے شک اے عمر تیری مثال حضرت نوح علیہ السلام کی سی ہے کہ انہوں نے فرمایا اے میرے رب! زمین پر کافروں کا کوئی گھر نہ چھوڑ اور اے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تیری مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اے ہمارے رب! تو ان کے مال تباہ کر دے اور ان کے دلوں پر سختی کر دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی فدیہ یا قتل کے بغیر نہ چھوٹ سکے گا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا سوائے سہیل بن بیضاء کے کہ میں نے ان کو اسلام کا ذکر کرتے سنا ہے تو آپ علیہ السلام خاموش ہو گئے تو میں نے اس دن سے زیادہ اپنے آپ کو خوف میں نہ دیکھا، مجھے ڈر ہوا کہ اس دن آسمان سے مجھ پر پتھر گریں گے حتیٰ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوائے سہیل بن بیضاء کے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلان حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کی طرف تھا، میری رائے کی طرف نہ تھا۔ جب میں اگلے دن آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ بیٹھے رو رہے تھے تو میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول! مجھے تو بتائیے کہ آپ اور آپ کے ساتھی کس بات پر رو رہے ہیں؟ تو اگر مجھے بھی رونا آ گیا تو میں بھی روؤں گا ورنہ رونے کی صورت ہی بنا لوں گا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے تیرے ساتھیوں کی اس بات نے رُلا دیا کہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے تحقیق ان پر عذاب اس درخت سے بھی قریب آچکا تھا آپ علیہ السلام نے اپنے قریب ایک درخت کی طرف اشارہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ”مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ“ حتیٰ یسخر فی الارض اپنے قول (فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا) تک اتاری تو اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے غنیمت کو حلال کر دیا (اسری) اسیر کی جمع ہے قطعی اور قتل کی طرح (حتیٰ یسخر فی الارض) یعنی مشرکین کو قتل اور قید کرنے میں مبالغہ کرے۔ (تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا) فدیہ لے کر (وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ) اللہ تمہارے لیے ثواب چاہتا ہے تمہیں دشمن پر غالب کر کے (وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ) ہر قیدی کا فدیہ چالیس اوقیہ تھا اور ایک اوقیہ چالیس درہم ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ حکم بدر کے دن تھا کیونکہ اس وقت مسلمان تھوڑے تھے، جب مسلمان زیادہ ہو گئے اور ان کی قوت بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے قیدیوں کے بارے میں یہ حکم اتارا ”فَأَمَّا مَنْ بَدَأَ فَإِنَّمَا يَرْجُو أَن يُنقَلٰهُ فَجَاهِدْ فِي سَبِيلِنَا لَعَلَّ نُنصَلٰهُ“ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام اور مومنین کو اختیار دیا کہ اگر چاہیں تو قیدیوں کو قتل کر دیں اور اگر چاہیں تو ان کو آزاد کر دیں اور اگر چاہیں تو ان کو غلام بنا دو اور اگر چاہیں تو ان سے فدیہ لیں۔

لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ⑥۸ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ⑥۹

تجلیہ اگر خدا تعالیٰ کا ایک نوشتہ (مقدر) نہ ہو چکتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے اس کے بارہ میں تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی سو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کو حلال پاک سمجھ کر کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑی رحمت والے ہیں۔

تفسیر 1 (لَوْلَا كَتَبَ مِنَ اللَّهِ مُسَلِّقًا) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پہلے انبیاء اور اُمتوں پر نعمت تواریخ تھی اور اس وقت پہلی کے لیے رکھ دیتے۔ آسمان سے آگ اترتی اور اس کو کھا جاتی۔ جب بدر کا دن آیا تو مسلمانوں نے نعمت سمیٹنے میں بعد کی کی اور نہ یہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ یعنی اگر لوگ مخلوق میں یہ لکھا نہ جا چکا ہوتا کہ یہ نعمت تمہارے لیے حلال ہے اور سن مجاہد رحمہما اللہ اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر پہلے سے یہ لکھا نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ بدر کے حاضرین کو عذاب نہیں دے گا (لَمَسْكُمُ فِيمَا أَحَدْتُمْ عَدَاةَ عَظِيمَةً) ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مؤمنین جو غزوہ بدر میں حاضر ہوئے اور تمہاری نعمت و پسند کرتے تھے ان کے لئے عذاب نہیں لکھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیدیوں کے قتل یا شہور دیا اور سعید بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے رسول! جنگ میں خون بہانا مجھے زیادہ پسند ہے مردوں سے نہ یہ لینے سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان سے عذاب اترتا تو عمر بن خطاب اور سعید بن معاویہ رضی اللہ عنہما سے۔ اور ان کے نہ بچتا۔

2 (وَلَكُمْ مِمَّا غَنَمْتُمْ حُدُودًا عَظِيمًا وَتَلَوْنَا اللَّهُ مَا أَنْ اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ) روایت کیا گیا ہے کہ جب پہلی آیت نازل ہوئی۔ اس پر رسول اللہ نے فرمایا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے تمہاری طرف سے جو صحیح ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ہبیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے لیے نعمت کو حلال کیا گیا، مجھ سے پہلے ان کے لیے عذاب نہیں لکھا گیا۔ حضرت ہبیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نعمت ہمارے سے پہلے ان کے لیے عذاب نہیں لکھی۔ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ضعف اور بجز کو دیکھا تو اس کو ہمارے لیے پاک کر دیا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ أَنْ يَعْلَمِ اللَّهُ لِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِيَكُمْ خَيْرًا مِمَّا أَخَذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرَ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۱۰ وَأَنْ يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۱۱

ترجمہ 10 اے نبی! کہنے سے کہ ان کے ہاتھوں میں جو قیدی ہیں آپ ان سے فرمادیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے قلب میں یہ لوگوں کو دے گا تو ہرگز تم سے (نہیے میں) لیا گیا ہے (دنیا میں) اس سے بہتر تم کو دے دے گا اور (آخرت میں) تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہوں رحمت والے ہیں اور اگر بالفرض یہ لوگ آپ سے تمہاری خیانت (تعمد) کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں تو (پھر تمہارے کیجئے) اس سے پہلے انہوں نے اللہ کے ساتھ خیانت کی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو گرفتار کر لیا اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں۔

تفسیر 10 (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ) ہبیرہ اور ابو بکر نے (من الأسارى) الف کے ساتھ پڑا ہے اور باقی حضرات نے بغیر الف سے (یہ آیت عباس بن عبدالمطلب کے بارے میں نازل ہوئی ہے بدر کے دن قیدی کے گئے تھے

یہ ان دس لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے کفار کے لشکر کے کھانے کی ذمہ داری اٹھائی تھی اور غزوہ بدر کے دن انہی کی باری تھی۔ یہ اپنے ساتھ بیس اوقیہ سونا لائے تھے تاکہ لوگوں کو کھانا کھلائیں تو جس دن کھانا کھلانے کا ارادہ کیا تو لڑائی ہوئی اور بیس اوقیہ بیچ گئے تو جنگ میں یہ آپ سے لے لیے گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ان بیس اوقیہ کو اپنے فدیہ میں شمار کریں تو انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ایسی چیز میں آپ کے پاس نہ چھوڑوں گا جس سے آپ ہمارے خلاف مدد حاصل کریں اور عباس کو ان کے بھائی عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کے فدیہ کا بھی مکلف بنایا گیا تو عباس نے کہا اے محمد! آپ نے مجھے اس حال میں چھوڑا ہے کہ میں لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھروں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ سونا کہاں ہے جو آپ نے اُم فضل کو مکہ سے نکلتے ہوئے دیا تھا اور کہا تھا مجھے پتہ نہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے، اگر میں مر جاؤں تو یہ سونا تیرے اور عبد اللہ اور عبید اللہ اور فضل اور قثم کے لیے ہے تو عباس نے پوچھا، کس نے آپ علیہ السلام کو یہ خبر دی ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے یہ خبر دی ہے تو عباس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ علیہ السلام سچے ہیں اور کہا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ علیہ السلام اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ (إِنَّ يَعْلَمُ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أَخَذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ) حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اللہ نے اس کے بدلہ مجھے بیس غلام دیئے، سارے تاجر اور وافر مال لاتے ہیں ان میں سے ادنیٰ بیس ہزار درہم لاتا ہے۔ ان بیس اوقیہ کے بدلے اور اللہ نے مجھے زمزم کی خدمت دی مجھے یہ پسند نہیں کہ اس کے بدلے میرے لیے مکہ کا سارا مال ہو۔ اب میں اپنے رب کی مغفرت کا منتظر ہوں۔

⑦ (وَإِنْ يُرِيدُوا اخِيَانَتَكَ) یعنی قیدی (فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ) ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں خیانت سے کفر مراد ہے یعنی اگر وہ آپ کا انکار کرے ہیں تو اس سے پہلے اللہ کا بھی انکار کر چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے بدر میں ان پر مؤمنین کو قدرت دی، ان کو قتل بھی کیا اور قید بھی کیا اور یہ ان کو دھمکی ہے کہ اگر دوبارہ مؤمنین سے لڑائی کرنے آئے تو بھی ایسا ہوگا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوُوا
وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ط وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَا يَتَّهِمُ
مَنْ شَيْءٍ حَتَّى يُهَاجِرُوا وَإِنْ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ
وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ ط وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ⑦ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ط إِلَّا
تَفَعَّلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ⑧ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ
اللَّهِ وَالَّذِينَ آوُوا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ط لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ⑨

⑨ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کے رستے میں جہاد بھی کیا اور

بن لوگوں نے رہنے وجہ بھی دی اور مدد کی یہ لوگ باہم ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور جو لوگ ایمان تو لائے اور ہجرت نہیں کی تو یہاں سے یہ لوگ کا کوئی تعلق نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں اور اگر وہ تم سے دین کے کام میں مدد پہنچیں تو تمہارے ذمہ مدد کرنا واجب ہے مگر اس قوم کے مقابلہ میں نہیں کہ تم میں اور ان میں باہم عہد (صلح کا) ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھتے ہیں اور جو لوگ کافر ہیں وہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہیں اگر اس (عہد مذکورہ) پر تو ان میں بڑا فرق اور بڑا فرق ہے اور جو لوگ اول مسلمان ہوئے اور انہوں نے (ہجرت نبویہ کے زمانہ میں) ہجرت کی اور تم ان کو دیکھتے رہے اور جن لوگوں نے (ان میں جبرین کو) اپنے یہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی یہ لوگ ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں ان کے لئے (آخرت میں) بڑی مغفرت اور (جنت میں) بڑی معزز روزی ہے۔

تفسیر ﴿۱۷﴾ "الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا" یعنی اپنی قوم اور گھروں کو چھوڑا۔ یعنی مکہ سے ہجرت کرنے والے مراد ہیں۔ "وَحِبُّوا آلَهُمْ وَأَنْفُسَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آؤُا" اللہ کے رسول سنی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ مہاجرین کو یعنی ان میں سے جو اپنے گھروں میں "وَأَنْصُرُوا" یعنی ان کی مددوں کے دشمنوں پر اور یہ لوگ انصار رضی اللہ عنہما ہیں "أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ" اللہ کے ہاں فرشتہ اور بعض نے کہا مدد و نصرت میں ولی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میراث میں ان میں اور یہ بھائی ہیں۔ ہجرت ہوں گے۔ مہاجرین و انصار اولی اللہ سے پہلے وارث ہوتے تھے اور جو شخص ایمان لایا چکا ہو یعنی ہجرت نہ ہو تو وہ اپنے آئینی بھائی اور مہاجر ہوتے اور اللہ نے ہجرت نہ ہونے والوں کو ہجرت منقطع ہوئی اور ذوق اللہ سے وارث ہونے کے جہاں بھی ہوں اور یہ عمر مفسوس ہو گیا اللہ تعالیٰ کے فرم "وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ" ان سب سے "وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يهاجروا مَالَكُمْ مِنْ وَلَا يَنْفُسِهِمْ مِنْ نَفْسِي" یعنی میراث میں "حتى يهاجروا" ضرور رحمہ اللہ نے "وَلَا يَنْفُسِهِمْ" اور اس سے دور رہتے اور باقی حضرات نے "وَأُولَئِكَ فَتْحُكَ سَاحِبِ الْأَرْضِ" اور یہ دونوں معنی کے اعتبار سے ایک ہیں۔ "وَأَنْصُرُواكُمْ فِي الَّذِينَ آمَنُوا" اور ان میں سے مہاجرین جنہوں نے ہجرت نہیں کی "فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمِ بَنِيكُمْ" اور یہ دونوں کے خلاف مدد نہ کرو "وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ"

﴿۱۸﴾ "وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ" مدد اور نصرت میں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میراث میں ولی ہے۔ یعنی مشرکین آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے "إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر تم میراث میں اور نہ لو جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے اور ابن جبرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر تم باہمی مدد و نصرت نہ کرو۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کو دین میں ولی بنایا ہے اور کافروں کو آپس میں ایک دوسرے کا ولی بنایا ہے۔ پھر فرمایا "إِلَّا تَفْعَلُوهُ" اور یہ کہ مومن مومن کو چھوڑ کر کافر کو ولی بنائے تو "تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ" وفساد کثیر" آپس میں فتنہ غمناقی طاقت ہے اور فساد کثیر اسلام کی کمزوری ہے۔

⑦۴ ”وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوُوا وَنَصَرُوا أَوْلِيَّكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا“ ان کے ایمان میں کوئی شک نہیں ہے۔ بعض نے کہا انہوں نے ہجرت اور جہاد کے ذریعے اپنے ایمان کو ثابت کر دیا۔ ”لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ“ جنت ہے۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ اس آیت کے تکرار کا کیا مطلب ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ مہاجرین کے کئی طبقے تھے۔ بعض پہلی ہجرت والے ہیں جنہوں نے حدیبیہ سے پہلے ہجرت کی اور بعض دوسری ہجرت والے تھے۔ یہ وہ لوگ جنہوں نے صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے ہجرت کی اور بعض دو ہجرت والے تھے ہجرت حبشہ بھی کی اور ہجرت مدینہ بھی۔ تو پہلی آیت سے پہلی ہجرت مراد ہے اور دوسری آیت سے دوسری ہجرت مراد ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ مَّ بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَئِكَ مِنْكُمْ ط وَأُولُو الْأَرْحَامِ
بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ط إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ⑦۵

⑦۵ اور جو لوگ ہجرت نبویہ کے بعد زمانہ میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا سو یہ لوگ (گو فضیلت میں تمہارے ساتھ برابر نہیں لیکن تاہم) تمہارے ہی شمار میں ہیں اور جو لوگ رشتہ دار ہیں کتاب اللہ میں ایک دوسرے (کی میراث) کے زیادہ حقدار ہیں بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔

⑦۵ ”وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ مَّ بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَئِكَ مِنْكُمْ“ یعنی تمہارے ساتھ ہیں۔ مراد یہ ہے تم ان میں سے ہو اور وہ تم میں سے ہیں۔ ”وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ“ یہ ہجرت کی وجہ سے وراثت کو منسوخ کرنا اور میراث ذوی الارحام کو دینا ”فِي كِتَابِ اللَّهِ“ یعنی اللہ کے حکم میں ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہاں کتاب اللہ سے قرآن مجید مراد ہے۔ یعنی وہ تقسیم جو سورۃ نساء میں بیان ہوئی وہ مراد ہے۔ ”إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ“



سُورَةُ التَّوْبَةِ

سورة برأت کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ

مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ساری سورت مدنی ہے سوائے آخر کی دو آیتوں کے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورت توبہ کے بارے میں پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ رسوا کرنے والی ہے۔ مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی یہاں تک کہ ان کو مان ہونے کا کوئی ان میں سے کسی کا تذکرہ اس سے نہ بچ سکتا تھا۔ پھر میں نے پوچھا سورت برأت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی یہ سورت جبر ہے۔ میں نے سوال کیا سورت حشر؟ فرمایا تو اس کو سورت بنو نضیر کہہ لے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ سورت انفال مثانی سورتوں میں سے ہے اور سورت برأت مثانی میں سے ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھرا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سورتوں کو ملادیا اور ان کے درمیان بسم اللہ انزل کر دیا۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کی سورتیں ہر وقت نازل ہوتی تھیں۔ جب بھی کوئی آیت نزلتی تو آپ کا سینہ میں سے کسی کو بلاتے اور فرماتے کہ اس آیت کو اس سورت میں رکھ دو۔ ان میں سے ان باتوں کا تذکرہ ہے۔ مدینہ میں اور سورت برأت آخر میں نازل ہوئی ہے اور اس کے مضامین سورت انفال سے ملتے جلتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبی سے تشریف لے گئے اور ہمیں یہ بیان نہیں کیا کہ یہ سورت توبہ انفال کا حصہ ہے۔ اسی وجہ سے میں نے ان دونوں کو ملادیا اور ان کے درمیان بسم اللہ انزل کر دیا اور اس کو کوئی طویل میں رکھ دیا۔

برَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ① لَيَسْخَرَنَّ فِي الْأَرْضِ

أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَإِنَّ اللَّهَ مُنْزِلُ الْكُفْرِينَ ②

① اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین (کے عہد) سے دست برداری ہے جن سے تم

نے (چار مہینے مدت) عہد کر رکھا تھا سو تم لوگ اس پر زمین میں چار مہینے نکل پھر لو اور یہ (بھی) جان رکھو کہ تم خدا

تعالیٰ کو جانتے ہو اور یہ (بھی) جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا فرعون کو (آخرت میں) رسوا کریں گے۔

② "براءة من اللہ ورسولہ" یعنی یہ اللہ کی طرف سے برأت ہے اور یہ مصدر ہے نشاۃ اور دناہ کی طرح۔

مفسرین نے کہا اللہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کی طرف روانہ ہوئے تو منافقین بھولتی خبریں پھیلانے

لگے اور مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے ہوئے عہد توڑنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عہد توڑنے کا حکم دیا اور یہ عہد توڑنے کا حکم اس آیت میں ہے ”وَمَا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةَ“ الآية۔ زجاج فرماتے ہیں کہ براءۃ یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کو عہد دینے اور اس کے پورا کرنے سے بری ہیں۔ جب خود انہوں نے اس کو توڑ دیا ہے ”إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ“ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو ہے اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی عہد کیا تھا اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس عہد پر راضی تھے تو گویا انہوں نے خود عہد کیا۔

② ”فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ“ یہاں گفتگو میں خبر سے خطاب کے صیغوں کی طرف رجوع کیا ہے۔ یعنی آپ علیہ السلام ان کو کہہ دیں کہ چلو زمین میں آگے پیچھے امن کے ساتھ مسلمانوں میں سے کسی کے خوف کے بغیر ”أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ“ نہ اس سے بچ سکتے ہو اور نہ بھاگ سکتے ہو ”وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ“ یعنی دنیا میں ان کو قتل کے ذریعے ذلیل کرنے والا ہے اور آخرت میں عذاب کے ذریعے۔

اشہر حرم کون سے دن ہیں

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ مدت اور وہ کون لوگ تھے جن کے عہد سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے برأت کا اعلان کیا؟ ایک جماعت نے کہا کہ یہ مدت اللہ کی طرف سے مشرکین کو دی گئی ہے کہ جن کا معاہدہ چار ماہ سے کم تھا ان کے معاہدہ کی مدت چار ماہ کر دی گئی ہے اور جن کے معاہدہ کی مدت متعین نہ تھی اس کو چار ماہ کے ساتھ متعین کر دیا ہے کہ اس کے بعد جنگ ہوگی پھر جہاں وہ ملیں گے قتل کیے جائیں گے مگر یہ کہ وہ توبہ کر لیں اور اس مدت کی ابتداء حج اکبر کے دن سے اور اس کی مدت اختتام ربیع الثانی کی دس تاریخ تھی اور جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ تھا ان کو مہلت دی تا کہ حرام مہینے ختم ہو جائیں اور یہ پچاس دن تھے اور زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چار مہینے شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم ہیں۔ اس لیے کہ یہ آیت شوال میں نازل ہوئی تھی اور پہلا قول زیادہ درست ہے اور اسی پر اکثر مفسرین ہیں۔

اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ چار مہینے کی مدت ان مشرکوں کے لیے تھی جن سے چار ماہ سے کم معاہدہ ہوا تھا کہ وہ چار ماہ مکمل کر لیں اور جن کے معاہدہ کی مدت چار ماہ سے زائد تھی تو اس مدت کے مکمل کرنے کا حکم دیا گیا۔ اللہ کے فرمان ”فَاتَمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مَدَّتِهِمْ“ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مشرکوں سے لڑائی کا حکم دیا جنہوں نے آپ علیہ السلام سے لڑائی کی تو فرمایا ”قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ“ تو آپ علیہ السلام صرف ان مشرکوں سے لڑائی کرتے تھے جنہوں نے آپ علیہ السلام سے قتال کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمام مشرکوں سے لڑائی کرنے اور ان سے بری ہونے کا حکم دیا اور ان کو چار ماہ کی مدت دی تو ان مشرکوں میں سے کسی کے لیے بھی چار ماہ سے زائد مدت نہ تھی خواہ ان سے اس اعلان براءت سے پہلے کوئی معاہدہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو تو مدت سب کے لیے چار ماہ مقرر ہوئی اور ان چار ماہ کے بعد تمام

مشرکوں کے خون حلال کر دیئے گئے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت غزوہ تبوک سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ محمد بن اسحاق اور مجاہد و دیگر مفسرین زبیر اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اہل مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے لوگوں کو قریش سے معاہدہ کیا کہ دس سال وہ مسلمانوں سے لڑائی نہ کریں گے لوگ امن سے رہیں گے اور قبیلہ خزاعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہد میں اور بنو بکر قریش کے مہد میں داخل ہو گیا۔ پھر بنو بکر نے خزاعہ پر حملہ کیا اور کافی نقصان پہنچایا اور قریش نے بنو بکر کی ہتھیاریوں سے مدد لی۔

جب بنو بکر اور قریش خزاعہ پر ناپ آئے اور اپنا مہد توڑ دیا تو عمرو بن سالم خزاعی مدینہ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پائل بنا کر چند شعور کہے جن میں ہمدان واقعہ بیان کر کے مدینہ درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں نے تمہاری مدد کی تو کسی مدد کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے آٹھویں سال مکہ کی طرف شکر کیا۔ جب ہجرت کا نواں سال تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ کیا۔ پھر فرمایا کہ اہل مشرکین تمہیں گے اور نیکے سوائے کریں گے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حج کا امیر بنا کر بھیجا تاکہ دو لوگوں کا حج تو تم کریں اور آپ کو سورۃ برآء کی ابتدائی چالیس آیتیں لیں۔ یہ تمام نیکوں پر پڑھنا سنائیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی اونٹنی عصباء پر بھیجا کہ دو لوگوں کو سورۃ برآء کی آیتیں پڑھیں اور یہ نغمہ دیا کہ اومم اور منی اور عرف میں یہ اعلان کریں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے ہمیشہ سے اب کوئی بیت اللہ کا نیکے طواف نہ کرے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اور پوچھا اب آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے مال اور باپ آپ پر قربان کیا گیا۔ میں نے چھ عمرات کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں لیکن مناسک یہ تھا کہ یہ اعلان میرے گھر کا کوئی بندہ کرتا۔ کیا ہے؟ تو یہ تو اس بات سے رضی نہیں کہ تو میرے ساتھ نہ رہیں تو اور حوض پر میرے ساتھ ہوگا؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نہیں اب اللہ کے رسول! تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کوچ کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ حج کے لیے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہجرت کا اعلان کرتے پھر یوم الترویہ سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور ان کے منہ تک بیان کیے اور حج تو میرا اور عرب اس سال میں اپنے جاہلیت کے حج کے مرتبوں پر تھے۔ جب یوم النحر آیا تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ہونے اور لوگوں میں اعلان کیا اور ان پر سورۃ برآء پڑھی۔ زید بن تنبج فرماتے ہیں کہ میرے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس سال کس چیز کے ساتھ بھیجے گئے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چار چیزوں کے ساتھ بھیجی گیا۔ (۱) کوئی بیت اللہ کا نیکے طواف نہ کرے۔ (۲) جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی معاہدہ و تعین مدت تک تھا تو وہ اس مدت تک باقی رہے گا اور جس کا معاہدہ کسی مدت تک نہ تھا تو وہ چار ماہ تک ہے۔ (۳) جنت میں مساف ایمان والا داخل ہوگا۔ (۴) مسلمان اور مشرک اس سال کے بعد جمع نہ ہوں گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے دسویں سال بیت اوداع کیا۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر بھیجا اور پھر ان کو معزول کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر حج کیوں بنا دیا؟ ہم جواب دیں گے کہ علماء نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معزول نہیں کیا تھا آپ ہی امیر حج تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تو ان آیات کا اعلان کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اس کا سبب یہ بنا کہ عرب کی عادت اور عرف یہ تھا کہ جن سے معاہدہ کیا ہو یا تو ان کا سردار عہد توڑے یا اس کے خاندان کا کوئی فرد ایسا کرے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس وجہ سے بھیجا کہ وہ یہ نہ کہیں کہ یہ طریقہ ہمارے عرف و عادت کے خلاف ہے اور اس بات پر دلیل کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی امیر حج تھے۔ وہ حدیث ہے جس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے اس حج میں نحر کے دن دو اعلان کرنے والوں کے ساتھ بھیجا کہ ہم مٹی میں اعلان کریں کہ سن لو کہ آج کے سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی بیت اللہ کا طواف کرے۔

وَأَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ
وَرَسُولُهُ فَإِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ط وَبَشِّرِ
الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابِ آلِيمٍ ③

③ اور اللہ اور رسول کی طرف سے بڑے حج کی تاریخوں میں عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول دونوں دست بردار ہوتے ہیں ان مشرکین (کو امن دینے) سے پھر اگر تم (کفر سے) توبہ کر لو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم نے (اسلام سے) اعراض کیا تو یہ سمجھ رکھو کہ تم خدا کو عاجز نہیں کر سکو گے۔ اور ان کافروں کو ایک دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے۔

تفسیر ③ ”وَأَذَانٌ“ اس کا عطف ”براءة“ پر ہے یعنی اعلان ہے اور اس سے نماز کی اذان دینا ہے۔ ”مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ“ حج اکبر کے دن میں اختلاف ہے۔

یوم الحج الاکبر کی تفسیر میں مختلف اقوال

① عکرمہ رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عرفہ کا دن ہے اور یہی بات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور یہی عطاء، طاؤس، مجاہد اور سعید بن مسیب رحمہما اللہ کا قول ہے اور ② ایک جماعت نے کہا یہ قربانی کا دن ہے۔

③ یحییٰ بن جزار سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یوم النحر میں سفید نجر پر سوار ہو کر جہانہ کی طرف جانے لگے تو ایک شخص آیا اور آپ رضی اللہ عنہ کی سواری کی لگام پکڑ کر حج اکبر کے بارے میں سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرا یہ دن

ہے، اس کا راستہ چھوڑنے اور یہی بات عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور یہی معنی،
تفہم اللہ اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما اور سعدی رحمہ اللہ کا قول ہے۔

① بن جریج نے جوہر سے روایت کیا کہ حج اکبر کا دن منیٰ کے تمام ایام ہیں۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ یوم الحج اکبر سے
مراد اوقات حج مراد ہیں۔ منیٰ منیٰ کے تمام ایام جیسے یوم صلیب، یوم بعلث، یوم بعاث سے مراد وقت اور زمانہ ہے۔ عبد اللہ بن عباس
رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حج اکبر کا دن وہ ہے جس میں آپ صلیب السلام نے حج کیا اور یہی ابن سیرین رحمہ اللہ کا قول ہے کیونکہ اس
دن میں مسلمانوں کا حج اور یہودیوں کی شہادتیں کی میں منع ہو گئے تھے۔ اس سے پہلے اور بعد میں کبھی ایسا نہیں ہوا اور علماء کا حج
اس میں بھی اختلاف ہے۔ ② جوہر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حج اکبر قرآن اور حج اصغر افراد ہے۔

③ اور یہی معنی اور معنی درج ذیل ہے کہ حج اکبر حج ہے اور حج اصغر عمرو ہے "أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ
وَرَسُولُهُ" یعنی اور اس کا رسول بھی مشرکین سے بری ہے۔ بطور نے اسم کے نصب کے ساتھ "إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ بَرِيءٌ
مِّنَ الْمُشْرِكِينَ" اور اس میں تو حید پر آجاء "فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَإِن تَوَلَّيْتُمْ" ایمان سے اعراض کرو
فَاعْسُواْ انكُمُ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَشُرَكَائِكُمْ لَئِن كَفَرُواْ بِعَذَابِ اللَّهِ

أَلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُواْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُواْ عَلَيْكُمْ أَحَدًا
وَاتَّبَعُواْ إِلَيْهِمْ عَاهِدَهُمْ إِلَىٰ مَدِينِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ① فَاذًا نَسَلِخَ الْأَشْهُرَ الْحُرُمَ
فَأَقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُواْهُمْ وَاحْضَرُواْهُمْ وَأَقْعُدُواْ لَهُمْ كُلَّ
مَرْصِدٍ فَاذًا تَابُواْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ②

① یہ کلمہ مشرکین متعلق ہیں جن سے تم نے عہد کیا پھر انہوں نے تمہارے ساتھ ذرا کمی نہیں کی اور نہ تمہارے
مقابلہ میں کسی کی مدد کی۔ معاہد کو ان کی مدت (مقررہ) تک پورا کرو واقعی اللہ تعالیٰ (بد عہدی سے)
اعتیاد سے ہٹنے والوں کو پسند کرتے ہیں سو جب اشہر جو کلمہ جانیں تو (اس وقت) ان مشرکین کو جہاں چاہو مارو پکڑو
بانہ ہو اور ان کو کھاتے۔ موقعہ پان کی تاک میں بیٹھو پھر اگر (کفر سے) توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ
دینے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے بڑی رحمت کرنے والے ہیں۔

تفسیر ① "أَلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ" یہ استثناء ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان "براءة من اللہ ورسولہ" سے۔ یعنی
یہی ہے اللہ اور اس کا رسول ان عہدوں سے جو تم نے مشرکین سے کیے۔ سوائے اس عہد کے جو تم نے مشرکین سے کیا اور یہ بنو نصرہ کے
لوگ ہیں یہ ان کی قبیلہ کی ایک شاخ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے عہد کی مدت پوری کرنے کا حکم دیا تھا۔ ان
کے عہد کی مدت پوری ہو چکی تھی۔ ان کی مدت ان لیے پوری کی گئی کہ انہوں نے عہد نہ توڑا تھا اور یہی معنی ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان "فَمَنْ
عَاهَدَ إِلَىٰ مَدِينَةٍ فَاصْلِحُواْ مَعَهُمْ" یعنی ان کے عہد کی مدت پوری کرنے والے ہیں۔

لَمْ يَنْقُصُوا شَيْئًا كَمَا وَلَمْ يُظْهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ

5 "فَإِذَا نَسَلَخَ الْأَشْهُرَ الْجُرُومَ" بعض نے کہا یہ چار مہینے رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم ہیں۔ مجاہد اور ابن اسحاق رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ معاہدہ کے مہینے ہیں کہ جس کا معاہدہ ہے تو اس کا معاہدہ چار ماہ تک باقی رہے گا اور جس کا عہد نہیں تھا تو اس کی مدت محرم ختم ہونے تک۔ پچاس دن ہے ان مہینوں کو "حُروم" اس وجہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں مومنین پر مشرکوں کے خون حرام کر دیئے ہیں۔ مجاہد کے اس قول پر ایک اشکال ہوتا ہے کہ یہ تو پچاس دن ہوں گے۔ اشہر حرم تو پورے نہیں ہوں گے بلکہ اشہر حرم کا جزو اور حصہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے اشہر حرم کا گزر جانا فرمایا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے چونکہ دس ذی الحجہ سے آخر محرم تک ایک ایسی مدت تھی جس کا اتصال پچھلے مہینوں سے تھا اس لئے اشہر حرم کا لفظ ذکر کر دیا گیا۔ "فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ" حل یا حرم میں "وَخُذُوهُمْ" ان کو قیدی بناؤ "وَاحْصُرُوهُمْ" ان کو گھیر لو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مشرک قلعہ بند ہو جائیں تو ان کا محاصرہ کر لو۔ نکلنے نہ دو تا کہ وہ مجبور ہو کر یا جنگ کریں یا مسلمان ہو جائیں یا جزیہ ادا کرنا قبول کر لیں۔ بعض نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ مکہ میں داخل ہونے اور ممالک اسلامیہ میں گھومنے پھرنے سے کافروں کو روک دو۔ "وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ" یعنی ہر راستے پر مرصد وہ جگہ جس میں دشمن کا انتظار کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے رصدت الشیء میں نے اس چیز کی تاک لگائی۔ مطلب یہ ہے کہ تم مشرکوں کی گھات میں لگے رہو کہ جس طرف سے وہ آئیں تم ان کو گرفتار کر لو تا کہ مکہ میں داخل ہونے اور ملک میں پھیلنے نہ پائیں۔ بعض نے کہا مکہ کے راستوں پر بیٹھ جاؤ تا کہ وہ اس میں داخل نہ ہو سکیں۔ "فَإِنْ تَابُوا أَعْرَبُوا شَرِكًا مِنْ تَوْبَةٍ كَرِيمَةٍ" "إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ" اس کے لیے جو توبہ کرے "رحیم" حسین بن فضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے ان تمام تر آیات کو منسوخ کر دیا جن میں مسلمانوں کو کافروں نے ظلم و ایذا پر صبر کرنے اور درگزر کرنے کی تلقین کی گئی۔

وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلِمَ اللَّهِ ثُمَّ ابْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ
ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ 6 كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ رَسُولِهِ
إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ
يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ 7 كَيْفَ وَإِنْ يَظْهِرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلَّا وَلَا ذِمَّةً ۗ يُرْضُونَكُمْ
بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ 8

8 اور اگر کوئی شخص مشرکین میں سے آپ سے پناہ کا طالب ہو تو آپ اس کو پناہ دیجئے تا کہ وہ کلام الہی سن لے پھر اس کو اس کے امن کی جگہ پہنچا دیجئے یہ حکم اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ پوری خبر نہیں رکھتے ان مشرکین

(قریش) کا عہد اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک کیسے (قابل رعایت) رہے گا مگر جن لوگوں نے تم سے مسجد حرام کے نزدیک مہد لیا ہے سو جب تک یہ لوگ تم سے سیدھی طرح رہیں تم بھی ان سے سیدھی طرح رہو بلاشبہ اللہ تعالیٰ (بد مہدی سے) احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں کیسے (ان کا عہد قابل رعایت رہے گا) حالانکہ ان کی رعایت یہ ہے کہ اگر وہ تم پر نہیں خوب چاہیں تو تمہارے بارے میں نہ قربت کا پاس کریں اور نہ قول و قرار کا یہ لوگ تم کو اپنی زبانی باتوں سے دانش بردار رہے ہیں اور ان کے دل (ان باتوں کو) نہیں مانتے اور ان میں زیادہ آدمی شریر ہیں۔

تفسیر ① "وَأَنَّ أَحَدًا مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ" یعنی جن مشرکین کے قتل کا میں نے حکم دیا ہے اگر ان میں سے بولی آپ سے پناہ لے اور ان میں سے کسی نے پناہ مانگی تو اس کو پناہ اور ان سے دے دیں "حَسْبِيَ اللَّهُ لَئِنْ أَتَى اللَّهُ أُمَّةَ غَوَاةٍ كَمَا أَتَى الْيَهُودَ وَالنَّصَارَةَ لَمَّا جَاءَتْهُمُ الرِّسَالَةُ بَشَّرَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِرَحْمَةٍ مِّنْ رَبِّهِمْ وَأَنَّ الْآخِرَةَ أَخْسَرُ مِمَّا أَوَّلَتْهُمُ اللَّهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ" اور آپ سے بڑی بڑی باتوں پر قادر ہوں تو اس کو قتل کر دیں۔ "ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ" یعنی اللہ کے دین اور ان کی توحید و نبوت جانتے تو وہ اللہ کی عبادت سننے کے متان ہیں۔ سن رہا اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت محکم ہے قیامت کے دن تک۔

② "كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ رَسُولِهِ" یہ سوال تعجب کے طریقے پر ہے اور اس کا مطلب انکار ہے۔ یعنی یہ لوگ جو کہلاتے ہیں اور عہد توڑتے ہیں تو ان کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی عہد نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارا یہ اور یہ "الَّذِينَ آمَنُوا عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ لوگ قریشی ہیں اور تو اور ہر مذہب کے لوگ ہیں۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن معاہدہ کیا تھا "لَمَّا اسْتَفَامُوا الْكُفْرَ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْكُمْ" پھر وہ سیدھے نہیں رہے اور عہد توڑا اور بنی بکر کی خزانہ پر حملہ میں مدد کی تو فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پناہ مانگی کہ ان چاروں میں سے کسی کو بھی نہیں چاہیے کہ اس سے بکر کے قبیلے بنو خزیمہ، بنو خزیمہ، بنو عدی اور بنو نضیر اور بنو عدی اور بنو نضیر کے عہد میں داخل ہو گئے تھے ان میں سے قریش اور بنو بکر کی شاخ بنو عدیل نے عہد شکنی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عہد پورا کرنے کا حکم دیا جنہوں نے عہد نہیں توڑا یعنی بنو نضیر۔ یہ قول دراصل کے زیادہ قریب ہے۔ ان کیسے۔ یہ آیت قریش کے عہد توڑنے اور فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے تو ایک گزر جانے والے واقعہ کے بارے میں کیسے مستقبل کا حکم کا یا جاسکتا ہے؟ "لَمَّا اسْتَفَامُوا الْكُفْرَ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْكُمْ" اور یہ تو اولوں کو مراد ہیں جن کے بارے میں کہا "الَّذِينَ آمَنُوا عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" یعنی اولوں کو مراد ہیں جنہوں نے قریش کی طرح عہد شکنی نہیں کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی خزیمہ کے خلاف بن بکر کی مدد نہیں کی۔ "إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ"

③ "كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ" یہ بھی پہلی آیت پر لوث رہا ہے یعنی کیسے ہو سکتا ہے ان کے لیے عہد اللہ کے پاس کہ اگر وہ غالب آجائیں تو یہ "لَا يَرْفَعُوا إِلَيْكُمْ الْأَوْلَادَ" انہیں نہ لائے فرماتے ہیں کہ کیسے تم ان سے قتال نہیں کرتے حالانکہ اگر وہ تم

پر کامیاب ہو جائیں تو وہ حفاظت نہ کریں گے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”لا یوقبوا“ کا معنی وہ نہیں انتظار کریں گے۔
 قطرب کہتے ہیں کہ معنی یہ ہے کہ وہ تم میں کسی رشتہ داری کی رعایت نہیں کرتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”الاول“
 بمعنی قرابت ہے اور ایمان کہتے ہیں رشتہ داری کے معنی میں ہے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”الاول“ بمعنی عہد ہے۔ سدی رحمہ
 اللہ فرماتے ہیں کہ ”الاول“ و ”لا ذمۃ“ دونوں کا معنی عہد ہے لفظوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے دونوں کو ذکر کیا ہے۔ ابو مجلز اور مجاہد رحمہما
 اللہ فرماتے ہیں کہ ”الاول“ سے اللہ تعالیٰ مراد ہیں۔ یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ مسیلمہ کذاب کی قوم کے کچھ لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ
 عنہ کے پاس آئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا مسیلمہ کی کتاب پڑھو، انہوں نے پڑھی تو حضرت ابو بکر
 صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کلام ”الاول“ یعنی اللہ تعالیٰ سے نہیں نکلی اور اس تاویل پر دلیل یہ ہے کہ عکرمہ کی قرأت میں ”لا
 یوقبون فی مؤمن ایلا“ بالیاء کے ساتھ ہے بمعنی اللہ عزوجل ”یروضونکم بافواہم“ یعنی صرف اپنی زبان سے تمہاری
 اطاعت کرتے ہیں دل سے نہیں کرتے ”وتأبى قلوبہم“ ایمان کا ”واکثرہم فاسقون“ اگر یہ اعتراض ہو کہ یہ آیت مشرکین
 کے بارے میں ہے اور وہ سارے فاسق تھے تو آیت میں اکثر کو کیوں ذکر کیا گیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ یہاں فسق سے معاہدہ توڑنا
 مراد ہے اور مشرکین میں بھی بعض ایسے لوگ تھے جنہوں نے عہد پورا کیا اور اکثر نے عہد توڑا تو اس لیے کہا ”واکثرہم فاسقون“

اِشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِهِ ۖ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ⑨ لَا
 يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلَّا وَّلَا ذِمَّةً ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ ⑩ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ
 وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ۖ وَنُفِصِلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ⑪

⑨ انہوں نے احکام الہیہ کے عوض میں (دنیا کی) متاع پائیدار کو اختیار کر رکھا ہے سو یہ لوگ اللہ کے راستے سے ہٹے
 ہوئے ہیں اور یقیناً یہ ان کا عمل بہت ہی برا ہے یہ لوگ کسی مسلمان کے بارے میں (بھی) نہ قرابت کا پاس کریں اور نہ قول
 وقرار کا اور یہ لوگ بہت ہی زیادتی کر رہے ہیں سو اگر یہ لوگ (کفر سے) توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں
 تو وہ تمہارے دینی بھائی ہو جائیں گے اور ہم سمجھ دار لوگوں کے لئے احکام کو خوب تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

⑩ تفسیر ⑨ ”اِشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا“ کیونکہ انہوں نے ان چند قوموں کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے کیا ہوا عہد توڑ دیا جو ان کو ابوسفیان نے کھلائے تھے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوسفیان نے اپنے حلیفوں کو خوراک دی
 ”فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِهِ“ تو انہوں نے لوگوں کو اللہ کے دین میں داخل ہونے سے روکا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں
 کہ طائف والوں نے ان کو مال کی مدد دی تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ پر قوی ہو جائیں ”إِنَّهُمْ سَاءَ“
 برا ہے۔ ”مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ“

⑪ ”لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلَّا وَّلَا ذِمَّةً“ فرماتے ہیں اے مومن تم ان پر شفقت نہ کرو جیسا کہ اگر وہ غالب

آجباتے تو تم پر شفقت نہ کرتے واولئک ہم المعتذون“ عہد توڑ کر۔

① "فان تَابُوا" شرک سے "والاموا الصلوة واما الزکوٰۃ فاحوا انکم" پس دو تمہارے بھائی ہیں "لی اللہین" ان کو دونوں میں کے جو تمہیں متے ہیں اور ان پر وہ ذمہ داریاں ہوں گی جو تم پر ہیں۔ "ونفصل الالبیت بقوم یعلمون" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت نے اہل قبلہ کے خون حرام کر دیئے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے۔ پس جو زکوٰۃ نہیں دیتے تو اس کی نماز بھی نہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور آپ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا گیا اور عرب میں سے جس نے کافر ہونا تھا ہو گیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہا آپ لوگوں سے کیسے قتال کریں گے؟ لاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے معمور دیا گیا ہے کہ لوگوں سے قتال کروں جب تک وہ "لا الہ الا اللہ" نہ کہے لیں جب وہ "لا الہ الا اللہ" کہیں تو وہ مجھ سے اپنا دل اور جان بچانے کے لئے گمراہی کے حق کے ساتھ اور اس کا حساب اللہ پر ہے؟

تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم میں ضرور قتال کروں گا۔ اس سے جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا وہ کافر ہے۔ اللہ کی قسم اگر وہ مجھے بھری کا بچن دیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تو میں اس کی وجہ سے ان سے قتال کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں نے یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سینہ و قتل کے لیے صوں دیا ہے تو میں نے پہچان لیا کہ یہ حق ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ہمارے نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہمارا ذبح کیا ہو یا جو رکھا یا تو یہ روزِ عہد ہے جس کے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذمہ ہے۔

وان نکثوا ایمانہم من بعد عہدہم و طعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمة الکفر انہم لا ایمان لہم لعلہم ینتہون ② االا تقاتلون قوم انکثوا ایمانہم و هموا باخراج الرسول و ہم بداء و کم اول مرۃ انکثروا لہم فالیہ الحق ان تخشوا ان کنتم مؤمنین ③

② اور اگر وہ تمہارے عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین (اسلام پر طعن تو تم اس قصد سے کہ یہ باز آجائیں ان پٹیہ و ایمان کفر سے) خوب) بُرو (کیونکہ اس صورت میں) ان کی قسمیں (باقی) نہیں رہیں تم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں ڈرتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور رسول کے جلاوطن کر دینے کی تجویز کی اور انہوں نے تم سے خود پہلے پھیلے نکالی یا ان سے (ڈرنے میں) ڈرتے رہو سو اللہ تعالیٰ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم ان سے اور اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

③ "وان نکثوا ایمانہم" اپنے عہد کو توڑیں "من بعد عہدہم" یعنی قریش کے مشرکین "و طعنوا فی دینکم"

دِينِكُمْ“ اور اس میں عیب نکالیں۔ پس یہ دلیل ہے اس بات پر کہ جو ذمی دین اسلام میں عیب نکالے اعلانیہ تو اس کا کوئی معاہدہ باقی نہ رہے گا۔ ”فَقَاتِلُوا اَیْمَةَ الْکُفْرِ“ اہل کوفہ اور اہل شام نے (ائمہ) دو ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے جہاں بھی ہو اور باقی حضرات نے دوسرے ہمزہ کو لین کے ساتھ پڑھا ہے اور ائمۃ الکفر۔ مکہ کے مشرکین کے سرداروں اور قائدین کو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابوسفیان بن حرب اور ابو جہل بن ہشام اور سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل اور قریش کے تمام سرداروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ان لوگوں نے عہد توڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکالنے کا ارادہ کیا۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فارس اور روم والے مراد ہیں۔ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے مصداق قتل کر دیئے گئے اور اب تک اس کا مصداق نہیں آئے ”اِنَّهُمْ لَا اَیْمَانَ لَّهُمْ“ یعنی ان کے عہد نہیں ہیں۔ یمن کی جمع ہے۔ قطرب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے عہد کو پورا کرنا نہیں ہے اور بعض نے کہا یہ امان سے ہے یعنی ان کو امن نہ دو اور جہاں پاؤ قتل کر دو ”لَعَلَّهُمْ یَنْتَهُوْنَ“ تاکہ وہ تمہارے دین میں عیب نکالنے سے اعتراض کر دیں اور تم پر غالب ہونے سے بھی اور بعض نے کہا کہ کفر سے باز آجائیں۔ مسلمانوں کو قتال پر ابھارا ہے۔

⑬ ”اَلَا تَقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْا اَیْمَانَہُمْ“ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حدیبیہ کی صلح کا عہد توڑا اور خزاعہ کے خلاف بنو بکر کی مدد کی۔ ”وَهُمْ اَبَاخُرَاجِ الرَّسُوْلِ“ مکہ سے جب وہ دارالندوہ میں جمع ہوئے ”وَهُمْ بَدَءُ وَاکْمُ“ قتال کے ساتھ ”اَوَّلَ مَرَّةٍ“ یعنی بدر کے دن کیونکہ جب قافلہ محفوظ ہو گیا تو وہ کہنے لگے ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو جڑ سے اکھاڑ کر دم لیں۔ گئے اور مفسرین رحمہما اللہ کی ایک جماعت نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے خزاعہ کے قتال پر ابتداء کی ”اتخشونہم“ کیا تم ان سے ڈر کر ان سے قتال چھوڑ رہے ہو؟ ”فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ“ ان سے قتال چھوڑنے میں ”اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ“

قَاتِلُوْهُمْ یُعَذِّبُهُمُ اللّٰهُ بِاَیْدِیْكُمْ وَيُخْزِیْهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَیْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ⑭
وَيَذْهَبْ غِیْظَ قُلُوْبِهِمْ ⑮ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ یَّشَاءُ ⑯ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَکِيْمٌ ⑰ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ
تُتْرَکُوْا وَلَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاِلٰهٍ سِوٰهُ
وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِلٰهًا ⑱ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑲ مَا كَانَ لِلْمُشْرِکِيْنَ اَنْ یَّعْمُرُوْا مَسْجِدَ اللّٰهِ
شٰہِدِيْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ بِالْکُفْرِ ⑳ اُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ㉑

⑳ ان سے لڑو اللہ تعالیٰ (کا وعدہ ہے کہ) ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دے گا اور ان کو ذلیل (و خوار) کرے گا اور تم کو ان پر غالب کرے گا اور بہت سے (ایسے) مسلمانوں کے قلوب کو شفا دے گا اور ان کے قلوب کے غیظ (وغضب) کو دور کرے گا اور جس پر منظور ہوگا اللہ تعالیٰ توجہ (بھی) فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم یوں ہی چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے (ظاہر طور پر) ان

لوگوں کو تو دیکھائی نہیں جنہوں نے تم میں سے (ایسے موقع پر) جہاد کیا ہو اور اللہ تعالیٰ اور رسول اور مؤمنین کے سوا کسی کو خصوصیت کا دوست نہ بنا یا اور اللہ تعالیٰ کو سب خیر ہے تمہارے سب کاموں کی مشرکین کی یہ لیاقت ہی نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جس حالت میں کہ وہ خود اپنے اوپر کفر (کی باتوں) کا اقرار کر رہے ہیں ان لوگوں کے سب اعمال اکارت ہیں اور دوزخ میں اولوک ہمیشہ رہیں گے۔

تفسیر ﴿لَا تَلُوْهُمْ يَغْدِيْهِمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ﴾ ان کو اللہ تمہارے ہاتھوں سے قتل کروائے گا۔ "وَيُخْزِيْهِمْ" قید اور مضمونیت سے ان کو ذلیل کرے گا۔ "وَيُخْزِيْهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ" ان کا لطف سے جو مسلمانوں کو ان کے ہاتھوں پہنچیں۔ مجاہد اور سدی زہرا اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف خزانہ کے سینے مراد ہیں۔ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ نے بنو بکر کے سینوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین سے شفا دی۔ ﴿وَيَنْهَبْ غَيْبٌ فَلْيُؤَيِّمِهُمُ﴾ ان کا قریب اور یہ بنو بکر نے قریش کی مدد کی مسلمانوں کے خلاف اس وجہ سے محسوس کیا وبنوب اللہ علی من يشاء" ہے اس کو اسلام کی طرف ہدایت کر دے۔ جیسے کہ ابوسفیان اور نکرمد بن ابوجہل اور سہیل بن عمرو کے ساتھ یہ "واللہ حکیم علیہ" روایت کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم خزانہ کے بنو بکر کے ہاتھوں سے قتل ہو کر لو گھر آنا۔

﴿اِنَّكُمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا﴾ بعض نے کہا یہ خطاب منافقین کو ہے اور بعض نے کہا ان مؤمنین کو خطاب ہے جن پر قتال بھاری تھا تو فرمایا کہ یہ تمہارا خیال ہے کہ تم کو چھوڑ دیا جائے گا اور جہاد کا تعمیر کر تمہارا امتحان نہیں لیا جائے گا تا کہ جھوٹا بچے سے نجات ہو جائے۔ "وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهِدُوْا مِنْكُمْ وَلَمَّا يَنْجِدُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلٍ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْبَيْعَةُ" اندرونی دوست کہ ان کو اپنے راز بیان کریں۔ قناد و زمر اللہ فرماتے ہیں کہ "ولبیحۃ" بمعنی خیانت ہے۔ شاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اہم اور عظیم رزمہ اللہ فرماتے ہیں الیہ اور ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر وہ چیز جس کو تو دوسری چیز میں داخل کر دے اور وہ اس میں سے نہ ہو تو یہ بیحہ ہے اور آدمی کسی قوم کے ساتھ ہوتا ہے لیکن ان میں سے نہیں ہوتا۔ اس کو "ولبیحۃ الرجال" کہا جاتا ہے جو اس سے اندرونی معاملات کے ساتھ خاص ہو۔ دوسرے لوگوں کے علاوہ اس کو کہا جاتا ہے "ہو ولیحۃ" اہم اور بیحہ کے لیے "وہم ولیحۃ" واللہ خبیروہ بما نعملون"

﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُعْمَرُوْا مَسْجِدَ اللّٰهِ﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہما بدر کے دن قید کیا گیا تو مسلمانوں نے ان کو کفر اور قطع رومی پر شرم دلانی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سخت باتیں کیں تو حضرت عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے کہ تم ہماری برائیاں ذکر کرتے ہو اور ہماری اچائیاں ذکر نہیں کرتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تمہاری بھی کوئی خوبیاں ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں ہم مسجد حرام کو آباد و تعمیر کرتے ہیں کعبہ کی چوکیداری کرتے ہیں اور ساتھیوں کو پانی پلاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے عباس رضی اللہ عنہما کی تردید میں یہ آیت اتاری "مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُعْمَرُوْا"

مَسْجِدَ اللَّهِ، یعنی مشرکین کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کی مسجد کو تعمیر کریں، مسلمانوں پر ان کو روکنا واجب کیا ہے۔ اس لیے کہ مساجد تنہا اللہ کی عبادت کے لیے بنائی جاتی ہیں تو جو شخص اللہ کا منکر ہے تو اس کے لیے اس کو تعمیر کرنا جائز نہیں۔ ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ اس سے مراد معروف تعمیر اور اس کی مرمت ہے کہ اس سے کافر کو روکا جائے گا یہاں تک کہ اگر وہ وصیت کرے تو اس کو پورا نہیں کیا جائے گا اور بعض نے عمارت کے لفظ کو مسجد میں داخل ہونے اور اس میں بیٹھنے پر محمول کیا ہے۔ مساجد اللہ جمع کا لفظ ہے اور اس سے مراد صرف مسجد حرام ہے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مشرکین کا دڑا جائے کہ وہ مسجد حرام کے اہل ہو جائیں۔ ابن کثیر اور اہل بصرہ رحمہما اللہ نے (مسجد اللہ) واحد کا صیغہ پڑھا ہے اور اس سے مسجد حرام مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول ”وعمارة المسجد الحرام“ اور ”فلا يقربوا المسجد الحرام“ کی وجہ سے اور دیگر حضرات نے ”مساجد اللہ“ جمع کا صیغہ پڑھا ہے اور اس سے بھی مسجد حرام مراد ہے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمع کا لفظ کہا ہے اس لیے کہ یہ تمام مساجد کا قبلہ ہے۔ فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں بسا اوقات عرب واحد بول کر جمع اور جمع بول کر واحد مراد لیتے ہیں جیسے آدمی گھوڑے پر سوار ہو تو کہتا ہے ”اخذت فی رکوب البراذین“ (حالانکہ مراد ایک گھوڑے پر سوار ہونا ہے) اور کہا جاتا ہے ”فلان کثیر الدرہم والدينار“ مراد دراہم اور دینار ہوتے ہیں۔ ”شہدین علی انفسہم بالکفر“ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ خود کو کافر نہ کہتے تھے لیکن ان کی کفریہ کلام ان کے کفر پر گواہ ہے اور ضحاک رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کی ان کے کفر پر گواہی ان کا بتوں کو سجدہ کرنا ہے کیونکہ قریش نے بیت الحرام کے باہر بت گاڑھے ہوئے تھے اور بیت اللہ کا ننگے طواف کرتے تھے۔ جب ایک چکر مکمل ہوتا تو بتوں کو سجدہ کرتے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے دوری پیدا ہوتی۔ اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کی خود پر کفر کی گواہی دینا کہ نصرانی سے پوچھا جائے تو کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے میں نصرانی ہوں اور یہودی سے پوچھا جائے تو وہ کہتا ہے میں یہودی ہوں اور مشرک سے پوچھا جائے تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ کہے گا مشرک ہوں۔ ”أُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ اس لئے کہ یہ غیر اللہ کیلئے ہیں وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ“

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ أُولَئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ⑩

تفسیر ⑩ ہاں اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاویں اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور بجز اللہ کے کسی سے نہ ڈریں سوائے لوگوں کی نسبت توقع (یعنی وعدہ) ہے کہ اپنے مقصود تک پہنچ جاویں گے۔

تفسیر ⑩ ”إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ“ دین کے معاملہ میں غیر اللہ سے نہ ڈرے اور اللہ کا حکم اس کے غیر سے ڈر کر نہ چھوڑے۔ ”فَعَسَىٰ أُولَئِكَ أَنْ

بُكُونُوا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ" اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے محسوس امید کے معنی میں نہیں بلکہ واجب کے معنی میں ہوتا ہے یعنی جس کی کوک ہدایت یافتہ ہیں۔ جو اللہ کی اطاعت کو منہمک سے تھمتے ہیں جو جنت تک پہنچا دیتی ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد کو آباد کر رہا ہے تو اس کے ایمان کی کوئی شک نہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "أَمَّا بَعَثْنَا مِنْهُمُ الْمُجْرِمَ أَلَّا يَنْبَغِي لَهُمْ أَنْ يُرْسِلُوا رُسُلَهُمْ لِيَتَذَكَّرُوا أَلَّا يُكُونُوا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو سبق یا شام کو مسجد کی طرف گیا تو جب بھی صبح شام وہ مسجد کی طرف جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی جنت میں مہمانی تیار کرے گا۔

محمود بن بیہ سے روایت ہے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مسجد کی تعمیر کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اس کو نا پسند کیا اور یہ چاہا کہ آپ رضی اللہ عنہ یہ کام پھوڑ دیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی تو اللہ تعالیٰ اس مسجد میں اس کا گھر اس کے لیے جنت میں بنا دے گا۔ ابو نعیم نے اس سند سے حدیث بیان کی اور اس میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دے گا۔

اجعلنم مقابۃ الحاج و عمارة المسجد الحرام کمن امن بالله والیوم الآخر و جہد فی سبیل اللہ ولا یستون عند اللہ و اللہ لا یہدی القوم الظالمین 5

یہ تم لوگوں نے نجات کو پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص کے برابر قرار دے لیا جو کہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہو یہ لوگ برابر نہیں اللہ کے نزدیک اور جو لوگ بے انصاف ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ نہیں دیتا۔

آیت کا شان نزول

5 "اجعلنم مقابۃ الحاج" عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ تم لوگوں کو پانی پلانے کے بعد مجھے یہ پروا نہیں کہ میں کوئی عمل نہ کروں اور دوسرے نے کہا کہ مجھے پروا نہیں۔ نبی کریم نے ان دونوں مسجد حرام کی تعمیر کے بعد اور میرے نے کہا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا ان دونوں عملوں سے افضل ہے جو تم نے ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اٹھا اور فرمایا کہ تم اپنی آوازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس بلند نہ کرو اور جو لوگ ان کو سنیں جب میں نماز پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جاؤں گا تو اس بارے میں پوچھوں کہ تم میں تمہارا اختلاف ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ان عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ بدر کے دن قید کیے گئے تو کہنے لگے کہ اگر تم اسلام لائے اور جہاد میں میرے آگے بڑھ گئے ہو تو ہم مسجد حرام کی تعمیر کرتے ہیں اور حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے

آیت اتاری اور بتایا کہ ان کا مسجد حرام کو تعمیر کرنا اور حاجیوں کو پانی پلانا ان کو شرک کے ساتھ نفع نہ دے گا اور اللہ پر ایمان لانا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرنا ان اعمال سے بہتر ہے جو وہ کر رہے ہیں۔

اور حسن، شعبی اور محمد بن کعب قرظی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت علی بن ابی طالب، عباس بن عبدالمطلب اور طلحہ بن شیبہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ انہوں نے آپس میں فخر کیا تو طلحہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں بیت اللہ کا نگران ہوں میرے ہاتھ میں اس کی چابیاں ہیں اور عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ تم کیا کہہ رہے ہو، میں نے چھ مہینے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، لوگوں سے پہلے اور میں نے جہاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی "اجعلتم سقایة الحاج" سقایة مصدر ہے رعایة اور حملیة کی طرح "وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ" اس میں اختصار ہے اصل عبارت یہ ہے کیا تم حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی تعمیر کو اس شخص کے ایمان کی طرح سمجھتے ہو۔ الخ۔ اور بعض نے کہا سقایة اور عمارة بمعنی ساقی اور عامر ہے یعنی تم پانی پلانے والے اور مسجد حرام کی تعمیر کرنے والے کو اس شخص کی طرح سمجھتے ہو۔ جو شخص ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور اللہ کے راستے میں جہاد کرے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول (وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی) یعنی منفقین کی طرح ہے اس پر عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت دلالت کرتی ہے (اجعلتم سقاة الحاج و عمرة المسجد الحرام) ساقی اور عامر کی جمع کی بنا پر۔ الخ "وَجَهَدَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ط لَا يَسْتَوْنَ عِنْدَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ" ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمزم کے پلانے والے کے پاس آئے اور پانی طلب کیا تو عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اے فضل تو اپنی ماں کے پاس جا اور اس کے پاس سے پانی لے آ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تو مجھے پلا تو عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول! لوگوں نے اس مشکیزہ میں اپنے ہاتھ ڈالے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے پلا پھر اسی سے پیا اور زمزم پر تشریف لائے تو لوگ پانی کھینچ کر پلا رہے تھے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کام کرو کیونکہ تم ایک نیک کام پر ہو۔ پھر فرمایا اگر اس پر رسی نہ ہوتی اور اپنے کندھے کی طرف اشارہ کیا۔ بکر بن عبد اللہ مزنی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھا تھا تو ان کے پاس ایک بدو آیا اور پوچھا کیا ہے کہ میں تمہارے چچا کے بیٹوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ شہد اور دودھ لوگوں کو پلاتے ہیں اور تم نبی پلاتے ہو؟ کیا یہ تمہارے بچل کی وجہ سے ہے؟ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا الحمد للہ ہمیں کوئی حاجت اور بچل نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر تشریف لائے اور آپ علیہ السلام کے پیچھے اسامہ بن زید تھے تو آپ علیہ السلام نے پانی مانگا ہم نے نبی کا برتن پیش کیا تو آپ علیہ السلام نے نوش فرمایا اور باقی اسامہ کو دے دیا اور فرمایا تم نے اچھا کام کیا۔ اسی طرح کرتے رہو تو ہم نہیں چاہتے کہ جس چیز کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اس کو تبدیل کر دیں۔

الَّذِينَ اٰمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ط
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ⑩ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنَّتْ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ

مُقِيمَةً لِّأَخِلْدِيْنَ فِيهَا أَبَدًا ۚ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٦٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا
 آبَاءَكُمْ وَأَخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنكُمْ
 فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٦١﴾

﴿٦٠﴾ جو لوگ ایمان لائے اور (اللہ کے واسطے) انہوں نے ترک وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے
 بہادری سے جہاد میں اللہ کے نزدیک بہت بڑے ہیں اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے
 اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضا مندی کی اور (جنت میں) ایسے باغوں کی کہ ان کے لئے ان (باغوں میں)
 ان کی نعمت ہوگی اور ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بدشعبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے اسے ایمان والوں اپنے باپوں کو اور
 اپنے بھائیوں کو اپنی رحمت میں لانا اور وہ لوگ ظلم کو بہت بڑا ایمان کے (ایسا) عزیز رکھیں (کہ ان کے ایمان لانے کی
 میدان ہے اور انہیں رحمت میں سے ان کے ساتھ رحمت رکھے گا سوائے لوگ بڑے ظالم ہیں۔

﴿٦١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَأَخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنكُمْ
 فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٦١﴾

نصیحت ہے "اللہ اللہ ان لوگوں سے جو ایمان کو اپنی پونے اور مسجد حرام کی تعمیر پر خرچ کرتے ہیں "وَأُولَٰئِكَ هُمُ
 الظَّالِمُونَ" ان کے نبوت پانے ہیں۔

لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَأَخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنكُمْ
 فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٦١﴾

﴿٦١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَأَخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنكُمْ
 فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٦١﴾

یہ بھی نہیں سمجھنا کہ اللہ ان کے بھرت سے ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ان میں بھی نہیں سمجھنا کہ اللہ ان کے بھرت سے ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔
 ان کے بارے میں اللہ ان کے بھرت سے ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔
 ان کے بارے میں اللہ ان کے بھرت سے ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔
 ان کے بارے میں اللہ ان کے بھرت سے ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔
 ان کے بارے میں اللہ ان کے بھرت سے ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔
 ان کے بارے میں اللہ ان کے بھرت سے ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔
 ان کے بارے میں اللہ ان کے بھرت سے ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔
 ان کے بارے میں اللہ ان کے بھرت سے ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ ذُرِّفْتُمُوهَا
وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ
فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ②۴ لَقَدْ
نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبْتَكُمْ كَثَرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ
شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ②۵

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ
مال جو تم نے کمائے اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ
سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ
اپنا حکم (سزائے ترک ہجرت کا) بھیج دیں اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا تم کو
خدائے تعالیٰ نے (لڑائی کے) بہت موقعوں میں (کفار پر) غلبہ دیا اور حنین کے دن بھی جبکہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت
سے غرہ ہو گیا تھا پھر وہ کثرت تمہارے کارآمد نہ ہوئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگی کرنے لگی پھر (آخر) تم
پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

تفسیر ②۴ ”قُلْ“ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ان ہجرت سے پیچھے رہنے والوں کو کہہ دیں کہ ”ان کان اباؤکم“ جب
پہلی آیت نازل ہوئی تو وہ لوگ کہنے لگے جو ایمان تولائے تھے لیکن ہجرت نہ کی تھی کہ اگر ہم ہجرت کرتے تو ہمارے مال ضائع ہو
جاتے اور تجارت ختم ہو جاتی اور گھر ویران ہو جاتے اور ہم رشتہ داری کو توڑ دیتے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ”إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ
وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ“ ابو بکر نے عاصم رحمہما اللہ سے ”عشیراتکم“ الف کے ساتھ جمع کا صیغہ
ہونے کی بناء پر پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے بغیر الف کے واحد کا صیغہ پڑھا ہے۔ اس لیے کہ عشیرۃ جمع پر واقع ہوا ہے اور اس
قرأت کو یہ بات تقویت دیتی ہے کہ ابو الحسن احنش رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ عرب عشیرۃ کی جمع العشیرات لاتے ہیں اور ہم اس کی
جمع العشائر لاتے ہیں۔ وَأَمْوَالِنِ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا یعنی جن محلوں اور
گھروں کو تم پسند کرتے ہو۔ أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا تم انتظار کرو۔ حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ
بِأَمْرِهِ“ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنا فیصلہ لائے اور مجاہد اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ مراد ہے اور یہ دھمکی کا امر ہے ”
وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ“ طاعت سے نکلنے والوں کو۔

②۵ ”لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ“ مکہ اور طائف کے درمیان وادی ہے اور عکرمہ رحمہ اللہ
فرماتے ہیں ذی الحجاز کے پہلو میں جگہ ہے۔ حنین کا واقعہ راویوں نے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا اور

رمضان کے پچھون باقی تھے۔ پھر تین کی طرف کوچ کیا قبیلہ ہوازن اور ثقیف سے لڑائی کے لیے بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ دس ہزار مجاہدین اور انصار تھے اور دو ہزار دو لوگ جو مکہ سے آزاد کیے گئے تھے (لو مسلم) عطا فرماتے ہیں کہ سولہ ہزار کا لشکر تھا اور کبھی رخصت فرماتے ہیں کہ دس ہزار تھے اور اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد ہر غزوہ سے زیادہ تھی پہلے کبھی اتنی تعداد نہ ہوتی تھی۔ اور ہوازن اور ثقیف کے مشرکین کی تعداد چار ہزار تھی ہوازن کا سردار مالک بن عوف نصری اور ثقیف کا سردار کنانہ بن عبدیہ بن ثقیفی تھا۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو ایک انصاری صحابی سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے کہا آج ہم اپنی کم تعداد کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بات تا کوار گزری اور ایک آدمی کے قول کی وجہ سے معاملہ ان کے پاس لڑا گیا اور اللہ تعالیٰ کی مدد اٹھنی گئی اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو اس کا قول پسند نہ آیا اور معاملہ انہی کی طرف چلا گیا تو ہوازن کی لڑائی ہوئی تو مشرکین کو شکست ہوئی۔ پھر انہوں نے ایک دوسرے کو آواز دی کہ تم رسوائی کو یاد کرو تو وہ انہیں اپنے اور مسلمان تہمت ہو گئے۔ تو دو روز اللہ فرماتے ہیں کہ تم میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ فتح مکہ کے دن اسلام لانے والے مکہ کے ان لوگوں کے ساتھ گئے جب انہوں نے دوبارہ رخصت کیا تو وہ بھاگ گئے۔

جو صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے براہ بن حازب رضی اللہ عنہ کو کہ اے ابوعمار! آپ لوگ حنین کے دن بھاگ گئے تھے انہوں نے فرمایا نہیں، اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیرنی لیکن آپ علیہ السلام کے صحابہ میں سے چند لوگوں نے پیٹھ پھیر دی ہے اللہ کے ساتھ ہیں پھر ان کے پاس تھوڑا بہت ہتھیار تھا تو ان کا مقابلہ ایسی تیر انداز قوم سے ہوا ان کا کوئی تیر انداز نہ رہتا تھا۔ ہوازن اور غنم کے مل کر خوب تیر اندازوں کی، ان کا نشانہ خطانہ ہوتا تھا تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید نچ پر سوار ہو کر آگے بڑھے۔ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اس نچ کو پھینچ رہے تھے تو آپ نے نچ اترے اور مدد طلب کی اور فرمایا میں نبی ہوں بھلا نہیں ہوں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفیں ترتیب دیں۔

اسی روایت والا اہل نے ابو اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اسی میں یہ اضافہ ہے کہ اس دن آپ علیہ السلام سے بڑا بہادر وہی نہیں دیکھا گیا۔ اس بات کو زبور نے بھی ابو اسحاق سے روایت کیا ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ براہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنگ خوب تیز ہو جاتی تو ہم آپ کے ذریعے اپنا بیٹا کرتے اور ہم میں بہادر وہ شخص ہوتا جو آپ علیہ السلام کے برابر ہوتا۔ اس وقت شعبہ نے ابو اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ براہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہوازن بڑی تیر انداز قوم تھی۔ جب ہوازن ہوا تو ہم نے ان پر ایسا حملہ کیا کہ وہ پسپا ہو گئے تو مسلمان خیمت کی طرف متوجہ ہو گئے تو انہوں نے تیروں سے ہارا لیا۔ ہوازن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل بھی پیچھے نہیں ہے۔ کبھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو گز تین سو لوگ اپنے باقی لوگ اور دو گز ہونے اور دیگر حضرات نے کہا کہ اس دن آپ علیہ السلام کے ساتھ صرف حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ اور ایمین بن ام ایمن رضی اللہ عنہما تھے۔

کئی دن عباس بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ حنین کے دن حاضر تھا تو میں اور ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے بالکل جدا نہیں ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن اسی سفید خچر پر تھے جو آپ علیہ السلام کو فروة بن نفاثہ جذامی نے ہدیہ کیا تھا۔ جب مسلمانوں اور کفار کا ٹکراؤ ہوا تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر کو کفار کی جانب ایڑھ لگانے لگے اور میں نے آپ علیہ السلام کے خچر کی لگام پکڑی ہوئی تھی میں اس کو روک رہا تھا کہ کہیں وہ بھاگ نہ پڑے اور ابوسفیان نے خچر کی رُکاب پکڑی ہوئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عباس! آواز لگاؤ سمرۃ والوں کو، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آواز بہت بلند تھی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے آواز لگائی کہ اصحاب سمرہ کہاں ہیں؟ تو اللہ کی قسم! جب انہوں نے میری آواز سنی تو ایسے پلٹے جیسے گائے اپنے پچھڑے کی طرف تیزی سے دوڑتی ہے اور کہنے لگے لبیک لبیک تو انہوں نے کفار کے ساتھ لڑائی کی اور انہوں نے انصار کو پکارا، اے انصار کی جماعت! اے انصار کی جماعت! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خچر پر بیٹھے ان کی لڑائی دیکھی اور چند کنکریاں لے کر ان کی طرف پھینکیں اور پھر وہ شکست کھائیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی قسم! تو میں بھی دیکھنے لگا کہ اب لڑائی خوب جاری ہے۔

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین کیا۔ جب ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا تو آپ علیہ السلام خچر سے اترے اور مٹی کی ایک مٹھی لے کر ان کے چہروں کی طرف پھینکی تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کی آنکھوں کو اس ایک مٹھی سے بھر دیا تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کی۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی مدد پانچ ہزار فرشتوں سے کی۔ روایت میں ہے کہ بنو نضر کے ایک آدمی شجرۃ نے لڑائی کے بعد مؤمنین کو کہا چتکبرے گھوڑے اور وہ مرد کہاں ہیں جن پر سفید کپڑے تھے؟ ہم تو ان کے ہاتھوں مارے گئے ہیں تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ فرشتے تھے۔ زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ خبر پہنچی کہ شیبہ بن عثمان بن طلحہ کہتے ہیں کہ میں حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سے آیا کہ آپ کو قتل کر دوں طلحہ بن عثمان اور عثمان بن طلحہ کے بدلے جو احد کے دن مارے گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے میرے اس ارادہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا تو آپ علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور میرے سینے پر ہاتھ مار کر کہا اے شیبہ میں تجھ سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں تو میرے پٹھے کا پنے لگے تو میں نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو آپ علیہ السلام مجھے اپنے کان و آنکھ سے زیادہ محبوب ہو گئے تو میں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور اللہ نے آپ علیہ السلام کو میرے دل کے ارادے پر مطلع کیا ہے۔ جب مشرکین شکست کھا کر بھاگے تو سیدھے اوطاس گئے وہاں ان کے اہل و عیال اور مال تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اشعری صحابی رضی اللہ عنہ کو جن کو ابو عامر کہا جاتا تھا مسلمانوں کے لشکر کا امیر بنا کر اوطاس روانہ کیا اور بعض نے کہا درید بن اصمہ کو امیر بنایا تو مشرکین کو اللہ تعالیٰ نے شکست دی اور مسلمانوں نے ان کے عیال کو قیدی بنالیا اور ان کا امیر مالک بن عوف

نصری بھگت کف چھایا اور وہاں ہنواولی اور مال و اولاد بھی بطور غنیمت لے لیا گیا اور مسلمانوں کے امیر ابو عامر غزوہ اوطاس میں شہید ہو گئے۔ زہری زمرہ اللہ فرماتے ہیں کہ سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے مجھے خبر دی کہ اس دن چھ ہزار لوگ قیدی ہوئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کف تشریف لائے اور باقی مہینہ ان کا ہی سرد کیا۔ جب ذوالقعدہ شروع ہوا تو یہ حرام مہینہ تھا اس لیے آپ صیام سے روانہ ہو گئے اور پھر انہیں تشریف لائے اور وہاں سے عمرو کا احرام باندھا اور اوطاس اور حنین کی فتحیں تقسیم کیں اور کئی لوگوں کو تشریف لے کر دیا جیسے ابوسفیان بن حرب، عمار بن ہشام، اسماعیل بن عمرو اور اقرع بن حابس۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہوازن کے مال میں سے قریش کو سوا دواٹھ لاکھ روپے کے قرضہ کے پندرہ لوگ شہداء کے لئے تھے تو ان کے قرضہ کو دے رہے ہیں اور ان میں پندرہ لاکھ روپے کے قرضہ کے قرضہ لے رہے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بات پہنچی تو آپ صیام نے انصار کو ایک قبیلہ میں جمع کیا اور انصار کے ساتھ وہاں کئی کئی روز رہے۔ جب سب جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان سے فرمایا کہ تمہاری طرف سے مجھے کیا بات پہنچی ہے؟ ان سے کچھ لوگوں نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگوں نے یہ بات نہیں کہی، ہمارے چند نو عمروں نے یہ بات کہی ہے اور وہ بتاتے ہیں کہ آپ صیام نے فرمایا کہ میں اپنے لوگوں کو مل دے رہا ہوں جو نئے نئے کفر کو چھوڑ کر اسلام لائے ہیں اور تمہاری بات پہنچی نہیں ہو کہ ان کے جانیں اور تمہارے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لے جاؤ؟ اللہ کی قسم، اگر تمہارے ہاتھ چھاننے کے لئے لوگوں میں سے کوئی نہیں آئے اللہ کے رسول! پھر ان کو فرمایا کہ تم میرے بعد بہت زیادہ ترویج دیکھو کہ تمہارے ساتھ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش پر آمو اور یہ بھی فرمایا کہ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ایک آدمی ہوتا۔ اگر لوگ ایک آدمی یا کھائی میں نہیں تو میں انصار کی دادی یا کھائی میں چلوں گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کا مال غنیمت حاصل کرنے کے بعد قریش کے مولیٰ انصاریوں کو سب مرثیٰ تقسیم کر دیا۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ ایک ایک آدمی کو ایک ایک کھانا دیا گیا۔ پھر انہوں نے انصاریوں کے دلوں میں کچھ احساس ہوا اور چہ میگوئیاں خوب ہونے لگیں۔ بعض لوگ یہاں تک پہنچ گئے کہ اللہ اپنے رسول کو معاف کرے یہ عجیب بات ہے۔ دو قریش کو دے رہے ہیں اور ہم کو چھوڑ رہے ہیں۔ ہوازن اور اوطاس کے دشمنوں کا خون لپک رہا ہے۔ اگر کوئی سخت مصیبت آتی ہے تو ہم کو بلایا جاتا ہے اور مال غنیمت ہم کو چھوڑ کر وہاں کو آیا جاتا ہے۔ یہ تقسیم کس کے حکم پر ہو رہی ہے؟ اگر اللہ کے حکم سے ہو رہی ہے تو ہم تمہاری طرف سے ہجرت نہ کرے تو ہم آپ کی ہرانسکی دور کرنے کی کوشش کریں گے۔ ایک انصاری نے کہا میں تو تم سے پہلے ہی کہتا تھا کہ جب سب کام ٹھیک ہو جائیں گے تو یہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) دوسروں کو تمہارے ساتھ لے جائیں گے۔ اور ان لوگوں نے اس انصاری کو بھتی کے ساتھ ڈانٹ دیا۔

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ اور عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کو سو سواونٹ دیئے اور عباس بن مرداس بن مرداس کو اس سے کم دیا تو عباس بن مرداس نے اشعار میں کہا کہ کیا آپ میرا مال غنیمت میں حصہ عیینہ بن حصن فزاری اور اقرع بن حابس کے حصے کے برابر قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ حصن اور حابس کے کارنامے تو (میرے باپ) مرداس کے ہم پلہ نہیں تھے۔ یہ اشعار سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس رضی اللہ عنہ کو بھی پورے سواونٹ دے دیئے۔ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مروان اور مسور بن مخرمہ نے ان کو خبر دی کہ تقسیم غنیمت کے بعد ہوازن کا ایک وفد مسلمان ہو کر آیا تو آپ علیہ السلام سے سوال کیا کہ ہمارے مال اور قیدی واپس کر دیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جن کو تم دیکھ رہے ہو اور سچی بات مجھے پسند ہے تم دو چیزوں میں سے ایک پسند کر لو یا تو مال یا قیدی تو انہوں نے کہا ہم قیدیوں کو اختیار کرتے ہیں۔ پھر آپ علیہ السلام کھڑے ہوئے اور فرمایا، اما بعد: بے شک یہ تمہارے بھائی تمہارے پاس توبہ کر کے آئے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ ان کو ان کے قیدی واپس کر دوں تو تم میں سے جو کوئی دل کی خوشی سے ایسا کرنا چاہے تو کرے اور جو چاہے کہ اس کے بدلے ہم اس کو کچھ مال دیں تو وہ ایسا کرے ہم کو جو پہلا مال غنیمت اللہ دیں گے اس میں سے اس کو دے دیں گے تو سب نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم دل کی خوشی سے دیتے ہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجمع میں ہمیں یہ پتہ نہیں کہ کس نے اجازت دی اور کس نے نہیں؟ اس لیے تم واپس چلے جاؤ اور اپنے معروف لوگوں کو بتاؤ، وہ آ کر ہمیں بتائیں تو لوگ چلے گئے اور اپنے معروف لوگوں سے بات کی اور انہوں نے آ کر کہا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) سب نے طیب نفس سے اجازت دی ہے تو اللہ تعالیٰ نے حنین کے واقعہ میں یہ آیت اتاری ”لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرة و یوم حنین اذا عجبکم کثرتکم“ حتی کہ تم نے کہا آج ہم کمی کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے ”فلم تغن عنکم تمہاری کثرت نے ”شیئا“ یعنی کامیابی کثرت تعداد سے نہیں ہوتی ”وضاقت علیکم الارض بما رحبت“ اپنی وسعت کے باوجود ”ثم ولیتم مدبرین“ شکست کھا کر۔

ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۗ وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۖ ②۶ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ مَّ بَعْدِ ذَلِكَ عَلَى مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ②۷ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ②۸

﴿تجوید﴾ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (کے قلب) پر اور مومنین کے (قلوب) پر (اپنی طرف سے) تسلی نازل فرمائی اور (امداد کیلئے) ایسے لشکر نازل فرمائے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو سزا دی اور یہ کافروں کی

(دنیا میں) سزا ہے پھر خدا تعالیٰ جس کو چاہے توبہ نصیب کر دیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت کرنے والے ہیں اسے ایمان والا شکر لوگ (بہت عطا کرے گا) نرے با پاک ہیں سو یہ لوگ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس نہ آئے پڑیں اور اگر توبہ کو منہسی کا اندیشہ ہو تو (تم خدا پر توکل رکھو) خدا تم کو اپنے فضل سے اگر چاہے گا (ان کا) جتنی نذر کھے گا بیشک اللہ تعالیٰ خوب جانتے والا بڑی حکمت والا ہے۔

تفسیر ﴿لَمَّا نَزَلَ الْقُرْآنُ بِاللَّهِ﴾ آیت کے بعد "سکینۃ" کا معنی امن اور اطمینان سے کیا ہے۔ یہ فعلیہ کے وزن پر سکون کے ساتھ ہے۔ "اعلیٰ رسولہ وعلیٰ المؤمنین والنون جنود اللہ نرواھا" جنود سے مراد فرشتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ فرشتے قرآن کے آتے ہی زمین اُتارے گئے تھے بلکہ ان کو بزدل کرنے اور مؤمنین کو بہادر کرنے کے لیے اُتارے گئے تھے کیونکہ یہ بات روایت کی ہے کہ فرشتوں نے ہر کے ہر کے جنگ میں قتال نہیں کیا۔ "وَعَذَابُ الَّذِينَ كَفَرُوا أَكْثَرُ وَأَقْوَمُ" تہمید اور مال حسین کر عذاب دیا گیا "وذلك جوارا الكافرين"

﴿لَمَّا نَزَلَ الْقُرْآنُ بِاللَّهِ﴾ بعد ذلك علیٰ من یشاء ہیں اس کو اسلام کی طرف ہدایت دے دیتا ہے۔ "وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ"

انما المشرکون نجس کی وضاحت

﴿بَابُهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ انما المشرکون نجس "نجس" اور ابو عبیدہ و زہب اللہ فرماتے ہیں کہ پیدا ہیں اور بعض نے یہ بھی لکھا ہے۔ نجس مصدر ہے اس میں مذکر، مؤنث، تثنیہ، جمع سب برابر ہیں اور نجس نون کے سرور اور جیم کے سکون کے ساتھ تو یہ یاء ثانیہ پر ہوتا ہے۔ "وَجَسَّسَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ" اور جب آگیا تو کیا جائے تو "لنجس" نون کے فتح اور جیم کے کسرو سے آکر ہوا جاتا ہے۔ آیت میں "وَجَسَّسَ" سے مراد ہے نہ کہ "نجس"۔ قنادور نے اللہ فرماتے ہیں کہ ان کو نجس کہا ہے کیونکہ وہ نجس ہیں تو نجس نہیں ہوتے اور حدیث میں ہے "فَلَا يَفْرُقُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ" اسرار ان کو حرم میں داخل ہونے سے منع کرتا ہے۔ جب حرم میں داخل ہوں گے تو مسجد حرام کے قریب ہو جائیں گے۔

شیخ امام محمد فرماتے ہیں کہ اگر امام کے قریب ہوں گے تو حق میں تین قسم پر ہیں۔

جزیرہ عرب میں یہود و نصاریٰ کے رہنے کا حکم

ان میں سے ایک حرم ہے۔ جس کا فرقہ ہے جسے جائز نہیں کہ اس میں داخل ہو، خواہ وہ ذمی کافر ہو یا مستامن اس آیت سے ظاہر ہے اور اگر دار الخلافہ سے کوئی قاصد امام کی طرف آئے اور امام حرم میں ہو تو اس کو حرم میں داخل ہونے کی اجازت نہ دے بلکہ اس کی طرف کوئی بندہ بھیجے جو حرم سے باہر اس سے پیغام سن لے اور اہل کوفہ نے معاہدے کے لیے حرم میں داخل ہونے کو جائز قرار دیا ہے۔

دوسری قسم بلادِ اسلامیہ کی حجاز ہے اس میں کافر اجازت لے کر داخل ہو سکتا ہے لیکن تین دن سے زائد قیام نہیں کر سکتا۔ اس حدیث کی وجہ سے جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا، اگر میں زندہ رہا، اگر اللہ نے چاہا تو ضرور یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دوں گا۔ یہاں تک کہ اس میں صرف مسلمانوں کو چھوڑوں گا تو آپ علیہ السلام دنیا سے چلے گئے اور وصیت فرما گئے کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ اس کام کی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مہلت نہیں ملی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کو جلا وطن کیا اور جوان میں سے تجارت کی نیت سے آئے اس کے لیے تین دن کی مدت مقرر کی۔

اور جزیرہ عرب طول میں اقصیٰ عدن سے عراق کے سبزہ زاروں تک اور عرض میں جدہ اور اس کے اطراف سے شام کے اطراف کے سمندری ساحل تک ہے۔ تیسری قسم تمام بلادِ اسلامیہ کافر کے لیے جائز ہے کہ ان میں ذمہ یا امان (ویزہ) کے ذریعے رہ سکے لیکن مساجد میں مسلمانوں کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتے۔ ”بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا“ یعنی اس سال کے بعد جس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے برأت کا اعلان کیا۔ یہ ہجرت کا نواں سال تھا۔ ”وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً“ کیونکہ اہل مکہ کی معیشت تجارت سے تھی اور مشرکین مکہ میں غلہ لاتے اور تجارت کرتے جب ان کو حرم میں داخل ہونے سے منع کیا گیا تو ان کو فقر کا خوف ہوا تو انہوں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ ”عَيْلَةً“ یعنی فقر و فاقہ۔ ”فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ ط إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ“ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو غنی کیا۔ اس طرح کہ ان پر بارش بر سادی تو ان کی خیر بڑھ گئی اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جدہ، صنعاء اور جریش یمن کے لوگ اسلام لے آئے اور وافر غلہ مکہ کی طرف لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سے کفایت کی جس کا ڈر تھا اور ضحاک اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے عوض اللہ تعالیٰ نے ان کو جزیرہ دیا اور ان کو غنی کر دیا۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ②

اہل کتاب جو کہ نہ خدا پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے حرام بتلایا ہے اور نہ سچے دین (اسلام) کو قبول کرتے ہیں ان سے یہاں تک لڑو کہ وہ ماتحت ہو کر اور رعیت ہو کر جزیرہ دینے منظور کریں۔

② ”قاتلوا الذين لا يؤمنون بالله“ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روم سے قتال کا حکم دیا گیا تو اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ علیہ السلام نے غزوہ تبوک کیا اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہود کے قبیلہ بنو نضیر اور بنو قریظہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے صلح

کی اور مسلمانوں کو پہلا جزویہ ان سے ملا اور مسلمانوں کی طرف سے پہلی ذلت ان کو پہنچی۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ ان کتاب تو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے تھے تو اس آیت سے دو کیے مراد ہو سکتے ہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ وہ مؤمنین جیسا ایمان نہ رکھتے تھے کیونکہ جب وہ مزبور اور حج صحیحہ اسلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں تو ان کا اللہ پر ایمان نہ ہوا۔ "ولا يعزمنون ما حرم الله ورسوله ولا يدعون دين الحق" یہاں اسم کی اصناف اپنی صفت کی طرف ہے۔ اصل عبارت "الدين الحق" تھی اور تمہارا اللہ فرماتے ہیں کہ حق سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں۔ یعنی اللہ کا دین نہیں مانتے اور اللہ کا دین اسلام ہے اور ابو عبیدہ و رمدہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے۔ "و اللہ فی اللہ حق کی طرف سے ہے۔" "من اللدین اونوا الکتاب" یعنی یہود و نصاریٰ "حتی بعظوا النجریة عن بد" معنویت اور ذلت کے ساتھ۔ ابو عبیدہ و رمدہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص دل کی خوشی کے بغیر مجبوراً کوئی چیز اسے تو اس کو پہنچا جاتا ہے "اعطاه عن بد" اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ جزویہ خود اپنے ہاتھ سے آ کر دیں کسی اور سے۔ ہاتھ پہنچا ہوا جزویہ نہیں صحیح کہتے اور بعض نے کہا "عن بد" کا معنی یہ ہے کہ نقد دیں اُدھار نہ ہو۔ بعض حضرات نے کہا کہ "عن بد سے مراد یہ ہے کہ شکر گزار ہو کر جزویہ اور مریدانہ مسلمانوں نے ان کو قبول نہیں کیا۔

وہم صاعرون کی تفسیر میں مختلف اقوال

"وہم صاعرون" انہیں اور مغلوب ہوں۔ رمدہ و رمدہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ جزویہ ہڑے ہو کر دیں اور لینے والا بیٹھ ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس کی گردن روانہ کر اس سے جزویہ وصول کیا جائے۔ کھس کا بیان ہے کہ لیتے دیتے وقت اس کی گردن پر کھسنا یہ لیا جائے۔ بعض نے کہا کہ اس کی داڑھی پھڑک کر ٹھانچا مارا جائے۔ بعض نے کہا اس کا گریبان چڑک کر پھینچتے ہوئے اس کے ہاتھ متواضع نہیں تک لیا جائے۔ بعض نے کہا کہ جزویہ پیش کرتا ہی ذلت ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ مغرب یہ ہے۔ اور اس کا معنی ان پر جاری کیے جائیں۔ امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہود و نصاریٰ جب عرب نہ ہوں تو ان سے جزویہ لینا جائز ہے۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ عربی کتابی اور عجم کے غیر کتابی کفار سے جزویہ لینے کا کیا حکم ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جزویہ مذہب کی بنا پر ہے شخصیت کی بناء پر نہیں ہے کہ جزویہ تمام ادیان پر لازم ہے نہ یہودیوں کی وجہ سے اس لیے ان کتاب خواہ عربی ہو یا عجمی، ان سے جزویہ لیا جائے گا اور کسی حال میں بتوں کی پوجا کرنے والوں سے نہ لیا جائے گا اور اس بات سے استدلال کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیدر رومہ سے جزویہ لیا تھا حالانکہ وہ عربی شخص تھا اور بعض نے کہا یہ غسان کا تھا اور یمن کے لوگوں سے ذمہ لیا تھا۔ لاکہ ان میں سے اکثر عرب تھے اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ اللہ فرماتے ہیں کہ مرتد کے علاوہ تمام کفار سے جزویہ لیا جائے گا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کتاب سے تو ہر حال میں لیا جائے گا خواہ عجم ہوں یا عرب اور عجم کے مشرکین سے لیا جائے گا عرب کے مشرکین سے نہیں لیا جائے گا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عرب سے نہ لیا جائے گا خواہ ان کتاب ہوں یا مشرک اور عجم سے لیا جائے گا

خواہ کتابی ہوں یا مشرک۔ بہر حال مجوسی تو ان سے جزیہ لینے پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کا اتفاق ہے۔ عمرو بن دینار نے بجالہ بن عبیدہ کو کہتے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجوس سے جزیہ نہ لیتے تھے یہاں تک کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا۔ جعفر بن محمد نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجوس کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے ساتھ اہل کتاب والا طریقہ اپناؤ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مجوس سے جزیہ کے لینے سے رکنے میں یہاں تک کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا تو اس امتناع میں دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے یہ تھی کہ ہر مشرک سے جزیہ نہ لیا جائے گا صرف اہل کتاب سے لیا جائے گا اور اس بات میں اختلاف ہے کہ مجوسی اہل کتاب کے حکم میں ہیں یا نہیں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ ان کی ایک کتاب تھی جس کو وہ پڑھتے پڑھاتے تھے تو ایک دن صبح کی تو وہ کتاب ان سے اٹھالی گئی اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مجوسیوں کا ذبح کیا ہو جانور اور ان سے نکاح حرام ہے۔ بخلاف یہود و نصاریٰ کے کہ ان سے جائز ہے۔ بہر حال جو دیگر مشرکین یہود و نصاریٰ کے دین میں داخل ہو گئے ان کے حکم میں نظر ہے۔ اگر اس دین کے تبدیل ہونے اور منسوخ ہونے سے پہلے داخل ہوئے ہوں تو ان کو جزیہ پر برقرار رکھا جائے گا اور ان سے نکاح حلال اور ذبیحہ بھی حلال ہوگا اور اگر آپ علیہ السلام کے تشریف لانے کی وجہ سے ان کے دین منسوخ ہونے کے بعد داخل ہوئے تو جزیہ پر برقرار نہ رکھے جائیں گے اور نہ ان کے نکاح حلال ہوں گے اور نہ ذبیحہ اور جس کا معاملہ ہم پر مشکوک ہو کہ وہ دین منسوخ ہونے سے پہلے داخل ہوئے یا بعد میں تو ان سے جزیہ لیا جائے گا ان کی جان کی حفاظت کو غلبہ دیتے ہوئے اور ان سے نکاح اور ذبیحہ حلال نہ ہوں گے حرمت کو غلبہ دیتے ہوئے۔ پس اس قسم میں سے عرب کے نصاریٰ تنوخ اور بھراء اور بنو تغلب ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جزیہ پر برقرار رکھا اور فرمایا کہ ان کے ذبیحہ ہمارے لیے حلال نہیں ہیں۔ بہر حال جزیہ کی مقدار تو کم سے کم ایک دینار ہے اس سے کم کرنا جائز نہیں ہے اور ایک دینار فقیر، غنی، متوسط سب سے قبول کر لیا جائے گا۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ ہر بالغ سے ایک دینار لوں اور اس کے برابر خود تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بالغ سے ایک دینار لینے کا کہا اور فقیر، غنی، متوسط کا فرق بیان نہیں کیا۔ اس میں اس پر بھی دلیل ہے کہ بچوں اور عورتوں پر جزیہ واجب نہیں۔ جزیہ صرف آزاد عاقل بالغ مردوں سے لیا جائے گا اور ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ ہر مالدار پر چار دینار اور ہر متوسط پر دو دینار اور ہر فقیر پر ایک دینار ہے اور یہی اصحاب رائے کا قول ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ غُزَيْرِ بْنِ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصْرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ط ذَلِكَ قَوْلُهُمْ

بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ط قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ ⑩

﴿تسبیح﴾ اور یہود (میں سے بعض) نے کہا کہ عزیز خدا کے بیٹے ہیں نصاریٰ (میں سے اکثر) نے کہا کہ سچ خدا کے بیٹے ہیں یہ ان کا قول ہے ان کے منہ سے کہنے کا یہ بھی ان لوگوں کی سی باتیں کرنے کے جو ان سے پہلے کافر ہو چکے ہیں خدا ان کو عذرت کرے یہ کدھرائے ہوئے ہیں۔

﴿تفسیر﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذْ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ وَعَلَىٰ آلِ مَرْيَمَ إِذْ نَسُوا مَا كَانُوا يَدْعُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذُنُوبِهِمْ ۚ اور سردر نما اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہودی ایک جماعت آئی جن میں سیر بن مشمر اور نعمان بن ابی اسحاق بن قیس اور مالک بن قیس تھے تو یہ کہنے لگے ہم آپ علیہ السلام کی اتباع کیسے کریں گا یہ آپ مزیر علیہ السلام کا بیٹا نہیں سمجھتے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ عبید بن جریہ سردر نما فرماتے ہیں کہ یہ بات یہود کے صرف ایک شخص انیس بن مازر نے ہی کہی یہ وہی شخص ہے جس نے کہا تھا "إِنَّ اللَّهَ لَقَبْرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ" عطیہ ثوری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے روایت یہ ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ یہود نے مزیر علیہ السلام کا بیٹا اس وجہ سے کہا کہ عزیز علیہ السلام ان میں تھے اور ان سے پہلے تو ریت بھی تھی اور تابوت بھی تھا تو انہوں نے تو ریت کو ضائع کیا اور تاحق کام کیے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے تابوت نکال دیا اور ان کو ریت بھری اور اس کو سینوں سے ملادیا تو حضرت مزیر علیہ السلام نے کڑکڑا کر دیا کی جو کتاب ان کے سینوں سے ملانی کہی ہے وہ وہی ہے جو ان کے سینوں سے نکل رہی تھی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نور اتارا جو ان کے پیٹ میں چلا گیا اور تو ریت آپ علیہ السلام کے پاس آگئی تو آپ علیہ السلام نے قوم میں اعلان کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تو ریت واپس کر لی ہے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے کھینک دینے کے۔ چھ چھ مہینے بعد اللہ تعالیٰ نے تابوت بھی اتار دیا۔ جب انہوں نے تابوت دیکھا تو قوریت کے انگوٹھ کے حضرت مزیر علیہ السلام نے حکیم دینی ہوئی تو ریت کا موازنہ کیا تو اس کی مثل پایا تو کہنے لگے تو ریت حضرت مزیر علیہ السلام سے لینی کہی ہے۔ وہ اللہ کے بیٹے ہیں اور شبی سردر نما فرماتے ہیں کہ بنت نضر بادشاہ جب بنی اسرائیل پر غالب آیا تو قوریت کے پڑھنے والوں کو بلوایا اور مزیر علیہ السلام اس وقت بہت چھوٹے تھے تو ان کو چھوہ سمجھ کر قتل نہیں کیا۔

جب نضر بن نضر ریت اللہ سے لے کر ان میں کوئی تو ریت پڑھنے والا نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے عزیز علیہ السلام کو بھیجا تاکہ وہ ان کے لیے قوریت کی بنیادیں کریں اور وہاں بعد اللہ تعالیٰ کی نشانی ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام کے پاس فرشتہ ایک رات میں پئی آیا اور آپ علیہ السلام کو پوچھا تو قوریت آپ علیہ السلام کے سینے میں آگئی۔ جب حضرت عزیز علیہ السلام ان سے پاس آئے تو جب میں مزیر ہوں تو انہوں نے جھنجھکیا اور کہا کہ اگر آپ ٹھیک کہہ رہے ہو تو ہمیں تو ریت لکھوائیں تو حضرت عزیز علیہ السلام نے ان کو ٹھیک کر کے دینی تو ایک آدمی نے کہا کہ میرے باپ نے مجھے میرے دادا سے بیان کیا ہے کہ تو ریت ایک چمڑے میں رکھی ایک انگوٹھ کے درخت میں فہن کی کی ہے۔ لوگ اس کے ساتھ گئے اور وہ نسخہ نکالا تو حضرت عزیز علیہ السلام والا نسخہ بعینہ اس ہوا تھا تو کہنے لگے اللہ ہی شخص کے دل میں ایسے تو ریت نہیں ڈالتے مگر یہ کہ وہ اس کا بیٹا ہو تو اس وقت یہود نے کہا کہ عزیز اللہ کے بیٹے ہیں اور ہر حال نصاریٰ نے کہا سچ اللہ کے بیٹے ہیں۔ اس قول کا سبب یہ تھا کہ مسیحی علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے

بعد کیا سی سال نصاریٰ اپنے دین پر قائم رہے۔ نماز پڑھتے اور رمضان کے روزے رکھتے۔ پھر ان کی یہود سے جنگ ہوئی۔ یہود میں ایک بہادر شخص بولص تھا۔ اس نے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کی ایک جماعت کو قتل کیا، پھر یہود کو کہنے لگا کہ اگر حق عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے تو ہم نے ان کا انکار کیا اس لیے جہنم ہمارا ٹھکانہ ہے تو ایک حیلہ کر کے ان کو گمراہ کرتا ہوں تاکہ وہ جہنم میں داخل ہوں اس کا گھوڑا تھا جس کو عقاب کہا جاتا تھا اس نے اس کو مار ڈالا اور سر پر مٹی ڈالی اور شرمندگی ظاہر کی۔

تو نصاریٰ نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ کہا تمہارا دشمن بولص، مجھے آسمان سے آواز دی گئی ہے کہ تیری توبہ قبول نہیں ہے مگر یہ کہ تو نصرانی ہو جا تو میں نے توبہ کی ہے تو انہوں نے اس کو کنیسہ میں داخل کیا اور ایک کمرے میں داخل ہوا اور پورا سال نہ دن کو نکلا نہ رات کو یہاں تک کہ انجیل سیکھ لی۔ پھر نکلا اور کہنے لگا کہ مجھے ندا آئی ہے کہ اللہ نے تیری توبہ قبول کر لی ہے تو نصاریٰ نے اس کی تصدیق کی اور اس سے محبت کرنے لگے۔ پھر یہ بیت المقدس کی طرف چلا گیا اور ان پر نسطورا کو خلیفہ بنایا گیا اور اس کو سکھایا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام اور خدا تین تھے پھر روم کی طرف متوجہ ہوا اور ان کو لاهوت اور ناسوت سکھایا اور کہا عیسیٰ علیہ السلام نہ انسان تھے نہ جسم تھے بلکہ اللہ کے بیٹے تھے۔ یہ بات ایک شخص یعقوب کو سکھائی۔ پھر ایک شخص کو بلایا اس کو ملک کہا جاتا تھا۔ اس کو کہا بے شک ”اللہ“ نہ زائل ہو سکتا ہے اور نہ زائل کیا جاسکتا ہے عیسیٰ علیہ السلام۔ تو جب یہ عقائد ان میں پختہ ہو گئے تو ان تینوں میں سے ہر ایک کو بلایا اور کہا تو میرا خاص بندہ ہے اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا ہے کہ وہ مجھ سے راضی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو کہا کہ کلی میں خود کو ذبح کر لوں گا تو تم لوگوں کو بلانا تیری بات مانیں گے۔ پھر مذبح میں داخل ہوا اور یہ کہا کہ میں خود کو عیسیٰ علیہ السلام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے قتل کر رہا ہوں اور خود کو ذبح کر دیا تو تیسرے دن ان تین میں سے ہر ایک نے لوگوں کو بلایا تو ہر ایک کے کچھ لوگ قبیح ہو گئے اور آپس میں لڑنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللہ ذلک قولہم بافواہم“ وہ اپنی زبانوں سے بغیر علم کے کہتے ہیں ”يُضَاهِيُونَ قَوْلَ الدِّينِ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ“ قنادہ اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ نصاریٰ کا قول ان سے پہلے والے یہود کے قول کے مشابہ ہے کہ انہوں نے عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہا اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کا قول اپنے سے پہلے مشرکین کے قول کے مشابہ ہے جنہوں نے لات، عزریٰ اور منات کو اللہ کی بیٹیاں کہا۔ حسن کا قول ہے کہ عیسائیوں کا یہ قول گزشتہ کافروں کے قول کی طرح کفریہ ہے۔ یعنی عیسائیوں کا کفر گزشتہ کافروں کی طرح ہے۔ کذا لک قال الدین من قبلہم مثل قولہم تشابہت قلوبہم انہی کے قول کی طرح یعنی ان کا کفر قدیمی ہے۔ تیسری کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے یہودیوں اور عیسائیوں کا قول بھی اپنے اسلاف کے قول کی طرح ہے یعنی ان کا کفر قدیمی ہے۔ ”قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یعنی ان پر اللہ نے لعنت کر دی ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ حقیقتاً لڑائی کے لیے نہیں بلکہ تعجب کے لیے ہے۔ ”اَنْتِ يُوْفِكُوْنَ“ جب دلائل اور براہین قائم ہو چکے ہیں تو پھر حق سے باطل کی طرف مڑ کر کہاں جا رہے ہیں۔

اتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَالْمَسِيحِ ابْنِ مَرْيَمَ وَمَا اُمِرُوا اِلَّا

لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ①

﴿تذکرہ﴾ انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے ساتھ اور مشرک کو (باقی بارطاعت کے) رب بنا رکھا ہے اور سیدنا ابن مریمؑ کو بھی
مذکورہ ان ہمسرف یہ تصور کیا کہ فقط ایک معبود برحق کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ ان کے
شک سے پاک ہے۔

﴿تذکرہ﴾ "لَا تَتَّخِذُوا الْخَوَارِجَ وِرْهَانًا لَهُمْ" یعنی اپنے ہمہ اور قرآن کو احبارِ حرم کی تابع ہے حرم عالم اور دینی کتابیں پڑھنے والے
مستہ ہیں۔ یہ بنی مذہب کی تابع کرہوں میں رہنے والے عیسائیوں کو کہتے ہیں "اربابنا" اگر یہ اعتراض ہو کہ انہوں نے احبار اور
حرم کی عبادت تو نہیں کی تھی "تو ہم جواب دیں گے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کی اطاعت کی تھی اللہ کی نافرمانیوں میں اور جن
پہلوں میں انہوں نے عمل کیا انہوں نے عمل کیا انہوں نے حرام سمجھا، ان کو انہوں نے حرام سمجھا تو ان کو خدا کی طرف
نہایت سے مبرا ہے نہ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میری گردن میں سونے
کی صیغہ لپی تو آپ علیہ السلام نے مجھے ہاتھ لگا کر اس بات کو اپنی گردن سے پھینک دیا۔

ذہب میں آپ علیہ السلام کے آریب ہوا تو آپ علیہ السلام یہ آیت پڑھ رہے تھے "اتخذوا احبارہم و رهبانہم
انک من دون اللہ" آپ علیہ السلام اس آیت سے ذرا غم ہوئے تو میں نے عرض کیا ہم ان کی عبادت نہ کرتے تھے تو آپ
یہ فرمایا "یہ لوگوں کو ہدایت دیتے تھے ان پہلوں کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے پھر تم بھی ان کو حرام سمجھتے تھے اور وہ
ان پہلوں کو حلال سمجھتے تھے تو تم بھی ان کو حلال سمجھتے تھے؟ میں نے کہا جی ہاں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ
ان کی عبادت تھی۔ عبادت اللہ ان عبادت کے خلاف ہوتی ہے۔

نہیں بہت دین اور کفر ہوا اور بڑے علماء اور ائمہ درویشوں نے

"والمسیح بن مریم" یعنی تم نے ان کو بھی معبود بنایا "وما امروا الا ليعبدوا الہا واحدا لا الہ الا
ہو سبحانہ عما یشرکون"

يُرِيْلُونَ اِنْ يُظْفِقُوا نُورَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللّٰهُ الْاَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ② هُوَ الَّذِي

اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَ عَلٰی الدِّیْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ③

﴿تذکرہ﴾ وہ لوگ ہیں چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (یعنی دین اسلام) کو اپنے منہ سے بجھا دیں حالانکہ اللہ تعالیٰ بدون
اس کے اپنے نور کو تمام تک پہنچا دے۔ مانے کا نہیں کہ ان لوگوں کو کفر اور کفر کیسے ہی تاخوش ہوں (چنانچہ) وہ اللہ ایسا ہے کہ اس
نے اپنے رسول کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا دین دے کے بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام (بقیہ) دینوں پر
غالب کر دے اور مشرک کیسے ہی تاخوش ہوں۔

تفسیر ③۲ "يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ" یعنی اللہ کے دین کو اپنی زبانوں کے ساتھ باطل کر دیں اس کی تکذیب کر کے۔ کبھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نور سے قرآن مراد ہے یعنی ان کا ارادہ ہے کہ وہ اپنی زبانوں کے ساتھ تکذیب کر کے قرآن کو رد کر دیں۔ "وَيَأْتِي اللَّهُ الْآلَانَ يُتِمُّ نُورَهُ" یعنی اپنے دین کو بلند کر دے اور اپنے کلمہ کو ظاہر کر دے اور اس حق کو مکمل کر دے جس کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے۔ "وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ"

③۳ "هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ" ہدی سے قرآن مراد ہے اور بعض نے کہا فرائض کو بیان کر کے "وَدِينِ الْحَقِّ" یعنی اسلام "لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ" تمام ادیان پر۔

ولو كره المشركون کی مختلف تفسیریں

"وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ" اس آیت کے معنی میں اختلاف ہے۔ (۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "ليظهره" کی ہاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی تاکہ آپ علیہ السلام کو دین کے تمام احکام سکھا کر ان کو آپ علیہ السلام پر ظاہر کر دیں حتیٰ کہ آپ علیہ السلام پر دین کے شرائع میں سے کوئی مخفی نہ ہو۔ (۲) دیگر حضرات نے فرمایا ہے کہ ہاء دین الحق کی طرف لوٹ رہی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اور یہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے دوبارہ اترنے کے وقت ہوگا کہ ہر شخص ہر دین والا اسلام میں داخل ہو جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ان کے زمانے میں تمام ادیان سوائے اسلام کے ختم ہو جائیں گے اور مقداد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ "زمین پر کوئی کچا یا پکا مکان ایسا نہ رہے گا کہ اللہ اس میں اسلام کے کلمہ کو نہ داخل کر دیں یا تو عزیز کی عزت کے ساتھ یا ذلیل کی ذلت کے ساتھ" یا تو اللہ ان کو عزت دیں گے تو ان کو اس دین کا اہل بنا دیں گے یا ان کو ذلت دیں گے تو وہ اس دین کو اختیار کر لیں گے تو میں نے کہا تو دین سارا اللہ کا ہوگا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات اور دن نہیں ختم ہوں گے حتیٰ کہ لات اور عزیٰ کی عبادت کی جائے گی تو میں نے عرض کیا اے اللہ! میں یہ خیال کرتی ہوں کہ یہ اس کے بعد ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے اتارا "هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ" پھر فرمایا کہ یہ ہوگا جب اللہ چاہیں گے پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجیں گے تو وہ ہر اس شخص کی روح قبض کر لے گی جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی خیر ہوگی پھر وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں کوئی خیر نہ ہوگی تو لوگ اپنے آباء کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ادیان پر ظاہر کر دیا کہ تمام سننے والوں پر ظاہر کر دیا کہ یہ دین حق ہے اور جو اس کے مخالف ادیان ہیں وہ باطل ہیں اور اس دین کو شرک اور اہل کتاب اور اُمیوں کے دین پر غالب کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمیوں کو مغلوب کیا تو وہ اسلام کے قریب ہو گئے بعض خوشی سے بعض کرہا اور اہل کتاب کو قتل کیا اور قیدی بنایا یہاں

کے بعض ارباب کے قریب آگے اور بعض نے ذات کے ساتھ جزید یا تو یہ اس دین کا تمام ادیان پر ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن كَثِيرًا مِّنَ الْأَخْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لِيَأْكُلُوا أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ
وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْتُمُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ
اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۹۰﴾

﴿۹۰﴾ اے ایمان والو! کثیرا کثیر اخبار اور رہبانوں کے مال نامشروع طریقہ سے کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے باز
رہتے ہیں اور (حایت حرم سے) جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو
آپ ان کو ایک عذاب سے بشارت دیجئے۔

﴿تفسیر﴾ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن كَثِيرًا مِّنَ الْأَخْبَارِ وَالرُّهْبَانِ﴾ یعنی اہل کتاب کے علماء اور قراء "الْبَاكِلُونَ
أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ" یعنی اپنے اہلکام میں رشوت لیتے ہیں اور اللہ کی کتاب میں تحریف کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے
کتاب مٹا رہتے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اپنے بدقولوں سے اس پر کچھ قیمت لیتے ہیں یہ ان کے کمائی کے ذریعے ہیں
ان دن میں انہوں نے قرابت میں موجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات تبدیل کر دیں تاکہ ان کی کمائی نہ بند ہو جائے۔
"وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْتُمُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ
أَلِيمٍ" ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دے وہ کٹ نہیں ہے اگرچہ کہیں مدفون بھی ہو اور جس مال کی زکوٰۃ
ان دن میں ادا نہ ہو۔ اگرچہ وہ مدفون شدہ ہو اور اس کی مثل ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سونے چاندی کا مالک اس کا حق
(زکوٰۃ) ادا کرے گا۔ قیامت کے دن اس سونے چاندی سے اس کی چٹانیں بنائی جائیں گی اور دوزخ کی آگ میں
ان کو ڈال دیا جائے گا۔ چھوٹی چٹانیں اور پست پر داغ لگانے جائیں گے۔ جب وہ کچھ ٹھنڈی پڑ جائیں گی تو دوبارہ تپا کر داغ
کامے جائیں گے اور ایسا اس (پورے) دن ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہوگی۔ آخر جب بندوں کا فیصلہ ہو چکے گا
تو ان ٹھنڈی چٹانیں تپا دی جائے گا جنت میں جانے والا یا دوزخ کو جانے والا۔ عرض کیا کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹوں کو
یا عجم نے کافر کیا اور جو اونٹوں والا ان کا حق (یعنی زکوٰۃ) ادا نہ کرے گا اور پانی پلانے کے دن ان کو دوہتا (اور دودھ میں سے
مسا بین دوہنا بھی) ٹھنڈا حقوق کے ہے۔ قیامت کے دن ایک ہموار میدان میں اونٹوں کے سامنے اس کو لٹایا جائے گا۔ اونٹ
سب موجود ہوں گے۔ ایک بچہ بھی کم نہ ہوگا۔ یہ اونٹ اپنے موزوں (یعنی کھروں) سے اس کو روندیں گے اور منہ سے کاشیر
کے۔ اول حصہ جب راندنا پھانسا جائے گا تو پھچھا حصہ پھر (روندنے کیلئے) لوٹ پڑے گا (یعنی روندنے کا سلسلہ نہ نونے گا) اور
ان (پورے) دن ہوتا رہے گا۔ جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہوگی۔ آخر جب بندوں کا فیصلہ ہو چکے گا تو اس کو اس کا راستہ بتا دیا

جائے گا۔ جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف۔ عرض کیا گیا گائے بھینس اور بھیڑ بکریوں کا کیا حکم ہے؟ فرمایا ان کا مالک اگر حق ادا نہ کرے گا تو ہموار میدان میں ان جانوروں کے سامنے اس کو پچھاڑ کر لٹایا جائے گا۔ جب سب جانور موجود ہوں گے۔ کوئی غیر حاضر نہ ہوگا۔ ان میں کوئی ایسا نہ ہوگا کہ اس کے سینگ پیچھے کو مڑے ہوئے ہوں نہ کوئی جانور منڈا ہوگا نہ سینگ ٹوٹا ہو (سب کے سینگ نوک دار آگے کی طرف ہوں گے) یہ تمام جانور اس شخص کو اپنے سینگوں سے ماریں گے اور کھروں سے روندیں گے۔ اول حصہ گزرتا جائے گا اور پچھلا حصہ لوٹ کر آتا جائے گا۔ یہ عذاب اس (پورے) دن ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہوگی۔ آخر جب لوگوں کا فیصلہ ہو چکے گا تو اس کو اس کا راستہ دکھا دیا جائے گا جنت کا یا دوزخ کا۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو اللہ مال دے پھر وہ اس کی زکوٰۃ نہ ادا کرے تو قیامت کے دن اس کا مال گنجد سانپ کی شکل میں لایا جائے گا۔ اس کی آنکھ کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں گے وہ قیامت تک اس کی گردن کو چمٹا رہے گا اور اس کے جبروں کو ڈسے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ”وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ“ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہر مال جو چار ہزار درہم سے زائد ہو تو وہ کنز ہے اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے یا نہ کی جائے اور جو اس سے کم ہو وہ فقہ ہے اور جو حاجت سے بچ جائے تو وہ کنز (خزانہ) ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گیا تو آپ علیہ السلام کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے جب مجھے دیکھا تو فرمایا کہ وہ لوگ خسارہ والے ہیں رب کعبہ کی قسم! ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آیا اور بیٹھ گیا پھر کھڑے ہونے کی ہمت نہ ہوئی، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ پر میرے ماں اور باپ قربان ہوں وہ کون لوگ ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا جن کا مال زیادہ ہو مگر جو اس طرح اس طرح کرے اور اپنے آگے پیچھے اور دائیں بائیں اشارہ کیا (یعنی ہر خیر کے کام میں خرچ کریں) اور یہ لوگ تھوڑے ہیں۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل صفہ میں سے ایک شخص فوت ہو گیا تو اس کی چادر میں ایک دینار تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک داغ ہے۔ پھر دوسرے شخص کا انتقال ہوا تو اس کی چادر میں دو دینار تھے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ دو داغ ہیں اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے کہ یہ آیت زکوٰۃ نہ دینے کے بارے میں ہے نہ کہ تمام مال حلال کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک مال نیک آدمی کے لیے بہت اچھا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر بہت گراں ہوئی اور کہنے لگے ہم میں سے کوئی یہ طاقت نہیں رکھے گا کہ اپنے بچوں کے لیے کچھ چھوڑ جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کی تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اسی لیے فرض کی ہے تاکہ تمہارا باقی مال اس کے ذریعے پاک کر دے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ حکم زکوٰۃ کے نازل ہونے سے پہلے تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا حکم اتارا تو اس کو مال کے لیے پاکی کا ذریعہ بنا دیا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں ہے اور اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ یہ اہل کتاب اور مسلمانوں سب کو شامل ہے اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

③۶ "إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ" یعنی مہینوں کی تعداد "عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ" محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاول، جمادی الاخریٰ، رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ۔ "فی کتاب اللہ" یعنی اللہ کے حکم میں اور بعض نے کہا لوح محفوظ میں "يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ" ان سے چاند والے مہینے مراد ہیں انہی مہینوں کا مسلمان اپنے روزوں اور حج اور عید اور تمام معاملات میں اعتبار کرتے ہیں۔ شمسی مہینوں کے اعتبار سے سال تین سو پینسٹھ دن اور ایک دن کا چوتھا حصہ ہوتا ہے اور قمری مہینوں کا سال تین سو ساٹھ دن سے کچھ کم ہوتا ہے جتنے دن چاند کم ہو۔ اکثر تین سو چون دن کا ہوتا ہے۔ "مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ" رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم "ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ" یعنی سیدھا حساب ہے "فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ" یعنی سال کے تمام مہینوں میں گناہ کر کے اور نیکی چھوڑ کر اپنے آپ پر ظلم نہ کرو۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان چار مہینوں میں نیک عمل کا ثواب زیادہ ملتا ہے اور ان میں گناہ کرنے کا گناہ دوسرے مہینوں سے زیادہ ہے۔ اگرچہ گناہ ہر حال میں بہت برا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حرام کو حلال کر کے اور ان میں قتل و غارت کر کے ظلم نہ کرو۔ محمد بن اسحاق بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں تم اس کے حلال کو حرام نہ بناؤ اور نہ اس کے حرام کو حلال بناؤ اہل شرک کے فعل کی طرح اور وہ نسی ہے "وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً" تمام کو اور سب کو واعلموا ان اللہ مع المتقين۔

علماء رحمہم اللہ کا ان چار مہینوں میں قتال کے حرام ہونے میں اختلاف ہے تو ایک قوم نے کہا کہ یہ پہلے کبیرہ گناہ تھا پھر اس آیت سے منسوخ کر دیا گیا۔ "وقاتلوا المشركين كافة" گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان چار مہینوں اور ان کے علاوہ میں قتال کرو۔ یہی قتادہ، عطاء خراسانی، زہری اور سفیان ثوری رحمہم اللہ کا قول ہے اور ان حضرات نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن سے حنین کے مقام پر جنگ اور ثقیف سے طائف میں جنگ اور ان کا محاصرہ شوال اور ذی القعدہ کے بعض دنوں میں کیا اور دیگر حضرات نے فرمایا ہے کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہے۔ ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عطاء بن ابی رباح نے اللہ کی قسم اٹھا کر کہا کہ لوگوں کے لیے حرم اور اشھر حرام میں قتال جائز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ ان سے قتال کریں اور یہ حکم منسوخ نہیں ہوا۔

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضِلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِيُؤَاطُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيَحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ طَزِينَ لَهُمْ سُوءٌ أَعْمَالِهِمْ ط وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ③۷

تفسیر: یہ مہینوں کا ہٹا دینا کفر میں اور ترقی ہے جس سے (عام) کفار گمراہ کئے جاتے ہیں کہ وہ اس حرام مہینے کو کسی سال (نفسانی غرض سے) حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال (جب کوئی غرض نہ ہو) حرام سمجھتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ نے

جو مہینے حرام کئے ہیں (سرف) ان کی کھتی پوری کر لیں پھر اللہ تعالیٰ کے حرام کئے ہوئے مہینے کو حلال کہتے ہیں ان کی بدعات میں ان کو مستحسن معلوم ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو ہدایت (کی توفیق) نہیں دیتا۔

تفسیر ﴿۱۷﴾ "الما نسى زيادة لى الكفر" بعض نے کہا یہ سعیر اور حریق کی طرح مصدر ہے اور بعض نے کہا یہ جریح اور قتل کی طرح مفعول ہے یعنی تاخیر۔ اس سے اصرار ہی کو "نسینہ" کہتے ہیں اور نسى کا معنی ایک مہینے کی حرمت کو دوسرے مہینے کی طرف مؤخر کرنا کیونکہ عرب اشھر حرام کی تعظیم کا اعتقاد رکھتے تھے اور یہ بات انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے دین سے ہی سنی اور ان کی اکثر کوزران (معیشت) شکار اور لوٹ مار کے ذریعے تھی تو لگا تار ان تین مہینوں کے لیے زکنا ان پر بڑا گراں تھا اور بس اوقات ان حرام مہینوں میں ان کی کوئی بڑائی شروع ہو جاتی تو وہ اس بڑائی کو تالنا پسند نہ کرتے تو ان مہینوں کی حرمت کو دوسرے مہینوں کی طرف مؤخر کر دیتے تو عمر کی حرمت صفر کی طرف مؤخر کر دیتے اور صفر کو حرام سمجھتے اور محرم کو حلال سمجھتے۔ پھر جب صفر میں کوئی ضرورت پڑتی تو اس کی حرمت رقیق الاول تک مؤخر کر دیتے۔ اس طرح مہینہ مہینہ آگے کرتے رہتے یہاں تک کہ حرمت مہینوں پر کھتی رہتی۔ جب اسلام قائم ہوا تو بہت حرام کے بعد محرم اپنی اس جگہ پر آ گیا جو اللہ تعالیٰ نے اس کی مقرر کی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ نبیہ ہودان میں اس کو بیان کیا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک زمانہ اپنی کی طرح کھتا ہے جس دن سے اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ سال بارہ مہینے کا ان میں سے چار محترم ہیں تین لگا تار ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور ربیع الثانی کے درمیان ہے اور پوچھنا یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہوت فرمایا۔ ہمیں خیال ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کوئی دوسرا نام رکھیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا کیوں نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہوت فرمایا۔ یہاں تک کہ ہمیں خیال ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کوئی دوسرا نام رکھیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہوت فرمایا۔ یہاں تک کہ ہمیں خیال ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا دوسرا نام رکھیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا کیوں نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال محمد کہتے ہیں کہ یہ خیال ہے کہ یہ بھی فرمایا کہ تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں تمہارے اس دن کی حرمت کی طرح جو اس شہر میں اس مہینہ میں ہے اور تمہارے رب نے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا۔ سن لو! میرے بعد گمراہ ہو کر نہ لوٹنا کہ ایک اور سے کی کر دینا مارنے لگو، سن لو! اس سے غائب کو پہنچا دے۔ پس شاید کہ بعض وہ لوگ جن تک میرا پیغام پہنچے اس کو زیادہ محفوظ کرنے والے ہوں۔ سن لو! میں نے پہنچا دیا؟ کیا میں نے پہنچا دیا؟ وہ فرماتے ہیں کہ نسى ان میں جاری رہتا تھا تو وہ بسا

اوقات کسی سال میں ایک مہینے میں حج کرتے اور اگلے سال دوسرے مہینے میں حج کرتے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک مہینہ میں دو سال حج کرتے تھے۔ ذوالحجہ میں دو سال پھر دو سال محرم میں حج کرتے، پھر دو سال صفر میں اسی طرح تمام مہینوں میں کرتے تو حجۃ الوداع سے ایک سال قبل جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو وہ ذوالقعدہ میں ہوا۔ پھر اگلے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحجہ میں حجۃ الوداع کیا تو آپ علیہ السلام کا حج اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر حج کا مہینہ موافق ہو گئے تو آپ علیہ السلام نے نوزی الحجہ کو وقف عرفہ کیا اور دس کوئی میں خطبہ دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خبر دی کہ نسئی کے مہینے زمانہ کے گھومنے سے منسوخ ہو گئے ہیں اور معاملہ ویسے ہو گیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کے پیدا کرنے کے دن مقرر کیا تھا اور ان کو حکم دیا کہ ان کو یاد رکھیں تاکہ آئندہ زمانے میں یہ پھر تبدیل نہ ہو جائے۔

نسئی کا بانی کون تھا

اس میں اختلاف ہے کہ نسئی کی ابتداء کس نے کی ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما، ضحاک، قتادہ اور مجاہد رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ نسئی کی ابتداء بنو مالک بن کنانہ کے شخص ابو تمام جنادہ بن عوف بن امیہ کنانی نے کی اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی ابتداء بنو کنانہ کے ایک شخص نعیم بن ثعلبہ نے کی ہے اور اس کے بعد جنادہ بن عوف۔ یہ وہ شخص ہے جس کا زمانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پایا اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ بنو کنانہ کے ایک شخص قلمس نے ابتداء کی۔ ان کا شاعر کہتا تھا: ”اور ہم میں مہینوں کو موخر کرنے والا قلمس ہے“ اور وہ لوگ یہ کام صرف ذی الحجہ میں کرتے تھے جب عرب والے موسم کے لیے جمع ہوتے تھے۔

ضحاک رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نسئی کا طریقہ پہلے عمرو بن لُحی بن قمعہ بن خندق نے جاری کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عمرو بن لُحی بن قمعہ بن خندق کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی انتزیوں کو گھسیٹ رہا ہے۔ یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے یہ وہ نسئی ہے جس کو ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”انما النسئ زیادۃ فی الکفر“ مراد یہ ہے کہ ان کے کفر پر کفر کی زیادتی ہے۔ ”یضلل بہ الذین کفروا“ تمزہ، کسائی اور حفص رحمہما اللہ نے ”یضلل“ یاء کے پیش اور ضاد کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول ”زین لہم سوء اعمالہم“ کی طرح اور یعقوب رحمہ اللہ نے یاء کے پیش اور ضاد کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور یہی حسن اور مجاہد رحمہ اللہ کی قرأت ہے معنی یہ ہوگا ”یضلل“ اس کے ساتھ کافر لوگوں کو اور دیگر حضرات نے یاء کے زبر اور ضاد کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے اس لیے کہ وہ خود گمراہ ہیں یہ پڑھنا اللہ تعالیٰ کے فرمان ”یُحِلُّوْہُ“ کی وجہ سے ہے۔ یعنی نسئی کو۔ ”عاما ویحرمونہ عاما لیواطئوا“ یعنی تاکہ وہ موافقت کریں اور مواطاة موافقت کرنا۔ ”عدۃ ما حرم اللہ“ مراد یہ ہے کہ انہوں نے اشہر حرام میں سے جس مہینہ کو حلال کیا اس کی جگہ حلال مہینوں میں سے ایک مہینہ حرام کر دیا اور حلال مہینوں میں سے ایک مہینہ کو حرام کیا تو اس کے بدلے حرام مہینوں میں سے ایک کو حلال کر دیا تاکہ حرام مہینے چار سے زیادہ نہ ہوں جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیے ہیں تاکہ تعداد

میں موافق ہو جائیں۔ "لِيَحْتَلُوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ زَيْنَ لَهُمْ سِوَا أَعْمَالِهِمْ" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ ان کے لیے شیطان نے مزین کر دیا۔ "وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ" "يُضِلُّ بِهِ الدِّينَ كَفَرُوا زَيْنَ لَهُمْ سِوَا أَعْمَالِهِمْ يَحْتَلُونَ عَامًا وَيَحْرَمُونَ عَامًا لِيَحْتَلُوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ زَيْنَ لَهُمْ سِوَا أَعْمَالِهِمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ"

يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَالَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ الْفِرُّوْا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَتَقْلَتُمْ إِلَى الْأَرْضِ مَا أَرْضَيْتُمْ
بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ⑤ إِلَّا تَنْفِرُوا
يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيرٌ ⑥ إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيًا إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ
إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا
وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ⑦

⑤ ایمان والوں! تم لوگوں کو یہاں سے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکلو تو تم
دنیا سے بہتے ہو یا تم نے آخرت کے عوض دنیوی زندگی پر قناعت کر لی سو دنیوی زندگی کا تمت تو آخرت کے
مقام میں پہنچ بھی نہیں بہت تصور ہے اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو سخت عذاب دے گا (یعنی تم کو ہلاک کر دے گا) اور
تمہارے بدلے دوسری قوم کو پیدا کر دے گا (اور ان سے اپنا کام لے گا) اور تم اللہ (کے دین) کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو
گے اور اللہ وہ چیز پر پوری قدرت ہے اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اس وقت
پر چاہے جب آپ کو کافروں نے جلا وطن کر دیا تھا جبکہ وہ آدمیوں میں ایک آپ تھے جس وقت کہ دونوں غار میں تھے
جب آپ اپنے ہمراہی سے فرماتے تھے کہ تم (کچھ) غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے سو اللہ تعالیٰ نے آپ
(کے قلب) پر ایسی تسلی نازل فرمائی اور آپ کو ایسے لشکروں سے قوت دی کہ تم لوگوں نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے
کافروں کی بات (اور تمہیں) سچ کر دی (کہ وہ کامیاب رہے) اور اللہ ہی کا بول بالا رہا اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

تفسیر ⑤ "يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَالَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ الْفِرُّوْا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَتَقْلَتُمْ إِلَى الْأَرْضِ"

آیت کا شان نزول

یہ آیت غزوہ تبوک پر ابھرنے کے لیے نازل ہوئی ہے کیونکہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے لوٹے تو غزوہ روم
کے جہاد کا حکم دیا گیا۔ اس وقت مسلمان بڑے شگفتہ تھے اور سخت گرمی کا موسم تھا اور پھل خوب پک چکے تھے اور آپ علیہ

السلام جب کسی غزوہ کے لیے تشریف لے جانا چاہتے تو اپنے ارادہ کو ظاہر نہ فرماتے تھے بلکہ کسی اور جگہ کی طرف تو یہ کرتے۔ لیکن اس غزوہ میں کیونکہ لمبا سفر سخت گرمی میں کرنا تھا اور دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی تو آپ علیہ السلام نے تمام صورت حال مسلمانوں کے سامنے ظاہر کر دی اور کوئی تو یہ نہیں کیا تا کہ وہ دشمن کے مقابلہ کے لیے خوب تیاری کر لیں تو مسلمانوں پر اس غزوہ کے لیے نکلنا بہت گراں ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ“ یعنی تم کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں ”انفروا“ تم اللہ کے راستے میں نکلو۔ ”انما قلتم الى الارضى“ یعنی تم اپنی زمین اور ساکن کو چھٹ جاتے ہو۔ اَرْضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ“ یعنی دنیا کو ترجیح دینا اور آخرت کی نعمتوں کو اس کے بدلے چھوڑ دینا فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ“ پھر جہاد چھوڑنے پر ان کو دھمکی دی۔

③۹ ”اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا“ آخرت میں دردناک عذاب دیا جائے گا۔ بعض نے دُنیا میں ان سے بارش کو روک لینا مراد ہے۔ نجد بن نفیج نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے ایک قبیلہ کو غزوہ کے لیے نکلنے کا کہا تو وہ اپنے گھروں میں رہ گئے تو ان سے بارش روک لی گئی تو یہ ان کا عذاب تھا۔ ”وَيَسْتَبْدِلُ قَوْمًا غَيْرَكُمْ“ تم سے بہتر اور زیادہ فرمانبردار۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ فارس والے ہیں اور بعض نے کہا وہ یمن والے ہیں۔ ”وَلَا تَنْصُرُوْهُ شَيْئًا ط وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ“

④۰ ”اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ“ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع ہے کہ وہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور اپنے دین کے اعزاز کا خود کفیل ہے چاہے وہ مدد کریں یا نہ کریں کیونکہ اس نے اپنے رسول کی اس وقت مدد کی جب دوست کم اور دشمن زیادہ تھے تو آج تو بطریق اولیٰ ہو سکتی ہے کہ دوستوں کی تعداد بھی زیادہ ہے۔ ”اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوْا ثَانِيًا اٰثِنِيْنَ“ یعنی وہ دو میں سے ایک تھے اور دوسرے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ ”اِذْهُمَا فِي الْغَارِ“ جبل ثور میں۔

”اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا“ شععی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام زمین والوں کو عتاب کیا ہے۔ جمیع بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ تو میرا غار میں ساتھی تھا اور حوض پر بھی ساتھی ہوگا۔ حسین بن فضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی نہ تھے تو وہ کافر ہے کیونکہ اس نے نص قرآنی کا انکار کیا اور دیگر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا انکار کرے تو وہ مبتدع (بدعتی) ہے کافر نہیں۔ ”لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا“ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حزن بزدلی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شفقت کی وجہ سے تھا اور کہا کہ اگر میں قتل کیا گیا تو ایک آدمی ہوں اور اگر آپ کے ساتھ یہ معاملہ ہوا تو اُمت ہلاک ہو جائے گی۔

روایت کیا گیا ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور سلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر ہجرت میں تھے تو کبھی آپ صبر و استقامت کے آگے جھکتے کبھی پیچھے تو آپ صبر و استقامت کے پوچھا کیا ہو گیا ہے اسے ابو بکر؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے پیچھے سے نمد اور کاخیال آتا ہے تو پیچھے چلتا ہوں اور جب آگے سے کسی کے گھات لگانے کا خیال آتا ہے تو آگے چلتا ہوں۔ جب نماز میں پہنچے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ یہاں ٹھہریں میں غار کی صفائی کروں تو آپ رضی اللہ عنہ نماز میں داخل ہوئے اور نہ رکوع صاف کیا، پھر عرض کیا اب آپ آئیں یا رسول اللہ! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہتے تھے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ منہ اور دست و پا اور اس کی اولاد سے بہتر ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو بیان کیا کہ میں نے مشرکین کے قدموں کو دیکھا کہ وہ ہارے سروں کے اوپر ہیں اور ہم غار میں تھے تو میں نے عرض کیا یہ رسول اللہ اکرم میں سے کسی ایک نے اپنے قدموں کے نیچے دیکھا تو ہمیں دیکھ لے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر! تیرے ان دو گونے کے بارے میں کیا خیال ہے کہ اللہ ان کا تیسرا ہے۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب میں نے ہوش سنبھالا تو میں نے مدینہ میں اختیار کر چکے تھے اور نہ پر کوئی دن ایسا نہیں گزر رہا تھا کہ دن کے صبح شام آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لاتے ہوں۔ جب مدینہ میں مسلمانوں پر آرزو آئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کی غرض سے نکلے۔ جب آپ بہت اٹھنا سجدہ پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس نے پوچھا اے ابو بکر کہاں کی تیاری ہے؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے یہی تو مرنے کا خیال دیا ہے تو میرا ارادہ ہے کہ زمینی سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں تو اب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے کہا ہے اور نہ نکال جا سکتا ہے اور نہ نکالا جا سکتا ہے بے شک تو معذور (فقیر) کے لیے مانتا ہے اور مسرتی رہتا ہے اور جو اٹھاتا ہے اور مہمانوں کی مہمان نوازی کرتا ہے اور حق پر مدد کرتا ہے۔ میں آپ کو اپنا دوست ہوں، آپ رضی اللہ عنہ اہل جاہ میں اور اپنے شہر میں جا کر اپنے رب کی عبادت کریں تو آپ رضی اللہ عنہ وہاں لوگے اور اب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ رضی اللہ عنہ سے ملتا تھا آیا اور شام کو تمام اشراف قریش کا چکر لگایا اور ان کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے اوصاف بیان کرے اپنی پند کا کہا تو انہوں نے ابن الدغنے کی پند کا انکار نہیں کیا اور ابن الدغنے کو کہا کہ ابو بکر کو ہو کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں اور اس میں نماز پڑھیں اور جو چاہتے قرأت کریں اعلانیہ یہ کام کر کے ہمیں تکلیف نہ دینا تو ابن الدغنے نے یہ بات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہی تو کچھ عرصہ اپنے گھر میں عبادت کی اور نہ اعلانیہ نماز پڑھتے اور نہ گھر کے باہر قرأت کرتے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھر کے گھن میں مسجد بنالی۔ اس میں نماز پڑھتے اور قرآن کی تلاوت کرتے تو ان پر مشرکین کی عورتیں اور بچے جھکوا کر دیتے اور ان پر تعجب کرتے کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب قرآن پڑھتے تو بہت زیادہ روتے تھے تو اشراف قریش اس بات سے گھبرا گئے اور ابن الدغنے کو پیغام بھیجا۔

تو وہ مکہ آیا، انہوں نے کہا کہ آپ کی پناہ کی وجہ سے ہم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کچھ نہیں کہا کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں گے لیکن انہوں نے اس سے تجاوز کیا ہے اور اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنا کر اعلانیہ نماز اور قرأت کرتے ہیں ہمیں اپنی عورتوں اور بچوں کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے آپ ان کو روکیں۔ اگر وہ اس بات کو مان لیتے ہیں کہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کریں تو آپ اپنی امان باقی رکھیں۔ اگر وہ اعلانیہ عبادت کرنا چاہتے ہیں تو ان سے کہو آپ کا ذمہ واپس کر دیں کیونکہ آپ کے ذمہ کو خراب کرنا پسند نہیں کرتے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اعلانیہ عبادت کو بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابن الدغنے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہے کہ میں نے آپ کے لیے عقد امان کیا تھا۔ اگر آپ اس پر کار بند رہتے ہیں تو ٹھیک ورنہ میرا ذمہ واپس کر دیں کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ عرب کہیں کہ میں نے ایک شخص سے عقد کر کے توڑ دیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تیری پناہ واپس کرتا ہوں اور اللہ کی پناہ میں راضی ہوں۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے۔ آپ علیہ السلام نے مسلمانوں کو فرمایا کہ میں نے تمہاری ہجرت کا علاقہ دیکھا ہے وہ کھجور کے درختوں والا ہے دو دو سیاہ پتھروں والی وادیوں کے درمیان ہے۔ پھر جن لوگوں نے ہجرت کرنی تھی مدینہ کی طرف ہجرت کی اور حبشہ کے مہاجرین میں سے اکثر مدینہ لوٹ گئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی طرف کوچ کرنے کی تیاری کی تو آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ٹھہر جاؤ، مجھے اُمید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت دی جائے گی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ علیہ السلام کو بھی اس کی اُمید ہے۔ میرا باپ آپ پر قربان ہو؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کے لیے رُک گئے اور اپنی دواؤں نینوں کو چارہ وغیرہ کھلا کر تیار کیا۔ چار ماہ ایسا کیا۔

عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک دن ہم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں چاشت کے وقت بیٹھے تھے کہ کسی نے کہا کہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم منہ چھپا کر ایسے وقت میں تشریف لارہے ہیں کہ جس کا معمول نہیں تھا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے ماں اور باپ ان پر فدا ہوں اللہ کی قسم! اس وقت میں آپ علیہ السلام کسی اہم کام کی وجہ سے آئے ہوں گے تو آپ علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ اے ابو بکر! (رضی اللہ عنہ) اپنے پاس سے ہر کسی کو نکال دو تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ آپ علیہ السلام کے گھر والے ہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے نکلنے کی اجازت مل گئی ہے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) ان دواؤں نینوں میں سے ایک لے لیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا قیمت کے ساتھ لوں گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے بڑی جلدی ان کی تیاری کرادی اور ان دونوں کے لیے چمڑے کا ایک توشہ دان تیار کیا تو حضرت اسماء بنت ابی بکر نے اپنے کمر بند کا ایک ٹکڑا کاٹ کر اس کا منہ باندھ دیا۔ اسی وجہ سے ان کا نام ذات الطاقین پڑ گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ٹور پہاڑ

پہلے گئے اور اس میں تین دن رہے رات کو ان کے پاس عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ جاتے اور دن بھر قریش سے جو باتیں سنتے ان کو یاد کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے اور صبح منہ اندھیرے وہاں سے واپس آجاتے اور صبح کو قریش میں پھرتے رہتے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام مہاجر بن لہیعہ کو بکریاں چراتے ہوئے رات کو وہاں پہنچ جاتے اور دودھ پلاتے اور صبح سے پہلے وہاں سے ریوڑ لے کر جاتے۔ یہ معاملہ تینوں راتوں میں رہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی دین کے ایک شخص کو راستہ دکھانے کے لیے اجرت پر لیا ہوا تھا یہ شخص کفار مکہ کے دین پر تھا تو انہوں نے اپنی اونٹنیوں اس کو دے دیں کہ دو تین راتوں کے بعد صبح کے وقت اونٹنیاں لے کر آجائے گا۔

سراقہ کا قصہ

شیخین نے صحیحین میں نیز ابو سعید نے سراقہ کی روایت سے اور امام احمد و یاقوت بن سفیان نے حضرت ابو بکر کے حوالے سے بیان کیا۔ سراقہ کا بیان ہے کہ قریش کے قاصد ہارے پاس آئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر سے کہا کہ تم لوگوں کو قتل یا گرفتار کرے گا۔ اس کو سوادیشیاں دی جائیں گی۔ میں اپنی قوم بنی مدینہ کے ساتھ ایک جگہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آکر کھڑا ہوا اور اس نے کہا: سراقہ! میں نے ابھی اس شخص پر ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ تین سوار دیکھے ہیں میرے خیال میں دو محمد اور ان کے ساتھی تھے۔ یہ سنتے ہی میں پہنچ گیا کہ ہوں نہ ہوں وہی ہوں گے۔ میں نے اس شخص کو اشارہ کیا کہ خاموش رہو۔ دو خاموش ہو گیا۔ میں اٹھ کر گھر میں گیا اور باندی کو حکم دیا کہ میرے گھوڑے لے لوٹھن وادی میں پہنچا دے اور خود اپنے خیمہ کے پیچھے سے ہتھیار لے کر نکل چلا اور نیند کو کھینچا گیا۔ ہم کا باندی حصہ کو بیچے اور دیا۔ اس طرح گھوڑے تک پہنچا اور سوار ہو کر تیز دوڑاتا ہوا چل دیا۔ یہاں تک کہ میری دونوں اٹھنوں پر نظر پڑا کہ قریب پہنچا ہی تھا کہ گھوڑے نے نھوڑ کھائی اور میں نیچے گر پڑا۔ پھر میں اٹھ کر کھڑا ہوا اور قریش کی طرف ہاتھ بڑھا کر اس میں سے ذال لینے بیٹھے تیرے ہاتھ لے کر میں ان کو نقصان پہنچا سکوں گا یا نہیں۔ ذال لینے پر تیر ہی نکلا جو مجھے پسند نہ تھا۔ یعنی ذال یہ نکلے گا۔ میں ان کو ضرر نہ پہنچا سکوں گا۔ مگر مجھے امید تھی کہ میں اس ذال کو الٹ دوں گا اور سوادیشیاں لے لوں گا۔ چنانچہ میں پھر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور تیروں کی ذال نہ مانی اور گھوڑے کو تیز دوڑاتا چلا تا کہ دو مجھے قریب پہنچا دے۔ میں اتنا قریب پہنچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن پڑھنے کی آواز میں نے سن لی۔ آپ کی توجہ میری طرف نہ تھی مگر حضرت ابو بکر میری طرف زیادہ متوجہ تھے۔ اسی حالت میں اچانک میرے گھوڑے کے دونوں پاؤں گھٹنوں تک زمین میں جھنس گئے اور میں نیچے گر پڑا۔ میں نے گھوڑے کو جھڑکا اور خود اٹھا مگر گھوڑا پاؤں باہر نہ نکال سکا۔ گھوڑے نے کوشش کی کہ قدم باہر نکال لے۔ اس کوشش میں دھوڑ کی طرح غبار اٹھ کر اوپر چڑھ گیا۔ میں نے پھر تیروں سے ذال نکالی مگر وہی ذال نکلی کہ میں ان کو ضرر نہ پہنچا سکوں گا۔ آخر میں جان گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے محفوظ کر دیئے گئے ہیں اور وہ غالب آئیں گے۔ مجبوراً میں

نے امان کیلئے پکارا اور کہا دیکھو! میری کیا حالت؟ میں خدا کی قسم! ہرگز تم کو کوئی اذیت نہیں پہنچاؤں گا اور میری طرف سے تمہارے لئے کوئی ناخوشگوار حرکت نہ ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس سے پوچھو کہ کیا چاہتا ہے؟ میں نے کہا آپ کی قوم نے آپ کے سلسلہ میں انعام مقرر کیا ہے۔ غرض لوگوں کا جو مقصد تھا میں نے اس کی اطلاع آپ کو دے دی۔ کچھ زاد راہ اور سامان کی بھی پیشکش کی مگر آپ نے مجھے کوئی تکلیف نہ دی نہ کچھ مانگا۔ صرف اتنا فرمایا کہ ہماری خبر ظاہر نہ کرنا۔ میں نے درخواست کی کہ (آئندہ کیلئے) مجھے کوئی پروانہ امن کیلئے لکھ دیجئے۔ آپ نے حکم دیا: ابو بکر! اس کو لکھ دو۔

”فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ“ بعض نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے سکینت پر تھے۔ ”وَآيَاتُهُ بِجُنُودِهِمْ تَرَوُّهَا“ یہ وہ فرشتے تھے جو کافروں کے چہرے اور نگاہیں پھیرنے کے لیے اترے تھے اور بعض نے کہا کفار کے دلوں میں رعب ڈال دیا جس کی وجہ سے وہ واپس لوٹ گئے۔ مجاہد اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن فرشتوں کے ساتھ مدد کی اور یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کی تدبیر آپ علیہ السلام سے غار میں پھیری۔ پھر اپنی مدد کو فرشتوں کے ذریعے بدر میں ظاہر کیا۔ ”وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى“ اور ان کا کلمہ شرک یہی قیامت تک نیچا ہے۔ ”وَكَالِمَةَ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا“ قیامت کے دن تک۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ مراد ہے۔ اور بعض نے کہا ہے ”كَلِمَةُ الَّذِينَ كَفَرُوا“ جو انہوں نے آپس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے تدبیر کی تھی اور ”كَلِمَةُ اللَّهِ“ اللہ تعالیٰ کا وعدہ کہ وہ ان کی مدد کریں گے اور یعقوب رحمہ اللہ نے ”وَكَالِمَةَ اللَّهِ“ تاء کے زبر کے ساتھ اس بناء پر پڑھا ہے کہ اس کا ”جَعَلَ“ کے پہلے مفعول ”كَلِمَةُ الَّذِينَ كَفَرُوا“ پر عطف ہے اور اصل عبارت ”وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى“ وجعل كَلِمَةَ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا“ ہے۔ تو ”كَلِمَةَ اللَّهِ“ پہلے کا مفعول پر معطوف ہے اور ”العلیاء“ دوسرے مفعول پر معطوف ہے اور باقی حضرات نے ”كَلِمَةَ اللَّهِ“ پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ استئناف کی بناء پر۔ گویا کہ کلام باری تعالیٰ کے قول ”وَجَعَلُوا كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى“ پر مکمل ہو گئی تھی۔ پھر ابتداء کی اور فرمایا ”وَكَالِمَةَ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا“ مبتداء اور خبر ہے کلمۃ اللہ مبتداء اور العلیاء اس کی خبر ہے۔ ”وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ“

انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۗ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ① لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَا تَبْعُوكَ وَلَكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۗ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ② عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَّبِعَنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ ③ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ④ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

الْآخِرِ وَأَرْتَابٌ قَلْبُهُمْ فَبِهِمْ فِي رَبِّهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ﴿۱۰﴾

ترجمہ نکل پڑو اور تھوڑے سامان سے (ہو) اور نواوزیاد و سامان سے (ہو) اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے بہادری اور تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم یقین رکھتے ہو (تو دیر مت کرو) اگر کچھ نکتے ہاتھ ملنے والا ہوتا اور سفر بھی معمولی ہوتا تو یہ (منافق) لوگ ضرور آپ کے ساتھ ہویتے لیکن ان کو تو مسافت میں دور دراز معلوم ہونے لگی اور ابھی خدا کی قسم میں صاحب دین کے کہ اگر وہ رے بس کی بات ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے۔ یہ لوگ (بھوت ہوں بول) کہ اپنے آپ و تہ و مرتبے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ۔ یقیناً بھونے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف (تو) کر دیا (یعنی) آپ نے ان کو (اسکی جگہ) اجازت کیوں دیدی جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہوتے اور بھونوں و مضمون نہ دیکھتے جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنے مال اور جان سے بہادری کے بارے میں رخصت نہ گھٹیں (بلکہ وہ عزم کے ساتھ دوڑ پڑیں گے) اور اللہ تعالیٰ ان متقیوں کو خوب جانتا ہے بہت و ہر گ (بہادری میں نہ جانے سے) آپ سے رخصت جانتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے اور ان سے اس ملک میں پڑے ہوئے ہیں سو وہ اپنے لشکر میں پڑے ہوئے حیران ہیں۔

تفسیر وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَدْرُوا أَنَّ اللَّهَ فَرَمَاتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر اس کی وجہ سے بڑی آفت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا اور فرمایا "لَيْسَ عَلَى الضَّعْفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَىٰ" پھر ان منافقین کے بارے میں آیت نازل ہوئی کہ ان سے بچنے دو گے۔

﴿۱۰﴾ "الضَّعْفَاءُ وَالْمَرْضَىٰ" یعنی "سخت جسمی اور بیمار"۔ صحیح روایتوں اور تفسیروں میں اللہ فرماتا ہے کہ بوزھے اور جوان نکلو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ چست اور نیک چست سب نکلو۔ عیسیٰ عوفی رضی اللہ عنہما فرماتا ہے کہ پیدل اور سوار۔ ابوصالح رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "الضَّعْفَاءُ" یعنی "نقدار"۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ "الضَّعْفَاءُ" ان کو مال کی وسعت ہو اور ثروت ان پر مانگی ہو اور مرض نے ان کو "الضَّعْفَاءُ" سمجھیا۔ روایات اور ثقاہت زیادہ ہتھیار والے۔ عجم بن عجمیہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مصروف ہو یا فارغ۔ مرقہ بن ابی رزین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تندرست ہو یا مریض۔ یمان بن رباب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ غلام ہو یا شاہی شہداء اور بعض نے کہا کہ "الضَّعْفَاءُ" یعنی جب کوچ کا اعلان سنو تو جلدی سے نکل پڑو۔ "الضَّعْفَاءُ" غمور و گمراہ اور تیار کیے گئے تھے۔ "وَجَاهِلُوا بِأَفْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ لِي سَبِيلِ اللَّهِ مَذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ" زہری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عید بن مسیب رضی اللہ عنہما کی آنکھیں تھم ہو چکی تھیں پھر بھی جہاد کے لیے نکلے تو ان کو عرض کیا گیا کہ آپ کو تکلیف ہے آپ نہ جائیں تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خفیف اقلیل سے نکلنے کا کہا ہے۔ اگر میں لڑ نہیں سکتا تو مسلمانوں کی تعداد بڑھاؤں گا اور سامان کی حفاظت کروں گا۔ عطاء بن ریحان رضی اللہ عنہما نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا" کی وجہ سے منسوخ ہو گئی ہے۔

④۲ "لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا" اور کان کا اسم مضمَر ہے یعنی جس کی طرف ہم ان کو بلا رہے ہیں وہ ایسی غنیمت ہوتی جس کا حاصل کرنا قریب ہو "وَسَفَرًا قَاصِدًا" قریب اور آسان "لَا تَبْعُوكَ" تو وہ آپ علیہ السلام کے ساتھ نکلتے "وَلَكِنْ مَبْعُودَاتٌ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ" یعنی مسافت۔ شقۃ دور کے سفر کو کہتے ہیں کیونکہ وہ انسان پر گراں ہوتا ہے اور بعض نے کہا "شقۃ" وہ انتہا جس کا ارادہ کر کے چلا جائے۔ "وَسَيُخْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ" یعنی جھوٹی قسموں کے ساتھ "وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ" اپنی قسموں میں کیونکہ ان کے پاس طاقت تھی۔

④۳ "عَفَا اللَّهُ عَنْكَ" عمرو بن میمون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دو کام ایسے ہیں جو آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کیے ہیں۔ ④۱ منافقین کو اجازت دینا ④۲ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینا تو اللہ تعالیٰ نے دونوں جگہ عتاب فرمایا۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس مہربانی اور لطف کو تو دیکھو کہ ابتداء معافی سے کی ہے پھر عار دلائی ہے اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی عزت کی ہے اور آپ علیہ السلام کا مقام بلند کیا ہے اور بعض نے کہا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے دائمی عفو کریں۔ "لَمْ أَدْنَتْ لَهُمْ يَحْجِرُهُمْ جَانِبِي" حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكَ الْإِيمَانُ صَدَقُوا اپنے عذروں میں وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ" یعنی آپ علیہ السلام جان لیں کہ کون اپنا عذر بیان کرنے میں سچے ہیں اور کون کو کوئی عذر نہ تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن آپ علیہ السلام منافقین کو نہ جانتے تھے۔

④۴ "لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ" یعنی آپ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت نہ مانگیں وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ" ④۵ "إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ" یعنی شک میں ہیں اور منافق ہیں فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ" حیران و پریشان ہیں۔

وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَا عُدُوًّا لَهُ غَدَّةً وَلَكِنْ كَرِهَ اللَّهُ مَبْعَاثَهُمْ فَطَبَّطَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ ④۶ لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَا أَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمْعُونُ لَهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ④۷ لَقَدْ ابْتِغُوا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّى جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَرِهُونِ ④۸

④۶ اور اگر وہ لوگ (غزوہ میں) چلنے کا ارادہ کرتے تو اس کا کچھ سامان تو درست کرتے لیکن (خیر ہوئی) اللہ تعالیٰ نے ان کے جانے کو پسند نہیں کیا اس لئے ان کو توفیق نہیں دی اور (بحکم تکوینی) یوں کہہ دیا گیا کہ اپنا ج لوگوں کے ساتھ تم بھی یہاں ہی دھرے رہو اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ شامل ہو جاتے تو سو اس کے کہ اور دونا فساد کرتے اور کیا ہوتا اور تمہارے درمیان فتنہ پردازی کے فکر میں دوڑے دوڑے پھرتے اور (اب بھی) تم میں ان کے کچھ

جاسوس موجود ہیں اور ان خالموں کو اللہ خوب سمجھے گا انہوں نے تو پہلے (جنگ احد وغیرہ میں) بھی فتنہ پردازی کی تھی اور آپ کے لئے کارروائیوں کی الٹ پھیر کرتے ہی رہے یہاں تک کہ سچا وعدہ آ گیا اور (اس کا آنا یہ کہ) اللہ کا حکم ثابت رہا اور ان کو تار تار کھڑا کر دیا۔

تفسیر ﴿وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوجَ﴾ جنگ کی طرف "لَا غَدْرَ اَللّٰهُ لِعَنِ اس كَيْفَ تِيَارِي كَرِيں غَدَةً" تیار ہی اور قوت ہتھیروں اور کھوڑوں وغیرہ کے ذریعے۔ "وَلَكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ مَبْعَآثِهِمْ" ان کا لھٹا "فَنَبَطْنَاهُمْ" ان کو نکلنے سے روک دیا "وَقَبِلَ الْغَدْرَ" اپنے گھروں میں "مَعَ الْفَعِيدِيْنَ" مریضوں اور اہل بھروسے کے ساتھ اور بعض نے کہا عورتوں اور بچوں کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کا قول (وقبل) یعنی ان میں سے بعض نے بعض کو کہا تم بیٹھ جاؤ اور کہا گیا ہے کہ ان کے دلوں میں وحی کی اور رسوائی کے اسباب کا ان کو ابھرا گیا ہے۔

﴿لَوْ اَخْرَجُوا فَبِكُمْ﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تبوک کی طرف جہاد کا حکم دیا تو اپنے لشکر کو مہیۃ الوداع پر مقرر کیا اور عبداللہ بن ابی کوشیۃ الوداع سے نیچے اس کا لشکر کافی تعداد میں تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر کے ساتھ تشریف لے گئے تو پیچھے عبداللہ بن ابی کوشیۃ اور فہم اور فہم کے پاس منافقین اور شک والے روکے، اور یہ جہاد کیلئے نہیں نکلے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسلی دیتے ہوئے یہ آیت اتاری "لَوْ اَخْرَجُوا" یعنی منافقین "لَبِكُمْ تَهَارَةٌ" ما ز اذؤکم اِلَّا خَسَالًا" یعنی فساد اور شر اور فساد کا مطلب یہ ہے کہ وہ تم میں بزدلی ڈال دیتے۔ "وَلَا اَوْ ضَعُفًا" یعنی تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دیتے، یعنی اور ایک کی بات دوسرے کی طرف نقل کر کے۔ "يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ" یعنی تمہارے لیے دو تماشے کرتے ہیں جس سے ذریعے تم فتنہ میں پڑ جاؤ۔ دو کہتے ہیں تمہارے لیے یہ اور یہ جمع کیا گیا ہے اور تم شکست کھا گئے ہو اور فتنہ تمہارے دشمن تم پر غالب ہو جائیں گے اور یہی رحمت اللہ فرماتے ہیں "يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ" یعنی شر اور سرکشی اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں فتنہ شر ہے اور کہا جاتا ہے "بَغْيَةٌ وَاَبْعِيْتَهُ بَغْيًا اِذَا التَّمَسْتَهُ لَه" یعنی میں نے اس کے لیے سرکشی کی۔ "وَلَبِكُمْ مَسْغُوفٌ لِّهِنَّ" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ تمہارے اندر ان کے مغر ہیں جو تمہاری بات سن کر ان تک پہنچا دیتے یعنی جاسوس اور قاتل اور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ تمہارے اندر ان کی اطاعت کرنے والے لوگ ہیں یعنی ان کی کام سن کر ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ "وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ"

﴿لَقَدْ اَبْغَوْا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ﴾ یعنی انہوں نے آپ کے ساتھیوں کو دین سے روکنے کی کوشش کی اور لوگوں کے ہاتھوں آپ لوگوں کو رسوا کرنے کی کوشش کی۔ اس سے پہلے جیسے عبداللہ بن ابی غزوہ واحد کے دن اپنے ساتھیوں کو لے کر الگ ہو گیا۔ "وَقَلْبُوا لَكَ الْاَمُورَ" آپ کے دین اور رائے کو باطل کرنے کی کوشش کی۔ آپ علیہ السلام سے لوگوں کو درغلانے اور متفرق کرنے کے ذریعے۔ حتیٰ جَاءَ الْحَقُّ مَدَاوِرَ كَامِيَابِي اَجَايَ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ اللّٰهُ كَادِيْنَ وَهَمْ كَرِهُوْنَ"

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ اِنَّنِي لَبِيْ وَلَا تَفْتِنِيْ مَا اَلٰهِي الْفِتْنَةَ مَقَطُوْا مَا وَاِنْ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ

بِالْكَافِرِينَ ④۹ اِنْ تُصِيبَكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِيبَكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ اخَذَنَا امْرًا
 مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرِحُونَ ⑤۰ قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللّٰهِ
 فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ⑤۱ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا اِلَّا اِحْدَى الْحُسَيْنِ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ
 بِكُمْ اَنْ يُصِيبَكُمْ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهِ اَوْ بِاَيْدِنَا فَتَرَبَّصُوا اِنَّا مَعَكُمْ مُتَرَبَّصُونَ (۵۲)

ترجمہ اور (ان منافقین متخلفین) میں سے بعض شخص وہ جو کہتا ہے کہ مجھ کو اجازت دے دیجئے اور مجھ کو خرابی میں نہ
 ڈالے خوب سمجھ لو کہ یہ لوگ خرابی میں تو پڑ ہی چکے اور یقیناً دوزخ (آخرت میں) ان کافروں کو گھیرے گی۔ (اگر
 آپ کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو وہ ان کے لئے موجب غم ہوتی ہے اور آپ پر کوئی حادثہ آ پڑتا ہے تو وہ خوش
 ہو کر) کہتے ہیں کہ ہم نے تو (اسی لئے) پہلے سے اپنا احتیاط کا پہلو اختیار کر لیا تھا اور (یہ کہ) وہ خوش ہوتے ہوئے
 چلے جاتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے وہ
 ہمارا مالک ہے اور اللہ کے تو سب مسلمانوں کو اپنے سب کام سپرد رکھنے چاہئیں آپ فرمادیجئے کہ تم تو ہمارے حق میں
 دو بہتریوں میں سے ایک بہتری ہی کے منتظر رہتے ہو اور ہم تمہارے حق میں اس کے منتظر رہا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ
 تم پر کوئی عذاب واقع کرے گا (خواہ) اپنی طرف سے (دنیا یا آخرت میں) یا ہمارے ہاتھوں سے سو تم (اپنے
 طور پر) انتظار کرو اور ہم تمہارے ساتھ (اپنے طور پر) انتظار میں ہیں۔

جد بن قیس کے متعلق آیت کا نزول

تفسیر ④۹ "وَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ اِنَّ الدَّنَ لِيْ وَلَا تَفْتِنِّي" یہ آیت جد بن قیس منافق کے بارے میں نازل ہوئی کہ جب
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کی طرف سفر کی تیاری کی تو جد نے کہا اے اللہ کے رسول! میری قوم جانتی ہے کہ میں
 عورتوں کا بہت خواہش مند ہوں اور مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے بنو اصغر کی لڑکیاں دیکھیں تو ان سے صبر نہ کر سکوں گا۔ مجھے جنگ
 میں نہ جانے کی اجازت دیں اور ان عورتوں کے ذریعے میری آزمائش نہ کریں، میں آپ علیہ السلام کی مالی مدد کروں گا۔ ابن
 عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جد بن قیس نے یہ وجہ بیان کی حالانکہ نفاق کے علاوہ اس کی کوئی وجہ نہ تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ
 وسلم نے اس سے اعراض کیا اور فرمایا کہ میں نے تجھے اجازت دی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی "وَمِنْهُمْ" منافقین میں سے
 "مَنْ يَقُولُ اِنَّ الدَّنَ لِيْ" پیچھے رہ جانے کی۔ "وَلَا تَفْتِنِّي" بنو اصغر کی لڑکیوں سے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہے کہ مجھے
 گناہ گار نہ کریں۔ "اَلَا فِى الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا" یعنی شرک اور گناہ میں اپنے نفاق کی وجہ سے واقع ہو گئے ہیں اور اللہ اور اس کے
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کر کے "وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِيْنَ" ان کو اپنے اندر جمع کرنے والی ہے۔

① "إِنْ نَصَبْتَ حَنَّةً" لغزت اور غمیت "تَسُوهُمُ" ان کو غمگین کر دیتی ہے یعنی منافقین کو "وَإِنْ نَصَبْتَ مَصْبِيَّةً" قل اور لغزت "بِقَوْلُوا لَقَدْ أَحْذَانَا أَمْرَانِ" ہم نے جنگ سے پیچھے رو جانے کا فیصلہ سمجھ سے لیا۔ مِنْ قَتْلِ اس معصیت سے پیچھے وبقولُوا وَهُمْ لَمْ يَخُونُوا خوش ہوتے ہیں اس معصیت کی وجہ سے جو آپ کو پہنچا ہے۔

② "قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْإِسْلَامَ كَمَا كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْكُفْرَ وَالشِّرْكَاءَ كَمَا كُنْتُمْ تَحِبُّونَ الْكُفْرَ وَالشِّرْكَاءَ" اللہ لنا ہم پر لایعظوظ ہو مولانا ہمارا مددگار اور منافق ہے اور کہیں رہتا ہے۔ یہاں سے اولیٰ ہے موت اور زندگی میں وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ

③ "قُلْ هَلْ نُرَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ" اسے من فقوا یہ تم انتظار کرتے ہو "إِلَّا اخذى العنسيين" یا تو مدد اور غمیت یا شہادت اور مغفرت۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ جو شخص اللہ کے راستہ میں جہاد کرے اور کھڑے رہے اور اللہ کے کلمات کی تصدیق اس کو نکالے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کریں گے یہ وہ اپنے کھڑے آئے اجر اور غمیت لے کر۔

"وَأَنْتُمْ نَرَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ" سے آید کہ ان بطنیکم اللہ بعداب مِنْ عِنْدِهِ تَوَكَّلْنَا عَلَى اللَّهِ وَاللَّهُ مَنَّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ" اور اللہ نے اپنے دل کا بعض ظاہر کر دیا۔ فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُمْ مُتَرَبِّصُونَ" اس کا معنی ہے کہ تم شیطان کے اعداؤں کا انتظار کرو اور تم اللہ کے وعدوں کا انتظار کرتے ہیں کہ وہ اپنے دین کو جانے لے گا اور جو شیطان و کفر کی طرف لے گا۔

قُلْ أَنْفُسًا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَنْ يُتَقَبَلَ مِنْكُمْ مَا أَنْتُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ ④ وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقَبَلَ مِنْهُمْ نَفْسُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كَسَالَى وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَرْهُونَ ⑤ فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَرْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ⑥

④ آپ نے فرمایا کہ جو تم کو چاہے اور تم کو نہ چاہے (خدا کے نزدیک) مقبول نہیں (کیونکہ) ہمیشہ تم میں سے کسی کے لئے کفر ہو اور ان کے خیر خیرات قبول ہونے سے اور کوئی چیز بجز اس کے مانع نہیں کہ انہوں نے اللہ سے ساتھ اور ان کے رسول کے ساتھ سفیر لیا اور اولاد لوگ نماز نہیں پڑھتے مگر ہارے تہی سے اور خرچ نہیں کرتے مگر تاکواری کے ساتھ ہواں کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان (مذکورہ) چیزوں کی وجہ سے انہوں نے زندگی میں (بھی) اس کو گرفتار عذاب رکھے گا اور ان کی جان سفر ہی کی حالت میں نکل جاوے۔

⑤ "قُلْ أَنْفُسًا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا" امر شہاد اور جزاء کے معنی میں ہے۔ یعنی اگر تم خوشی سے یا جبراً خرچ کرو گے آیت جہاد نہیں لے بارے میں نازل ہوئی کہ اس نے جنگ میں نہ جانے کی اجازت مانگی اور کہا کہ میں اپنے مال سے مدد کروں گا۔

گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”لَنْ يُتَقَبَلَ مِنْكُمْ اِنْ كُنْتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ“

54 ”وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقَبَلَ مِنْهُمْ حَمْزُهُ اور کسائی رحمہما اللہ نے ”يقبل“ یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ فعل کے مقدم ہونے کی وجہ سے اور باقی حضرات نے تاء کے ساتھ اس لیے کہ فعل جمع مؤنث (نفقات) کی طرف منسوب ہے۔ اس لیے فعل کو مؤنث لایا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ فاعل مؤنث ہے۔ نَفَقَتُهُمْ ان کے صدقات اِلَّا اَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَبِرِسُوْلِهِ ان کے نفقات کے قبول کرنے سے مانع ان کا کفر ہے۔ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰی“ بوجھل قدموں کے ساتھ کیونکہ وہ اس نماز کی ادائیگی پر ثواب کی امید نہیں رکھتے اور اس کے چھوڑنے پر عذاب سے نہیں ڈرتے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ منافقین کی تو نماز ہی قبول نہیں، پھر نماز میں سستی پر کیوں مذمت کی؟ جواب یہ ہے کہ مذمت اس کفر پر ہے جو ان کو نماز میں سستی پر ابھارتا ہے کیونکہ کفر سست کر دیتا ہے اور ایمان چست کرنے والا ہے۔ ”وَلَا يُنْفِقُونَ اِلَّا وَهُمْ كَرِهُوْنَ“ اس لیے کہ وہ اس کو تاوان سمجھتے ہیں۔

55 ”فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ“ اعجاب کسی عجیب چیز کو دیکھ کر خوش ہونا۔ یعنی آپ اس مال اور اولاد کو اچھا نہ سمجھیں جو ہم نے ان کو دیا ہے اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو ڈھیل دیتے ہیں تو اس کا مال اور اولاد زیادہ کر دیتے ہیں۔ ”اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا“ اگر یہ اعتراض ہو کہ مال اور اولاد میں کیسا عذاب ہے حالانکہ وہ لوگ تو دُنیا میں اس کو بہت بڑی نعمت سمجھتے ہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ مجاہد اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ اس کی اصل ہے ”فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْاٰخِرَةِ“ اور بعض نے کہا عذاب جو مال اور اولاد میں مصائب کی صورت میں آئیں گی۔

حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کو دُنیا میں عذاب دے گا اس مال سے زکوٰۃ لے کر اور اللہ کے راستے میں خرچ کروا کر۔ اور بعض نے کہا ہے ان کو اس کے جمع کرنے میں تھکا کر اور اس کی حفاظت میں اکتا کر اور اس کے خرچ کو ناپسند کر کے اور اس کا وارث ایسے لوگوں کو بنا کر جو اس کی تعریف نہیں کرتے، ان سب کے ذریعے عذاب دیتے ہیں۔ ”وَتَزْهَقْ اَنْفُسُهُمْ لِيَعْنِي نَكْتًا“ یعنی کفر پر مرے گی۔

وَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِمِنْكُمْ وَلَكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُونَ 56 لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَاً
اَوْ مَغْرَبًا اَوْ مَدْخَلًا لَّوَلُوا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَعُونَ 57 وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ
فَاِنْ اَعْطَوْا مِنْهَا رِضْوَانًا لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا اِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ 58

56 اور یہ (منافقین) لوگ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں حالانکہ (واقع میں) وہ تم میں سے نہیں لیکن (بات یہ ہے کہ) وہ ڈرپوک لوگ ہیں ان لوگوں کو اگر کوئی پناہ کی جگہ مل جاتی تو یا غار یا کوئی گھس بیٹھنے کی خدا سی جگہ یہ ضرور منہ اٹھا کر ادھر چل دیتے اور ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو صدقات (تقسیم کرنے) کے بارہ میں آپ پر

معنی کرتے ہیں سو اگر ان صدقات میں سے (ان کی خواہش کے موافق) ان کو مل جاتا ہے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں اور اگر ان صدقات میں سے ان کو (ان کی خواہش کے موافق) نہیں ملتا تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں۔

تفسیر ⑤ "وَيَخْلِفُونَ بِاللَّهِ اِثْمَهُمْ لِمَنَّكُمْ" یعنی تمہارے دین پر ہیں۔ "وَمَا هُمْ بِمَنَّكُمْ وَلَكِنَّهُمْ لِقَوْمٍ يُغْرَقُونَ"

اس سے ذرا تے ہیں کہ ان کا دین مذکور ہو جائے۔

⑤ "لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَاً" کوئی ٹھکانہ یا قلعہ عظیم اللہ فرماتے ہیں جائے فرار اور بعض نے کہا ہے کہ حفاظت کا مقام جن میں پناہ جاسکتی ہے۔ "او معرب" پہاڑوں میں غاریں مغارے کی قبچ ہے دو پہاڑی غار جس میں تو چھپے اور عظام و رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہتھیار اور تہ خانے۔ "او مُدْخِلًا" داخل ہونے کی جگہ یہ داخل یا غل سے ہے اس کی اصل مدخل برائے منقح ہے۔ غل یہ غل سے مجبوراً لایا جاتا ہے اور فرماتے ہیں جائے پناہ۔ تو اور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تہ خانہ مراد ہے اور کبھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پتھروں کی بل کی صحن زمین میں کوئی بل سن رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایسا طریقہ جس میں اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بغل ہوں اور یہ مقبول رحمہ اللہ نے "مدخلًا" نیم کے زبر اور دال کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے بمعنی داخل ہونے کی جگہ۔ "لَوْ لَوْ اَللَّهِ تَوَّاسُ كِي طَرَفٍ بَهَا كَتَتَمْرَتٍ سِيْنُو پھیر کر "وَهُمْ بِجَمْحُوْنٍ" دو انکار میں دوڑ رہے ہوتے۔ ان دونوں چیزوں میں نہیں آسکتی۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ کوئی اور راستہ پاتے تو تم سے جدا ہو جاتے۔

⑥ "وَمِنْهُمْ مَّنْ يَلْمُكَ فِى الضَّلٰتِ" یہ آیت ذوالخویصرہ کی آیت تیسری کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس کا نام

ذوالخویصرہ ہے۔ یہی خواہش کی بنیاد ہے۔

آیت کا شان نزول

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اور آپ علیہ السلام بال غنیمت تشریف لائے تھے تو آپ یہ اسد سے پاس ذوالخویصرہ آیا۔ یہ ہنوز نیم کا آدن ہے کہنے لگا اے اللہ کے رسول! آپ انصاف کریں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تو بہا تو بہا ہوا میں انصاف نہ کروں گا تو کون انصاف کرے گا میں خسار والا ہو گیا، اگر میں انصاف نہ کروں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن اڑا دوں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو اس سے پھر سنا تھی ہیں کہ قرآن کی نمازوں کے سامنے اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے اور ان کے روزوں کے سامنے اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے۔ یہ قرآن پڑھتے ہیں مگر اذان کی گردن سے نیچے نہیں اترتا۔ یہ دین سے اس طرح گزر جائیں گے جیسا کہ تیر اپنے ہدف سے تیزی سے گزر جاتا ہے کوہ اور خون کے پار ہو جاتا ہے (اس کے باوجود) اس پر کوئی نشان نہیں ہوتا کہ اس کے پھل کو دیکھا جائے تو اس میں خون کا کوئی اثر نہ پایا جائے۔ دونوں پروں کو دیکھا جاتا ہے تو ان پر کچھ نہیں ہوتا اور شکار پر بھی پھر نہیں پایا جاتا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حدیث میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

وسلم سے سنی اور گواہی دیتا ہوں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا اور میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک منافق شخص جس کو ابوالجوط کہا جاتا تھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ آپ نے برابری کے ساتھ تقسیم نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ”وَمِنْهُمْ مَّن يَلْمُزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ“ یعنی آپ پر عیب لگاتا ہے۔ جب تو کسی کو عیب لگائے کہا جاتا ہے ”لَمَزَهُ وَهَمَزَهُ“ یعنی منافقین کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہیتے لوگوں کو دیتے ہیں۔ اور یعقوب رحمہ اللہ نے ”یلمزک“ اور اسی طرح الحجرات میں ”یلمزون“ اور ”ولا تلمزوا“ ہر ایک کو میم کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے میم کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ دو لغتیں ہیں۔ ”یلمز ویلمز“ اور ”یعکف اور یعکف“ کی طرح اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”یلمزک“ یعنی آپ کی زیارت کرتے ہیں یعنی آپ کا امتحان لیتے ہیں۔ ”فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطُوا مِنْهَا إِذَاهُمْ يَسْخَطُونَ“ بعض نے کہا جب ان کو زیادہ دیا جائے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر کم دیا جائے تو ناراض ہوتے ہیں۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ⑤۹ إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَرَمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ط فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ⑥۰

اور ان کے لئے بہتر ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی رہتے جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے دیا تھا اور یوں کہتے کہ ہم کو اللہ کافی ہے آئندہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم کو اور دے گا اور اس کے رسول دینگے ہم (اول سے) اللہ ہی کی طرف راغب ہیں صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں اور جن کی دلجوئی کرنا (منظور) ہے اور غلاموں کی گردن چھڑاتے رہے اور قرض داروں کے قرضہ میں اور جہاد میں اور مسافروں میں یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔

تفسیر ⑤۹ ”وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ“ یعنی اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے جو تقسیم کر دیں اس پر قناعت کریں۔ ”وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ“ ہمیں اللہ کافی ہے۔ ”سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ“ جن کے ہم محتاج ہیں۔ ”إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ“ اس بات میں کہ وہ ہم پر اپنے فضل سے وسعت کرے اور ہمیں صدقہ وغیرہ کے ذریعے لوگوں کے اموال سے غنی کر دے اور ”لو“ کا جواب محذوف ہے۔ یعنی ان کے لیے بہتر ہوتا۔

صدقات کے مصارف کا بیان

⑥۰ ”إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ“ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صدقات کے مستحقین بیان کیے ہیں اور ان کی

آنحضرتؐ میں بیان کی ہیں۔ زیاد بن عمارؓ صدائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے بیعت کی تو ایک شخص آپ علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہا مجھے صدقات میں سے کچھ دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقات میں نہ لانا اپنے نبی کے فیعلہ پر راضی ہیں اور نہ کسی اور کے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود فیصلہ کیا ہے اور ان کو آنحضرتؐ کے تقسیموں پر مقرر کر دیا ہے اگر تو ان تقسیموں میں سے کسی قسم پر ہے تو میں تجھے تیرا حق دے دوں گا۔

”لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ“ صدقہ کی تقسیم میں سے پہلی قسم فقراء ہیں۔ دوسری، مساکین۔ علماء کا فقیر اور مسکین کی تعریف میں اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن، مجاہد، قتادہ، نکرمد اور زہری رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ فقیر جو سوال نہ کرے اور مسکین جو سوال کرے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فقیر وہ نہیں ہے جو ایک ایک درہم جمع کرے اور ایک ایک کھجور جمع کرے لیکن جو اپنے نفس اور پٹے کو صاف کرے اور کسی شے پر توجہ نہ ہو۔ ان کو جاہل سوال نہ کرنے کی وجہ سے مال دار سمجھتے ہوں تو یہ فقیر ہے۔

فقیر و مسکین کی تعریف اور مختلف اقوال

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فقیر اپنی محتاج اور مسکین تندرست محتاج۔ نکرمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ فقیر مسکینوں میں سے اور مسکین اہل کتاب میں سے مراد ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فقیر وہ شخص جس کے پاس نہ مال ہو نہ ہنر، نہ خواہ پانچ ہو یا تندرست اور مسکین وہ شخص جس کے پاس مال یا ہنر تو ہو لیکن اس کو غنی نہ کرتا ہو۔ وہ خود سوال کرے یا نہ کرے تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مسکین کی حالت فقیر سے بہتر ہوتی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”اما السفينة فكانت للمساكين“ کہ ان کے لیے مہیت کو بہت کرنے کے باوجود ان کو مسکین کہا ہے اور اصحاب دین کے نزدیک فقیر کی حالت مسکین سے بہتر ہوتی ہے۔ ابو ایوب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فقراء سے مراد مہاجرین اور مساکین سے مراد جن مسلمانوں نے ہجرت نہ کی ہو۔ غلام کا بیویہ کہ فقیر مسکین حاجت اور ضعف مال کا نام ہیں۔ پس فقیر و محتاج کہ ضروریات نے اس کی کمر توڑ دی ہو اور مسکین وہ شخص کہ اس کی جان کمزور ہو گئی ہو اور روزی کی تلاش میں حرکت سے عاجز آ گیا ہو۔

عبید اللہ بن عدس بن خیار سے روایت ہے کہ وہ آدمیوں نے ان کو خبر دی کہ وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ علیہ السلام سے صدقہ کا سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ان کی تصویب فرمائی اور فرمایا کہ اگر تم دونوں چاہو تو میں تمہیں دونوں کا اور ان صدقات میں مالہ اراد قوت والے کمانے والے کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

غناہ کی مقدار کتنی ہے جس کیلئے صدقہ لینا جائز نہیں

علماء کا اس غناہ کی حد میں اختلاف ہے جو صدقہ لینے سے مانع ہو۔ اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ اس کی حد یہ ہے کہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس کے عیال کو ایک سال کے لیے کافی ہو اور یہی امام مالک اور شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے اور اصحاب

رائے رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی حد یہ ہے کہ دو سو درہم کا مالک ہو اور ایک قوم نے کہا ہے کہ جو شخص پچاس درہم کا مالک ہو اس کے لیے صدقہ لینا حلال نہیں ہے۔ اس حدیث کی وجہ سے جو ہم تک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے لوگوں سے سوال کیا اور اس کے لیے اتنا مال ہے جو اس کو کافی ہے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا سوال اس کے چہرے میں ایک زخم ہوگا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا۔ یا رسول اللہ! کتنا مال بندہ کو غنی کر دیتا ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ پچاس درہم یا اس کی قیمت سونا اور یہی سفیان ثوری رحمہ اللہ، ابن مبارک، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول ہے اور یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ جائز نہیں کہ آدمی کو زکوٰۃ میں سے پچاس درہم سے زیادہ دیئے جائیں اور بعض نے کہا چالیس درہم کیونکہ روایت کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے سوال کیا حالانکہ اس کے پاس ایک اوقیہ یا اس کے برابر مال ہے تو اس نے اصرار سے سوال کیا۔ ”والعاملین علیہا“ یہ وہ لوگ ہیں جو صدقات کی مال داروں سے وصولی میں کوشش کرتے ہیں اور اس کو مستحقین پر خرچ کرتے ہیں۔ یہ خواہ مال دار ہو یا فقیر ان کے عمل کی اجرت کے برابر ان کو دیا جائے گا۔ ضحاک اور مجاہد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ان کو صدقہ کا آٹھواں حصہ ملے گا۔

مؤلفۃ قلوب کا مصداق کون ہیں؟

”والمؤلفۃ قلوبہم“ صدقہ کے مستحقین کی چوتھی قسم مؤلفۃ قلوب ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں (۱) مسلمان (۲) کافر۔ پھر مسلمانوں کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ایک قسم وہ لوگ جو اسلام میں تو داخل ہو گئے تھے لیکن ان کی نیت کمزور تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دل کو جمانے کے لیے دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ عیینہ بن بدر اور اقرع بن حابس اور عباس بن مرداس رضی اللہ عنہم کو دیا۔ وہ لوگ جو اسلام لائے اور ان کی نیت اسلام میں پختہ تھی اور یہ اپنی قوم کے معززین تھے جیسے عدی بن حاتم، زبرقان بن بدر رضی اللہ عنہم تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیتے تھے ان کی قوم کو مائل کرنے اور ان جیسے دوسروں کو ترغیب دینے کے لیے تو ان لوگوں کو امام غنیمت کے خمس اور فی میں سے دے سکتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیتے تھے لیکن صدقات میں سے نہ دیتے تھے اور دوسری قسم وہ مسلمان بھی داخل تھے جن کے ہاں کافروں کے مقابلہ کیلئے کوئی مسلمان فوج اتری ہو مگر مسلمانوں کی مقامی امداد کے بغیر وہ لشکر اپنے نشانہ پر نہ پہنچ سکتا ہو اور مقامی مسلمان جہاد میں شرکت کیلئے تیار نہ ہوں، خواہ اپنی بد حالی کی وجہ سے یا ایمان کی کمزوری کے سبب سے ایسی صورت میں حاکم کیلئے جائز ہے کہ مجاہدوں کے حصہ کے مال غنیمت میں سے اور بقول بعض مؤلفۃ القلوب کے زکوٰۃ کے حصہ میں سے ان مسلمانوں کو کچھ دے دے۔

روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس صدقہ کے تین سواونٹ وصول کر کے لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اس میں سے تیس اونٹ دیئے اور کافروں میں سے ”مؤلفۃ قلوب“ وہ ہیں کہ جن کے اسلام کی اُمید ہو یا اس کے شر کا خوف ہو تو امام ان کے شر سے بچنے کے لیے یا ان کو اسلام کی طرف راغب

کرنے کے لیے کچھ دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ٹھس کا ٹھس دیتے تھے۔ جیسا کہ آپ علیہ السلام نے صفوان بن امیہ کے اسلام کی طرف میدان کو دیکھ کر ان کو بھی دیا لیکن اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت دی ہے (اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں) اور اس سے بے پروا کر دیا ہے کہ اسلام کی طرف لوگوں کو مائل کریں تو کسی مشرک کو کسی حال میں دینا جائز نہیں ہے۔

اکثر اہل صحابہ کی بات کے قائل ہیں ان کا حساب ٹھم ہے۔ یہی بات اور رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور اسی کے امام مالک اور ثوری رحمہما اللہ اور اصحاب رائے قائل ہیں اور ایک قوم نے کہا ہے کہ ان کا حساب بھی ثابت ہے۔ یہی بات حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے اور یہی زہری اور ابو یوسف رحمہما اللہ محمد بن علی اور ابو ثور رحمہما اللہ کا قول ہے اور امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کو اس کی ضرورت ہو تو ان کو دیا جائے گا۔ "اولیٰ الزکوٰۃ" پانچویں قسم زکوٰۃ ہے اور یہ دو مکاتب ہیں کہ ان کا صدقہ میں حصہ ہے۔ یہی آٹھ فقہاء کا قول ہے اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ، ثعلبی، زہری، لیث بن سعد اور شافعی رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں اور ایک بہت سے کہا ہے کہ اس کے نام خرید کر آزاد کیے جائیں اور یہ حسن رحمہ اللہ کا قول ہے اور امام مالک اور احمد اور اسحاق رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں۔ "والعادمین" پھٹی قسم کا زمین ہے ان کی دو قسمیں۔ ایک قسم دو لوگ جنہوں نے اپنی ضرورت کے لیے آتش یہ ہوتی تھی کہ ان کے ہاتھ سے آتش نہ بھری ہو تو اگر ان کے پاس اتنا مال نہ ہو کہ وہ اپنا قرضہ ادا کر سکیں تو صدقہ میں سے ان کو دیا جائے گا۔ زمین اگر قرضہ ادا کرنے کا مال ہو تو ان کو نہ دیا جائے گا اور ایک قسم دو لوگ جنہوں نے نیکی اور لوگوں کے درمیان صلح کرنے سے آتش یہ ہوتی تھی تو صدقہ کے مال سے اتنا دیا جائے گا کہ وہ قرضہ ادا کر لیں۔ اگرچہ یہ مالدار ہوں۔

غنی کیلئے صدقہ لینے کی اجازت کس طرح ہے

حضرت عبد بن یوسف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غنی کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔ پانچ آیتیں۔ ① اللہ کے راستے میں لڑنے والا ② مقررہ چیز کے لیے ③ ایسے شخص کے لیے جو اس صدقہ کو اپنے مال کے خریدنے کے لیے ④ یا اسے آئیے لے لے۔ اس کے مسکین پڑوسی ہوں ان پر صدقہ کیا جائے تو کوئی مسکین اس غنی کو بد یہ کر دے۔ ⑤ ان صدقہ کی رسموں کے لیے کام کرنے والے کے لیے لیکن جس نے کسی معصیت کے کام کے لیے قرضہ لیا ہو تو اس کو صدقات میں سے حصہ نہ دیا جائے گا۔ "اولیٰ سبیل اللہ" اس سے مراد خواہدین ہیں ان کے لیے صدقہ میں حصہ ہے کہ جب وہ غریبوں کی طرف نکلنے کا ارادہ کریں کہ تو ان کو صدقہ دیا جائے گا اور جہاد میں جن چیزوں کی ضرورت ہو وہ بھی دی جائیں گی جیسے سفر خرچ، پہننے، ہتھیار، عواری۔ اگرچہ یہ مال دار ہوں اور حج کرنے کے لیے صدقہ نہ دیا جائے گا اکثر اہل علم کے نزدیک۔ ایک قوم نے کہا ہے کہ فی سبیل اللہ کا حصہ حج کے لیے بھی خرچ کیا جاسکتا ہے۔ یہی بات ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور یہی حسن اور احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول ہے۔

"واہن السبیل" اور آٹھویں قسم ایسا سبیل کی ہے۔ پس جو شخص مہاجر سفر کا ارادہ کرے اور اس کے لیے اس سفر کا کرایہ

نہ ہو تو اس کو صدقہ میں سے اتنا حصہ دینا جائز ہے کہ وہ اپنا سفر کر سکے چاہے جس شہر کی طرف جا رہا ہے وہاں اس کا مال ہو یا نہ ہو اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن السبیل مسافر ہے اور عراق کے فقہاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن السبیل سے وہ حاجی مراد ہے جو قافلہ سے پیچھے رہ گیا ہو۔ ”فَرِيضَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ“

صدقات کی تقسیم کیسے کی جائے گی

اہل علم اور فقہاء رحمہم اللہ کا صدقات کی تقسیم کی کیفیت سے اختلاف ہے اور اس بات میں اختلاف ہے کہ بعض اصناف کی طرف خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ علماء کی ایک جماعت کا قول ہے کہ جب تمام اصناف موجود ہوں تو سارا مال بعض پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے اور یہی عکرمہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ اپنے مال میں سے ان چھ قسموں میں سے ہر ایک پر خرچ کرے جن کا حصہ ثابت ہے برابر خرچ کرے اور علماء رحمہم اللہ کی ایک جماعت کا قول ہے کہ اگر سارا صدقہ ان اقسام میں سے ایک قسم یا ان میں سے کسی قسم کے ایک شخص پر خرچ کر دے تو بھی جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آٹھ قسموں کا نام لے کر یہ بتا دیا کہ ان کے علاوہ کسی مصرف میں نہیں خرچ کر سکتے۔ یہ واجب نہیں کیا کہ تمام قسموں میں برابر تقسیم کرنا ہے۔ یہی حضرت عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور سعید بن جبیر اور عطاء رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں اور اسی کی طرف سفیان ثوری اور اصحاب رائے گئے ہیں اور اسی کے امام احمد رحمہ اللہ قائل ہیں اور امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک قسم کو دینا بھی جائز ہے لیکن مال کو سب قسموں پر تقسیم کرنا اولیٰ ہے اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ حاجت مندوں کو تلاش کرے اور جو زیادہ ضرورت مند ہو وہ اولیٰ ہے۔ اگر کسی سال فقراء زیادہ ضرورت مند ہوں تو ان کو مقدم کرے اور اگر دوسرے سال دوسری قسم میں سے کوئی زیادہ ضرورت مند ہو تو ان کو مقدم کرے۔

اور جس کو صدقہ دیا جائے اس کے استحقاق سے زیادہ نہ دیا جائے۔ فقیر کو اس کے غنا کی مقدار پر زائد نہ دیا جائے۔ جب اس کو تھوڑا غنا حاصل ہو جائے تو پھر اس کو نہ دیا جائے۔ اگر وہ ہنرمند ہے لیکن ہنر کے اوزار نہیں ہیں تو اس کو اتنی مقدار دی جائے جس سے ہنر کے اوزار خرید سکے اور عامل کو اس کے عمل کی اجرت سے زیادہ نہ دیا جائے اور مکاتب کو بدل کتابت سے زیادہ نہ دیا جائے اور مقروض کو اس کے قرضہ سے زائد نہ دیا جائے اور مجاہد کو اس کے آنے جانے اور معرکہ جنگ میں قیام اور جن ہتھیاروں اور سواری کی ضرورت ہے اتنا نفعہ دیا جائے اور مسافر کو اس کی منزل مقصود اور اپنے مال تک پہنچنے جتنا خرچ دیا جائے۔

صدقات ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہو سکتے ہیں

اور ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف صدقہ کو منتقل کرنے میں اختلاف ہے جب اس شہر میں بھی مستحقین موجود ہوں تو اکثر اہل علم نے اس کو ناپسند کیا ہے۔ اس حدیث کی وجہ سے جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا اور فرمایا، آپ اہل کتاب کی قوم کے پاس جا رہے ہیں، ان کو اس بات کی گواہی کی طرف بلائیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اگر وہ اس بات کو مان لیں تو ان کو بتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رات اور دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ یہ مان لیں تو ان کو بتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لیا جائے گا اور ان کے فقراء کو دیا جائے گا، اگر وہ اس کو مان لیا تو آپ ان کے عمدہ مال کو لینے سے بچیں اور مشرکوں کے بدعات سے ڈرتے کیونکہ اس کی (بدعت) اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے تو اس حدیث نے دلالت کی ہے کہ ہر قوم کے صدقات اسی قوم کے فقراء پر فریق کیے جائیں گے اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ جب صدقات ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرائے جائیں تو فرض ادا ہو جائے گا مگر عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے زمانہ میں صدقات خراسان سے شام منتقل کیے گئے تھے تو انہوں نے واہس خراسان منتقل کر دیا تھا۔

وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أذُنٌ خَيْرٌ لِّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ
لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحِمَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ①
يَخْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيَرْضَوْكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضَوْهُ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ ②

① اور ان (منافقین) میں سے بعضے ایسے ہیں کہ نبی کو ایذا میں پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ہر بات کان
اسے کان دیتے ہیں آپ فرمائیے کہ وہ نبی کان دیکھتے تو وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں خیر (یعنی خیر) ہے کہ وہ
اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مؤمنین کا یقین کرتے ہیں اور آپ ان لوگوں کے حال پر مہربانی فرماتے ہیں جو تم میں
ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذا میں پہنچاتے ہیں ان لوگوں کے لئے دردناک سزا ہوگی یہ لوگ
تمہارے سامنے (جھوٹی) قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی کر لیں (جس میں مال و جان محفوظ رہے) حالانکہ اللہ
اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اگر یہ لوگ سچے مسلمان ہیں تو ان کو راضی کریں۔

② "وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أذُنٌ خَيْرٌ لِّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ
لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحِمَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ①" یہ آیت منافقین کی ایک جماعت کے بارے میں
نازل ہوئی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتے تھے اور نامناسب باتیں کرتے تھے۔ ان میں سے بعض کہتے کہ ایسا کام
نے کرو کیونکہ ہمیں خوف ہے کہ ان تک تمہاری باتیں پہنچ گئیں تو ہم پر کوئی مصیبت آجائے گی تو جلاں بن سوید کہنے لگا ہم جو چاہیں گے
کہیں گے پھر ان کے پاس جا کر انکا گردن کے اور قسمیں اٹھائیں گے تو وہ ہماری بات کی تصدیق کر دیں گے کیونکہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم اذان ہیں۔ جب کوئی شخص جو چاہے اس کو کہا جائے اس کو سن لے اور قبول کر لے تو اس کو کہا جاتا ہے "فلان اذن سامعة"
اور بعض نے کہا اذن یعنی کان والے ہیں یعنی ذواذن۔ اور عمر بن اسحاق بن یسار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ آیت منافقین کے ایک
شخص بطل بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ شخص کان کٹا ہوا سرخ آنکھوں، سیاہ رخساروں والا بد صورت تھا۔ نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو شیطان کی طرف دیکھنا پسند ہو تو وہ بھل بن حارث کی طرف دیکھ لے۔
یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں منافقین کو جا کر بتاتا تھا۔ اس کو کہا گیا کہ ایسا نہ کر تو کہنے لگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اذن ہیں جو ان کو کوئی بات کہے اس کی تصدیق کر دیتے ہیں تو ہم جو چاہیں کہہ لیں۔ پھر جب ان کے پاس آتے ہیں اور اللہ کی قسم کھا لیتے ہیں تو وہ ہماری تصدیق کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ”قُلْ اُذُنْ خَيْرٌ لَّكُمْ“ یعنی خیر اور تمہاری بھلائی کی باتیں سنتے ہیں شر اور فساد کی باتیں نہیں سنتے۔ یہ معنی اس وقت ہے جب اذن کو خیر کی طرف مضاف کیا جائے جیسا کہ اکثر حضرات کی قرأت ہے اور ایشی اور برجی نے ابو بکر رحمہ اللہ سے دونوں کو تنوین کے ساتھ مرفوع پڑھا ہے ”اذن خیر“ یعنی اگر وہ تم سے سن کر تمہاری تصدیق کر دیتے ہیں تو یہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ تمہاری تکذیب کریں اور تمہاری بات کو قبول نہ کریں۔ پھر ان کی بات کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا کہ ”يُؤْمِنُ بِاللَّهِ“ یعنی نہیں بلکہ وہ تو اللہ پر ایمان لاتے ہیں ”وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ“ یعنی مؤمنین کی بات کی تصدیق کرتے ہیں نہ کہ منافقین کی بات کی۔ کہا جاتا ہے امنتہ و امنت له یہ (صدقہ میں نے اس کی تصدیق کی) ”ورحمۃ حمزہ نے (ورحمۃ) زیر کے ساتھ پڑھا ہے اس معنی کی بناء پر کہ (اذن خیر لکم) و (اذن رحمۃ) اور دیگر حضرات نے پیش کے ساتھ پڑھا ہے یعنی هو اذن خیر وهو رحمۃ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ“ کیونکہ یہ مؤمنین کے ایمان کا سبب ہے۔ ”وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ“

⑥ ”يُحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيَرْضَوْكُمْ“ قنادہ اور سدی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ منافقین کے کچھ لوگ جمع ہوئے، ان میں جلاس بن سوید اور ودیعہ بن ثابت بھی تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا باتیں کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہتے ہیں وہ سچ ہے تو ہم چھوٹے گدھے سے بھی برے ہیں اور ان کے پاس ایک انصاری لڑکے عامر بن قیس رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے تھے تو انہوں نے ان کی بھی تحقیر کی اور یہ باتیں بھی کہیں تو اس لڑکے کو غصہ آ گیا اور کہا اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہتے ہیں وہ حق ہے اور تم چھوٹے گدھے سے بھی برے ہو۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ علیہ السلام کو ساری بات بتائی تو آپ علیہ السلام نے ان کو بلوایا اور پوچھا تو وہ مل کر قسمیں کھانے لگے کہ عامر جھوٹا ہے اور عامر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصدیق کر دی تو حضرت عامر رضی اللہ عنہ دعا مانگنے لگے اور کہنے لگے اے اللہ! سچے کو سچا کر دے اور جھوٹے کو جھوٹا کر دے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور مقاتل اور کلبی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ منافقین کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے جب آپ علیہ السلام واپس آئے تو آپ علیہ السلام کے پاس آ کر عذر کرتے اور قسمیں کھاتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ”يُحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيَرْضَوْكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَحَقُّ اَنْ يُرْضَوْهُ اِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ“

اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّهُ مَنْ يُحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَاِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ۗ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۗ يَحْتَلِرُ

الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تَنْزَلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَا تَحْتَلِرُوْنَ ۗ

﴿سورة﴾ کیا ان کو خبر نہیں کہ جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا (جیسا یہ لوگ کر رہے ہیں) تو یہ بات ظہور ہوگی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کا عذاب اس طور پر نصیب ہوگی کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا (اور) یہ بدی رسوائی ہے منافق لوگ اس سے اندیشہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت (مثلاً یا آیہ) نازل نہ ہو جو اسے جو ان لوگوں کے، فی الخیمہ پر اصرار دے دے آپ فرمادیتے کہ اچھا تم استہزا کرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ اس چیز کو ناجائز کرے گا جس (کے اخبار) سے تم اندیشہ کرتے تھے۔

﴿تفسیر﴾ ⑤ "اللَّهُ يَغْلِبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ جُنْدِ اللَّهِ وَمَنْ لِي بِمُؤْمِنِي آلِ أَبِي سَلَمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا قَلِيلًا وَاللَّهُ عَظِيمٌ" یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک جانب میں ہو جائیں فَاِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَلِكَ الْعَجْزِيُّ الْعَظِيمُ" یعنی بدی رسوائی۔

﴿سورة﴾ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقْوَاهُ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ" یعنی منافقین ڈرتے ہیں کہ "أَنْ نُنزِلَ عَلَيْهِمُ الْبُحْرَىٰ" یعنی مؤمنین پر "سُورَةُ التَّوْبَةِ تَنْبِيهُهُمْ بِمَا لِي قَلِيلًا بِمُؤْمِنِي آلِ أَبِي سَلَمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا قَلِيلًا وَاللَّهُ عَظِيمٌ" یعنی جو مسلمانوں کی مخالفت کرتے ہیں اور آپس میں لڑتے تھے اور پھپھاتے تھے اور اس رسوائی سے ڈرتے تھے۔ آج ان کی حالت نہ بیان کرنا۔ آج دور اللہ فرماتے ہیں کہ اس سورت کا نام نوحہ (رسوا کرنے والی) مہرہ اور شیخ ابن کثیر نے ان کی رسوائیوں پھپھائی ہیں۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ستر منافقین کے ناموں اور حیات آج میں اٹھائے۔ پھر مؤمنین پر شفقت کرتے ہوئے ان کے ناموں کا ذکر منسوخ کر دیا کیونکہ ان منافقین کی اور بدی رسوائی ان کو مارنا ہے۔ "فَلْيَسْتَهْزِءُوا بِاللَّهِ الْمَخْرُوجِ خَابِرِ كَرْنِ وَاللَّهِ مَا نَخْذِرُونَ"

آیت کا نزول بارہ منافقین کے بارے میں ہوئی

ان زمانہ میں اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت بارہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس تشریف لارہے تھے تو یہ لوگ ایک کھائی میں بچھپ گئے تاکہ آپ علیہ السلام کو قتل کر سکیں، ان کے ساتھ ایک مسلمان بھی تھے جو اپنی حالت پھپھانے ہوئے تھے تو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ساری تدبیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادی اور حکم دیا کہ کوئی شخص بھیج کر ان کی سواریوں کے چہروں کو مروا لیں۔ اس وقت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما آپ علیہ السلام کی سواری کو بھیج رہے تھے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما پیچھے سے ہانک رہے تھے تو آپ علیہ السلام نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما کو کہا کہ ان کی سواریوں کے چہروں کو ماریں تو انہوں نے مارا اور ان کو بھگا دیا۔ جب آپ علیہ السلام نے پڑاؤ کیا تو حذیفہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اس قوم میں سے آپ رضی اللہ عنہما کس کو پہچانتے تھے؟ انہوں نے عرض کیا کسی کو نہیں پہچانتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ فلاں اور فلاں تھے اور سب کے نام ذکر کر دینے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما نے پوچھا کہ آپ ان کو قتل کیوں نہیں کر دیتے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ عرب کہیں کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے

ساتھی کامیاب ہوئے تو ان کو قتل کرنا شروع ہو گئے بلکہ ہمیں اللہ ان کی طرف سے کافی ہے دہیلہ (پھوڑے کے ساتھ)۔
قیس بن عبادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو کہا کہ کیا تمہارا اقبال اپنی رائے ہے؟ کیونکہ
رائے تو غلط بھی ہو سکتی ہے اور درست بھی یا کوئی وصیت ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو کی ہو؟ تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ
نے فرمایا کہ ہماری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسی وصیت نہیں کی جو تمام لوگوں کی طرف نہ کی ہو اور فرمایا کہ بے
شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک میری امت میں۔ شعبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ انہوں
نے یہ کہا کہ مجھے حدیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں بارہ منافق ہیں جو جنت
میں داخل نہ ہوں گے اور اس کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے ان میں سے آٹھ
کو پھوڑا جو کافی ہو گیا جو ان کے کندھوں میں ظاہر ہوا تھا یہاں تک کہ ان کے سینوں تک پہنچ گیا۔

وَلَيْنُ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۗ قُلْ أِبَالَهُ وَآلِيهِ وَرَسُولُهُ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ
65 لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِنَّ نَعْفَ عَنْ طَائِفَةٍ مِّنْكُمْ يُعَذِّبُ طَائِفَةٌ مِّمَّنْ هُمْ كَانُوا
مُجْرِمِينَ 66 الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ بِعُضْبِهِمْ مِّنْ مَّ بَعْضٍ مَّ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ
الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ ۗ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ۗ إِنَّ الْمُنْفِقِينَ هُمُ الْفٰسِقُونَ 67

اور اگر آپ ان سے پوچھیے تو کہہ دیں گے کہ ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے آپ (ان سے) کہہ
دیجئے گا کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ تم ہنسی کرتے تھے تو اب (یہ
بیہودہ) عذر مت کرو تم تو اپنے کو مومن کہہ کر کفر کرنے لگے اگر ہم تم میں سے بعض کو چھوڑ بھی دیں تاہم بعض کو تو
(ضرور ہی) سزا دیں گے۔ بسبب اس کے کہ وہ (علم ازلی میں) مجرم تھے منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک
طرح کے ہیں کہ بری بات (یعنی کفر) مخالفت اسلام) کی تعلیم دیتے ہیں اور اچھی بات (یعنی ایمان و اتباع نبوی)
سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں انہوں نے خدا کا خیال نہ کیا بلاشبہ یہ منافق بڑے ہی سرکش ہیں۔

تفسیر 65 "وَلَيْنُ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ"

اس آیت کا نزول تین منافقین کے متعلق ہوا

کلبی، مقاتل اور قتادہ رحمہم اللہ نے آیت کا سبب نزول یہ بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے سفر میں
تھے تو آپ کے آگے تین منافق چل رہے تھے، دو قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑا رہے تھے اور تیسرا ہنس رہا تھا،
بعض نے کہا وہ یہ کہہ رہے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہے کہ وہ روم پر غالب آجائیں گے اور ان کے شہر فتح کر لیں گے، کتنی

عجیب بات ہے۔ اور بعض نے کہا وہ یہ کہتے جا رہے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہے کہ ہمارے ان ساتھیوں کے بارے میں جو مدینہ میں ہیں قرآن نازل ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ان باتوں پر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی سواروں پر زنگ بجاؤ اور ان کو بلوایا اور پوچھا کہ تم نے یہ بات کی ہے؟ تو وہ کہنے لگے کہ ہم تو کپ شپ کر رہے تھے جیسے مسافر سفر طے کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی کو دیکھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے دوڑتا آ رہا ہے اور پتھر اس کو زخمی کر رہے ہیں اور کہتا آ رہا تھا ہم تو صرف کپ شپ کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو فرہم کر رہے تھے کہ کیا اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تم استہزاء کرتے ہو اور اس کی طرف متوجہ نہ ہو رہے تھے اور اس پر کوئی بات زیادہ نہ کر رہے تھے۔ "قل یعنی اے محمد منافقین کو کہہ دیں قل لئن الله وایتہ اس کی کتاب ورسولہ کنتم نستہزؤن"۔

④ "لا تفتدروا اذ کفرتم بعد انما کتم" اگر یہ اعتراض ہو کہ تو پہلے سے ہی مؤمن نہ تھے پھر ان کو یہ کیسے کہا کہ یوں نہ کہ بعد کا نہ ہو گئے ہو؟ تو جواب یہ ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایمان کو ظاہر کرنے کے بعد کفر کو ظاہر کیا ہے۔ "ان نعت عن طائفۃ منکم" یہاں طائفۃ سے ایک شخص مراد ہے۔ "نعتب طائفۃ بانفسہم کائنوا منجر مبین" استہزاء کی وجہ سے اور اسم نے (نعت) نون اور اسم کے زیر اور فاء کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ (نعتب) نون کے ساتھ اور ذال کی زیر پڑھا ہے۔ (نعتب) یاء اور اسم کے پیش اور فاء کے زیر کے ساتھ (نعتب) تاء اور ذال کے زیر کے ساتھ (طائفۃ) مرفوع باب فاعل ہونے کی بنا پر پڑھا ہے۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک شخص جحشی بن عبدالمطلب کی بیوی تھیں ان کی کفرت سے یہ شخص ہنس رہا تھا لیکن ان کی کفرت میں حمد نہ لیتا تھا اور ان کے ایک طرف ہو کر چل رہا تھا اور ان کی بعض باتوں کا انکار بھی کیا تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس نے اپنے نفاق سے توبہ کر لی اور کہا اے اللہ! میں ہمیشہ ایک ایسی آیت سنتا جو مجھ پر پڑھی جاتی تھی اس سے روکھلے کھڑے ہو جاتے اور دل کمزور ہو جاتے۔ اے اللہ! تو میری وفات اپنے راستے میں شہادت سے ساتھ کر لوئی یہ نہ کہہ سکتے کہ میں نے اس کو غسل دیا، میں نے اس کو کفن دیا، میں نے اس کو دفن کیا۔ تو یہ عامی جگہ میں شہید ہو گئے۔ اس جنگ میں شہید ہونے والے شخص کی لاش ملی سوائے ان کے۔

⑤ "المسلفون والمنفقون بغضہم من بغض" یعنی دو ایک دین پر ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ نفاق پر جمع ہونے میں ان کا معاملہ ایک ہے۔ "بامرزون بالمنکر شرک اور معصیت کا حکم دیتے۔" "وینہون عن المعروف" یعنی ایمان اور طاعت سے روکتے۔

"وینقضون ایدیہم" یعنی اپنے ہاتھوں کو صدقہ اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے روکتے ہیں اور خیر کے کام میں ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ "نسوا اللہ فنیہم" انہوں نے اللہ کی طاعت چھوڑی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دینا اور دنیا میں ہدایت دینا چھوڑ دیا اور آخرت میں ان پر رحمت کرنا چھوڑ دیا اور ان کو اپنے عذاب میں چھوڑ دیا۔ "ان المنفقین ہم المسلفون"

وَعَدَّ اللَّهُ الْمُنْفِقِينَ وَالْمُنْفِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعْنَهُمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ 68 كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَأَكْثَرَ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا أُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ 69

تفسیر اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور (علائیہ) کفر کرنے والوں سے دوزخ کی آگ کا عہد کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہ ان کے لئے (سزائے) کافی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا اور ان کو عذاب دائمی ہوگا (اے منافقو) تمہاری حالت ان لوگوں کی سی ہے جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں جو شدت قوت میں اور کثرت اموال و اولاد میں تم سے بھی زیادہ تھے تو انہوں نے اپنے (دنیوی) حصہ سے خوب فائدہ حاصل کیا سو تم نے بھی اپنے (دنیوی) حصہ سے خوب فائدہ حاصل کیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصہ سے فائدہ حاصل کیا تھا اور تم بھی بری باتوں میں ایسے ہی گھسے جیسا وہ لوگ گھسے تھے اور ان لوگوں کے اعمال (حسنہ) دنیا اور آخرت میں ضائع کئے اور وہ لوگ بڑے نقصان میں ہیں۔

تفسیر 68 "وَعَدَّ اللَّهُ الْمُنْفِقِينَ وَالْمُنْفِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا هِيَ حَسْبُهُمْ" ان کو کافی ہے ان کے کفر میں جزاء وَلَعْنَهُمُ اللَّهُ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ" اور ان کیلئے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔

69 "كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ" یعنی تم نے اللہ کے حکم سے پھرنے میں وہی کام کیا جو تم سے پہلوں نے کیا تو تم پر ان کی طرح لعنت کی گئی۔ "كَانُوا أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً پکڑ اور روکنے میں وَأَكْثَرَ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ" یعنی ان کے شہوات کی پیروی کر کے اپنے دنیا کے حصہ کے ساتھ نفع اٹھالیا اور اس کو آخرت کا بدلہ سمجھ کر راضی ہو گئے۔ "فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ" اے کفار اور منافقین "كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ" اور تم ان کا راستہ چلے ہو۔ "وَخُضْتُمْ" باطل میں اور اللہ پر جھوٹ بولنے میں اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرنے اور مومنین سے استہزاء کرنے میں۔ "كَالَّذِي خَاضُوا" یعنی جیسے وہ گھسے اور بعض نے کہا ہے کالذی یعنی کالذین خاضوا یہ اس وجہ سے کہ الذی اسم ناقص ہے (ما اور من) کی طرح اس کے ذریعے واحد اور جمع کو تعبیر کیا جاتا ہے اس کی نظیر باری تعالیٰ کا قول (کمثل الذی استوقد ناراً) پھر فرمایا (ذهب الله بنورهم)..... أُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ" یعنی جیسے ان کے اعمال ضائع ہوئے اور وہ خسارہ میں پڑے اسی طرح تمہارے اعمال ضائع ہو گئے اور تم خسارہ میں ہو گے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پہلے لوگوں کے طریقے

کا توجہ کرو کہ باشت باشت کے ساتھ اور گزیر کے ساتھ حتیٰ کہ اگر وہ کوہ کے بل میں داخل ہونے ہوں گے تو تم ان کا اتباع کرو گے۔ ہر نے پوچھا یا رسول اللہ یہود و نصاریٰ؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا پس اور کون؟ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ نہیں ہیں وہ کمرونی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم امتوں میں بنی اسرائیل کے زیادہ مشابہ ہو۔ یہ روایت میں تم ان کے عمل کی پیروی کرو گے عمر میں یہ نہیں جانتا کہ تم پھرنے کی عبادت بھی کرو گے یا نہیں؟

اللَّهُ يَأْتِيهِمُ نِبَاتُهُمْ مِنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَقَوْمِ إِبْرَاهِيمَ وَأَصْحَابِ الْمَدِينِ وَالْمُؤْتَمِكَةِ تَتِيهِمْ رَسُولُهُمْ بِالْبَيْتِ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسِهِمْ يَظْلِمُونَ ⑤ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيَطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ⑥ وَعَدَالَةُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتُ جَنَّاتُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسْكَنٌ طَيِّبَةٌ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ۚ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ الْأَكْبَرِ ۚ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ⑦

﴿توبہ﴾ یہ ان لوگوں کو (ان) کے عذاب و ہلاکت کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے ہوئے ہیں جیسے قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم لوط اور اہل مدین اور ان کی بستیاں کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر مساف نشانیاں (حق کی) لے کر آئے (نشان دہانے سے برہادر ہوئے) سو (اس برہاد میں) اللہ تعالیٰ نے تو ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے (دینی) رفیق ہیں نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور برائی باتوں سے روکتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا فرمان مانتے ہیں ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ رحمت کرے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ قادر (مطلق) ہے حکمت والا ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کر رکھا ہے جس کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور انھیں مکانات کا جو کہ ان کی ہر ایک باغوں میں ہوں گے (ان سب نعمتوں کے ساتھ) اللہ تعالیٰ کی رضا مندی سب (نعمتوں) سے بڑی چیز ہے یہ (جزائے یادگار) بڑی کامیابی ہے۔

﴿تفسیر﴾ ⑤ "اللَّهُ يَأْتِيهِمْ" یعنی من آتین "نباتہم" الذین من قبلہم "جب انہوں نے ہمارے رسولوں کی مخالفت کی اور وہ ان مخالفت کی جیسے ہم نے ان کو عذاب دیا اور ان کو ہلاک کر دیا۔ پھر فرمایا کہ "قوم نوح" طوفان کے ذریعے ہلاک کیے گئے "و عاد" ہوا کے ذریعے ہلاک کیے گئے۔ "و ثمود" زلزلہ کے ذریعے "و قوم ابراہیم" نعمت کو سلب کرنے اور مرد کو ہلاک

کرنے کے ساتھ۔ ”واصحاب مدین“ یعنی شعیب علیہ السلام کی قوم سائبان کے دن کے عذاب سے ہلاک کی گئی۔ ”والمؤتفکات“ پلٹی ہوئی بستی ہم نے جس کا نچلا حصہ اوپر کر دیا اور یہ لوط علیہ السلام کی قوم اور ان کی بستیاں تھیں۔ ”انتھم رسلهم بالبینات“ انہوں نے ان کی تکذیب کی اور ان کی نافرمانی کی جیسے تم نے کیا اے کفار کی جماعت! تو عذاب کے جلد آنے سے ڈرو۔ ”فما کان اللہ لیظلمهم ولکن کانوا انفسهم یظلمون“

① ”والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولیاء بعض“ دین میں اور کلمہ اور مدد و نصرت ایک ہونے میں۔ ”یأمرون بالمعروف“ ایمان، طاعت اور خیر کا ”وینہون عن المنکر“ شرک اور معصیت اور اس کام سے جو شریعت میں معروف نہ ہو۔ ”ویقیمون الصلوة فرض کی ہوئی ویؤتون الزکوٰۃ ویطیعون اللہ ورسوله اولئک سیرحمهم اللہ ان اللہ عزیز حکیم“

② ”وعد اللہ المؤمنین والمؤمنات جنات تجری من تحتها الانہر خلدین فیہا ومساکن طیبہ پاکیزہ رہائش گاہیں۔ فی جنات عدن“ یعنی بیشکلی کے باغات۔ کہا جاتا ہے ”عَدْنٌ بِالْمَکَانَ“ جب وہ اس میں رہائش پذیر ہو۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ جنت کا وسط ہے۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک محل ہے جس کو عدن کہا جاتا ہے اس کے ارد گرد ستون ہیں اس کے پانچ ہزار دروازے ہیں، اس میں صرف نبی یا صدیق یا شہید داخل ہوں گے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سونے کا محل ہے اس میں صرف نبی یا صدیق یا شہید یا عادل حکمران داخل ہوں گے۔ عطاء بن سائب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عدن جنت میں ایک نہر ہے اس کے دونوں کناروں پر باغات ہیں۔

مقاتل اور کلبی نے کہا عدن جنت کے اندر ایک بہت اونچا درجہ ہے اس میں تسنیم کا چشمہ ہے اس درجہ کے ارد گرد گھنے درخت ہیں جن سے ابتدائے آفرینش سے وہ گرا ہوا اور ڈھانپا ہوا ہے اور اس وقت تک چھپا رہے گا کہ اس میں انبیاء صدیق شہید صالح الاعمال اور وہ لوگ داخل ہوں گے جن کا داخلہ اللہ کی مشیت میں ہے عدن موتی یا قوت اور سونے کے محل ہیں۔ عرش کے نیچے سے ایک پاکیزہ خوشبودار ہوا چلے گی اور اہل عدن کے پاس ڈھیروں سفید مشک لے کر آئے گی۔

”ورضوان من اللہ اکبر“ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضامندی ان نعمتوں سے بڑی ہے جن میں وہ ہوں گے۔ ”ذلک هو الفوز العظیم“ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت کو فرمائیں گے اے اہل جنت کیا تم راضی ہو؟ تو وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب! ہم کیوں نہ راضی ہوں گے حالانکہ آپ نے ہمیں وہ نعمتیں دی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں تو حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا میں تمہیں اس سے افضل نہ دوں؟ تو وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب! کون سی چیز اس سے افضل ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے تم پر اپنی رضامندی اتاری، اب میں تم پر اس کے بعد ہمیشہ ناراض نہ ہوں گا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ط وَمَا وَهُمْ جَهَنَّمَ ط وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ③
يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا ط وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا

وَمَا تَقْتُلُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَيْكُمْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنْ يَتُوبُوا إِلَيْكَ خَيْرًا لِيَهُمْ وَإِنْ يَتُوبُوا

يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَالُهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ②

② اسے نبی کفر سے (باستان) اور منافقین سے (باللسان) جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے دنیا میں تو یہ اس کے مستحق ہیں اور (آخرت میں) ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بڑی جگہ ہے دو لوگ تسمیں کھا جاتے ہیں کہ ہم نے نلانی بات نہیں کی اور (وہ بات کہہ کر) اپنے اسلام (ظاہری) کے بعد (ظاہر میں بھی) کافر ہو گئے اور انہوں نے اس بات کا ارادہ کیا تھا جو ان کے ہاتھ نہ گئی اور یہ انہوں نے سرف اس کا بدلہ دیا تھا کہ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے رزق خداوندی سے مہلک کر دیا سو اگر (اس کے بعد بھی) توبہ کر لیں تو ان کے لئے (دونوں جہانوں میں) بہتر ہوگا اور اگر رگروانی کی تو اللہ تعالیٰ ن کو دنیا اور آخرت میں دردناک سزا دے گا اور ان کا دنیا میں نہ کوئی یار ہے نہ مددگار۔

تفسیر ② "بَابُهَا النَّسِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ" توار اور قتل کے ساتھ "وَالْمُنَافِقِينَ" منافقین سے جہاد کے طریقے میں مختلف ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے ہاتھ کے ساتھ اگر خاقت نہ ہو تو اپنی زبان کے ساتھ اور فرماتے ہیں کہ منافقین کو سخت چمے کے ساتھ ملو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ زبان کے ساتھ اور فرماتے ہیں کہ سخت کھنکھو کر کے اور حسن اور قتادہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان پر حد و حد قائم ہے۔ "وَاعْلَظْ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ مِنْ جَهَنَّمَ" جہنم میں "جَهَنَّمَ" عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت نے غم و غم کو ختم کیا ہے۔

آیت يَخْلِفُونَ بِاللَّهِ كِتَابِ

② "يَخْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرو کے سائے میں تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "یَا بَشَرُ مَنْ تَخْلِفُ بَعْدِي؟" ایک ایسا انسان آئے گا جو تمہاری طرف شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا۔ جب وہ آئے تو تم اس سے کلمہ نہ پڑھو۔ حضور اوقت نہ گزرا تھا کہ ایک نبی آنکھوں والا شخص آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پکارا اور فرمایا: "تو اس سے کلمہ نہ پڑھو۔" حضور اوقت نہ گزرا تھا کہ ایک نبی آنکھوں والا شخص آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کلمہ نہ پڑھا اور فرمایا: "تو اس سے کلمہ نہ پڑھو۔" یہ آیت نازل فرمائی۔ کبھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت جلاں کے بارے میں نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن تبوک میں خطبہ دیا اور منافقین کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کو "رجس" (کنہ کی) قرار دیا اور ان کا عیب بیان کیا تو جلاں بن سہیل نے کہا اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچ کہہ رہے ہیں تو ہم جسوں نے گدھے سے بھی بدتر ہوئے۔ تو یہ بات عامر بن قیس رضی اللہ عنہ نے سن لی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جلاں کی بات کی خبر دی تو جلاں نے کہا یا رسول اللہ! ان نے مجھ پر جھوٹ بولا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو حکم دیا کہ منبر کے پاس قسم اٹھائیں تو عصر کے بعد جلاں

نے منبر کے پاس کھڑے ہو کر قسم اٹھائی کہ اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں نے یہ بات نہیں کہی۔ عامر رضی اللہ عنہ نے مجھ پر جھوٹ کہا ہے پھر عامر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس نے یہ بات کہی ہے اور میں نے اس پر جھوٹ نہیں کہا، پھر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا، اے اللہ! ہم میں سے سچے کی تصدیق اپنے نبی پر اتار دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین نے آمین کہا تو ان حضرات کے متفرق ہونے سے پہلے جبرئیل علیہ السلام آسمان سے یہ آیت لے کر اترے یہاں تک کہ اس پر پہنچے۔ اور پھر کلبی رحمہ اللہ نے وہی واقعہ بیان کیا جو جلاس اور انصاری لڑکے عامر بن قیس رضی اللہ عنہ کا ما قبل میں چند صفحے پہلے گزر چکا ہے۔ ”فان يتوبوا يك خيرا لهم“ تو جلاس کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اللہ تعالیٰ کی بات سنی کہ مجھ پر توبہ پیش کی۔ عامر بن قیس رضی اللہ عنہ نے سچ کہا میں نے یہ بد گوئی کی تھی میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ بات قبول کر لی اور ان کی توبہ بہت اچھی رہی۔

وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ لَعْنِ اسْلَامٍ اور ایمان کو ظاہر کرنے کے بعد کفر کو ظاہر کیا اور بعض نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنا مراد ہے اور بعض نے کہا کہ کفر کا کلمہ۔ جلاس کا یہ کہنا ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں تو ہم گدھے سے بھی برے ہیں اور بعض نے کہا کفر کا کلمہ ان کا یہ قول ہے ”لئن رجعنا الى المدينة ليخرجن الاعز منها الاذل“ اور یہ قصہ مکمل تفصیل سے سورۃ منافقوں میں آئے گا۔ ”وَهُمْ اَوْ بِمَا لَمْ يَنَالُوا“ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس مسلمان نے ان کا یہ قول سنا ”کہ ہم گدھے سے زیادہ برے ہیں“ تو اس کے قتل کا ارادہ کیا تا کہ وہ ان کا راز نہ پھیلا دے اور بعض نے کہا کہ یہ وہ بارہ منافق مراد ہیں جو تبوک کے راستے میں گھائی پر ٹھہرے تھے تا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر سکیں تو جبرئیل علیہ السلام نے آ کر حکم دیا کہ ان کی سواریوں کے چہروں کو مروائیں تو آپ علیہ السلام نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اب منافقین نے کہا تھا کہ جب ہم مدینہ آئیں گے تو عبد اللہ بن ابی کے سر پر تاج رکھیں گے تو وہ اس مقصد تک نہ پہنچ سکے۔ ”وَمَا نَقَمُوا“ اور ان نے ناپسند کیا اور نہ اس کا انکار کیا ہے اِلَّا اَنْ اَغْنَهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ مِنْ فَضْلِهِ“ اس کی صورت یہ بنی کہ جلاس رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام قتل کر دیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت بارہ ہزار درہم دینے کا حکم دیا تو حضرت جلاس مال دار ہو گئے۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے ان کی معیشت تنگ تھی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو وہ غنیمتوں کے ذریعے مال دار ہو گئے۔ ”فَاِنْ يَتُوبُوا“ اپنے نفاق اور کفر سے ”يَكْ خَيْرًا لَّهُمْ وَاِنْ يَتُوبُوا“ ایمان سے اعراض کریں۔ ”يُعَذِّبُهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“ دُنْيَا میں رسوائی اور آخِرَت میں آگ۔ ”وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ“

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٦٥﴾

﴿ترجمہ﴾ اور ان (منافقین) میں بعض آدمی ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے (بہت سامان) عطا فرمادے تو ہم خوب خیرات کریں اور ہم (اس کے ذریعے سے) خوب نیک نیک کام کیا کریں۔

ثعلبہ بن حاطب کا مال کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کروانا اور قبولیت دعا کا اثر

تفسیر ⑤ "وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰمَدَ اللّٰهَ لَنْ اَنْدٰمِنَ لِفَضْلِهِ لِنَصْلَفَنَ" ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا اے اللہ کے رسول! آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے مال دے تو آپ یہ سلام نے فرمایا کہ اے ثعلبہ تھوڑا مال جس کا تو شکر کرے اس زیادہ سے بہتر ہے جس کی تو طاقت نہ رکھتا ہو۔ پھر وہ اس کے بعد آیا اور کہا اے اللہ کے رسول! اللہ سے دعا کریں کہ مجھے مال دے تو آپ علیہ السلام نے پوچھا کیا تیرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خمر میں اچھا طریقہ نہیں ہے؟ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر میں راتوں کے لیے ساتھ پہاڑ سونے اور چاندی کے ہو اور صبحیں تو ضرور چھینیں گے۔ پھر وہ اس کے بعد آیا اور کہا اے اللہ کے رسول! آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے مال دے، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ علیہ السلام کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مال دیا تو میں ہر حق والے کو اس کا حق دوں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے اللہ! ثعلبہ کو مال دے۔ کہا (ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے)۔ پھر اس نے ایک بکری لی وہ ایسے بڑھنے لگی جیسے کینرے بڑھتے ہیں تو اس پر مدینہ تک ہو گیا تو وہ مدینہ سے نکل گیا اور مدینہ کی اونٹنیوں میں سے ایک میں پڑاؤ ڈالا اور اس کی بکریاں کینروں کی طرح بڑھتی جا رہی تھیں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز پڑھتا اور باقی نمازیں اپنی بکریوں میں پڑھتا۔ پھر بکریاں اور زیادہ ہو گئیں تو وہ مدینہ سے اٹھا اور ہو گیا کہ سب سے بعد نماز میں حاضر ہوتا۔

پھر بکریاں اور زیادہ ہو گئیں تو اور بھی دور ہو گیا۔ یہاں تک کہ نہ جمعہ میں آتا اور نہ جماعت میں۔ جب جمعہ کا دن ہوتا تو وہ لوگوں کو دیکھتا اور خبریں معلوم کرتا۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے پوچھا ثعلبہ نے کیا کیا؟ تو صحابہ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ تیرے تابعین نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) ثعلبہ نے اتنی بکریاں بنا لیں کہ ایک والی میں ساتی ہیں تو مال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ثعلبہ کا افسوس! اے ثعلبہ کا افسوس!

ثعلبہ کا زکوٰۃ دینے سے انکار کرنا

اللہ تعالیٰ نے صدقات کی آیت تائیل کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو سلیم کے ایک شخص اور جبینہ کے شخص کو بھیجا اور ان دونوں کو صدقہ کی عمریں اور لینے کا طریقہ سکھوایا۔ پھر فرمایا کہ ثعلبہ بن حاطب اور بنو سلیم کے ایک شخص کے پاس جاتا اور ان دونوں سے ان کے صدقات وصول کرتا تو وہ دونوں ثعلبہ کے پاس گئے اس سے صدقہ مانگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھوایا ہوا پڑاؤ لے لیا تو ثعلبہ کہنے لگا یہ تو جزیہ ہے، یہ تو جزیہ کی بہن (اس کی مثل) ہے۔ تم آ کے چلے جاؤ، جب صدقہ لے کر فارغ ہو جاؤ تو میری طرف لوٹ آنا۔ یہاں سے گئے جب سلمی صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو ان کے اپنے اونٹوں میں سے بہترین صدقہ

کے لیے الگ کر رکھے تھے۔ پھر ان دونوں کا استقبال کیا۔ جب ان دونوں نے یہ عمدہ جانور دیکھے تو کہا کہ یہ آپ پر لازم نہیں، انہوں نے کہا کہ یہ لے جاؤ میرا دل اس پر خوش ہے تو وہ دونوں اسی طرح دوسرے لوگوں کے پاس گئے اور صدقہ وصول کیا۔ پھر ثعلبہ کے پاس گئے تو اس نے کہا مجھے وہ تحریر دکھاؤ، اس کو پڑھا اور کہا یہ تو جزیہ کی مثل ہے تو چلے جاؤ تاکہ میں سوچ لوں۔ تو وہ دونوں واپس آ گئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو ان کی گفتگو کرنے سے پہلے فرمایا ”یا یو یح ثعلبہ..... یا یو یح ثعلبہ“ پھر مسلمانوں کے لیے خیر کی دعا کی تو ان دونوں نے ثعلبہ کی کارگزاری سنائی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

فَلَمَّا اتَّهَمُوا مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿۷۶﴾

﴿تجھ﴾ سو جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے (بہت سامان) دیدیا تو وہ اس میں بخل کرنے لگے (کہ زکوٰۃ نہ دی) اور (اطاعت سے) روگردانی کرنے لگے اور وہ تو روگردانی کر کے (پہلے ہی سے) عادی ہیں۔

ثعلبہ کے بارے میں آیت کا نزول

﴿تفسیر﴾ ”ومنہم من عاہد اللہ لئن اتنا من فضلہ..... وبما کانوا یکذبون“ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثعلبہ کے قریبی رشتہ داروں میں سے کوئی بیٹھا تھا۔ اس نے یہ بات سنی تو ثعلبہ کے پاس گیا اور کہا ”ویحک یا ثعلبہ“ تیرا ناس ہواے ثعلبہ! اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں یہ آیت نازل کی ہے تو ثعلبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سوال کیا کہ آپ علیہ السلام اس کا صدقہ قبول کر لیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع کر دیا ہے تو وہ اپنے سر میں مٹی ڈالنے لگا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تیرا اپنا عمل ہے میں نے تجھے حکم دیا تھا تو نے میری اطاعت نہ کی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا صدقہ قبول کرنے سے انکار کر دیا تو وہ اپنے گھر آ گیا اور آپ علیہ السلام دنیا سے تشریف لے گئے۔ پھر وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میرا صدقہ قبول کر لیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے قبول نہ کیا میں بھی قبول نہ کروں گا۔ پھر حضرت ابو بکر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قبول نہ کیا میں بھی قبول نہ کروں گا۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، انہوں نے بھی قبول نہ کیا تو ثعلبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مر گیا۔

ابن عباس، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ثعلبہ انصاری کی ایک مجلس میں آیا اور ان کو گواہ بنایا کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کچھ دے تو میں اس میں سے ہر حق والے کو دوں گا اور اس سے صدقہ کروں گا اور صلہ رحمی کروں گا اور قریبی رشتہ داروں پر احسان کروں گا تو اس کا چچا زاد بھائی مر گیا تو وہ وراثت میں اس کو مال ملا تو اپنے وعدہ کو پورا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حسن اور مجاہد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ثعلبہ بن حاطب اور معتب بن قشیر کے بارے میں نازل

ہوتی ہے، یہ دونوں نومرد بن لوگ کے تھے۔ یہ ایک مجلس میں گئے جہاں چند لوگ بیٹھے تھے اور کہنے لگے اللہ کی قسم! اگر ہمیں اللہ تعالیٰ مان دین تو ہم اس میں سے صدقہ کریں، جب اللہ تعالیٰ نے ان کو مال دیا تو اس پر بغل کرنے لگے۔ "وَمِنْهُمْ" یعنی منافقین میں سے "مَنْ عَاهَدَ لِلَّهِ لَنْ نَأْتِيَنَّكَ مِنْ فَضْلِهِ لَنْصَدِّقَنَّ" اور ہم اس میں سے اللہ کا حق ادا کریں گے۔ "وَلَنْكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ" تم نیک لوگوں والے کام کریں گے سزاؤں اور اچھے کاموں میں خرچ کرنا وغیرہ۔

⑤ "فَلَمَّا تَأْتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ"

فَاعْتَبِهِمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَى يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ⑥ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سُرَّهُمْ وَيَخُوفُهُمْ وَأَنَّ اللَّهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ⑦ الَّذِينَ يُلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ يَسْحَارَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ⑧

⑤ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبانوں میں نفاق (دھوکہ) کر دیا جو خدا کے پاس جانے کے دن تک سب کا اس سبب سے۔ انہوں نے خدا تعالیٰ سے اپنے وعدہ میں خلاف کیا اور اس سبب سے کہ وہ (اس وعدہ میں شریعت کی) تجموٹ ہوتے تھے یہ ان کو پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل کا راز اور ان کی سرگوشی سب معلوم ہے اور یہ اللہ تعالیٰ تو مہیب و باوقار و خوب جانتے ہیں یہ (منافقین) ایسے ہیں کہ نفل صدقہ دینے والے مسلمانوں پر صدقات سے بدلے میں حین برتتے ہیں اور (مفسوس ان لوگوں پر) اور زیادہ) جن کو بجز مزدوری (کئی آمدنی) کے اور پھر نہیں ہوتا یعنی ان سے تمنا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس تمنا کا (تو خاص) بدلہ دے گا اور (مطلق طعن کا یہ بدلتے ہی کا)۔ ان کے (آخرت میں) اور تک سزا ہوگی۔

⑥ "فَاعْتَبِهِمْ نِفَاقًا" یعنی ان کے معاملہ کا انجام نفاق کر دیا۔ کہا جاتا ہے اعقب فہو نداء مذہب ان۔ کام کا نتیجہ یہ ہوا اور نفاق نے کیا ہے ان کا انجام ان کے دلوں کا نفاق کر دیا۔ عاقبہ اور اعقبہ ایک نئی میں ہیں "إِلَى يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ" یعنی قیامت تک ان پر تو پتہ حرام کر دیا۔ "بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کی تین نشانیوں ہیں جب بات کے تجموٹ ہونے اور جب وعدہ کر کے خلاف رزق کرے اور جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

⑦ "أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سُرَّهُمْ وَيَخُوفُهُمْ" یعنی جو اپنے دل میں چھپایا ہوا ہے اور جو آپس میں سرگوشی کرتے ہیں۔ "وَأَنَّ اللَّهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ"

⑧ "الَّذِينَ يُلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ" مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے مؤمنین کو صدقہ کی ترغیب دی تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ چار ہزار درہم لائے اور کہنے لگے اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا مال آٹھ ہزار تھا میں آپ علیہ السلام کے پاس چار ہزار لایا ہوں، آپ اس کو اللہ کے راستے میں خرچ کر دیں اور چار ہزار میں نے اپنے گھر والوں کے لیے رکھے ہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس مال میں بھی برکت دے جو تو نے دیا ہے اور اس میں بھی جو تو نے روک لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے مال میں اتنی برکت دی جس دن ان کی وفات ہوئی تو دو ان کی بیویاں تھیں ان کے مال کا آٹھواں حصہ ان دونوں کے لیے ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم بنا۔

اور اس دن عاصم بن عدی عجلانی رضی اللہ عنہ نے کھجور کے ایک سو سو صدقہ کیے اور ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ آئے، ان کا نام حجاب تھا یہ ایک صاع کھجور لائے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے گزشتہ رات ایک باغ میں پانی لگانے کی مزدوری کی، مجھے دو صاع کھجور کے ملے تو میں نے ایک اپنے گھر والوں کے لیے رکھ لیا اور آپ علیہ السلام کے لیے دوسرا لے آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو صدقہ میں بکھیر دیا جائے تو منافقین نے ان حضرات میں عیب نکالنے شروع کیے کہ عبدالرحمن اور عاصم نے تو ریا کاری کرتے ہوئے مال دیا ہے اور اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابو عقیل کے ایک صاع سے مستغنی ہیں لیکن ان کا مقصد یہ ہے صدقہ دینے والوں میں ان کا بھی تذکرہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ”الَّذِينَ يَلْمُزُونَ عِيبَ نَكَالَتِهِمْ - ”الْمَطْوَعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ“ یعنی عبدالرحمن بن عوف اور عاصم رضی اللہ عنہما ”وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ“ یعنی ابو عقیل رضی اللہ عنہ اور جہد بمعنی طاقت ہے۔ پیشی کے ساتھ قریش اور اہل حجاز کی لغت میں اور اعرج نے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”جُهد“ پیشی کے ساتھ طاقت اور زبر کے ساتھ مشقت۔ ”فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ“ ان سے استہزاء کرتے ہیں سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ یعنی ان کو اللہ تعالیٰ بدلہ دیں گے استہزاء کا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ“

اِسْتَفْغِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ط اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ط ذَلِكَ بِانَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ط وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ⑧۰ فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلْفَ رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا اَنْ يُجَاهِدُوا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ ط قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ط لَوْ كَانُوا يَفْقَهُوْنَ ⑧۱ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلاً وَّلْيَبْكُوا كَثِيْرًا جَزَاءً مِّمَّا كَانُوا يَكْسِبُوْنَ ⑧۲

آپ خواہ ان (منافقین) کے لئے استغفار کریں اور اگر آپ ان کے لئے ستر بار بھی استغفار کریں گے تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشے گا یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ تعالیٰ ایسے سرکش لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا پیچھے رہ جانے والے خوش ہو گئے رسول اللہ کے جانے کے بعد اپنے بیٹھے رہنے پر اور ان کو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرنا ناگوار ہوا اور (دوسروں سے بھی) کہنے لگے کہ تم گرمی میں مت نکلو آپ کہہ

دیتے کہ جہنم کی آگ (اس سے بھی) زیادہ گرم ہے یہ خوب ہوتا کر دو کھتے۔ سو تھوڑے دنوں (دنیا میں) ہمیں لیں اور بہت دنوں (آخرت میں) راتے ہیں ان کاموں کے بدلہ میں جو کچھ (کفر و نفاق و خلاف) کیا کرتے تھے۔

تفسیر ⑩ "استغفر لہم اولا تستغفر لہم" الفاظ امر چہ امر کے ہیں لیکن معنی خبر کا ہے کہ آپ علیہ السلام نے ان کے لیے استغفر کیا ہو یا نہ کیا ہو "ان نستغفر لہم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لہم" ستر کے عدد کا ذکر مبالغہ کے لیے ہے کہ ان کی مغفرت سے ہا امید کی ہے۔ صحیح کرم اللہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے زحمت دی ہے۔ پس میں ستر سے زائد کروں گا۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمادیں تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا "سواء علیہم استغفرت لہم ام لم نستغفر لہم لن یغفر اللہ لہم ذلک بانہم کفروا باللہ ورسولہ و اللہ لا یہدی القوم المفسبین"

⑪ "الروح المحدثون" غزوہ تبوک سے اور مختلف معنی پیچھے چھوڑا ہوا لغوی "یستغفروا لہم" یعنی ان کے بیٹھنے کی وجہ سے "حنف رسول اللہ" بوجہ درود نہ فرماتے ہیں کہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے کی وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو تشریف لے گئے اور یہ گھروں پر رو گئے۔ "و کفرہوا ان یحاہذوا باموالہم و انفسہم فی سبیل اللہ و قالوا لا ننفروا فی الحرب" اور غزوہ تبوک سخت گرمی میں تھا۔ "قل نازحہم اللہ حروا ما لہم کانوا یفقیہون" مفسرین جانتے اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے صحیف میں اس طرح ہے۔ "فلیضحکوا فلیلا" ان میں "ولیکوا کثیرا" آخرت میں۔ تقدیر عبارت یہ ہے "فلیضحکوا فلیلا و لیکوا کثیرا" "حروا مما کانوا یحسبون"

عمران بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم دو کچھ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تمہارا ذمہ اور ذمہ اور ذمہ اس بنی ہا۔ اب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اتار دینا اور ان کے دل عاقبت نہیں رکھتے تو ان کے ذمہ ہے کہ ان کو کیونکہ جہنم والے جہنم میں اتار دینے کے کہ ان کے چہرے سے پھرتے پھرتے ہیں کہ گویا وہ پھولے ہالے ہیں۔ پھر آنسو ٹپکتے ہو جائیں گے تو خون کے آنسو بہیں گے۔ اگر تمہیں اس میں چھائی جائیں تو تمہیں پڑیں۔

فان رجعک اللہ الی طائفۃ منہم فاستاذنوک للخروج فقل لن تخرجوا معی ابدا

ولن تقاتلوا معی عدوا ما انکم رضیتہم بالقعود اول مرۃ فافعدوا مع الخلفین ⑫

ترجمہ ⑫ "اور خدا تعالیٰ آپ سے (اس غزوت میں نہ بھیجے گا) ان کے کسی کر دو کی طرف واپس لائے پھر یہ لوگ (کسی جہاد میں) چلنے کی اجازت مانگیں تو آپ یوں کہہ دیجئے کہ تم بھی میرے ساتھ نہ چلو گے اور نہ میرے ہمراہ ہو کر کسی دشمن

سے لڑو گے تم نے پہلے بھی بیٹھے رہنے کو پسند کیا تھا تو ان لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہو جو واقعی پیچھے رہ جانے کے لائق ہیں۔

تفسیر 83 "فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ" یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو غزوہ تبوک سے واپس کر دیں۔ "إِلَى طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ" پیچھے رہ جانے والوں کی ایک جماعت کی طرف کیونکہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے تمام لوگ منافق نہ تھے۔ "فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ" آپ علیہ السلام کے ساتھ دوسرے غزوہ میں "فَقُلْ لَنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا" سفر میں۔ "وَلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ أَوْلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَلِيفِينَ" یعنی عورتوں اور بچوں کے ساتھ اور بعض نے کہا مریضوں اور اباہجوں کے ساتھ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان لوگوں کے ساتھ جو بغیر عذر کے پیچھے رہ گئے۔ اور کہا گیا ہے کہ خلیفین کے ساتھ قراء فرماتے ہیں صاحب خالف اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی مخالف ہو۔

وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّتَّ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَمَاتُوا وَهُمْ فَسِقُونَ 84 وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ
بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَرْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ 85

ترجمہ اور ان میں سے کوئی مر جائے تو اس (کے جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھیے اور نہ (دفن کے لئے) اس کی قبر پر کھڑے ہو جیے کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مرے ہیں۔ اور ان کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان (مذکورہ) چیزوں کی وجہ سے ان کو گرفتار عذاب رکھے اور ان کا دم حالت کفر ہی میں نکل جاوے۔

تفسیر 84 "وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّتَّ أَبَدًا" مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول نے حالت مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا۔ جب آپ علیہ السلام اس پر داخل ہوئے تو اس کو فرمایا کہ تجھے یہود کی محبت نے ہلاک کر دیا تو وہ کہنے لگا یا رسول اللہ میں نے آپ کے پاس پیغام اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ مجھے تنبیہ کریں، میں نے اس لیے پیغام بھیجا تھا کہ آپ علیہ السلام میرے لیے استغفار کریں اور آپ علیہ السلام سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ علیہ السلام اس کو اپنی قمیص میں دفن کریں اور اس پر نماز پڑھیں۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب عبد اللہ بن ابی بن سلول مر گیا تو اس کے جنازہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جنازہ پڑھانے کھڑے ہوئے تو میں لپک کر پہنچا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ ابن ابی بن سلول پر نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں حالانکہ اس نے فلاں فلاں دن یہ یہ کہا؟ اور آپ علیہ السلام پر وہ باتیں شمار کرائیں۔

تو آپ علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا کہ اے عمر! مجھ سے ہٹ جا جب میں نے بار بار یہی بات کہی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اختیار دیا گیا ہے میں نے اس کو اختیار کر لیا ہے۔ اگر میں جانتا کہ میں ستر پر زائد کروں تو اس کی مغفرت ہوگی تو میں

اس پر زیادتی کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔ پھر لوگ تو تھوڑا وقت ہی ٹھہرے تھے کہ سورۃ براءت کی دو آیتیں نازل ہو گئیں۔ "وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا تَأْتِيهِ وَلَا تَقُمْ عَلَيْهِ" اور "فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ مَا عَلِمَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَأَمَّا أُولَٰئِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ" حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس دن اپنی براءت کرنے پر بڑا تعجب ہوا اور اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ عمر و زید اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن ابی کے قبر میں غسل دے جائیں گے۔ بعد ازاں تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اس کو نکالا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے کھنوں پر رکھ کر اس پر اپنا حجاب پھونک دیا اور اس کو اپنی قمیص پہنائی۔ واللہ اعلم۔ اس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو قمیص پہنائی تھی۔ اسی دن زید اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دو قمیصیں تھیں تو عبد اللہ نے ہاتھ لگا کر رسول امیر کے اللہ کو دو قمیصیں پہنائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو گلی ہوئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی کو مرنے کے بعد قمیص پہنانے کی وجوہات

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بدر کے دن جب قیدیوں کو لایا گیا اور عباس رضی اللہ عنہ کو بھی لایا گیا تو ان پر کوئی قمیص نہ تھی تو عبد اللہ بن ابی کی قمیص ان کو پہرائی آجاتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس کی قمیص پہنائی۔ اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اتار کر عبد اللہ کو پہنائی۔ ابن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی کا دل صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک جہان تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند کیا کہ اس کا بدلہ دیں اور روایت کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا جو پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ کے ساتھ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ہاں میری قمیص اور یہ کی نماز میں پڑھو تو وہ کہے کہ اللہ کی تمہیں امید ہے کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں گے اور روایت کیا گیا ہے کہ جب ابن عباس نے ایضا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص سے عبد اللہ برکت حاصل کر رہا ہے تو اس کی قوم کے ایک ہزار تک آدمی آئے۔ تو انہوں نے "وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا تَأْتِيهِ وَلَا تَقُمْ عَلَيْهِ" اس پر نہ ٹھہریں اور اس کو خود ابن عباس نے یہ ان کے قول کو فتنہ ہر فتنہ سے مشتق ہے یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ اس کے امر کو کافی ہو جائے۔ "الَّذِينَ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ" اور "مَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی اور نہ ہی اس کی قبر پر حاضر ہوئے۔

﴿وَلَا تُفْجِكُمْ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِمَا فِي الْبُطُونِ وَأَنْ يَذُمَّهُمُ أَنْفُسِهِمْ وَهُمْ كَافِرُونَ﴾
 وَإِذَا أَنْزَلْتُ سُورَةَ أَنْ أَمِنُوا بِاللَّهِ وَجَاهَدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أُولُوا الطُّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوا ذُرْنَا مَعِ الْقُعْدِيِّينَ ﴿۱۰﴾ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ

فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ⑧۷ لَكِنَّ الرُّسُولَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ط
 وَأَوْلِيكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأَوْلِيكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ⑧۸ اَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ
 تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ط ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ⑧۹ وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ
 لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ط سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ⑨۰

اور جب کوئی حصہ قرآن کا اس مضمون میں نازل کیا جاتا ہے کہ تم (خلوص دل سے) اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ہمراہ ہو کر جہاد کرو تو ان کے مقدر والے آپ سے رخصت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم بھی یہاں ٹھہرنے والوں کے ساتھ رہ جاویں وہ لوگ (غایت بے حیثی سے) خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے اور ان کے دلوں پر مہر لگ گئی جس سے وہ (حمیت بے حیثی کو) سمجھتے ہی نہیں۔ ہاں لیکن رسول اور آپ کی ہمراہی میں جو مسلمان ہیں انہوں نے (اس حکم کو مانا اور) اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور ان ہی کے لئے ساری خوبیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے (اور) یہ بڑی کامیابی ہے اور کچھ بہانہ باز لوگ دیہاتیوں میں سے آئے تاکہ ان کو (گھر رہنے کی) اجازت مل جائے اور (ان دیہاتیوں میں سے) جنہوں نے خدا اور اس کے رسول سے (دعویٰ ایمان میں) بالکل ہی جھوٹ بولا تھا وہ بالکل ہی بیٹھ رہے ان میں جو (آخرت تک کافر رہیں گے) ان کو دردناک عذاب ہوگا۔

⑧۶ ”وَإِذَا أَنْزَلْتُ سُورَةً أَنْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أُولُوا الطُّورِ مِنْهُمْ“ مال اور فراوانی والے ان میں سے جنگ سے پیچھے رہ جانے میں۔ ”وَقَالُوا ذَرْنَا نَكُنْ مَعَ الْقَاعِدِينَ“ اپنے کجاووں میں۔

⑧۷ ”رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ“ یعنی عورتوں اور بعض نے کہا گھٹیا اور بے وقوف لوگوں کے ساتھ۔ کہا جاتا ہے ”فلان خالفة قومہ“ جب وہ ان میں کم حیثیت ہو۔ ”وَطَبَعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ“

⑧۸ ”لَكِنَّ الرُّسُولَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ط وَأَوْلِيكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ“ یعنی نیکیاں اور بعض نے کہا خوبصورت عورتیں جنت میں۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”فیہن خیرات حسان“ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا ہے کہ خیر کا معنی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”لَا تَقْلَمُ نَفْسٌ مَا اخْفَى لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ عَيْنٍ“..... ”وَأَوْلِيكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ“

⑧۹ ”اَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ط ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ“.....

⑨۰ ”وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ“ یعقوب اور مجاہد رحمہما اللہ نے ”الْمُعَذِّرُونَ“ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ وہ لوگ جو عذر میں مبالغہ کرنے والے ہوں ضرب المثل ہے ”لقد اعدر من اندر“ یعنی جس شخص نے عذر میں مبالغہ کیا اور

دیکھئے "المعتذرون" شد کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی کوتاہی کرنے والے۔ کہا جاتا ہے "عذر" یعنی کوتاہی کی اور فرما رہا ہے اللہ فرماتے ہیں "المعتذرون" تھا تاہم کاذال میں اونا نام کر دیا گیا ہے اور تاہم کی حرکت میں کو منتقل کر دی گئی ہے۔

جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں کا تذکرہ

شعاب زمر اللہ فرماتے ہیں کہ معتذرون سے مراد مرہن غنیمت کا قبیلہ ہے۔ یہ لوگ اپنا دفاع کرنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ اللہ کے نبی! اگر تم مزدوہ میں شریک ہوتے تو قبیلہ غنیمت کے بدو بہاری غورتوں اور بچوں اور بیادوں پر غارت گری کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے حالات کی خبر دے دی ہے اور تمہاری قربت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کافی ہو جانے کا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ دو لوگ ہیں جو کسی عذر کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے پیچھے روکے تھے۔ "وَقَدْ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ" یعنی منافقین۔ ابو عمر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ دونوں فریق برافض کرنے والے تھے۔ ایک دو قوم جنہوں نے باطل عذر کرنے کی تکلیف کی اور نبی اللہ تعالیٰ نے اپنے ان قوم سے فرمایا ہے۔ "وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ" اور دوسری دو قوم جنہوں نے کسی عذر کی تکلیف ہی نہیں کی اور پیچھے روکے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جرات کی۔ یہ منافقین ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے وعید بیان کی۔ "سَيَصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ" پھر عذر دہاؤں کا تذکرہ دیا۔

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ خَرَجَ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ① وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا اتَّوَكَّلُوا لَتَذِمُنَّ أَعْيُنُهُمْ فَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّفْعِ حَزَنًا إِلَّا يَجِدُوا مَا يَنْفِقُونَ ② إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْيَاءٌ وَرَضُوا بآبَانِ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ③

① اس وقت لوگوں پر کوئی گناہ نہیں اور نہ بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کو خرچ کرنے کو میسر نہیں جب کہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ (اور ایک دوسرے میں) خلوص رکھیں اور نیکو کاروں پر کسی قسم کا الزام (غائد) نہیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں اور نہ ان لوگوں پر (کوئی گناہ و الزام ہے) کہ جس وقت وہ آپ کے پاس آئے اور آپ ان کو سواہری دے دیں اور آپ کہہ دیتے ہیں کہ میرے پاس تو چیز نہیں جس پر میں تم کو سواہری دے دوں تو وہ (ناکام) اس حالت سے واپس چلے جاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے ہیں اس غم میں کہ (افسوس) ان کو خرچ کرنے کو پھر میسر نہیں پس الزام (اور مواخذہ) تو صرف ان لوگوں پر ہے جو باوجود اہل

سامان اور قوت (ہونے کے) گھر رہنے کی اجازت چاہتے ہیں وہ لوگ (غایت بے حمیتی سے) خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی جس سے وہ (گناہ و ثواب کو) جانتے ہی نہیں

⑨۱ "لَيْسَ عَلَى الضَّعَفَاءِ" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یعنی ابا ہجوں، بوڑھوں اور عاجز لوگوں پر اور بعض نے کہا بچے مراد ہیں۔ بعض نے کہا عورتیں مراد ہیں۔ "وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ" یعنی فقراء "حَرَجٌ" گناہ۔ "إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ" ان سے غائب ہونے کے وقت اور ایمان کو خالص کیا ہو اور عمل اللہ کی رضا کے لیے کیا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہو۔ "مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ" کوئی راستہ سزا کا۔ "وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ" تمادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت زید بن عمر اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور وہ نابینا تھے۔

⑨۲ "وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا اتَّوَكَّأْتُمْ لِتَحْمِلَهُمْ" مطلب یہ ہے کہ نہ پہلے لوگوں پر کوئی سبیل ہے اور نہ ان لوگوں پر جو آپ علیہ السلام کے پاس آئے۔ یہ سات افراد تھے۔ ان کا نام کثرت سے رونے والے پڑ گیا۔ "بِكَائِنٍ" معقل بن یسار رضی اللہ عنہ، صخر بن خنساء، عبد اللہ بن کعب انصاری، عبلہ بن زید انصاری، سالم بن عمیر، ثعلبہ بن غنمہ، عبد اللہ بن معقل مزنی رضی اللہ عنہم یہ حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ علیہ السلام کے ساتھ نکلنے کا حکم دیا ہے، ہمیں سوار کر دیں۔ مفسرین رحمہم اللہ کا اس لفظ "لتحملہم" کے معنی میں اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انہوں نے سوال کیا کہ ان کو جانوروں پر سوار کر دیں اور بعض نے کہا ہے کہ انہوں نے یہ سوال کیا تھا کہ ان کو پیوند لگے موزوں اور گھسے ہوئے جوتوں پر سوار کر دیں یعنی دے دیں تاکہ آپ علیہ السلام کے ساتھ جنگ میں شریک ہو سکیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جواب دیا جس کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ "قُلْتُ لَأَجِدَنَّ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا" روتے ہوئے "وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يَنْفِقُونَ"

⑨۳ "إِنَّمَا السَّبِيلُ" سزا کی "عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ" پیچھے رہ جانے کی وَهُمْ أَغْنِيَاءُ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ عورتوں اور بچوں کے ساتھ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ"



يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَا تَعْتَذِرُوا لَنْ تُؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَأَ اللَّهُ مِنْ
 خُبْرِكُمْ ؕ وَسِيرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
 فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۰﴾ سَيُخْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتَعْرِضُوا عَنْهُمْ
 ؕ فَاعْرِضُوا عَنْهُمْ ؕ إِنَّهُمْ رَجَسٌ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۱۱﴾ يَخْلِفُونَ
 لَكُمْ لِتَعْرِضُوا عَنْهُمْ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿۱۲﴾
 الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ ؕ وَاللَّهُ
 عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۱۳﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُتَّخَذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَيَتَرَبَّصُّ بِكُمْ الدُّوَابُّ عَلَيْهِمْ
 دَائِرَةُ السُّوءِ ؕ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۴﴾

﴿۱۰﴾ یہ ایک تہوار (سب کے) ہونے کا تذکرہ ہے۔ جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے (سوائے محمد) آپ (سب کی طرف سے صرف) ہوا ہے کہ یہ عذر پیش مت کرو۔ تم بھی تم کو سچانہ سمجھیں گے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ ہم کو تمہاری (واقعی حالت) خبر ہے۔ (کہ تم کو کوئی عذر نہ تھا) اور آئندہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہاری ہرگز کوئی ایسی چیز میں کے پھر ایسے کے پاس لوٹے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے پھر وہ تم کو بتا دے گا جو جو چہ تمہارے تھے ہیں وہ اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھا جاویں گے (کہ ہم معذور تھے) جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تاکہ تم ان کی حالت پر تھوڑا دوسو تم ان کو ان کی حالت پر تھوڑا دو دو لوگ بالکل کہتے ہیں اور (انہی میں) ان کا ٹھکانہ اور خفیہ ہے ان کاموں کے بدلے میں جو کچھ وہ (نفاق و غیاف) کیا کرتے تھے (نیز) یہ ان کے قسمیں صحابہ کے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ سوا اگر (بالفرض) تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو (ان میں سے) اللہ تعالیٰ تو ایسے شریکوں سے راضی نہیں ہوتا (ان منافقین میں جو) دیکھائی لوگ (ہیں وہ) غیاف اور نفاق میں بہت سخت ہیں اور ان کا (حال) ایسا ہوتا ہے جیسے کہ ان کو ان احکام کا علم نہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں اور ان دیکھائیوں میں سے بعض بعض ایسا ہے کہ جو پھر خراج کرتا ہے اس کو جرمانہ سمجھتا ہے اور تم مسلمانوں کے واسطے (زمانہ کی) گردشوں کا منتظر رہتا ہے۔ یہ اوقات ان ہی (منافقین) پر پڑنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں۔

﴿۱۱﴾ "يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ" روایت کیا گیا ہے کہ غزوہ تبوک سے پہلے رو جانے والے منافقین کی تعداد بڑھ چکی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لے آئے تو وہ آ کر باطل عذر کرنے لگے۔ "قُلْ لَا

تَعْتَدِرُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ ط وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ“ آئندہ وقت میں کہ کیا تم نے اپنے نفاق سے توبہ کر لی ہے یا اس پر قائم ہو؟ ”ثُمَّ تَرْدُونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ“ ⑤

”سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ“ جب تم ان کی طرف جہاد سے لوٹو گے ”لَتُعْرِضُوا عَنْهُمْ“ تاکہ تم ان سے درگزر کرو۔ ”فَاعْرِضُوا عَنْهُمْ“ ان کو چھوڑ دو اور جو انہوں نے اپنے لیے نفاق کو اختیار کیا ہے ”إِنَّهُمْ رِجْسٌ“ یعنی بے شک ان کا عمل بہت برا ہے۔ ”وَمَا وَهُمْ“ آخرت میں ”جَهَنَّمَ جَزَاءٌ مِّمَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت جد بن قیس اور معتب بن قشیر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ یہ اسی (۸۰) منافقین تھے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو فرمایا ان کے ساتھ نہ بیٹھنا اور ان سے بات بھی نہ کرنا اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ کی قسم کھائی کہ اس کے بعد کسی جنگ سے پیچھے نہ رہے گا اور مطالبہ کیا کہ آپ علیہ السلام اس سے راضی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

⑥ ”يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ“.....

⑦ ”الْأَعْرَابُ“ یعنی دیہات والے ”أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا“ شہر والوں سے ”واجدر“ زیادہ لائق ہیں۔ ”وَأَجْدَرُ الْأَ يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ“ کیونکہ وہ قرآن کے سننے اور سنتوں کی پہچان سے بہت دور ہیں۔ ”وَاللَّهُ عَلِيمٌ“ جو کچھ اس کی مخلوق کے دل میں ہے حکیم“ جو اپنے فرائض مقرر کئے۔

⑧ ”وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا“ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے دینے پر ثواب کی امید نہیں رکھتے اور اس کے روکنے پر عذاب سے نہیں ڈرتے وہ تو صرف خوف اور دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ اور مغرم اس چیز کو لازم کرنا جو لازم نہ ہو۔ ”وَيَتَرَبَّصُّ“ انتظار کرتا ہے۔ بِكُمْ الدَّوَابُّ“

یعنی زمانے کے پھرنے کا جو کبھی خیر لاتا ہے اور کبھی شر اور ایمان بن رباب رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی زمانہ تم پر پلٹ جائے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرجائیں اور مشرکین غالب ہو جائیں۔ ”عَلَيْهِمْ ذَاتُ السُّوءِ“ ان پر بلائیں اور غم چکر لگاتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دین کے بارے میں بھی برا ہی خیال کرتے ہیں۔ اور ابن کثیر اور ابو عمر و رحمہما اللہ نے ”دائرة السوء“ یہاں اور سورۃ فتح میں سین کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کا معنی نقصان دہ، آزمائش والی اور ناپسندیدہ چیز اور دیگر حضرات نے سین کے زبر کے ساتھ مصدر کی بناء پر پڑھا ہے اور بعض نے کہا ہے زبر کے ساتھ فساد، اور پیش کے ساتھ نقصان دہ اور ناپسندیدہ چیز۔ ”وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ“ یہ آیت اسد عطفان اور تمیم کے دیہاتیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پھر بعض کا استثناء کرتے ہوئے فرمایا۔

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبًا عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَاتٍ

الرُّسُولَ إِلَّا إِنَّمَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ① وَالسَّابِقُونَ
الْأُولَئُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا
عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ②

① اور بعض میں دیہات ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ
انہیں کاموں میں (خرچ کرتے ہیں اس کو اللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ اور رسول کی دعا کا ذریعہ بتاتے ہیں
یہاں تک کہ ان کا یہ خرچ ہر بار اللہ تعالیٰ کے لئے موجب قربت ہے ضرور ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل کرے گا
اللہ تعالیٰ بڑی عظمت والے بڑی رحمت والے ہیں اور جو مہاجرین اور انصار (ایمان لانے میں سب سے) سابق
اور مقدم ہیں اور (بقیہ امت میں) جتنے لوگ انہیں کے ساتھ ان کے پیچھے ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ
سب ان (اللہ) سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری
ہوں گی ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) یہ بڑی کامیابی ہے

② "وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ مزینہ کے بنو متمران ہیں
اور انہیں مزینہ کہتے ہیں۔ انہیں اور مزینہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ تم اور مزینہ کا چھ حصہ اور مزینہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں بہتر ہوں گے تمہیں، اسد بن خزیمہ، ہوازن اور
غطفان سے۔ "وَيُنْفِقُ مَا يُنْفِقُ قُرْبًا لِلَّهِ قُرْبًا قَرِيبًا" یعنی اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرتا ہے۔ "وَالسَّابِقُونَ
الرُّسُولِ" یعنی ان دنوں اور اس وقت۔ "مَنْ" وہ ہے جو اللہ فرماتے ہیں کہ اونہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں رغبت کرتے ہیں
"إِنَّمَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ تَأْتِي مِنَ اللَّهِ" روایت سے قریبہ راء کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے سکون کے ساتھ
سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ" اپنی رحمت میں "إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ"

① "وَالسَّابِقُونَ الْأُولَئُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ" مرفوع ہے باری تعالیٰ کے قول "وَالسَّابِقُونَ" پر عطف ہے۔

سابقون الاولون مہاجرین و الانصار میں سے کون ہیں

سابقون سے وہ مراد ہیں جن میں اختلاف ہے۔ سعید بن مسیب، قتادہ، ابن سیرین اور جماعت نے کہا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں
جنہوں نے انہوں قبوں کی طرف ہجرت کی۔ عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ یہ اہل بدر ہیں اور بعضی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ
لوگ ہیں جو بیعت رضوان میں حاضر ہوئے تھے اور بیعت رضوان حدیبیہ میں ہوئی اور اس میں اختلاف ہے کہ آپ علیہ السلام کی اہلیہ
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد کون پہلے ایمان لایا اور اس بات پر تو اتفاق ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم پر سب سے پہلے ایمان لائیں تو بعض نے کہا پہلے ایمان لانے والے اور نماز پڑھنے والے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں اور یہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور اسی کے مجاہد رحمہ اللہ اور ابن اسحاق رحمہ اللہ قائل ہیں کہ دس سال کی عمر میں اسلام لائے اور بعض نے فرمایا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابراہیم نخعی اور شععی رحمہم اللہ کا قول ہے اور بعض نے فرمایا کہ پہلے اسلام لانے والے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں اور یہی زہری اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور اسحاق بن ابراہیم حنفی رحمہم اللہ نے ان اقوال کے درمیان تطبیق کی ہے۔

پس وہ فرماتے ہیں کہ مردوں سے پہلے مسلمان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور عورتوں میں سے خدیجہ رضی اللہ عنہا اور بچوں میں سے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں سے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لائے۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو اپنے اسلام کو ظاہر کیا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نرم مزاج شخص تھے اور قریش کے اچھے نسب والے اور بڑے عالم تھے اور یہ بڑے اچھے اخلاق والے تاجر تھے اور ان کی قوم کے مردان کے پاس آتے تھے اور کئی باتوں پر مشورہ کرتے تھے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ علم والے اور اچھی مجلس والے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے اعتماد کے لوگوں کو اسلام کی طرف بلانے لگے تو ان کے ہاتھوں پر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، زبیر بن عوام، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم اسلام لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ جب انہوں نے اسلام کے بعد نماز بھی پڑھ لی۔ یہ آٹھ افراد وہ ہیں جنہوں نے اسلام کی طرف سبقت کی۔ پھر لوگ لگاتار اسلام میں داخل ہونے لگے اور انصار میں اسلام میں سبقت کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے عقبہ کی رات بیعت کی اور یہ عقبہ اولیٰ میں چھ افراد تھے اور عقبہ ثانیہ میں ستر افراد تھے اور وہ لوگ جو ایمان لائے جب ان کے پاس ابو زرارہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ گئے اور ان کو قرآن کی تعلیم دی تو ان کے ساتھ عورتوں اور بچوں کی بہت بڑی تعداد اسلام لائی۔

”وَالسَّابِقُونَ الْأُولُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ“ جنہوں نے اپنی قوم اور قبیلہ کو چھوڑا اور اپنے وطن کو ترک کیا۔ ”وَالْأَنْصَارُ“ مدینہ کے وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور آپ علیہ السلام کے صحابہ کو ٹھکانہ دیا۔ ”وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ“ بعض نے کہا ”سابقون اولون“ کے سوا قبیلہ مہاجر و انصار مراد ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ لوگ مراد ہیں جو ایمان اور ہجرت یا دین کی مدد کرنے میں قیامت تک ان کے نقش قدم پر چلتے رہے اور عطاء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم کا تذکرہ ترحم اور دُعا کے ساتھ کیا۔ ابو صخر حمید بن زیادہ کہتے ہیں کہ میں محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ کی خدمت میں گیا اور ان کو عرض کیا کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آپ رحمہم اللہ کی کیا رائے ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنت میں ہوں گے خواہ نیک ہوں یا کسی سے کچھ فرو گذاشت ہوگئی ہو۔ میں نے عرض کیا یہ بات آپ نے کہاں سے کہہ دی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ”وَالسَّابِقُونَ“

دوسرا ان کو جہنم کی آگ سے جلانا۔ ”ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ“ یعنی جہنم کے عذاب کی طرف۔
 وَآخِرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخِرَ سَيِّئًا ۗ عَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ
 عَلَيْهِمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ⑩

اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے مقرر ہو گئے جنہوں نے ملے جلے عمل کئے تھے کچھ بھلے اور کچھ برے (سو)
 اللہ سے امید ہے کہ ان (کے حال) پر (رحمت کے ساتھ) توجہ فرماویں (یعنی توبہ قبول کر لیں) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی
 مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔

⑩ ”وَآخِرُونَ“ یعنی اہل مدینہ اور اعراب میں سے دوسرے لوگ مراد ہیں۔ یہ منافقین کی طرف نہیں لوٹ رہا۔
 ”اعترفوا انہوں نے اقرار کیا بذنوبہم خلطوا عملاً صالحاً“ اور وہ ان کا اپنے گناہوں اور اپنی توبہ کا اقرار کرنا ہے۔
 ”وَآخِرَ سَيِّئًا“ یعنی دوسرے برے اعمال کے ساتھ۔ باء کو واؤ کی جگہ لایا گیا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے خلطت الماء واللين
 یعنی باللین بر عمل ان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جانا اور نیک عمل ان کا شرمندہ ہونا اور خود کو ستونوں سے باندھنا ہے
 اور بعض نے کہا کہ نیک عمل ان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات ہیں۔

غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عذر

”عسىٰ الله ان يتوب عليهم ان الله غفور رحيم“ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو غزوہ تبوک
 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر اس پر نادم ہوئے اور کہنے لگے کہ وہ عورتوں کے ساتھ سایوں میں تھے اور
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جہاد اور تکلیفوں میں تھے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قریب آئے تو یہ حضرات کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! ہم اپنے آپ کو ستونوں کے ساتھ
 باندھ لیں گے اور اپنے آپ کو آزاد نہ کریں گے جب تک خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں آزاد نہ کر دیں اور ہمارا عذر قبول نہ
 کر لیں تو ان حضرات نے خود کو مسجد کے ستونوں سے باندھ لیا۔ جب آپ علیہ السلام واپس تشریف لائے تو ان پر گزر ہوا، ان کو
 بندھے دیکھا تو پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو لوگوں نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آپ علیہ السلام سے پیچھے رہ گئے تھے تو انہوں نے
 اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ وہ خود کو آزاد نہ کریں گے جب تک آپ علیہ السلام ان سے راضی ہو کر ان کو آزاد نہ کر دیں تو آپ علیہ
 السلام نے فرمایا کہ میں بھی اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ ان کو آزاد نہ کروں گا اور نہ ان کا عذر قبول کروں گا جب تک مجھے ان کے آزاد
 کرنے کا حکم نہ دیا جائے کیونکہ انہوں نے مجھ سے بے رغبتی کی اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں جانے سے پیچھے رہ گئے تو اللہ
 تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر قبول کر کے ان کو کھلوا دیا۔ جب وہ آزاد ہو گئے تو کہنے
 لگے اے اللہ کے رسول! یہ ہمارے مال ہیں جنہوں نے ہمیں آپ سے پیچھے کر دیا، آپ علیہ السلام اس کو صدقہ کر کے ہمیں پاک

آوردیں اور اس سے استغفار کریں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے تمہارے مال لینے کا حکم نہیں دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً"

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۚ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۰۱﴾

﴿۱۰۱﴾ آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ (جس کو یہ لائے ہیں) لے لیجئے جس کے (لینے کے) ذریعہ سے آپ ان کو (گناہوں کے آلودگی سے) پاک صاف کر دیں گے اور ان کے دماغ کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے موجب ایمان (توبہ) ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے اعتراف کو (خوب سنتے ہیں اور ان کی ندامت کو) خوب جانتے ہیں۔

توبہ کرنے والے افراد کی تعداد

تفسیر ان توبہ کرنے والے حضرات کی تعداد میں اختلاف ہے۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ان میں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے اور عطیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ دو پانچ تھے۔ ان میں سے یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آٹھ تھے۔ ضحاک وقتبہ اور زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ سات تھے اور یہ سب کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک ابوالبابہ رضی اللہ عنہ تھے اور علماء کی ایک جماعت نے یہ ہے۔ یہ سب حضرت ابوالبابہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ پھر ان کے گناہ میں اختلاف ہے۔

حضرت ابوالبابہ کی توبہ کا ذکر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت ابوالبابہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب انہوں نے بنو قریظہ کو کہا تھا کہ تم ان کے فیصلہ پرانے تو سقنی طرف اشارہ کرو گے ذبح کا بتایا اور زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوالبابہ رضی اللہ عنہ نے فوج و قوت سے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے توبہ کر لی کہ انہوں نے اپنے آپ کو ستون سے باندھ لیا تھا اور کہا تھا اللہ کی قسم! میں اپنے آپ کو نہ صولوں کا اور نہ صولوں کا اور نہ کچھ ہوں گا یہاں تک کہ میں مریجاؤں یا اللہ! میری توبہ قبول کر لیں تو سات دن اسی حالت میں رہے نہ کچھ حیا نہ پائی تھی کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تو ان کو کہا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے کہا اللہ کی قسم! میں خود کو نہ کھولوں گا جب تک مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود آ کر نہ کھولیں تو آپ علیہ السلام نے یہ آیت نازل فرمائی اور ان کو صولوں کا اور نہ کچھ ہوں گا یہاں تک کہ میں مریجاؤں یا اللہ! میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنی قوم کا پڑوس چھوڑ دوں جس کی وجہ سے کنو میں مبتلا ہوا ہوں اور اپنا تمام مال اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقہ کر دوں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اے ابوالبابہ! تجھے تہائی کافی ہے، آگے سب حضرات فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کے مالوں کا

تہائی حصہ قبول کیا اور دو تہائی ان لوگوں کے پاس رہنے دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا ”خذ من اموالہم“ کہ مال میں سے کچھ لیں، یہ نہیں فرمایا تھا کہ سارا مال لے لیں۔ حسن اور قتادہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ ان تین کے علاوہ ہیں جو پیچھے رہ گئے تھے۔

⑩ ”خذ من اموالہم صدقة تطہرہم“ اس کے ذریعے ان کے گناہوں کو ”وتزکیہم بہا“ ان کو منافقین کے مرتبہ سے بلند کر کے مخلصین کے مرتبہ تک پہنچادیں اور بعض نے کہا کہ ان کے مال بڑھ جائیں ”وصل علیہم“ ان کے لیے دُعا اور استغفار کریں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ صدقہ وصول کرنے والے کا صدقہ دینے والے کو یہ کہنا ہے ”آجرک اللہ فیما اعطیت و بارک لک فیما ابقیت“ (اللہ تیرے دیئے ہوئے پر اجر دیں اور باقی مال میں برکت دیں) اور الصلوة کا معنی دُعا کرنا ہے۔ ”ان صلواتک“ حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے ”صلواتک“ واحد کا صیغہ اور یہاں تاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور سورۃ ہود میں ”اصواتک“ اور سورۃ المؤمنین میں ”علی صلواتہم“ سب کو واحد کا صیغہ۔ حفص رحمہ اللہ نے ان دونوں کی یہاں اور سورۃ ہود میں موافقت کی ہے اور دیگر حضرات نے ان سب میں جمع کا صیغہ اور یہاں تاء کی زیر پڑھی ہے اور سورۃ مؤمنین میں بھی اور الانعام میں اختلاف نہیں ہے۔ ”وہم علی صلواتہم یحافظون“ اور المعارج میں جو ہے ”وہم علی صلواتہم دائمون“ یہ دونوں واحد کے صیغے ہیں۔ ”ان صلواتک سکن لہم“ یعنی بے شک آپ کی دُعا ان کے لیے رحمت ہے۔ یہ بات ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اور بعض نے کہا کہ ان کے لیے سکون و اطمینان ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی ہے۔ اور ابو عبیدہ فرماتے ہیں ان کے دلوں کو ثابت قدم رکھنے والی ہے ”واللہ سمیع علیم“

مسئلہ:- اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ صدقہ وصول کرنے کے وقت امام پر دُعا دینا واجب ہے یا نہیں؟ بعض علماء رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ واجب ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مستحب ہے اور بعض نے کہا ہے کہ فرض صدقات کی وصولی کے وقت دُعا واجب ہے اور نقلی صدقات کے وقت مستحب ہے۔ عمرو بن مرة رحمہ اللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا (یہ اصحاب شجرہ میں سے ہیں) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی قوم صدقہ لاتی۔

تو آپ علیہ السلام فرماتے ”اللہم صل علیہم“ تو میرے والد آپ علیہ السلام کے پاس صدقہ لے کر حاضر ہوئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”اللہم صل علی آل ابی اوفی“ اور ابن کيسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ فرض صدقہ میں نہیں ہے بلکہ قسم کے کفارہ کے صدقہ میں ہے اور عمرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرض صدقہ میں ہے۔ جب ان لوگوں کی توبہ قبول ہوگئی تو جن لوگوں نے پیچھے رہ جانے کے باوجود توبہ نہیں کی تھی وہ کہنے لگے کہ یہ لوگ کل تو ہمارے ساتھ تھے کہ نہ ان سے کوئی بات کرتا تھا نہ کوئی ساتھ بیٹھتا تھا۔ اب ان کو کیا ہو گیا؟ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس آ کر منافقین سے گفتگو اور ہم نشینی سے منع فرمادیا تھا۔

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ⑪ وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ⑫ وَآخِرُونَ مُرْجُونَ

لَا مَرَّ لِلَّهِ إِذَا مَا يُعَذِّبُهُمْ وَإِنَّمَا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾

﴿تفسیر﴾ کیا ان کو یہ خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو قبول فرماتا ہے اور (کیا ان کو) یہ (خبر نہیں) کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے (کی صفت میں اور رحمت کرنے (کی صفت میں) کامل ہے اور آپ پر دیکھئے کہ (جو پھوپھو) مثل کئے جاؤ سوا بھی دیکھے لیتا ہے تمہارے عمل کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور اہل ایمان اور (پھر آخرت میں) ضرور تم کو ایسے (اللہ) کے پاس جاتا ہے جو تمہارا چہرہ اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے سو وہ تم کو تمہارا سب کیا ہوا عقوبتوں کا اور پھر اور لوگ ہیں جن کا معاملہ خدا کے حکم آنے تک ملتوی ہے کہ ان کو سزا دے گا یا ان کی توبہ قبول کرے گا اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے (اور) حکمت والا ہے۔

﴿تفسیر﴾ ﴿اللَّهُ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ﴾ یعنی ان کو قبول کرتے ہیں وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ النَّوَابِغُ الرَّحِيمُ“ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو القاسم سلمی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمہارے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ نہیں ہے کوئی بند جو اپنی پاکیزہ کمائی سے صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرے اور اس کی توبہ قبول کرتے ہیں اور آسمان کی طرف پاکیزہ چیزیں بند ہوتی ہے مگر اس کو زمین کے ہاتھ میں رکھ دیتا ہے تو وہ اس کی ایک پاداش دیتا ہے جیسے تم میں سے کوئی ایک اپنے گھرنے کی پرورش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک لقمہ قیامت کے دن اسے پہاڑوں میں آگے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ”إِنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ“

﴿وَلَقَدْ أَعْمَلُوا لِسِرِّي اللَّهِ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ یہ ہر زمانہ لفظ ہے جس کا ان کے لیے وعید ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا اللہ تعالیٰ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دیکھتا ہے اور مؤمنین کا دیکھنا ان کے دلوں میں نیک لوگوں کی محبت و النور برے لوگوں کا بغض و النور۔

﴿وَإِخْرَاجُ مَرْجُونَ لَأَمْرًا لِلَّهِ إِذَا مَا يُعَذِّبُهُمْ وَإِنَّمَا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ اہل مدینہ اور اہل کوفہ نے ابو ہریرہ کے علاوہ ”مروجون“ بغیر ہمزہ کے پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے ہمزہ کے ساتھ اور ”الارجاء“ بنا خیر کرتا۔

آخر وان مرجون سے کون لوگ مراد ہیں

”مروجون“ یہ دو تین لوگ تھے جن کا واقعہ آگے تفصیل سے آ رہا ہے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، بلال بن امیہ، مراد بن ربیع رضی اللہ عنہم ان حضرات نے توبہ کرنے اور غم کرنے میں اتنی کوشش نہیں کی جو ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے کی تھی تو نبی کریم نے پچاس راتیں ان کا معاملہ موقوف رکھا اور لوگوں کو ان سے بات چیت کرنے اور ان کے ساتھ بیٹھنے سے منع کر دیا تو یہ چیز ان پر بہت گراں گزری اور زمین تک ہوئی، یہ بدر کے شرکاء میں سے تھے تو کچھ لوگ کہنے لگے کہ یہ بلائیں ہو گئے اور دوسرے لوگ کہنے لگے کہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کر دیں تو یہ اللہ کے حکم کے خلاف تھے نہیں جانتے

تھے کہ ان کو عذاب دیں گے یا ان پر رحم کریں گے یہاں تک کہ پچاس راتوں کے بعد ان کی توبہ کا حکم نازل ہوا۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِمَنْ حَارَبَ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٠٧﴾

اور بعض ایسے ہیں جنہوں نے ان اغراض کے لئے مسجد بنائی ہے کہ (اسلام کو) ضرر پہنچاویں اور (اس میں بیٹھ کر) کفر کی باتیں کریں اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں اور اس شخص کے قیام کا سامان کریں جو اس کے قبل سے خدا و رسول کا مخالف ہے اور (پوچھو تو) قسمیں کھا جاویں گے کہ بجز بھلائی کے اور ہماری کچھ نیت نہیں اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔

تفسیر ﴿١٠٧﴾ ”وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا اٰہلِ مَدِيْنَةِ اٰہلِ شَامِ نِيَّۃً لِّبَدَالِ الدِّيْنِ“ بغیر واؤ کے پڑھا ہے اور اسی طرح ان کے مصاحف

میں ہے اور دیگر حضرات نے واؤ کے ساتھ پڑھا ہے۔

مسجد ضرار کی بناء کا پس منظر

مَسْجِدًا ضِرَارًا“ یہ آیت منافقین کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ ان لوگوں نے ایک مسجد بنائی جس کے ذریعے مسجد قباء کی مخالفت کرنا چاہتے تھے۔ یہ بارہ منافق تھے۔ ودیعہ بن ثابت، خدام بن خالد اسی کے گھر سے یہ مسجد نکالی گئی اور ثعلبہ بن حاطب، حارثہ بن عمرو اور اس کے دو بیٹے مجمع اور زید، معتب بن قشیر، عباد بن حنیف، سہل بن حنیف کا بھائی، ابو حمیہ بن ازعر، نجل بن حارث، بحاد بن عثمان اور ایک آدمی جس کو بحدج کہا جاتا تھا۔ انہوں نے یہ مسجد بنائی مسلمانوں کو تکلیف دینے کے لیے۔ ”وَكَفْرًا“ اللہ اور اس کے رسول کا ”وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ“ اس لیے کہ تمام مسلمان مسجد قباء میں نماز پڑھتے تھے تو انہوں نے مسجد ضرار بنائی تاکہ ان میں سے بعض وہاں نماز پڑھیں تو ان میں اختلاف پیدا ہوں، ان کو نماز مجمع بن حارثہ پڑھاتا تھا۔ جب تعمیر سے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ علیہ السلام اس وقت تبوک کے سفر کی تیاری فرما رہے تھے تو کہنے لگے اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے مریضوں اور حاجت مندوں کی نماز کے لیے مسجد بنائی ہے اور بارش اور سردیوں کی راتوں کے لیے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام وہاں تشریف لائیں اور ہمارے ساتھ اس میں نماز پڑھیں اور ہمارے لیے برکت کی دعا کریں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں سفر کے لیے جا رہا ہوں اگر ہم واپس آئے تو ان شاء اللہ تمہارے پاس آ کر اس میں نماز پڑھیں گے۔ ”وَإِرْصَادًا لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ“ یعنی اس شخص کے انتظار اور تیاری کے لیے جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی اس سے پہلے۔ یہ شخص ابو عامر راہب تھا یہ انہی منافقین میں سے تھا اور یہ حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ کا والد ہے۔ یہ جاہلیت میں نصرانی ہو کر راہب بن گیا تھا اور ٹاٹ کا لباس پہنتا تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ علیہ السلام کو ابو عامر نے کہا وہ دین کیا ہے جس کو آپ

عبدالسلام لائے ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا میں دین حنیف ابراہیم علیہ السلام کا دین لایا ہوں تو ابونا مرکنے لگا کہ میں بھی اسی دین پر ہوں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تو اس پر نہیں ہے کہنے لگا کیوں نہیں لیکن آپ علیہ السلام نے تو دین حنیف میں وہ باتیں داخل کر دی ہیں جو اس میں نہیں تھیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے کچھ نہیں کیا میں تو اس دین کو سفید صاف ستھرا کے کر آیا ہوں تو ابونا مرکنے لگا کہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں میں سے بھونے کو موت دے اس حال میں کہ اکیلا مسافر کی حالت میں ہو تو آپ علیہ السلام نے فرمایا (آمین) اور اس کا نام ابونا مرزق رکھا۔

جب احد کا دن آیا تو ابونا مرزق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ میں جس قوم کو بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ قتال کرتا ہوں گا تو آپ علیہ السلام کے ساتھ اسی سے قتال کروں گا تو آپ علیہ السلام کے ساتھ مل کر جنگ حسین تک لڑائی کرتا رہا۔ پھر جب ہوازن و شہست ہوئی تو امید ہو کر شام کی طرف بھاگ گیا اور منہ فقیہ کو پیغام بھیجا کہ جتنا ہو سکے قوت اور ہتھیار تیار کرو اور میرے لیے ایک مسجد بناؤ، میں روم کے بادشاہ قیصر کے پاس جا رہا ہوں اور روم سے ایک بڑا لشکر لاؤں گا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ علیہ السلام کے ساتھیوں کو مدینہ سے نکال دوں گا تو ان لوگوں نے مسجد قباء کے پہلو میں مسجد ضرار بنائی تو یہ مطلب ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَارْصَادُ الْمَن حَارِبِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ مِنْ فِئْلِ" یعنی ابونا مرزق جب شام سے آئے تو اس میں نماز پڑھے اور نہ اس مسجد ضرار کے بننے سے پہلے بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کر چکا ہے۔ "وَلَيَنْخَلِقُنَّ اِنْ اَرَادْنَا اِلَّا الْخُفْسِي" یعنی اس کی قمیہ سے اچھے کام کا ارادہ ہے اور وہ اچھا کام مسلمانوں کے ساتھ فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد تک جانے سے عاجز اور ضعیف لوگوں کے لیے سہولت۔ "وَاللَّهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ" اپنے قول اور قسم میں۔

ادیت کیا کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے واپس تشریف لائے اور مدینہ کے قریب ذی اوان جگہ پر پہنچے تو آپ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور ان کی مسجد میں بیٹھنے کا مطالبہ کیا تو آپ علیہ السلام نے اپنی قمیص منگوائی تاکہ اس میں پہن کر ان کے پاس جائیں تو آپ علیہ السلام پر قرآن نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو مسجد ضرار کی خبر اور ان لوگوں کا ارادہ بتایا تو آپ علیہ السلام نے مالک بن دشمن رضی اللہ عنہ، معین بن عدی، عامر بن سکین اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم سے قتال حضرت دشمنی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو فرمایا کہ اس مسجد کی طرف جاؤ جس کے لوگ ظالم ہیں اس کو گرا دو اور جلا دو تو یہ حضرات بڑی تیزی سے روانہ ہوئے۔ جب بنو سالم بن عوف پر پہنچے جو مالک بن دشمن رضی اللہ عنہ کا قبیلہ ہے تو مالک رضی اللہ عنہ نے یہاں مجھے مہلت دے تاکہ میں اپنے گھر سے آگ لے آؤں تو وہ گھر گئے اور کھجور کی ایک شاخ لے کر اس کو آگ لگائی۔ پھر یہ حضرات وہاں سے نکلے اور دوڑتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے اور اس میں کچھ لوگ تھے تو اس کو آگ لگا دی اور گرا دیا اور مسجد والے ایک طرف ہو گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو کوڑی بنا دیا جائے اس میں مرد و جانور، بدبودار چیزیں وغیرہ ڈالی جائیں اور ابونا مرزق شام میں اکیلا مسافر کی حالت میں مر گیا۔

ادیت کیا کیا ہے کہ بنو عمر و بن عوف جنہوں نے مسجد قباء بنائی تھی یہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان

کے پاس آئے اور کہا کہ مجمع بن حارثہ کو اجازت دیں کہ مسجد قباء میں ہماری امامت کیا کریں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ کیا یہ مسجد ضرار کا امام نہیں تھا؟ تو مجمع رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عرض کیا اے امیر المؤمنین! میرے بارے میں جلدی نہ کریں، اللہ کی قسم! میں نے اس مسجد میں نماز تو پڑھی تھی لیکن میں یہ نہیں جانتا تھا کہ ان کے دل میں کیا ہے۔ اگر میں یہ بات جانتا تو ان کے ساتھ اس مسجد میں نماز نہ پڑھتا۔ میں نوجوان لڑکا تھا، قرآن پڑھنے والا تھا، وہ بوڑھے تھے قرآن نہ پڑھ سکتے تھے تو میں نے ان کو نماز پڑھادی، میں تو یہی سمجھتا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے ایسا کر رہے ہیں لیکن میں ان کے دل کی بات نہ جانتا تھا تو اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا عذر قبول کر کے ان کی تصدیق کی اور ان کو مسجد قباء میں نماز پڑھانے کی اجازت دے دی اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر شہروں کی فتوحات کیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ ایک شہر میں دو مسجدیں نہ بنائیں کہ ایک دوسرے کی مخالفت کرنے لگیں۔

لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۖ لَمَْسْجِدٍ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ۗ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ ﴿۱۰۸﴾

﴿۱۰۸﴾ آپ اس میں کبھی (نماز کیلئے) کھڑے نہ ہوں البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے (مراد مسجد قبا ہے) وہ (واقعی) اس لائق ہے کہ آپ اس میں (نماز کے لئے) کھڑے ہوں اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔

﴿تفسیر﴾ ﴿۱۰۸﴾ ”لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہے کہ آپ علیہ السلام اس میں نماز نہ پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ مسجد ضرار میں نماز نہ پڑھیں۔ لام ابتداء کیلئے ہے اور بعض نے کہا ہے لام قسم ہے اصل عبادت (واللہ لمسجد اسس) یعنی اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی سو (من اول یوم) یعنی جس دن پہلے اس کی بنیاد رکھی گئی تھی ”لَمَْسْجِدٍ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ“ نماز پڑھنے کے لیے۔ اس مسجد کی تعیین میں اختلاف ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ یہ مدینہ کی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ ابو سلمہ عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میرے پاس سے عبدالرحمن بن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہم کا گزر ہوا تو میں نے پوچھا کہ آپ نے اپنے والد سے ”لَمَْسْجِدٍ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ“ کے بارے میں کیا سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میرے والد نے کہا ہے کہ میں آپ علیہ السلام پر آپ علیہ السلام کی بعض ازواج میں کسی کے گھر داخل ہوا تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) دو مسجدوں میں سے کون سی تقویٰ پر بنائی گئی ہے تو آپ علیہ السلام نے کنکریوں کی ایک مٹھی لی اور اس کو زمین پر مارا اور فرمایا وہ تمہاری یہ مدینہ کی مسجد ہے تو میں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے بھی آپ کے والد سے اسی طرح سنا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جو محمد میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر حوض پر ہے اور علماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ یہ مسجد قبا ہے اور یہی عظیمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور یہی عمرو بن زبیر، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم اور قتادہ و رمہ اللہ کا قول ہے۔ عبد اللہ بن دینار نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا تشریف لاتے، پیدل چل کر اور سوار ہو کر اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسے کرتے تھے اور تابع نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں دو رکعت پڑھتے تھے۔ "لَبِئْسَ رَجَالٌ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَيُنتَفِئُونَ عَنْهُ" حدیث اور بتابت اور نبی سے۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ پانی سے استنجاء کرتے تھے اور رات کو بتابت کی حالت میں نہ سوتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آیت قبا لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ "وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ"

الْمَنْ أَمْسَ بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَى مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَنْ أَمْسَ بُنْيَانَهُ عَلَى شِقَا
جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ①

① پھر آئی یہ آیت جس نے اپنی عمارت (یعنی مسجد) کی بنیاد خدا سے ڈرنے پر اور خدا کی خوشنودی پر رکھی ہو یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی کھالی (یعنی ہار) کے کنارے پر جو کہ گرنے ہی کو ہے رکھی ہو پھر وہ (عمارت) اس (ہار) کو لے کر آتش دوزخ میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ ایسے خالموں کو (دین کی) سمجھ ہی نہیں دیتا۔

تفسیر ① "الْمَنْ أَمْسَ بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَى مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَنْ أَمْسَ بُنْيَانَهُ عَلَى شِقَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ" اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رام کے سنون کے ساتھ اور باقی حضرات نے رام کے شہر کے ساتھ پڑھا ہے یہ دونوں لغتیں فصیح ہیں۔ ہارف یہ دونوں جس کی مندرجہ ذیل ہو "ہار" یعنی ہار اور بھرنے والا ہے۔ "فانهار به" یعنی بنانے والے ساتھ گر پڑے یعنی ہار جہنم میں گرا جائے۔ اس مسجد سے اربعہ جہنم کے کنارے پر تعمیر کی طرح ہے کہ وہ اپنے اوپر آباد لوگوں کے ساتھ جہنم میں گر جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ ایسے ہے کہ ان کا مذاق ان کو جہنم میں لے جائے گا "وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ"

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيَّةَ فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ②
أَنْ اللَّهُ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
فَيُقْتَلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدَا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ مَنْ أُولَى بِعَهْدِهِ مِنَ
اللَّهِ فَاسْتَبَشِرُوا بِنِعْمَتِ اللَّهِ الَّتِي بِأَيْدِيهِمْ بِهِ وَأُوذِلِكُمْ هُوَ الْقُرْآنُ الْعَظِيمُ ③

② ان کی یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں (کاٹنا سا) کھنکنی رہے گی ہاں مگر ان کے

(وہ) دل ہی اگر فنا ہو جاویں تو خیر اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی (اور خدا کے ہاتھ مال و جان کے بیچنے کا مطلب یہ ہے کہ) وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں اس پر (جنت کا) سچا وعدہ کیا گیا ہے تو ریت میں (بھی) اور انجیل میں (بھی) اور قرآن میں (بھی) اور (یہ مسلم ہے کہ) اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے (اللہ تعالیٰ سے) معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

تفسیر 10 "لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيْبَةً شُكٍّ اَوْرِنْفَاقِ كَ طُورِ پَرِ فِى قُلُوْبِهِمْ" وہ خیال کرتے تھے کہ وہ اس مسجد کو بنا کر نیک کام کر رہے ہیں جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو پچھڑے کی بڑی محبت تھی۔ یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کی ہے اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حسرت اور ندامت ہے کیونکہ وہ اس کی تعمیر پر نادم تھے اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کی تعمیر کا گرنا شک اور غصہ کا سبب ہے ان کے دلوں میں۔ "اَلَا اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ" یعنی ان کے دل پھٹ جائیں اور وہ مر جائیں۔ اور ابن عامر، ابو جعفر، حفص اور حمزہ رحمہما اللہ نے "تقطع" تاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی "تقطع" تودو تاء میں سے ایک کو حذف کیا گیا ہے تخفیف کی غرض سے اور دیگر حضرات نے "تقطع" تاء کے پیش کے ساتھ تفتح سے پڑھا ہے اور صرف یعقوب رحمہ اللہ نے "الی ان" لام کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے غایت ہونے کی بناء پر اور دیگر حضرات نے "الا ان" لام کی شد کے ساتھ استثناء کی بناء پر پڑھا ہے اور یعقوب کی قرأت پر ضحاک اور قتادہ رحمہما اللہ کی تفسیر دلالت کرتی ہے کہ وہ ہمیشہ اس سے شک اور شرمندگی میں رہیں گے یہاں تک کہ جب وہ مریں گے تو اس وقت ان کو یقین آجائے گا۔ "وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ"

جان و مال کے بدلے میں جنت کا سودا

11 "اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ" محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی مکہ میں عقبہ کی رات کو اور یہ ستر افراد تھے تو عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ علیہ السلام اپنے رب اور اپنے لیے جو چاہے شرط طے کر لیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے لیے یہ شرط رکھتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے اور اپنے لیے یہ شرط رکھتا ہوں کہ تم مجھ سے ہر اس چیز کو روکو گے جس کو اپنے آپ اور اپنے مال سے روکتے ہو تو انہوں نے عرض کیا کہ تو ہمیں کیا ملے گا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا جنت۔ تو انصار کہنے لگے بڑے نفع کا سودا ہے ہم نہ خود اس کو ختم کریں گے اور نہ ختم کرنے کا مطالبہ کریں گے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ "بَانَ لَهُمُ الْجَنَّةُ اَوْرَاغْمَشِ رَحْمَةُ اللّٰهِ" "بِالْجَنَّةِ" پڑھا ہے۔ "يُقَاتِلُوْنَ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ" حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے "فيقتلون" ياء کے پیش اور تاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ مفعول کے

فعل کے فاعل کے فعل پر مقدم ہونے کی بناء پر۔ یعنی "بقتل بعضهم وبقتل البالون" اور باقی حضرات نے "لبيقتلون" یاہ کے زبر اور تاء کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ "وبقتلون" یاہ کے پیش اور تاء کے زبر کے ساتھ فاعل کے فعل مفعول کے فعل پر مقدم ہونے کی بناء پر اور جب یہ ہے کہ دو پہلے کفر کو قتل کرتے ہیں پھر شہید ہوتے ہیں یہ جب زیادہ ظاہر ہے اور اس کی قرأت اکثر ہے۔ بقاتلون فی سبیل اللہ لبيقتلون وبقتلون وعداً علیہ حقاً یعنی جنت کا ثواب ان کے لیے وعدہ ہے اور حق ہے۔

"فی التوبة والانشور والقرآن" یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ وعدہ کیا اور اس کو ان کتابوں میں بیان کیا۔ اس آیت میں دلیل ہے کہ تم موتوں والوں کو بجا رکھا تمہارا کیا جنت کے ثواب کے بدلے۔ پھر ان کو خوشخبری دی اور فرمایا "ومن اولیٰ بغیبہ من اللہ فاستشروا ثم خولوا بوجہ الذی ینبئکم الذی ینبئکم بہ ما وذلک هو الفوز العظیم"

مومنین کیلئے ستا سودا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے بیعت کی اور دونوں سو دے تمہارے مقرر کر دیئے اور تمہارا وعدہ ہے کہ تمہاری جنت میں مزید اضافہ کر دیا اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمہارا نفع والی بیعت کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے ہر مومن سے کی ہے اور انہی سے روایت ہے کہ فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تجھے انبیاء کی ہے تو انہی کے کچھ حصے کے بدلے جنت کو خریدے۔ پھر ان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

التائبون العابدون الحامدون السائحون الراكفون السجدون الامرون بالمعروف
والناہون عن المنکر والحفظون لحدود اللہ وبشیر المؤمنین ﴿۱۱﴾ ما كان للنبي
والذين امنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا اولیٰ قریبی من بعد ما تبين لهم
انهم اصحاب الجحیم ﴿۱۲﴾

﴿۱۱﴾ اور ایسے ہیں جو (کنہ ہوں سے) توبہ کرنے والے ہیں (اور اللہ کی) عبادت کرنے والے (اور) حمد کرنے والے روز رکھنے والے روع اور سجد کرنے والے (ہیں یعنی نماز پڑھتے ہیں اور) نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدوں کا (یعنی احکام کا) خیال رکھنے والے ہیں اور ایسے مومنین کو (جن میں جہاد اور یہ صفات ہوں) آپ خوشخبری سنا دیجئے پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اور چہ اور شہتہ دار ہی (کیوں نہ) ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔

سودا کرنے والے مومنین کی صفات

﴿۱۱﴾ "التائبون" لہذا فرماتے ہیں رفع کے ساتھ نئی کلام شروع کی گئی ہے پہلی آیت کے مکمل اور کلام کے ختم

ہونے کی وجہ سے۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”التائبون“ مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور اس کی خبر محذوف ہے۔ یعنی توبہ کرنے والے جنتی ہیں خواہ انہوں نے جہاد میں شرکت نہ کی ہو مگر ان کے اندر عداوت و عناد کا جذبہ نہ ہو اور یہ ارادہ نہ ہو کہ جب اللہ جہاد کی طاقت دے گا تب بھی جہاد نہیں کریں گے تو جس کی یہ صفت ہوگی تو اس کے لیے بھی جنت ہے اور یہ معنی اچھا ہے تو گویا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مؤمنین کے لیے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے (وَكَلَّا وَعَدَلِلَّهِ الْحَسَنَى) پس جس نے اس کو پہلے کے تابع بنایا ہے تو ان کیلئے بھی جنت کا وعدہ ہے اور اگر جنت کا وعدہ ان مجاہدین کے لئے ہو جو ان صفات کے ساتھ موصوف ہیں۔ ”التائبون“ یعنی وہ لوگ جنہوں نے شرک سے توبہ کی اور نفاق سے بری ہوئے۔ ”الْعَبْدُونَ“ اطاعت کرنے والے جنہوں نے خالص اللہ کے لیے عبادت کی ہو۔ ”الْحَمِيدُونَ“ یعنی جو خوشحالی و تنگ حالی ہر حال میں اللہ کی حمد کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں پہلے ان لوگوں کو بلایا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں خوشی اور تنگی میں۔ ”السَّائِحُونَ“ ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ روزہ دار مراد ہیں۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روزہ دار کو سائح اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ وہ کھانے پینے اور نکاح کی تمام لذات چھوڑ دیتا ہے اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”سائحون“ سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مراد ہیں۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے سیاحت کی اجازت دیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میری امت کی سیاحت اللہ کے راستے میں جہاد ہے اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”سائحون“ سے طالب علم مراد ہیں۔ ”الرَّكْعُونَ السَّجِدُونَ“ یعنی نماز پڑھنے والے ”الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَإِيمَانِ كَسَاتِحِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ“ شرک سے اور کہا گیا ہے کہ معروف سے مراد سنت ہے اور منکر سے مراد بدعت ہے وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ اللہ کے اوامر پر قائم رہنے والے اور حسن فرماتے ہیں کہ اہل وفا مراد ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ کی ہوئی بیعت کو پورا کیا۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ“

مشرکین کیلئے استغفار کی ممانعت

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ﴾ اس آیت کے سبب نزول میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس کا سبب نزول وہ ہے جو سعید بن مسیب نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوطالب کی وفات کا وقت آیا تو آپ علیہ السلام ان کے پاس آئے تو ان کے پاس ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی اُمیہ بن مغیرہ کو بیٹھے دیکھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا، اے چچا! ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کا کلمہ کہہ دے میں تیرے لیے اللہ کے ہاں اس کلمہ کے ذریعے زوردار سفارش کروں گا تو ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی اُمیہ بن مغیرہ کہنے لگے کیا تو عبدالمطلب کے دین سے اعراض کر رہا ہے؟ تو آپ علیہ السلام ان پر اپنی بات پیش کرتے رہے اور وہ یہ بات بار بار کرتے رہے حتیٰ کہ ابوطالب نے آخری بات یہ کہی۔ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں اور ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہنے سے انکار کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی

قسم میں آپ کے لیے استغفار کرتا رہوں گا جب تک اسی سے روک نہ دیا جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی "ما كان للنبي والذين امنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا اوليٰ اولىٰ لفرى من بعد ما تبين لهم انهم اضغاب الجحيم" اور ابوطالب کے بارے میں یہ آیت نازل کی "انك لا تهدي من احببت ولكن الله يهدي من يشاء"

ابوطالب کے سامنے کلمہ پیش کرنا اور ان کا انکار کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب کو کہا اے چچا لا الہ الا اللہ کہہ دو میں تمہارے لیے قیامت کے دن اس کی گواہی دوں گا تو انہوں نے کہا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قریش مجھے عار دلاؤں گے اور بتیں گے کہ اس کو کلمہ کہنے پر موت کے خوف نے مجبور کیا ہے تو میں اس کلمہ کے ذریعے تیری آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ "انك لا تهدي من احببت ولكن الله يهدي من يشاء" حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ علیہ السلام کے چچا ابوطالب کا تذکرہ ہوا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ شاید اس قوم کی شفاقت قیامت کے دن نفع دے اور اس کو جہنم کے ایک گڑھے میں ڈالا جائے کہ آگ اس کے فحشوں تک پہنچے جنس کی سب سے اس کا دماغ جوش و راز ہے۔

حضرت ابو ہریرہ اور بریدہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو اپنی والدہ آمنہ کی قبر پر آئے اور اس پر ٹھہرے۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہونے لگے اس امید پر ٹھہرے کہ آپ علیہ السلام کو اجازت دی جائے تو آپ علیہ السلام ان کے لیے استغفار کریں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ "ما كان للنبي والذين امنوا ان يستغفروا للمشركين" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی تو اتنے روئے کہ ساتھ واپس بھی روانہ نہ کیا۔ پھر فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ میں ان کے لیے استغفار کروں تو مجھے اجازت نہیں دی گئی اور میں نے قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت دی گئی تو تم قبروں کی زیارت کرو کیونکہ یہ موت کو یاد دلاتی ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے والد کے لیے استغفار کروں گا جیسے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لیے استغفار کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "ما كان للنبي والذين امنوا الخ" اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کی خبر دی کہ انہوں نے اپنے والد کو یہ کہا تھا "سلام علیک سامع غفور لک رہی" تو میں نے ایک شخص کو سنا کہ وہ اپنے مشرک والدین کے لیے استغفار کر رہا ہے تو میں نے اس کو کہا کہ تو ان کے مشرک ہونے کے باوجود ان کے لیے استغفار کر رہا ہے؟ تو اس نے کہا کیا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لیے استغفار نہیں کیا تھا؟ تو میں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور یہ بات ذکر کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

"قد كانت لكم اموة حسنة لى ابراهيم الا قول ابراهيم لابيہ لا استغفرون لک"

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيمَ لِابِيهِ اِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهُ عَدُوٌّ لِلّٰهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ط اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَآوَاةٌ حَلِيْمٌ ﴿١١١﴾

﴿تفسیر﴾ اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت مانگنا وہ صرف وعدہ کے سبب سے تھا جو انہوں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا۔ پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ خدا کا دشمن ہے (یعنی کافر ہو کر مرا) تو وہ اس سے محض بے تعلق ہو گئے واقعی ابراہیم بڑے رحیم المزاج حلیم الطبع تھے

﴿تفسیر﴾ ﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيْمَ لِابِيهِ اِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا اِيَّاهُ﴾، بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ”ایاہ“ کی ہاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہے اور وعدہ ان کے والد کی طرف تھا وہ یہ کہ ان کے والد نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسلام لے آئیں گے تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا عنقریب میں آپ کے لیے اپنے رب سے استغفار کروں گا یعنی جب آپ مسلمان ہو گئے۔

اور بعض مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ”ایاہ“ کی ہاء اب کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کے لیے استغفار کریں گے کیونکہ ان کے اسلام کی اُمید تھی اور وہ باری تعالیٰ کا قول (سا استغفر لک ربی) ہے اس پر حسن کی قرأت (وعدھا اباہ) بآ کیساتھ دلالت کرتی ہے اور اس پر دلیل کہ یہ وعدہ ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے تھا اور استغفار والد کے شرک کی حالت میں کیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اِسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْ اِبْرَاهِيْمَ اِلَّا قَوْلَ اِبْرَاهِيْمَ لِابِيهِ لَا اَسْتَغْفِرُ لَكَ“ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صراحت کر دی کہ ابراہیم علیہ السلام کی اس استغفار میں پیروی نہ کی جائے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کیلئے جو استغفار کیا تھا اس کے اسلام لانے کی اُمید کی وجہ سے یا اس وعدہ کی وجہ سے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا لا استغفرون الیک۔ ”فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهُ عَدُوٌّ لِلّٰهِ“ اس کے کفر پر مرنے کی وجہ سے ”تَبَرَّأَ مِنْهُ“ اور بعض نے کہا جب آخرت میں ان پر واضح ہو گا کہ یہ اللہ کا دشمن تھا تو اس سے برأت ظاہر کریں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام کی اپنے والد آزر سے ملاقات ہوگی اور آزر کے چہرے پر سیاہی اور غبار ہوگا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کو کہیں گے کیا میں نے آپ کو نہیں کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کریں تو ان کے والد جواب دیں گے کہ آج کے دن میں تیری نافرمانی نہ کروں گا تو ابراہیم علیہ السلام کہیں گے کہ اے میرے رب! آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے اس دن رسوا نہ کریں گے جس دن سب اٹھائے جائیں گے تو میرے والد سے بڑی رسوائی کون سی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے جنت کو کافروں پر حرام کر دیا ہے۔ پھر آزر کو اس کی ٹانگوں سے پکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اس دن ابراہیم علیہ السلام اس سے برأت ظاہر کریں گے۔ ”اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَآوَاةٌ حَلِيْمٌ“.....

اواہ کی تفسیر میں ائمہ کے اقوال

"اواہ" کے معنی میں اختلاف ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ "اواہ" ناجزئی کرنے والے گڑگڑانے والے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "اواہ" بمعنی دُعا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ "اواہ" بمعنی توبہ کرنے والا مؤمن۔ سنن اور ترمذیہما اللہ فرماتے ہیں کہ "اواہ" بمعنی اللہ کے بندوں پر رحم کرنے والا اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "اواہ" بمعنی یقین رکھنے والا اور کعب احبار فرماتے ہیں کہ "اواہ" اودھنفس اودھنفس جو اللہ کے خوف کی وجہ سے بہت زیادہ آہیں (اودھنفس) کرے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی زندگی میں دوزخ کے خوف سے بکثرت آہیں بھرتے تھے۔ عقبہ بن عامر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "اواہ" جو اللہ کا ذکر کرے اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "اواہ" بمعنی خیر کی تعلیم دینے والا اور ابراہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بمعنی ابرو سعید نے کہا کہ اواہ سے وہ دھنفس مراد ہے جو خوف سے آواز کرنے والا یقین کی وجہ سے گڑگڑانے والا اور بن عدت کا اتنا م کرنے والا زجان نے کہا کہ ابرو سعید کا قول ان تمام معانی کو جامع ہے جو اودھنفس کے بیان کیے جاتے ہیں اودھنفس آواز جو سینے سے سانس لیتے وقت آواز سے نکلتے (جس کو آسان الفاظ میں ٹھنڈا سانس بھی کہا جاتا ہے) اور سعید بن جبیر جو اس کو کان سے یا تپند بات کہے اس سے درگزر کرے۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کی دھمکی کا جواب دیا۔ "لئن لم ننہ لارجمنک و اھجرنی ملیا قال سلام علیک ما ستغفر لک ربی" ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ سعید بمعنی سردار ہے۔

وما كان الله ليضل قوماً بعد اذ هلتهم حتى يبين لهم ما يتشؤون ان الله بكل شئ عليم ﴿۱۰﴾

ترجمہ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت کے پیچھے گمراہ کر دے جب تک کہ ان چیزوں کو صاف صاف نہ بتلاوے جن سے وہ بچتے رہیں بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔

تفسیر ﴿۱۰﴾ "وما كان الله ليضل قوماً بعد اذ هلتهم حتى يبين لهم ما يتشؤون" اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اوامر کو چھوڑنے کی وجہ سے گمراہی کا فیصلہ کرنے والے نہ تھے تمہارے مشرکین کے لیے استغفار کرنے کی وجہ سے۔ "حتى يبين لهم ما يتشؤون" مراد یہ ہے کہ حتیٰ کہ تمہارے سامنے ہی آجائے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ بیان کر دے اور تم اس کو نہ لو تو اس وقت تم گمراہی کے مستحق ہو گے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا بیان مؤمنین کو مشرکین کے لیے استغفار چھوڑنے کے بارے میں خاص ہے اور اپنی مصیبت چھوڑے اور ملامت کرنے کے بارے میں عام ہے، پس تم کرو اور چھوڑ دو۔

ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو عذاب نہیں دیتے جب تک ان کو یہ بیان نہ کر دیں کہ کیا انہوں نے چھوڑا ہے اور کیا سزا ہے۔ کلبی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ احکام کے بارے میں ہے کیونکہ ایک قوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور اسلام قبول کیا۔ اس وقت تک نہ شراب حرام ہوئی تھی اور نہ قبلہ کعبہ کی طرف تبدیل ہوا تھا تو وہ

اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور اسی حالت پر رہے اور شراب حرام کر دی گئی اور قبلہ کعبہ کی طرف پھیر دیا گیا اور ان کو اس کا بالکل علم نہ تھا۔ پھر وہ مدینہ آئے تو معلوم ہوا کہ شراب حرام کر دی گئی ہے اور قبلہ پھیر دیا گیا ہے تو عرض کرنے لگے اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ علیہ السلام ایک دین پر تھے اور ہم اس کے علاوہ دین پر چلتے رہے تو ہم گمراہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ”وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ“ یعنی اللہ تعالیٰ کسی ایسی قوم کے عمل کو باطل نہیں کرتے جو منسوخ حکم کو جانتی ہو۔ یہاں تک کہ ان کو ناسخ بیان کر دے۔ ”إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ“ پھر اپنی تعظیم کی اور فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط يُحْيِي وَيُمِيتُ ط وَمَا لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبٍ مِّنْ وَلِيِّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿١٥﴾ لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِن مَّ بَعْدَ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبَ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ط إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٦﴾

اور بلاشبہ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور تمہارا اللہ کے سوا نہ کوئی یار ہے نہ مددگار اللہ تعالیٰ نے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا پھر اللہ نے ان (گروہ) کے حال پر توجہ فرمائی بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق مہربان ہے۔

﴿١٥﴾ إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط وَهُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ط وَمَا لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبٍ مِّنْ وَلِيِّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿١٦﴾

﴿١٥﴾ ”لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ“ یعنی اللہ تعالیٰ نے درگزر کر دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی توبہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے منافقین کو جنگ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت دے دی اور بعض نے کہا کہ کلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شروع کیا اس لیے کہ آپ علیہ السلام ان کی توبہ کا سبب تھے۔ جیسے فرمایا ”فَإِنَّ لِلَّهِ خَمْسَةَ وَ لِلرَّسُولِ“ اور اسی کی مثل کئی جگہوں پر ”وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ“ یعنی تنگی کے وقت میں یہاں کوئی متعین گھڑی مراد نہیں ہے اور غزوہ تبوک کا نام غزوۃ العسرة رکھا گیا ہے اور لشکر کا نام جیش العسرة رکھا گیا ہے اور عسرة بمعنی سختی تنگی اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر سوار یوں، سفر خرچ اور پانی میں تنگی تھی۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے، ایک شخص تھوڑی دیر سوار ہوتا پھر وہ اتر جاتا تو دوسرا سوار ہو جاتا اور ان کا سفر خرچ کیڑے لگی ہوئی کھجوریں اور خراب جو تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت اس حال پر نکلی کہ ان کے پاس چند کھجوریں تھیں۔ جب ان کو بھوک لگتی تو ایک کھجور کو چاٹ لیتا تو اس کا ذائقہ آ جاتا۔ پھر اپنے ساتھی کو دے دیتا تو وہ اس کو چوس لیتا پھر اس پر ایک گھونٹ پانی پی لیتا۔ اسی طرح سب لوگ کرتے یہاں تک کہ اس کھجور پر صرف گھٹلی باقی رہ جاتی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی

سچائی اور یقین کے ساتھ جتنے رہے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ سخت گری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہوک کی طرف نکلتے تو ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، ہمیں وہاں سخت پیاس لگی تھی کہ ہمیں لگنے لگا کہ ہم عنقریب ختم ہو جائیں گے حتیٰ کہ ہم میں سے کوئی شخص پانی کی تلاش میں جاتا تو وہ نہ پاتا حتیٰ کہ گمان ہوتا کہ وہ ہلاک ہو چکا ہوگا اور یہ حالت آگئی کہ کوئی شخص اونٹ کو چڑھتا پھر اس کی اوبھڑنی کو چھوڑ کر پانی پی لیتا اور باقی کو اپنے بھکر پر ڈال دیتا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! (سبح اللہ علیہ وسلم) آپ علیہ السلام ڈن کریں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا آپ اس کو پسند کرتے ہیں؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہاں۔ تو آپ علیہ السلام نے ہاتھ اٹھائے اور ان کو نیچے نہیں کیا تھا کہ بوجھل بادل آئے اور یہ یہ پھر خوب برے تو سب پر امیر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے ساتھ جو مشینے تھے دو بھر لیے۔ پھر ہم گئے تو دیکھتے تھے کہ اس بارش نے شہر سے تو اڑ گیا تھا یعنی شہر کے پڑاؤ سے آگے کی جگہ بارش نہ تھی۔

”من بعد ما کاد بزویع نزا اور غمیں رہا، اللہ نے ”بزویع“ یاہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول ”کاد“ کی وجہ سے اور ”کادت“ آیتیں کجا اور دیگر معنات نے ہم کے ساتھ پڑھا ہے اور الزبیع مائل ہونا، یعنی اس کے بعد کہ قریب تھا۔ مائل ہو جائیں۔ ”فَلَلُّوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْہُمْ“ یعنی ان میں سے بعض کے دل۔ ”فَلَلُّوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْہُمْ“ یہاں دین سے انحراف مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جنگ سے انحراف اور واپس چلے جانے کا دل میں خیال آیا، سفر کی تکلیفوں کی وجہ سے۔ ”لَمَّا تَابَ عَلَیْہُمْ“ اگر یہ امتراض ہو کہ یہ توبہ کا ارادہ کیا حالانکہ اس سے پہلی آیت میں فرمایا ہے کہ ”لَقَدْ تَابَ اللہُ عَلَی النَّبِیِّ“ تو جواب یہ ہے کہ پہلی آیت میں توبہ کا ذکر نہ دے پہلے تھا اور یہ محض اللہ کا فضل ہے۔ پھر جب گناہ کو ذکر کیا تو توبہ ہو کر دیا گیا کہ ان کی توبہ قبول کر لی۔ ”اِنَّہٗ بِہِمَّ رَءُوفٌ رَّحِیْمٌ“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس کی اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرے تو اس کو اس پر بھی عذاب نہ دیں گے۔

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا مَا حَتَّىٰ إِذَا صَافَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَصَافَتْ عَلَيْهِمُ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٥﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿١٦﴾ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلِهِمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يُرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطْنُونَ مِنْهُنَّ مُطَنًا يُغِيبُ الْكُفَّارَ وَلَا يُنَالُونَ مِنْ غَدْرِ نِيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٧﴾

اور ان شخصوں کے حال پر بھی (توجہ فرمائی) جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب (ان کی پریشانی کی یہ نوبت پہنچی کہ) زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ خدا (کی گرفت) سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جاوے (اس وقت وہ خاص توجہ کے قابل ہوئے) پھر ان کے حال پر (بھی خاص) توجہ فرمائی تاکہ وہ آئندہ بھی (اللہ کی طرف) رجوع رہا کریں بیشک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والے بڑے رحم کرنے والے ہیں۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور (عمل میں) سچوں کے ساتھ رہو مدینے کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش (رہتے ہیں) ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ (زیبا تھا) کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں (اور) یہ (ساتھ جانے کا ضروری ہونا) اس سبب سے ہے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو ماندگی پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا چلے جو کفار کے لئے موجب غیظ ہوا اور دشمنوں کی جو کچھ خبر لی ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

غزوہ تبوک میں پیچھے رہنے والے صحابہ اور کعب بن مالک کا واقعہ

تفسیر ⑩ "وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا" یعنی غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے اور بعض نے کہا ہے کہ "خلفوا" یعنی ان کا معاملہ مؤخر کیا گیا ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی توبہ سے اور یہ تین حضرات کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت کعب نے فرمایا جس غزوہ پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے میں کسی غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سے سوائے غزوہ تبوک کے پیچھے نہیں رہا۔ ہاں غزوہ بدر میں ساتھ نہیں گیا تھا (اور بدر میں میرا شریک نہ ہونا قابل مواخذہ نہ تھا کیونکہ) جو لوگ بدر کو نہ جاسکے ان میں سے کسی پر اللہ نے عتاب نہیں کیا۔ وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے قافلہ کے ارادہ سے نکلے تھے (لڑائی کا ارادہ ہی نہ تھا) لیکن بغیر کسی مقررہ وعدہ کے دشمن سے بحکم خدا مد بھیڑ ہو گئی۔ میں عقبہ والی رات میں بھی حاضر تھا (یعنی تیسرے عقبہ کے موقع پر جب انصار نے بیعت کی تھی) میں بھی موجود تھا) وہاں ہم سب نے اسلام پر مضبوط عہد و پیمانہ کیا تھا۔ اگرچہ لوگوں میں بدر کی شہرت زیادہ ہے لیکن شب عقبہ کی حاضری کے مقابلہ میں بدر کی شرکت میرے خیال میں افضل نہیں ہے۔

میرا واقعہ یہ ہوا کہ غزوہ تبوک کے زمانہ میں میں بڑا طاقتور اور فراخ حال تھا۔ اس سے پہلے کبھی میں اتنا مرفہ الحال اور طاقتور نہ ہوا۔ اس زمانہ میں پہلی ہی مرتبہ میرے پاس سواری کی دو اونٹنیاں ہوئیں۔ اس سے پہلے میرے پاس کبھی دو سواریاں نہیں ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ جب کسی جہاد کا ارادہ کرتے تھے تو بطور توریہ کسی دوسرے جہاد کا نام لے دیتے تھے اور فرماتے تھے لڑائی خفیہ تدبیر (کا نام) ہے۔ جب تبوک کے جہاد کا موقع آیا تو گرمی سخت تھی، سفر طویل تھا، راستہ میں بیابان تھے، دشمنوں کی تعداد بہت تھی، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے کھول کر بیان فرمادیا تھا اور اپنے رخ کی صحیح

اخراج دے دی تھی تاکہ اپنے جہاد کی تیاری کر لیں۔ مسلمانوں کی تعداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت تھی۔ بقول مسلم
 بن ہزیر مسلمان ساتھ تھے۔ صحابہ نے اٹھلے میں حضرت معاذ کی روایت سے لکھا ہے کہ غزوہ تبوک کو جانے کے وقت ہماری تعداد
 تیس ہزار سے بھی زائد تھی۔ ابو زریر نے کہا کسی کتاب میں ان کے نام محفوظ نہ تھے۔ زہری نے کہا کتاب سے مراد جسر ہے جو
 ادنیٰ بھی غیر ہنس ہوتا پرت تھا۔ وہی سمجھتا تھا کہ جب تک میرے بارے میں اللہ کی طرف سے وحی نہ آئے میرا معاملہ پوشیدہ
 ہے (کسی کو پتہ بھی نہ ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کا ارادہ ایسے وقت کیا جب پھل اور (درختوں کے) سائے
 خوشگوار ہو گئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ مسلمانوں نے تیاریاں کر لیں اور جمعرات کے دن روانہ ہو گئے۔
 آپ سفر پر نواہب و کلبا ہوئے کسی اور غرض سے جمعرات کو روانہ ہوتا ہی پسند فرماتے تھے۔ میں بھی (روزانہ) صبح کو تیاری کرنے کے
 ارادے سے نکلتا تھا مگر بننے پہلے وہیں آجاتا تھا اور دل میں کہتا تھا: مجھ میں استطاعت ہے جب چاہوں گا فوراً کر لوں گا۔
 یہی وقت تھا کہ یہاں تک کہ سری سخت ہو گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو ساتھ لے کر روانہ ہو گئے اور میں اپنی کچھ
 بھی تیاری نہ کر سکا اور ان میں خیراں کر لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک روز میں تیاری مکمل کر کے پیچھے سے جا پہنچوں
 گا۔ مسلمانوں کی روانگی کے بعد میں تیاری کرنے کیسے صبح کو نکلا مگر بغیر کچھ کٹ لوت آیا۔ پھر دوسرے روز صبح کو نکلا تب بھی کچھ
 نہیں کیا۔ اسی طرح مدت بڑھتی گئی یہاں تک کہ لوگ دور پٹے گئے اور تیزی کے ساتھ جہاد کی طرف بڑھ گئے اور میں ارادہ ہی کرتا
 رہا کہ (بعد) صبح کر کے ان کو پیچھے سے جا لوں گا۔ کاش! میں نے ایسا کر لیا ہوتا مگر میرے مقدر میں ہی نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے بعد جب میں پہنچ کر لوگوں کو دیکھتا تھا تو کھوسنے کے بعد مجھے یا تو صرف دو لوگ نظر آتے تھے جو
 منقطع سے جاتے تھے یہ وہ غزوہ تبوک اٹھائی دیتے تھے جن کو اللہ نے معذور بنا دیا تھا اور کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ تبوک پہنچنے تک رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا تذکرہ نہیں کیا۔ تبوک پہنچ کر ایک روز آپ صحابہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ دریافت فرمایا: کعب بن مالک
 کو کیا ہو گیا؟ یہی سہمہ ہے یا یہی قوم ہے؟ ایسا آدمی نے (جس کا نام حسب روایت محمد بن عمر عبد اللہ بن انیس سلمی تھا) کہا: یا رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کو اس کی دو چاروں نے اور (غزوہ بدر کے ساتھ) اپنے دونوں پہلوؤں پر دیکھنے سے نہیں آنے دیا
 (یعنی آج کل وہ طرفہ الخاں ہے ایک چار باندھتا ہے ایک اوڑھتا ہے اور دونوں طرف گردن موڑ موڑ کر اپنے موٹوں کو دیکھتا
 ہے اسی وجہ سے اونٹ آتا ہے) حضرت معاذ بن جبل یا ابو قتادہ نے کہا تم نے بری بات کہی (ایسا نہیں ہے) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم! خدا ہی قسم میں نے ان کے اندر سوائے اچھائی کے اور کچھ نہیں پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

حضرت کعب بن مالک کا بیان ہے جب مجھے اطلاع ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آنے کیلئے چل پڑے ہیں تو مجھے
 بڑی فکر ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کرنے کیلئے عذر بنانے لگا اور ایسی بات کی تیاری کرنے لگا کہ کل کو رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاراسکی سے میں کس طرح نین سکوں گا۔ مختلف اہل الرائے اور کھروالوں سے میں نے اس معاملہ میں مدد بھی
 لی۔ پھر جب مجھ سے کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریب ہی آ پہنچے ہیں تو میرے دل سے تمام غلط خیالات جاتے رہے اور

میں سمجھ گیا کہ جس بات میں جھوٹ کی آمیزش ہوگی اس کے ذریعہ سے میں ناراضگی سے کبھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ میں نے سچ بولنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور یقین کر لیا کہ سچائی ہی مجھے نجات دے سکتی ہے۔ صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔

ابن سعد نے کہا رمضان میں (واپس پہنچے) کعب نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب (سفر سے واپس) آتے تھے تو دن چڑھے مدینہ میں پہنچتے تھے اور سب سے پہلے مسجد میں پہنچ کر دو رکعت نماز پڑھتے تھے پھر وہیں بیٹھ جاتے تھے پھر وہاں سے حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لے جاتے تھے اس کے بعد امہات المؤمنین کے ہاں جاتے تھے۔ حسب دستور آپ نے سب سے پہلے مسجد میں پہنچ کر دو رکعت نماز پڑھی پھر وہیں لوگوں کے (معاملات سننے کے) لئے بیٹھ گئے۔ اب تبوک کی شرکت سے رہنے والے لوگ آنے لگے اور (اپنے اپنے) عذر پیش کرنے اور قسمیں کھانے لگے۔ یہ سب لوگ کچھ اور اسی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظاہری عذر کو قبول کر لیا ان سے بیعت لے لی اور ان کیلئے دعائے مغفرت کی اور ان کے باطن کو اللہ کے سپرد کر دیا۔ جب میں خدمت گرامی میں حاضر ہوا اور سلام کیا تو آپ مسکرا دیئے مگر مسکراہٹ غصہ آلود تھی اور فرمایا آؤ۔ میں چلتا چلتا سامنے پہنچ کر بیٹھ گیا۔ ابن عابد کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ کعب نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے میری طرف سے کیوں منہ پھیر لیا؟ واللہ! میں منافق نہیں ہوں نہ مجھے (اسلام کی صداقت میں) کوئی شک ہے نہ میں (عقیدہ اسلام سے) بدل گیا ہوں۔ فرمایا پھر تم (ساتھ جانے سے) کیوں رہ گئے؟ کیا تم نے سواری نہیں خرید لی تھی؟ میں نے عرض کیا: بیشک (میں نے سواری بھی خرید لی تھی) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں کسی اور دنیا دار کے پاس اس وقت بیٹھا ہوتا تو خدا کی قسم! کوئی عذر معذرت کر کے اس کی ناراضگی سے بچ جاتا۔ کیونکہ مجھ میں قوت کلامیہ (اور دلیل کی طاقت) موجود ہے، لیکن مجھے معلوم ہے کہ اگر میں آپ کے سامنے جھوٹ بنا بھی دوں گا اور آپ راضی بھی ہو جائیں گے تب بھی عنقریب اللہ آپ کو مجھ سے ناراض کر دے گا اور اگر سچ سچ کہہ دوں گا تو گو آپ ناراض ہو جائیں گے مگر امید ہے کہ اللہ مجھے معاف فرمادے گا۔ بخدا! مجھے کوئی عذر نہ تھا نہ اس سے پہلے میں اتنا طاقتور اور فراخ حال (کبھی ہوا) تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے سچی بات کہہ دی۔ اب تم اٹھ جاؤ اور اللہ جو کچھ چاہے گا۔ تمہارے متعلق فیصلہ کر دے گا۔

میرے سچ بولنے کی وجہ سے بنی سلمہ کے کچھ لوگ برا بیچتے ہو گئے اور کہنے لگے: تو نے اس سے پہلے تو کوئی جرم کیا نہ تھا نہ اتنا کمزور تھا کہ جس طرح دوسرے شرکت نہ کرنے والوں نے اپنی عدم شرکت کے عذر کئے (اور عتاب سے بچ گئے) تو کوئی عذر نہ پیش کر سکتا (آئندہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے مغفرت تیرے (اس) گناہ کے معاف ہونے کیلئے کافی تھی۔ غرض وہ برابر مجھے ڈانٹتے اور سرزنش کرتے رہے اور اتنی سرزنش کی کہ میرا ارادہ ہو گیا کہ دوبارہ خدمت گرامی میں حاضر ہو کر اپنے پہلے قول کی تکذیب کر دوں۔ لیکن میں نے کہہ دیا، مجھ سے دو جرم یکجا نہیں ہو سکتے کہ جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی نہیں گیا اور اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ بھی بولوں۔

پھر میں نے لوگوں سے دریافت کیا: کیا میرے ساتھ ایسا کوئی اور بھی ہے جو تبوک کو نہیں گیا ہو (اور اس نے کوئی عذر تراشی

بھی نہ کی ہو، لوگوں نے کہا ہاں دو آدمی اور بھی ہیں جنہوں نے اسی طرح کی بات کہی تھی جیسی تو نے کی تھی اور ان کو بھی وہی ہدایت کی گئی جو تجھے کی گئی۔ میں نے پوچھا، دو دونوں کون ہیں؟ لوگوں نے کہا، سرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ و احمی۔

حضرت عبد کاہن نے کہا کہ لوگوں نے میرے سامنے دو نیک آدمیوں کا نام لیا جو بدر میں شریک ہو چکے تھے اور جن کی پیروی کی جا سکتی تھی۔ ان کا نام سن کر میں اپنی سابقہ بات پر قائم رہا جو لوگ جن کو نہیں گئے تھے ان میں سے صرف ہم تینوں سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بلا کر کرنے کی ممانعت فرمادی۔ لوگ اس فرمان کے بعد ہمارے لئے بالکل بدل گئے۔ ابن ابی شیبہ کی روایت میں آیا ہے کہ ہجرت کو لوگوں میں لگتے تھے مگر کوئی ہجرت سے سلام کیا نہیں کرتا تھا نہ ہمارے سلام کا جواب دیتا تھا۔ ابہرہ بن قیس کی روایت ہے کہ ایک دن کے کو یہ دو آدمی جو جنتے ہی نہیں ہیں۔ درود یوارا جنہی ہو گئے دو درود یوارا ہی نہ رہے جن کو ہم پہنچتے تھے۔ میرے سب سے زیادہ اور نبی آفریں یہ خیال تھا کہ اگر میں اسی حالت میں مر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے جنازہ میں نماز بھی نہیں پڑھیں گے اور اگر اسی دوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میری یہی حالت قائم رہے گی۔ نہ وہی مجھ سے بلا کر گانہ میرے جنازہ کی نماز پڑھے گا۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ دو سرزمین ہی میرے لئے نہیں ہوئی اور اتنی اونہی جو میری شان تھی۔ یہ حالت پچاس رات قائم رہی۔ میرے دونوں ساتھی تو کمزور تھے دو گھروں میں بیٹھے تھے مگر میں نے اتنا اور جہنم سے نکل کر مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوا تھا اور بازاروں میں گھومتا تھا مگر کوئی مجھ سے بلا کر نہیں لیتا تھا۔ نماز کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنا کہ مجھ میں بیٹھے ہوتے تو میں حاضر ہو کر سلام کرتا اور اس میں ہوتا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب اپنے سینے سے مبارک ہاتھ یا نہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ (اور سنت) نماز پڑھتا اور ان لمیوں سے دیکھتا رہتا (کہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ میری طرف ہوئی یا نہیں (جب میں نماز کی طرف توجہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف منہ کریتے لیکن جب میں التفات نظر کرتا تو آپ منہ پھیر لیتے۔ جب مدت تک مجھ سے یہی اور اور رہے تو ایک روز یوارا چلا گیا کہ میں ابوتاد کے پاس ان کے باغ میں پہنچ گیا۔ ابوتاد میرے پیچھے آئے۔ منی قبیلہ بنی عمرو کے تھے یہ۔ باپ کے بھائی کے بیٹے نہ تھے۔ مجھے ان سے بڑی محبت تھی۔ میں نے ان کو سلام کیا مگر خدا کی قسم انہوں نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا ابوتاد، یہ تو تم کو معلوم ہی ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ ابوتاد دو خاموش رہے۔ میں نے پھر اپنی بات دہرائی۔ دو خاموش رہے کوئی بات نہیں کی۔ تیسری یا چوتھی بار کہنے کے بعد انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ہی کو خوب معلوم ہے۔ یہ سن کر میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور لوٹ کر دیوار پھانگ کر میں آ گیا۔ ایک روز میں بازار میں جا رہا تھا کہ شام کا رہنے والا ایک دیہاتی نظر پڑا یہ شخص نعل لے کر مدینہ میں بیٹھے آیا تھا۔ کسی نے ان سے پوچھا مجھے عبد بن مالک کا پتہ بتاؤ۔ لوگوں نے میری طرف اشارہ کر دیا۔ وہ میرے پاس آیا اور ایک خط مجھے دیا جو شام کی طرف سے تھا (یعنی بادشاہ شام کی طرف سے) ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ میرے قبیلہ کا کوئی آدمی شام میں تھا ان نے بھیجا تھا۔ خط لکھا تھا کہ ایک کوزے میں اپنا ہوا تھا اور اس میں لکھا تھا: مجھے اطلاع ملی ہے کہ تمہارے ساتھی نے تم

کو دور کر دیا ہے اور پرے پھینک دیا ہے اور اللہ نے تم کو ایسا نہیں بنایا کہ ذلت کے مقام میں رہو اور تمہارا حق ضائع کیا جاتا رہے۔ اس لئے اگر تم سکونت منتقل کرنا چاہتے ہو تو ہم سے آملو، ہم تمہاری مدد کریں گے۔ خط پڑھ کر میں نے کہا: یہ بھی (اللہ کی طرف سے) آزمائش ہے کہ کافر بھی میرا لالچ کرنے لگے (میری ذات کافروں کے لالچ کی جولان گاہ بن گئی) پھر میں نے تحریر کو تنور میں جھونک دیا۔ ابن عابد کی روایت میں آیا ہے کہ حضرت کعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی حالت کا شکوہ کیا اور عرض کیا: آپ کی مجھ سے روگردانی اب اس حد تک پہنچ گئی کہ مشرک میرا لالچ کرنے لگے۔

جب پچاس راتوں میں سے چالیس راتیں گزر گئیں تو اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد میرے پاس پہنچا۔ محمد بن عمر نے اس قاصد کا نام خزیمہ بن ثابت بتایا ہے، یہی قاصد مرارہ اور ہلال کے پاس بھی گیا۔ قاصد نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو حکم دیا ہے کہ اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ۔ میں نے کہا: کیا طلاق دے دوں یا کچھ اور؟ اس نے کہا: طلاق کا حکم نہیں ہے۔ اس سے الگ رہو، قربت نہ کرو۔ میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی حکم پہنچا۔ حسب الحکم میں نے اپنی بیوی سے کہا: اپنے گھر چلی جا اور فیصلہ قطعی ہونے تک وہیں رہ۔ ہلال بن امیہ کی بیوی یعنی خولہ بنت عاصم نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہلال بن امیہ بوڑھا آدمی ہے، اپنا کام خود نہیں کر سکتا اور اس کا کوئی خادم بھی نہیں ہے۔ کیا اگر میں اس کا کام کر دیا کروں تو آپ کی ناگواری کا باعث ہوگا؟ ابن ابی شیبہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: وہ بوڑھا ہے، نظر بہت کمزور ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں (کام کر دینے کی ممانعت نہیں ہے) مگر وہ تجھ سے قربت نہ کرے۔ عورت نے کہا: خدا کی قسم! اس کو تو کسی بات کی حس ہی نہیں ہے۔ جب سے اس کا یہ واقعہ ہوا ہے برابر آج تک رونے میں مشغول ہے۔ حضرت کعب کا بیان ہے مجھ سے بھی میرے کسی گھر والے نے کہا اگر ہلال بن امیہ کی بیوی کی طرح تم بھی اپنی بیوی کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لو وہ تمہاری خدمت کر دیا کرے تو مناسب ہے میں نے کہا خدا کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہیں مانگوں گا۔ کیا معلوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرمائیں اور میں تو جوان آدمی ہوں (مجھے دوسرے سے کام لینے کی ضرورت نہیں ہے) اسی حالت میں دس راتیں اور گزر گئیں اور پچاس راتیں پوری ہو گئیں۔

کعب کا بیان ہے پچاسویں رات کی صبح کو میں فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اپنے گھر کی چھت پر (بیٹھا) تھا اور میری حالت وہ تھی جو اللہ نے بیان فرمائی ہے (ضائق علیہم الارض بما رحبت) زمین باوجود فراخ ہونے کے میرے لئے تنگ ہو گئی تھی۔ یکدم ایک چیخنے والے کی آواز سنائی دی جو کوہ سلع پر چڑھ کر انتہائی اونچی آواز سے چیخا تھا: اے کعب بن مالک! تجھے خوشخبری ہو۔ محمد بن عمر کی روایت ہے کہ وہ کوہ سلع پر چڑھنے والے حضرت ابو بکر تھے۔ آپ نے ہی پکار کر کہا تھا: اللہ نے کعب پر رحم فرما دیا۔ اے کعب! خوش ہو جا۔ عقبہ کی روایت ہے کہ دو آدمی دوڑے ہوئے حضرت کعب کو بشارت دینے کیلئے گئے، ایک آگے بڑھ گیا جو پیچھے رہ گیا تھا، وہ کوہ سلع پر چڑھ گیا اور وہیں سے اس نے ندا کی: اے کعب! توبہ قبول ہونے کی تجھے بشارت ہو۔ اللہ نے تم لوگوں کے بارے میں قرآن نازل فرما دیا۔

اہل تاریخ کا خیال ہے کہ بشارت دینے کیلئے دوڑنے والے یہ دونوں حضرات حضرت ابوبکر و حضرت عمر تھے۔ حضرت کعب بن ربیع اللہ عنہ کا بیان ہے آواز سننے ہی میں مسجد میں گر پڑا اور خوشی سے رونے لگا اور سمجھ گیا کہ کشائش کا وقت آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر ادا کرنے کے بعد ہماری توبہ قبول ہونے کا اعلان فرمایا۔ لوگ ہم کو بشارت دینے کیلئے آگئے۔ کعب اور لوگ میرے دونوں ساتھیوں کو خوشخبری دینے کیلئے پہنچے۔ ایک شخص گھوڑا دوڑاتا میرے پاس آیا۔ محمد بن عمر نے کہا یہ حضرت زید بن عوام تھے۔ قبیلہ اسلم کا ایک اور شخص بھی دوڑ پڑا مگر گھوڑے کے پہنچنے سے پہلے مجھے آواز پہنچ گئی تھی۔ اس نے جب وہ شخص آیا جس کی آواز میں نے سنی تھی یعنی نزو اسلمی تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس کو پہنا دیئے۔ خدا کی قسم! میرے پاس ان دو کپڑوں کے سوا اور کپڑے ہی نہ تھے۔ ابوقناد (بروایت میں محمد بن عمر) سے دو کپڑے عاریتہ لے کر میں نے پہنا۔ جوں بن امیہ کو قبول توبہ کی خوشخبری دینے سعید بن زید گئے تھے۔ ہلال نے کھانا پینا تھوڑا دیا تھا، مسلسل روزے رکھ رہے تھے اور بڑا بردہ کرنے میں مشغول تھے۔ یہ اخیال تھا کہ دوسرے بھی نہیں اٹھا سکتے ان کی جان نکل جائے گی۔ مراد بن ربیع کو بشارت سنان بن سلام نے دی۔ یہ سلام بن ایش کے باپ تھے۔

حضرت کعب بن مالک کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے روانہ ہوا۔ راستہ میں لوگوں کے گروہوں کو مبارک باد دینے کیلئے مجھ سے ملنے رہے۔ آخر میں مسجد میں داخل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے، گروہوں کو مبارک باد بھی موجود تھی۔ مجھے دیکھ کر طلحہ بن عبید اللہ اٹھے اور لپک کر میری طرف بڑھے، مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی۔ مہاجرین میں سے سوائے طلحہ کے اور کوئی نہیں اٹھا۔ میں طلحہ کی یہ بات نہیں بھولوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ و مبارک خوشی سے چمک رہا تھا۔ میں نے سلام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سے تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اس وقت سے آج تک ہر دن سے بہتر دن کی تجھے بشارت ہو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ فرمایا: نہیں اللہ کی طرف سے ہے۔ تم لوگوں نے اللہ سے سچا معاملہ کیا، اللہ نے بھی تم کو سچا قرار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ خوشی کے وقت آپ کا چہرہ چمکنے لگتا تھا، معلوم ہوتا تھا چاند کا منہ ہے۔ پھر میرے پہچان لیتے تھے (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خوش ہیں) جب میں سامنے بیٹھا تو عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری توبہ کا تمہارے یہ ہے کہ اپنے کل مال سے دستبردار ہو جاؤں اور بطور صدقہ اللہ اور اس کے رسول کے خدمت میں پیش کر دوں۔ فرمایا: ہاں مال اپنے لئے بھی روک رکھو، تمہارے لئے یہی بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: اچھا! نصف مال (سے دستبردار ہوتا ہوں) فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: تو ایک تہائی (قبول کر لیجئے) فرمایا: اچھا۔ میں نے عرض کیا تو خیر میں جو میرا حصہ ہے میں اس کو روکے رکھتا ہوں۔ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی وجہ سے مجھے نجات دی ہے۔ ہذا میری توبہ کا تمہارے یہ بھی ہے کہ جب تک زندہ رہوں گا۔ سچ ہی بولوں گا۔ خدا کی قسم! میں نہیں جانتا کہ سچ بولنے کی وجہ سے جو کرم اللہ نے مجھ پر کیا ہے، کسی اور پر اس سے بہتر احسان کیا ہوگا۔ چنانچہ اس عہد کے بعد آج تک میں نے

کبھی جھوٹ نہیں بولا اور امید ہے کہ جب تک زندہ رہوں گا۔ اللہ جھوٹ بولنے سے مجھے محفوظ رکھے گا۔

اللہ نے توبہ قبول فرمانے کے سلسلہ میں لقد تاب الله على النبي والمهاجرين والانصار سے وكونوا مع الصادقين تک آیات نازل فرمائیں۔

”حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ أَنْفُسُهُمْ“ غم کی وجہ سے ”ووظنوا“ یعنی انہوں نے یقین کر لیا۔ ”أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ“ یعنی اللہ سے کوئی جائے فرار نہ ہے إِلَّا إِلَيْهِ طُتْمَ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا“ یعنی تاکہ وہ توبہ پر قائم رہیں کیونکہ توبہ تو وہ پہلے کر چکے تھے۔ ”إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ“

119 ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ“ نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ علیہ السلام کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ ہو جاؤ اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہو جاؤ اور ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مہاجرین مراد ہیں اللہ تعالیٰ کے قول ”للفقراء المهاجرين“ سے ”اولئك هم الصادقون“ تک کی وجہ سے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ جن کی نیتیں سچی ہیں اور دل اور عمل سیدھے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبوک کی طرف اخلاص نیت کے ساتھ نکلے اور بعض نے کہا ان لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ جنہوں نے گناہ کا اعتراف کرنے میں سچ بولا اور جھوٹے عذر نہیں کیے اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما پڑھتے تھے ”وكونوا مع الصادقين“ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جھوٹ نہ سنجیدگی میں درست ہے اور نہ مذاق میں اور تم میں سے کوئی اپنے بچے سے ایسا وعدہ نہ کرے کہ پھر اس کو پورا نہ کر سکے۔ اگر سچا ہو تو یہ آیت پڑھو ”كونوا مع الصادقين“

120 ”مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ“ اس کا ظاہر خبر ہے اور حقیقی معنی یہی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ”وما كان لكم ان تؤذوا رسول الله“ ہے۔ ”وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ“ مزینہ، جہینہ، اشجع، اسلم اور غفار کے دیہاتوں کے رہنے والے۔ ”أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ“ جب وہ کسی غزوہ پر تشریف لے جائیں۔ ”وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت، مدد اور آپ کے ساتھ جہاد کرنے میں۔

حسن فرماتے ہیں وہ بے رغبتی ظاہر نہ کریں اس بات سے کہ ان کو سختیاں پہنچیں تو وہ پستی اختیار کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کی مشقت اور تھکاوٹ میں ہوں۔

”ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ“ ان کے سفر میں ”ظَمًا“ پیاس ”وَلَا نَصَبٌ“ تھکاوٹ ”وَلَا مَخْمَصَةٌ“ بھوک ”فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطُؤُونَ مَوْطِنًا“ زمین ”يَغِيظُ الْكُفَّارَ“ ان کا اس کو روندنا ”وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوِّ نِيْلًا“ یعنی ان کو ان کے دشمنوں سے قتل یا قید یا غنیمت یا شکست نہیں پہنچی۔ ”إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ“ ط إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ“ عبا بن رفاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جمعہ کے لیے جا رہا تھا تو مجھے راستے میں ابو عبس رضی اللہ عنہ ملے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جس شخص کے قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوں تو اللہ تعالیٰ ان قدموں کو آگ پر

حرام کر دیں گے۔ اس آیت کے حکم میں علماء و مشہور علماء کا اختلاف ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے کہ جب آپ علیہ السلام خود کسی غزوہ کے لیے تشریف لے جا رہے ہوں تو کسی کے لیے اس سے پیچھے رو جانا جائز نہیں ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ آئمہ اور صحابہ اگر جائیں تو مسلمانوں میں سے جو چاہے جنگ سے پیچھے رو سکتا ہے۔ جب مسلمانوں کو اس کے جانے کی ضرورت نہ ہو اور ولید بن مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اوزاعی، ابن مبارک، ابن جابر، سعید بن جبیر، ابن عمر، یزید بن عمر، ابی بن کعبہ، اس آیت کے بارے میں فرماتے تھے کہ بے شک یہ اس اُمت کا ابتداء اس کا آخر ہے۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس وقت تھا جب اسلام والے قحوظے تھے جب ان کی تعداد زیادہ ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا اور جنگ سے پیچھے رو جانے کو جائز قرار دے دیا اور فرمایا ”وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً“

وَلَا يَنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ
الْحَسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ⑥

⑥ اور (نیز) جو کچھ چھوٹا بڑا انہوں نے خرچ کیا اور جتنے میدان ان کو قطع کرنے پڑے یہ سب بھی ان کے نام (انہوں میں) لکھا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے (ان سب) کاموں کا اجر سے اچھا بدلہ دے۔

⑦ ”وَلَا يَنْفِقُونَ نَفَقَةً“ اللہ کے راستے میں ”صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا“ دو اپنے سفر میں کسی ایسی سے توجہ انہیں کرتے آتے اور جاتے ”إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ“ یعنی ان کے آثار اور قدموں کے نشانات لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ“ فرمائیے بنی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کے راستے میں کچھ مال خرچ کیا تو اس کے لیے سات سو گنا تک اجر لکھا جائے گا۔ ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اسے پاس یہ شخص نہیں تھا ان ہوئی اونٹنی سے بڑا یا اور کہا یہ اللہ کے راستے میں ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا، تیرے لیے اس کے بدلے قیمت کے ان سات سو اونٹنیوں ہوں گی سب کو ٹھیک ڈالی ہوئی ہوں گی۔ زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کو سامان دیا تو اس نے جہاد کیا اور جس نے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کو وہاں کی اچھی خبر گیری کی تو اس نے بھی جہاد کیا۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرْنَا مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي
الْدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ⑧

⑧ اور (ہمیشہ کیلئے) مسلمانوں کو یہ (بھی) نہ چاہئے کہ (جہاد کے واسطے) سب کے سب (ہی) نکل کھڑے ہوں وہ ایسا کیوں نہ کیا جاوے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک ایک چھوٹی جماعت (جہاد میں) جایا کرے تاکہ (یہ) باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں تاکہ یہ لوگ اپنی (اس) قوم کو بیدار و دان کے پاس

آویں ڈراویں تاکہ وہ ان سے دین کی باتیں سن کر برے کاموں سے احتیاط رکھیں۔

تفسیر (۱۲) ”وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَآفَّةً“ کلبی رحمہ اللہ کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے منافقین کے عیب بیان کیے غزوہ تبوک میں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو لشکر بھیجتے تو تمام مسلمان غزوہ کی طرف نکل کھڑے ہوتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ دیتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور یہ نفی نہیں کے معنی میں ہے۔ ”فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ“ یعنی کیوں نہیں نکلتی جنگ کی طرف ایک جماعت ہر قبیلہ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جماعت باقی رہ جائے۔ ”لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ“ یعنی پیچھے رہ جانے والے قرآن اور سنن اور فرائض و احکام سیکھیں۔ پھر جب لشکر واپس آجائیں تو ان کو خبر دیں کہ ان کے بعد کیا احکام نازل کیے گئے ہیں۔ پھر وہ لشکر کے لوگ ان احکام کو سیکھنے کے لیے ٹھہر جائیں اور دوسری جماعت بھیج دیں تو یہ مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان ”وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ“ اور تاکہ ان کو قرآن کی تعلیم دیں اور اس کے ذریعے ڈرائیں۔ ”اِذَا رَجَعُوا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ“ جہالت سے ہیں وہ اس کے خلاف عمل نہ کریں حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سمجھ اور ڈرانا اس جماعت کی طرف لوٹ رہا ہے جو جہاد کے لیے کی گئی تھی اور معنی یہ ہے کہ کیوں نہیں نکلی ایک جماعت کہ وہ سمجھ حاصل کر لیں۔ وہ بصیرت حاصل کر لیں اس سے جو اللہ ان کو مشرکوں پر غلبہ اور دین کی مدد کر کے دکھائے گا اور اپنی کافر قوم کو ڈرائیں جب وہ ان کی طرف جہاد سے لوٹیں۔ پھر ان کو خبر دیں اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کی مدد کی تاکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی سے باز آجائیں کہ کہیں ان پر وہ مصیبت نہ آجائے جو ان کے کافر ساتھیوں پر آئی۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت کا ایک اور مطلب بھی ہے وہ یہ کہ بنو اسد اور خزیمہ کے قبیلوں پر سخت قحط آیا تو وہ اپنی اولاد کے ساتھ مدینہ آگئے اور مدینہ کے راستوں کو گندگی سے خراب کر دیا اور اس کی چیزوں کے نرخ بڑھا دیئے تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا۔

”وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ“ یعنی ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ سارے نکل کھڑے ہوں لیکن ہر قبیلہ سے ایک جماعت جو دین میں سمجھ حاصل کرے۔ مجاہد کا قول ہے کہ کچھ لوگ تبلیغ کرنے اور دعوت و ہدایت دینے کیلئے دیہات اور صحراء کی طرف گئے۔ لوگوں نے ان سے کہا تم ہمارے پاس تو تبلیغ کرنے آگئے اور اپنے ساتھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر آگئے۔ یہ بات سن کر ان حضرات کے دلوں میں کچھ اور ہی ہوا وہ فوراً دیہات سے لوٹ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں اس کو دین کی سمجھ دیتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں کو سونے اور چاندی کی کانوں کی طرح (مرکز) کانیں پاؤ گے پس جو ان میں سے بہتر جاہلیت میں تھے وہ اسلام بھی بہتر ہیں۔ وہ دین کی سمجھ (فقہ) اختیار کر لیں۔ فقہ دین کے احکام کو پہچاننا اور یہ تقسیم ہوتا ہے فرض عین اور فرض کفایہ کی طرف۔

پس فرض عین جیسے طہارت، نماز، روزے کا علم تو ہر مکلف پر اس کا جاننا ضروری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم کا طلب کرنا

ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے اور اسی طرح ہر دو عبادت حسن کو شریعت نے ہر ایک پر واجب کیا، لہذا اس کی معرفت اور اس کے علم کی معرفت واجب ہے جیسے کو تو کا علم اگر کسی کے پاس ماں ہو اور بیخ کا علم اگر بیخ واجب ہو اور بہر حال فرض کفایہ یہ ہے کہ اتنا علم حاصل کرے کہ دستہار اور فتویٰ کے مرتبہ تک پہنچ جائے جب سارے شہر والے اس علم کے حاصل کرنے سے بیخگنہ تو سارے گنہگاروں کے اور اگر کسی شہر سے ایک شخص بھی اس فرض کفایہ کو حاصل کرنے میں کھڑا ہو تو دوسروں سے فرض ساقط ہو جائے گا اور ان پر اس عالم کی تفسیر واجب ہے نئے پیش آنے والے مسائل میں۔ ابنا مہرشی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم کی فضیلت عابد پر میری تمہارے اولیٰ پر فضیلت کی طرح ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فقیر زیادہ بھاری ہے ثروت سے زیادہ اور اس سے۔ اسٹانی زمانہ فرماتے ہیں کہ تم کا علم کن نفل نماز سے افضل ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ

⑩ وَإِذَا مَا تَوَلَّيْتُمْ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ إِنَّكُمْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَفَرَّادَتْكُمْ أَيْمَانُكُمْ وَأَنْتُمْ

يَسْتَبْشِرُونَ ⑪ وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَثِيرُونَ ⑫

⑩ ای ایمان والوں! کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس (رہتے ہیں) اور ان کو تمہارے اندر سخت پانا چاہئے اور یہ یقین رکھو اللہ تعالیٰ (کی امداد) تمہاری لوگوں کے ساتھ ہے جس ان سے ڈرو (بومت) اور جب کوئی سورۃ (جدید) نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین (غیر ہر مسلمین سے بطور تمسخر) کہتے ہیں کہ (کہو) اس سورۃ نے تم میں سے کس سے ایمان میں ترقی دی سو (سنو) جو لوگ ایماندار ہیں اس سورت نے ان کے (تو) ایمان میں ترقی دی ہے اور وہ (اس ترقی کے اور اس سے) خوش ہو رہے ہیں اور جن کے دلوں میں (نفاق) کا آزار ہے اس سورت نے ان میں ان (بہی) کندگی کے ساتھ اور (نق) کندگی بڑھادی اور وہ حالت کفر میں مر گئے۔

تفسیر ⑩ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ" آیت میں کھر اور نسب کے اعتبار سے قرہی لوگوں

سے قتال کا حکم دیا گیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جیسے بنو قریظہ، بنو نضیر اور خیبر وغیرہ اور بعض نے کہا اس سے روم مراد ہیں اس لیے کہ وہ شام کے رہائشی ہیں اور ملک شام عراق کی نسبت مدینہ سے زیادہ قریب ہے۔ "وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً" سختی اور نیرت۔ حسن زمانہ فرماتے ہیں کہ ان کا جہاد پر مبر۔ "وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ" مرد اور تصرف کیساتھ۔

⑪ "وَإِذَا مَا تَوَلَّيْتُمْ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ إِنَّكُمْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَفَرَّادَتْكُمْ أَيْمَانُكُمْ وَأَنْتُمْ

يَسْتَبْشِرُونَ" فرمایا "فَمَا الَّذِينَ آمَنُوا لَفَرَّادَتْكُمْ أَيْمَانُكُمْ وَأَنْتُمْ يَسْتَبْشِرُونَ" قرآن کے اترنے پر خوش ہوتے ہیں۔

⑫ "وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ" یعنی ان کا کفر زیادہ ہوتا ہے۔ ہر

سورت کے نزول کے وقت وہ اس کا انکار کرتے ہیں تو اس کے ذریعے ان کا کفر زیادہ ہوتا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اشارہ

ہے کہ ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں میں سے ایک یا دو کا ہاتھ پکڑ کر فرماتے آؤ ہم ایمان کو زیادہ کر لیں۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ بے شک دل میں سفید نقطے کی طرح ظاہر ہوتا ہے۔ پھر جب ایمان زیادہ ہوتا ہے تو وہ نقطہ بھی زیادہ ہوتا ہے یہاں تک کہ مکمل دل سفید روشن ہو جاتا ہے اور بے شک دل میں سیاہ دھبہ کی طرح ظاہر ہوتا ہے۔ پھر جب بھی نفاق زیادہ ہوتا ہے تو وہ سیاہ دھبہ بھی بڑھتا ہے یہاں تک کہ سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور اللہ کی قسم! اگر تم کسی مسلمان کا دل کھول کر دیکھو تو اس کو بالکل سفید پاؤ گے اور اگر کسی منافق کا دل چیر کر دیکھو تو اس کو بالکل سیاہ پاؤ گے۔ ”وَمَا تَوَّأَوْهُمْ كُفْرُوْنَ“

أَوْ لَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٢٦﴾
وَإِذَا مَا أَنْزَلْنَا سُورَةً نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ هَلْ يَرَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ ثُمَّ انصَرَفُوا ط
صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ بَانَهِمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿١٢٧﴾ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ
عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿١٢٨﴾

﴿١٢٦﴾ اور کیا ان کو نہیں دکھلانی دیتا کہ یہ لوگ ہر سال میں ایک بار یا دو بار کسی نہ کسی آفت میں پھنستے رہتے ہیں (مگر) پھر بھی (اپنی حرکات شنیعہ سے) باز نہیں آتے اور نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں (جس سے باز آنے کی آئندہ امید ہو) اور جب کوئی سورہ (جدید) نازل کی جاتی ہے تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں (اور اشارہ سے باتیں کرتے ہیں) کہ تم کو کوئی (مسلمان) دیکھتا تو نہیں پھر چل دیتے ہیں (یہ لوگ مجلس نبوی سے کیا پھرے) خدا تعالیٰ نے ان کا دل (ہی ایمان سے) پھیر دیا ہے اس وجہ سے کہ وہ محض بے سمجھ لوگ ہیں (کہ اپنے نفع سے بھاگتے ہیں) (اے لوگو) تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس (بشر) سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بابت نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں (یہ حالت تو سب کے ساتھ ہے بالخصوص ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

﴿١٢٦﴾ تفسیر ”أَوْ لَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ“ حمزہ اور یعقوب نے (تروون) تاء کے ساتھ پڑھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کو خطاب ہے اور دیگر حضرات نے باء کے ساتھ پڑھا ہے کہ مذکورہ منافقین کی خبر ہے (أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ) وہ آزمائے جاتے ہیں۔ اَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ“ بیماریوں اور سختیوں کے ساتھ۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قحط اور سختی کے ساتھ اور قنادر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غزوہ اور جہاد کے ساتھ اور مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کا نفاق ظاہر کر کے ان کو رسوا کیا جاتا ہے اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ منافق ہوتے ہیں پھر ایمان لاتے ہیں پھر منافق ہو جاتے ہیں اور ایمان رجمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سال میں ایک یا دو مرتبہ اپنا عہد توڑتے ہیں ”ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ“ عہد توڑنے سے اور نہ نفاق سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ”وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ“ یعنی اللہ تعالیٰ کے نصرت اور کامیابی کے وعدوں کی تصدیق دیکھ کر بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

﴿١٢٧﴾ ”وَإِذَا مَا أَنْزَلْنَا سُورَةً“ اس میں منافقین کے عیوب اور ان کو ڈانٹ ہے۔ ”نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ“ بھاگنے کا

اور کہتے ہیں اور ایک اور سے کہا شروع سے کہتے ہیں کہ "ھلٰی بركمہ من احد المؤمنین میں سے کوئی ایک۔ اگر وہ گھر سے ہوں اور کوئی مؤمن نہ دیکھ رہا ہو تو مسجد سے نکل جاتے ہیں اور اگر پتے کے کوئی ایک ان کو دیکھ رہا ہے تو وہ مجلس میں بیٹھے رہتے ہیں۔" **لَمَّا انصرفت لولا ان** پر ایمان لانے سے اور بعض نے کہا ان مجھوں سے پھر جاتے ہیں جہاں دوستے ہیں۔ "صرف اللہ فلو یبہم" ایمان سے۔ زبانِ زمانہ اند فرماتے ہیں کہ ان کے اس فعل کے بدلے اللہ نے ان کو گمراہ کر دیا۔ "بانیئہ قوم لا ینقبھون" اپنے دین کو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب تم نماز پڑھ لو تو یوں نہ کہا کرو کہ ہم نماز سے پھر (لوٹ) رہے ہیں کیونکہ ایک قوم پھرتی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا لیکن تم یوں کہو کہ ہم نے نماز ادا کر لی۔

① "لقد جاءکم رسول من انفسکم" تم میں سے ایک رسول کا نسب انبیا جانتے ہو۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عرب سے نبی سائنس سے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عرب کے ہر قبیلہ میں آپ علیہ السلام کا نسب جا ملتا ہے۔ جعفر بن محمد سدی فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کے زمانہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں جاہلیت کی کوئی پیداؤش نہیں ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جاہلیت کے طریق زمانہ سے نہیں پیدا ہوا بلکہ اسی نکاح سے ناریت سے پیدا ہوا۔ میں سبھی نکاح ہوتا ہے۔ نہیں جتنا مجھے عمر اسلام کے نکاح کی طرح نکاح نے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان میں سے کسی نے نہ کہا ہے۔ "من انفسکم" انہوں نے کہا ہے۔ یعنی تم میں سے افضل اور اشرف لوگوں میں سے ہیں۔ "عربیہ علیہ" انہوں نے کہا ہے "ما" صحت یعنی "عنکم" اور وہ تم پر مشقت اور ضرر کا داخل ہوتا ہے۔ تمہیں نے کہا کہ اونچے زمان پر شائق ہے جو تم کو دشواری میں ڈال دے اور تم کو دکھ پہنچائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تم گمراہ ہو جاؤ۔ "حریص علیکم" تمہارے ایمان اور تمہاری خیر خواہی پر اور تمہارا دور رس اللہ فرماتے ہیں کہ تمہارے گمراہ لوگوں پر حریص ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔ "بالمؤمنین رؤوف رحیم" اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ نیک لوگوں پر شفیق اور گنہگاروں پر رحیم ہیں۔

فان تولوا لقل حسبی اللہ لا الہ الا هو ما علیہ توکلت وهو رب العرش العظیم ②

﴿تولوا﴾ (ان پر بھی) یہ روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے (میرا کیا نقصان ہے) کہ میرے لئے (تو اللہ تعالیٰ کا اندر پاس) کافی ہے اس کے جو اولیٰ معبود ہونے کے باقی نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا اور وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے۔

﴿تولوا﴾ (ان پر بھی) یہ روگردانی کریں۔ "فان تولوا" یعنی اگر وہ ایمان سے اعراض کریں۔ "قل حسبی اللہ لا الہ الا هو ما علیہ توکلت وهو رب العرش العظیم" ابی بن عبد ربیع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قرآن مجید میں آخر میں یہ دو آیتیں نازل ہوئیں۔ "لقد جاءکم رسول" سے آخر صورت تک اور فرمایا کہ اللہ کے پاس سے آنے والی آیت میں قریب ترین زمانہ والی یہی دو آیات ہیں۔
 الحمد للہ تفسیر بنووی کی دوسری جلد مکمل ہوئی۔
 تیسری جلد سورہ یونس سے شروع ہے۔

اضافہ مفیدہ از ناشر

الدر المنظیم فی فضائل القرآن

والآیات والذکر الحکیم

قرآن کریم کے فضائل اور حیرت انگیز خواص

از امام ابو محمد عبداللہ بن اسد یافعی رحمہ اللہ

فضائل و خواص سورہ مائدہ تا سورہ توبہ

آٹھویں صدی کے معروف عالم اور جماعت اولیاء کے فرد فرید ہیں ان کے دست مبارک سے لکھی ہوئی مستند کتب میں سے الدر المنظیم بھی ہے جو قرآن کریم کے انوار و برکات اور فضائل و خواص اور اس کے روحانی و جسمانی فیوض اور تیر بہدف مجرب عملیات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بطور اضافہ جزو کتاب بنایا جا رہا ہے

سورہ مائدہ

خاصیت آیت ۲۰

وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ
 اور اذ قلن موسى بقومہ بقوم اذكروا نعمة الله عليكم اذ جعل لبيكم انبياء وجعلكم ملوكا وانكم مائت
 نوت احدنا من العلمين بقوم اذ حلوا الارض المقلمة التي كتب الله لكم ولا تموتلوا على اذباركم لتقبلوا خبيرين
 جو آئی یہ آیت سات دن تک ہر روز ظہور آفتاب سے پہلے اپنی دائیں ہتھیلی پر لکھ کر زبان سے چاٹ کر تھوک لگن
 کے کائنات معانی کا نیت اقامت و مبرا اور دل کی نرمی و تمام مسلمانوں کیلئے رحمت عطا ہوگی۔

خاصیت آیت ۵۹

فَلْيَا قَوْمِ الْكُفْرُ هَلْ تَنْظُرُونَ مَا آتَا انْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اَنْزَلَ الْبِنَا وَمَا اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَاَنْ اَكْثَرَكُمْ لَسِقُونَ
 یہ آیت دشمن کے چہرہ دوسرے اے رسول کرنے اور اسے ذہن کو کند کرنے کیلئے مفید ہیں۔
 جب یہ مقصد حاصل ہوتا ہے تو ہر اہل ایمان کے دن روز رکھو اور مغرب و عشاء پڑھنے کے بعد تین دفعہ یہ کہو۔
 يا قَوْمِ الْاٰزِلِ جَارِلِيْ لِمَ يَزِلْ بَايُنَ بَعْلَمَ حَائِنَةَ الْاَغْيَانِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ خُلْدًا (فلان بن فلان) یہاں دشمن
 (۵۹) اور اسکی ماں کا نام) اشد عذوبہ مفندہ
 پھر مذکورہ آیت تین دفعہ پڑھتے پھر یہی آیت ایران گھر سے ایک منحنی منحنی کی لیکر اس پر تیس بار پڑھے پھر دوشی دشمن کے
 گھر پھینکے اور اسے ماں و باپان میں قدرت کے کرشمے دیکھے۔

خاصیت آیت ۶۳

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَاَعْرَضْنَا بِمَا فَالْوَيْلُ يَدَا مَبْسُوْرَتَيْنِ يُتَّفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ
 وَلِيُوْذِنَ كَثِيْرًا مِنْهُمْ مَا اَنْزَلَ الْبِنَا وَمَا اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَاَنْ اَكْثَرَكُمْ لَسِقُونَ
 الْقِيَمَةُ كُلَّمَا اَوْقَدُوْا نَارَ اللّٰحْرِ بَاطِفَا هَا اللّٰهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُبْسِدِيْنَ
 جب پھر لوگ کسی غم شرمی اور ناجائز کام پر متفق ہو جائیں اور اس پر ایک دوسرے کا تعاون کر رہے ہوں تو ان کو آپس میں متفرق

کرنے کیلئے مفید ہیں۔ طریقہ یہ ہے کہ ان میں سے سب سے بڑے اور سب سے چھوٹے کے کچھ بال لے کر انہیں جلاؤ۔ حتیٰ کہ راکھ ہو جائیں۔ پھر یہ آیات کسی پاک برتن میں یا نئے کپڑے کے گول ٹکڑے میں جو کہ ہفتہ کے دن کاٹا گیا ہو لکھ لو پھر اسے حزل کے پتوں سے نچوڑے ہوئے پانی سے دھو لو اور اس پانی و راکھ کو ان کے گھروں اور بیٹھکوں میں بکھیر دو۔ وہ آپس میں بکھر جائیں گے۔

خاصیت آیت ۱۱۲ تا ۱۱۴

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يَعْيسَى ابْنُ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ ط قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الْمَرْزُقِينَ

یہ آیات رزق میں وسعت، راحت، برکت اور خوشحالی لاتی ہیں اور بھوک و افلاس کو دور کرتی ہیں۔ جو رزق کی تنگی میں مبتلا ہو تو ان آیات کو جھاؤ کے درخت کی لکڑی سے بنے ہوئے برتن میں اپریل کے مہینہ کے پہلے دن چاندی کے قلم سے نقش کر لے اور وہ خود پاکی کی حالت میں ہو اور اس برتن کو اپنے پاس رکھ لے۔ جب ضرورت ہو اس کو پانی سے بھر لے اور جس جگہ کام کرنے کا ارادہ ہو اسی جگہ جمعہ کے دن طلوع آفتاب سے پہلے چھڑک دے۔ خواہ گھر میں یا کھیت میں یا باغ میں یا جہاں چاہے۔ اور اگر کسی انسان کی حاجت کیلئے کرنا ہو تو وہ اس پانی کو مسلسل تین جمعوں کو پیئے تو وہ جو بھی کرے گا۔ اس کا نتیجہ اچھا ہوگا۔ اپنے مال، کھیت اور شان و مرتبہ سب میں اچھا نتیجہ دیکھے گا اور اس کی تمام تکالیف دور ہو جائیں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سورة الانعام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو سورۃ الانعام کی تلاوت کرے اور درمیان میں کلام کر کے اسکی تلاوت کے تسلسل کو نہ توڑے تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ گناہ معاف فرمادیں گے۔ اور جو آدمی اسے سچی نیت سے دو رکعت نفل میں تلاوت کرے اور مہینہ بھر میں ہر قسم کے خوف و درد سے حفاظت کا سوال کرے تو وہ اس مہینہ میں ہر ناپسندیدہ اور خوف والی چیز سے محفوظ رہے گا۔ اگر اس سورۃ کو لکھ کر جانوروں کے گلے میں لٹکایا جائے تو وہ ہر آفت و تکلیف سے محفوظ رہیں گے۔ جو رات کو اس سورۃ کی تلاوت کرے گا وہ اس رات میں مصیبتوں اور آفتوں سے محفوظ رہے گا۔

خاصیت آیت اول

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ط ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ
جو اسے صبح شام پڑھ کر سات مرتبہ اپنے بدن پر دم کریگا تو وہ ہر قسم کے درد سے محفوظ رہے گا۔

خاصیت آیت ۱۳

وَلَهُ مَا سَكَنَ لِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارَ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

جس آئی کو غصہ آئے یہ صبح اہٹ یا سرت و پریشانی محسوس ہو رہی ہو تو دو اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جائے اگر بیٹھا ہے تو کھڑا ہو جائے اور یہ آیت اثرات سے بڑھے تو اس کی یہ حالت برقی رہے گی۔

خاصیت آیت ۱۸۱

وَإِنْ يَنْسَنكِنَّهُ فَتَنْظُرْ وَتَلَاكَ شَافِلَةٌ ۚ إِنَّهُ يُدْرِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ

اگر کوئی شخص کسی وقت کسی جگہ پر یہ آیت سمجھ کر پہلو کے در کیسے یا پستانوں کے در کیسے کھٹے میں لگانے تو اس کی برکت سے کچھ ہو جائے گا۔ نئے نئے پریشانی ہو اور کھربا ہٹ و ضمن ہو خواہ اس کا سبب معلوم ہو یا نہ ہو تو دوسرے وقت پہلے ان آیات کو پڑھ لیا جائے پھر یہ آیت پڑھے گا تو یہ سب پریشانی و غیرہ ختم ہوگی۔

خاصیت آیت ۳۶

لَمَّا بَسَحْنَا الْبُيُوتَ بِسَمْعُونِ ۚ وَأَمُونِي بِنَعْتِهِمْ ۚ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ

جس آئی وہ امرائی کی تھیف ہو یا بولی مضموب کار ہو تو دو تین دن روزے رکھے اور ہر روز دو روزہ اور شکر کے ساتھ انظار لے۔ پھر آئی ساتواں آیت اور یہ آیت اپنے دائیں ہاتھ کے درمیان میں تانبے کے قلم اور عرق گلاب و زعفران سے لکھے اور سے پڑھ لے۔ اللہ تعالیٰ ان پر ہم برقی فرمائے گا۔

جس آئی وہ ان نکتہ نماہت پیش آئے تو اوپر پہلے خاص نیت سے توبہ کرے پھر دو رکعت نفل کی نیت پڑھے اس میں پہلے فاتحہ پڑھے پھر سورۃ الفاتحہ پڑھے یا سورۃ الفاتحہ پڑھے پھر

أَلَمْ يَأْمُرْ بِالَّذِينَ هُمْ يَأْتُونَ بِالْبُيُوتِ بِالسَّمْعِ ۚ وَتَسْمَعُونَ ۚ وَإِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّيسَةَ وَيُنْفِخَ نَفْثَهُمْ ۚ وَسَمِعْتُمْ آلَاءَ اللَّهِ وَلَمْ تُؤْمِنُوا ۚ وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ

لیکھنا ما نلغون الیه ان شاء وتسنون ما نشرکون ولقد ارسلنا الی امم من قبلک فاخذناهم بالاسماء والصوراء لعلهم ینصروا فلولا اذ جاءهم باسنا نصرغوا ولکن قست قلوبهم وازین لهم الشیطن ما کانوا یعمنون فلما نسوا ما ذکرنا بہ فتننا علیہم ابواب کل شیء ما حتی اذا فرخوا بما اوتوا اخذناهم بغتة فاذا هم متسلطون فقطع ذاب القوم الذین ظلموا والحمد لله رب العلمین قل آراء یتیم ان اخذ الله سمعکم وانصارکم وحنم علی قلوبکم من الہ غیر الله ینابکم بہ انظر کیف نصرت الایة ثم هم

يُضِدُّونَ قُلَّ أَرَاءَ يُتَكَّمُ إِنَّ أَتَكَّمُ عَدَابُ اللَّهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الظَّالِمُونَ تک پڑھے پھر سجدہ والی آیت پڑھے اور سجدہ تلاوت کر کے اس میں اپنی حاجت کیلئے دعا کرے پھر کھڑا ہو کر

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ كُنْ فِيكَونْ تک پڑھے پھر آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ تلاوت کرے اور اس میں دعائے پھر کھڑا ہو کر الحق ولہ الملک رسول اللہ تک پڑھے پھر آیت سجدہ پڑھے اور سجدہ تلاوت کر کے اس میں دعائے پھر کھڑا ہو کر
وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي والی پوری آیت پڑھے اور پہلی رکعت کا رکوع کرے پھر سجدہ کر کے دوسری رکعت میں کھڑا ہو تو فاتحہ اور سورۃ انعام شروع سے پڑھے

بَلْ آيَاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ
تک اور دوسری رکعت میں اسی طرح پانچ دفعہ کرے جس طرح پہلی رکعت میں کیا تھا پھر دوسری رکعت مکمل کر کے سلام پھیر کر ختم کر دے۔ اس دعا بفضل الہی قبول ہے۔

خاصیت آیت ۴۲/۲۵

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ط حَتَّى إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ فَقَطَّعَ دَابِرَ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا ط وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
اگر کسی ظالم دشمن کا گھرا جاڑنا ہو اور ان کے اتحاد کو توڑنا ہو اور ان کی جڑ کھودنی ہو تو زنج کئے ہوئے اونٹ کی پرانی ہڈی تلاش کرے اور اس پر یہ آیت لکھ کر اس کے گھر ڈال دے تو اس کا گھر ویران ہو جائے گا۔ یہ آیت نازبو کے پانی سے تانبے کے پرات میں لکھے اور زیرہ کے پانی سے دھوئے اور اسی پانی میں عشاء سے صبح تک بھگوئے رکھے اور یہ پانی بہت مچھروں اور پسوں والی جگہ میں چھڑکے۔ دو دفعہ یہ عمل کرے ان شاء اللہ مچھروں اور پسوں کا نشان بھی نہیں رہے گا۔

خاصیت آیت ۶۲/۵۹

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ط وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ط وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظِلْمِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ط حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفْرِطُونَ ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ط آلا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ

جو آدمی اس آیت کو ریشم (کتان) کے ٹکڑے میں لکھ کر اسے اپنے سر کے نیچے رکھ کر سونے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے کہ جو معاملہ مجھ پر مشتبہ ہے وہ واضح ہو جائے تو وہ اسے دیکھ لے گا۔

جو آدمی اس آیت کو طہارت کی حالت میں پاک بستر پر بیٹھ کر لکھے پھر اسے اپنے بازو کے ساتھ باندھ کر سو جائے تو صبح کو یہی باندھے ہوئے اٹھ کر جہاں جائے اور جو جگہ اسے ملے گا وہ اس سے کوئی نہ کوئی عجیب بات کرے گا۔

خاصیت آیت ۶۳، ۶۴

مَنْ بُجِبِكُمْ مِّنْ ظَلْمَتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَلْعُونَهُ نُضْرُعًا وَخُطْبَةً لِّبْنِ آجْنَابٍ مِّنْ هَلِيلِهِ لَتَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ قُلِ اللَّهُ
بُجِبِكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ مُنْجَرُونَ

جب سمندر ٹھنھے اور رہا ہے اور اس سے موم بھی اٹھ رہی ہوں تو یہ آیت ایک کانٹے کے ٹکڑے پر لکھ کر اس میں ڈال دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اس کی مرغیاں ختم ہو جائے گی۔

خاصیت آیت ۷۲

قُلِ اتَّبِعُوا مَن فُؤَادُ اللَّهِ مَالًا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُزِدْ عَلَيْنَا رِزْقًا بَعْدَ إِذْ هَلَلْنَا اللَّهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي

الْأَرْضِ حَيْرَانٍ لَّهُ أَصْحَابٌ يُلْعُونَهُ أَلِي الْهَيْدَىٰ أَتَبَا قُلِ إِنْ هَدَىٰ اللَّهُ فَرَأَىٰ هَدَىٰ ذُو أَمْرًا لِّسَلِيمٍ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ
آرچر چوڑھو یا بھگے ہوئے کو واپس لانا ہو تو اس کا معروف نام اور اس کی ماں کا نام معلوم کر کے پھر کسی خشک چیز کا ٹکڑا یا خشک
مادہ کا ٹکڑا چھانک کر اس میں پرکار سے ایک دائرہ لگا لے پھر اسے لیکر کسی الگ جگہ میں چھایا جائے جس کا کسی کو پتہ نہ چلے۔ پھر اس
دائرے اور بیان میں یہ آیات لکھے پھر چوڑھو یا بھگڑے کا نام اور اس کی ماں کا نام لکھے۔ پھر اسے اسی جگہ دفن کر دے جہاں کوئی نہ چلا
ہو تو اس کا داغ پھرانے کے کاغذی کواپس آجائے گا۔

خاصیت آیت ۷۵، ۷۹

وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا
قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَأَحِبُّ الْأَفْلِقِينَ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِعًا قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَأَلْبَسْتَنِي رَبِّي
لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِعَةً قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَأَقْنُمُنِي رَبِّي
مِمَّا تُشْرِكُونَ إِنِّي وَجْهِي لِلدِّينِ فَطَرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ

جو آدمی یہ آیت عرق کا اب اور زعفران سے چھنی کی پلیٹ میں لکھ کر نہر کے پاک پانی سے دھو کر پی جائے تو اسے ہدایت اور
راے و فیصلہ کرنے میں راستی اور سستی کی توفیق ملے گی۔

جو آدمی یہ آیت لکھ کر شیشہ کے گلاس میں رکھے اور پانی کے ساتھ لکھے اور اسی پانی کا آنکھوں میں سرمہ لگائے تو اسے

بادشاہوں اور حکام اور تمام لوگوں کے ہاں قبولیت اور قدر و مرتبہ ملے گا۔

جو آدمی اس آیت کو بادام کے پتے پر زعفران سے لکھ کر اس عرق گلاب سے دھوئے جس میں انیسویں اور آس کا پانی ابالا گیا ہے پھر ہر بدھ کو اس میں سے پئے اور تین بدھ ایسا کرے تو اس کو فصاحت کلام اور زور بیان عطا کیا جائے گا جس سے اس کا دشمن اور مقابل مقہور و مغلوب ہو جائے گا۔

خاصیت آیت ۹۳، ۹۴

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمْرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَ كُفَّ الدِّينِ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنتُمْ تَزْعُمُونَ

جس آدمی کو دشمن اذیت دیتے ہوں اور یہ ان کی ہلاکت اور ان کے شہر کی بربادی چاہتا ہو تو وہ ان آیات کو سورج نکلنے سے پہلے بید کے تین پتوں پر ایک طرف موٹے قلم سے لکھے اور دوسری طرف دشمنوں کے نام لکھے پھر پتے کو ان کے پینے کے پانی میں ڈال دے تو اس کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ بشرطیکہ اسے یہ عمل کرتے ہوئے کوئی دیکھے نہیں۔

خاصیت آیت ۹۵

إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ ط يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ط ذَلِكَمُ اللَّهُ فَالِقُ الْفَجْرِ إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ ط يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ط ذَلِكَمُ اللَّهُ فَالِقُ الْفَجْرِ

اس آیت کو زعفران اور کافور کے ساتھ پاک برتن میں لکھے اور پانی سے دھو کر درخت یا فصل کا بیج جو کاشت کرنا چاہتا ہے اس میں ڈال دے پھر اسے کاشت کرے تو یہ درخت و فصل عمدہ ہوگی یہ کاشت برکت والی ہوگی اس کا پھل میٹھا ہوگا۔ اور اگر پہلے سے کاشت شدہ درخت یا فصل ہے تو اس پانی کو اس کی جڑوں میں ڈالے تو بھی برکت ہوگی۔

خاصیت آیت ۹۶، ۹۷

فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ط ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ط قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ

پاک ہو کر اس آیت کو لکڑی کی تختی میں جمعہ کے دن لکھ کر یا نقش کر کے کشی کے اگلے حصہ میں گاڑ دیا جائے تو وہ رات و دن میں ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔

جو آدمی اس آیت کو لازورد کے نگینہ میں بدھ سے لیکر جمعہ تک کے کسی دن تیسری ساعت میں نقش کرے اور انگوٹھی میں جڑ دے تو جو بھی اس انگوٹھی کو پہنے گا اس کی حاجت پوری ہوگی اور وہ جو بھی مانگے گا۔ خواہ رزق خواہ قبولیت عامہ و محبت و بدبہ ہو اس کی دعا رد نہیں ہوگی۔

فی حدیث آیت ۹۹

وہو الذی انزل من السماء ماء فاخرجنا به ثبات كل نسیء فاخرجنا منه حصرا نخروج منه حثا
متراکا ومن النحل من طلعها فنواں دانبہ رجب من اغناب والزیتون والرمان مشتہا وغیر مشتہا
ما نظروا انی نمرہ ادا نمرہ وبعده ان فی دلتکم لایب لیلوہ یؤمنون

اس آیت و مجملات تازو ترین کھوسوں میں ہوں کہ ان کی کس سماعت میں کچھ کر چیتے ہوئے کتوں میں ذال دیا جائے تو اس
توالی ان نواں کے پانی میں برکت ہے فرہ کیں کے اس کا پانی پیتا میں رت کا اور عمدہ و مفید ہوگا۔ ان نواں اور جنوں کی نخر بہ
سے نکلنے والے پانی سے ہونے والی برکت یہ بھی کہ یہ اب ہوگی اس میں برکت ہوگی۔

فی حدیث آیت ۱۰۳

لانذریک الانصار وھو بذریک الانصار وھو اللطیف الحبیز

اس آیت کا پانچواں کلمہ ہے اور اسے انگریزی میں لطافت سے مراد مفید ہے۔

فی حدیث آیت ۱۶۶

و ادعوا لیہم ایلہ فلو ان یؤمن حتی یؤنی مثل ما انزلی رسل اللہ

میں لفظات کے ایلہ ہے۔ جب وہی تواریخ آیت پر پچھتے تو یوں کہے۔ اللہم من الذی
بعثک لہم نوحہ ومن الذی مالک لہم نطقہ ومن الذی استجارک لہم نجرہ ومن الذی توکل
عینک لہم نکلہ وانوارک استعینک اللہم اعنی بالعبث والشیئی شفاء عاجلا وفرج عنی فرجا قریبا
یا رحمنک یا رحیم الرحمن

پانچویں ہے کہ تواریخ کے ہونے تو اس کی سماعت پوری ہوگی۔

فی حدیث آیت ۱۳۱

وہو الذی انشا حب مغز و سب وغیر مغز و سب والنحل والزروع مختلفا اکلہ والزیتون والرمان
مشتہا وغیر مشتہا ہذا کتوا من نمرہ ادا نمرہ وانوار حنفہ یوم حصادہ ولا تشر فواہ انہ لا یجب التشر فیہ
جو تواریخ ان آیات و ذائقوں کی کتوں کی نعتوں میں پیش کرتے کہ ان کے ارادے کی پوکھت کے اوپر رکھے گا تو اسے درختوں اور
بنات سے پھولوں میں برکت اور عمدہ کی آسے گی۔

اور جو تواریخ ان میں سے کہے ہوں چوں کہ کتوں میں لیلوہ کتوں کے کتوں میں رکائے گا تو اس کے
جانوروں میں زیادتی اور برکت ہوگی اور ان نواں سے نکلنے والے پانی کے۔

سورہ اعراف

خاصیت آیت اول

الْمَصِّ كِتَابٌ أَنْزَلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنذِرَ بِهِ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ اتَّبِعُوا مَا
 أَنْزَلَ إِلَيْكُمْ مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ط قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ
 یہ آیات حکمرانوں، افسروں اور تجوں اور قاضیوں اور دیگر افسروں کیلئے مفید ہیں۔ یہ آیات خالص چاندی کی ٹکڑی میں نقش
 کرا کے انگوٹھی کے نگینہ کے نیچے رکھ لے جو اس انگوٹھی کو پہنے گا اسے ہر کام صحیح کرنیکی توفیق ملے گی اور اسکا کردار اعلیٰ ہو جائیگا اور
 اسکے ذریعہ عوام الناس کیلئے مفید کام ہونگے۔

خاصیت آیت ۱۰

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ط قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ
 جمعہ کے دن جب جمعہ نماز پڑھ کر فارغ ہو تو یہ آیت لکھ کر گھر میں یا دکان میں یا اپنی رہائش کی جگہ میں رکھ دے رزق وسیع ہو جائے گا۔

خاصیت آیت ۲۶

يَبْنِيٰ آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُؤَارِي سَوَاتِكُمْ وَرِيْشًا ط وَ لِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَلِك خَيْرٌ ط ذَلِك مِنْ
 آيَةِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَكَّرُونَ
 جس کا ارادہ توبہ کرنے کا ہو تو وہ چڑھتے ہوئے چاند کی تاریخوں میں جمعرات کے دن نئی قمیص پہنے پھر دو رکعت نماز نفل اس
 نئی قمیص کے شکرانہ کیلئے پڑھے پھر اس آیت کو خالص روغن یا سمین کے ساتھ شیشے کے گلاس پر لکھے پھر اسے عرق گلاب کے ساتھ
 دھو کر اس تیل کو اپنے چہرے اور جسم پر لگائے پھر اس آیت کو زیتون کے پتے پر لکھ کر قمیص کے گریبان میں ڈالے جو بھی اس قمیص کو
 پہنے گا اسے اطاعت الہی اور نیکیوں کی توفیق ملے گی۔

خاصیت آیت ۳۱ تا ۳۲

يَبْنِيٰ آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ قُلْ
 مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ط قُلْ هِيَ لِلدِّينِ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ
 الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط كَذَلِكَ نَفْصِلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ
 یہ آیت نئے سبز رنگ کے برتن میں سفید انگور اور زعفران کے ساتھ لکھے پھر اسے عرق گلاب سے دھولے جو اس پانی سے نہائے گا تو
 اس سے نظر بد اور جادو کا اثر جاتا رہے گا۔ جو اس پانی کو پئے گا اور اپنے کھانے میں ملائے گا وہ زہر اور جادو اور نظر بد کے اثر سے محفوظ رہے گا۔

فی صیغہ آیت ۳۸

ادخلوا فی امة لئلا حنت من قتلکم من الجن والانس فی النار ما کلما دخلت امة لعت احببا و حتی اذا
 ذرکوا لیبیا حبیة لنت احرمهم لا اولیئهم و ما هو الا ان اهلونا فابیم غلانا ضغنا من النار و قال لکل صغف و لکن لا تغفلون
 جس کا کوئی دشمن نہیں میں ہو اور یہ چاہتا ہوں کہ اسے رہائی نہ ملے اور دیر تک جیل میں رہے تو یہ آیت سرخ رنگ کے رتے
 ہو کے پھاڑ پھوسے اور اس دشمن کا نام اور اس کی من کا نام بھی لکھے اور یہ بھی لکھے مثلثا مثلثا یا فلان بن فلانة تلبیضا مکنا
 ملازموں پر جس سے ہوئے وہ اس کے قید خانہ کے دروازوں کے نیچے دن رات تو دشمن اس جیل میں قید ہی رہے گا۔

فی صیغہ آیت ۴۳

ویرغ ما فی صدورهم من عیب فخری من نخبیم الایمیر و قالوا الحمد لله الذی هدانا لهذا و ما كنا
 لنهتدی لولا ان هدانا الله لقد جاءت رسلنا بالحق و لو ذرنا ان بئکم الجنة اوز قتلنا ما کنتم نعملون
 ان کے دل کے مضمحل پر یہ آیت سمجھو کہ اس میں نفرت رکھنے والے لوگوں کو کھاروں جائے تو ان کی دشمنی ختم ہو جائے گی اور جو آپس
 میں دوست ہیں ان میں صلہ دینی جائے تو ان کی دکان محبت و اتفاق قائم رہے گا۔ یہ ان لوگوں کی تعداد کے مطابق ہوں پر یا پھلوں پر یا
 نیچے ان پر جو صلہ تو بھی دوست ہے۔ اور یہ آیت دل کے درمیان بھی مفید ہے۔ دشمن کا نیا پختہ برتن پر اس کے تند و رست لگتے ہی
 دشمن اور آل کرب کے بھی دل سے پانی سے اسے دھو کر اس پانی سے پیئے تو دل کے درد کی تکلیف ختم ہو جائے گی۔

فی صیغہ آیت ۵۱

ان و انکم الله الذی خلق السموات و الارض فی سنة یوم ثم استوی علی العرش بغیبی البیل النهار
 یظنہ حنیفا و الشمس و القمر و النجوم مسخوب و بامرہ ما الاله الخلق و الامر ما تبرک الله رب العلمین
 جو اتنی مدت وقت یہ پڑھے اللہ تعالیٰ کے شیطان "ان کے دشمنوں کے دشمنوں کی زبان سے بھی محفوظ رکھیں گے۔

فی صیغہ آیت ۵۱ تا ۵۶

ان و انکم الله الذی خلق السموات و الارض فی سنة ایام ثم استوی علی العرش بغیبی البیل النهار
 یظنہ حنیفا و الشمس و القمر و النجوم مسخوب و بامرہ ما الاله الخلق و الامر ما تبرک الله رب العلمین
 ادعوا و انکم نصرنا و حنیة ما الله لا یحب المغنبن و لا یفسدوا فی الارض بعد اصلاحها و ادعوا خوفا
 و لمعنا ان و رحمت الله قویب من المنحسین

جو اتنی یہ آیت پڑھے اللہ تعالیٰ نے اپنی نیند کم ہونے کی وجہ مانگے تو اس کی نیند کم ہو جائے گی اور جو ان آیات کے ساتھ
 حمد اور سوره پڑھے تو ان کی آخری آیت بھی اپنی دکان پر یا سامان پر یا مال پر پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت و کفایت فرمائیں گے۔

خاصیت آیت ۵۸

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ط حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنَهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ط كَذَلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُتْ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ط كَذَلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ زيتون کی لکڑی کو کھرچ کر بنایا ہوا پیالہ لیکر اس میں سیب اور زعفران کے پانی سے لکھ کر اسے انگور کے پانی سے دھو کر درختوں کی جڑوں میں خالص پانی کے اوپر ڈالا جائے تو درخت دیمک، کیڑوں، سوکڑے سے اور چوہوں اور ٹڈیوں اور نقصان دہ پرندوں وغیرہ سے محفوظ ہو کر سرسبز و شاداب رہیں گے۔

خاصیت آیت ۹۹ تا ۹۷

أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ أَوْ أَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يُلْعَبُونَ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ یہ آیت ایک کاغذ پر لکھ کر پانی سے دھولے اور پھر اس پانی کو گھریا مکان کے چاروں کونوں میں چھڑک دے تو تکلیف دہ و مضر مچھروں اور حشرات سے محفوظ رہے گا۔

خاصیت آیت ۱۸۰

وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس نے انہیں یاد کیا وہ جنت میں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ طاق ہے اور وہ طاق کو پسند کرتا ہے اور وہ ننانوے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ. الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيَّمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُدِلُّ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ الْحَلِيمُ الْعَظِيمُ الْغَفُورُ الشَّكُورُ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ الْحَفِيفُ الْمُقِيتُ الْحَسِيبُ الْجَلِيلُ الْكَرِيمُ الرَّقِيبُ الْمُجِيبُ الْوَاسِعُ الْحَكِيمُ الْوَدُودُ الْمَجِيدُ الْبَاعِثُ الشَّهِيدُ الْحَقُّ الْوَكِيلُ الْقَوِيُّ الْمَتِينُ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ الْمُحْصِي الْمُبْدِي الْمَعِيدُ الْمُحْيِي الْمُمِيتُ الْحَيُّ الْقَيُّومُ الْوَاحِدُ الْمَجِدُّ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَلِّبُ الْمُؤَخِّرُ الْأَوَّلُ الْآخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِي الْمُتَعَالَى الْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّؤُفُ مَالِكُ الْمَلِكِ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِيُّ الْمَغْنِيُّ الْمَانِعُ الضَّارُّ النَّافِعُ النُّورُ الْهَادِي الْبَدِيعُ الْبَاقِي الْوَارِثُ الرَّشِيدُ الصَّبُورُ.

خاصیت آیت ۲۰۰ تا ۲۰۱

وَأَمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ إِنَّ الدِّينَ اتَّقُوا إِذَا مَسَّهُمْ طَيْفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ جس آدمی کو وسوسا، گھبراہٹ، فضول خیالات آنے کی شکایت ہو یا کپکپی ہوتی ہو تو وہ اس

خاصیت آیت ۶۲، ۶۳

وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ ۖ هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ وَالْفَافِ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ۖ
 لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ ۖ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

جو آدمی مارمضان کے پہلے جمعہ کے دن ظہر وہ عصر کے درمیان کے وقت میں پاکی کی حالت میں اون یاریشتم کے ٹکڑے پر یہ آیت لکھے اس ٹکڑے کی اون کے تین رنگ ہوں سبز زرد اور سرخ پھر اس ریشتم یا اون سے اسی دن ٹوپی بنا لے پھر جب تک کوئی حاجت پیش نہ آئے اس ٹوپی کو پہن کر کسی پاک اونچی جگہ میں بیٹھا رہے۔ تو اس ٹوپی کو جو بھی پہن کر جہاں بھی جائے گا تو وہاں اس کی عزت و قدر ہوگی اور عمدہ و بدبہ ہوگا اور کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی جو اس کے سامنے آئے گا گونگا ہو جائے گا اس کے تمام حالات بہتر ہو جائیں گے اور اس کیلئے محبت پیدا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ دلوں میں اس کی محبت ڈال دیں گے اور مخلوق کو اس کیلئے مسخر کر دیں گے۔ اسے مخلوق کی طرف سے محبت و بھلائی ملے گی۔

خاصیت آیت ۶۶

الَّذِينَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا ۖ فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ
 مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ

جو آدمی اس آیت کو سات دن ہر نماز کے بعد پڑھے اور شروع اس طرح کرے کہ جمعہ کے دن عصر کے بعد مغرب تک پڑھے پھر ہر نماز کے بعد اور رات دن میں جب فارغ ہو پڑھے۔ اس طرح سات دن تک پڑھتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بوجھوں اور ذمہ داریوں کو ہلکا کر دیں گے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بخاروا لے مریض کو تعویذ لکھ کر دیتے تھے اور وہ مریض تندرست ہو جاتا تھا۔ دیکھا گیا تو اس تعویذ میں لکھا ہوا تھا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ وَإِنْ يُمَسِّسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُمَسِّسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.

سورة التوبة

خاصیت آیت ۳۲، ۳۳

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ هُوَ الَّذِي
 أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

اس آیت کو شیشہ کے نئے گلاس میں لکھے اور اسے عود و عنبر کی دھونی دے پھر اسے یا سمین کے خالص عطر سے دھوئے اور سبز شیشہ کے برتن میں اونچی جگہ رکھ دے جب ضرورت پڑے اس عطر کو اپنے دونوں ابروؤں کے درمیان لگا لے تو اسے لوگوں میں

تبت اور عزت اور تہمت کا۔ دوسرا نظریہ یہ ہے کہ اس آیت کو بہرہ کے چمڑے پر زعفران اور عرق کباب سے لکھے اور استسوق
 کی صفائی کے لئے اس کو ہوا میں پھینک دیا جائے اور پھر پانچ گھنٹے کے بعد اس کو پانی سے دھو کر استعمال کیا جائے۔

خانیسیہ آیت ۱۲۶

وَنُزِّلْنَا ذُرًّا مُّحْرُوجًا لِّأَنَّ عَذْرَاقَهُ عَذْرَاقٌ وَلَكِنْ كَرِهَ اللَّهُ الْمُجَانِبِينَ فَطَبِخْتُمْهُمْ قَبْلَ أَنْ يَأْتِ بِالسَّعْبِ
 اس آیت اور شریعت کے کون کون سے ہونے کے لئے ہے جو کون کون سے اول دنوں میں کھائے ہو اور آیت کے ارد گرد بھرنے
 والے یہ پورے نام اور اس کی ممانعت کا نام ہے (فناں بن فہار) پھر اسے کھیر شہرت سے باہر لے کر چلا جائے جہاں اسے کوئی نہ دیکھے
 اور اس کو کھانے کے واسطے میں لے کر کھانے کے لئے پھر اسے کھانے سے پھیلنے اور چھوڑا اور چھوڑا جائے گا۔

خانیسیہ آیت ۱۲۹

وَنُزِّلْنَا فَطْرًا حَسْبِي اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عِنْدَهُ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ بعد کی رات میں آجس رات کو
 سے تین سو مرتبہ پڑھے اور پھر اسے کھانے میں لے کر بیاربت حسی علی فلان بن فلانہ اغطف قلبہ واذالہ الی تو بہت بعد
 اس میں اللہ تعالیٰ کی شرفیت و عت اہل دین کے اور اسے کھانے کے واسطے بنادیں گے۔ یہ بھریات میں سے ہے۔

حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی رحمہ اللہ کی نایاب قرآنی تفسیر

”تفسیر میرٹھی“ سے منتخب آیات کے فضائل و خواص

فضیلت و خانیسیہ سورہ اعراف

فضائل اور خواص اور تہمت و پانچ گھنٹے کا قیامت و پانچ گھنٹے کا قیامت اور شہادت کے درمیان پر دو حائل کر دے گا آدم علیہ السلام
 اس کی شہادت میں لے گا۔

فضیلت و خانیسیہ سورہ انفال و توبہ

فضائل اور خواص اور تہمت و پانچ گھنٹے کا قیامت و پانچ گھنٹے کا قیامت اور شہادت کے درمیان پر دو حائل کر دے گا آدم علیہ السلام
 شہادت میں لے گا اور کون کون سے اول دنوں میں کھائے ہو اور آیت کے ارد گرد بھرنے والے یہ پورے نام اور اس کی ممانعت کا نام ہے (فناں بن فہار) پھر اسے کھیر شہرت سے باہر لے کر چلا جائے جہاں اسے کوئی نہ دیکھے
 اور اس کو کھانے کے واسطے میں لے کر کھانے کے لئے پھر اسے کھانے سے پھیلنے اور چھوڑا اور چھوڑا جائے گا۔

بجز اللہ